

# رسائل محمد قسوی

حضرت مفتی غلام دستگیر قسوی ہاشمی  
۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

جلد اول



— مترجمین: —

محمد افروز قادری چریاکوٹی

محمد سعید صابر نعیمی

محمد ثاقب رضا قادری

ناشر  
اکبر پبلشرز لاہور



**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





# رسائل محمدت قصبوی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی غلام اسٹیکیر قصبوی ہاشمی

۱۸۹۷/۱۳۱۵ء

جلد اول



— مترجمین: —

محمد افروز قادری پریاکوٹی

محمد سعید صابری نعیمی

محمد ثاقب رضا قادری

نیشنل پبلشرز ۳۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

اکبر پبلشرز



{ جملہ حقوق بحق مرتبین محفوظ }

تفصیلات 137299

نام کتاب: رسائل محدثِ قصوری { جلد اول } [تحقیق تقدیس الوکیل، مخرج عقائد نور]

تحریف قرآن کا جواب، جواب اشتہار کفریت درود، عروۃ المقلدین

کشف الستور عن طواف القبور، نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

تحقیق صلوة الجمعة، جواہر مضیہ رد نیچریہ، عمدۃ البیان فی مناقب النعمان

مصنف: محقق دوراں حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری

مرتبین: محمد ثاقب رضا قادری، محمد سعید صابر نعیمی

محمد افروز قادری چریا کوٹی

غرض و غایت: تحفظ و ترویج آثار علماء اہل سنت و جماعت

صفحات: سات سو چالیس (740)

اشاعت: 2014ء - 1435ھ

قیمت: 500/- روپے

ناشر: اکبر بک سیلز، اردو بازار، لاہور - پاکستان



## { عرض ناشر }

اللہ عزوجل کے فضل بے پایاں اور اس کے پیارے حبیب نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی نظر عنایت سے ہمیں امام اہل سنت، پیر طریقت، رہبر شریعت، حامی سنت، ماحی بدعت، فاضل جلیل، عالم نبیل، مناظر بے بدل، حضرت علامہ مفتی حاجی غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی قادری احمدی صدیقی رضی اللہ عنہ کے رسائل کا مجموعہ شائع کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی۔ اس سے قبل ہم شہنشاہ سخن، استاذ زمن، برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان حسن قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی منظوم و منثور جملہ کاوشوں کو دو جلدوں میں شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔

’تحریک اسلاف شناسی‘ اور ’انٹرنیشنل تحریک تحفظ اثاثہ علمائے اہل سنت‘ کے ساتھ شانہ بشانہ چلتے ہوئے ہمارا ادارہ۔ ان شاء اللہ۔ مستقبل میں اہل سنت کی دیگر جلیل القدر شخصیات کی تحقیقات کو از سر نو شائع کرنے کا عزم مصمم رکھتا ہے۔ ان کتب کی اشاعت سے ہمارے پیش نظر مسلک حقہ اہل سنت کا پرچار، کتب اسلاف کا تحفظ اور جدید نسل کو اکابر اہل سنت کی تعلیمات اور دین کے لیے اُن کی کاوشوں سے متعارف کروانا ہے۔

’رسائل محدثہ قصوری‘ کی یہ جلد اول دس نایاب رسائل پر مشتمل ہے، ان شاء اللہ عزوجل۔ بہت جلد اس کی دوسری جلد مزید سات عدد نایاب رسائل پر مشتمل قارئین کرام کے ذوق مطالعہ کی نذر کی جائے گی۔

اللہ کریم اسلاف کے اس علمی و تحقیقی ورثہ کے تحفظ کے لیے ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مرتبین و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ۔

جنھیں حقیر سمجھ کر بھلا دیا تم نے  
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

محمد اکبر قادری

۲۳ مارچ ۲۰۱۳ء



# شرف انتساب

فضیلۃ الشیخ عارف ربانی مولانا غلام محی الدین صدیقی قصوری

معروف بہ دائم الحضور علیہ الرحمہ

..... کے نام : .....

جن سے شرف تلمذ و نسبت ارادت نے

مولانا غلام دستگیر قصوری کی شخصیت کو

اسرارِ ظاہر و رموزِ باطن کا سنگم

بنا کر ہر دلعزیزی بخش دی۔

طالبین دعا و کرم

مرتبین



## خراجِ رفاقت

ممتاز ناقد و محقق، محسن رضویات، گشتہٴ عشقِ شاہِ جیلاں

شیخ حافظ اُسید الحق عاصم القادری الہدایونی

..... کے نام : .....

جن کا دستِ تعاون ہمارے لیے ایک بڑا سہارا تھا

جن کے دم سے ہماری بزمِ کمال روشن تھی

جن کے اٹھ جانے سے گویا دورِ یتیمی

ہم پر مسلط ہو گیا ہے۔

طالبین دعا و کرم

مرتبین



## مشعل راہ

- تحقیق تقدیس الوکیل (مترجم) ص 102 تا 187
- مخرج عقائد نوری ص 188 تا 281
- تحریف قرآن کا جواب ص 282 تا 298
- جواب اشتہار کفریت درود ص 299 تا 335
- عروۃ المقلدین ص 336 تا 391
- کشف الستور عن طواف القبور ص 392 تا 417
- نصرة الابرار فی جواب الاشتہار ص 418 تا 481
- تحقیق صلوٰۃ الجمعة (مترجم) ص 482 تا 516
- جواہر مضیہ رد نیچریہ ص 517 تا 660
- عمدة البیان فی اعلان مناقب النعمان (مترجم) ص 661 تا 733

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ



## { دعائیہ کلمات }

مبلغ اسلام، مصلح قوم و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالمبین نعمانی قادری - دامت برکاتہم العالیہ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین  
مناظر اہل سنت حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۱۵ھ) کی ذات گرامی محتاج  
تعارف نہیں۔ مناظرہ بہاول پور نے تو آپ کی شہرت میں اور بھی چار چاند لگا دیے ہیں۔ تیرہویں صدی  
کے اواخر اور چودہویں صدی ہجری کے اوائل میں آپ کا علمی غلغلہ ہندوستان کے چار دانگ میں بلند ہوا۔  
آپ نے خاص طور سے اعتقادی موضوعات پر قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ رد نصرانیت، رد  
نیچریت، رد قادیانیت اور رد وہابیت میں آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ تاریخ کا ایک  
اہم حصہ ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۱۵ھ میں ہوا جب کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا  
وصال ۱۳۴۰ھ میں ہے، اس طرح آپ نے اعلیٰ حضرت کے وصال سے پچیس سال پہلے وصال فرمایا اور  
اعلیٰ حضرت کی حیات کے تقریباً بیالیس سال پائے۔ آپ نے بریلی شریف کا بھی سفر فرمایا ہے تو اعلیٰ  
حضرت محدث بریلوی قدس سرہ سے ضرور ملاقات رہی ہوگی جس کی تفصیل منظر عام پر آنی چاہیے۔

آپ نے سب سے زیادہ زور غیر مقلدیت کے رد پر صرف فرمایا جو وقت کی ایک اہم ضرورت تھی، آج  
بھی غیر مقلدین سر ابھار رہے ہیں اور بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں؛ اس لیے ضرورت ہے  
کہ آپ کی تصانیف کو منظر عام پر لایا جائے۔ اسلاف شناسی اور اکابر امت کی قدر دانی کا بھی تقاضا ہے کہ  
حضرت علامہ قصوری اور دیگر اکابر اہل سنت کی خدمات کو بھی نئی نسل سے متعارف کرایا جائے۔ اس ضمن میں  
'رسائل محدث قصوری' کی اشاعت بڑا اہم کارنامہ ہے جو حضرت علامہ کے دس رسائل پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ  
اول ہے، مزید رسائل حصہ دوم میں شامل ہوں گے۔

اس سلسلے میں عزیزان گرامی مولانا محمد افروز قادری چہ یا کوئی، مفتی محمد سعید صابر نعیمی اور محمد ثاقب  
رضا قادری خاص طور سے لائق تحسین ہیں جنہوں نے بڑی محنت کر کے حضرت علامہ قصوری کے رسائل کا  
مجموعہ تیار کیا اور شائع کرانے کی بھی تدبیر کی۔ مولیٰ عزوجل ان کی دینی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا  
فرمائے اور مزید کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام۔

محمد عبدالمبین نعمانی قادری - الجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، اتر پردیش، انڈیا۔

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ - ۳۰ مارچ ۲۰۱۴ء

## تفصیلی فہرست

- 03 عرض ناشر  
04 شرف انتساب  
05 خراج رفاقت  
06 مشعل راہ  
07 دعائیہ کلمات از مبلغ اسلام مفتی عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ العالی  
31 شہر قصور کا ایک یادگار سفر  
39 مقدمہ [خاندان صدیقی، قصور] علم و فضل، رشد و ہدایت کا منبع و مخزن  
39 تعارف خاندان  
40 حافظ عبدالملک صدیقی  
41 مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضیٰ صدیقی  
41 حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی  
41 شیخ المشائخ خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضور  
41 ولادت  
42 بیعت  
42 اجازت و خلافت  
43 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں  
43 اولاد و امجاد  
44 تصانیف  
45 وصال



45	خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری
45	ولادت
45	تحصیلِ علومِ دینیہ
45	مقبولیتِ عامہ
46	اولادِ امجاد
46	وصال
47	امام اہل سنت مفتی غلام دستگیر ہاشمی محدثِ قصوری
47	ولادت
47	منقبت از مولانا حلوانی
49	نسب صدیقی و ہاشمی کی تحقیق
50	برادر اکبر مولانا محمد بخش بلبل
51	شرف دامادی و شاگردی و مریدی
51	معاصر مورخ امام الدین کھوٹگوی کی رائے
52	بیعت و اجازت طریقت و حدیث
53	بیعتِ ثانی
54	شاعری و تاریخ گوئی
54	تنظیمی سرگرمیاں
55	تبلیغی سرگرمیاں و اسفار
56	سفرِ حرمین
57	سفرِ مدینہ کے ایک خواب کا بیان
57	معاصر علماء و مشائخ سے روابط
58	احقاقِ حق و ابطالِ باطل

- 58 دینی غیرت و حمیت
- 59 رد یو بندیت
- 60 رد قادیانیت
- 60 رد وہابیت
- 60 وہابیہ کا جھوٹ و افترا
- 63 رد نصاریٰ
- 64 پادریوں کو دعوتِ مباہلہ
- 64 رد نیچریت
- 65 رد شیعیت / تفضیلیت
- 65 وصال پر ملال
- 66 قطعہ وصال از مولانا حلوائی ؑ
- 67 اولاد و اخلاف
- 67 مولانا عبدالرحمن کی شادی
- 68 مولانا قصوری صاحب کی والدہ کا وصال
- 68 مولانا غلام ابوبکر بن مولانا عبدالرحمن صاحب
- 68 مولانا غلام ابوبکر صاحب کی اولاد
- 69 تلامذہ مولانا قصوری
- 69 مولانا غلام نبی فیروز پوری
- 69 مولانا فضل حق قصوری
- 69 مولانا نبی بخش حلوائی
- 71 مولانا سید عبدالحق ہمدانی
- 73 مولانا سید زمان شاہ قصوری ہمدانی



- 74 مولانا سید غلام حسین شاہ قصوری
- 75 تعارف تصانیف
- 75 عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان
- 76 تحفہ دستگیر یہ جواب اثنا عشریہ
- 76 تحقیق صلوة الجمعة بجواب تذکرۃ الجمعة
- 77 مخرج عقائد نوری بجواب نعمہ مظہوری
- 78 ہدیۃ الشیختین معروف بہ مناقب چاریار مع حسنین علیہم الرضوان
- 79 توضیح دلائل و تصریح ابحاث فرید کوٹ
- 81 جواب اشتہار کفریت درود
- 83 عروۃ المقلدین بالہام القوی المسبین
- 83 ظفر المقلدین بجواب ظفر المسبین
- 83 رجم الشیاطین برداغلو طات البراہمین
- 83 جواہر مضیۃ رد نیچریۃ
- 84 ظہور اللعۃ فی ظہر الجمعة
- 85 تحقیق تقدیس الوکیل
- 86 تحقیقات دستگیر یہ فی رد ہنوات براہیدیہ
- 87 کشف الستور عن طواف القبور
- 88 نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار
- 88 تقدیس الوکیل عن توبین الرشید و التحلیل
- 93 فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی
- 95 تحریف القرآن کا جواب
- 96 تصدیق المرام بکذیب کادیانی و لیکھ رام

- 97 جواب اعتراضات برتحفہ رسولیہ  
 97 استثناء متعلقہ مسجد ستیہ والا تحصیل فیروز پور  
 98 مزید تصانیف  
 99 ماخذ و مراجع

## ۱۔ تحقیق تقدیس الوکیل

سوال	107
جواب	108
تنزیہ الرحمن کا بیان	110
اقسام کفر	112
احادیث در فضائل سورہ اخلاص	117
بیان تسبیح با خوب ترین تشریح	122
فضائل تسبیح	123
بیان احادیث تنزیہ	125
تعیین اسم اعظم	127
حق تعالیٰ کی جسمیت، تمکن کا قائل، محروم معرفت الہی	128
عبارات کتب عقائد	130
امام شعرانی کا عقیدہ	131
امام غزالی کا عقیدہ	131
ملا علی قاری کا عقیدہ	131



امام ربانی مجدد الف ثانی کا عقیدہ	131
امام شکور سالی کا عقیدہ	132
شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	132
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا عقیدہ	132
شاہ عبدالعزیز دہلوی کا عقیدہ	133
رحمن کے لیے قائلین مکان و جوارح کی کفریات کا بیان	134
بیان مشبہ جواب طلب	137
مسئلہ اصولیہ اتفاقیہ	138
معنی محکم و تشابہ کی تفصیل	139
تاویلات استوا	142
تاویل استقر	144
حال کلبی و مقاتل	145
امام مالک کے قول کی تحقیق	147
دیگر اسناد پر اعتراض	148
این اللہ۔ و۔ فی السماء کا معنی	150
انگلیوں والی حدیث بخاری کی تحقیق	152
آنکھ اور کان کے ساتھ اشارہ کرنے والی حدیث کی تحقیق	153
تحقیق نزول الہی	153
مجسمہ اور جاہلان حنا بلہ کا موقف	155

احوال ابو مطیع بلخی	155
جواز تاویل استواء باستیلاء	156
قصہ تعزیر صبیغ (تبع تشابہات)	158
حق تعالیٰ کے لیے مکان کیوں ہوگا؟	159
جواب عبارت غنیۃ الطالبین	162
ذکر احوال ابن تیمیہ	162
خلاصہ کتاب - اردو اشعار	169
تصدیقات و تقریظات	172
مولانا عبدالرسول قصوری	172
خلیفہ حمید الدین	172
اسمائے گرامی مویدین علمائے قصور و فیروز پور	172
علمائے لاہور	173
- مولانا غلام احمد معروف نور احمد	
- مولانا غلام قادر بھیروی	
- سید صادق علی شاہ	
- حافظ محمود	
علمائے بہاول پور	174
علمائے امرتسر	175
- مولانا حبیب اللہ پشاوری	
- مولانا قاری عبدالعلی دہلوی	
- مولانا احمد یار	



۔ مولانا محمد قدرت اللہ حنفی دہلوی

ضمیمہ از مصنف	179
رُودادِ مباحثہ ما بین مولانا غلام دستگیر قصوری و مولوی بارک اللہ لکھوی	179
تکملہ از مرتبین	182

## ۲۔ مخرج عقائد نوری

تقریظ	190
مولوی محمد یعقوب علی خان صاحب بریلوی	
مولوی محمد نقی علی خان و مولوی احمد رضا خان بریلوی	
مولوی نواب محمد عبدالعزیز خان صاحب بریلوی متخلص بہ عزیز	
سبب تالیف	192
چند ضروری باتیں	193
سوال ۱۔ متعلقہ نجات بروز قیامت، اعمالِ حسنہ یا شفاعت	195
جواب	195
تنبیہ	203
تمہ	204
خاتمہ (آپ ﷺ کی نبوت کا ثبوت انجیل سے)	205
سوال ۲۔ متعلقہ تفصیل اعمالِ حسنہ	208
جواب	211
سوال ۳۔ متعلقہ شرائط و خصوصیت شفیع	211

جواب	211
سوال ۴- متعلقہ شفیق اولین و آخرین	216
جواب	216
سوال ۵- متعلقہ ثبوت شفاعت محمدی آیت قرآنی سے	221
جواب	221
سوال ۶- متعلقہ تفسیر مقام محمود	224
جواب	225
فائدہ	227
سوال ۷- متعلقہ خصوصیت آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ شفاعت	229
جواب	229
سوال ۸- متعلقہ تفسیر و سوف یعطیک ربک فترضی	230
جواب	230
سوال ۹- متعلقہ مفہوم عصمت انبیاء علیہم السلام	232
جواب	233
سوال ۱۰- متعلقہ فرق مابین ”صالحین“ و ”معصومین“	234
جواب	234
سوال ۱۱- متعلقہ آیت قرآنی در اثبات عصمت انبیاء علیہم السلام	236
جواب	236
سوال ۱۲- متعلقہ منسوب لفظ عصیاں و ذنب بالانبیاء علیہم السلام	242

جواب	243
سوال ۱۳- متعلقہ علاماتِ نبوت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم	249
جواب	250
پہلا معجزہ	251
دوسرا معجزہ	253
تیسرا معجزہ	254
چوتھا معجزہ	256
پانچواں معجزہ	258
مضامین قرآن کی تقسیم	259
سوال ۱۴ متعلقہ اہل تشیع حضرات	269
جواب	269
پہلا اعتراض [حضور ﷺ کے ازواج و اقارب کی روایات معتبر نہیں]	270
جواب	270
دوسرا اعتراض [کتب احادیث کی دوسو برس بعد تدوین ہونا]	272
جواب	272
تیسرا اعتراض [احادیث کے معانی صادق اور مطابق نفس الامر نہیں ہیں]	274
جواب	274
چوتھا اعتراض [بہت سی احادیث قرآن کے خلاف ہیں]	275
جواب	275

پانچواں اعتراض [حدیثیں باہم مختلف ہیں] 278

جواب 278

قطعاً تاریخ 281

## ۳۔ تحریف القرآن کا جواب

سبب تالیف 284

تحریف کا معانی و مفہوم 286

اختلاف قراءت کا بیان 286

فائدہ 288

کتابت قرآن اور صحابہ قرآن 289

تدوین قرآن بعد عثمان رضی اللہ عنہ 289

تحفظ قرآن اور ولیم میور 290

پادری کے اعتراضات کے جوابات 291

کتب مقدسہ میں تحریف کا ثبوت کتب معتبرہ مسیحی سے 295

## ۴۔ جواب اشتہار کفریت درود

رُوداد مباحثہ و سفر گوجراں والا از شیخ رحیم بخش 301

وجہ تالیف رسالہ 301

”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا شرک ہے“۔ وہابیہ کا اشتہار 301

مولانا قصوری کا گوجراں والا تشریف لے جانا 302

وہابیہ کا گفتگو سے فرار 303



جواب اشتہار مورخہ ۱۲ جولائی ۱۸۹۵ء مطبوعہ فخر الدین پریس، لاہور	310
دعا کا معنی از روئے قرآن	311
مسئلہ علم غیب النبی ﷺ	311
جواز و استحباب ندائے یا رسول اللہ ﷺ	317
توسل و استمداد بالانبیاء کا ثبوت	318
نواب قطب الدین کی شرح حصن حصین میں مولوی نذیر حسین دہلوی کا الحاق	322
تشہد میں السلام علیک ایھا النبی کہنا	326
تفسیر محمدی کے اشعار کا جواب	327
انواع محمدی مصنفہ حافظ محمد لکھوی کا رد	327
نظم پنجابی از حافظ عبدالعلی صاحب نقش بندی، گوجراں والا	332

## ۵۔ عروۃ المقلدین بالہام القوی المسبین

سوالات (نقل استفتاء)	338
آغاز جواب	338
- پہلے سوال کا جواب (متعلقہ مکان باری تعالیٰ بر عرش و اعضاء و جوارح)	339
- دوسرے سوال کا جواب (متعلقہ عبارت تقویۃ الایمان)	345
- تیسرے سوال کا جواب (متعلقہ امکان نظیر نبی اکرم ﷺ)	353
- چوتھے سوال کا جواب (مسئلہ ضاد)	357
- پانچویں سوال کا جواب (متعلقہ طہارت)	357
تقریظ و تصدیقات علمائے کرام	359

ضمیمہ [ستارہ محمدی مصنفہ مولوی محی الدین وہابی کا جواب]	364
- پہلا مغالطہ [محرمات ابدی سے نکاح کے متعلق]	366
احناف کا موقف	367
امام اعظم کے مناقب از مولوی خرم علی	367
سلف پر طعن کرنے والے مشرک ہیں	368
محرمات ابدیہ سے نکاح کرنے والے پر حد مارنا لازم	369
”پھوپھی سے نکاح درست ہے“ [وہابی فتویٰ]	369
- دوسرا مغالطہ [جھوٹی گواہی سے نکاح کرنے والے کا حکم]	369
احناف کا موقف	370
- تیسرا مغالطہ [حضور ﷺ کو گالی دینے والے ذمی کا حکم]	370
احناف کا موقف	371
”رسول اللہ حیات نہیں“ [وہابی فتویٰ]	371
- چوتھا مغالطہ [زانیہ عورت کی خرچی کا حکم]	371
- پانچواں مغالطہ [قوت حاصل کرنے کے لیے شراب پینے کا حکم]	372
وہابیہ کے نزدیک سور کی چربی اور خون پاک	372
وہابیہ کے نزدیک منی و رطوبت فرج عورت کا پاک ہونا	372
- چھٹا مغالطہ [شراب سرکہ بن جائے تو اس کی حلت کا حکم]	373
وہابیہ کے نزدیک شراب پاک ہے	373
- ساتواں مغالطہ [تسکین کی نیت سے مشیت زنی کا حکم]	374

- 375 - آٹھواں مغالطہ [چوپائے یا مردے میں دخول کیا تو روزہ جاتا رہا یا نہیں؟]
- 375 - نواں اور پندرہواں مغالطہ [نجس اشیاء سے قرآن لکھنے کا حکم]
- 377 - دسواں مغالطہ [دارالحرب میں سُود وغیرہ کا حکم]
- 378 - گیارہواں مغالطہ [مجنونہ یا سوئی ہوئی عورت سے جماع پر روزے کا حکم]
- 379 - بارہواں مغالطہ
- 380 - تیرہواں مغالطہ [غیر مکلف سے زنا کا حکم]
- 381 - چودھواں مغالطہ [سُور کے دودھ سے پالے گئے جانور کے گوشت کا حکم]
- 388 - مخمس از مولف برغزل جامی (فارسی، اردو)
- 390 - نظم (اردو)

## ۶۔ کشف الستور عن طواف القبور

- 394 - استفتاء
- 394 - نقل فتویٰ مولوی عبدالرحمن خیر پوری
- 399 - تحریر مولانا قصوری، بجواب تحریر مولوی عبدالرحمن خیر پوری
- 400 - فعل عبادت الہی مخلوق کے حق میں روا کرنا درست نہیں
- 402 - طواف بیت اللہ عبادت الہی ہے
- 402 - طواف تعظیسی مشروع نہیں
- 403 - مجوزین طواف قبور اولیاء اللہ سے طلب دلیل
- 404 - 'قلب انسان نمونہ بیت اللہ سے استدلال کا جواب
- 405 - مولوی عبدالرحمن کی پیش کردہ احادیث کا جواب

احکام ملائکہ بنی آدم کے متعلقہ نہیں	406
زاد اللیب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصنیف نہیں	407
فتاویٰ برہنہ میں ضعیف مسائل اور موضوع روایات ہیں	408
سفینۃ الاولیاء کی عبارت کا جواب	409
تفسیر آیت --- از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	410
قبور کو مساجد بنانے کی ممانعت احادیث سے	411
قبور پر چراغ جلانے کی ممانعت	412
طواف قبور، قبور کو مساجد بنانے سے بڑھ کر ہے	412
طواف قبور مشابہ شعار بت پرستاں ہے	412
طواف قبور اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی	413
آداب زیارت قبور	413
حضور ﷺ کا کھجوروں کے گرد پھرنا واسطے دعائے برکت تھا	414
تصدیقات علمائے کرام	415

## ۷۔ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

وجہ تالیف رسالہ	421
پہلا سوال [متعلقہ مذہب، کتب مذہب احناف وغیرہ]	422
دوسرا سوال [مذہب اربعہ میں سے کون ہدایت پر ہے؟]	423
تیسرا سوال [ایک ہی مذہب پر عمل کیوں؟]	424
پانچواں سوال [تقلید شخصی کے واجب ہونے کے دلائل]	425

137299



بارہواں سوال [احناف و اہل سنت سے خروج کے اسباب]	432
تیرہواں سوال [تہتر فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ کون؟]	434
چودہواں سوال [امام اعظم کی تصانیف و شاگردوں کا حال]	436
سولہواں سوال [کتب فقہ حنفی کے اردو تراجم کا حال]	438
اٹھارواں سوال [حدیث پر عمل کریں یا امام کے قول پر]	439
چوتھا سوال [عام شخص جو حدیث نا سمجھتا ہو، حدیث پر عمل کیسے کرے؟]	439
بیسواں سوال [کتب احناف کی چند عبارات کا جواب]	441
اُنیسواں سوال [وہابی کس کو کہتے ہیں؟]	450
بائیسواں سوال [کیا قرآن و حدیث پر عمل اماموں ہی کا کام تھا؟]	453
آٹھواں سوال	454
چھٹا سوال [شریعت و طریقت لازم و ملزوم ہیں یا مخالف؟]	455
ساتواں سوال [قبر کا طواف کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ کیسا؟]	457
سترہواں سوال [محفل میلاد کا حکم]	460
اکیسواں سوال [حضور ﷺ کو اللہ کا بندہ کہنا درست ہے یا نہیں؟]	463
چھبیسواں سوال [امام ضامن کا پیسہ باندھنا وغیرہ کا حکم]	464
اٹھائیسواں سوال [غذیۃ الطالبین کس کی تصنیف ہے؟]	465
نواں سوال [شیخ عبدالقادر جیلانی کا ملک الموت سے روحوں کی زنجیل چھین لینے والے واقعہ کا حکم]	465
دسواں سوال	467
بارہواں سوال	467
پندرہواں سوال	467
اثنیسواں سوال	467

تیسواں سوال	468
تیسواں سوال [دو حقیقی بہنوں سے نکاح کا حکم]	478
چوبیسواں اور پچیسواں سوال	479
ستائیسواں سوال [متعلقہ رسومات شادی وغیرہ]	480
تصدیقات علمائے کرام	480

## ۸۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

سوال	485
جواب	485
تحقیق شرط مصر	485
معنی مصر کا بیان	489
اہل سنت کا چار مذاہب میں منحصر ہونا	490
ایک جگہ میں جمعہ کی ادائیگی	491
شرط سلطان کے بیان میں	491
احتیاط ظہر کا بیان	492
درمختار کے کلام کو نقل کرنا	493
تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز کا قول قوی ہے، ضعیف نہیں	494
چار رکعت واجب ہیں یا مستحب	496
اس سے خاص قوم مفہوم لی گئی ہے	496
تذکرۃ الجمعہ کے اعتراضات کا جوابات	497

چار رکعت ادا کیگی کی کیفیت کی تفصیل	508
جمعہ کے بعد سنن کا بیان	509
اردو اشعار	511
تقاریظ و تصدیقات	513
مکملہ	514

## ۹۔ جواہر مضیہ رد نیچریہ

علم اجمالی: رسالہ جواہر مضیہ رد نیچریہ مع ضمیمہ کریمہ

خلاصہ رسالہ جواہر مضیہ رد نیچریہ	519
نقل پرچہ تہذیب الاخلاق بابت حیث تشبہ	522
حدیث تشبہ کا اثبات بہ رد مضمون تہذیب الاخلاق	527
تحقیق مسئلہ خضاب لہیہ مردان	531
منع تشبہ و محبت بہ کفار ان از قرآن و حدیث	531
تحقیق حدیث المرء علی دین خلیلہ	541
آپ کے جبہ رومیہ و شامیہ پہننے کی تحقیق	545
آپ کے پارسیوں کے لباس پہننے کی تحقیق	547
کفار سے ہم لباسی وغیرہ کی ممانعت	552
معاذف و مزامیر کی ممانعت	557
روایات فقہیہ ممانعت تشبہ بہ کفار میں	558
شروع رد مضامین تفسیر القرآن	563

ملائکہ کے وجود و جسمیت کا اثبات	566
ملائکہ و جن کا ثبوت نقلاً و عقلاً	568
دوزخ و بہشت حسب اخبارِ قرآن و حدیث موجود ہیں	579
حضرت آدم اور شیطان کے قصہ کا ثبوت	584
زمین و آسمان کا کلام ظاہر پر محمول ہے	588
انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ثبوت	589
ہنود کی شہادت سے معجزہ شق القمر کا ثبوت	597
آثار القیامت سے خان صاحب بہادر کا حال	598
غیر مقلدین اور خان صاحب بہادر کا اتفاق	600
نماز میں استقبال قبلہ کے انکار کا جواب	601
انکار فرضیت روزہ رمضان کا جواب	606
انکار فرضیت حج کعبۃ اللہ کا جواب	607
خان صاحب بہادر کے سود کو حلال بنانے کا رد	611
رجوع نہ تحقیق حدیث تشبہ و منع تشبہ بہ کفار	614
قطعاً گناہ کی اباحت کفر ہے	618
خان صاحب بہادر کے جواب حدیث تشبہ میں جو ایک ورق ہے ۲۴ غلطی ہیں	620
تقریظات رسالہ جواہر مضیہ رد نیچریہ	621
ضمیمہ جواہر مضیہ رد نیچریہ	625
حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کا قرآن و انجیل متی و انجیل لوقا سے ثبوت	625
حضرت مسیح کا ذریت ابراہیم و داؤد میں سے ہونے کا ثبوت	628



حضرت مسیح کے بن باپ ہونے کا قرآنی ثبوت	629
سورہ مریم کی آیات کی تحقیق	631
نقرہ کن فیکون کی تحقیق	635
حرف فا کی تحقیق اور حکایت عجیب	641
تکلم فی المہد کی تحقیق	645
خان صاحب بہادر کی آیت سورہ تنزیل میں سخت تحریف	650
صحیحین کی حدیث سے حضرت مسیح کے بن باپ ہونے کا بیان	652
بارہ شخصوں کا تکلم فی المہد	653
حضرت مسیح کا نام قرآن میں اکتیس (۳۱) مرتبہ ہے	654
کچھ مزید ثبوت قرآنی آپ کے بن باپ پیدا ہونے پر	655
تحقیق خلق طیر	657
خلق طیر کی تاویل میں خان صاحب بہادر کی سخت غفلت اور کج فہمی کا بیان	657
رسالہ رجم الشیاطین بردہ نفوات براہین کا مختصر حال	
حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے بعض معجزات ابراء و احیاء موتی کا ذکر	659
غیر مقلدین سے بہت لوگ مخالف شرع نکلے	660
<b>۱۰۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان</b>	
سبب تالیف	663
مقدمہ	665
علمائے ربانیین کی علامات کے بیان میں	665

باب اول [فضائل صحیحہ امام اعظم رضی اللہ عنہ]	670
امام کی عبادت	670
عہدہ سے بے رغبتی	671
امام کی فضیلت میں احادیث	672
امام کی شان تابعیت	673
صحابہ کرام سے امام اعظم کی روایات	674
امام کا تقویٰ	677
حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کا خواب	678
ایک سو بار رب تعالیٰ کا دیدار بحالت منام	679
امام کا آخری حج	679
وصال	680
باب دوم [امام اعظم کے بارہ تابعی اولیاء کے احوال]	680
خواجہ فضیل بن عیاض حنفی علیہ الرحمۃ	682
سلطان ابراہیم بن ادھم حنفی علیہ الرحمۃ	685
خواجہ بایزید بسطامی حنفی علیہ الرحمۃ	690
خواجہ عبداللہ بن مبارک حنفی علیہ الرحمۃ	692
قبول عبادت کا بیان	692
سخاوت کا بیان	693
تقویٰ و ورع	693

کرامات و ملفوظات	693
امام اعظم کی خدمت	694
خواجہ شفیق بلخی حنفی علیہ الرحمۃ	695
بعض کلمات معرفت سمات شفیق	695
خواجہ داؤد طائی حنفی علیہ الرحمۃ	696
حضرت حاتم اصم حنفی علیہ الرحمۃ	698
خواجہ معروف کرخی حنفی علیہ الرحمۃ	703
ملفوظات	703
شیخ احمد خضرویہ حنفی علیہ الرحمۃ	705
مکر نفس	705
ملفوظات	706
شیخ ابوبکر وراق حنفی علیہ الرحمۃ	706
ملفوظات	707
حضرت خلف بن ایوب حنفی علیہ الرحمۃ	708
امام احمد و تکی کا خلف سے روایت کرنا	708
حضرت وکیع بن جراح حنفی علیہ الرحمۃ	709
باب سوم [فقہ حنفی کے بعض مسائل کی سند میں]	710
کتب احادیث کا حال	710
امام بخاری بالواسطہ امام اعظم کے شاگرد ہیں	711
امام کے متعلق مجدد الف ثانی کی رائے	711

تمام فقہاء فقہ میں ابوحنیفہ کے بچے ہیں (امام شافعی)	712
تحقیق مسئلہ رفع یدین نزد رکوع و قومه	713
جہر بسملہ کے بیان میں	717
مسئلہ قراءت خلف الامام	718
مسئلہ آمین بالجہر	721
خاتمہ	723
تقلید اور حدیث کے ظاہر پر عمل کا بیان	723
ظاہر حدیث پر عمل کرنا	724
مناجات	730
تقاریظ	732
خواجہ غلام نبی احمدی اللہ شریف والے	732
خلیفہ حمید الدین لاہوری	732
مناظر اسلام حافظ ولی اللہ لاہوری	733
تاریخ تالیف و طبع رسالہ	733





## قصور شریف کا ایک یادگار سفر

جن دنوں شہنشاہِ سخن اُستادِ زمن مولانا حسن رضا خان حسن فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کی تصانیف کا مجموعہ بنام 'کلیات حسن' و 'رسائل حسن' (دو جلدیں) ترتیب و تدوین کے اختتامی مراحل میں تھا، محترم جناب میٹم عباس رضوی صاحب نے ایک ملاقات میں امام اہل سنت مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی حنفی نقشبندی قادری مولدِ آلاہوری متوطناً قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتب و رسائل کا مجموعہ ترتیب دینے کی تجویز دی۔ تجویز نہایت معقول تھی اور جماعت کی نظریاتی اساس کے تحفظ و بقا کے لیے از بس ضروری بھی، چنانچہ فقیر نے محترمی و مکرمی فاضل گرامی محقق و مدقق علامہ محمد افروز قادری چریا کوٹی دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی، آپ نے بھی اس کو سراہا۔ چنانچہ رسائل و کلیات حسن کی اشاعت کے بعد ہم نے اپنی تمام تر توجہ اس طرف مبذول کی۔

اس کام کے باقاعدہ آغاز کے لیے ہم نے ارادہ کیا کہ پہلے قصور شریف قبلہ مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری دی جائے۔ چنانچہ مورخہ تین شوال ۱۴۳۳ ہجری/۲۲ اگست ۲۰۱۲ عیسوی کو راقم الحروف اور مفتی محمد سعید صابر نعیمی قبلہ محسن اہل سنت یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا قاری محمد سلیمان سیالوی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں قصور شریف کی حاضری سے شرف یاب ہوئے۔ اولاً شہر قصور کے معروف پنجابی صوفی شاعر سید عبداللہ شاہ قادری معروف بہ بابا بلھے شاہ قصوری کے مزار شریف پر حاضری دی، پھر مولانا قصوری کے مرشد و اُستاد حضرت مولانا غلام محی الدین صدیقی قصوری دائم الحضور کے مزار شریف پر حاضری دی، مزار کے احاطہ میں اسی صدیقی خانوادہ کی دیگر ہستیاں بھی آرام فرما ہیں جن کے اسمائے گرامی و مختصر تعارف یوں ہے:

حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی صاحب: حضرت خواجہ دائم الحضور علیہ الرحمۃ کی قبر شریف کے ساتھ (قدمن کی طرف سے دائیں جانب) آپ کے والد گرامی کی آرام گاہ ہے۔ اور بائیں جانب ایک اور قبر ہے جس کے متعلق خادم دربار کا کہنا ہے کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالملک علیہ الرحمۃ کے ہم راہ سندھ سے تشریف لائے تھے، نام معلوم نہیں مگر قبلہ بزرگ صاحب سے مشہور

ہیں۔

مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضیٰ صدیقی: آپ کی قبر شریف بھی حجرہ مزار کے ساتھ موجود ہے۔ مزید تعارف کے لیے مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔

پیر سید محمد متقی شاہ: خادم دربار کے بقول آپ حضرت دائم الحضور علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں، تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

حافظ عبدالملک صدیقی: احاطہ مزار کی دائیں جانب دیوار کے ساتھ قصور کے اس صدیقی خاندان کے جد امجد حافظ عبدالملک صدیقی کا مزار ہے جو کہ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صدیقی صاحب کے والد گرامی ہیں اور سندھ سے قصور آ کر آباد ہوئے۔

حافظ محمد ابراہیم صدیقی: مزار شریف کے احاطہ کے باہر قبرستان میں آپ کی قبر شریف ہے۔ آپ حضرت عبدالملک صدیقی کے صاحب زادے ہیں۔ مناظر اہل سنت مفتی محمد عمر اچھروی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

مفتی غلام دستگیر قصوری و اہلیہ محترمہ: حافظ ابراہیم صدیقی صاحب کی قبر شریف سے چند قدموں کے فاصلہ پر ایک مختصر سی چار دیواری ہے جس میں امام اہل سنت مفتی غلام دستگیر قصوری اور ان کی اہلیہ محترمہ (صاحب زادی حضرت دائم الحضور) آرام فرما ہیں۔

خواجہ عبدالرسول قصوری: مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے سرہانہ کی جانب ایک کمرے میں حضرت صاحب زادہ عبدالرسول قصوری علیہ الرحمہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ حضرت دائم الحضور کے اکلوتے فرزند و جانشین اور مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے استاذ ہیں۔ آپ کے قدموں کی جانب آپ کے نواسے و جانشین مفتی سید محمد شاہ قصوری مدفون ہیں اور دائیں جانب پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب کی قبر ہے۔

مولانا سید غلام حسین شاہ: خواجہ عبدالرسول علیہ الرحمہ کے مزار شریف سے باہر دائیں جانب آپ کے داماد سید غلام حسین شاہ صاحب (تلمیذ مفتی غلام دستگیر قصوری) آرام فرما ہیں۔

مولانا سید احمد شاہ: سید غلام حسین شاہ صاحب کی قبر شریف کے ساتھ ہی آپ کے بڑے

صاحب زادے مولانا سید احمد شاہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک ہے۔ سید احمد شاہ صاحب کی قبر مبارک کے ساتھ ایک احاطہ میں اسی خانوادہ کی پاکیزہ سیرت مستورات کی قبور ہیں۔

امام اہل سنت مولانا غلام دستگیر محدث قصوری کے مزار شریف پر حاضر ہوئے، ساتھ ہی آپ کی اہلیہ محترمہ کی قبر شریف ہے، مزار بالکل سادہ ہے اور مختصر سی چھت ہے، سنگ مرمر کا کتبہ آویزاں ہے جس کی تحریر نہایت شکستہ ہو چکی ہے، اس کتبہ پر آپ کے شاگرد و مرید مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوانی کا طبع فرمودہ فارسی قطعہ وصال کندہ ہے جس کا اکثر حصہ اب پڑھا نہیں جاسکتا۔

مزار شریف پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا اور فاتحہ خوانی کی اور مولانا کی کتب و رسائل کے جلد حصول اور رسائل قصوری کی ترتیب و تدوین کے متعلق بارگاہ رب العزت میں دعا کی، چند ساعتیں امام اہل سنت کے قدموں میں بیٹھنے سے جو طمانیت قلبی و کیفیت روحانی نصیب ہوئی اس کا بیان حیطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

سفر سے واپسی پر مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی کتب و رسائل کی باقاعدہ تلاش شروع کی۔ محترم جناب میثم عباس رضوی صاحب نے اس لحاظ سے بھی دست تعاون دراز کیا اور کئی کتب و رسائل کی فوٹو کاپی مہیا کی۔

لاہور کی قدیم ترین سرکاری لائبریری پنجاب پبلک لائبریری (قائم شدہ: ۱۸۸۴ء) کا دورہ میرے معمولات میں شامل ہے۔ چنانچہ محترم جناب عقیل اکرم قادری صاحب (اسٹنٹ لائبریرین) کے تعاون سے مولانا قصوری کی تین کتب (فتح رحمانی بہ دفع کید کا دیانی، تحفہ دستگیر یہ بجواب اثنا عشریہ اور عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان) حاصل ہوئیں۔ اس کے علاوہ لائبریری کے شعبہ دار القرآن سے مولانا نبی بخش حلوانی علیہ الرحمہ کی تفسیر نبوی (پنجابی) سے استفادہ کیا۔

معروف محقق جناب محمد عالم مختار حق صاحب کے کتب خانہ سے مولانا قصوری کی کتاب "رحم الہیاطین بردا غلوطات البراہین" اور "مخرج عقائد نوری جواب نغمہ طنزوری" دستیاب ہوئیں۔ رحم الہیاطین کا ایک نسخہ کراچی سے جناب محترم محمد توفیق جو ناگڑھی نے بھی عنایت کیا جو کہ ناقص الاول

ہے۔

گوجر خان سے جناب حسن نواز شاہ صاحب نے مولانا قصوری کی کتاب ”تحقیق تقدیس الوکیل“ کی فوٹو کاپی عنایت کی۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں موجود ذخیرہ کتب میاں جمیل احمد شرق پوری سے مولانا قصوری کی کتاب ”عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین“ حاصل ہوئی۔

کمالیہ سے جناب محترم محمد اعجاز احمد صاحب نے ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ حضرت دائم الحضور کی پی ڈی ایف فائل مہیا کی علاوہ ازیں دھول شریف کے سجادہ پیر سید طاہر مشتاق شاہ صاحب مرحوم کی مرتبہ کتاب ”انوار دائم الحضور“ بھی ارسال کی۔ محترم اعجاز صاحب کے توسط سے ہی قبلہ پیر طاہر مشتاق صاحب سے فون پر رابطہ ہوا، حضرت رسائل محدث قصوری کی ترتیب و تدوین پر مسرت کا اظہار کیا اور دعاؤں سے نوازا۔ (افسوس کہ پیر صاحب ۱۹ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب وصال ہو گیا۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون)

انڈیا کی معروف آن لائن لائبریری ڈیجیٹل لائبریری آف انڈیا کے توسط سے مولانا قصوری کا رسالہ ”تحریف القرآن کا جواب“ حاصل ہوا۔

اسی دوران عزت مآب پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سابق صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائسنز لاہور و صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور) سے رابطہ ہوا، آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مولانا قصوری کی درج ذیل کتب عنایت فرمائیں :

۱۔ تحقیق تقدیس الوکیل

۲۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

۳۔ تحفہ رسالیہ مع جواب اعتراضات

پروفیسر صاحب نے مقدمہ رسائل قصوری کے لیے بھی بہت اہم کتب اور قیمتی معلومات مہیا فرمائیں، علاوہ ازیں مقدمہ پر نظر ثانی فرما کر اس کی استنادی حیثیت کو بڑھایا۔

اسی دوران فقیر نے ”مولانا غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات“ کے عنوان سے ایک مضمون

لکھا جو کہ پاکستان میں ماہ نامہ ”جہانِ رضا“ لاہور اور انڈیا کے معروف رسالہ ”جامِ نور، دہلی“ میں شائع ہوا، علاوہ ازیں سالنامہ یادگارِ رضا ۲۰۱۳ میں بھی شائع ہوا۔ اس مضمون کے ساتھ احباب اہل سنت سے یہ استدعا بھی کی گئی تھی کہ جن حضرات کے پاس مولانا قصوری کی تصانیف ہوں وہ فقیر قادری کو عنایت فرما کر مشکور ہوں، اس کی اشاعت کے سبب اکابرِ علما تک رسائلِ قصوری کی تدوین کی اطلاع پہنچی۔ جن شخصیات سے اس اعلان کے بعد فقیر قادری سے بذریعہ فون رابطہ ہوا اور انہوں نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ان کے اسمائے گرامی یوں ہیں :

- ۱۔ مفتی علیم الدین نقشبندی، جہلم
- ۲۔ مفتی جمیل احمد نعیمی، کراچی
- ۳۔ سید صابر حسین شاہ بخاری، اٹک
- ۴۔ مولانا مرید احمد چشتی، جہلم
- ۵۔ محترم خلیل احمد رانا صاحب، خانوال
- ۶۔ محمد توفیق احمد جوناگڑھی، کراچی

علاوہ ازیں کثیر علمی شخصیات کی سرپرستی و تعاون ہمیں نصیب ہوا جن میں ڈاکٹر مجیب احمد صاحب (اسٹنٹ پروفیسر شعبہ تاریخ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)، جانشین شرف ملت ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی الازہری، مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی لکھنوی (انڈیا)، ممتاز محقق و ناقد علامہ مولانا سید الحق قادری بدایونی شہید بغداد رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ شہادت: ۱۴ اپریل ۲۰۱۳ء بروز منگل)، مفتی محمد کاشف رضوی (بنگلور، انڈیا)، پیرزادہ محمد اقبال فاروقی مرحوم (تاریخ وفات: ۱۹ دسمبر ۲۰۱۳ء)، جناب محترم محمد امیر عطاری (لاہور، پاکستان)، یادگار اسلاف قبلہ قاری محمد سلیمان سیالوی دامت برکاتہم العالیہ، پروفیسر عبدالرسول لٹمی (سرگودھا)، سید منیر عطاری (مسلم کتابوی)، پیر سید طاہر مشتاق شاہ صاحب (مرحوم سجادہ دربار کمالیہ دھول شریف)، سید اولیس علی سہروردی (اورینٹل پبلیکیشنز لاہور)، مولانا رضا الحسن قادری (دارالاسلام پبلشرز، لاہور)، محترم جناب حسن نواز شاہ صاحب (گوجران، مفتی محمد حسین عطاری (دارالرحمان، کراچی)، جناب



میشم عباس رضوی صاحب۔

رسائل قصوری کی ترتیب و تدوین کے کام کے لیے ہماری ٹیم میں ایک علمی شخصیت کا قابل قدر اضافہ ہوا، اور وہ ہیں جناب محترم مفتی محمد سعید صابر صاحب نعیمی نقش بندی مدظلہ العالی۔ مفتی صاحب نے مولانا قصوری کے فارسی رسائل کو اردو قالب میں ڈھالنے کی مہم سر کی۔ مولانا محمد افروز قادری چریا کوئی مدظلہ العالی نے ترتیب و تہذیب رسائل کے ساتھ نہایت عرق ریزی سے حوالہ جات کی ہر ممکنہ تخریج و تحقیق فرمائی، اور یوں تقریباً ایک سال کے عرصہ میں ہم رسائل قصوری کی جلد اول مشتمل دس (۱۰) رسائل آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس مجموعہ میں درج ذیل رسائل شامل ہیں :

۱۔ تحقیق تقدیس الوکیل

۲۔ تحقیق صلوة الجمعة

۳۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان

۴۔ کشف الستور عن طواف القبور

۵۔ جواب اشتہار کفریت درود الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

۶۔ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

۷۔ تحریف القرآن کا جواب

۸۔ مخرج عقائد نوری جواب نغمہ طنبوری

۹۔ جواہر مضیہ رد نیچریہ

۱۰۔ عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین

اول الذکر تین (۳) رسائل کا اردو ترجمہ مفتی سعید صابر نعیمی صاحب نے کیا۔ ترجمہ میں اس امر کا خاص اہتمام کیا گیا کہ جو الفاظ اردو میں مستعمل اور قابل فہم ہیں ان کو برقرار رکھا جائے یوں ترجمہ کی عبارت کو مولانا کی فارسی تحریر سے کافی مماثلت ہے۔

متعدد مرتبہ پروف ریڈنگ کی گئی جس سے ٹائپنگ کی غلطی کا امکان بہت کم رہ گیا ہے۔

مولانا قصوری کی کتب میں حواشی کثیر ہیں۔ اکثر متن کتاب میں منقولہ عبارات کا ترجمہ نقل کر کے محولہ کتب کی اصل عبارات حواشی پر تحریر ہیں۔ کئی مقامات پر حواشی ناقص ہونے کے سبب ہم نے محولہ کتب تلاش کر کے عبارات کو مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب کے صفحہ نمبر اور اشاعت کی معلومات فراہم کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے تاہم کہیں کہیں عبارت مخدوش ہونے کے سبب ادھوری رہ گئی ہے۔

بعض مقامات پر ضروری حواشی کا اضافہ مرتبین کی طرف سے کیا گیا ہے اور اس کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔

مقدمہ و رسائل میں موجود تواریخ و سنین کو ([www.islamicfinder.com](http://www.islamicfinder.com)) کی مدد سے مطابق تواریخ ہجری/عیسوی کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اس ویب سائٹ کے منتظمین نے لکھ دیا ہے کہ اس کے ذریعہ حاصل کی گئی تاریخ میں ایک دن کی کمی بیشی کا امکان رہتا ہے۔

رسائل قصوری کے مقدمہ کے طور پر مولانا قصوری، آپ کے خاندان، اساتذہ، تلامذہ اور آپ کی دینی و ملی خدمات کا مختصر اور جامع تعارف پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک مولانا قصوری پر کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا گیا ماسوا پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب ”تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور“ میں نہایت قیمتی معلومات بہم کی ہیں مگر ناقص اشاعت کے سبب حوالہ جات کی ترتیب درست نہیں رہی جس کے سبب متعلقہ مقام سے استفادہ کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔

مولانا قصوری کی جملہ تصانیف کی ترتیب و تدوین و اشاعت جدید کا مکمل منصوبہ پانچ جلدوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ جلد اول آپ کے پیش نظر ہے دیگر جلدوں کی ترتیب کا منصوبہ درج ذیل ہے:

## جلد دوم (زیر ترتیب)

۱۔ احاث فرید کوٹ مع توضیحات و تصریحات

۲۔ ظہور اللعہ فی ظہر الجمعہ

۳۔ تحقیقات دستگیر یہ فی روہنوات براہمیہ

۴۔ رجم الشیاطین فی ردا غلوطات البراہین

۵۔ فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی

۶۔ ہدیۃ الشیعتمین و مناقب چار یار مع حسین

۷۔ استغناء متعلقہ مسجد ستیہ والا تحصیل فیروز پور (ہنوز دستیاب نہیں ہوا)

### جلد سوم (زیر ترتیب)

۱۔ تحفہ رسولیہ مع جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ (زیر ترجمہ)

۲۔ تحفہ دستگیریہ بجواب اثنا عشریہ (زیر ترجمہ)

### جلد چہارم (زیر ترتیب)

۱۔ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل (اردو) مع تخریج و تحقیق

### جلد پنجم

۱۔ تصدیق المرام بکذیب کادیانی و لیکھرام (بشرط دستیابی)

۲۔ ظفر المقلدین (بشرط دستیابی)

ان کے علاوہ اگر کسی صاحب کے پاس مولانا قصوری کی کوئی کتاب یا رسالہ یا مکتوب یا اشتہار یا مولانا کے تعلق سے کوئی اثاثہ ہو تو براے کرم ہمیں مہیا فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ واللہ لا یضیع أجر المحسنین۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے اور مصنف، مرتبین، معاونین و ناشرین سب کے لیے توشیحہ آخرت بنائے اور ہمیں مزید علمی و تحقیقی کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وما توفیقی الا باللہ۔ اللہ بس باقی ہوس

## خاندان صدیقی، قصور

### علم و فضل، رُشد و ہدایت کا منبع و مخزن

محمد ثاقب رضا قادری

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ قصور ہاشمی خاندان کے فرزندِ عظیم تھے۔ آپ کے نھیال افضل البشر بعد از انبیا خلیفہ بلا فصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، اس خانوادہ نے چہار سو علم کے موتی بکھیرے اور رجال کثیر پیدا کیے۔ کئی خانقاہیں آباد کی، جہاں سے آج بھی علم و آگہی، ہدایت و معرفت کے جام بھر بھر کے پلائے جا رہے ہیں۔ ربیع الآخر ۱۲۹۹ھ میں ایک غیر مقلد حافظ محمد (بکن والے) نے ایک مباحثہ میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ سے ان کے آبا و اجداد اور اساتذہ کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا :

’خاندان بزرگ وار قصور از بس مشہور ہے جن سے اطراف ہند و پنجاب و ڈیرہ جات تک کے بہت خاص و عام فیض یاب اور فائز المرام ہیں۔ یعنی جب سے سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رسالت کا نزول ہوا تب سے بزرگان اس خاندان میں علم کا حلول ہوا اور ما سوا اس کے فقیر کے قبلہ و کعبہ استاذ اور مرشد میاں صاحب قصوری علیہ الرحمۃ (مولانا غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضور) نے اپنے خاندان کے فیض سے بڑھ کر رئیس اہل علم و تمیز ختم الحدیثین و المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حدیث اور تفسیر میں سند مستند حاصل ہے اور اس فقیر نے ان سے بہرہ یاب ہو کر کئی رسالے لکھے جن کو علمائے عرب و عجم نے پسند فرمایا۔ (ابحاث فرید کوٹ: ۹۲)

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غلام دستگیر قصوری کے تعارف سے قبل ان کے خاندان کا تعارف پیش کیا جائے۔

## حافظ عبدالملک صدیقی:

مولانا غلام دستگیر قصوری کے اجداد میں سے حافظ عبدالملک صدیقی قصوری عرب شریف سے سندھ اور پھر قصور کے علما و مشائخ کی دعوت پر سندھ سے قصور میں سکونت پذیر ہوئے، آپ نے یہاں تشنگانِ علوم ظاہر و باطن کی سیرابی کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ علمِ قراءت میں سرآمد روزگار تھے۔ (حدیقتہ الاولیاء: ۶۷، انوار دائم الحضور: ۷۹۸-۷۹۶)

## مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضیٰ صدیقی:

حافظ عبدالملک صدیقی نے قصور میں مغلیہ سلطنت کے سفیر وکیل خاں مرحوم کی دختر سے نکاح کیا جس سے آپ کے صاحب زادے حافظ غلام مرتضیٰ پیدا ہوئے جو کہ جید عالم دین، فقیہ و محدث تھے۔ منطق، فلسفہ، اسماء الرجال، صرف و نحو، شعر و ادب غرض کہ تمام علوم متداولہ پر کمال عبور حاصل تھا۔ آپ کے درس کی اس قدر شہرت ہوئی کہ برصغیر کے کونے کونے سے تشنگانِ علم کی ایک بڑی تعداد آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق تقریباً ۱۴۰۰ طلباء بیک وقت تعلیم حاصل کرتے۔ مشہور عالم لوک داستان ہیرا رانجھا کے مصنف حضرت پیر سید وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۱) اور مشہور صوفی شاعر بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۲) ایسی ہستیوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔

(۱) **پیر سید وارث شاہ:** آپ کی ولادت جنڈیالہ شیرخان ضلع شیخوپورہ میں ہوئی، حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری سے تعلیم حاصل کی۔ پنجابی زبان کی مشہور آفاق لوک داستان ہیرا رانجھا آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ کے استاذ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری اس تصنیف پر آپ سے سخت نالاں ہوئے تو آپ نے عشقِ مجازی کی داستان کو عشقِ حقیقی کی طرف موڑتے ہوئے اختتامی اشعار کہے اور استاذ صاحب کو پیش کیے، جس پر خواجہ صاحب نے فرمایا: ”توں تے منج دی رسی وچ موتی پرو دتے نیں۔“ پیر سید وارث شاہ کا وصال ۲۹ جولائی ۱۷۹۲ء / ۹ ذوالحجہ ۱۲۰۶ھ کو ہوا۔ (سید وارث شاہ: ۲۵-۱۵ ملخصاً از حمید اللہ ہاشمی، مجلس پنجابی ادب، فیصل آباد)

(۲) **بابا سید بلھے شاہ:** آپ کا اصل نام سید عبداللہ شاہ ہے۔ علوم متداولہ کے حصول کے لیے مخدوم پنجاب خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری کی شاگردی اختیار کی، سلسلہ قادریہ میں عارف باللہ فقیہ لاہور شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پنجابی شاعری کی تاریخ آپ کے ذکر کے بغیر ادھوری ہے۔ آپ پر جذب کا غلبہ رہا جس کا اثر آپ کے کلام میں نمایاں ہے۔ آپ کا سال وصال ۱۱۷۱ ہجری (۱۷۵۸ عیسوی) ہے۔ (حدیقتہ الاولیاء: ۲۸، پنجابی دے صوفی شاعر: ۸۲)



آپ کے دور میں پنجاب میں سکھ گردی کا دور شروع ہو گیا، ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت، افتراق و انتشار کی فضا تھی چنانچہ ایسے حالات سے تنگ آ کر آپ نے ترک وطن کا ارادہ کیا اور طلبہ و مریدین کے ہم راہ پشاور چلے گئے۔ قیام پشاور میں آپ کے عقیدت مند حافظ رشید الدین نے تمام طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

پشاور میں قیام کے ابھی دو سال ہی بیتے ہوں گے کہ خالق حقیقی کی طرف سے پیغام رضا آ گیا اور آپ اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے۔ تدفین پشاور ہی میں ہوئی لیکن تقریباً سات آٹھ سال بعد آپ کے ایک عقیدت مند شجاعت علی خان نے رات کی تاریکی میں آپ کا تابوت نکالا اور قصور لا کر ازسر نو تدفین کی۔ خدا کی قدرت کہ آپ کا جسد مبارک بالکل صحیح و سالم تھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا سن وصال ۱۲۰۲ ہجری (۱۷۸۷ء) لکھا ہے۔

(حدیث الاولیاء: ۶۸ مطبع نول کشور، لاہور)

آپ کے چھ صاحب زادے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

خواجہ ابراہیم، خواجہ محمود، خواجہ غلام مصطفیٰ (والد گرامی مولانا محی الدین قصوری)، خواجہ محمد، خواجہ داؤد، خواجہ اسماعیل۔ (انوار دائم الحضور: ۸۰۴-۷۹۸ ملخصاً)

### حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی:

خواجہ غلام مرتضیٰ صدیقی کے واصل باللہ ہو جانے کے بعد آپ کے صاحب زادے حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی نے مسند خلافت کو رونق بخشی۔ آپ پابند شریعت و عامل طریقت، عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ نے علم فلسفہ، منطق، صرف و نحو، شعر و ادب، اسماء الرجال، فقہ، حدیث، قرأت و تجوید اور خطابت میں کمال حاصل کیا اور اپنے خاندانی مدرسہ سے ان علوم کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔

شیخ المشائخ غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضور:

آپ کی ولادت ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں ہوئی، ابھی عمر مبارک صرف ایک سال تھی کہ آپ

کے والد گرامی حافظ غلام مصطفیٰ صدیقی صاحب (۱) کا وصال ہو گیا چنانچہ آپ کے عم بزرگ وار حضرت مولانا شیخ محمد قصوری نے آپ کی تعلیم و تربیت اور کفالت کا ذمہ لیا، انہی سے آپ نے جملہ کتب معقول و منقول پڑھیں، سلسلہ قادریہ کے اشغال سیکھے اور اسی سلسلہ میں ان سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے عم مکرم کی زندگی میں ہی آپ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبان حق آپ سے بیعت ہوئے۔

آپ کے چند عزیز بریلی میں رہتے تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے بریلی گئے تو واپسی پر وہلی میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر بیعت نہ کی۔ ۱۲۳۳ھ میں عم مکرم شیخ محمد صدیقی کی وفات کے بعد آپ دوبارہ وہلی گئے اور شاہ صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے فرمایا:

امروز امری عظیم ظہور می کند کہ فاضلی از ما اخذ طریقہ می نماید۔

یعنی آج ایک امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقت کرے گا۔

یوں نقش بند یہ مجددیہ سلسلہ سے وابستہ ہو گئے، قبلہ شاہ صاحب دہلوی نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ہوا میں معلق کیے اور فرمایا کہ تمہارا ایک ہاتھ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہ کے ہاتھ میں دیا گیا اور ان دونوں پیروں کی توجہ تم پر مبذول رہے گی۔ (۲)

اسی مجلس میں قصور سے خواجہ نجیب الدین صاحب بھی موجود تھے، شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا: غلام محی الدین کو کہاں کا پیر بنائیں؟  
خواجہ نجیب الدین نے عرض کیا: ”پیر قصور“

(۱) مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقتہ الاولیاء کے صفحہ ۶۸ پر شیخ غلام محی الدین قصوری کے والد کا نام حافظ شیخ

مرتنفی لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔ قادری

(۲) ہدیۃ الشیختین: ۲۲ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور۔

یہ سن کر شاہ صاحب کو جلال آ گیا فرمایا تم بہت کم ہمت ہو، ہم تو انہیں سارے پنجاب کا پیر بنانا چاہتے ہیں۔ (ملفوظات شریفہ: ۸۷)

شاہ صاحب نے شاہ رؤف احمد رافت مجددی اور مولوی محمد عظیم کو بطور گواہ طلب فرمایا کہ دیکھ لو کہ یہ لائق اجازت ہیں؟۔

شاہ رؤف احمد صاحب نے فرمایا کہ بے شک قابل اجازت ہیں۔ مولوی محمد عظیم صاحب نے کہا کہ آپ کا فرما دینا کافی ہے، گواہی کی کیا حاجت؟ اس کے بعد شاہ صاحب نے مولانا قصوری کو قریب بلایا اور چھ طریقوں قادر یہ، نقش بند یہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ، کبرویہ کے القا کی اجازت دی اور کلاہ شریف جو کہ آپ کے پیران کرام کی طرف سے تھی خود اپنے دست مبارک سے مولانا کے سر پر رکھا پھر دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر بطور شفقت رکھ کر فرمایا کہ ہر چھ طریقوں کا فیض ہم جدا جدا تمہارے سینے میں القا کریں گے۔ اس پر مولانا قصوری نے اپنا سر حضرت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے۔ (ملفوظات شریفہ: ۹۶-۹۵)

پھر ۲۷ رمضان کو خرقہ خلافت بخشا اور یہ مبارک خرقہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا، شاہ رؤف احمد اور مولوی محمد عظیم صاحبان نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔

نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ صاحب مسجد میں گئے تو وہاں آپ بھی حاضر تھے، نماز سے فراغت کے بعد انبوه کثیر آپ کی قدم بوسی کے لیے اُٹ پڑا، عین اژدہام میں فرمایا کہ مولوی قصوری کہاں ہیں؟ مولانا حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔ (ملفوظات شریفہ: ۹۶)

شاہ غلام علی دہلوی صاحب سے نسبت ارادت حاصل کرنے کے بعد آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کی سند لی۔

خواجہ غلام محی الدین قصوری سے کثیر مخلوق فیض یاب ہوئی، ان میں سے خانقاہ اللہ شریف، ہیر بل شریف، نمک میانی، بھیرہ، ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان میں معروف ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد میں ایک صاحب زادہ عبدالرسول اور دو صاحب زادیاں تھیں۔

(تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان وہند از پروفیسر اقبال مجددی، جلد ۲، ص: ۱۰۳۰-۱۰۲۶ ملخصاً مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور)

ایک صاحبِ زادی مولانا غلام دستگیر قصوری اور دوسری مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے عقد میں تھیں۔ (۱)

آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

- ۱۔ شرح گلستانِ سعدی ۲۔ رسالہ علم میراث ۳۔ تحفہ رسولیہ ۴۔ زادالحاج ۵۔ رسالہ نظامیہ ۶۔ سلالۃ المبرورۃ فی تجویز اسماء المشہورۃ ۷۔ دیوانِ حضورِ قصوری ۸۔ اسرار الحقیقہ ۹۔ الفاظ چند ۱۰۔ حلیہ مبارک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۔ خطباتِ حضورِ ۱۲۔ مکاتیب طیبہ ۱۳۔ مکاتیب شریفہ ۱۴۔ مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہی ۱۵۔ مکتوبات بنام مولوی غلام محمد ۱۶۔ مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یارانِ خود ۱۷۔ بیاضِ نظم و نثر ۱۸۔ شرح درود مستغیثات ۱۹۔ خلاصۃ التقریر فی مذمت الغناء والہز امیر ۲۰۔ قصیدہ شفاقتیہ ۲۱۔ مدح پیر زال ۲۲۔ شجرہ ہائے خود طریقہ مجددیہ قادریہ چشتیہ در نظم فارسی ۲۳۔ حواشی مشکوٰۃ المصابیح ۲۴۔ تصحیح و تفسیر حسینی جلد اول ۲۵۔ اردو اشعار (بیاض) ۲۶۔ جواز استمداد من اہل القبور ۲۷۔ ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی

انوار دائم الحضوری میں کچھ مزید تصانیف کے نام بھی درج ہیں :

۲۸۔ شرح دیباچہ بوستان ۲۹۔ رسالہ در رد فرقہ ضالہ وہابیہ

آپ کی طبیعت وہابیت سے نہایت بیزار تھی، آپ وہابیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

شکر حق میں ہوں غلامِ محی الدین آں پیر کل

اس غلامی سے مجھے حق نے کیا ہے گل سے گل

یا الہی دُور کر وہابیوں کا شور و غل

از طفیل حضرت شاہِ رُسل ہادی السبل

مزید فرماتے ہیں۔

(۱) مولوی غلام علی قصوری وہابی ہو گئے تھے، حضرت قبلہ دائم الحضور علیہ الرحمۃ کی صاحبِ زادی کا وصال جلد ہو گیا تھا۔ صاحبِ زادہ عبدالرسول قصوری صاحب کے ڈر سے مولوی غلام علی قصوری نے قصور کی سکونت ترک کر دی اور امرت سر چلے گئے۔ تفصیلات ضمیرہ میں مولوی غلام علی قصوری کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔ قادری

مت سن انکے اس مذہب کو تو سنت جماعت کو سنبھال  
بدعتی مشرک و ہابی سب کے سر پر خاک ڈال  
(انتقار نبوی و اظہار تفریط افراط لکھوی: ۱۳۸)

روز پنج شنبہ ۲۱ ذی قعدہ بوقت عین زوال بحالت مراقبہ ۱۲۷۰ھ / ۱۶ اگست ۱۸۵۲ء میں ہجر  
۶۹ سال وصال فرمایا۔ (ہدیۃ الشیعین: ۲۳)

مولانا غلام دستگیر قصوری نے ”بے نظیر زماں“ سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔ (ایضاً)

### خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری:

آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹ء میں ہوئی، حضرت دائم الحضور نے ان کی ولادت سے  
ایک سال قبل ہی اپنی تصنیف تحفہ رسولیہ میں تحریر کر دیا تھا کہ حق تعالیٰ کی جانب سے ان کے ہاں ایک  
بیٹا تولد ہوگا اور اس کی صفات ایسی ہوں گی۔

آپ نے جملہ علوم متداولہ اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کیے، سلوک کی منازل طے کی اور  
والد صاحب کی اجازت و خلافت سے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا  
غلام دستگیر قصوری نے آپ سے علوم دیدیہ کی تکمیل کی۔

آپ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ مصنف انوار دائم الحضور نے آپ کی کرامات کو شرح و بسط  
سے بیان کیا ہے۔

مولوی امام الدین کھوکوی نے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں حضرت خواجہ ثانی سے ملاقات کے  
لیے قصور آئے، آپ کی حیران کن مقبولیت عامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”قصور شریف میں بچے بچے کی زبان پر آپ کی تعریف کا بیان یہ مسکین کیسے  
بیان کرے کہ پوری دنیا آپ کے اوصاف کی تعریف کرتی ہے..... غرض یہ کہ ولایت  
کا ہر کمال حق تعالیٰ نے آپ کے وجود میں رکھا تھا، اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ  
تھا۔“ (مقامات طہین: ۴۷)

مفتی غلام سرور لاہوری آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے، چنانچہ لکھتے ہیں:

’مؤلف کتاب بھی ان کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا ہے، سبحان اللہ کیسے

مردِ خدا ہیں جن کی زیارت کرنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اللہ ان کو دیر تک سلامت رکھے۔ حضرت کا وعظ ایسا پُر مذاق و پُر تاثیر ہے کہ سننے والے کے دل پر اس کے مضامین نقش ہو جاتے ہیں اور جب تک حضرت وعظ میں مصروف رہتے ہیں آنکھ سے آنسو نہیں تھمتے اور اخلاقِ حسنہ کی کیا تعریف کی جائے حضرت کے اخلاق کو محمدی اخلاق سے کمال نسبت ہے، الغرض اس خانہ تمام آفتاب است۔ (حدیثۃ الاولیاء: ۶۸)

آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی، صاحبِ زادی کی شادی سید غلام حسین قصوری سے ہوئی جن سے آپ کے دونوں سے سید احمد شاہ اور سید محمد شاہ پیدا ہوئے۔

۲۱ محرم الحرام ۱۲۹۳ھ / ۵ فروری ۱۸۷۷ء کو بھر ۵۹ سال بروز شنبہ بوقت نماز عصر وصال ہوا۔ قصور اور گردونواح کے ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ (انوار دائم الحضور: ۸۹۱)

مولانا غلام مصطفیٰ خان صاحب اور مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کی فیروز پور سے تشریف آوری کے انتظار میں نماز جنازہ دوسرے روز ظہر کے وقت ادا کی گئی، نماز جنازہ کی امامت مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب نے فرمائی۔ (بتان معرفت: ۲۷)

مولانا غلام دستگیر قصوری نے ”رضی اللہ الحمید عنہ“ (۱۲۹۳ھ) سے مادہ تاریخ اخذ کیا۔ (ہدیۃ الشیعین: ۲۶)

اس کے علاوہ درج ذیل قطعہ تاریخ رقم فرمایا۔

عبدالرسول قبلہ عالم بخواب ناز	صد باب فیض و اشده اللہ اکبری
اے ختم خاندان قصور از تو بے قصور	خلف الرشید از اب و اجداد برتری
بر خدا بہ ہمت پیران با صفا	امد بحال زار من از بندہ پروری
تاریخ وصل از سر برکت غلام خواند	رونق فزائے دین متین پیبری

۱۲۹۳ + ۲ ۱۲۹۳ ھ

آپ کے مزار پر انوار پر یہ عربی اشعار کندہ ہیں۔

الا عبدالرسول الشیخ قدمات  
هو الکامل بلا نقص و لا عیب



فان تسالن عن عام ارتحاله اقل تاریخه غوث بلا ریب

۱۵۰۶-۲۱۲=۱۲۹۳ھ

پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور میں آپ کو ”سید“ لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔

امام اہل سنت مفتی غلام دستگیر ہاشمی قصوری :

مولانا غلام مہر علی گولڑوی لکھتے ہیں :

”عارف العصر محقق الدر العلام العارف مولانا غلام دستگیر الهاشمی القریشی الشہیر فی الآفاق بمحلة چهل بیباں داخله الباب موجی ببلدة لاہور۔ أخذ جمیع العلوم والفنون عن العلام المذكور غلام محی الدین و عن ابنه الفاضل عبدالرسول ببلدة قصور فصار بحرا فی العلوم فائق التحقیقات فی الفنون النقلیة والعقلیة، فاق جمیع معاصریه فی الفضل والکمال أید الملة الطاهرة“ (الیواقیت المہریة: ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ مہریہ، چشتیاں)

یعنی عارف عصر محقق دہر علامہ عارف مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی آفاقی شخصیت کے حامل ہوئے ہیں۔ محلہ چہل بیباں اندرون موجی گیٹ شہر لاہور آپ کا جائے قیام تھا۔ جملہ علوم و فنون کی تحصیل قصور میں علامہ غلام محی الدین نیز آپ کے صاحبزادے فاضل جلیل مولانا عبدالرسول سے کی۔ علم و تحقیق اور عقلی و نقلی فنون میں وہ تبحر اور درک حاصل کیا کہ معاصرین میں فضل و کمال میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اللہ ایسی شخصیات سے ملت طاہرہ کی ہمیشہ تائید فرماتا رہے۔

مولانا حلوائی لکھتے ہیں :

غلامی حضرت دستگیر تھیں پیر میرا ہے کامل حنفی قادری ہاشمیاں تھیں نسب صدیقی شامل  
وچہ شہر قصور سکونت حضرت واہ واہ بحر فیاض ہر ہر پاسے فیض و ساون کرن غریب نوازی

پشت صدیق اکبر دیوں روشن ایہ سراجِ حقانی  
شبلی وقت جنید زمانہ شک شکوک و رائیں  
باہجوں ذکر اللہ دے کوئی دم خالی نہ گواندے  
وچہ تصنیفاں عمر گذاری کردیاں دین حمایت  
ربانی علما و اندے اوصاف تمام دساون  
فنائی الرسول ہمیش نبی تے رہن درود پہنچاندے  
شمس الہند علما و اں اندر بحر عمیق حلم دے  
ایہ عالی و ڈا گھرانہ اس گھر فیض بخارو گائے  
نرم طبیعت خلق نبی تھیں چشم حیا عثمانی  
ولی الہی عارف رب دے عالم عامل پائیں  
گمراہاں نوں کرن ہدایت حق ذراہ و کھاندے  
وقت کلام در افشانی کر دے نیک ہدایت  
تے ویریاں تائیں نال محبت حکم شرع سمجھاون  
وچہ تصنیفات اسم جتھ حضرت لکھن درود کھاندے  
خوشہ چین او نہاندے گھر دے اکثر اہل علم دے  
نال نظر مس کھوٹی نوں زر کر کے کرم کمائے

ایس گھرانے تائیں یارب قیامت تک ودھائیں

نال طفیل حبیب اپنے دے نت ایہ بحر و گائیں

(تفسیر نبوی، جلد اول، ص: ۳-۳)

یعنی میرے پیر کامل حضرت غلام دستگیر حنفی قادری ہاشمی صدیقی ہیں جو کہ شہرِ قصور  
میں سکونت پذیر رہے اور ہر طرف علوم و عرفان کے دریا بہاتے رہے۔ آپ سیدنا  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے سراجِ حقانی ہیں، آپ کی طبیعت نرم، اخلاق  
مطابق سنت اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح حیا دار تھے، آپ بلا شک و شبہ شبلی  
وقت، جنید زمان، ولی اللہ، عارف عالم با عمل تھے۔ آپ کا کوئی سانس ذکر اللہ سے  
خالی نہ جاتا، آپ گم راہ لوگوں کو حق کی راہ دکھاتے، ساری زندگی دین متین کی حمایت و  
نصرت کے لیے تصانیف رقم کرتے اور اپنے کلام سے نیکی و ہدایت کی تلقین کرتے  
گزارے۔ علماء ربانیین کے تمام اوصاف آپ کی ذات بابرکات میں دیکھے جاسکتے ہیں  
، آپ مخالفین کو بھی محبت کے ساتھ حکم شرع سمجھاتے۔ آپ فنائی الرسول کے مقام عالی  
پر فائز تھے اور ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں درود کے تحائف بھیجتے  
رہتے، جہاں کہیں تصانیف میں حضور ﷺ کا اسم گرامی آتا تو درود شریف تحریر کرتے،

آپ ہندوستان کے علماء میں سورج کی مانند (شمس العلماء) ہیں اور حلم کے گہرے سمندر ہیں، آپ کے گھرانے سے کئی اہل علم حضرات نے استفادہ کیا، آپ کے عالی گھرانے نے فیض کے دریا بہائے اور اپنے لہس سے کھوٹے کو سونے کا بنا دیا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس گھرانے کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تاقیامت آباد رکھے اور اس سے رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم و دائم رہے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم .

مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی ہاشمی نقشبندی محلہ چہل پبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا حسن بخش صدیقی تھا۔

### نسب صدیقی و ہاشمی:

جیسا کہ آغاز مقدمہ میں منقول ہوا کہ مولانا قصوری نے ایک غیر مقلد حافظ محمد (بکن والے) کے استفسار پر ایک مباحثہ میں اپنے آبا و اجداد اور اساتذہ کے متعلق فرمایا:

”خاندان بزرگ دار قصور از بس مشہور ہے..... فقیر کے قبلہ و کعبہ استاذ اور مرشد میاں صاحب قصوری علیہ الرحمۃ (مولانا غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضور) نے اپنے خاندان کے فیض سے بڑھ کر رئیس اہل علم و تمیز ختم المحدثین والمفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حدیث اور تفسیر میں مستند حاصل ہے اور اس فقیر نے ان سے بہرہ یاب ہو کر کئی رسالے لکھے جن کو علماء عرب و عجم نے پسند فرمایا۔ (ابحاث فرید کوٹ: ۹۲)

مولانا قصوری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”اس عاجز کے نانک وال حضرت صدیق اکبر پہلے خلیفہ اور ساری امت کے برتر کی اولاد اور قدیم سے علوم ظاہر اور باطن سے شاد ہیں اور دادک وال حبر امت جو علم تفسیر میں اعلم الصحابہ تھے ان کے احفاد ہیں۔ (ابحاث فرید کوٹ: ۹۲)

مولانا قصوری کے اس حاشیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مولانا قصوری کا نسب والدہ کی طرف سے

صدیقی ہاشمی ہے اور والد صاحب کی طرف سے عباسی ہاشمی ہے کیونکہ علم الصحابہ علم تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور ”حبر امت“ کا خطاب بھی آپ ہی کو ملا۔  
حدیث مبارکہ ہے:

ان امین هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح و ان حبر هذه الامة عبد الله بن عباس .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں اور اس امت کے دینی پیشوا (حبر الامۃ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۳)

مولانا غلام دستگیر قصوری کے برادر اکبر مولانا محمد بخش المتخلص بہ بلبل بڑے فاضل، شاعر اور ادیب تھے۔ مسجد ملاں مجید (۱) میں خطیب و مدرس تھے۔ پیر غلام دستگیر نامی نے آپ سے قرآن مجید پڑھا، مفتی جلال الدین صاحب سہروردی چشتی نے آپ سے علوم عربیہ و دینیہ کی تحصیل کی۔ رائے بہادر کنہیا لال نے تاریخ لاہور میں آپ کو انگریز کے ابتدائی دور کے مشاہیر علما میں شمار کیا ہے۔ آپ نے نعتوں کا ایک مجموعہ بھی لکھا۔ ۲۸ اگست ۱۸۹۲ء میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ذکر جمیل: ۸۲)

(۱) **ملا مجید کی مسجد** : یہ مسجد نہایت عمدہ و عالی شان عمارت کی چہل بیسیوں کے محلے گزر موچی دروازے میں بنی ہے، بانی اس کا ملا مجید ایک ولایتی شخص تھا اس نے بکمال ارادت اپنی کمائی سے ۱۲۳۵ ہجری میں مسجد تعمیر کی، عمارت سادہ تھی پھر وہ اسی فکر میں رہا کہ روپیہ جمع کر کے عالی شان مسجد بنائے چنانچہ اس نے پرانی عمارت گرا کر دوبارہ عالی شان گنبد دار مسجد بنائی، مسجد کی تعمیر ہنوز مکمل نہ ہوئی تھی کہ ملا مجید کا وصال ہو گیا، مسجد کی تعمیر ثانی ۱۲۹۳ ہجری میں ہوئی۔ مسجد کے اندر کی عمارت بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے سفیدی نہایت عمدہ ہے چھت قابوتی اور اوپر چھت کے تین گنبد عالی شان مدور مقطع خوب صورت بنے ہیں، اس مسجد میں رونق بہت رہتی ہے سامان روشنی و فرش و فرش وغیرہ سب مہیا و موجود رہتا ہے و عظم بھی اکثر ہوتا ہے۔ (تاریخ لاہور از کنہیا لال، ص: ۱۸۶ مطبوعہ و کٹوریہ پریس لاہور)

محمد دین کلیم لاہوری نے مولانا محمد بخش صاحب کو بوکن خان مسجد کا امام و خطیب لکھا ہے۔ (ماہنامہ عرفات - مولانا نبی بخش حلوانی نمبر: ۳۶) جو کہ درست نہیں کیونکہ مفتی محمود عالم ہاشمی نے ذکر جمیل کے صفحہ ۸۲ پر آپ کو ملا مجید مسجد کا ہی مدرس و خطیب لکھا ہے۔

والدہ ماجدہ شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضور کی ہمیشہ تھیں۔  
مولانا قصوری کو مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضور کا شاگرد، داماد، بھانجا، مرید باصفا اور  
خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

مولانا قصوری خود لکھتے ہیں :

”حقیر کو ان کی جناب میں سوائے رابطہ شاگردی و مریدی کے نسبت ہمیشہ

زادگی و فرزندگی کے متحقق ہے۔“ (ہدیۃ الشیعین: ۲۱)

مولانا قصوری نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا اور اپنی ذہانت اور محنت کی  
بدولت اپنے اساتذہ اور معاصرین سے خراجِ تحسین وصول کیا۔

خواجہ دائم الحضور کے وصال کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے بعض کتب درسیہ حضرت  
خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری سے پڑھیں۔

ایک مناجات میں آپ اپنے پیر و مرشد اور اساتذہ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

بہ پیر دہلوی پیر قصوری

ہماں غواص دریائے حضور

غلام شاہ علی آں پاک مدفن

غلام محی الدین آں قبلہ من

اخنی عبدالرسول استاد احقر

فرضی اللہ علیہم تاج بر سر (ہدیۃ الشیعین: ۱۶۰)

مولانا امام الدین کھوٹکوی آپ کے متعلق لکھتے ہیں :

”جناب مولوی غلام دستگیر قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و فاضل اور صالح و متقی

تھے۔ آپ نے حضرت (خواجہ دائم الحضور) سے طریقت کی تعلیم کی اور علم ظاہری بھی

انہی سے حاصل کیا، کتب احادیث بھی حضرت سے پڑھیں اور آپ سے دامادگی کی

نسبت بھی تھی..... آپ مقدموں کا فیصلہ کرنے، سوالات کا جواب دینے اور پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ علم تفسیر، فقہ و کلام، حدیث شریف میں ید طولی رکھتے تھے۔ آپ نے ضروری علوم میں کچھ کتب و رسائل تصنیف فرمائے ہیں، مشکل سوالوں کے جواب میں بہت سے خطوط بھی لکھے ہیں۔“ (مقامات طہین: ۵۵)

### بیعت و اجازت طریقت و حدیث:

مولانا غلام دستگیر قصوری اپنے ماموں حضور دائم الحضور کے دست حق پرست پر سلسلہ نقش بندیہ میں بیعت ہوئے اور خلافت بھی حاصل کی۔ علاوہ ازیں حدیث کی سند و اجازت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ حضرت دائم الحضور کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کی اسناد حاصل تھیں جو آپ سے مولانا قصوری نے حاصل کی۔ ان اسناد کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے آپ کو ایک کلاہ بھی عنایت کی تھی، جس کے بارے مولانا قصوری نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کے پاس تھے۔ (ابحاث فرید کوٹ: ۳۸ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ)

ہدیۃ الشیعتین کے آغاز میں مولانا قصوری نے اپنے نام کے ساتھ ”قادری“ بھی لکھا ہے۔ غالباً یہ نسبت بھی قبلہ دائم الحضور ہی سے حاصل تھی، چونکہ حضرت دائم الحضور قبلہ شاہ صاحب دہلوی سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہونے سے قبل اپنے عم مکرم شیخ محمد قصوری علیہ الرحمۃ سے اپنے آبائی سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور خلافت و اجازت سے مشرف تھے۔

مولانا قصوری اپنی کتاب ہدیۃ الشیعتین میں حضرت دائم الحضور کی کرامات کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ (مولانا محی الدین قصوری دائم الحضور) اپنی مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر اپنی دستار مبارک فقیر کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں کہ اب تم ہماری جگہ پر ہوئے۔ فقیر بہت خوش ہوا لیکن بعد بیداری کے دل کو حیرت ہوئی کہ حضرت صاحب زادہ صاحب موجود ہیں، فقیر کیونکر حضرت کی جگہ پر ہوا بعد چندے جب فقیر سے بعون اللہ تعالیٰ رد و جواب اعدائے دین متین بخوبی



ہوئے اور خود صاحبزادہ صاحب فقیر کو اس امر میں سبقت دیتے رہے تو یقین ہوا کہ وہ خواب سراسر درست اور باصواب تھے۔ الحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔ (ہدیۃ الشیعین: ۲۵ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

حضرت دائم الحضور کے وصال کے بعد آپ نے ان کے محبوب خلیفہ مولانا غلام نبی احمدی للہی علیہ الرحمہ (خانقاہ اللہ شریف) سے تجدید بیعت بھی کی۔ اس بیعت کا ذکر حضرت للہی کے مکتوبات میں ملتا ہے چنانچہ حضرت للہی اپنے خلیفہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی (خانقاہ بیر بل شریف، سرگودھا) کو رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء کے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”تحفہ رسولیہ شریفہ کے اشعار پر کسی نے تعصب سے اعتراضات لکھ کر مطبوعہ نسخہ کے ساتھ لگا دیے ہیں۔ مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خوب جوابات لکھے ہیں جو سننے کے لائق ہیں۔ فقیر نے انہیں نقل کر لیا ہے۔ چاہا تھا کہ ان میں سے ایک جواب اس خط کی پشت پر لگا دیتا کہ مختصر دلیل ہی کافی ہوتی ہے جیسے خروار سے ایک مٹھی بطور نمونہ ہوتی ہے لیکن وقت نے ساتھ نہیں دیا۔ مولوی صاحب موصوف نے آج تجدید بیعت کر لی ہے اور حلقہ توجہ میں بیٹھنا شروع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مراد کی انتہا تک پہنچائے۔“ (مکتوبات اعلیٰ حضرت للہی دفتر اول حصہ سوم، ص ۲۸۲ مطبوعہ زاویہ پبلشرز، لاہور)

یہ بیعت قصور شریف ہی میں ہوئی نہ کہ اللہ شریف میں کیونکہ حضرت خواجہ غلام نبی للہی صاحب نے یہ مکتوب قصور شریف سے ہی روانہ فرمایا تھا علاوہ ازیں مولانا قصوری کے ایک معاصر مولانا امام الدین کھوکوی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

”آپ قصور شریف میں ہمارے حضرت خواجہ للہی کے حلقہ توجہ میں بیٹھے اور

فیض یاب ہوتے تھے۔“ (مقامات طہین: ۵۵)

حضرت خواجہ غلام نبی للہی صاحب اپنے نام کے ساتھ ”احمدی“ لکھا کرتے تھے چنانچہ اسی نسبت سے مولانا قصوری نے بھی اپنی کتاب ہدیۃ الشیعین (ص: ۹) میں اپنے نام کے ساتھ ”احمدی“ لکھا ہے۔

## شاعری و تاریخ گوئی:

مولانا قصوری کو شعر و شاعری اور تاریخ گوئی سے بھی خاصا لگاؤ تھا چنانچہ آپ کی تصانیف کے اخیر میں بعض فارسی و اردو کلام و تاریخی قطعات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ تفسیر نبوی کی بعض جلدوں کے اخیر میں بھی آپ کا نعتیہ کلام ملتا ہے، علاوہ ازیں آپ نے مولانا جامی کی نعت پر تضحیم لکھی جو کہ رسالہ عروۃ المقلدین کے اخیر میں طبع ہوئی۔

نعتیہ کلام سے چند اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

جو دل سے گدا ہے در شاہ دیں کا	وہ افسر ہے شاہان روئے زمیں کا
معطر جو خوشبو سے ہے ہفت جنت	ہے صدقہ اسی گیسوئے عنبریں کا
نہ ہوتا زلیخا کو یوسف کا سودا	اگر دیکھ لیتی جمال اس جبین کا
نہ کر دستگیر آج فکر قیامت	وسیلہ تو ہے شافع مذنبین کا

ایک دوسری نعت کے چند اشعار یوں ہیں۔

بے خودی نے کر دیا پیدا عدم کا بھی وجود	اٹھ گیا پردہ تو بس عنقا نظر میں آ گیا
لن ترانی رہ گئی جب مہربانی تُو نے کی	آگ کو موسیٰ گئے جلو نظر میں آ گیا
چشم وحدت نے کیا میں تُو کا قصہ فیصلہ	ان کو جو ڈھونڈا تو رخ اپنا نظر میں آ گیا

مولانا قصوری کو تاریخ گوئی میں بھی خاصا کمال حاصل تھا چنانچہ مختلف کتب کی اشاعت اور علمائے کرام کے وصال کے متعلق آپ کے تاریخی قطعات موجود ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ رسائل قصوری کی جلد دوم میں یہ تمام قطعات و نعتیہ کلام متفرقات کے ذیل میں یکجا پیش کیا جائے گا۔

تنظیمی سرگرمیاں:

انجمن حمایت اسلام، لاہور کے قیام کا مقصد مسلمانان برصغیر میں اسلامی و عصری علوم و فنون

کے حصول کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ برطانوی حکومت کے زیر اہتمام عیسائی مشنری کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں کا سدباب کرنا تھا۔ اس انجمن کے قیام میں آپ کے خاندان کے کچھ لوگ بھی شامل رہے۔ بانی انجمن خلیفہ حمید الدین (قاضی لاہور) سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔ آپ بھی اس انجمن کے شعبہ تصانیف میں بطور انچارج کچھ عرصہ کام کرتے رہے۔

انہی دنوں ایک پادری نے ایک دل آزار رسالہ بنام ”تحریف القرآن“ تحریر کیا، چنانچہ مولانا قصوری نے اس کا جواب بنام ”اقامہ البرہان فی رد من قال بتحریف القرآن“ معروف بہ ”تحریف القرآن کا جواب“ تحریر کیا اور انجمن سے شائع کروایا۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی تصانیف کی آمدن انجمن کے فنڈ میں شامل کرادی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۰۲ بحوالہ نوائے وقت ۲۶ مارچ ۱۹۶۷)

مولانا قصوری کا شمار لاہور کی قدیم علمی درس گاہ انجمن دارالعلوم نعمانیہ (اندرون بھائی گیٹ، لاہور) کے بانیوں میں ہوتا ہے، اس انجمن نے کثیر علمی خدمات سرانجام دیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ”صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ“ مرتبہ پیرزادہ اقبال فاروقی انجمن کے حوالے سے آپ کے کردار و کارناموں کے بیان سے خالی ہے۔

### تبلیغی سرگرمیاں و اسفار:

تعلیم سے فراغت کے بعد جب مولانا قصوری نے عملی میدان میں قدم رکھا تو شہرت و قبولیت نے آپ کے قدم چومے، آپ کے نام کا ایسا شہرہ ہوا کہ جہاں جاتے کثیر لوگ آپ کے مواعظ میں شرکت کرتے اور مخلوق خدا فیض یاب ہوتی۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اکثر سفر میں رہتے۔ جنوبی پنجاب سے وسطی پنجاب کے علاقے لاہور، ڈیرہ جات، گوجراں والا، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لدھیانہ، امرتسر، فیروز پور، فریدکوٹ، لکھو کے وغیرہ اور بیرون پنجاب، دہلی، بریلی تک کے لوگ آپ کے مواعظ سے مستفید ہوتے۔ آپ کے علم و عمل اور خلوص و تقویٰ کا اثر تھا کہ آپ کے وجود مسعود سے دکھی خلق خدا کی مشکل کشائی ہوتی۔ مولانا نواب عبدالعزیز خان صاحب بریلوی متخلص بہ عزیز تحریر کرتے ہیں:

”جناب ممدوح کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے جس سے زمانہ ہدایت پاتا ہے،

گم راہ راہ پر آتا ہے۔ جب سے بریلی میں ورود ہوا ہے اثر خیر و برکت کا نمود ہوا ہے، خشک سالی کے آثار نمودار تھے، حیوان اور انسان مصیبت میں گرفتار تھے، حضرت نے نماز استسقا باجماعت ادا فرمائی، رحمت الہی نے تاثیر اجابت دکھائی، بہت سے اہل حاجت کے مطلب بر آئے، آرزو مندوں نے نقودِ مراد پائے۔“ (مخرج عقائد نوری: ۳ مطبوعہ مطبع سوسائٹی بریلی)

اس واقعہ کو تحدیثِ نعمت کے طور پر مولانا قصوری نے اپنی کتاب ہدیۃ الشیعین کے صفحہ ۸ پر بھی درج کیا ہے، علاوہ اس کے تحریر کرتے ہیں :

”محمد الطاف علی خان صاحب رئیس بریلی اپنے مقدمہ کی دعا و حسن اسلوبی کے لیے فقیر کو اپنے باغیچے میں لے گئے، فقیر ختم خواجگان وغیرہ کے بعد دست بدعا رہا، مجیب الدعوات نے اس مقدمہ کو۔ جس میں خان صاحب کا پچیس ہزار روپیہ نقصان ہو گیا تھا۔ ان کی حسب مراد کر دیا۔“

عوام الناس میں آپ کی مقبولیت بے نہایت تھی جناب پیر غلام دستگیر نامی صاحب کی پھوپھی مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ سے عقیدت رکھتی تھی اسی لیے انہوں نے اپنے بھتیجے کا نام انہی کے نام پر ”غلام دستگیر“ رکھا۔ چنانچہ نامی صاحب خود فرماتے ہیں۔

زادم و گشتم غلام دستگیر	من شدم نامی بنام دستگیر
بنام نیک مولانا قصوری	غلام دستگیرم نام کر دند

(تاریخ جلیلہ، ص: ۲۸۳ تذکرہ اکابر اہل سنت: ۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

### سفرِ حرمین:

۱۳۰۷ ہجری / ۱۸۹۰ء میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ سفر حج پر روانہ ہوئے۔ مورخ اہل سنت مفتی غلام سرور لاہوری علیہ الرحمۃ اس سفر میں آپ کے ہم راہ تھے۔ دوران سفر مولانا قصوری نے ”تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل“ کا عربی میں ترجمہ کیا تاکہ علمائے حرمین شریفین کی تصدیقات حاصل کی جاسکیں۔

تقریباً چار ماہ مکہ معظمہ میں قیام کے بعد آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ نے ایک خواب دیکھا جس سے آپ کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”بعد اداے حج کے فقیر اخیر ذوالحجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا، تیسری منزل اٹھائے راہ میں بعالم روایا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہوں اور ایک شخص گندم گوں نے دو بیٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی ہیں۔ فقیر نے چند لقمہ اس کے کھائے اور حظ وافر اٹھایا۔“

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والکلیل: ۳۱۶)

مولانا قصوری نے اس خواب سے مدینہ شریف سے جلد رخصتی کا اشارہ مراد لیا چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد رخصت کا نشان ہے چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ جو ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا سو بعد ایک جمعہ کے بسبب ممانعت رہائش کے کہ قافلہ میں مرض و باقہ قافلہ واپس مکہ معظمہ ہوا۔“ (ایضاً)

۲۵ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ / ۱۱ اگست ۱۸۹۰ء کو آپ مدینہ منورہ روانہ ہوئے، تیسری منزل پر پہنچ کر مسافروں میں اچانک ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی اور پانچویں منزل پر آپ کے شریک سفر مفتی غلام سرور لاہوری پر مرض کا حملہ ہوا اور ساتویں منزل کے قریب پہنچ کر جمعرات مورخہ ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ کو ان کا وصال ہو گیا۔ مولانا قصوری نے نماز جنازہ کی امامت کی۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۱۹۹ ملخصاً، ذکر جمیل از مفتی محمود عالم ہاشمی)

## معاصر علماء و مشائخ سے روابط:

مولانا قصوری اپنے معاصر علماء کے ساتھ ہمیشہ مربوط رہے اور اپنی علمی لیاقت و ثقاہت کے سبب ممتاز حیثیت سے جانے جاتے تھے، علما کی مجالس آپ کے دم قدم سے جلا پاتیں۔ آپ کے معاصرین میں بڑی نادر روزگار ہستیاں تھیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مناظر اسلام فاتح عیسائیت حافظ ولی اللہ لاہوری، مفتی غلام محمد بگوی، مولانا

ذاکر بگوی، خلیفہ حمید الدین، مولانا نور احمد (واعظ جامع مسجد انارکلی، لاہور)، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مفتی عبداللہ ٹونکی، مفتی محمد یار خلیق نظامی، مفتی نقی علی خان، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان، مولانا عبدالسمیع بے دل رامپوری، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مفتی غلام سرور لاہوری، مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی، خواجہ غلام نبی للہی وغیرہ۔

علمائے حریم شریفین کے یہاں بھی آپ کی نہایت قدر و منزلت تھی، آپ کی کتب پر علمائے حریم شریفین کی تقاریظ اس کا بین ثبوت ہیں۔

فقیر قادری مفتی غلام دستگیر صاحب کے حالات و خدمات پر ایک الگ کتاب ترتیب دے رہا ہے ان شاء اللہ آپ کے معاصر علماء سے تعلقات و روابط کی تفصیل وہاں فراہم کی جائے گی۔

### احقاق حق و ابطال باطل:

مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کا دور برصغیر میں مذہبی افتراق و انتشار کے آغاز کا دور ہے۔ تفصیلیت و شیعیت تو کئی صدیوں سے چلتے آرہے تھے، اب وہابیت بھی کئی علاقوں میں اپنی شراٹگیزی پھیلا چکی تھی جبکہ دیوبندیت، نیچریت، چکڑالویت اور مرزائیت نے آپ کے دور میں ہی جنم لیا۔ اس کے علاوہ برطانوی تسلط کے سبب عیسائی مشنری بھی اپنے پھن پھیلائے سادہ لوح مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے میں مصروف عمل تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا قصوری نے ہر میدان میں حق کے پرچم کو بلند رکھا اور دین متین کی طرف بڑھنے والے ہر فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا اور راہ حق میں کسی کی رعایت نہیں کی خواہ آپ کا دوست یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو!۔

مولوی غلام علی قصوری سے آپ کا خاندانی رشتہ بھی تھا، علاوہ ازیں آپ کے ہم مکتب اور ہم زلف بھی تھے لیکن جب مولوی غلام علی قصوری وہابیت کے زیر اثر ہو کر مذہب حق اہل سنت و جماعت پر معترض ہوئے تو مولانا قصوری نے ان کا خوب رد کیا۔

مولانا قصوری نے کسی ذاتی غرض و مفاد کی خاطر کسی کی مخالفت نہیں کی بلکہ یہ سب دینی غیرت



وحمیت کے پیش نظر واقع ہوا، آپ کی ذات بابرکات تو الحب لله والبغض لله کی عملی تصویر تھی، جس پر آپ کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔ ایک کتاب میں مولانا قصوری خود تحریر کرتے ہیں :

”فقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قادری احمدی قصوری کان اللہ له منعم

حقیقی کے اس عطیہ کا شکر یہ کس زبان سے بیان کرے کہ اول اس ناچیز کو اقرار اور

تصدیق کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی توفیق رفیق کر کے پھر محبت خاندان

رسالت اعنی اہل بیت اطہار اور مودت ناصران و محبان معدن نبوت اعنی اصحاب کبار

کی اس کمینہ کے سینہ بے کمینہ میں دفینہ فرمائی۔ واہ واہ بخت کہ مجھ سے نالائق کو کیسی اچھی

خلعت پہنائی، اس لیے ان حضرات کے محبوں اور شاخوانوں سے دوستی جانی ہے اور

ان کے مخالفوں اور بدگوؤں سے دشمنی اور عداوت روحانی ہے۔“ (ہدیۃ الشیعین: ۹)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے میرے استاد عالم عارف مقبول عمدہ علمائے فحول جناب میاں صاحب

مولانا حافظ عبد الرسول سلمہ اللہ تعالیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کی کہ حضرت آپ کے

گرد و پیش وہابیوں کی بکثرت شکایات آرہی ہیں، آپ نے فرمایا: الحمد للہ اس

جماعت (یعنی اہل سنت) میں اہل اللہ داخل ہیں کیونکہ یہ مطعون لوگ اولیائے معظم

ہیں اگر ہم کو اس لڑی میں پروئیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔

(عمدة البیان فی اعلان مناقب العمان: ۳۰)

رود یو بندیت:

یونہی مولوی خلیل احمد انیٹھوی، مولوی یعقوب نانوتوی وغیرہ سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے

لیکن جب براہین قاطعہ کی دل آزار عبارات آپ کے مشاہدہ میں آئیں تو بہت صدمہ ہوا، چاہا کہ

مولوی خلیل انیٹھوی سے ملاقات کر کے اصلاح کی جائے مگر انیٹھوی صاحب کی ضد اور ہٹ دھرمی

ملاحظہ کرتے ہوئے اس سے مناظرہ کیا، بالآخر مولوی انیٹھوی کو ریاست بدر کر دیا گیا۔ (اس

مناظرے کا قدرے تفصیلی ذکر مولانا قصوری کی تصانیف میں ”تقدیس الوکیل عن توہین الرشید

والخلیل“ کے تعارف میں آرہا ہے۔)

اس مناظرہ سے قبل مولوی خلیل انیسٹھوی اور مولوی یعقوب نانوتوی کی تقاریظ و تصدیقات مولانا قصوری کی کتب پر ملتی ہیں لیکن مناظرے کے بعد آپ نے ان سے تعلق منقطع کر لیا۔

### رد قادیانیت:

ختم نبوت اور ناموس رسالت کا دفاع کرنے میں صدیقی خاندان ہمیشہ صف اول میں رہا ہے۔ مولانا قصوری نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف جامع و مبسوط فتویٰ کفر تحریر کیا اور علمائے حریم شریفین کی تصدیقات حاصل کر کے شائع کیا۔ مرزا قادیانی نے کئی بار آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر ہر بار خود ہی فرار ہو گیا۔ (تفصیل کے لیے مولانا کی کتاب ”فتح رحمانی“ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا قصوری کی کتب متعلقہ قادیانیت رسائل قصوری کی جلد دوم میں شامل ہیں، ان شاء اللہ رد قادیانیت کے حوالے سے مولانا قصوری کی خدمات کا تفصیلی جائزہ جلد دوم میں پیش کیا جائے گا۔)

### رد غیر مقلدین / وہابیت:

رد قادیانیت کے سلسلہ میں مولانا قصوری کی خدمات کو دیکھ کر غیر مقلدین نے مولانا قصوری پر ہاتھ صاف کرنے کی ناکام سعی کی چنانچہ غیر مقلدین میں سے مولوی مقتدی حسن اور قاضی صفی الرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے:

”مولانا غلام دستگیر قصوری قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے والوں کی صف اول میں تھے۔ آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا تھا۔ (تذکرۃ المناظرین، حصہ اول، ص: ۲۱۷ مطبوعہ دار النوادر، اردو بازار لاہور۔ قادیانیت اپنے آئینے میں: ۲۵۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

غیر مقلد حضرات کی دیدہ دلیری، کذب بیانی، ہٹ دھرمی اور ضد کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک ایسی شخصیت کے متعلق غلط بیانی کی جس کی ساری زندگی مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت اور غیر مقلدین حضرات کے تحریری و تقریری رد میں گزری، جس پر ان کی ایک درجن سے زائد تصانیف

شاہد ہیں: ابحاث فرید کوٹ، ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ، عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان، تحقیق صلوٰۃ الجمعہ، تحفہ دستگیر یہ بجواب اثنا عشریہ، عروۃ المقلدین، ظفر المقلدین، نصرۃ الابرار، تحقیق تقدیس الوکیل، جواب اشتہار کفریت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ - یہ سب تصانیف مولانا نے غیر مقلدین کے رد میں ہی تحریر کی ہیں۔

مناظرہ بہاول پور کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل دیکھ لیجیے، مولانا قصوری نے امام الوہابیہ شاہ اسمعیل دہلوی و دیگر وہابی پیشواؤں کے نظریات کا خوب رد و ابطال کیا ہے اور اسمعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کو ہر جگہ ”تقویۃ الایمان“ لکھا ہے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ آپ کی دینی خدمات کے معترف تھے۔ پنجاب کے لوگوں نے آپ کو لاہور تشریف لانے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا :

”وہابیوں کے سرکوب مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہوتے ہوئے مجھے آنے کی

ضرورت نہیں۔“ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۰۴)

فاضل بریلوی نے آپ سے اپنی کتاب ”سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح“ پر تقریظ بھی لکھوائی۔

پنجاب میں جب فتنہ وہابیت نے قدم رکھا تو مولانا قصوری نے اس کا بھرپور مقابلہ کیا۔ پنجاب کے لوگ طبعاً شعر و شاعری سے زیادہ رغبت رکھتے تھے، روزانہ کئی مقامات پر لوگ جمع ہوتے اور پنجابی صوفیہ کرام کا عارفانہ کلام سماعت کیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مذہبی لٹریچر کا ایک خاطر خواہ حصہ پنجابی نظم میں ملتا ہے۔ حافظ محمد لکھوی نے یہاں کے لوگوں کی اسی خصلت و عادت کے پیش نظر پنجابی زبان میں منظوم تفسیر بنام ”تفسیر محمدی“ لکھی۔ علاوہ ازیں فقہی مسائل کے حوالے سے ایک کتاب ”انواع محمدی“ لکھی، ان کتب کی اشاعت سے عوام الناس متذبذب ہوئے چنانچہ مولانا قصوری نے اپنے قابل شاگرد مولانا نبی بخش حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کو تفسیر محمدی کا جواب لکھنے کا کہا اور بسم اللہ شریف کا ترجمہ خود فرمایا۔

اسم اللہ دے نال شروع ہے جو بخشش داسائیں

کامل مہر محبت والا پالے آخر تائیں

مولانا حلوائی لکھتے ہیں۔

نال اجازت عارف نوری حضرت پیر قصوری  
شروع کیتم ایہ عمل مبارک رب کرے منظوری

(تفسیر نبوی، جلد اول، ص: ۵)

مولانا قصوری مخالفین اسلام و اہل سنت کی تردید کے لیے ہر وقت مستعد رہتے چنانچہ غیر مقلد حضرات و دیگر فرق باطل کے سرکردہ مولویوں سے آپ کے کثیر مباحثے و مناظرے ہوئے اور حق تعالیٰ نے آپ کو ہر ایک میں کامیابی عطا فرمائی۔ ان مباحثوں کا مقصد اپنی علمیت کی دھاک بٹھانا ہرگز نہ تھا بلکہ آپ نہایت خلوص کے ساتھ اپنے مخالف کو راہ راست پر لانے کے خواہاں رہتے، چنانچہ ایک جگہ اپنے مخالفین کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”ابھی تک فرصت باقی ہے خدا کے لیے ایسی گستاخی اور بے ادبیوں سے باز آؤ، توبہ نامہ مشتہر کراؤ، قومی ہمدردی سے یہ تحریر ہے، اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں آپ کی بدنامی سے تشہیر ہے، فقیر کا دل جلتا ہے خون پگھلتا ہے۔ واللہ ہو الموفق“ (عردۃ المقلدین: ۳۰ مطبوعہ مطبع قادری انجمن قصور)

ابطال باطل کی توفیق ملنے پر بطور شکر خداوندی لکھتے ہیں :

”فديتك اللهم یہ تیرا کس قدر اس فقیر پر عظیم احسان اور عمیم امتنان ہے کہ تیرے مقبولوں کے دشمن جن دلیلوں سے ان کے استخفاف ظاہر کرتے ہیں یہ تیرا نہایت عاجز بندہ انہیں اولہ سے خاک بدہان اعدا کر کے ان کی عزت و توقیر کثیر روشن کر دکھاتا ہے، سچ ہے کہ اس سچے دین کا خدا خود حافظ ہے۔ وکفی به حفیظا“

(جوہر مضیہ روئیچیریہ: ۷۸ مطبوعہ مطبع گلزار محمدی، لاہور)

مولانا قصوری بحث و مباحثہ اور تحریر و تقریر میں ہمیشہ علمی انداز اختیار فرماتے اور ذاتیات پر طعن کرنے سے اجتناب کرتے۔ چنانچہ پادری عماد الدین نے جب اپنے رسالہ ”نغمہ طنہوری“ میں ہر اعتراض کا جواب صرف آیت قرآنی سے ہی چاہا تو مولانا قصوری نے اپنے رسالہ میں الزامی

جوابات کی بجائے پادری کے تمام اعتراضات کا جواب قرآن کریم سے پیش کیا پھر بغرض اصلاح احوال کے تحریر کرتے ہیں :

”کاش پادری صاحب کبھی اس حقیر سے کہ خرمین اہل قرآن کا کم ترین خوشہ چین ہے مل جائیں اور کسی آیت قرآنی میں کچھ گفتگو فرمائیں تو اس میری تحریر کی تصدیق کر کے ایک ذرہ بھی تفاوت تصور میں نہ لائیں اور اگر ہادی حقیقی کی مرضی ہووے تو قرآن پر از سر نو ایمان لائیں۔ (مخرج عقائد نوری: ۵۳)

ردنصاری:

مولانا قصوری نے ردنصاری میں دو رسالے تصنیف کیے :

۱۔ مخرج عقائد نوری

۲۔ تحریف القرآن کا جواب

ان دونوں رسائل کا تفصیلی تعارف آگے پیش کیا جائے گا۔

مخرج عقائد نوری میں مولانا قصوری نے پادری عماد الدین کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب پیش کیا اور اخیر کتاب میں اس کو مباہلہ کی دعوت پیش کی، چنانچہ لکھتے ہیں :

”اب حقیر تمام بنی آدم کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچا کر پادری عماد الدین صاحب سے ملتمس ہے کہ اگر آپ ان جوابات کو دیکھ کر نصرانیت سے توبہ و تبری فرمائیں اور سر نو ایمان لے آئیں فہو المراد والحمد لله علی ذلك ۔

مقتضائے طلب تحقیق حق یہی ہے اور خدا نخواستہ اگر قبول حق میں کچھ اغماض اور اختیار توحید سے اعراض ہو تو فضول بحث و جدال و قیل و قال سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھے بھی تصدیق نہ بڑھائیں بلکہ اپنی حقیقت پر اگر یقین رکھتے ہیں تو قطعی فیصلہ کی طرف راغب ہو کر خود تشریف لائیں اور اپنے کنبے کو مع بڑے بڑے پادریوں کے ہمراہ لے کر اس کم ترین امت محمدیہ کو بھی بلائیں تاکہ پھر دونوں فریق مل کر خداے غفار و قہار سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ جھوٹوں پر اس کی لعنت ہو پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا

منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا۔ فرقانِ حمید میں مکابره اور مجادلہ کرنے والوں سے اسی طرح پر مقابلہ کرنے کا حکم ہے“ (مخرج عقائد نوری: ۷۹-۸۰)

پھر ۷ سال بعد رسالہ رجم العیاطین کے سرورق پر ایک اعلان مشتہر کروایا :

”فقیر حقیر مؤلف نے جو کم ترین امتان حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین و حبیب رب العالمین و شفیع الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ و علیٰ آخوانہ و عمرتہ وسلم ہے، ۱۲۹۳ھ میں رسالہ مخرج عقائد نوری تردید نعمہ طنبوری کے اخیر جمیع پادریوں کو صلائے عام دیا تھا کہ اگر اس جواب سے جو بموجب منشائے سائل کے قرآن مجید سے ہی دیا گیا کوئی خدشہ لامل رہا ہو تو فقیر سے بالمشافہ طے کر لیں ورنہ مباہلہ کے واسطے بھی فقیر تیار ہے، آؤ حق تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ ناحق چلنے والوں پر خدا کی لعنت ہو، پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا، فقط باوصف یہ کہ وہ صد ہا رسائل شائع ہوئے اور کئی پادری صاحبوں کی طرف ڈاک میں بھیجے جس کو اب ستر ہواں برس گذرتا ہے، آج تک کسی نے دم نہ مارا۔ اب بھی اگر کسی کا مخالفین دین اسلام سے حوصلہ ہے تو فقیر حقیر کان اللہ لمباہلہ کو مستعد ہے کیونکہ اس دین متین پر یقین کامل رکھتا ہوں اور بلا ریب الاسلام یعلو و لا یعلیٰ واقع ہے۔“ (رجم العیاطین: ۱)

رد نیچریت:

سر سید احمد خان کو عمومی طور پر ان کی فروغِ تعلیم کے لیے خدمات پر سراہا جاتا ہے لیکن بہت کم لوگ ان کے مذہبی نظریات سے آشنا ہوں گے۔ سر سید احمد خان نے اپنی کتب سے باطل نظریات کا پرچار کیا، رسالہ تہذیب الاخلاق میں اسلامی نظریات کے مخالف اپنے من گھڑت مفروضات پر مبنی تشریحات شائع کرتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی ہی میں کثیر علمائے اس کا رد لکھا اور مرزا قادیانی کے علاوہ برصغیر کی یہ دوسری شخصیت ہے جس کی تکفیر پر تمام مکاتب فکر کے علمائے اجماع کیا۔

تہذیب الاخلاق کے ایک پرچہ بابت ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ/۲۰ مارچ ۱۸۷۸ء میں حدیث



تہبہ کے متعلق سرسید کا مضمون شائع ہوا، مولانا قصوری کے ایک معتقد عالم مولانا فضل الرحمن فیروز پوری نے یہ مضمون مع استفتا کے مولانا قصوری کی خدمت میں پیش کیا جس کے جواب میں مولانا قصوری نے ”جو اہر مضیۃ رد نیچریہ“ تحریر فرمائی، پھر اسی کتاب کے ضمیمہ میں سرسید کی تفسیر القرآن کے باطل اور لغو مضامین کا خوب رد کیا۔

سرسید کی زندگی ہی میں کثیر علما نے ان کی تکفیر کی چنانچہ ”امداد الآفاق برجم اہل النفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق“ از ڈپٹی مولوی امداد العلی اور ”نصرۃ الابرار“ از مفتی محمد لدھیانوی شائع ہوئیں جن پر کثیر علما کی تصدیقات و تقریظات ہیں۔

### روشیعتیت / تفضیلیت :

مولانا قصوری نے روشیعتیت میں کتاب ”ہدیۃ الشیعتین“ فارسی زبان میں تحریر فرمائی، پھر اس کا اردو ترجمہ ”مناقب چار یار مع حسنین“ کیا، اس کتاب میں شیعہ حضرات کے عقائد و نظریات و صحابہ کرام پر اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب دیا گیا ہے۔ تفصیلی تعارف تصانیف کے ضمن میں آئے گا۔

### وصال :

اہل سنت کا یہ بطل جلیل عالم نبیل ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ / ۲۱ جون ۱۸۹۷ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا اور قصور کے مشہور قبرستان (مزار حضرت دائم الحضور کے پہلو میں) میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ (مقامات طہین: ۵۶)

لوح مزار پر آپ کا اسم گرامی یوں تحریر ہے :

”جامع الکملات والحسنات منبع فیوضات والکرامات افضل الفصلاء اکمل الکملاء

عالم ربانی فاضل لامانی عارف نوری دائم الحضور ہادینا و مرشدنا ابو عبد الرحمن پیر روشن ضمیر حضرت مولانا مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی ہاشمی صدیقی“

پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب تحریر کرتے ہیں :

”انجمنِ نعمانیہ کے کاغذات میں مولانا ابو عبد الرحمن غلام دستگیر قصوری الہاشمی کی وفاتِ حسرتِ آیات پر جو قراردادیں پیش کی گئیں ان میں آپ کی علمی خدمات کو بے پناہ ہدیہ تحسین پیش کیا گیا۔ ان کی علمی اور عملی شخصیت کو بے پناہ عقیدت مندانہ خیالات سے یاد کیا گیا۔ انجمنِ نعمانیہ کے بانی اور علمائے کرام کی ٹیم کے سربراہ ہونے کی وجہ سے ان کی رحلت کو اہل سنت کے لیے ایک قومی نقصان قرار دیا گیا۔“ (صد سالہ تاریخ انجمنِ نعمانیہ:

۵۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

مولانا نبی بخش حلوانی تلمیذ حضرت مولانا قصوری نے تاریخ وصال رقم فرمائی جو کہ آپ کی لوح مزار پر کندہ ہے۔

بعد از ثناب العلی صلوات بر خیر الوری  
بر عترتش اہل صفا از دل بگویم صد دعا

اے قبلہ ام عالی جناب اے مرشد مہل صواب  
داری بسا چوں آفتاب حسن و ضیاء نزد خدا

منظور حق مقبول حق بودی تو اے صاحبِ دق  
نافع خلایق بس شدی گم گشتگان رارہنما

در خلق و حلم و علم و عمل اخلاص گشتی بے نظیر  
عقل و ذکا و فہم رسامیداشتی اے پارسا

دریائے فیضان فقر جاری نمودی چار سو  
محمود در خلق خدا، ہستی تو اے صاحبِ صفا

حامی شدی دین متین قاصع ضلالت بالیقین  
عامل بسنت شاہ دین اے معدن جو دو سخا

شبلی زمان خود شدی جنید اندر وقت خود  
شام و سحر ظہر و عصر مشغول در ذکر خدا

صلوات بر شاہ عرب از جان و دل در روز و شب

خواندی مدام از صد ادب اے صاحب عرفان خدا

اے صاحب نوری نظر اے مرشد عالی وقار

بر طالبان خود نگر از مہر و الطاف و عطا

تاریخ آں پیر ہدی گفتمہ سروش خوش نوا

”غفر لہ“ اے مہ لقا نغمہ سرا شد ہر کجا

اے بجا و ما وائے مانگر بہ حلوائی گدا

در ہر قصص ہر ماجرا امدد لہ، اے مقتدا

”غفر لہ“ سے ۱۳۱۵ھ برآمد ہوتا ہے۔

## اولاد و اخلاف:

آپ کی اولاد کے متعلق پیر زادہ اقبال فاروقی صاحب تحریر کرتے ہیں:

آپ کے ایک صاحب زادے مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ تھے، انہی کی وجہ

سے آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی۔ بڑے پارسا، عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔

علم میں یکتاے روزگار مانے جاتے تھے، نام و نمائش سے گریزاں تھے۔

مولانا قصوری کی ایک صاحب زادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید وزیر علی والد جناب سید

مراتب علی شاہ رئیس اعظم لاہور کی بیوی تھیں جن کے بطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید

اصغر علی، سید مندر علی اور سیدہ منور بیگم نے جنم لیا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۲۱۷-۲۱۶)

صاحب زادہ مولانا عبدالرحمن کے متعلق مولانا امام الدین کھوٹکوی لکھتے ہیں کہ میری نظر میں

بے نفسی اور کس نفسی میں عدیم المثال ہیں۔ (مقامات طہین: ۵۶)

مکتوبات اعلیٰ حضرت لٹھی کے مطالعہ سے یہ بات ملی کہ مولانا قصوری نے اپنی بیٹی کی شادی

۱۷ جمادی الاول ۱۲۹۷ ہجری / ۱۲۷ اپریل ۱۸۸۰ء کو کی اور تقریباً چار دن کے وقفہ سے نور نظر مولانا

عبدالرحمن کی شادی خانہ آبادی ہوئی چنانچہ خواجہ غلام نبی لٹھی اپنے مکتوب بنام مولوی غلام حسن

صاحب میں تحریر کرتے ہیں:

”آج بدھ وار لاہور سے مولوی غلام دستگیر صاحب کے گھربارات آ رہی ہے اور سوموار کو صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب کی شادی کی تاریخ مقرر ہے۔ سب لوگ لاہور جائیں گے۔“ (مکتوبات اعلیٰ حضرت للہی، دفتر اول، حصہ دوم: ۲۲۷)

مکتوبات کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا قصوری کی والدہ ماجدہ ہمیشہ حضور دائم الحضور کا وصال بروز جمعرات ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۹۳ ہجری (۱۱۷ اکتوبر ۱۸۷۶ء) کو قصور شریف میں ہوا، چنانچہ خواجہ غلام نبی للہی اپنے فرزند حافظ دوست محمد کے نام مکتوب مورخہ ۲ شوال ۱۲۹۳ھ (۱۲۳ اکتوبر ۱۸۷۶ء) میں لکھتے ہیں:

”جمعرات ۲۹ رمضان کو مولوی غلام دستگیر صاحب کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت والا مناقب (خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری صاحب) سلمہ اللہ تعالیٰ کی خالہ صاحبہ اس دار فانی سے انتقال فرما گئیں۔ جنازہ کے بعد انہیں خانقاہ شریف کی مسجد کے جوار میں دفن کیا گیا۔ فقیر مسجد شریف کے اندر سو رہا تھا کسی نے اطلاع نہ دی کہ مبادا تکلیف پہنچے، یہاں تک کہ ظہر کے وقت خود بخود بیدار ہوا۔ اس وقت تمام لوگ پٹھان، خواجگان، مولوی غلام دستگیر صاحب و حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب اپنے تمام مخلصین کے ساتھ قصور شہر جا چکے تھے۔ بہت افسوس ہوا کہ جنازہ کے ثواب سے محروم رہا۔“ (مکتوبات اعلیٰ حضرت للہی، حصہ اول: ۸۵)

مولانا عبدالرحمن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا مولانا غلام ابوبکر صاحب تھے۔ پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور میں مولانا غلام ابوبکر صاحب کو مولانا قصوری کا چھوٹا بیٹا لکھ دیا ہے جب کہ یہ درست نہیں ہماری تحقیق کے مطابق آپ مولانا قصوری کے پوتے اور مولانا عبدالرحمن کے صاحبزادے ہیں۔ آپ بھی اپنے والد محترم کی طرح بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کا مزار موضع رتی کے تحصیل منجن آباد بہاول نگر میں ہے۔ مولانا ابوبکر صاحب کے دو صاحبزادے پیر اشرف علی صاحب اور پیر سعادت علی صاحب تھے۔ پیر اشرف علی صاحب کا

ایک بیٹا تھا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا اور پیر سعادت علی صاحب مجرد رہے (یعنی شادی نہیں کی)۔ مولانا قصوری صاحب کی اولاد کے متعلق ہمیں یہ معلومات مولانا ریاض احمد (خادم دربار حضرت مولانا ابو بکر علیہ الرحمۃ، بہاول نگر) نے فراہم کی۔

### تلامذہ مولانا قصوری:

مولانا قصوری کے تفصیلی احوال دستیاب نہ ہونے کے سبب آپ کے تلامذہ کی درست تعداد بھی معلوم نہ ہو سکی، تاہم آپ کی کتب میں چند تلامذہ کا ذکر ملا، جن کا مختصر تعارف ہم یہاں پیش کر رہے ہیں:

#### ۱۔ مولانا غلام نبی فیروز پوری

حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

#### ۲۔ مولانا فضل حق قصوری

آپ کا شجرہ شریف یوں ہے:

فضل حق قصوری بن حافظ محمد عبد الملک بن حافظ غلام مرتضیٰ بن میاں محمود بن شیخ

محمد قصوری بن مخدوم پنجاب حافظ غلام مرتضیٰ قصوری بن خواجہ عبد الملک قصوری۔ (تخذ

رسولہ مترجم: ۲۹۳)

مولانا قصوری کی بعض کتب آپ کی تصحیح و تصدیق سے شائع ہوئیں، دیگر حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

#### ۳۔ مولانا نبی بخش حلوانی

مولانا حلوانی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء میں میاں محمد وارث کے ہاں بمقام اکبری منڈی (محلہ

مولویاں، اندرون دہلی دروازہ، لاہور) ارائیں گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے

آپ کو محلہ کے ایک نیک سیرت حلوانی کی شاگردی میں دے دیا، آپ نے اپنے استاد سے اجازت

لے کر قرعی مسجد میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی، ناظرہ قرآن مجید کے بعد صرف و

نحو کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں تکیہ سادھواں (لاہور) کے مدرسہ غوثیہ میں داخل ہوئے اور پیر عبدالغفار شاہ کاشمیری قادری سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، اس کے علاوہ آپ نے مدرسہ فتحیہ (اچھرہ، لاہور) میں تعلیم حاصل کی، انجمن نعمانیہ (لاہور) کے زیر اہتمام مدرسہ مسجد بکن (موچی دروازہ، لاہور) میں بھی زیر تعلیم رہے۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی، مفتی غلام محمد ٹگوی، مولانا معوان حسین رام پوری اور مفتی غلام دستگیر قصوری جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

مولانا حلوائی نے طریق نقشبندیہ میں اپنے استاذ گرامی مفتی غلام دستگیر قصوری سے بیعت کی۔ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۴۴ء کو وصال ہوا اور اپنی تعمیر کردہ مسجد حقیہ نبویہ سے ملحق اپنے حجرہ میں ہی مدفون ہوئے۔

آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑیں جن کے اسما ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

- ۱۔ تفسیر نبوی پنجابی منظوم (۱۵ جلدیں)
- ۲۔ شفاء القلوب بالصلوة علی الحبوب
- ۳۔ الامتياز بين الحقیقت والہجاز
- ۴۔ النار الحامیہ لمن ذم المعادیہ (۱۳۵۶ھ)
- ۵۔ اخراج المنافقین من مساجد المسلمین (۱۳۵۳ھ)
- ۶۔ انتباه المنکرین من تصرف سید المرسلین (۱۳۵۱ھ)
- ۷۔ اظہار انکار المنکرین من صلوة الجنین
- ۸۔ سبیل الرشاد فی حق الاستاد
- ۹۔ تحصیل العرفان فی آداب مشائخ والاخوان (۱۳۵۰ھ)
- ۱۰۔ شمول الوہابیہ فی سلک النجدیہ
- ۱۱۔ اطلاع الناس فی طلاق الثلث
- ۱۲۔ خیر الہدیٰ فی عدم الجمعة فی القرئی
- ۱۳۔ احسان الاموات بالصدقات والاستطاق (۱۳۰۵ھ)



- ۱۴۔ ایضاح التلیس الشیطانی مافی تفسیر النعمانی  
 ۱۵۔ قہر القہار علی منکر الاحادیث والاثار  
 ۱۶۔ ازالۃ التلیس بالقرآن والحديث  
 ۱۷۔ الدلائل القویہ فی اثبات الکفریات الوہابیہ  
 ۱۸۔ انتصار نبوی فی اظہار تفریط افراط لکھوی  
 ۱۸۔ عمدۃ البیان فی تجوید القرآن  
 ۱۹۔ اغتباہ المؤمنین من مکاید الشیاطین  
 ۲۰۔ قصص الحسنین کبیر علی اشعار عبدالستار ودلپذیر  
 ۲۱۔ ارشادات العارفين المشائخ والطلبین معروف بہ تحفۃ الصوفیہ  
 ۲۲۔ رسالہ شریفہ ارشادات ابن عربی  
 ۲۳۔ نور الایمان مجموعہ رسائل اربعہ  
 ۲۴۔ انواع نبوی  
 ۲۵۔ قہر القہار رد عبدالستار  
 ۲۶۔ مجموعہ انواع خمسہ

### ۴۔ مولانا سید عبدالحق ہمدانی

مولانا سید عبدالحق ہمدانی ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا سید نظام الدین شاہ صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپ کی ایام شیرگی کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ایک کمرہ میں چار پائی پر لٹا کر صحن میں کسی کام کو گئیں کہ کمرے کی چھت نیچے آرہی، گھر میں کہرام مچ گیا، جلدی جلدی طلبہ ہٹایا گیا، جب چار پائی تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کے دونوں سروے ٹوٹ کر بازو مل گئے ہیں اور آپ اس پنگوڑے میں صحیح و سالم موجود ہیں۔

آپ کے شباب کا زمانہ بہت ہی پاک بازی اور عفت و حیا سے لبریز زبانہ تھا، جوانی میں گھوڑ سواری کا بہت شوق تھا اور سرکش گھوڑے کو رام کرنا جانتے تھے، اس کے علاوہ تیراکی کا بھی بہت

شوق تھا۔

خواجہ ثانی صاحب زادہ عبدالرسول قصوری صاحب نے آپ کی رسم بسم اللہ کی، پھر اپنی مسجد میں سید قمر الدین شاہ صاحب ہمدانی سے قرآن مجید پڑھا، فارسی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں، مولانا غلام دستگیر قصوری سے علومِ دینیہ کی تکمیل کی، پھر اورینٹل کالج لاہور میں مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے بھی پڑھا، ساتھ ساتھ قرآن مجید حفظ کیا اور تراویح میں کئی سال تک سنانے کا معمول رہا۔

پروفیسر اقبال مجددی صاحب نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے و مشائخ پاکستان و ہند کے صفحہ ۱۲۳۴ پر مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کے قلمی اجازت نامہ کا عکس لگایا ہے جسے ہم بعینہ یہاں نقل کر رہے ہیں :

باسمہ سبحانہ

شاہ صاحب مولوی سید محمد عبدالحق شاہ صاحب نے جن کے خاندان عالی میں بھی علوم عربیہ کی تحصیل و تکمیل چلی آتی ہے، فقیر سے بھی کتب معقول و منقول کا سبقاً سبقاً اکتساب کیا ہے فقیر کے نزدیک ان کی تحصیل علوم عربیہ و دینیات میں بہت عمدہ ہے چنانچہ کئی سال سے حسب اجازت فقیر انہوں نے اپنے مکان پر مشغول تدریس طلباء علوم عربیہ و دینیات کا جاری رکھا ہے، طلاب ان کی تعلیم و مکارم اخلاق سے از بس مشکور رہے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بزرگوار اخیار کا خلف الرشید پیدا فرمایا ہے،  
الحمد للہ تعالیٰ علی ذلک

یہ چند کلمے فقیر نے بطور ادائے شہادت اور سند کے تحریر کر دیے ہیں، باری تعالیٰ ان کی عمر اور فیض میں برکت بڑھائے۔ آمین یا رب العلمین

المرقوم عشرہ ثانیہ رمضان المبارک ۱۳۰۸ ہجری

بقلم فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ

آپ کچھ عرصہ اپنی مسجد میں طلباء کو تعلیم دینے کے بعد بعض خانگی حالات سے مجبور ہو کر عارضی طور پر خیر پور چلے گئے اور وہاں کے پرائمری مدرسہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی سے سند حدیث حاصل کی۔ آپ اپنے دادا سید چراغ علی شاہ علیہ الرحمۃ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے، دوسری بیعت آپ نے پیر سید مہر علی شاہ گوڑوی کے دست حق پرست پر کی۔ جب تک مسجد میں آنے کی قوت رہی ہر ماہ ایک بار مجلس وعظ منعقد فرماتے۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ / ۳ نومبر ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔ آپ کی قلمی کتب میں ایک دیوان بدیع البیان (حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم) تصور میں موجود ہے۔ (ہم اور ہمارے اسلاف از ڈاکٹر ایس اے آر ہمدانی، ص: ۳۹۱-۳۸۲ مطبوعہ کلاسیک، لاہور)

## ۵۔ سید محمد زمان شاہ قصوری ہمدانی:

سید محمد زمان شاہ بن سید محمود شاہ (معروف بہ بلاق شاہ) اپنے ننھیال کھیم کرن میں ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان کئی نسلوں سے علم و تقویٰ کی سنہری روایات کا حامل رہا ہے۔ حضرت خواجہ ثانی عبدالرسول نقش بندی سے تعلیم کا آغاز کیا، پھر مفتی غلام دستگیر قصوری سے کافیہ، شرح تہذیب اور کنز الدقائق کا درس لیا۔ بعد ازاں خیر پور نامیوالی چلے گئے اور مولانا عبدالرحمن خیر پوری، مولانا فضل حق قصوری اور مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی سے درسیات کی تکمیل کی۔ (۱) فن طب سے خاصا لگاؤ تھا، حکیم نظام الدین خیر پوری، حکیم نصیر الدین اور حکیم حافظ غلام مصطفیٰ قصوری سے فن طب کی تکمیل کی۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد ۲۷ دسمبر ۱۸۸۵ء کو نواب بہاول پور کے ذاتی سٹاف میں بھرتی ہوئے پھر یکم ستمبر ۱۸۹۴ء کو محکمہ عدالت میں چیف کورٹ ریاست بہاول پور کے ریڈر مقرر ہوئے۔

(۱) ڈاکٹر ایس اے آر ہمدانی نے اپنی کتاب ”ہم اور ہمارے اسلاف“ کے صفحہ ۳۲۱ پر آپ کو حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضور کا شاگرد قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ حضرت دائم الحضور کا وصال ۱۲۷۰ ہجری میں ہو گیا تھا اور مولانا سید زمان شاہ صاحب کی ولادت ۱۲۷۲ ہجری میں ہوئی۔

مولانا عبدالرحمن خیر پوری نے ۲۲ صفر المظفر ۱۳۰۵ھ میں طواف قبور کے جواز پر فتویٰ دیا جس کی ہر عبارت کا رد مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب نے بنام ”کشف الستور عن طواف القبور“ تحریر کیا جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ اسی رسالہ میں حرمت طواف قبور کے متعلق سید محمد زمان شاہ قصوری صاحب کا مفصل فتویٰ ہے جو کہ آپ کے استاد مولانا عبدالرحمن خیر پوری کی رائے کے خلاف ہے۔ اراکین ریاست بہاول پور نے علمائے حریم شریفین کی خدمت میں استفتاء بھیج کر فتاویٰ حاصل کیے جو کہ رسالہ کے ہمراہ شائع ہوئے۔ (ہم اور ہمارے اسلاف: ۲۳۳)

۱۲ شعبان ۱۳۵۵ھ / ۱۰ نومبر ۱۹۳۶ء کو خیر پور میں واصل بحق ہوئے، سید غلام محی الدین شاہ ہمدانی ان کے اکلوتے فرزند ہیں۔

آپ بلند پایہ عالم دین، حاذق طبیب، صاحب ثروت ہونے کے علاوہ قادر الکلام شاعر بھی تھے، ”نیازی“ تخلص کرتے۔ آپ کا کلام صادق الاخبار، بہاول پور میں طبع ہوتا تھا۔ (تذکرہ علمائے پنجاب از اختر راہی، ص: ۲۷۵-۲۷۳ ملخصاً بحوالہ ہم اور ہمارے اسلاف: ۲۲۶)

آپ کی قلمی کتب میں سے دیوان کے علاوہ تحفۃ الامیر، الف لیلیٰ، رسالہ ابطال سرزمہ موجود ہیں، سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں ایک رسالہ ”عمدۃ المناقب“ بھی تصنیف کیا۔ (ہم اور ہمارے اسلاف: ۲۳۱-۲۳۰)

## ۶۔ سید غلام حسین قصوری:

آپ مولانا غلام دستگیر قصوری کے شاگرد اور خواجہ ثانی عبدالرسول قصوری صاحب کے مرید و داماد تھے۔ آپ کے دو صاحب زادے سید احمد شاہ اور سید محمد شاہ تھے۔ سید احمد شاہ صاحب شاہ ابوالخیر دہلوی سے بیعت تھے آپ کے بیٹے صاحب زادہ رؤف احمد شاہ کا عقد شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کی صاحب زادی محترمہ صدیقی صاحبہ سے ۱۳۳۳ھ سے ہوا، تعلقات خراب رہے، صاحبزادی صاحبہ میکے ہی رہیں، ان سے دو صاحبزادیاں محمدی اور امۃ الرحمن تولد ہوئیں۔ (تذکرہ علمائے و مشائخ پاکستان و ہند: ۱۰۴۱)

سید محمد شاہ صاحب فاضل عالم دین و مفتی شرع متین تھے، حضرت صاحب زادہ عبدالرسول

صاحب نے کم سنی میں ہی ان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

## تصانیف

مولانا قصوری نے مختلف موضوعات پر گراں قدر علمی نوادریاں یادگار چھوڑے مگر افسوس کہ ان کے حفظ کا خاطر خواہ بندوبست نہ ہوا اور آج بیشتر کتب نایاب ہیں۔ مولانا قصوری کی تصانیف کی درست تعداد کا تعین بھی ایک مشکل امر ہے تاہم جو تصانیف ہمارے علم میں آئیں ان کا مختصر تعارف یہ ہے:

### ۱۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان (۱۲۸۵ھ)

یہ کتاب میاں نذیر حسین دہلوی کی مشہور تصنیف ”معیار الحق“ کے جواب میں بزبان فارسی لکھی، مطبع مصطفائی لاہور سے شائع ہوئی، کل صفحات ۳۲ ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی کتاب معیار الحق کے کئی علمی و تحقیقی جواب لکھے گئے جیسا کہ مولانا ارشاد حسین رام پوری کی اہتمام الحق مطبع صدیقی، بانس بریلی سے ۱۲۹۰ ہجری میں شائع ہوئی۔

مولانا نذیر احمد خان رام پوری نے ”اسرار الحق“ کے نام سے دلائل و براہین سے مزین جواب تحریر کیا۔

ایک دوہنام ”مدار الحق“ بھی مشہور ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مکتوب بنام مفتی سدا اللہ رام پوری میں بکمال ذہنائی لکھتے ہیں:

”مولویوں نے متعدد جوابات معیار الحق کے تحریر کیے مگر آپ یقین کریں کہ میری کتاب کا جواب نہیں ہے۔ بیکار تفسیح اوقات اور دماغ سوزی کی، فقیر کے بعض دوست و تلامذہ نے قلم اٹھایا کہ جواب لکھیں سکوں کو میں نے منع کیا کہ جواب لکھنے سے کیا فائدہ، جس وقت معیار الحق کا جواب آئے گا، خبر کر دوں گا۔“ (مکاتیب نذیریہ: ۱۵)

مطبوعہ محبوب المطابع پرچک ورس، بولی

مولانا قصوری نے اس کتاب کے مقدمہ میں علمائے ربانیین کی بارہ علامات بیان کی ہیں پھر ان کا اثبات حضرت امام اعظم کے لیے بیان کیا، پہلے باب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل اور صحابہ سے روایات کا بیان ہے، دوسرا باب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد و مقلد بارہ تابعی اولیاء کے احوال پر مشتمل ہے جبکہ تیسرا اور آخری باب فقہ حنفی کے بعض مسائل مثل مسئلہ رفع یدین، آمین بالجہر، جہر بسملہ، قرأت خلف الامام کی اسناد کے متعلق ہے۔ اخیر کتاب میں مولانا غلام نبی (لہ شریف والے)، حافظ ولی اللہ لاہوری اور خلیفہ حمید الدین لاہوری کی تعاریف ہیں۔

## ۲۔ تحفہ دستگیر یہ جواب اثنا عشریہ (۱۲۸۵ھ)

اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے اہل سنت پر مختلف اعتراضات کا جواب ہے۔ استمداد باہل القبور و ارواح اولیاء، جواز ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علم ماکان وما یكون، جواز تسمیہ عبدالنبی، عصمت انبیاء، درود مستغاث، حدیث لولاک، زیارت حزارات اولیاء اللہ وغیرہ پر مفصل دلائل ہیں۔ کل صفحات ۱۴۴ ہیں، فارسی زبان میں مطبع مصطفائی لاہور سے طبع ہوئی۔

مولانا محمد عالم کھوروی، مولانا غلام نبی لٹھی، مولانا حافظ نور الدین (چکوڑی والا)، حافظ کرم الدین، مولانا عبداللہ صدر الدین، غلام غوث صاحب اور مولانا صدر الدین کی تعاریف بھی شامل کتاب ہیں۔ مولوی غلام علی امرتسری کے بیٹے مولوی محمد داؤد کا بیان ہے:

”مولانا غلام العلی نے نہایت حوصلہ مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کا جواب الجواب نہیں لکھا۔ بلکہ مولانا غلام دستگیر کے جواب کے حاشیہ پر ہی ضروری نوٹ لکھ کر مولانا کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ میں نے جو کچھ حق سمجھا لکھا اور اب اس کی ضروری وضاحت کر دی ہے، آپ کو اختیار ہے قبول فرمائیں یا نہ۔“ (تذکرہ علمائے امرتسر: ۲۵ مطبوعہ والنضی پبلی کیشنز، لاہور)

## ۳۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

یہ کتاب ”تذکرۃ الجمعہ“ مولفہ سید عبدالسلام مطبوعہ نول کشور کے جواب میں تحریر کی۔ فقہ حنفی میں نماز جمعہ کے لیے بیان کردہ شرائط مثلاً شرط سلطان و معرود دیگر مسائل حنفیہ پر اعتراضات کا علمی و



تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔ رسالہ کے آخر میں جملہ علمی و فقہی ابحاث کا سلیبس خلاصہ اردو نظم میں پیش کیا گیا ہے۔

اخیر رسالہ پر مولانا عبدالرسول قصوری، خلیفہ حمید الدین لاہوری، مولانا نور احمد (واعظ مسجد انارکلی لاہور)، مولانا حبیب اللہ پشاور، مولانا قدرت اللہ نقشبندی دہلوی، اور مسجد نبوی شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے عالم باعمل مولانا خلیل بن ابراہیم کی تصدیقات و تقاریظ درج ہیں۔ یہ رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کے ہم راہ مطبع و کٹوریہ پریس، لاہور سے ۲۲ اگست ۱۸۷۳ء / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۹۰ھ کو شائع ہوا۔

### ۴۔ مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنبوری (۱۲۹۴ھ)

پادری عماد الدین نے ”نغمہ طنبوری“ میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے، بالخصوص شفاعت اور عصمت انبیاء علیہم السلام کے موضوع پر تشکیک و شبہات پھیلانے کی کوشش کی۔ نغمہ طنبوری سے قبل پادری نے لکھنؤ کے ایک شیعہ مجتہد سید محمد علی سے کچھ سوالات کیے اور اس کے جوابات کے جواب الجواب کے طور پر یہ کتاب تحریر کی، مولانا قصوری نے اس کتاب میں پادری کے تمام سوالات کا جواب آیات قرآنیہ سے پیش کیا اور حواشی میں شیعہ مجتہد سید محمد علی لکھنوی کے جوابات اور ان پر پادری کے تبصرہ کو نقل کرنے کے بعد دونوں کی تضعیف و تردید کی اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت کو دلائل قویہ سے ثابت کیا، چونکہ پادری صاحب نے جواب صرف اور صرف آیات قرآنیہ سے طلب کیے تھے اس لیے آپ نے صرف قرآنی آیات کا التزام کیا اور احادیث، فقہی ابحاث بلکہ الزامی جوابات سے بھی اجتناب کیا۔

رسالہ موصوفہ پر مولانا تقی علی خان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، مولانا نواب عبدالعزیز خان بریلوی کی تقاریظ ہیں۔ ۱۸۷۸ء میں مطبع سوسائٹی بریلی سے طبع ہوا۔ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

”رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائدین بریلی کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔“ (بدیۃ المشیحین: ۸ مطبوعہ مطبع عمری، لاہور)

مولانا قصوری نے رسالہ رجم الشیاطین پر ایک اعلان مشتہر کروایا جو کہ حسب ذیل ہے:

”فقیر حقیر مؤلف نے جو کم ترین امتحان حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین و حبیب رب العالمین و شفیع الاولین و الآخِرین صلی اللہ علیہ و علیٰ آخوانہ و عترتہ وسلم ہے، ۱۲۹۳ھ میں رسالہ مخرج عقائد نوری تردید غمہ طہوری کے اخیر جمع پادریوں کو صلائے عام دیا تھا کہ اگر اس جواب سے جو بموجب نشانے سائل کے قرآن مجید سے ہی دیا گیا کوئی خدشہ لامل رہا ہو تو فقیر سے بالمشافہ طے کر لیں ورنہ مباہلہ کے واسطے بھی فقیر تیار ہے، آؤ حق تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ ناحق چلنے والوں پر خدا کی لعنت ہو، پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اجلا، نظر باوصف یہ کہ وہ صد ہا رسائل شائع ہوئے اور کئی پادری صاحبوں کی طرف ڈاک میں بھیجے جس کو اب ستر ہواں برس گذرتا ہے، آج تک کسی نے دم نہ مارا۔ اب بھی اگر کسی کا مخالفین دین اسلام سے حوصلہ ہے تو فقیر حقیر کا ان اللہ مباہلہ کو مستعد ہے کیونکہ اس دین متین پر یقین کامل رکھتا ہوں اور بلا ریب الاسلام یعلو و لا یعلیٰ واقع ہے۔“ (رجم الشیاطین: ۱)

اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ مخرج عقائد نوری کی اشاعت ثانی بھی ہوئی چنانچہ مولانا قصوری تحریر کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے سید امیر علی شاہ صاحب سردار بہادر لاہوری میر مجلس اسلامیہ قصور کو جن کا ارادہ دلی ہے کہ اس رسالہ شریفہ کو وقف کر کے بھی تقسیم کیا جائے۔“ (اینا)

### ۵۔ ہدیۃ الشیعتین المعروف بہ منقبت چاریار مع حسنین رضی اللہ عنہم

یہ کتاب اول قاری زبان میں شائع ہوئی اور مولانا نے اس کا تاریخی نام ”ہدیۃ الشیعتین“ (۱۲۹۰ھ) رکھا بعد ازاں آپ نے اس کا اردو ترجمہ بنام ”منقبت چاریار مع حسنین“ (۱۲۹۵ھ) کیا۔ دونوں نام تاریخی ہیں۔ اس میں شیعوں اور خوارج کے نظریات کا آیات قرآنی سے مدلل رد کیا

گیا ہے، بعض معتبر کتب شیعہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں قرآن کریم کے متعلق شیعہ محققین کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، باب اول میں صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت و شیعہ کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد شیعہ کے نظریہ کو مخالف عقل و نقل ثابت کیا گیا ہے، دوسرے باب میں آیات قرآنی سے مناقب صحابہ کا بیان ہے جبکہ تیسرا باب صحابہ کرام کے متعلق شیعہ حضرات کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے، خاتمہ کتاب میں قرآن و حدیث سے مناقب اہل بیت بیان کیے گئے ہیں۔

باب اول میں ”ذکر خیر حضرت قصوری“ کے عنوان سے مولانا نے اپنے مرشد حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضور کے مختصر حالات و کرامات بھی تحریر کیے ہیں۔

مولانا قصوری اس رسالہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں :

”رسالہ (مخرج عقائد نوری) جب نواب صاحب محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر والی کوٹلہ مالیر کی نظر سے گزرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلوایا چنانچہ فقیر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور ان کے حسن اخلاق سے وہاں پر چندے قیام رہا اس اثنا میں ”ہدیۃ الشیخین“ کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا کہ اس کی فتوح سے یہ رسالہ چھپوا کر مفت بانٹا جائے تاکہ اجر نشر علوم حقہ ہاتھ آئے پس گوجرانوالہ وزیر آباد سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسماعیل خان بنوں عیسیٰ خیل میں جانا ہوا۔ حق تعالیٰ ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی امداد سے گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہو گیا اب مسلمانوں کو بلا قیمت دی جائیں گی۔“

(ہدیۃ الشیخین: ۸ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

## ۶۔ توضیح دلائل و تصریح اسباحث فرید کوٹ

ریاست فرید کوٹ کا علاقہ فیروز پور کے وسط میں واقع اور ریاست پٹیالہ کی شمالی سرحد سے ملا ہوا ہے۔ ۱۸۷۴ء میں راجہ بکرم سنگھ اپنے والد کا جانشین ہوا۔ افغانستان کی دوسری لڑائی میں ۲۵۰ سوار اور پیادے کی جمعیت انگریز سرکار کی کمک کے لیے روانہ کی، اس سپاہ سے سرحد کو ہاٹ پر کام لیا

گیا، اس کے صلہ میں راجہ کو ”فرزند سعادت نشان حضرت قیصرہ ہند“ کا خطاب ملا۔ ۱۸۹۸ء میں آنجہانی ہوا اور اس کا بیٹا بلیر سنگھ جانشین ہوا۔ (تاریخ فرید کوٹ، جلد سوم، ص: ۶۳۲، تذکرہ رؤسائے پنجاب مترجم از ایچ ڈی کریک، جلد دوم، ص: ۷۷۹-۷۷۵ ملخصاً مطبوعہ نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس، لاہور طبع ۱۹۱۱ء)

ریاست فرید کوٹ میں غیر مقلدین حضرات نے کچھ ایسے مسائل گھڑ کر پھیلانے جس سے ریاست کی مسلم عوام میں بے چینی کی فضا پیدا ہوگئی، چنانچہ تصفیہ مسائل کے لیے راجہ بکرم سنگھ نے اپنے اہتمام سے علمائے اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان مباحثے کروائے، ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے جید علماء شریک ہوتے تھے۔ تمام مباحثوں کو اراکین ریاست ساتھ ساتھ تحریر کر کے فریقین کے دستخط کرواتے جاتے، اخیر مباحثہ کے راجہ بکرم سنگھ نے مولانا قصوری کو مدعو کیا اور ان مباحث کو یک جا ترتیب دینے کا کام سپرد کیا، چنانچہ راجہ کے حکم پر مولانا قصوری نے یہ کتاب ترتیب دی۔ اخیر کتاب میں راجہ ریاست فرید کوٹ نے اپنا فیصلہ درج کیا اور مہر بھی لگائی اور اپنے اہتمام سے زر کثیر خرچ کر کے کتاب کی اشاعت کروائی۔

یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی دستاویز ہے اور خاص کر مسئلہ تقلید میں خاصا مواد جمع کیا گیا ہے۔ کتاب کی اشاعت کے بعد غیر مقلدین حضرات نے اس پر کچھ اعتراضات کیے چنانچہ مولانا قصوری تحریر کرتے ہیں:

”بعد مباحثہ کے فقیر نے جب کتاب مباحثہ تالیف کر کے چھپوائی تھی تو اس پر میاں نور احمد نے غلطیات نکال کر ریاست میں مناظرہ کیا تھا علاوہ غلطیات کے سرغنہ ہونے مقدمہ گاؤ کشی مقام کھیم کرن کا الزام فقیر پر لگایا تھا جن میں ایک والی ریاست اہل ہنود کے یہاں سخت اتہام دے کر ناحق دشمنی کرانے میں کوشش کی تھی تو جب فقیر کی غلطیات سے حسب فیصلہ اس کے منصفوں کے بریت ہوگئی تو مقدمہ الزام گاؤ کشی میں بھی نام بردہ جھوٹا ہوا تو ریاست سے وہ قید اور جرمانے کا سزا یاب ہوا تھا۔“ (جواب اشتہار کفریت درود: ۷ مطبوعہ بمبئی پریس کو جرانوالہ)

اس کتاب پر بھی کثیر علماء کی تصدیقات و تقارین ہیں، چنانچہ مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

”(یہ رسالہ) ۶۶ علماء کبار پنجاب و ہندوستان و ڈیرہ جات کی تصدیق سے

مزین ہو کر ۱۳۰۲ ہجری مقدس میں چھپ کر شائع ہوا تھا پھر ایک دو غیر مقلدین لاہور نے جو اس پر کچھ اعتراض کیے تھے تو اس کا جواب بھی اکابر علماء کی تصحیح سے شائع ہو کر مکہ معظمہ میں گیا اور وہاں کے معتبر اور معتمد علماء کی تحسین بلیغ سے بھی مستحسن ہوا اور احباء کو فرحت و دل افروزی اور اعدا کو نکت و دل سوزی نصیب ہوئی۔“ (نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار: ۲)

## ۷۔ جواب اشتہار کفریت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

۱۲ جولائی ۱۸۹۵ء / ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ کو گوجرانوالہ میں مولوی غلام رسول قلعوی کے غیر مقلد اخلاف کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ پڑھنے کو کفر لکھا گیا۔ گوجرانوالہ میں سے چند لوگوں نے مولانا قصوری سے رابطہ کیا۔ مولانا بنفس نفیس تشریف لے گئے اور مشتہرین کو دعوت بھجوائی کہ تشریف لائیے اور اپنی تسلی تشریف کر لیجئے مگر وہ حضرات صریح انکاری ہوئے، بالآخر مولانا نے اشتہار کا جواب تحریر کیا جسے مولانا کے ایک عقیدت مند شیخ رحیم بخش نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ رسالہ کے آخر میں حافظ عبدالعلی نقشبندی صاحب کی پنجابی نظم ہے جس میں مولانا قصوری کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

## ۸۔ عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین (۱۳۰۰ھ)

یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں مطبع قادری، قصور سے مولانا فضل حق قصوری (تلمیذ مولانا قصوری) کی تصحیح کے ساتھ طبع ہوئی۔ کل صفحات ۳۲ ہیں۔ مفتی امین صاحب مرحوم نے اس کا تعارف یوں لکھا ہے:

”مسئلہ تقلید اس زمانے کے علمائے دین میں ماہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ مولانا قصوری نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پُر زور دلائل دیے ہیں“ (عقیدہ ختم نبوت، جلد اول، ص: ۱۳۲)

مفتی صاحب مرحوم نے یقینی طور پر کتاب کے نام سے قیاس کرتے ہوئے یہ تعارف تحریر کر دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب مسئلہ تقلید پر نہیں بلکہ تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں کے متعلق ایک استفتاء کا جواب ہے۔ ہم یہاں مکمل استفتاء نقل کر رہے ہیں:

”جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باری تعالیٰ کا عرش پر مکان ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاء و جوارح ہیں اور نیز یہ عقیدہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے سے بھی ذلیل ہے اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے اور جو لوگ حرف ”ضاد“ کو ”ظا“ پڑھتے ہیں یعنی ”غیر المغضوب ولا الضالین“ کو ”غیر المغضوب و لا الظالین“ پڑھتے ہیں اور جس کنوئیں میں کتا سوربلی چوہا وغیرہ مرکر گل جائے تو اس پانی کو پاک جان کر پیتے اور اس سے وضو غسل کر لیتے ہیں آیا ایسے عقیدہ والوں اور ایسے کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا ہے یا نہیں۔“ (عروۃ المقلدین: ۲)

مولانا قصوری اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں :

”ان تینوں عقیدے والوں اور دونوں کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا نہیں ہے“ (ایضاً)

اس کے بعد مولانا نے سوال میں مذکور ایک ایک عبارت کو نقل کر کے اس کا بھر پور رد کیا ہے خاص طور پر مسئلہ امتناع النظر کے متعلق مولانا تحریر کرتے ہیں :

”اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علی اخوانہ اجمعین کی مثل کے امکان کا قائل ہے وہ کفر کی طرف مائل ہے۔“ (عروۃ المقلدین: ۱۱)

مزید اپنے مرشد مولانا غلام محی الدین قصوری کا ایک شعر تحریر فرماتے ہیں۔

قد امتنع مثل النبی محمد

من قال بالامکان کان مکفراً

آخر میں علمائے کرام کی تصدیقات ہیں اور ایک ضمیمہ میں مولوی محی الدین وہابی (تاجر کتب لاہور) کی کتاب ستارہ محمدی میں احناف پر لگائے گئے اتہامات کا تحقیقی والزامی جواب دیا گیا ہے۔ کتاب کے اختتام میں اردو مثنوی ہے جس میں مباحث کتاب کالب لباب عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔



## ۹۔ ظفر المقلدین

اس کتاب کا ذکر پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور سن اشاعت ۱۳۰۲ ہجری/۱۸۸۳ء تحریر کیا ہے۔ مفتی محمد امین مرحوم لکھتے ہیں:

”یہ کتاب مولوی محی الدین لکھوی کی کتاب ”ظفر المبین“ کے جواب میں لکھی

گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیے گئے۔“ (عقیدہ ختم نبوت، جلد اول، ص: ۱۳۲)

تاحال یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔

ظفر المبین کا ایک شاندار رد حضرت مولانا محمد منصور علی صاحب نے بنام ”فتح المبین“ تحریر کیا جس پر تقریباً ۳۶۶ علمائے ہند و حرمین شریفین کی تقاریط و تصدیقات ہیں۔ فتح المبین کے صفحہ ۵۴۴ پر مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کی تصدیقی مہر موجود ہے۔

## ۱۰۔ رجم الشیاطین برداً غلو طات البراہین: [۱۳۰۳ھ]

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس کو مولانا قصوری نے اپنی کتاب ”تحقیقات دستگیر“ سے لکھی اور علمائے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کی۔ علمائے حرمین شریفین سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی، شیخ محمد صالح بن صدیق کمال، شیخ محمد سعید بن باہصل، شیخ محمد بن شیخ حسین، شیخ خلف بن ابراہیم، شیخ عثمان بن عبدالسلام، شیخ سید احمد برزنجی، شیخ محمد علی بن طاہر حسینی حنفی کی تقاریط ہیں۔ اسی کتاب کے ذریعہ سے علمائے حرمین شریفین کو فقہ قادیانیت کی اطلاع ملی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب مرزا قادیانی ملعون کو بہت کھٹکتی تھی اور وہ کہتا تھا:

”مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کے لیے مکہ

مظفر سے کفر کے فتوے منگوائے تھے۔“ (ہبیۃ الوحی: ۲۵۹، روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص: ۲۵۹)

یہ کتاب عربی مع اردو ترجمہ کے شائع ہوئی۔

## ۱۱۔ جواہر مضیہ رد نیچریہ

مولانا قصوری کو ایک شخص مٹھی خلیفہ محمد فضل الرحمن (امام جامع مسجد کنب فیروز پور) کی طرف

سے ۱۳۰۴ھ میں ایک خط موصول ہوا جس میں ترجمان نیچریت اخبار ”تہذیب الاخلاق“ ۱۵ مارچ  
الاول ۱۲۹۵ھ کے ایک مضمون کی شرعی حیثیت دریافت کی گئی۔ تہذیب الاخلاق کے متعلقہ پرچہ  
سے مضمون کی نقل بھی ہمراہ تھی۔ اس خط کے جواب میں مولانا قصوری نے یہ کتاب تحریر فرمائی اور  
مطبع گلزار محمدی، لاہور سے ۱۳۰۴ھ میں طبع کروا کر مفت تقسیم کروائی۔ اس کتاب کی وجہ تالیف کے  
متعلق مولانا قصوری خود تحریر فرماتے ہیں:

”خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی (سر سید احمد خان) نے جو اخبار ”تہذیب  
الاخلاق“ میں حدیث صحیح من تشبہ بقوم فہو منہم کو مردود لکھ کر کفار کے شعار میں  
مشابہت ہر قسم کو روا کر دیا ہے اور تفسیر القرآن میں فرضیت روزہ رمضان المبارک وحج  
بیت اللہ شریف کا منکر ہو کر، فرشتوں کے وجود اور دوزخ بہشت کے موجود ہونے کا  
بھی انکار کر کے، نماز میں استقبال قبلہ کو مشابہت پرستی کے لکھ دیا، پھر دولت مندوں  
کے واسطے بیاج لینے دینے کی حلت کا فتویٰ دے کر، سارے نبیوں کے معجزات کا منکر  
ہو کر، حضرت مسیح علی نبینا وعلیہم السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو جھوٹ مقرر کر کے آپ  
کو یوسف نجار کا بیٹا بنا دیا ہے۔ الغرض سب دینوں کو جھٹلا دیا ہے تو غیرت اسلامی کے  
رُوسے محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری نے منقول اور معقول کی  
سند سے اس کا رد لکھ کر علماء دین کی تصدیق سے موید کرا کر چھپوایا ہے کہ بلا قیمت سب کو  
دیے جائیں تاکہ بندگان خدائے عزوجل دھوکہ میں نہ آئیں راہ راست سے انحراف  
نہ پائیں اور جو نیچری ہیں وہ بھی اگر نظر انصاف سے اس مبارک رسالہ کو ملاحظہ  
فرمائیں گے تو بفضلہ تعالیٰ صراط مستقیم پر آجائیں گے۔“ (جواہر مضیہ رد نیچریہ: سرورق)

## ۱۲۔ ظہور اللمعة فی ظہر الجمعة

یہ کتاب مطبع صحافی، لاہور سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوئی، جبکہ سال تالیف ۱۳۰۴ھ ہے۔ مولانا  
قصوری اس کتاب کی وجہ تالیف تحریر فرماتے ہیں:

”موفق حقیقی عزوجل کی توفیق سے فقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری

كان اللہ نے یہ مبارک رسالہ اصلاح غلطیات رسالہ تبصرة الجمعة فی جمیع الامکنہ والا زمیہ اور نیز تفسیر محمدی و انواع محمدی حافظ محمد لکھوی کی مخالفت اہل سنت کے جواب میں تالیف کر کے علماء اہل سنت سے جو فی زمانہ مسند افتاء وغیرہ پر متمکن ہیں تصدیق کرا کرتا سید دین متین کے واسطے شائع کیا۔“ (ظہور المذہب: سرورق)

حافظ محمد لکھوی (غیر مقلد) نے اپنی تفسیر محمدی میں ظہر بعد الجمعة کا انکار کرتے ہوئے ایک فرضی رسالہ کا حوالہ دیا، جس کے بارے مولانا نبی بخش حلوانی تلمیذ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

”تفسیر سورۃ جمعہ میں ”رسالہ قصوریہ“ اپنی طرف سے فرضی نام رکھ کر ظہر بعد الجمعة کی تردید کی اور کہا کہ ایک ظالم بادشاہ نے زبردستی یہ مسئلہ کتابوں میں لکھوا دیا پس نہ رسالہ قصوریہ کا پتہ لگا اور نہ علماء نے کسی بادشاہ سے دب کر یہ مسئلہ کتب دین میں داخل کیا ہے، یہ سراسر لکھوی نے عوام کو فریب دہی سے گم راہ کیا ہے۔“ (انصار نبوی: ۱۳۰)

اس رسالہ کی اشاعت ثانی ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں پیر طریقت میاں رحمت علی صاحب گھنگ شریف نے مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی کی تصدیق سے کروائی۔ اشاعت ثانی میں بطور تہمہ مباحثہ جالندھر کا تفصیلی احوال درج ہے۔ مولانا ولی محمد ظہر احتیاطی کے قائل نہ تھے، اسی مسئلہ پر مولانا قصوری کے ساتھ ان کا مباحثہ ہوا، بالآخر یہ قرار پایا کہ فریقین مسئلہ مختلف فیہ پر اپنا فتویٰ تحریر کر کے علمائے حرین شریفین کو پیش کریں جس کا فتویٰ تصدیق ہو کر آجائے اُس کا موقف درست قرار پائے گا۔ چنانچہ مولانا قصوری نے اپنا فتویٰ بذریعہ ڈاک علمائے حرین شریفین کی خدمت میں پیش کیا جو کہ علامہ عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور مولانا نور صاحب (مدرس اول مدرسہ صوفیہ، مکتہ المکرمہ) کی تصدیق سے مزین ہو کر جمادی الآخر ۱۳۱۴ ہجری میں واپس آیا۔

### ۱۳۔ تحقیق تقدیس الوکیل

یہ رسالہ بزبان فارسی تحریر کیا جو کہ تحقیق صلوة الجمعة کے ساتھ مطبع وکٹوریہ پریس، لاہور سے شائع ہوا، اس رسالہ میں مولانا نے بڑی تحقیق سے تقدیس الوہیت کو بیان کیا اور ابن تیمیہ اور اس کے مویدین و مقلدین کی بے راہ روی کو واضح کیا ہے۔

رسالہ کے آخر میں جملہ مباحث کتاب کا خلاصہ اردو نظم میں پیش کیا ہے، اخیر رسالہ میں بطور ضمیمہ مولوی حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کے ساتھ مباحث کی تفصیلات درج ہیں اور حافظ محمد لکھوی (غیر مقلد) نے مولانا قصوری کے دلائل سے عاجز آ کر آپ کے موقف کو قبول کرتے ہوئے دستخط ثبت کر دیے اور یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اسی موقف کے مطابق اپنی تفسیر محمدی میں بھی تبدیلی کر دے گا۔ رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کی اشاعت کے بعد مولوی حافظ محمد لکھوی کے بیٹے نے مولانا قصوری کو خط میں لکھا کہ مباحثہ فیروز پور میں تم نے اقرار فوق العرش لکھ دیا تھا اور مجمع عام میں اس موقف کو تسلیم کیا تھا اب ہمارے والد پر کیوں جھوٹا افترا قائم کیا۔ مولانا قصوری نے اس سفید جھوٹ کے ازالہ کی خاطر مباحثہ میں موجود علمائے کرام و معززین علاقہ سے تصدیقات حاصل کر کے تفسیر نبوی کی جلد ۱۴ کے صفحہ ۱۱ پر شائع کروایا۔ اس کا ذکر مولانا قصوری نے اباحت فرید کوٹ میں بھی کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

” (مولوی محی الدین لکھوی) اگرچہ واقعہ ۱۲۸۹ ہجری مقدمہ شہر فیروز پور میں بشمول اپنے والد ماجد اور دونوں چچا کے ایک بھاری مجمع خاص و عام میں مان گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جوارح اور مکان سے پاک ہے، یہ دو وجہ استواء وغیرہ اعضاء و جوارح و مکان نہیں ہے، صفات تشابہات ہیں مگر پھر اس کیفیت واقعی کے چھپنے سے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ناراض ہو کر رقعہ انکاری لکھا تھا جس کے جواب میں فقیر نے محضر نامہ چھپوا کر مشتہر کرایا۔“ (اباحت فرید کوٹ: ۴۱)

رسالہ کے اخیر میں علمائے قصور و فیروز پور اور بہاول پور کی تصدیقات ہیں، علمائے لاہور سے مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا غلام احمد اور علمائے امرتسر سے مولانا حبیب اللہ پٹاوری، قاری عبدالعلی دہلوی، مولانا احمد یار اور مولانا قدرت اللہ حسنی دہلوی کی تقاریر درج ہیں۔

### ۱۴۔ تحقیقات دستگیر یہ فی رد ہنوات براہمیہ: [۱۳۰۱ھ]

مولانا قصوری کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں سب سے پہلے جامع و مبسوط کتاب تحریر کی۔ اس کتاب میں علمائے ہند بالخصوص علمائے لاہور و امرتسر کی تصدیقات موجود ہیں۔ مولوی اللہ وسایا دیوبندی نے اس کو رد قادیانیت پر سب سے پہلی تحریری جدوجہد

اور نقش اول قرار دیا ہے۔ (احساب قادیانیت، ج ۱۰، ص: ۴۳۹)

اس کتاب کا کوئی مطبوعہ نسخہ تا حال دستیاب نہیں ہو سکا اور ممکن ہے کہ اس کی اشاعت نہ ہوئی ہو چونکہ مولانا قصوری نے اس کا عربی زبان میں خلاصہ بنام ”رجم الشیاطین“ کیا اور علمائے حریمین شریفین سے تصدیقات حاصل کر کے اردو و عربی دونوں زبانوں میں شائع کروایا نیز اسی رسالہ (رجم الشیاطین) کے اخیر میں ہی علمائے پنجاب کی تقاریظ کو نقل کر دیا جو کہ تحقیقات دستگیر یہ پر لکھوائی تھیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”فقیر کاتب الحروف نے اول جو اردو میں رسالہ بنام تحقیقات دستگیر یہ فی رد ہفتوات براہینیہ“ لکھ کر مشاہیر علماء پنجاب وغیرہ کو ملاحظہ کرایا تھا جس پر ان حضرات نے تقاریظ لکھی تھیں، ہر چند پھر اس کے اکثر مضامین کو لباس عربی پہنا کر حریمین شریفین بھیجا گیا تھا جو ہاں کے مفتیان عظام و مدرسان کرام وغیرہم کی تصدیق و تعریف سے مزین ہوا..... اور یہ امر موجب اس کے زیادہ اعتبار و اسناد کا ہوا، مگر تاہم ان تقاریظ علماء وغیرہ کا بھی یہاں پر درج کر دینا مناسب نظر آیا۔“ (رجم الشیاطین: ۶۸-۶۷)

ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ (کراچی) نے عقیدہ ختم نبوت کی جلد اول اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (ملتان) نے احساب قادیانیت کی جلد دہم میں رجم الشیاطین کے اردو ترجمہ کو ہی ”تحقیقات دستگیر یہ فی رد ہفتوات براہینیہ“ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

## ۱۵۔ کشف الستور عن طواف القبور (۱۳۲۱ھ)

یکم صفر ۱۳۰۵ھ / ۱۸ اکتوبر ۱۸۸۷ء میں ریاست اسلامیہ بہاول پور میں مولانا عبدالرحمن خیر پوری نے ایک فتویٰ جاری کیا جس میں طواف قبر کو جائز قرار دیا۔ بہاول پور کے عمائدین اور مولانا قصوری کے مخلص احباب نے یہ فتویٰ مولانا کو بھیجا اور تصدیق و تردید کے خواستگار ہوئے۔ چنانچہ ان احباب کے اصرار پر مولانا نے یہ رسالہ ترتیب دیا اور علماء سے تصدیقات حاصل کیں۔ مقامی علمائے مصدقین میں مفتی غلام محمد بگوی (امام مسجد شاہی، لاہور) حافظ غلام مصطفیٰ قصوری، سید غلام حسین قصوری (داماد حضرت صاحبزادہ عبدالرزاق قصوری)، مفتی محمد عبداللہ

ٹونکی، مولانا خیر محمد بہاؤ پوری، سید محمد زمان شاہ قصوری خیر پوری نمایاں ہیں۔

علمائے حرمین شریفین میں سے مفتی محمد صالح حنفی مکی، مفتی محمد سعید باہصیل شافعی، مفتی محمد بن حسین مالکی اور مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی کے فتاویٰ دربارہٴ حرمت طواف قبور بھی شامل ہیں۔ مولوی غلام رسول حنفی (ساکن عادل گڑھ) نے قطعات تاریخ طباعت تحریر کیے۔

## ۱۶۔ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار

اس رسالہ کی وجہ تالیف کے بارے مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

”حمد و صلوة کے بعد واضح ہو کہ ایک آٹھ ورقہ اشتہار سوالات منجانب عبدالوہاب معرفت محمد دین عرف چٹو پٹولی لاہوری کے مطبوعہ دیکھنے میں آیا جن کا جواب سائل نے قسمیں دے کر تمام علماء اسلام سے طلب کیا ہے“ (نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار: مطبوعہ مطبع صحافی، لاہور)

سائل نے تقلید شخصی، فقہ حنفی، امام اعظم کی علمی لیاقت و استعداد، محدث کامل کی شرائط، شریعت و طریقت، طواف قبور و سجدہ قبور و تقبیل قبور و چراغ کا حکم، مجلس میلاد شریف، کرامات غوثیہ کے متعلق ستائیس (۲۷) سوالات پر مشتمل پرچہ شائع کیا تھا۔ مولانا نے حاشیہ میں ایک ایک سوال نقل کر کے تفصیلی جواب تحریر کیا۔ رسالہ کے کل صفحات چالیس (۴۰) ہیں۔ شعبان ۱۳۰۵ھ میں مطبع صحافی لاہور سے طبع ہوا۔

## ۱۷۔ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و الخلیل (عربی۔ اردو)

مولانا عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمہ کی کتاب ”انوار ساطعہ“ (۱) کے رد میں مولوی خلیل انبیٹھوی نے ”براہین قاطعہ“ تحریر کی، اس کتاب میں خلیل انبیٹھوی نے عقائد اہل سنت سے کھلا انحراف کیا اور علمائے اہل سنت پر خوب سب و شتم کی۔ مولانا قصوری کے خلیل انبیٹھوی سے دوستانہ مراسم تھے۔ مولانا قصوری کی کتاب ”ابحاث فرید کوٹ“ پر مولوی خلیل انبیٹھوی کی تصدیقی مہر بھی

(۱) یہ کتاب ہمارے شریک کار مولانا محمد افروز قادری چہ یا کوٹی کی تسہیل و ترتیب اور تخریج و تحقیق کے ساتھ پاک و ہند کے کئی معروف مکتبوں سے شائع ہو کر عام و تمام ہو چکی ہے۔ فقیر قادری



موجود ہے۔ ”براہین قاطعہ“ کی تحریر سے مولانا قصوری کو سخت صدمہ ہوا، بنفس نفیس بہاول پور پہنچے اور خلیل انیسوی سے ملاقات کر کے اصلاح احوال کی سعی فرمائی مگر انیسوی صاحب کی ہٹ دھرمی پر نہایت حیران ہوئے۔ ناچار عوام کو خلیل انیسوی کے عقائد باطلہ سے مطلع کرنے کے لیے شوال ۱۳۰۶ھ / مئی ۱۸۸۹ء میں بہاولپور میں ایک مناظرہ کا اہتمام کیا، والی ریاست بہاولپور کے مرشد گرامی شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ (چاچڑاں شریف) حکم قرار پائے۔ فریقین کی طرف سے چھ چھ علما شامل ہوئے۔ مناظرہ میں خلیل انیسوی کو شکست فاش ہوئی اور حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے عقائد ان وہابی علما سے ملتے ہیں جو اس برصغیر میں اعتقادی خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد مولوی خلیل انیسوی کو ریاست بہاولپور سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔

مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی (شاگرد مولانا قصوری) لکھتے ہیں کہ نواب صاحب آف بہاولپور نے مولف براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد انیسوی) کے بھاگ جانے کے بعد فرمایا :  
 ”اگر یہ شخص ہندوستان کی پیدائش نہ ہوتا تو میں اس کو آگ میں جلوادیتا تا ہم ریاست سے نکالا گیا اور فرمایا کہ ہماری ریاست میں آئندہ کبھی نہ آئے۔“

(انتصار نبوی فی اظہار تفریط افراط لکھوی: ۱۳۹)

مولانا قصوری ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو اثنائے راہ کتاب کا عربی ترجمہ کر دیا اور علمائے حرمین شریفین سے اس پر تصدیقات لیں۔ شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر کی علیہ الرحمۃ نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور تحریر فرمایا:

”میں جناب مولوی رشید کو ”رشید“ سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور

ہی نکلے“ (تقدیس الوکیل: ۳۰۷)

بعض دیوبندی حضرات یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ علمائے حرمین اردو نہیں جانتے تھے اور انہوں نے بس مولانا قصوری کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے تصدیق کر دی جبکہ یہ بات سراسر حقائق کے منافی ہے۔ تقدیس الوکیل کے مؤیدین و مصدقین میں گنگوہی صاحب کے پیرو مرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے علاوہ علامہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر کی بھی شامل ہیں۔ یہ حضرات تو اردو

سے اچھی واقفیت رکھتے تھے۔

عرب علما میں سے مفتی محمد صالح کمال حنفی مکی نے اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا:

و حکم صاحب البراہین مع المؤیدین والمقرظین حکم المتزندیقین  
بیقین کما صرحت بہ کتب الفقہاء والمحدثین نعوذ باللہ مما یوجب  
الخزى والندامة و یورث الحرۃ و سواد الوجہ فی عرصات القیمة  
انزہ ربی عن مقالۃ کاذبۃ کفور بما سمی براہین قاطعہ و ما حکمہ فی  
ذا سوی ضربۃ امری بسیف لہ فی الحق انوار ساطعۃ .

”یقیناً حکم صاحب براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے حکم  
زندقیوں کا ہے چنانچہ فقہاء و محدثین کی کتابوں میں اس پر تصریح ہے۔ ہم حق تعالیٰ سے  
پناہ مانگتے ہیں اس سے جو سبب ہوندا مت اور رسوائی کا اور موجب ہوا فسوس اور رو  
سیاہی کا قیامت کے دن میں۔“

میں اپنے رب کو پاک جانتا ہوں دروغ گو نا شکرے کی گفتگو سے جس نے اپنی  
کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا ہے اور اس کا حکم سوا اس کے اور کچھ نہیں (یعنی اسلامی  
حکومت میں) کہ جلاد اس کے بدن سے گردن کاٹ دے تاکہ کج رو جاہلوں کے لیے  
عبرت ہو۔“ (تقدیس الوکیل: ۲۸۱)

مفتی محمد سعید باصیل شافعی مکی نے فرمایا:

و اما صاحب البراہین والمؤیدین لہ فہم اشبہ بالشیاطین و اہل  
الزیغ والزندقة ان لم یكونوا کفاراً یقین .

”صاحب براہین اور اس کے مؤیدین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطانوں اور

اہل زیغ و زندیقوں سے ہیں۔“

مفتی محمد عابد حسین مالکی مکی، مفتی خلف بن ابراہیم حنبلی مکی نے اپنی تقریظ میں مولانا قصوری کی  
خوب تحسین فرمائی، مفتی عثمان بن عبدالسلام حنفی مدنی صاحب نے فرمایا:

فلعمری انه لعمیق الفوص فی لحجج الضلاک مستحق الخزی من  
ذی الملکوت والجلال و لله در صاحب هذا الرد فانه قد افاد و  
اجاد بلغه الله غایة المراد و جزاءه خیر الجزاء الاوفی .

”مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گم راہی کے دریاوں میں گہرے  
خوٹے لگا کر حق تعالیٰ سے سخت رسوائی کا ہے اور اس تردید کے مؤلف کی نیکی کو خدا ہی  
جانتا ہے بے شک اس نے عمدہ قاعدہ دیا اور اچھا بیان کیا ہے خدا تعالیٰ اس کو نہایت  
مراد تک پہنائے اور بہت پورا اچھا بدلہ دے۔“

اس کتاب کی مشہور دیوبندی مولوی اللہ وسایا نے بھی تحسین کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:  
”مشہور صوفی بے مثال عالم دین کتب کثیرہ کے مصنف سنیوں کے مناظر بے  
بدل خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں؟ آپ کی کتاب تقدیس  
الوکیل رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔“ (تذکرہ مجددین ختم نبوت، ص: ۱۳۰ عالمی مجلس تحفظ ختم  
نبوت، طبع دوم ۲۰۰۸ء)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے تقدیس الوکیل پر  
دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (مناظر بریلویت، جلد اول، ص: ۲۳۹)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تقدیس الوکیل کی اشاعت ہی حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی معاونت  
سے ہوئی، چنانچہ تقدیس الوکیل مطبوعہ ۱۳۶۴ ہجری / ۱۸۹۶ عیسوی کے سرورق پر تحریر ہے:  
”بامداد حضرت صاحب سجادہ چاچا اہل شریف مدینتی پریس قصور میں چھپی“

ڈاکٹر خالد محمود نے مطالعہ بریلویت میں بار بار بلا حوالہ کہا ہے کہ مناظرہ کی قائل خواجہ غلام  
فرید صاحب کے پاس تھی اور انہوں نے تازیت کسی کو نہ دی۔ تقدیس الوکیل کا بامداد حضرت خواجہ  
غلام فرید شائع ہونا ڈاکٹر خالد محمود کے جھوٹ کو ظاہر کر رہا ہے۔ حرید یہ کہ اسی اشاعت کے سرورق  
پر تحریر ہے کہ مولانا قصوری نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی تجویز سے فتویٰ شائع کروایا کہ  
مؤلف براہین قاطعہ مع اپنے معاونین کے وہابی ہے اور اہل سنت سے خارج ہیں۔

مولوی عاشق الہی میرٹھی دیوبندی نے اکابر پرستی کی دُمن میں مست ہو کر اپنی کتاب تذکرہ

انجلیل میں مناظرین اہل سنت و حکم مناظرہ خواجہ غلام فرید صاحب کی تنقیصِ شان کی ہے اور ان کو کم علم، جاہل اور طرح طرح کے القابات سے ذکر کیا ہے یونہی ڈاکٹر خالد محمود نے مطالعہ بریلویت میں کمال تعصب کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

”مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولانا سہارنپوری کے سامنے آنے کی ہمت نہ کی

تھی اپنی طرف سے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا تھا۔“

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قصوری برابر مجلس مناظرہ میں موجود رہے اور مولف براہین قاطعہ کے ساتھ تحریری مناظرہ میں دلائل و براہین سے خوب مقابلہ کیا۔ اگر بالمشافہ مناظرہ کا آغاز علمائے اہل سنت سے مولانا سلطان محمود تلپہری نے کیا تو ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے اسے کم ہمتی و کم علمی پر مستدل جانا، اگر یہی طرز استدلال ہے تو ہم آپ کو ایک اور مجلس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جہاں سے دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات کا جواب دینے سے راہ فرار ہی میں عافیت جانی ہو یہ مجلس دہلی کی ہے اور صدر مجلس علوم ظاہر و باطن کے جامع حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی ہیں، اہل سنت کی طرف سے پیر گلاب شاہ قصوری جو کہ مولانا قصوری کے عقیدت مندوں سے ہیں اور علمی لحاظ سے زیادہ ممتاز بھی نہیں لیکن مد مقابل امت دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی ہیں۔ مجلس میں دارالعلوم دیوبند کی خدمات پر بات جاری تھی کہ پیر سید گلاب شاہ صاحب جیب سے مختصر رسالہ نکال کر حضرت شاہ ابوالخیر صاحب سے عرض کرتے ہیں:

”حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جارہی ہے ہ مولوی خلیل احمد براہین

قاطعہ کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں:

”آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیسی کے لیے کھڑا

ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنھیا کے جنم کی۔“

اس ناشائستہ عبارت کو سن کر شاہ صاحب کو بڑا ملال ہوا، آپ نے فرمایا:

”افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بُری

تشبیہ دیتے اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں۔“  
ابھی اسی عبارت پر گفتگو جاری تھی کہ پیر سید گلاب شاہ نے اسی رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۷۷ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا:

”دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب ہے  
اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر و بلکہ  
ہر طبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“  
یہ سن کر شاہ صاحب نے مولوی اشرف علی تھانوی سے کہا:

”کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس  
کے خلاف کیوں کیا!۔“

مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی  
ہے۔ شاہ صاحب ابوالخیر دہلوی نے جواباً ارشاد کیا:

”تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گم راہ ہوئے ہم دوسرے رسالہ کو لے  
کر کیا کریں!۔“

اسی اثنا میں نماز کا وقت ہو گیا، آپ نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ گئے، بعد فراغت نماز آپ  
نے مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے ساتھ حافظ احمد کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مولوی  
صاحبان فرار ہو چکے تھے (بزم خیر از زید در جواب بزم جمید: ۱۲-۸ ملخصاً مطبوعہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چٹلی  
قبر، دہلی)

اب کہیے جناب اگر براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات درست تھیں تو مولوی اشرف  
علی تھانوی صاحب مع اپنے رفیق کے مجلس سے فرار کیوں ہو گئے!۔

## ۱۸۔ فتح الرحمانی بہ دفع کید کا دیانی [۱۳۱۵ھ]

یہ رسالہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں مولانا مشتاق احمد خنی چشتی کے رسالہ ”القریر الفصح فی تحقیق  
نزول المسح“ کے ہمراہ لدھیانہ سے شائع ہوا۔ یہ رسالہ مولانا قصوری نے قادیانیت کی طرف سے

شائع ہونے والے ایک اشتہار بنام ”اشتہار صداقت آثار“ از مرزا حکیم رحمت اللہ مطبوعہ لودھیانہ کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس اشتہار کے متعلق مولانا قصوری تحریر فرماتے ہیں:

”جس میں بڑے زور و شور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر ”اشتہار صداقت آثار“ لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید از لہ اوہام قادیانی کے از سر تا پا محض کذب و افتراء سے کارروائی کی ہے چونکہ اس اشتہار میں اولاً و اصلاً علامہ تیسر و لودھیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعض بہانوں پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ / ۱۶ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لودھیانہ میں وارد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لودھیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افترا پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ ”انجام آئتم“ کو پہنچانا لازم ہے تاکہ ان کی واقعی تکلیت اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کا کذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللہ عوا لمعادی“ (فتح رحمانی بیخ کید قادیانی: مطبوعہ مطبع احمدی، لودھیانہ)

اس کتاب کی ایک تاریخی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی بیشتر تصانیف میں مولانا قصوری کے متعلق جھوٹ باعدها:

”مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب ”فتح رحمانی“ میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے۔“ (لیکچر، لاہور: ۱۹۷۷ء، روحانی خزائن، جلد ۲۰، ص: ۱۹۳)

ایک جگہ یوں لکھا:

”مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسلمعلیل علی گڑھ والے



نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔“ (ضمیمہ تحفہ گولڈویہ: ۹، روحانی خزائن، ج ۱، ص: ۲۵)

مرزا قادیانی نے اپنی دیگر کتب میں بھی بارہا اس کا ذکر کیا اور اس کے حواریوں نے بھی بہت پروپیگنڈہ کیا مگر آج تک مرزا اور اس کی ذریت اپنے اس دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکی۔ ’فتح رحمانی‘ میں کہیں بھی ان الفاظ سے دعا نہیں ملتی ”دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے“۔ البتہ مولانا قصوری کی دعا کے یہ الفاظ ضرور موجود ہیں:

”اللہم یا ذا الجلال والاكرام یا مالك الملك جیسا کہ تُو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف ”مجمع بحار الانوار“ کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان اللہ سے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو تو بہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا قطع دابر القوم الذین ظلموا . والحمد لله رب العلمین انک علی کل شیء قدیر وبالاجابة جدیر . امین“ (فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی: ۲۶ مطبوعہ مطبع لودیانہ)

## ۱۹۔ اقامہ البرہان فی رد من قال بتحریف القرآن المعروف بہ تحریف قرآن کا جواب [۱۳۰۲ھ]

یہ رسالہ ۱۲ صفحات سن ۱۳۰۲ ہجری/۱۸۸۳ء میں ایک پادری کے رسالہ ”تحریف القرآن“ کے رد میں تحریر فرمایا، پادری نے اپنے رسالہ میں لکھا:

”محمدی دعویٰ کرتے ہیں کہ انجیل تبدیل ہو گئی ہے اور ہمارا قرآن صحیح اور درست ہے مگر جب ہم پوچھتے ہیں کہ کس وقت انجیل کی تبدیلی ہوئی اور کن لوگوں نے اس کو تبدیل کیا اور ان کا مطلب کیا تھا اور کون سی باتیں ہیں جو پہلے اور طرح تھیں اب اس طرح بدل گئیں اور اصل انجیل کہاں ہے۔“ (تحریف القرآن کا جواب: ۲)

مولانا قصوری نے اس رسالہ میں نصاریٰ محققین کی کتب سے انجیل کی تحریف ثابت کی اور قرآن کریم پر پادری کے اعتراضات کا نہایت تحقیق سے جواب دیا۔

مولانا محمود قادری کانپوری نے اس رسالہ کا سن اشاعت ۱۸۷۸ء تحریر کیا ہے۔ (تذکرہ علماء اہل سنت: ۲۰۶ مطبوعہ فیصل آباد)

جو کہ درست نہیں کیونکہ ۱۸۷۸ء سے سال ہجری ۱۲۹۵ بنتا ہے جبکہ رسالہ کا سن تالیف ۱۳۰۲ ہجری/۱۸۸۳ء ہے۔

ہمارے پیش نظر نسخہ مطبع رفاہ عام، لاہور کا شائع کردہ ہے جو کہ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں انجمن حمایت اسلام، لاہور کے اہتمام سے شائع ہوا۔

## ۲۰۔ تصدیق المرام بتکذیب قادیانی و لیکھرام

اس کتاب کے متعلق مولانا اپنی کتاب ”فتحِ رحمانی بہ دفع کیدِ قادیانی“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر نے رمضان المبارک میں ۶ء (قادیانی) کے اشتہار کی تردید میں بہت

سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہینِ انبیاء

کرام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز وہ تمام

مضمون ایک کتاب موسوم بنام ”تصدیق المرام بتکذیب قادیانی و لیکھرام“ میں شائع

ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعویٰ نبوت و

توہینِ انبیاء کے ہر گز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور“ (فتح

رحمانی بہ دفع کیدِ قادیانی: ۳ مطبوعہ مطبع احمدی لدھیانہ)

مزید انوارِ ساطعہ پر تقریظ میں رقم فرماتے ہیں:

”فقیر امرت سر میں مقیم ایک آریا پنڈت کے رسالہ ”تکذیب براہین احمدیہ“

کے بہتانات و ہدیانات کا جواب لکھ رہا ہے۔ طبیعت کا پورا لگاؤ جھکاؤ ابھی اسی طرف

ہے۔“

## ۲۱۔ جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ

تحفہ رسولیہ خصائص و مناقب و معجزات نبی کریم ﷺ پر مولانا غلام محی الدین قصوری نقشبندی دائم الحضور کی فارسی نظم ہے۔ مطبع محمدی، لاہور سے طبع ہوئی۔ مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے تحفہ رسولیہ کے ۷۲ شعروں پر مشتمل حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ کا اردو ترجمہ ”مرآة الجمال“ کے نام سے کیا جو کہ ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ (ملفوظات شریفہ حضرت غلام محی الدین قصوری۔ حواشی اقبال مجددی۔ صفحہ: ۶۶ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

مولانا غلام محی الدین قصوری صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے صاحبزادہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے ایک سال قبل ہی ان کا نام، کنیت، عمر، اشغال زندگی، حلیہ اور دیگر کوائف اور حالات زندگی ”تحفہ رسولیہ“ میں ایک طویل نظم میں بیان فرما دیے تھے۔ یہ کتاب ۱۲۳۲ھ میں چھپی، جبکہ صاحبزادہ عبدالرسول کا سال پیدائش ۱۲۳۵ھ ہے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور: ۱۳۲)

مولانا قصوری نے ہدیۃ الشیعتین، صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب ”جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ“ تحریر کی ہے۔

مولانا قصوری کے مرشد ثانی حضرت غلام نبی احمدی لٹھی اپنے خلیفہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی (خانقاہ بیر بل شریف، سرگودھا) کو رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۳ء کے نام ایک مکتوب میں ان جوابات کی تحسین فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تحفہ رسولیہ شریفہ کے اشعار پر کسی نے تعصب سے اعتراضات لکھ کر مطبوعہ نسخہ کے ساتھ لگا دیے ہیں۔ مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خوب جوابات لکھے ہیں جو سننے کے لائق ہیں۔ (مکتوبات اعلیٰ حضرت لٹھی دفتر اول حصہ سوم، ص: ۲۸۲ مطبوعہ زاویہ پبلشرز، لاہور)

مولانا قصوری کے جوابات تحفہ رسولیہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے مقدمہ و حاشیہ میں شائع ہوئے۔

## ۲۲۔ استفتاء متعلقہ مسجد ستیہ والا تحصیل فیروز پور

اس رسالہ کا ذکر ہمیں تذکار بگویہ کی جلد اول اور مطالعہ بریلوئیٹ کی جلد دوم میں ملا۔ تا حال یہ

رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ مذکورہ بالا دونوں کتب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ مولانا قصوری نے ایک فتویٰ بجواب استفتاء مسجد ستیہ والا تحصیل فیروز پور کے بھی تحریر کیا تھا جس کے ۱۶ صفحات ہیں اور اس پر مفتی غلام محمد بگوی، مولانا نور احمد لاہوری وغیرہ کے تصدیقی دستخط ہیں۔ (تذکار بگویہ جلد اول صفحہ ۱۳۲)

## مزید تصانیف

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اپنی تصانیف میں چند مزید کتب تحریر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن شاید انہیں اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا موقع نہ ملا۔ رسالہ عروۃ المقلدین کے صفحہ ۲۳ پر دررہبیہ اور روضہ ندیہ کے رد میں کتاب تحریر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، یونہی اسی رسالہ کے صفحہ ۲۵ پر فقہ الحدیث کے رد میں کتاب تحریر کرنے کا ارادہ ملتا ہے۔ مخرج عقائد نوری کے صفحہ ۵۹ پر مضامین قرآن پر کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

رجم الشیاطین کے آخر میں مولانا قصوری لکھتے ہیں:

”عن قریب اس کا دوسرا حصہ فتح اسلام و توضیح المرام و ازالۃ الاوہام کی بعض

سخت قباحتوں کی تردید جن کا ذکر اوپر گزر رہا ہے، شائع ہوگا۔“ (رجم الشیاطین: ۷۲)

عزت و ناموس صحابہ کے تحفظ کے متعلق مولانا قصوری نے ایک فتویٰ بانس بریلی کے قیام میں لکھا تھا مگر اس کی نقل محفوظ نہ ہو سکی، چنانچہ مولانا قصوری فرماتے ہیں:

”فقیر نے اس باب (یعنی صحابہ کرام کو فاسق کہنا خلاف ایمان ہے) میں ایک فتویٰ

مدل بانس بریلی میں لکھا تھا وہاں کے علماء نے بہت پسند کر کے مہریں کی تھیں اگر اس کی

نقل آتی تو اس رسالہ کے پیچھے چھپ جاتی۔“ (ہدیۃ الشیخین: ۶۵ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

مولانا قصوری نے ایک فتویٰ طلاق ثلاثہ کے متعلق بھی تحریر کیا تھا جس کا ذکر ہمیں تفسیر نبوی

کے ان اشعار میں ملتا ہے، چنانچہ مولانا حلوائی طلاق ثلاثہ پر گفتگو کرتے ہوئے وہابیہ غیر مقلدین

اور مرزائی حضرات کا نظریہ بیان کر کے لکھتے ہیں:

سن عارف نوری مرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب صدق صوری

مولانا تے مرشد ہادی حضرت صاحب قصوری

لہٰذا ہاں ڈا ہڈا واضح کر کے لکھیا فتویٰ کان نثارے

گمراہاں دا لکھ نہ چھوڑیا اوس فتوے وچہ پیارے

(تفسیر نبوی، جلد اول، صفحہ: ۲۵۷)

مولانا قصوری نے براہین قاطعہ کے باطل مضامین کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں:

”براہین کے اقوال مردودہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور علماء پنجاب کی خدمت میں پیش کر کے مشاہیر علماء لاہور و امرتسر سے تصدیق کرایا پھر ابتداءے رمضان المبارک میں حسب الطلب ریاست بہاول پور کے فقیر مناظرہ کے لیے وارد بہاول پور ہوا۔“ (تقدیس الوکیل: ۱۰)



## ماخذ و مراجع (مقدمہ رسائل قصوری)

- ۱۔ مفتی غلام دیکگیر قصوری، ایچاٹ فرید کوٹ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور
- ۲۔ مفتی غلام سرور لاہوری، حدیث الاولیاء، مطبع نامی فنی نول کشور، لاہور
- ۳۔ پیر سید طاہر مشتاق شاہ صاحب، انوار دائم الحضور، درگاہ معلیٰ حضرت دائم الحضور، دھول شریف کمالیہ
- ۴۔ حمید اللہ ہاشمی، سید وادث شاہ، مجلس پنجابی ادب، فیصل آباد
- ۵۔ پروفیسر عبدالرسول للہی، مکتوبات اعلیٰ حضرت للہی، زاویہ پبلشرز لاہور
- ۶۔ مولانا محی الدین قصوری، ملفوظات شریفہ (مترجم/مبشر: اقبال فاروقی / پروفیسر اقبال مجددی) مکتبہ نبویہ لاہور
- ۷۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی، تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند، پروگریسو بکس، لاہور
- ۸۔ مولانا نبی بخش حلوانی، شمول الوہابیہ فی سلک النجہ یہ مع انتصار نبوی و اظہار تفریط افراط لکھوی، مطبع فنی فخر الدین، لاہور
- ۹۔ مفتی غلام دیکگیر قصوری، ہدیۃ المؤمنین، مطبع محمدی لاہور
- ۱۰۔ مولانا امام الدین کھوکھی، مقامات طہن (مترجم: سید احمد سعید ہمدانی) فالکن پرنٹنگ پریس، اردو بازار، لاہور
- ۱۱۔ مولانا غلام مہر علی گولڑوی، ایواقت الہم یہ، مکتبہ مہر یہ چشتیاں
- ۱۲۔ مولانا نبی بخش حلوانی، تفسیر نبوی (پنجابی) جلد اول، مطبع کریمی شمیم پریس لاہور

- ۱۳ - پیرزادہ اقبال فاروقی، تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور، مکتبہ نبویہ، لاہور
- ۱۴ - کنیہا لال، تاریخ لاہور، مطبع و کٹوریہ پریس لاہور
- ۱۵ - مفتی غلام دستگیر قصوری، مخرج عقائد نوری، مطبع سوسائٹی بریلی
- ۱۶ - پیر غلام دستگیر نامی، تاریخ جلیلہ
- ۱۷ - عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، مکتبہ قادریہ لاہور
- ۱۸ - مفتی غلام دستگیر قصوری، تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، مطبع صدیقی قصور
- ۱۹ - تذکرۃ المناظرین، دارالنوادیر، اردو بازار، لاہور
- ۲۰ - ڈاکٹر لاجوئی رام کرشن، پنجابی دے صوفی شاعر، مجلس شاہ حسین لاہور
- ۲۱ - قادیانیت اپنے آئینے میں، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
- ۲۲ - امام احمد رضا خان بریلوی، سخن السبوح عن عیب کذب مقبوح (مشمولہ فتاویٰ رضویہ مخرجہ)
- ۲۳ - امام احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ مخرجہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور
- ۲۴ - مفتی غلام دستگیر قصوری، عروۃ المقلدین بالہام القوی المسبین، مطبع قادری، قصور
- ۲۵ - مفتی غلام دستگیر قصوری، جواہر مضیہ رد نیچریہ، مطبع گلزار محمدی لاہور
- ۲۶ - مفتی غلام دستگیر قصوری، رجم الشیاطین بردا غلوطات البراہین، مجلس اسلامیہ، قصور
- ۲۷ - سرسید احمد خان، تہذیب الاخلاق پرچہ بابت ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ ہجری
- ۲۸ - پیرزادہ اقبال فاروقی، صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور
- ۲۹ - مولانا غلام مصطفیٰ صدیقی، تحفہ رسالیہ مترجم
- ۳۰ - ماہ نامہ جام نور، اپریل ۲۰۱۳ء
- ۳۱ - ڈاکٹر اے ایس ہمدانی، ہم اور ہمارے اسلاف مطبوعہ کلاسیک، شاہراہ قائد اعظم لاہور
- ۳۲ - اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، مکتبہ رحمانیہ لاہور
- ۳۳ - سید نذیر حسین دہلوی، مکاتیب نذیریہ، محبوب المطالع برقی پرنٹنگ ورکس، دہلی
- ۳۴ - مفتی غلام دستگیر قصوری، عمدۃ البیان فی اعلان مناقب العمان، مطبع مصطفائی امیر الدین لاہور
- ۳۵ - مفتی غلام دستگیر قصوری، تحفہ دستگیر بہ جواب اثناء عشریہ، مطبع مصطفائی لاہور
- ۳۶ - حکیم محمد موسیٰ امرتسری، تذکرہ علمائے امرتسر، دانی پبلی کیشنز لاہور
- ۳۷ - مفتی غلام دستگیر قصوری، تحقیق صلوة الجمعہ، مطبع و کٹوریہ پریس لاہور



- ۳۸۔ ایچ ڈی کریک، تذکرہ رؤسائے پنجاب، جلد دوم، مطبع نول کشور، لاہور
- ۳۹۔ مفتی غلام دہگیر قصوری، جواب اشتہار کفریت درود۔ بمبئی پریس گوجراں والا/ دارالاسلام، لاہور
- ۴۰۔ مفتی غلام دہگیر قصوری، نصرۃ البرار فی جواب الاشتہار، مطبع صحافی لاہور
- ۴۱۔ مفتی محمد امین عطاری، عقیدہ ختم نبوت جلد اول، ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ، کراچی
- ۴۲۔ مولانا منصور علی، فتح المبین مع تنبیہ الوہابیین، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور (عکسی اشاعت)
- ۴۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ہدیۃ الوحی، مطبع میگزین قادیان
- ۴۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن جلد ۲۲
- ۴۵۔ مفتی غلام دہگیر قصوری، ظہور اللعہ فی ظہر الجمعہ، مطبع صحافی لاہور/ میاں رحمت علی گھنگ شریف
- ۴۶۔ مفتی غلام دہگیر قصوری، تحقیق تقدیس الوکیل مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور
- ۴۷۔ مولوی اللہ وسایا، احتساب قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان
- ۴۸۔ مولوی اللہ وسایا، تذکرہ مجاہدین ختم نبوت
- ۴۹۔ مولوی خلیل احمد انیسوی، براہین قاطعہ مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- ۵۰۔ ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹری، مطالعہ بریلویت مطبوعہ حافظی بک ڈپو، دیوبند
- ۵۱۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی، بزم خیر از زید در جواب بزم جمید
- ۵۲۔ مفتی غلام دہگیر قصوری، فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی،
- ۵۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی، لیکچر لاہور
- ۵۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، جلد ۲۰
- ۵۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ضمیرہ تحفہ گوڑویہ
- ۵۶۔ مفتی غلام دہگیر قصوری، تحریف القرآن کا جواب، انجمن حمایت اسلام لاہور
- ۵۷۔ مولانا محمود قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد
- ۵۸۔ مولانا عبدالمسیح رام پوری، انوار سلطعہ در بیان مولود و قاتحہ، فیض گنج پبلشرز لاہور
- ۵۹۔ مولانا غلام محی الدین قصوری، تحفہ رسولیہ مع ہدیہ رسولیہ، مطبع محمدی لاہور
- ۶۰۔ ڈاکٹر انوار احمد بکوی، تذکرہ کار بکویہ، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ
- ۶۱۔ صحیح بخاری شریف
- ۶۲۔ تاریخ فرید کوٹ، جلد سوم
- ۶۳۔ مفتی سید محمد شاہ قصوری، نبھان معرفت مطبوعہ بزم قادریہ کمالیہ، لاکھنؤ (فیصل آباد)

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

جميع العلم في القرآن لكن  
تقاصر عنه أفهام الرجال

الوقف للذات القصور من جانب حامیان دین از فیروز پور و قسور

# تحقیق تقدیس الوکیل

{۱۲۸۹ھ}

در اثبات مذہب حق و ابطال مشرب ناحق

-: تالیف :-

راجی دوام لطف القدير عبده محمد غلام دستگیر نصره النصیر

ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

باہتمام منشی عزیز الدین

در مطبع و کتوریا پریس لاہور طبع شد

کیس کی مثلہ شیء هو التسمیع البصیر

بیسع العلم فی القرآن لکن تعلیقہ تمام الرجال

یوقف ہند الفکر من جانب میان بین رفیر ذر پور قصور

تحقیق حدیث الوکیل  
۱۳۸۹

تحقیق صلاۃ الجمع  
۱۳۸۸

مذہبات مذہب حق ابطال مشرب باقی تالیف جامع دوام لطف القدر

عبدہ عظیم شام شاہ نضرہ نصیہ

باہتمام منشی عزیز الدین

در مطبعہ کٹوریا پریس لاکھنؤ طبع شد

۱۸۷۱ء

[باہتمام منشی عزیز الدین کٹوریا پریس، لاہور سے طبع شد، نسخے کا سرورق]

## فہرست مضامین

سوال	107
جواب	108
تذریہ الرحمن کا بیان	110
اقسام کفر	112
احادیث در فضائل سورۃ اخلاص	117
بیان تسبیح با خوب ترین تشریح	122
فضائل تسبیح	123
بیان احادیث تذریہ	125
تعیین اسم اعظم	127
حق تعالیٰ کی جسمیت، تمکن کا قائل، محروم معرفت الہی	128
عبارات کتب عقائد	130
امام شعرانی کا عقیدہ	131
امام غزالی کا عقیدہ	131
ملا علی قاری کا عقیدہ	131
امام ربانی مجدد الف ثانی کا عقیدہ	131
امام شکور سالی کا عقیدہ	132
شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	132

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا عقیدہ	132
شاہ عبدالعزیز دہلوی کا عقیدہ	133
رحمن کے لیے قائلین مکان و جوارح کی کفریات کا بیان	134
بیان مشبہ جواب طلب	137
مسئلہ اصولیہ اتفاقیہ	138
معنی محکم و متشابہ کی تفصیل	139
تاویلات استوا	142
تاویل استقر	144
حال کلبی و مقاتل	145
امام مالک کے قول کی تحقیق	147
دیگر اسناد پر اعتراض	148
این اللہ - و - فی السماء کا معنی	150
انگلیوں والی حدیث بخاری کی تحقیق	152
آنکھ اور کان کے ساتھ اشارہ کرنے والی حدیث کی تحقیق	153
تحقیق نزول الہی	153
مجسمہ اور جاہلان حنابلہ کا موقف	155
احوال ابو مطیع بلخی	155
جواز تاویل استواء باستیلاء	156
قصہ تعزیر صبیغ (تبع مباحبات)	158
حق تعالیٰ کے لیے مکان کیوں ہوگا؟	159

جواب عبارت غنیۃ الطالبین	162
ذکراحوال ابن تیمیہ	162
خلاصہ کتاب - اردو اشعار	169
تصدیقات و تقریظات	172
مولانا عبدالرسول قصوری	172
خلیفہ حمید الدین	172
اسمائے گرامی مویدین علمائے قصور و فیروز پور	172
علمائے لاہور	173
- مولانا غلام احمد معروف نور احمد	
- مولانا غلام قادر بھیروی	
- سید صادق علی شاہ	
- حافظ محمود	
علمائے بہاول پور	174
علمائے امرتسر	175
- مولانا حبیب اللہ پشاوری	
- مولانا قاری عبدالعلی دہلوی	
- مولانا احمد یار	
- مولانا محمد قدرت اللہ حنفی دہلوی	
ضمیمہ از مصنف	179
زوداد مباحثہ مابین مولانا غلام دستگیر قصوری و مولوی بارک اللہ لکھوی	179
تکملہ از مرتبین	182

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال :

اہل ہوا میں سے بعض جو خود کو اہل حق اور علما میں سے شمار کرتے ہیں، یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ کا عرش پر مکان معین ہے وہ اس آیت **فَمَّا اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ** سے اس معنی پر دلیل لاتے ہیں اور استویٰ کا معنی استقرار (متمکن ہونا) مراد لیتے ہیں جو کبھی کی روایت اور تفسیر معالم میں مقاتل کے حوالہ سے واقع ہے اور سابقین کہتے ہیں کہ ہم اس عقیدے کے معتقد ہیں کہ

خَالِي سِت جِهَاتًا كُنُوْنَ لِامْكَانِ اَلْهِى

تَا رَبِّ هَتْمٌ نَه يَدُ نَيْسِ تَا رَبِّ اَكْمَيْسِ كُن (۱)

اور اس عقیدہ کے برخلاف ظاہر ہو چکے ہیں اور ان (عقیدے کے) لوگوں میں سے ایک شخص نے اپنے دو ورقہ رسالہ میں ہد (ہاتھ)، وجہ (چہرہ)، ساق (پنڈلی)، جہت علو (بلندی کی جہت)، استویٰ علی العرش (عرش پر استواء فرمانا)، نزول (اُترنا)، اور انتقال کو تحریر کیا اور اس کے علاوہ جو احادیث و آیات میں اس ذات حق کی صفات میں کہیں جو تمام محکم اور معلوم المراد (جس میں تشبیہ نہ ہو) ہیں۔ بہر حال مخلوق اس کے رنگ ذات اور اس کی کیفیت کے ادراک میں ناقص ہے (باری تعالیٰ کی ذات و کیفیت کا کلمہ ادراک کرنا مخلوق کے لیے محال ہے)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استویٰ غیر مجہول ہے اور کیف غیر معقول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قرب و معیت کو اپنے عربی رسالہ میں تشابہ لکھا ہے یعنی غیر معلوم المراد (جس کی مراد معلوم نہ ہو) اور بعض احبابے دین جب ان سے معیت، استواء اور نزول وغیرہ کے درمیان فرق کرنا مخفی ہو گیا تو انہوں نے اس طرح کہا کہ حق تعالیٰ عرش پر اس طرح ہے جو اس کی

(۱) یعنی ہمارا معبود جہت سے پاک ہے نہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں اور نہ ہی آنکھیں اور کان۔ مرتبین



شایانِ شان ہے اسی طرح معیت کا معنی بھی رکھتا ہے حالانکہ معیت و استوا میں فرق ہے کہ معیت بذاتہ غیر معقول ہے اور استوا معلوم ہے اور معقول محض کی کیفیت غیر معلوم ہے اور غیر معقول کا معیت ہونا چند وجوہ سے ہے۔

وجہ اول: بر تقدیر معیت وغیرہ (نزول، انتقال) کے مفہوم و معلوم رکھنے سے لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ عزوجل ممکنہ متعددہ (متعدد مکانات) اور جہات متضادہ (مخالف جہتوں) میں موجود ہو اور اس کی ذات کے لیے مکان اور جہت مخصوص نہیں ہے اور یہ آیت الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کے مناقض ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہے اور اجماع کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اہل حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان عرش ہے نہ کہ اس کا غیر۔ کلامہ ملخصاً

اس تحریر کے آغاز میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کے عربی رسالہ کے مطالعہ سے اپنے دوستوں کے عقیدے کی غلطی کو دفع کرنے کے لیے فہم صفات کو مرقوم کیا ہے۔ پس اس تحریر سے یہ بات صاف اور واضح ہو گئی ہے کہ انہوں نے استسویٰ ہے حق تعالیٰ کا مکان ثابت کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے ہاتھ، چہرہ اور پاؤں وغیرہ اللہ عزوجل کے لیے ثابت کیے ہیں۔ اور انہی میں سے بعض زمین میں اور عرش پر بھی مکان الہی کے قائل ہیں، صرف کیف مکان کہ بیٹھا ہے یا کھڑا ہے یا سویا ہے۔ معقول نہیں ہے اسی طرح ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضا کی کیفیت کہ وہ کیسے اور کس طرح ہیں ناقابل فہم ہے۔

یہ لوگ اہل حق ہیں یا اہل باطل؟ اور ان کا یہ عقیدہ موافق قرآن و حدیث اور عقائد اہل سنت ہے یا عقائد مجسمیہ اور مشبہ کے؟ اور وہ آیات و احادیث جو استویٰ، ید، وجہ وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں وہ تشابہ اور غیر معلوم المراد ہیں یا محکم اور معلوم المراد؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب :

الحمد لله المنزه عما يصفه الملحدون بفهم غير سديد والصلوة والسلام على حبيبه الناهي عن الخلاف في القرآن المجيد و على عترته و اتباعه الذين اعدت لمن شذ عنهم مذلة و عذاب شديد .

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے، پاک ہے ان چیزوں سے جو مخلوقوں نے اپنی کج فہمی کے سبب اس کی طرف نسبت کی ہیں اور درود و سلام ہو اس کے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جنہوں نے قرآن حکیم (کے مزاج کے خلاف تفسیر کرنے) سے منع فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کی اولاد اور قبیعین پر سلامتی ہو جس نے ان سے منہ موڑا اس کے لیے ذلت اور سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اولاً یہ بات پیش نظر رہے کہ ان قائلین کا قول کہ رحمٰن کے لیے جو ارح ثابت کرنا اور کیفیت مکان وغیرہ ان معنی میں ہے کہ اللہ سبحانہ کا مکان و جو ارح مخلوقات کے مکان و جو ارح کی طرح نہیں ہے اور اس بنا پر انہوں نے کہا ہے کہ اہل سنت نے ان کو مجسمہ میں داخل نہیں کیا حالانکہ بالیقین وہ مجسمہ میں داخل ہیں کیونکہ مجسمہ کا بھی قول ہے کہ اس (اللہ عزوجل) کا جسم ہمارے اجسام کی طرح نہیں ہے۔ (۱)

یہ بیان بہت سی کتب دینیہ سے عیاں ہے؛ مگر اس جگہ میں نے نووی کی شرح مسلم کی عبارت کا ترجمہ کیا اور میں اس کو استشہاداً لکھتا ہوں۔ امام نووی نے اس حدیث فان اللہ خلق آدم علی صورته کے تحت لکھا :

مارزی نے کہا کہ ابن قتیبہ اس حدیث سے غلط راہ پر چل پڑے کہ صورت کو اس کے ظاہر پر حمل کرتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ کی صورت ہے لیکن اس کی مثل کوئی صورت نہیں۔ مگر یہ کلام ظاہر الفساد ہے؛ کیونکہ صورت مرکب ہوتی ہے اور ہر مرکب محدث ہے اور حق تعالیٰ محدث نہیں ہے لہذا وہ جسم نہیں تو وہ ذی صورت نہیں۔

مارزی نے کہا کہ ان کا یہ قول مجسمہ کے قول کی مثل ہے؛ کیونکہ مجسمہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا جسم ہے لیکن عام اجسام کی مانند نہیں۔

اور اہل سنت نے حق سبحانہ کے بارے میں کہا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے لیکن

(۱) تمہید عقائد میں ذکر مذہب میں لکھا ہے کہ بعض مذہب کہتے ہیں خدا جسم ہے نہ دیگر اجسام کی مثل اور یہ ان کا کفر ہے کیونکہ انہوں نے اس کو حق تعالیٰ کا وصف قرار دیا یہ ان کی اپنی رائے ہے جو طحا کے اتفاق کے مخالف ہے۔ منہ کان اللہ

دیگر اشیا کی مانند نہیں۔ مجسمہ نے اپنے زعم کے موافق اس کلام کے لیے وہ کلمہ تراشا ہے اور اس کے ظاہری فرق کو نہیں سمجھے کہ لفظ شئی حدوث کو مستلزم نہیں ہے اور جسم و صورت تالیف و ترکیب کو متضمن ہے اور حدوث کی دلیل۔

یہ بات تو اس حد تک ظاہر ہو چکی ہے کہ رحمٰن کے لیے جو ارح و مکان کے قائلین بلا شک و شبہ (فرقہ) مجسمہ ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ عقل و نقل میں یہ بات متحقق ہے کہ اثبات اعضا میں تعدد و ترکیب ہوتی ہے۔ اور ترتیب و تعدد جسمیت و تجمیز کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان عنقریب تفاسیر میں آئے گا۔

تو جب مکان ثابت ہو جائے تو جسمیت اس کا لازمہ ہے حالانکہ یہ بات پیش نظر رہے کہ اہل سنت کے نزدیک جو اہل حق ہیں حق سبحانہ کو جس طرح صفات کمال سے متصف مانتے ہیں اسی طرح وہ اسے جسم، مکان، جہت، اعضا اور دیگر نقصان سے بھی منزہ سمجھتے ہیں بلکہ رحمٰن کے لیے جسمیت اور مکان کے قائلین کو کافر اور بے ایمان جانتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک آیات و احادیث جو استوی، ید، وجہ پر مشتمل ہیں۔ متفقہ طور پر قشایہات سے ہیں کہ ان پر ایمان بلحاظ آگاہی ہے اور ان کی اتباع کرنا اور ان سے عقیدہ بنانا کجی اور گم راہی ہے۔

## تنزیہ الرحمٰن کا بیان

سب سے پہلا بیان تنزیہ رحمٰن کا ہے۔ جاننا چاہیے کہ قرآن تنزیہ رحمٰن کا ناطق ہے۔ اس میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں مگر ہم بطور نمونہ چند پیش کرتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علیٰ عمرتہ اجمعین سے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ رب تعالیٰ اپنا نسب خود بیان فرمائے پس نازل ہوئی :

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝

اے محبوب آپ فرمادیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُؤَلَدْ ۝

نہ اس نے جنا اور نہ وہ جنا گیا۔

کیونکہ ہر جاندار کو مرنا ہے اور مردے کو وراثت چھوڑ جانی ہے یعنی اس کے متعلقین اس کے مال کے وارث ہوں گے۔ اور یہ بھی متحقق ہے کہ خدا کو نہ تو وصال کرنا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کے ترکہ سے حصہ ملنا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کا کوئی شبیہ و شریک نہیں اور نہ ہی کوئی اللہ سبحانہ کی مثل ہے۔ اور اس حدیث کی طرح دوسری حدیث ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں کہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ طبرانی نے بھی نقل کی ہے اور تفاسیر معتبرہ میں سے اس سورت کے معانی فارسی میں لکھے گئے ہیں، تفسیر زاہدی میں اس کا سبب نزول یوں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس دونوں اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ابی بن کعب حدیث مبارکہ مزید بیان کرتے ہیں (جو پہلے گزر گئی ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ، ابو العالیہ، شععی اور عکرمہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک جماعت حاضر ہوئی اور کہا :

ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کرو۔

اور حضرت عکرمہ کی روایت میں یوں ہے :

اے محمد (ﷺ)! ہمیں اپنے پروردگار کے وصف بیان کرو کہ وہ سونے کا یا چاندی کا یا

لوہے کا یا مٹی کا ہے کیونکہ ہمارے خدا انہی چیزوں سے ہیں۔

پس حق تعالیٰ نے اس سورہ قل هو اللہ احد کو نازل کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجیے کہ خدا یکتا و یگانہ ہے اور نہ اس طرح سے یگانہ ہے جس طرح دوسرے ہیں کیونکہ ان میں ابعاض و اجزا (بعض کی جمع ابعاض اور جز کی جمع اجزا) بے شمار ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات

میں تجزیہ و تبعیض جائز نہیں ہے۔

اللہ الصمدُ ۰

جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح وہ صمد (بے نیاز) بھی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ صمد اس لحاظ سے ہے کہ اس کا پیٹ نہیں ہے کیونکہ شکم دار محتاج ہوتا ہے اور ہمارا خدا محتاج نہیں ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ و علی ابائہ الکرام نے فرمایا: وہ صمد ہے جو کسی چیز کا محتاج نہ ہو اور ہر شے اس کی محتاج ہو، اس جگہ اس کی شانِ صمدیت کی خبر دی گئی ہے اور فرمایا:

لَمْ يَلِدْ ۰

نہ اس نے کسی کو جنا۔

اس سے باپ ہونے کی نفی ہے۔

وَلَمْ يُولَدْ ۰

اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

اس سے فرزند ہونے کی نفی ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۰

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

یہ اس کے جفت ہونے کی نفی ہے؛ کیونکہ جفت برابری چاہتا ہے کہ خدا کی مانند ہو اور ان صفات میں کفو جائز نہیں ہے تا کہ صمدیت کو سزا (نقصان) لاحق نہ ہو۔ (یعنی شانِ صمدیت برقرار رہے)۔

جاننا چاہیے کہ یہ سورہ تمام اقسامِ کفر و شرک کا رد کرتی ہے۔

اَقْسَامِ كُفْرٍ :

کفر کی تین اقسام ہیں :

۱۔ تعطیل: معطلہ کہتے ہیں کہ جسم نہیں ہے۔

۲۔ تشریک: مشرکین کہتے ہیں کہ جسم ہے لیکن بت انباز (اوباش) ہے۔

۳۔ تشبیہ: مشبہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی طرح ہے۔

رب تعالیٰ نے ان تینوں کا اس سورہ میں رد فرمایا ہے اور جو کوئی اس سورہ کو پڑھے گا اس کا دل پاک اور اعتقادِ توحید مستحکم ہو جائے گا۔

اہل سنت و جماعت کے مذہب میں ان تمام اقسام و انواع کفر سے خلاصی کا اظہار ہے اور اسی سورہ کی فضیلت سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورہ مبارکہ کو پڑھنے والا شخص مغفور ہے۔

زاہدی سے بقدر حاجت نقل کیا ہے۔ تفسیر عزیز ی میں کہتے ہیں کہ سورہ اخلاص مکیہ ہے سردارانِ کفار کی ایک جماعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی کہ آپ ہمارے خداؤں کی توہین نہ کریں اور عجز، ناتوانی اور دیگر عیوب ان کی طرف ثابت نہ کریں، آپ بتائیں کہ آپ کے خدا کی صفات کیا ہیں اور وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور کون سی چیز اس سے پیدا ہوئی ہے اس کی اصل و فرع کیا ہے؟۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو جناب جبرئیل علیہ السلام فوراً یہ سورہ لے کر نازل ہوئے۔ اور بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ کافروں کے یہ سوال تھے کہ وہ کیا چیز ہے اور کیا کھاتا ہے وہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں رہتا ہے اور خدائی کس سے میراث میں پایا ہے اور اس کا آگے کون وارث ہے جو میراث پائے گا اور اس کے کارخانہ خدائی میں کتنے مشیر و معاون ہیں۔

اس مقام پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا درحقیقت ذاتِ الہی ہے کہ وہ اس ذات کے خواص لازمہ کا ادراک کر لے بس، کیونکہ ذات باری تعالیٰ بسیط ہے جو کسی لحاظ سے کبھی تجزی و تبعیض نہیں رکھتی اس کی مجعول علت یہ ہے :

قُلْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیجیے: ھو اللہ

جو شخص آپ سے اس کی ذات کے بارے میں پوچھتا ہے بتادیجیے کہ وہ صفات جامع

صفات کمال ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے اس کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ حیات، علم، ارادہ، قدرت، کلام، سمع، بصر اور دیگر جواہر و اعراض تمام اس کے آثار ہیں۔

أَحَدٌ

یگانہ (یکتا) ہے، شریک نہیں رکھتا ہے، نہ جز میں خواہ وہ جز عقلی ہو یا خارجی، بالفعل ہو یا تخلیلی۔

لفظ 'احد' تو صرف کمال اشارہ کے لیے وارد کیا ہے؛ کیونکہ 'واحد' تو شریکِ عدوی کی نفی میں مستعمل ہوتا ہے نہ کہ اجزا کی نفی میں۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید انسان واحد ہے حالانکہ زید متجزی (تقسیم ہونے والا) ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان میں اور اس کے اور بھی بہت سے اجزا ہیں پس اس کو احد نہ کہا جائے گا کیونکہ احد وہ ہے جس میں انقسام اصلاً جاری نہ ہو اور یہ معنی خاص اللہ تعالیٰ سبحانہ کے لیے ہے۔

اللہ الصمدُ

لفظ اللہ کو دو بارہ ذکر فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ اس بساطت کے باوجود وحدیت مجردہ کو اس کی صفات کمال کے لیے ثابت کروں کیونکہ اس کی صمدیت ان صفات کا تقاضا کرتی ہے اور 'صمد' کے معانی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہیں کہ صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو تمام اس کے محتاج ہوں اور سلسلہ وجود میں اس کی ذات کا صمدیت کے ساتھ موصوف ہونے کے بغیر چارہ نہیں؛ کیونکہ عالم میں سراسر محتاجی ہی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور جب ہر چیز محتاج ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسی ذات ہو جس کی طرف احتیاج کی انتہا ہو اور وہ خود کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو ورنہ سلسلہ احتیاج کبھی منقطع نہ ہوگا۔

پس درحقیقت اس سورہ میں خواص حق تعالیٰ دو (2) بیان ہوئے ہیں :

ایک: احدیت

دوم: صمدیت

اور باقی صفات ان دونوں پر متفرع ہوتی ہیں۔

لَمْ يَلِدْ



نہ اس نے جنا۔

وَلَمْ يُولَدْ

اور نہ وہ جنا گیا کسی سے۔

اور جب وہ احد ہے تو

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔

اس کے ہم سر کا نہ ہونا یہ اسی کی صفت ہے۔

کہتے ہیں کہ دنیا میں مذاہب باطلہ کے پانچ فرقے ہیں :

۱۔ دہریہ:

سب سے پہلا دہریہ ہے جو کہتا ہے کہ عالم کا صانع کوئی نہیں ہے تو کس طرح مداد (فطرت) مجتمع ہوا اور صورتوں کی پذیرائی کیسے ممکن ہوئی۔ جب مسلمان لفظ ”ہو“ زبان پر لاتا ہے تو دہریوں کے عقیدہ سے بیزار ہوتا ہے۔

۲۔ فلاسفہ:

دوسرا فلاسفہ کا فرقہ ہے جو عالم کے لیے صانع مانتے ہیں لیکن (ان کے نزدیک صانع) صفت نہیں رکھتا۔

جب مومن لفظ ”اللہ“ کا ذکر کرتا ہے تو تمام صفات کے اجتماع پر دلالت کرتا ہے اور اس فرقہ کی باتوں سے خلاصی پالیتا ہے۔

۳۔ مشنویہ:

تیسرا مشنویہ کا فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایک صانع تمام عالم کے لیے کفایت نہیں کرتا، پس ضروری ہے کہ چند صانع ہوں۔

جب بندہ مومن لفظ ”احد“ کو باری تعالیٰ کی صفات میں لاتا ہے تو اس شرک سے نجات پالیتا ہے۔

۴۔ گمراہان اہل کتاب:

چوتھا اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے گمراہ ہیں جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ صانع عالم دیگر مخلوقات کی طرح ہی ہے، بیوی اور بچے رکھتا ہے چنانچہ حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو بیٹے اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی طرف زوجیت کی نسبت کرتے ہیں۔

جب مسلمان نے ”لم یلد و لم یولد“ کہا تو اس عقیدہ سے کلی طور پر دور ہو گیا۔

اور اسی عقیدہ کی جنس سے تشبیہات یہود و نصاریٰ کی ہیں جو انہوں نے جناب باری تعالیٰ کے لیے ایجاد کی ہیں اور حق تعالیٰ کو مخلوقات کی طرح مختلف چیزوں (اولاد، بیوی، اعضا، مکان) سے پہچانتے ہیں۔ ان تمام تشبیہات کی نفی کے لیے احتیاج ہے ایک صفت کی اور وہ مفہوم ”صمد“ سے پورا ہو جاتا ہے۔ اور بقدر ضرورت یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ نے خود کو اجزا سے منزہ فرمایا مثل تمکن کے جو کہ ممکن کی صفت ہے اسی سورہ میں کما حقہ ارشاد فرمایا۔

جو کوئی حق سبحانہ کو مکان میں یا صاحب اجزا ہاتھ، پاؤں سے متصف سمجھتا ہے تو درحقیقت وہ وحدانیت و صمدانیت حق تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا ہے، بعض اسی قسم کو عوام مجسمہ کہتے ہیں۔

تفسیر عزیزی سے ہمارا مذہب (اہل سنت) واضح ہے۔ کاش وہ تفسیر عزیزی کی ان عبارات کا مطالعہ کرتے تو ضلال و اضلال پر مطلع ہو جاتے (یعنی خود بھی گمراہ نہ ہوتے اور نہ دوسروں کو گمراہ کرتے) تو کبھی بھی منٹائے غلط کی طرف جاوہ پیمانہ ہوتے۔ جیسا کہ ان کی تقریروں سے ظاہر ہے۔ اور ہرگز حق تعالیٰ کے لیے جو ارح و اعضا ثابت نہ کرتے۔

چنانچہ تفسیر بیضاوی، جلالین اور ہلالین میں اس مقام پر شان نزول کے بعد درج ہے کہ احد، قل هو اللہ احد میں جملہ صفات سلپیہ پر دلالت کرتا ہے جس طرح لفظ اللہ صفات وجودیہ پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ وہ واحد حقیقی ہے جو اقسام ترکیب و تعدد سے پاک ہے اور وہ جسمیت، تمکن اور مشارکت کا لازمہ ہے۔ اللہ الصمد یعنی تمام حوائج میں اس کے محتاج ہیں اور وہ ہر وجہ اور چیز سے غنی و بے نیاز ہے کیونکہ لم یلد اس کا کوئی ہم جنس نہیں

ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کا محتاج ہے اور فنا سے مبرا ہے اور ولم یولد کیونکہ اول معلوم نہ ہوگا ولم یکن له کفوا احد کوئی شخص و چیز اس کے برابر و مثل نہیں ہے۔

مدارک و معالم میں بھی اسی طرح مذکور ہے؛ مگر صاحب معالم التنزیل نے کہا کہ احد و واحد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ تفسیر عزیزی اور کبیر نے جو فرق کیا ہے وہ اکثر کی رائے ہے چنانچہ عزیزی کی عبارت میں لفظ اکثر اس معنی کی خبر دیتا ہے اور جنہوں نے احد و واحد میں فرق نہیں کیا ان کے نزدیک واحد، جس پر حق سبحانہ کا اطلاق کرتے ہیں اس سے مراد احد ہے جو ناقابل انقسام و تجزی ہے کیونکہ مجمع بحار الانوار میں وارد ہے کہ واحد وہ ہے جو منفرد الذات، بے مثل و بے نظیر ہو اور وہ جز نہ رکھتا ہو اور نہ دو ہوں اور نہ ہی منقسم ہو۔

الیواقیت و الجواہر میں آیا ہے کہ واحد وہ ہے جو منقسم نہ ہو اور مخلوق کی مانند کسی وجہ سے بھی نہ ہو۔ اور واحد کی چار اقسام ہیں ایک وہ ہے جو مکان نہ رکھتا ہو اور نہ ہی تقسیم ہوتا ہو اور یہ واحد باری تعالیٰ ہے۔

ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سبحانہ کی وحدانیت پر ایمان لانا چاہیے اور حق تعالیٰ کو متجزی و متمکن شمار نہ کیا جائے کیونکہ ایمان و قرآن کے خلاف ہے اس مقام پر کہ یہ سورہ مبارک تنزیہ کی اصل اور توحید کی بنیاد ہے اور ایمان اس سے کفر و الحاد کی جڑ اکھیر دینا ہے؛ لہذا شارع علیہ السلام جو دین اسلام کے موجد ہیں آپ علیہ السلام نے اس سورہ کی تلاوت کا بکثرت ثواب فرمایا اور امت کو اس کی بہت زیادہ تعلیم و تعلم کی ترغیب دلائی ہے۔

## احادیث و فضائل سورہ اِخْلَاص

چنانچہ بہت سی احادیث میں اس کا معنی واضح ہے۔ ان احادیث میں سے بخاری وغیرہ نے ابوالدرداء سے اور مسلم وغیرہ نے ابی سعید سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی رات کو قرآن کا تیسرا حصہ تلاوت کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: رات کو تیسرا حصہ کس طرح میسر آ سکتا ہے؟۔

یعنی تکلیف سے خالی نہیں اگر ہر رات پڑھا جائے۔

فرمایا: قل هو اللہ احد ثواب و فضیلت میں قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔  
اس کا ترجمہ فارسی مشکوٰۃ سے ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اس کا ثواب خود ثلث قرآن کی تلاوت کے برابر عطا فرماتا ہے ناقص کو  
کامل کے ساتھ الحاق کرنے کے اعتبار سے۔

اور وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں قصص، احکام اور توحید کا بیان ہے اور قل هو اللہ احد  
توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ  
مقصد قرآن ان تین چیزوں سے باہر نہیں :  
۱۔ یا معرفت ذات الہی ہے۔

۲۔ یا آسمانی کتب کے نازل ہونے کے طریق و وصول کی معرفت اور رسولوں تک ان کا  
پہنچانا اور ان کی شرائع کا بیان ہے۔

۳۔ یا پھر اس کا اطلاق جنت و دوزخ میں اس کے وصول ہونے کے بعد کی حاجت پر  
ہے۔

اور یہ سورہ ایک قسم کو کافی ہے اور اس کو تمام نے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ جسے  
امام مالک، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص قل هو اللہ احد کو پڑھتا رہتا ہے پس آپ نے فرمایا:  
واجب ہوگئی۔

میں نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی؟

فرمایا: بہشت واجب ہوگئی۔

سورہ اخلاص کی تلاوت کی برکت سے کفر و الحاد سے نجات ہے اور اس کا قاری جنت  
میں جائے گا۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک میں سورہ اخلاص کو دوست رکھتا ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیرا اس سورہ سے دوستی رکھنا تجھے جنت میں لے جائے گا۔

اگرچہ صرف یہی سورہ اخلاص رب الناس کی تقدیس و تزیہ کی سند کے لیے کافی ہے؛ مگر بعض آیات اسی معنی کی بھی مسطور ہیں تاکہ اس نو مجسمہ کی تبکیت بوجوہ احسن ہو جائے جو کہتے ہیں کہ کوئی شخص قرآن مجید سے تزیہ باری تعالیٰ کو معلوم نہیں کر سکتا اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اللہ ان کو ہدایت نصیب کرے گا۔ ان شاء اللہ الہادی

حق تعالیٰ نے سورہ شوریٰ میں اپنی صفت خالقیت کو بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنی حکمت بالغہ سے پیدا فرمایا اور تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کو اس سے لاحق کیا چنانچہ ہماری ماں حوا کو ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے پہلو سے پیدا فرمایا اور چوپایوں کی گونا گوں اقسام کو بکثرت زومادہ کی شکل میں پیدا فرمایا، اور زومادہ کی صورت میں پیدا کرنے کا مقصد تو والد و تناسل ہے اس جگہ سامع کے دل میں شبہ پیدا نہ ہو کہ شاید ہر چیز کا خالق بھی زومادہ کی جنس سے ہے (اسی لیے) مخلوقات بھی متشابہ ہے۔

پس اس وہم کو دور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

اس سبحانہ کی مانند مثل مخلوقات میں سے کوئی شے نہیں خواہ مخلوق علوی ہو یا سفلی، نوری ہو یا تاری؛ کیونکہ مخلوق کی خالق کے ساتھ مماثلت و مشابہت نامناسب ہے اور وہ ان ناشائستگیوں سے مبرا ہے اور اسی لحاظ سے وہ سننے والا (سمیع) اور خوب دیکھنے والا (بصیر) ہے۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ - بعض کہتے ہیں کہ کاف براے تاکید نفی تامل ہے اور اصل کلام یہ ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ یعنی اللہ سبحانہ کی مانند کوئی شے نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مثل زائد ہے یعنی لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ چنانچہ اس آیت میں فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ یعنی پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو۔ لفظ 'مثل' زائد ہے اور اس کی وہ دو توجیہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ اس آیت سے مقصود نفیِ مثلیت ہے اور یہ مراد ان تو یہ میں سے کسی ایک کے ساتھ

بھی جائز نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تقدیر کلام اس طرح ہے کہ لیس کذابہ شیئی (اس کی ذات کی طرح کوئی شے نہیں) جیسا کہ اہل عرب کسی سے بخل کی نفی کرتے ہیں تو بطریق مبالغہ کہتے ہیں :

مثلک لایبخل ۔

تیرا مثل بخل نہ کرے گا۔

پس اس جگہ از روئے کنایہ اس شخص سے بخل کی نفی کی گئی ہے، جب بخل اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو پھر اس تک بدرجہ اولیٰ نہیں پہنچ پائے گا پس لیس کذابہ شیئی اور لیس کذابہ شیئی برابر ہے مگر اس میں مفاد کنایہ ہے اور یہ آیات حق تعالیٰ سے نفی مماثلت کا اعلان کر رہی ہیں چنانچہ آیت :

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۝

جیسا کہ اس کا معنی تو یہ ہے کہ خدا عزوجل بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

اور اس جگہ عضو دست (ہاتھ) اور فراغی متصور نہیں ہے کیونکہ یہ کلام اس کی بخشش کا ہے یہاں حق تعالیٰ کو بخشنے والا کہا گیا ہے خواہ اس کا ہاتھ ہو یا نہ ہو۔

اسی طرح یہ کلام بھی اس کی نفی مماثلت کے لیے ہے خواہ اس کی مثل ہو یا نہ ہو :

وَهُوَ السَّمِيعُ

اور وہ سنے والا ہے تمام مسموعات کا بغیر کان کے۔

الْبَصِيرُ ۔

بغیر آنکھ کے تمام مبصرات کا خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یہ اس لیے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے نفی مماثلت کے سبب نفی صفات نہ سمجھیں اور اس کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس نہ کریں۔

الإتقان فی علوم القرآن میں اسی طرح کا بیان ہے جیسا کہ مدارک میں عیاں ہے اور بعض فوائد جو اس سے زائد ہیں یوں ہیں کہ ابن جنی نے کہا کہ کاف زائد برائے تاکید نفی

مثلیت ہے کیونکہ حروف کی زیادتی بمنزلہ تکرار جملہ ہوتی ہے یعنی تقدیر کلام اس طرح سے ہے:

لیس مثلہ شیئ لیس مثلہ شیئ

دو بار حق تعالیٰ سے نفی مثل کی گئی تاکہ مثلیت کا شائبہ یکسر نہ رہے۔

امام راغب نے کہا کہ کاف اور مثل کے درمیان نفی تاکید کو اس لیے جمع کیا گیا ہے تاکہ حق تعالیٰ کے لیے مثل اور کاف مثلیہ کو استعمال کرنا جائز نہ ہو لہذا دونوں لیس کی نفی کر دی گئی۔

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا کہ لفظ 'مثل' سے مراد ذات ہے جیسا کہ کہا

جاتا ہے :

مثلک لا یفعل هذا .

تو اس کام کو نہیں کرے گا۔

چنانچہ شاعر نے کہا۔

ولم اقل مثلک اعنی بہ

سواک یا فرد بلا مشبہ

اور میں تیری مثل تیرے غیر کے ارادہ سے نہیں کہتا کیونکہ تو بلا شبہہ ویگانہ ہے۔

پس اصل آیت اس طرح ہوگی :

لیس کذاتہ شیئ .

تیری ذات کی مثل کوئی شے نہیں۔

اور امام راغب نے کہا کہ اس آیت میں مثل بمعنی صفت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی صفت کی مثل کوئی نہیں اس کے ساتھ نسبت صفت تنبیہ کے لیے ہے کیونکہ آدمیوں کی ہیئت صفات حق تعالیٰ سے متصف ہیں مگر حق تعالیٰ کی صفات ان لوگوں کی صفات کے طبق سے نہیں ہیں۔

وللہ المثل الاغلیٰ ۵

اور اسی طرح کی تحقیق بیضاوی، معالم اور تفسیر حسینی میں بھی ہے۔ اور علما بھی کہتے ہیں کہ



تقدیس و تنزیہ میں اصل کلمہ تسبیح ہے۔ جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں بکثرت اس لفظ کو مختلف صیغ (جمع صیغہ) میں استعمال فرمایا ہے چنانچہ لفظ ”تسبیح“ دو جگہ آیا ہے اور ”سبحان“ ۷۱ جگہ ہے ”سبحانک“ ۹ مقامات پر اور ”سبحانہ“ ۱۳ مقامات پر۔

سَبَّحَ	..... ماضی	.....
سَبَّحْ	..... امر	.....
سَبَّحُهُ	.....	.....
سَبَّحُوا	..... جمع	.....
يُسَبِّحُ	..... مضارع	.....
يُسَبِّحُونَ	..... جمع	.....
يُسَبِّحُونَهُ	.....	.....
يُسَبِّحُنَ	.....	.....

اور تُسَبِّحُ، تُسَبِّحُوا، تُسَبِّحُونَ، تُسَبِّحُ، تُسَبِّحُكَ..... ایک ایک بار کلامِ رَحْمٰن میں ہیں اور یہ ۸۵ آیات ہیں جو تسبیح و سبحان پر مشتمل ہیں لہذا تمہیں معنی تسبیح کے معتبر تفاسیر سے سنا چاہیے۔

اتقان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حبیبِ رَحْمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق ترجمانِ قرآن ہیں، ان سے روایت ہے کہ ”سبحان اللہ“ کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہر قسم کی برائی اور ناشائستگی سے منزہ ہے۔

اور تفسیرِ عزیزی میں ”سبحانہ“ کا معنی یہ تحریر ہے۔ اور اسی معنی کے موافق روایتِ حاکم و بیہقی نے نقل کی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ ہر نالائق و ناشائستہ شے سے منزہ ہے۔ حاکم و بیہقی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے :

سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر سبحان اللہ فقال  
هو تنزیہ اللہ من کل سوء .

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”سبحان اللہ“ کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اللہ عزوجل ہر برائی سے منزہ ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ”سبحان اللہ“ اسم ہے۔

لا يستطيع الناس ان يتخذوه .

اس کلمہ کو مخلوق اپنے حق میں استعمال نہیں کر سکتی کیونکہ ہر نالائق (فتیح، ناشائستہ) شے سے پاکی صرف لائق خالق ہے۔

اور مدارک، بیضاوی، جلالین، مجمع بحار الانوار وغیرہا میں اسی طرح مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ تمکن اور اعضا جو کہ جسم کو لازم ہیں بارگاہ احدیت کے شایان شان نہیں اور حق تعالیٰ ان تمام سے منزہ ہے اور اس جگہ وحدانیت تزیہ کے بعد متصور نہیں ہے اور حق تعالیٰ کو تزیہ لائق شان ہے اور اسی کی ذات کے لیے یہ کلمات مندرج ہیں۔

## فضائل تسبیح

لہذا صحیح احادیث میں ان کو پڑھنے کا بے حساب ثواب عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ شیخین (امام بخاری و مسلم)، ابن ماجہ وغیرہم نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ درج ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

دو کلمے زبان پر بہت آسان ہیں میزان پر بھاری ہیں؛ کیونکہ اعمال میزان پر بروز قیامت اجسام کی صورت میں پیش کیے جائیں گے۔ اس کو طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا یا صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اس کو ملا علی قاری نے بیان کیا اس کو پڑھنے والا رحمن کے نزدیک محبوب ہے۔ اس کو زمانی نے نقل کیا جیسا کہ مجمع میں ہے۔

(اس کی محبوبیت کی وجہ یہ ہے) کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے شریک، بیٹا، بیوی اور ہر قسم کے نقصان سے پاکی پر مشتمل ہے اور مخلوقات کی ہر قسم کی صفات سے منزہ ہے اس کو نووی نے نقل کیا اور وہ دو کلمے ہیں :

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم .

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا اس تسبیح کا ثواب کوئی نہیں جانتا۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ اسی حدیث مبارکہ کے ترتیب فقرات بخاری کی بعض روایات میں اس طرح ہیں جیسا کہ ترجمہ کیا گیا اور بعض روایات میں

حبیبان الی الرحمن .

مقدم واقع ہوا ہے۔

اور اسی طرح ایک حدیث مبارکہ جسے شیخین، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جو کوئی ہر روز سو (100) بار سبحان اللہ و بحمدہ کو پڑھے گا اس کے تمام گناہ خواہ دریا کے برابر ہوں معاف کر دیے جائیں گے۔

صحیحین میں ہے :

حطت خطایاہ .

اس کے گناہ مٹا دیے گئے۔

اور صحیح ترمذی و ابن ماجہ میں ہے :

غفرت خطایاہ :

اس کے گناہ بخش دیے گئے۔

آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اُمت حبیب علیہ التحیۃ والثناء کو رحمن کی تقدیس و تنزیہ پر سلامتی ایمان عطا فرمائے۔

پروردگار ان کلمات کی تلاوت سے ہمیں سعادت مند فرمائے اور تقصیرات پر معافی عطا فرما کر آخرت میں اپنی شایانِ شان اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

## بیان احادیث تنزیہ

جب اس قدرے قلیل تنزیہ رب جلیل کتاب اللہ میں مسطور ہے تو مناسب ہے کہ معنی مذکورہ کے موافق بعض احادیث بھی بیان ہو جائیں۔

بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے :

كذبنى ابن آدم و لم يكن له ذلك و شتمنى و لم يكن له ذلك فاما تكذيبه إياى فقولہ لن يعيدنى كما بدانى و ليس اول الخلق باهون علي من إعادته و اما شتمه إياى فقولہ اتخذ الله ولدا و أنا الأحد الصمد و لم ألد و لم أولد و لم يكن لى كفوا أحد .

یعنی ابن آدم مجھے جھوٹی تہمت لگاتا ہے اور ہرگز یہ اس کے لائق نہیں اور وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ اس کو ہرگز مناسب نہیں ہے، جھوٹی تہمت مجھے یوں لگاتا ہے کہ میں ہرگز آخرت میں اس کو زندہ نہ کروں گا حالانکہ میں سب سے پہلے پیدا فرمانے والا ہوں اور دوسری بار پیدا کرنا مجھے پہلی بار سے دشوار نہیں ہے تاکہ اس کے دل کا یہ شبہ زائل ہو۔ اور وہ گالی اس جہت سے دیتا ہے کہ میرا پروردگار جانداروں اور انسانوں کی طرح اولاد رکھتا ہے حالانکہ میں خدائے یگانہ ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میں نے جنا، اور نہ ہی مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی میرا ہم سر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے :

و أنا الصمد الذي لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا أحد .

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے :

و اما شتمه إياى فقولہ لى ولد لسبحانى ان اتخذ صاحبة او ولدا .

اس کا ترجمہ تفسیر عزیزى سے نقل کیا گیا کہ صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث قدسی میں آیا کہ پروردگار عالم نے فرمایا کہ انسان مجھ پر تہمت و دروغ باندھتا ہے حالانکہ یہ اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا، یوں ہی وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ بھی اسے زیبا نہیں۔ تہمت و دروغ تو یوں کہہتا ہے: میں اسے آخرت میں دوبارہ زندہ نہ کروں گا حالانکہ دوبارہ زندہ کرنا میرے لیے تخلیق اول سے زیادہ آسان ہے۔ اور گالی اس معنی میں کہ میں انسانوں اور جانوروں کی طرح اولاد رکھتا ہوں، حالانکہ میں یگانہ و بے نیاز خدا ہوں، نہ میں نے جنا اور نہ ہی مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

اس حدیث میں قول مجسمہ کے بطلان پر پانچ دلائل کا اشارہ ہے :

اول: احدیت جو تبعیض و تجزی کے منافی ہے اور اولاد آدمی کے نطفہ کے جدا ہونے کے بغیر متولد نہیں ہوتی۔

دوم: صدیت احتیاج کے منافی ہے اور اولاد کا ہونا احتیاجی کا متقاضی ہے۔

سوم: لم یلد۔ کیونکہ تولد میں بچہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا رہتا ہے، والد اس کو مباشرت کے ذریعہ سے رحم مادر میں پہنچاتا ہے، حق تعالیٰ تو قدیم ہے وہ تغیر سے مطلقاً بری ہے۔

چہارم: لم یولد۔ جو بھی جنتا ہے لازماً وہ بھی جنا گیا ہوتا ہے یا حکم زائدہ میں ہوتا ہے۔ پنجم: لم یکن له کفواً احد۔ کیونکہ اولاد درحقیقت زوج اور زوجہ کے بغیر ممکن نہیں اور زوج و زوجہ اور ولد باہم برابر ہم سر ہوتے ہیں پس جو ہم سر نہ رکھتا ہو وہ ولد بھی نہیں رکھتا ہے اور عند تحقیق تصدیق خدائی جو کہ مقتضائے یکتائی ہے اس خیال کے لیے یہ مانع کافی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اعضا جو کہ تبعیض و تجزی سے عبارت ہے اور ممکن جو مقتضائے احتیاج ہے اور نزول و انتقال جو موجب تغیر قدیم ہے حق سبحانہ کی احدیت، صدیت اور عدم ولدیت کے منافی ہے اور تصدیق معنی خدائی خام کے لیے مانع ہے اور صارف کے لیے وافی ہے اگر وہ کہتا ہے کہ اعضا اور مکان فہم سے خارج ہیں اور ہم ممکنات کی مثل بھی نہیں کہتے ہیں۔

اس کو جواب یہ دیا جائے گا کہ نصاریٰ و یہود بھی پسر، زن، زمان اور مکان کو مخلوقات کی مثل نہیں کہتے ہیں جبکہ وہ اس مثلیت کو عقل و فہم کے دائرہ سے بالا کہتے ہیں اور وہ اہل کتاب حق تعالیٰ کو احد و صمد جانتے ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے؛ مگر قرآن و حدیث میں ان کی تکذیب و تکفیر اور اشد عذاب فرمایا گیا ہے کیونکہ ان ناشائستہ کلمات اور صفات کائنات کا اطلاق حق تعالیٰ کی شانِ احد و صمد میں نہیں کرنا چاہیے۔ لہذا اس پر غور و فکر کرو۔

## تعیین اسمِ اعظم

بارگاہِ قدسیت میں احدیت و صمدیت غایت درجہ قبولیت ہے۔ چنانچہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ایک شخص عرض کرتا ہے میں اپنے خدا سے آپ کے وسیلہ سے جو آپ نے کلمات بتائے دعا مانگتا ہوں :

أنت الله لا إله إلا أنت الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد .

تو معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو احد، صمد ہے جو نہ جنا گیا اور نہ ہی اس سے کوئی جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کو اسمِ اعظم سے پکارتا ہے جب اس کو حق تعالیٰ سے کوئی کام درپیش ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو پورا فرمانے کے لیے اس کو یہ کلمات عطا فرماتا ہے اور جب وہ حق تعالیٰ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اجابت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی لبیک جواب میں فرماتا ہے۔

علمائے کرام کے اسمِ اعظم کی تعین میں اقوال ہیں۔

سیوطی نے ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ ارجح قول یہ ہے کہ تمام اسمِ اعظم ہیں۔ تمام روایات جو اسمِ اعظم کے لحاظ سے وارد ہیں ان کے تمام اقوال کی یہ حدیث سند ہے۔ اس کو شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے ترجمہ اشعۃ اللمعات میں نقل کیا۔ اور تنزیہ کی تمام

احادیث شیخین سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ عترتہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو سب سے پہلے ان کو حق تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانا۔ جب وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیں یعنی وہ تزیہ احد پر ایمان لے آئیں پھر ان کو خبر دینا کہ حق تعالیٰ نے ان پر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنا شروع کر دیں تو ان کو بتانا کہ حق تعالیٰ عزوجل نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان مال دار افراد سے لے کر فقرا کو دی جائے۔ جب وہ تمہاری فرماں برداری کرنے لگ جائیں یعنی زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو ان سے زکوٰۃ لو اور ان کے عمدہ اموال سے پرہیز کرنا۔

امام نووی شارح صحیح مسلم قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں کہ صحیحین کے شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کو معرفت الہی حاصل نہیں ہے اور یہ بھی مذہب اذکیاے علمائے عقائد کا ہے کیونکہ انہوں نے حق تعالیٰ کو پہچانا نہیں جس چیز کو انہوں نے مشابہ بنایا اور اس کی جسمیت کے قائل ہوئے اور اولاد، بیوی، مکان، انتقال، امتزاج کے وہ قائل ہوئے پس اس حالت میں ان لوگوں کے معبود وہ تمام ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نہیں ہے اگرچہ یہ اس کو خدا کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان صفات سے متصف نہیں ہے پس شیخ محقق نے اس نکتہ کو جانا اور اس پر اعتماد کیا اور جو معنی میں نے اپنے متقدمین شیوخ سے جانا بیان کر دیا۔

جو کوئی حق تعالیٰ کی جسمیت، تمکُن کا قائل ہو یا کسی چیز سے

اس کو تشبیہ دے تو وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کر سکے گا

اس حوالے سے بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ عترتہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف اپنی



نظروں کو جمائے رکھتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے اس باب میں ان پر سختی فرمائی کہ وہ اس کام سے باز آئیں کہیں ان کی نظر اچک نہ لی جائے۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حالت نماز میں اپنی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھانی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نظر اچک لی جائے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ لوگوں کو حالت نماز میں وقت دعا آسمان کی جانب نظر نہیں اٹھانی چاہیے لیکن ان کی بینائی نہ چھن جائے۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں ابن عمر، انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح احادیث مروی ہیں۔

طیبی نے کہا کہ اس جگہ خبر بمعنی امر ہے یعنی کہ اپنی نظر کو اٹھانے سے باز آنا چاہیے اور یا پھر حق تعالیٰ کی طرف سے نظر کے اچک لینے کا معاملہ ظہور پذیر ہوگا اور اس کو مجمع الزوائد وغیرہ نے نقل کیا۔ قسطلانی اور مرقاۃ میں ہے کہ یہ احادیث اس آیت کی مثل ہیں :

تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۝ (سورۃ فتح: ۱۷، ۲۸)

تم ان سے جنگ کرو یا وہ اسلام لے آئیں۔

یعنی احد الامرین مطلوب ہے یا تمہارا جنگ کرنا یا ان کا اسلام قبول کرنا پس ان چھ احادیث جن میں سے پانچ صحاح سے ہیں نماز میں نظر کو آسمان کی طرف بلند کرنے سے منع کیا اور شدید وعید فرمائی ہے اور تمام امت کا اس امر کی ممنوعیت پر اتفاق ہے۔ اس کو نووی، قسطلانی اور مولانا قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ باوصف اس کے حالت نماز میں آسمان کی جانب نظر نہیں کرنی چاہیے۔ اس قدر شدید وعید اس لحاظ سے فرمائی ہے کہ خاص طور پر حالت نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانا اس بات کا وہم ڈالتا ہے کہ حق تعالیٰ تو مجیب الدعوات ہے جہت علو میں ہے حالانکہ حق

سبحانہ و تعالیٰ جملہ جہات سے پاک و مبرا ہے۔ (۱)

مولوی خرم علی ان لوگوں (مجسمہ) کے پیشواؤں میں سے ہیں انہوں نے شرح مشارق میں لکھا ہے کہ نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا درست نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ مظاہر حق میں اسی حدیث کے تحت مرقاۃ کی عبارت نقل کی ہے اور سید جمال الدین کے حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے کہ اور نماز میں مطلق نظر اوپر اٹھانی مکروہ ہے مخصوص وقت دعا کا اس لیے کہ وہم آجاتا ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے لیے مکان معین ہے اور وہ پاک ہے مکان اور مکانیت سے۔

جب یہ تزیہ و تقدیس قرآن و حدیث سے ثابت ہے، تو پیشوایان اہل سنت نے عقائد تزیہ منعقد فرمائے اور امت کو درستگی و تقویت ایمان سکھائی۔ چنانچہ وہ عقائد کتب دینیہ میں مذکور ہیں استشہاداً بعض عبارات تحریر کی جاتی ہیں۔

## عبارات کتب عقائد

امام فضل اللہ تورپشتی جن کو اہل سنت اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تعداد کتب دینیہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں وہ اپنی کتاب المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

خدا ایک ہے اور وہ قدیم ہے۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ اس کی تمام صفات باکمال ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے اس میں نقص ہو اس سے وہ پاک و منزہ ہے۔ وہ جسم جو ہر عرض نہیں ہے اور زمان و مکان میں مقید نہیں ہے۔ ملتقطاً

(۱) قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ ہے اس کو فتح الباری میں لکھا ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے اسباب نزول میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھاتا ہے پس نازل ہوئی :

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝

(جو لوگ اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرتے ہیں)

اور نظر کو اٹھانا یہ خشوع کے منافی ہے۔ امام نووی، قسطلانی اور ملا علی قاری نے کہا کہ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر کرنا اس کو خارج نماز نہیں کرتا ہے قاضی شرع اور بعض دیگر نے اس کو جائز رکھا ہے اکثر علماء کہتے ہیں کیونکہ آسمان قبلہ دعا ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

## امام شعرانی کا عقیدہ

عارف شعرانی عالم حقانی اپنی کتاب ایواقیت والجوہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں :  
خدا ایک ہے نہ وہ تقسیم ہوتا ہے اور نہ مکان میں مقید ہے۔ اس کی حقیقت حقائق  
مخلوقات سے مختلف ہے اور وہ ہرگز کسی مکان میں نہیں جیسا کہ وہ زباں میں نہیں  
ملتقطاً۔

## امام غزالی کا عقیدہ

کتاب حیات الذاکرین میں امام غزالی کی کتاب الاقصاد فی الاعتقاد سے نقل کیا ہے :  
وہ واحد و قدیم ہے، جو ہر جسم و عرض نہیں۔ وہ حد میں محدود نہیں ہے اور نہ جہت کے  
ساتھ مخصوص ہے۔

## ملا علی قاری کا عقیدہ

فقہ اکبر اور اس کی شرح میں مولانا قاری سے مسطور ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کے  
مشابہ نہیں۔ حق سبحانہ شے ہے لیکن دیگر اشیا کے مثل نہیں یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے ساتھ  
موجود ہے مگر مخلوقات کی مانند ذات و صفات نہیں۔ اور یہ بات پیش نظر رہے کہ حق تعالیٰ امکانہ میں  
سے کسی مکان میں ہے اور نہ ازمہ میں سے کسی زمانے میں مقید ہے؛ کیونکہ مکان و زمان مخلوقات  
سے ہیں حق تعالیٰ ازل میں تھا اور کوئی چیز اس کے ہم راہ نہ تھی پس حق سبحانہ محدود ہے نہ معدود، نہ  
مصور نہ متبعض، نہ متجزی نہ مرکب، نہ متناہی اور نہ ہی کسی علوی و سفلی مکانات میں سے کسی مکان میں  
متمکن ہے۔ یوں ہی حق تعالیٰ پر کوئی زمانہ جاری نہیں ہوتا؛ جیسا کہ مشہور مجسمہ کو وہم آتا ہے۔

## امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوب ۲۴۴ جلد اول عقائد اہل سنت کے بیان میں

لکھتے ہیں :

حق تعالیٰ جمیع صفات نقصان اور سات حدود سے منزہ و مبرا ہے، نہ جسم و جسمانی ہے اور نہ ہی مکانی و زمانی۔

اور اپنے مکتوب ۶۷ میں لکھتے ہیں :

زمان و مکان و جہت کو حق تعالیٰ میں گنجائش نہیں کہ یہ تمام مخلوق ہیں۔ (۱)

## امام شکور سالمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام شکور سالمی نے تمہید میں کہا :

صانع عالم واحد ہے۔ قدیم بالذات ہے۔ بصفات جوہر نہیں کہ مکان کا محتاج ہو۔ عرض نہیں کہ محل کا محتاج ہو اور جسم نہیں کہ اس کے اعضا ہوں۔

## شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :

پروردگار عالم جسم نہیں ہے اور نہ جوہر یعنی تن ہے، نہیں عرض۔ یوں ہی وہ مصور نہیں کہ اس کی شکل و صورت ہو۔ مرکب نہیں کہ پارہ پارہ باہم پیوستہ ہوں۔ محدود و معدود نہیں یوں ہی کسی جہت میں نہیں یعنی اوپر نیچے پیچھے آگے بائیں دائیں۔ اور کسی جگہ میں مقید نہیں، نہ کسی زمانہ میں؛ کیونکہ یہ تمام صفات عالم سے ہیں اور پروردگار عالم پر صفات عالم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

## قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

مالا بدمنہ میں مرقوم ہے :

(۱) مکتوب ۶۷ نامزد خان جہاں است در بیان عقائد اہل سنت و در اول این مکتوب تصریح کردہ اند کہ تصحیح عقائد بایں مذکورات سبب صلاح و فلاح اخردیست و اعتقاد خلاف لہہا سم قاتل است۔ ۱۲ منہ غنی عنہ

حمد و ستائش خاص خدا عزوجل کے لیے ہیں جو اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور کسی چیز کا محتاج نہیں۔ وہ ذات و صفات و افعال میں یگانہ ہے۔ وہ نہ تو کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔

## حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا عقیدہ

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تحفہ اثنا عشریہ میں عقیدہ نمبر ۱۲ میں تحریر کرتے ہیں :

حق تعالیٰ جسم و طول و عرض و عمق نہیں رکھتا ہے ذی صورت و شکل نہیں ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۳: یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان نہیں ہے اور اس کی جہت نہیں ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۴: فوق و تحت سے متصور نہیں ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

حکمیہ و سالمیہ و شیطانیہ و سمیہ امامیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم ہے اور سالمیہ کہتے ہیں کہ چہرہ، چشم، گوش، دہان، بینی، دست، پا، حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں۔

حکمیہ اور یونسیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان عرش ہے اور مماس (بچھونا) عرش ہے مثل فرش کے کہ اس پر تخت نشین ہوتے ہیں اور وہ عرش سے اور عرش اس سے زیادتی نہیں رکھتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ برابر برابر ہیں۔

سالمیہ و شیطانیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان میں ہے اور وہ انتقال کرتا ہے مکانی سے مکانی میں اور آسمانی سے آسمانی میں اور نزول و صعود قیام و قعود کرتا ہے۔ اور ربیعہ کہتے ہیں اس کا مسکن آسمان ہے لیکن موسم بہار میں وہ پھولوں اور شگوفوں کی سیر کرنے کے لیے زمین پر تشریف لاتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف اوپر چلا جاتا ہے مثل جہانگیر بادشاہ کے جس کا مستقر تو آگرہ تھا اور وہ ہر سال سیر کے لیے بہار میں کشمیر چلا جاتا تھا۔ یہ عقیدہ کبری امامیہ کا ہے جو بچوں کے لیے معجزہ خیز ہے یہ عقیدہ ثقلین (قرآن و اہل بیت) کی کلی طور پر مخالفت کرتا ہے جیسا کہ کتاب اللہ میں ارشاد ہے :

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۝

اور رہی بات اہل بیت کرام کی تو اس حوالہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول صحیح البلاغہ میں ہے، وہ فرماتے ہیں :

حق تعالیٰ کا اجزاء، جو ارجح اعضا سے وصف بیان نہیں کیا جائے گا اور حق تعالیٰ مکان میں مقید نہیں ہے کہ اس میں اس کا انتقال جائز ہو۔

حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، پشمیہ، امامیہ سے جہت فوق ثابت کرتے ہیں کیونکہ عرش و آسمان جہت فوق میں ہیں مگر آسمان دنیا پر نزول کے وقت آسمان کے فوقانی فرشتے اور حملۃ العرش اور خزینۃ الکرسی اس کے اوپر ہوتے ہیں (یعنی یہ تمام حق تعالیٰ کے اوپر ہوتے ہیں آسمان دنیا پر نزول کے وقت) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور صحیح البلاغہ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ مکان و آئین میں محدود نہیں ہے۔ اھ ملتقطاً

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہر نو مجسمہ، شیطانیہ، سالمیہ، حکمیہ اور پشمیہ اعتقادات میں باہم مختلف ہیں چنانچہ ان میں سے بعض حق سبحانہ کے لیے صرف ایک مکان عرش، اعضا اور انتقال کے قائل ہیں اور بعض کا قول زمین و آسمان کے مکان میں حائل ہیں جیسا کہ سوال میں گفتگو نقل کی۔

ہماری سابقہ منقولات سے معلوم ہو چکا ہے کہ رحمٰن کے لیے جو ارجح اور مکان کا عقیدہ رکھنا قرآن و حدیث کے منافی ہے۔

## رحمٰن کے لیے قائلین مکان و جوارح کی کفریات کا بیان

سچا و سیدھا عقیدہ اہل حق و عرفان (یعنی اہل سنت و جماعت) کا ہے اور حق سبحانہ کی تزیہ پر ایمان کے سلسلے میں انہوں نے مجسمہ کو الوداع کہہ دیا جس کی کفریت ظاہر و عیاں ہے؛ مگر توضیح مزید کی غرض سے میں بعض عبارات کتب دینیہ سے استبصاراً پیش کرتا ہوں۔  
المعتمد فی المعتقد میں ہے :

جاننا چاہیے کہ انواع کفر بہت زیادہ ہیں اور تمام کی ابا طیل کا منشا پانچ چیزیں ہیں :

۱۔ تعطیل ، ۲۔ تشریک ، ۳۔ تشبیہ ، ۴۔ تعلیل ، ۵۔ تشریک در تدبیر۔

تشبیہ یہ ہے کہ ایک قوم خداے جل و علا کو جاری کہتی ہے کیونکہ وہ اس کے پیدا کردہ کو جو اہر و اعراض سے نسبت کرتے ہیں اور اس کی ذات کو جسم، جوارح، اعضا کی مانند کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان تصورات سے بلند و بالا ہے۔

الیواقیت و الجواہر میں سراج العقول ابو طاہر قزوینی سے نقل ہے کہ مشبہ آیت استوئی کی وجہ سے گمراہ ہو گئے جو حق سبحانہ کی صراحاً تجسیم کرتے ہیں اور اُمت مرحومہ میں تکفیر و تھلیل و ضرب و شتم و قتل و غارت گری کے مرتکب ہیں۔ مولانا قاری کہتے ہیں کہ یہ فرقہ نو مجسمہ ہے۔

شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ حق سبحانہ کا جسم ہے اور اس کے لیے خاص مکان ہے اور وہ زمانے میں مقید ہے۔ تو جو ان اقوال کی امثال (کا معتقد ہوگا) درحقیقت کافر ہوگا کہ اس کے لیے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں۔

ایک شرح قزوینی میں اور دوسرے مقام پر نعیم بن حماد فزری سے نقل ہے جو کہ شیخ بخاری ہیں وہ فرماتے ہیں: جو کوئی حق تعالیٰ کو مخلوقات میں سے کسی چیز کے ساتھ مشابہت دیتا ہے وہ شخص کافر ہے اور جو کوئی اس کے کسی کا وصف کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے۔ اذرا سلق بن راہویہ نے (کہ یہ بھی شیخ بخاری ہیں) کہا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے کسی وصف کو مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے وہ شخص خداے عظیم عز و جل کے ہاں کافر ہے۔

تمہید میں کہا ہے کہ بعض جمہیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کے اور عرش کے درمیان ہوا ہے جو کہ حق تعالیٰ کی حد ہے اور حد کا معنی وہ بیان نہیں کرتے ہیں اور یہ ان کا کفر ہے کیونکہ اگر حق تعالیٰ عرش پر ہے تو محدود ہو گیا حالانکہ وہ محدود نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے۔ اس روایت میں مذکور ات بالا کی مثل صراحت ہے کہ اگرچہ انہوں نے معنی مکان کی وضاحت نہیں کی ہے اور اس کو ادراک سے ماورا تصور کرتے ہیں بہر حال کفر میں گھرے ہوئے ہیں۔

بحر المذاہب میں عقائد لکھے ہیں کہ جو کوئی حق تعالیٰ کا وہ۔ اس طرح بیان کرے کہ



جناب باری کے شایانِ شان نہ ہو کیونکہ یہ ممکنات کی صفات سے ہے تو بالتحقیق وہ کافر ہے۔  
 فتاویٰ عالمگیری میں ہے: جو کوئی حق تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرے کافر ہے۔ اگر وہ  
 یہ کہے کہ خدا تعالیٰ سے کوئی مکان خالی نہیں ہے، کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کہے کہ خدا تعالیٰ  
 آسمان میں ہے اگر وہ اس کا قصد حکایت کے لحاظ سے کرے جیسا کہ اس کا ظاہر بعض  
 احادیث میں آیا ہے تو کافر نہیں ہوگا اور اگر مکان کے ارادہ سے کہا تو کافر ہو جائے گا۔ اور  
 اگر یہ بات بلا نیت کے کہی تو اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور یہ صحیح ہے غلط فتویٰ نہیں ہے اور  
 حق تعالیٰ کو اوپر نیچے کی جہت سے متعصب کرنے سے کافر ہو جائے گا جیسا کہ بحر الرائق میں  
 ہے۔ اگر یہ کہتا ہے کہ میرا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر ملا تو کافر ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ  
 قاضی خان میں ہے۔

اگرچہ اس جگہ یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ رحمن کے لیے زمین و آسمان میں مکان کا ثبوت  
 اشد کفر ہے؛ مگر تمہید (ابوشکور سالمی) سے آپ وہ عقائد سن آئے ہیں کہ جمہیہ میں سے بعض  
 کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور اس آیت سے سند لاتے ہیں:

وَ هُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَ فِي الْأَرْضِ ۝ (سورۃ النعام: ۳۶)

اور وہ خدا زمین و آسمان میں ہے۔

اور ہم کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ ہر مکان میں ہے تو لازم آئے گا کہ چوپائیوں اور کتوں کے  
 منہ میں اور کینروں کی شرم گاہوں میں بھی ہو پس یہ کفر قبیح ہے (کیوں کہ یہ تمام بھی مکان  
 ہیں)۔ (۱)

(۱) جاننا چاہیے کہ یہ دونوں روایات تمہید سے منقول ہے جس میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے لیے مکان کا  
 اثبات جمہیہ کا مذہب ہے اور غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور میں ان کے مذہب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس جملہ ولا  
 يعرف لہ مکان کی تعریف میں مکان نہیں لکھا ہے پس حق یہی ہے کہ ولا يعرف جملہ علیحدہ ہے اور لہ مکان علیحدہ  
 ہے کہ قلم نے اس کو ناسخ کرنا چھوڑ دیا تھا (یعنی قلمی غلطی ہے) چنانچہ فیروز پور میں لکھو کے (جگہ کا نام) کے  
 مولویوں کے جواب میں۔ میں نے کہا تھا کہ اثبات مکان رحمن کے ہے جمہیہ کا مذہب ہے اور نفی مکان اہل سنت  
 کا مذہب ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

## بیان مشبہ جواب طلب

باقی یہاں مشبہ کا جواب رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کتب عقائد میں لکھا ہے کہ اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ تو یہ لوگ جو فرقہ مجسمہ قدیم و جدید کے ہیں وہ بھی اہل قبلہ سے ہیں تو ان کی تکفیر کرنا کیوں جائز ہے؟۔

اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کی بدعت کفر کی طرف جاتی ہے تو ان کی تکفیر کی جائے گی؛ ورنہ ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔

المعتمد فی المعتقد میں لکھا ہے کہ اکثر سلف گم راہ فرقہ جیسے روافض، خوارج، معتزلہ کی تکفیر کو جائز نہیں رکھتے اور بعض ان کی تکفیر میں شانِ وسعت سے کام لیتے ہیں۔ اور اصول دین مستقیم کا قانون یہ ہے کہ اس میں نظر کی جائے کہ اگر مبتدع تاویل کرتا ہے جو کہ نص ظاہر کی مخالفت کی طرف لے جاتا ہو یا وہ سنت سے ثابت ہو کہ اس پر عمل منقطع ہو گیا ہے یا اس کے رد پر امت کا اجماع ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور ملا علی قاری نے فقہ اکبر میں جو لکھا ہے اس کا معنی یہی ہے کہ بدعتیوں کی قبائح میں سے یہ بھی ہے کہ وہ باہم تکفیر کرتے ہیں اور اہل سنت کی مدائح میں سے ہے کہ وہ بدعتیوں کو فاسق کہتے ہیں یعنی ان کی تکفیر میں باز پرس نہیں کرتے جو کہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ چیزوں کو پیش ہونے سے پہلے نہیں جانتا تھا وہ کافر ہے اگرچہ بدعتیوں میں شمار کیا جائے گا۔

اسی طرح جو کوئی حق تعالیٰ کو جسم کہے، زمان و مکان اس کے لیے ثابت کرے یا کوئی نامناسب وصف اس کی طرف منسوب کرے تو وہ بالتحقیق کافر ہے؛ کیونکہ اس کے لیے حقیقت ایمان جو کہ تنزیہِ رحمٰن ہے ثابت نہیں ہوئی یعنی اگرچہ رحمٰن کے ساتھ جسم، جوارح اور مکان کے قائلین بہت زیادہ ہیں بہر حال ان کی مخالفت میں اللہ سبحانہ کی تنزیہ پر بہت سی نصوص ناطق ہیں، کفار میں محدود ہیں۔

اور اسی شرح میں اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ بدعتیوں کی تکفیر فقہا کا مذہب ہے یا بطور تغلیط ہے اور عدم تکفیر متکلمین کا مذہب ہے یا بطور تحقیق ہے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ان تمام

مبتدعین کی تکفیر کہ اگر ان کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اس میں فقہاء و متکلمین کی آرا مختلف فیہ ہیں حالانکہ یہ بات بخوبی متحقق ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ احد و صمد ہے یعنی اجزاء، اعضاے زماں و مکاں اور دیگر صفات ممکنات سے منزہ و مبرا ہے۔ ایمان اسی جنس سے ہے اور رحمن کے لیے اعضا اور مکان کا قائل مستوجب کفر ہے۔

## مسئلہ اصولیہ اتفاقیہ

اولاً تمہیں اہل سنت کا ایک مسئلہ شرعیہ اصولیہ اتفاقیہ سن لینا چاہیے پھر اس کے بعد تشابہ آیات و احادیث استواء، ید، وجہ کو سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ: محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ درحقیقت آیات و احادیث سے مراد وہ ہے کہ سلف اوائل میں جو دین کی زبان کو سمجھنے والے اور مراد شریعت کے شناسا ہیں قرآن و موارد کے ساتھ جہت علم سے سمجھنے کا انداز اگرچہ بظاہر ان کی فہم کے خلاف ہی آتا ہے یا نہیں، فہم تقدس کے باب میں اصل ہے۔ اور ان مبتدعیوں کی تعین مراد اور کجی و زلالت کا وجوہ یہاں پر (جمہور اسلاف کے خلاف) ہے اور اللہ ہی کی جانب سے بچاؤ اور توفیق ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجالہ نافعہ میں کہا کہ علم حدیث کا یہ شرف و اعزاز ہے کہ کوئی علم اس کے مشابہ نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ علم قرآن، عقائد اسلام، احکام شریعت اور قواعد طریقت تمام بیان پیغمبر علیہ السلام پر موقوف ہیں اور یہ خبر کے قبیل سے ہے اور خبر صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے پس اس علم کی تحصیل سے دو چیزیں لازم آتی ہیں ایک تو رواۃ کے حال کو ملاحظہ کرنا اور دوسرا ان معانی کے فہم میں احتیاط عظیم کرنا کیونکہ امر اول میں آکر سستی ہوئی تو کاذب کو صادق کے ساتھ ملتبس کر دے گا اور اگر امر ثانی میں احتیاط نہیں برتے گا تو مراد غیر مراد کے ساتھ مشتبه ہو جائے گی اور علی التقدر یرین جو فائدہ اس علم سے متوقع ہے وہ حاصل نہ ہوگا بلکہ اس فائدہ کی ضد حاصل ہوگی اور قریب ہلاکت گم راہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے پناہ عطا فرمائے۔

حاصل یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے تمام معانی وہی ہیں جو سلف سے سند بہ سند منقول ہوتے ہیں اور معتبر تفاسیر اور معتمد شروح میں مرقوم ہیں جو کوئی ان آیات و احادیث سے اسلاف کی تعبیرات کے منافی مراد لے یا ان بزرگوں کی رائے کو نامعتبر سمجھے اور خود کو حق پر سمجھے اور انہیں گم راہ سمجھے تو وہ اپنے متبعین کو ہلاکت و گمراہی تک پہنچانے والا ہے۔

## معنی محکم و متشابہ کی تفصیل

اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد اب اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ صدق اور عدم منسوحیت کتاب کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جملہ قرآن حکم ہے:

كِتَابٌ اُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ۝ (سورہ ہود: ۱۱۱)

(یہ ہے وہ) کتاب جس کی آیات کو محکم کیا گیا۔

اور باعتبار موافقت فصاحت و بلاغت نیز عدم تناقض کے لحاظ سے اس کی تمام آیات متشابہات ہیں حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ :

كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَّثَانِي تَفْشِيرُ مِنْهُ ۝ ۰۰۰۰ (سورہ زمر: ۲۳/۲۹)

کتاب اور دوبارہ باہمی مشابہ ہے کہ اس کے تن سے بال کو اٹھایا جاتا ہے۔

ظہور معانی اور اس کی مراد الہی کے لحاظ سے بعض آیات محکمات ہیں کہ تمام اصول دین ان سے ہیں اخفا کے سبب اور معنی کے اشتباہ کی وجہ سے ان میں سے بعض آیات متشابہات ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا :

مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ ۝ (سورہ آل عمران: ۷۳)

ان میں سے بعض آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔

جیسا کہ معتمد تفاسیر میں ہے۔

یہ بات لازمی طور پر پیش نظر رہے کہ یہ نو مجسمہ ایسی آیات و احادیث جو استواء، ید، وجہ، ساق اور نزول کو محکم اور معلوم المراد جانتے ہیں (یقین رکھتے ہیں) اور حق تعالیٰ کے لیے

اعضا ثابت کرتے ہیں اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے؛ کیونکہ ان (اہل سنت) کے نزدیک متفقہ طور پر یہ آیات و احادیث متشابہات سے ہیں جمہور کے نزدیک ان پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے علم سے مراد حق تعالیٰ کی جانب تفویض کر دیا ہے اور اس کی تحقیق و تفتیش کرنا گمراہی ہے اور ان میں سے بعض نے جو اس کی تاویل کی ہیں اس سے ہزار زبانیں بیزار ہیں بلکہ ان معانی مناسبہ کی ان الفاظ کے ساتھ بطور تاویل کرتے ہیں کہ نسبت جو ارح مکان اور جسم سے ذات کا منزہ ہونا تو صحیح پیش نہیں کرتے ہیں۔ میں کتب دینیہ کی عبارات کو تبصرہ لکھتا ہوں۔

اتقان فی علوم القرآن میں متشابہ آیات صفات کی فصل موجود ہے۔ اور ابن لبان نے اس بیان میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اور وہ آیات متشابہ جیسے :

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

وَلِتَصْنَعَ عَلَى عَيْنِي

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ

جمہور اہل سنت جن میں تمام سلف یعنی صحابہ، تابعین اور محدثین شامل ہیں ان تمام کے نزدیک ان آیات پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے معانی کی مراد حق تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہیے اور ان کی تفسیر نہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ وہ ان صفات سے منزہ ہے جن میں ان آیات کے حقائق کو سمجھنے کے لیے گفتگو کی جاتی ہے۔

حضرت ابوالقاسم لایکانی رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استواء کے حوالے سے درایت کرتے ہیں کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی کیفیت معقول نہیں، اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر۔

حضرت ابی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے استواء کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: استواء پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے معنی کے بارے

میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ حق سبحانہ نے اس کو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سنا ہے اور ہم پر اس کی تصدیق لازم ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ سے بھی اس آیت کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا: آپ نے ان سے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی کیفیت معقول نہیں۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے معنی پوچھنا بدعت ہے۔

بیہقی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فرمایا: استواء اس طرح ہے کہ حق تعالیٰ نے اس پر خود کو ستودہ (قائم) کیا اور اس کا وصف ارشاد فرمایا اور یہ بات نہیں کرنی چاہیے کہ کس طرح ہے اور کیوں ہے؟۔

اور لاکانی محمد بن حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کے جملہ فقہا شرق تا غرب کا اس پر اتفاق ہے کہ صفات پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی تفسیر و تشبیہ میں کلام نہیں کرنا چاہیے۔ (۱)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت الہی کی حدیث پر فرماتے ہیں کہ اس باب میں اہل علم ائمہ مجتہدین مثل سفیان، مالک، عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ، اور وکیع وغیرہم رضی اللہ عنہم جمعین کا مذہب یہ ہے کہ ان احادیث کو ان کے تمام الفاظ کے ساتھ روایت کرنا چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی کیفیت و تفسیر کے بارے میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔

(۱) مجھے یاد ہے کہ امرت سر میں مجھے ایک شخص نے اتقان فی علوم القرآن کی عبارت دکھائی جب حدیث مالک پر پہنچا کہ کہنے لگا کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ استواء معلوم المراد ہے کیونکہ چیز مجہول نہیں ہے پس معلوم ہے اور اس حدیث کو صاحب اتقان نے محکم کہا ہے اور اس کی امثال کو استواء کے مشابہ ہونے پر سند کے طور پر لایا ہے اگر یہ حدیث محکم ہے تو استواء ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے مشابہ ہونے پر سند لایا ہے اور اسے دیگر علماء و عمائد نے بھی اس حدیث کو استواء پر مشابہ بطور سند لائے ہیں اس نے کہا کہ میری فہم و فراست علماء کی فہم و فراست سے خوب تر ہے میں نے سمجھا کہ یہ شخص تو ان لوگوں میں سے ہے جو آیات و احادیث کے معانی کو اسلاف کے بیان کے خلاف لے کر جاتا ہے میں نے اس کو ہر لحاظ سے نرمی سے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ استواء غیر مجہول الاصل ہے یعنی اس لفظ کی اصل قرآن سے ثابت ہے اور یہ معنی جملہ اہل سنت سے مروی ہے مگر وہ شخص میرے کلام پر ہنستا تھا اور اپنی فہم پر ناز کرتا تھا میں نے اس سے کلام ترک کر دیا۔ (کہ ایسے جاہلوں سے کلام کرنا تصحیح اوقات ہے۔)

بعض اہل سنت کہتے ہیں: ہم تاویل (یعنی تزیہ اور ترکِ تشبیہ) جلالِ الہی کے لائق کرتے ہیں اور متاخرین کا یہی مذہب ہے۔

امام الحرمین پہلے متاخرین کے مذہب پر تھے پھر اس سے بعد میں رجوع ظاہر فرمایا اور کہا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مذہب اسی طرح ہے۔ اتباعِ سلف کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور میں ان معانی کی تاویل میں اپنی رائے نہیں دیتا ہوں۔

ابن صلاح نے کہا کہ پیشوایان و سادات امت اسی طریق پر تھے اور جملہ فقہاء و محدثین اسی مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اور متکلمین اہل سنت نے اس کا انکار نہیں کیا۔

ابن برہان نے مذہب تاویل کو اختیار کیا اور ابن دقیق العید نے اس بیان میں میانہ روی اختیار کی کہ اگر اس کی تاویل عربی زبان کے قریب ہوئی (معنوی لحاظ سے) تو ہم اس کا انکار نہیں کریں گے اور اگر تاویل مسلم سے معنی بعید ہو تو ہم اس کو قبول نہیں کریں گے اور ہم ان تمام معنی پر ایمان لاتے ہیں جن کی مراد تزیہ باری ہے۔

میں نے ان آیات کی تاویلات اہل سنت کو ذکر کر دیا ہے ان میں سے ایک صفت استواء ہے۔ میں نے اس کی سات تاویلات دیکھی ہیں۔

## تاویلاتِ استواء

ان میں سے ایک روایت کلبی میں ہے اور مقاتل نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ استوی کا معنی استقرا (قرار پکڑنا) ہے۔ اگر یہ معنی صحت تک پہنچتا ہے تو محتاجِ تاویل ہے۔ کیا استقرا جسم کی علامت ہے؟

دوم استواء بمعنی استولی ہے اور یہ مردود ہے دو وجہ سے: ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے تو تخصیصِ عرش کیا معنی رکھتا ہے (خدا تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے)۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ استیلا، قہر و غلبہ کے بعد ہوتا ہے اور خدا منزہ ہے اس سے کہ کوئی اس کا مقابل ہو (اور خدا اس کو مغلوب کر کے خود غالب آئے)۔



سوم استوی بمعنی سعد (چڑھنا) ہے چنانچہ ابو عبیدہ سے یہ معنی منقول ہیں اور یہ معنی مردود ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ صعود سے منزہ ہے۔

چہارم اسماعیل ضریر نے اپنی تفسیر میں کیا ہے کہ علا و العرش له استوی ۔ وہ عرش کے اوپر جلوہ گر (متمکن) ہے۔ اور یہ دو وجہ سے مردود ہے: ایک تو یہ کہ فعل علا تو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے نہ کہ یا کی صورت میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرش کو مرفوع قرآن میں سے کسی نے نہیں پڑھا۔

پنجم الرحمن علی العرش استوی کلام تام ہے اور استوی کلام دیگر ہے اور یہ مردود ہے؛ کیونکہ آیت اپنی نظم میں آئی ہے۔

استوی بمعنی متوجہ ہونا ہے عرش کی پیدائش پر جیسا کہ واقع ہے کہ ثم استوی الی السماء قرآن اور اشعری اور اہل معانی میں سے ایک جماعت اس کی قائل ہے اور اسماعیل ضریر نے ان کو صحیح کہا ہے کہ اس معنی میں استوی کا صلہ الی مذکور ہوتا ہے نہ کہ اس کا صلہ علی ہونے پر۔ (۱)

استوا جو حق سبحانہ کی طرف منسوب ہے اس کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ عدل کے ساتھ قائم ہے جیسا کہ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (عدل کے ساتھ قائم ہے) ارشاد فرمایا ہے تو عدل۔ کے ساتھ قائم ہونا استوا ہے۔ صاحب اتقان نے اس کے بعد معانی نفس کو بیان کیا کہ وجہ، عین، ید، یمین، ساق، جب، قرب، فوق، مجتبیٰ، محبت، تعجب، عندیت، معیت الہی یہ تمام اہل سنت کے نزدیک متشابہات میں سے ہیں بطور منقول اس کو پیش کرنا منافی تنزیہ نہیں ہے اور نہ ہی مستلزم تشبیہ ہے۔

اور اسی ضمن میں فرمایا کہ صفت فوقیت جو کہ

(۱) اور مصنف اس معنی کی طرف متوجہ ہوا ہے اور اس کا عرش پانی پر ہے جو اس سے صراحتاً ثابت ہے کہ عرش کی تخلیق مقدم ہے آسمان و زمین کی تخلیق پر اور صحیح حدیث بھی ہے۔

كان الله و لم يكن معه شئ و كان عرشه على الماء .

اللہ ہی تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر ہے۔

بہت سے ائمہ نے کہا ہے کہ ید وغیرہ پر ایمان لانا چاہیے برابر ہے کہ اس کی تفسیر و معانی کرنا چاہیے یا اس باب میں وہم کو الگ کر دینا چاہیے۔

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۝ (سورۃ انعام: ۱۸/۶)

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ۝ (سورۃ نحل: ۵۰/۱۶)

خدا غالب ہے اپنے بندوں پر۔

ملائکہ اپنے پروردگار کی شانِ علویت سے ڈرتے ہیں۔

یہاں علو سے مراد غیر جہتی اور مکانی ہے۔

قسطلانی نے دو احادیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی نقل کی ہیں ان کو تشابہ پر سند کا ہونا کے عنوان سے آیت استویٰ کو اتقان سے لے کر ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں نقل کیا ہے اور شرح صحیح ترمذی میں متعدد مقامات پر ہے کہ ان جیسے الفاظ کے معانی نہیں کرنے چاہیں اور ان پر ایمان لانا چاہیے؛ چنانچہ باب تفسیر سورۃ مائدہ میں حدیث ید کے تحت فرمایا:

قال الائمة يؤمن به كما جاء مع غير ان يفسر او يتوهم -

ائمہ نے فرمایا کہ ان پر ایمان لایا جائے گا جس طرح یہ نازل ہوئی ہیں سوائے اس کے کہ اس کی تفسیر کی جائے یا وہم ڈالا جائے۔

حالانکہ اس جگہ دو امر کا بیان ضروری ہے: اول یہ کہ رحمٰن کے لیے اثبات مکان کرنا۔ اور استوا کی تفسیر اسی استقر کے ساتھ کرنے سے لوگوں کو شبہہ واقع ہوا؛ چنانچہ وہ مادہ معالم کو پیش نظر رکھتے ہیں (یعنی حق تعالیٰ کے لیے جسمیت و مکان کے قائل ہوتے ہیں)۔

## تاویل استقر

جواب: یہ شبہہ عمدہ علمائے اعیان سے اتقان میں گزرا کہ اولاً یہ روایت صحیح نہیں ہے بالفرض اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے دوسرے الفاظ کے مثل ہم تاویل کرتے ہیں چنانچہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ استقر بمعنی قرار پکڑنا اس کی تاویل نہیں ہے جو کہ جسمیت کی علامت ہے بلکہ اس کا معنی استتم و استکمل ہے یعنی حق تعالیٰ نے تمام و کمال کر دیا اور اپنے ہونے کو عرش کے اوپر تمام مخلوقات پر جلوہ گر کیا اور عرش بالا جماع جمیع کائنات کو حاوی ہے اور اس کے اوپر اس باری تعالیٰ

سے بزرگ و برتر اور اس کو دائرۂ جسمیت سے خارج کرنے والی کوئی مخلوق نہیں۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ استوا بر عرش آسمانوں کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا چنانچہ سورہ اعراف، یونس، طہ، فرقان، سجدہ، حدید، چھ جگہ واقع ہے۔ اس کو ایواقیت والجواہر میں ابوالظاہر قزوینی سے نقل کیا ہے۔

راقم کان اللہ کہتا ہے کہ آیت استوی سورہ رعد میں بھی اسی طرح آئی ہے کہ آسمان کی تخلیق کے بعد ذکر استوا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا :

الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۝ (سورہ رعد: ۲/۱۳)

وہ ذات جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا تو اس کو دیکھتا ہے پھر اس نے عرش پر استوا کیا۔

## حالی کلبی و مقاتل

اور وہ جو اتقان میں کہا ہے تاویل استوی کی روایت استقر کے ساتھ صحیح نہیں ہے اس کا معنی جیسا کہ دوراوی کلبی و مقاتل کا ہے مقاصد میں شرح صحیح بخاری میں امام احمد سے روایت ہے کہ تفسیر کلبی اول تا آخر جھوٹ کا پلندہ ہے، اس کی نظر میں حلال نہیں ہے اور زبدہ شرح شفا میں کہا کہ کلبی ابوالنصر محمد بن سائب کو بعض نے ضعیف کہا ہے اور اکثر اس کو کاذب شمار کرتے ہیں۔

اور سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ تفسیر ابن عباس میں کلبی از ابی صالح از ابن عباس کا طریق ست تر ہے؛ کیونکہ سدی صغیر ہے اس طریق کو منضم کر دیا ہے پس وہ جھوٹا ہے اور سری کے بعد مقاتل ہے۔

مقاتل کے بارے میں ردی مذاہب ہیں مجمع بحار الانوار میں اور صاحب مجمع سے جامع البیان کے مصنف معین بن صفی نے روایت کیا ہے کہ محی السنۃ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں بعض معانی قرآن اور حکایات لاتے ہیں جن کی موضوعیت اور ضعف پر متاخرین کا اتفاق ہے۔

تو یہ حال روایت کلبی اور مقاتل کا تفسیر معالم التنزیل محی السنۃ میں واقع ہوا ہے، پھر اسی معنی پر انہوں نے مذہب کی بنیاد رکھی، رحمٰن کے لیے مکان ثابت کیا اور تنزیہات باری تعالیٰ کہ جس کا

ثبوت شرع سے یقینی و متحقق ہے محدثین کے کام کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا اپنے ناقص مطالعہ پہ نازاں ہوتے ہوئے قرآن و حدیث کو بلا سند ثقات راویوں کے علمی میدان میں بازیچہ اطفال خوژد سال جو کہ عقائد باطلہ کو اہل سنت کے مشرب کے خلاف تراشتے ہیں یہ تمام بے ادبی و بد نصیبی ان کے بزرگوار کی ہے جو ان لوگوں کی جبلت میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ ان کی خود نمائی اور تکبر نے ان کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ انہوں نے تشبیہ اور خلاف تزیہ باری تعالیٰ میں خواہش نفس کی انتہا درجہ کی متابعت کی کوششیں کیں اور باری تعالیٰ کی اس خدمت گذاری پر پیشوایان اہل سنت نے ان کو خلعت کفر پہنائی۔

نعوذ باللہ من ذالک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب .

اللہ عزوجل ہمیں اس کے شر سے بچائے۔ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو مت پھیرنا اس ہدایت کے بعد اور اپنی بارگاہ سے ہمیں تو رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

اور وہ جو مجمع میں اتقان کے حوالہ سے نقل کیا کہ مقاتل کے بارے میں مذاہبِ ردیہ ہیں تو یہ قول ان تمام کتب میں ہے: تفسیر زاہدی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ضوء المعالی تفسیر ملا علی قاری، اور شرح قصیدہ امالی وغیرہ۔

مجسمہ و مشبہ کا مذہب باطل ہے۔ استوا کی استقر کے ساتھ تفسیر کرنا کہ وہ حق تعالیٰ کو جہت علو میں عرش پر مستقر مانتے ہیں اس کے بعد زاہدی میں کہا ہے کہ آیت استوی علی العرش سے ہرگز رحمن کے لیے مکان و جوارح کے اثبات کی مثال پر دلالت نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ہر متشابہ آیت کے ساتھ محکم آیت کا نزول فرمایا ہے چنانچہ فرمایا:

لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ .

پس جو قول اس سے حق سبحانہ کے لیے مکان و اعضا کو ثابت کرے پہلے اس کی مثل ثابت کرے۔

تفسیر مظہری میں ہے: ید اللہ اور استوا پر ایمان لانا چاہیے اور محکم کی پیروی کرنی چاہیے جیسا

کہ ایسے کھٹلہ شیئی ہے کہ اس سے صفات مخلوقات کا تشبہ اور باری تعالیٰ کا مثل سے منزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور معالم میں استوا کا معنی صعود جو کہ ابو عبیدہ سے روایت ہے جیسا کہ اتقان سے گزرا ہے کہ یہ معنی مردود ہے حق تعالیٰ صعود سے منزہ ہے۔

محدث دہلوی لغات شرح مشکوٰۃ میں حدیث نزول کے تحت فرماتے ہیں :

نزول، ہیوط، صعود حرکات اجسام سے ہیں اور حق تعالیٰ ان سے منزہ وارفع ہے۔

شیخ محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں امانی شرح صحیح بخاری سے جو مذکور ہو اسی طرح نقل کرتے ہیں اور تفسیر اثنا عشریہ میں گزر چکا کہ امامیہ کے بعض فرق نزول، صعود، قیام، قعود کی حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔

امردوم جس میں یہ لوگ حق تعالیٰ کے لیے مکان و جوارح ثابت کرتے ہیں امام مالک کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ استوا غیر مجہول اور کیف غیر معقول ہے۔ (۱)

## امام مالک کے قول کی تحقیق

حالانکہ اس قول سے مکان ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ آرا کا منشا غلط مراد لیتے ہیں کہ لفظ کیف سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ استوا جو استقرار مکان ہے معلوم ہے اور کس طرح مکان میں قرار کا پتہ چلے گا کہ خدا بیٹھا ہے یا کھڑا ہے یا سویا ہوا ہے یہ تو معلوم نہیں؛ لہذا ان کا قول نادرست ہے؛ کیونکہ امام کا مذہب اور دیگر سلف محدثین اور فقہا کا مذہب یہی ہے کہ استوا کی تاویل نہیں کرنی چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے بلکہ امام ہمام نے اس مقولہ میں ان بدعتیوں سے سوال کیا ہے یعنی استوا کے معنی کا سوال کرنے کو حرام شمار کیا ہے تو اس عبارت سے استوا کو قرار مکان سمجھنا جیسا کہ مجسمہ و مشبہ کا مذہب ہے سراسر غلط ہے۔

اور پھر اس مقام پر کیف کسی طرح سے مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ معنی کیفیت تو کسی وصف سے حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی چیز میں پایا جائے جیسا کہ غیاث میں ہے، تو امام کا اس جگہ پر وصف سے

(۱) اور اس زمانے کے امامیہ اس بیان کے ساتھ کچھ فرق سے ہزار زبان کے ساتھ تمہا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو مکان میں اور آدمیوں کی صفات کے ساتھ متصف نہیں جانتے ہیں۔

مراد استوائے باری تعالیٰ معلوم نہیں ہے اور استواء تو صرف معلومات و مقررات شرعیہ سے ہے اس کو خوب سمجھو۔

اس قسم کی باتیں غلط العوام کے زمرے میں آتی ہیں تاکہ وہ گمان نہ کریں کہ یہ لوگ مجسمہ رحمن کے لیے اثبات مکان وغیرہ کے لیے مجتہدین کے خلاف ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ نو مجسمہ شارع معصوم علیہ السلام اور جملہ سلف و خلف کی مخالفت کرتے ہیں چنانچہ مرفوعاً موقوفاً پہلے مذکور ہو گیا ہے۔

باقی رہی بات محی السنۃ بغوی کی تو وہ ضعیف اور موضوع روایت کو بغیر علم کے اس کی وضعیہ میں گرچہ معذور ہیں مگر انہوں نے اپنی تفسیر میں مجسمہ و مشبہ کا مذہب کیوں نقل کیا تو میں کہتا ہوں کہ مذاہب باطلہ کے معانی کا رد کرنے کے لیے ان کے اقوال نقل کیے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں استقر اور صعود کا معنی نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ تشبیہ ہے اور استیلا کا معنی جو معتزلہ کے زعم پر ہے معطل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ استواء عرش صفتی ہے جو حق سبحانہ کے ساتھ ساتھ بعد علم الحال خاص ہے اور مسلمان کے لیے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اپنی عقل و فہم باری تعالیٰ کو تفویض کر دے۔

لہذا عقل اس جگہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے حالانکہ صاحب معالم اس کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ امام مالک نے صفت استواء کے سائل کو فرمایا کہ تو گمراہ ہے کہ مجھ سے معنی کتابہ کے بارے میں سوال کرتا ہے اور اس کو مکان میں ظاہر کرتا ہے۔ اور سفیان ثوری، امام اوزاعی، لیث بن سعد، ابن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک اور دیگر علمائے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آیات تشابہات کے بارے میں اسی طرح کہتے ہیں کہ ہم ان کا حال دریافت کیے بغیر ان پر ایمان لاتے ہیں، تو اس تفسیر کے بعد رحمن کے لیے مکان ثابت کرنا اس قبیل سے ہے کہ

يُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَيَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ .

وہ کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

## دیگر اسناد پر اعتراض

اسی طرح یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ مذہب متفق اہل سنت اسی طرح ہے کہ اس قسم

کی آیات متشابہات ہیں مگر اس کی دیگر اسناد کے ساتھ مزید توثیق بھی منقول ہے تاکہ کسی سے اس کا کوئی پہلو بھی قبول نہ رہے اور اس مردود مذہب کے رد میں بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔  
 معتد فصل ششم مشکلات و متشابہات کی صفات و اقسام کے مراتب میں ہے کہ جاننا چاہیے کہ قرآن جو صفات باری تعالیٰ اور جو خیر صحیح (احادیث صحیحہ) میں ثابت ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور قیاس کے ساتھ اس میں کلام کرنا حرام ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ - تَا - وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝  
 (سورۃ اعراف: ۳۳/۷)

بے شک میرے رب نے فواحش کو حرام کر دیا.... اور تم اللہ پر ایسی بات کیوں کرتے ہو جسے تم جانتے نہیں ہو۔

اس باب میں دو گروہ ہیں جن پر قرآن و سنت نے مضبوط گرفت فرمائی ہے جیسا کہ پہلے دلائل گزر چکے ہیں۔ فرقہ مشہہ درحقیقت وہ ہے جو آیات و احادیث میں صفات باری تعالیٰ وارد ہیں ان کے ظاہری معنی پر حمل کرنے کے لیے اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ تشبیہ و تمثیل تک بات پہنچ گئی۔

اور فرقہ معتدلہ جو اس کے ظاہر کی نفی کرتا ہے اور حقیقت سے مجاز تک آتا ہے اس حد تک مبالغہ کرتا ہے کہ انہوں نے اس کو تعطیل تک پہنچا دیا ہے اور وہ اساسی صفات کے منکر ہو گئے۔ ان دو میں سے ہر ایک گروہ ضلالت و گمراہی کا شکار ہے اور مذہب حق اہل سنت ان دونوں سے سلیم ہے۔ اہل سنت کا قول یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے جو صفات باری درست ہیں وہی ہیں۔ اور معنی کے لحاظ سے صفات کی پھر تین اقسام ہیں: ایک قسم ان میں سے وہ ہے جو واضح ہے جیسے علم و قدرت اور کلام حقیقی یہ ہے جو اس کے ظاہر پر دلالت کرے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ظاہر پر عمل کرنا یعنی اسی طرح لفظ کہنا اور درحقیقت جب اس کو علم یعنی حاصل نہ ہو تو محض رائے اور قیاس کے ذریعے سے کشف حقیقت نہیں کرنی چاہیے اور اس کی حقیقت کو بیان نہیں کر سکتا ہے کہ قسم یہ وجہ صحیح اور بھروسہ ہے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اور جو اس باب میں اس کے حلقہ ہیں نہ جو ارجح ہیں نہ اصح اور نہ ہی اجزا ہیں۔ اور طریق حق یہی ہے جو اہل سنت نے



اختیار کیا ہے کہ یہ اسما و صفات حق تعالیٰ سے ہیں۔ (۱)

بہر حال ان کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے استواء نزول اور ان کی مثل بھی اسی سے ہے کہ ہمیں اس کے ظاہر کو قبول کرنا چاہیے اور اس کے باطن پر اعراض نہیں کرنا چاہیے اور اس سے کیفیت کی نفی کرنا کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کی صفات کی کیفیت جائز نہیں ہے اور ہمارے لیے تو بس یہی کافی ہے کہ ہم اس قسم کو شمار کریں اور اس کی تاویل کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ صفات معانی کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں اگر ان کا ظاہری معنی پر حمل کیا جائے تو گمراہی ہے اور وہ جب (پہلو، سمت)، یمین (دایاں) دہر (زمانہ) اور جو اس کے لیے آیات و احادیث وارد ہیں اس کے ظاہری معنی پر حمل کرنا الحاد و باطل ہے، یہ تشابہات و مشکلات کی صفات کے مراتب میں مذہب اہل حق ہے۔

## اَیْنَ اللّٰہِ - و - فِی السَّمٰوٰتِ کَا مَعْنٰی

شرح نووی میں معاویہ بن حکم کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اَیْنَ اللّٰہِ یعنی اللّٰہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: فِی السَّمٰوٰتِ آسَمٰنِ مِیْلِیْہِ، اور اس کی اسناد مجسمہ و مشبہ سے ہے کہ یہ حدیث حدیث صفات میں سے ہے۔ جب کہ اس مثال میں اہل سنت کے دو مذہب ہیں چنانچہ کتاب الایمان میں اس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں اس کے معنی کی تفتیش کیے بغیر اس عقیدہ کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ مخلوقات کی صفات یعنی تمکن وغیرہ سے منزہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا قول ہے: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔

دوم یہ کہ ہم ان کی وہ تاویلات کرتے ہیں جو جلال الہی کے لائق ہیں اور وہ یہ کہ اس سوال سے مکان الہی مراد نہیں ہے بلکہ کنیز کا امتحان تھا کہ کیا وہ موحدہ ہے جو خالق مدبر کا اقرار کرنے والی ہے؟۔

(۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ تخمیر میں ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کے لیے ید، وجہ وغیرہ جو آئے ہیں وہ جوارح نہیں ہیں بہر حال ان اشیاء کا فارسی میں حق تعالیٰ پر اطلاق جائز ہے یعنی ایسا کہنا چاہیے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ بعض مشائخ نے اس شرط پر فارسی میں ترجمہ کرنے کا جواز رکھا ہے کہ کوئی شخص اعتقاد جوارح کا حامل نہ ہو۔ اور اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ فارسی میں استواء بر عرش ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حق تعالیٰ اپنے افعال میں یگانہ ہے اور اس سے دعا مانگنے والا آسمان کی طرف نظر کرتا ہے چنانچہ نماز پڑھنے والے کو کعبہ کی طرف متوجہ فرمایا پھر بتوں کے پجاری ہیں جو زمین میں ہیں پس جب اس نے فی السماء کہا تو معلوم ہو گیا کہ موحد ہے اور بتوں کی پرستش کرنے والوں میں سے نہیں ہے جیسا کہ اس کو طیبی نے ذکر کیا۔

اور شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ مشکوٰۃ میں تحریر کیا ہے اور شیخ فتنی نے مجمع میں پھر امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالہ سے بتایا کہ مسلمانوں کے تمام فقہاء و محدثین متکلمین مجتہدین کا اس باب میں جو ظواہر آیات ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ آسمان میں ذکر خدا کی مثل آیت :

أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ .

جو آسمان میں ہے اس کی ذات پر ایمان لاؤ۔

تو اس کے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں یعنی آسمان میں رحمن کے لیے مکان کا ثبوت بلکہ جملہ مسلمانوں نے اس کی جو تاویل کی وہی حق ہے۔

اور بعض مکان کے سوے جہت فرق کے قائل ہوتے ہیں اور بعض اصحاب تنزیہ حق تعالیٰ کے لیے مکان و جہت کی نفی کے قائل ہیں اور میں (مصنف) نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں عدم تفکر پر اجماع کے باوجود اثبات جہت میں اور حق سبحانہ کی شکل بیان کی تحریم پر اتفاق کے باوجود پھر سستی کرتے ہیں لیکن عصمت یہی ہے جو میں کہتا ہوں کہ:

هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ

اور خدا اپنے بندوں پر غالب ہے عرش پر استوا کیا۔

پس آیت سے تمسک کرنے سے جامع تنزیہ کلی حاصل ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر حق تعالیٰ پر صادق نہیں آتی؛ کیونکہ لیس کمثلہ شیء۔ اور یہ کلام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور اسی شرح نووی میں حدیث یدو اصبح کے تحت کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ہم ان آیات متشابہات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی مراد کا علم حق تعالیٰ سے سپرد کرتے ہیں اور ہم جو ارجح سے ظاہر معنی مراد نہیں لیتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا :

لیس کمثلہ شیئ .

اور بعض جلال الہی کی مناسب تاویل کرتے ہیں کہ ہاتھ اور انگشت کا معنی یہ ہے کہ اس سے مجازاً اور استعارۃً اختیار، قہر و تصرف مراد ہے۔

## انگلیوں والی حدیث بخاری کی تحقیق

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر اہل سنت کے متفقہ بیان کو سمجھایا کہ حق تعالیٰ جو ارح، مکان اور جہت سے منزہ ہے جس کسی کو حدیث اصبعین اور زوجنی اللہ فوق سبع سموات و فی السماء و فوق العرش اور حق تعالیٰ نے میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے اوپر کر دیا۔ میں شک لاحق ہو تو اس کو

و کان اللہ سمیعاً بصیراً . (اللہ عزوجل بہت زیادہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

دیکھ لینا چاہیے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہود کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت اپنی ایک انگشت پر رکھی ہے اور ذر ختوں اور نم ناک زمین کو دوسری انگشت پر رکھا ہے اور باقی مخلوق کو تیسری انگشت پر رکھا ہے۔

قسطلانی نے قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آں سرور علیہ السلام یہود کے اس تعجب خیز قول پر مسکرائے اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی :

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۝

انہوں نے حق تعالیٰ کی قدر و منزلت کو ماننے کا حق ادا نہیں کیا۔

پس ہر روایت صحیح و محقق ہے راوی کی طرف سے اور تصدیق کے لیے لفظ کی زیادتی بے اعتبار و ساقط ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجال کی تصدیق نہیں فرماتے، اور یہ صفات تو حق تعالیٰ کے لیے مجال ہیں اگر ہم میں سے کسی کی مثل حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ، انگشت اور جوارح ہو جائیں تو ایسا کسی خدا کو لائق نہیں ہوگا پس یہود کا قول مجال اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا :

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۝

اور یہ تحقیق کلام سابق کے رد میں ہے جس پر آپ علیہ السلام نے یہود کی تصدیق کی بنا پر خندہ مبارک فرمایا یعنی یہود کی تصدیق نہ تھی بلکہ خندہ مبارک فرمانے کی وجہ بطور تعجب و تکذیب تھی۔ یہ ساری بحثیں امام قسطلانی کی کتاب التوحید سے نقل کی گئی ہیں۔

## آنکھ اور کان کے ساتھ اشارہ کرنے والی حدیث کی تحقیق

امام سیوطی نے مرقاة السعود حاشیہ ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوقت تلاوت سَمِيعًا بَصِيرًا نَزَا نَغْشَتَ (بڑی انگلی) کان مبارک پر اور سبابہ (انگشت شہادت) کو آنکھ پر رکھتے۔

بیہقی سے روایت ہے کہ ان اشاروں سے مراد تحقیق وصف سمع و بصر ہے۔ حق سبحانہ اس سے بالذات مراد نہیں اور نہ ہی جوارح کا اثبات ہے؛ کیونکہ خدا تعالیٰ مخلوقات کی مشابہت سے بلند ہے۔ اور خطابی نے کہا کہ اس سے خدا تعالیٰ اور آدمیوں کے درمیان صفات کی نفی کی گئی ہے اور خدا عزوجل صاحب جوارح اور اجزا و اعضاء نہیں ہے۔

ليس كمثلہ شیئ و هو السميع البصير ۝

قسطلانی نے دجال امور (کانا دجال) کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے آنکھ کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابن حجر کی فتح الباری میں بھی اسی طرح ہے۔

## تحقیق نزول الہی

مرقاة السعود میں آسمان دنیا کی طرف نزول الہی کی حدیث کے تحت خطابی سے منقول ہے کہ مذہب سلف و فقہا یہ ہے کہ ان احادیث کے ظاہر پر ہمارا ایمان ہے اور ان کے معانی ہم کو معلوم نہیں۔ امام اوزاعی کھول و زہری سے نقل کرتے ہیں کہ ان احادیث کے انہی الفاظ پر ایمان لانا چاہیے اور ان کے معانی کا کشف نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ جملہ مشابہات قرآن سے ہیں۔

محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا کہ محققین کے نزدیک نزول فرمانا حق سبحانہ کی صفت ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور زبان کو ان کا معنی بیان کرنے سے بند رکھتے ہیں جیسا کہ شرع میں وارد تمام تشابہات مثل سمع و بصر، ید، استوا اور اس کی مثل کا حکم ہے اور یہی سلف کا مذہب ہے اور خلف کے مذہب کی تاویل ہے۔ ملخصاً

مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہ کے ید، وجہ، نفس، عین، استوا اور یمن سے مراد صفات تشابہات ہیں کہ ان کی کیفیت نامعلوم ہے چنانچہ جمہور سلف اور جملہ خلف کا یہی مذہب ہے۔

فخر الاسلام بزدوی نے کہا کہ اہل سنت کے نزدیک حق سبحانہ کے لیے ید اور وجہ کا اثبات حق ہے؛ مگر اصل۔ یعنی ان الفاظ کا حق تعالیٰ پر اطلاق۔ تو معلوم ہے تاہم وصف تشابہ ہے۔ اور نادانی مراد سے ابطال اصل جائز نہیں ہے۔ معززہ اسی جہت سے گمراہ ہوئے کہ اپنی نادانی کی وجہ سے اصول کے منکر ہوئے۔ اس کو شمس الائمہ سرخسی نے نقل کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل سنت ان آیات سے معلوم اصل کو ثابت کرتے ہیں۔ جن میں مشابہت ہے ان سے توقف کرتے ہیں، اور ان کیفیات کی طلب مراد کے شغل کو جائز نہیں سمجھتے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے راسخین فی العلم کی توصیف بیان فرمائی۔ اور یہی مراد ہے ان احادیث کی عبارات تشابہات کا جن میں قبضہ، اصابع، قدم، ید، اور عین وارد ہوا ہے۔

امام اعظم سے آسمان پر خدا کے نزول کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ نزول بلا کیف ہے اور اسی طرح صورت اور اسی کی مانند ہے؛ لہذا واجب ہے کہ ہم اس کے ظاہر کو مانیں اور اس کے حقیقی علم کو خدا کے سپرد کر دیں اور وہ سبحانہ جو ارح اور مشابہت صفات مخلوقات سے منزہ ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرش پر حق تعالیٰ کے لیے استوا بلا احتیاج و بلا استقرار ثابت ہے۔ اگر جلوس عرش محتاجی ہے تو پھر عرش سے آگے کیا تھا، نتیجہ یہی نکلا کہ وہ استقرار و جلوس سے منزہ ہے۔

پھر ایک مسئلہ تفضیل انبیاء علیہم السلام میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی مخلوق پر غلو مرتبت اس —  
القاهر فوق عبادہ سے مستفاد ہے، جس سے بلندی مرتبہ مراد ہے نہ کہ بلندی مکان۔

## مجسمہ اور جاہلانِ حنابلہ کا موقف

مذہب اہل سنت بلکہ جمیع اہل اسلام معتزلہ و خوارج و دیگر اہل بدعت کا بھی یہی مذہب ہے مگر مجسمہ کا گروہ اور جاہلانِ حنابلہ حق سبحانہ کے لیے جہت علو کے قائل ہیں :

تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝

اللہ جو تیرے پاس ہے اس سے بہت بلند و بالا ہے۔

شارح طحاوی اور اہل بدعت کی ایک جماعت رحمٰن کے لیے علوم مکان کی قائل ہے اور فوقیت و علویت والی کو آیات و احادیث کو بطور سند لاتے ہیں اور یہ نہ جانتا کہ یہ جملہ ماؤل بہ علوم مرتبہ ہے۔ انہوں نے ابو مطیع بلخی کے قول کو سند پکڑا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین میں۔ امام اعظم نے فرمایا کہ یہ شخص کافر ہے۔ اور اس سند کا جواب وہ ہے جو امام ابن عبدالسلام نے کہا کہ اس شخص کو اس بنا پر کافر کہا کہ اس کے قول سے رحمٰن کے لیے ثبوت مکان کا وہم آتا ہے اور جو کوئی رحمٰن کے لیے مکان کا وہم کرے وہ حشر ہے۔ اجمعی

## احوال ابو مطیع بلخی

اور اس بات میں شک نہیں کہ ابن عبدالسلام اجلہ علمائے ثقات سے ہیں اور ان کی نقل پر اعتماد کرنا واجب بات سے ہے اور شارح عقیدہ طحاوی کی نقل پر کوئی اعتبار نہیں بلکہ ابو مطیع و ضاع احادیث تھا چنانچہ بہت سے محدثین سے اس کی تصریح ہوتی ہے اور جو امام اعظم سے منقول ہے کہ صفات تشابہات پر ایمان لانا چاہیے اور حق تعالیٰ کو اس کے ظاہری معنی سے منزه شمار کرنا چاہیے اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے اور امام الحرمین سے نفی علو آئی ہے کہ :

كَانَ اللَّهُ وَلَا عَرْشٌ وَهُوَ الْآنَ كَمَا كَانَ .

اللہ اس وقت بھی تھا جب عرش نہ تھا اور وہ اب بھی ہے جیسے وہ پہلے تھا۔

اور وہ جو دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرنے کو سند پکڑا، یہ بھی مردود ہے کیونکہ آسمان دعا کا قبلہ ہے نہ کہ مکانِ خدا ہے؛ ورنہ تو آسمان کی طرف منہ ہی نہ کیا جائے اور تحقیق ہمیں دعا کے وقت آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے لیے مکان کا وہم نہ آئے۔

شرح قصیدہ امالی میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اس کے آخر میں کہتے ہیں کہ اسی آیت استویٰ میں استقر پر مجسمہ کے لیے کوئی سند نہیں ہے کیونکہ استوا کے بہت سے معانی ہیں جیسے استیلا تمام، کمال، اعتدال، استقر اپنی تعدد و احتمال کی وجہ سے استدلال تمام نہ ہوگا اور ایو اقیات و الجواہر میں بھی اس کی مثل آیا ہے۔

## جواز تاویل استوا باستیلاء

یہاں پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ معاملہ قسطلانی میں واقع ہے کہ معتزلہ استوا کو استیلاء کے ساتھ تاویل کرتے ہیں یہ مراد نہیں ہے نہ جو کوئی استوا کی استیلاء سے تاویل کرے وہ معتزلہ ہے۔ وہ اس تاویل سے نفی صفت مراد لیتے ہیں اور اہل سنت اثبات صفات اور نفی تشبیہ کرتے ہیں۔ اگر متاخرین اس تاویل کو اختیار کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں ہے چنانچہ مدارک، بیضاوی، حسینی، اور ضوہ المعانی وغیرہا استوا کو استیلاء سے تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کے ذکر کے لیے عرش کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ جب اللہ عزوجل عرش پر۔ جو کہ اعظم و اشرف ہے۔ مستوی ہوگا تو تمام مخلوقات پر بطریق اولیٰ غالب ہو جائے گا اور وجود استیلاء قہر و غلبہ کے بعد لازم نہیں؛ کیونکہ استیلاء لغت میں ہاتھ کا کسی چیز کو مکمل پالینا ہے جیسا کہ الصراح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور یہ مقابلہ کہ مستلزم نہیں ہے کہ قہر و غلبہ کی حاجت پڑے اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

تفسیر مدارک، بیضاوی اور حسینی میں لکھا ہے کہ آیت استوا متشابہات سے ہے جبکہ مدارک اور تمہید عقائد میں حضرت امام جعفر صادق، امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ عنہم سے منقول ہوا کہ استوا بلا کیف ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔ نیز خدا تعالیٰ جب مکان نہ تھا تب بھی تھا۔ تمہید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔



طبی شرح مصابیح میں اور محدثِ دہلوی اپنی اکثر تصانیف میں جیسے شرح ترجمہ مشکوٰۃ مجمع البحرین وغیرہا میں اور شیخ محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں آیت استویٰ کو قشابہ قرار دیا ہے اور مقولہ امام مالک (یعنی استوا مجہول والکیف غیر معقول) کو سند لاتے ہیں۔ جو چاہے اس میں غور و فکر کرے؛ لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس قدر ائمہ مجتہدین دین و سلف صالحین کی اتباع کریں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو لزومِ جماعت کی تائید فرمائی ہے جماعت بھی اہل علم مجتہدین کی جیسا کہ قسطلانی میں ہے۔ صاحبت، مکالمت اور مجالست سے یہ لوگ قشابہات میں گر پڑے ہیں، اہل سنت کے راستے سے دور چلے گئے ہیں، اور خود کو انہوں نے تنہا کر دیا ہے؛ کیونکہ صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی :

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَ أُخْرُ مُتَشَابِهَاتٌ وَ مَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

وہ ذات جس نے آپ علیہ السلام پر کتاب نازل فرمائی اس میں بعض آیات محکم ہیں اور بعض قشابہ اور اس سے صرف اہل عقل ہی ہدایت پاتے ہیں۔

پھر فرمایا: اے عائشہ! جب تم دیکھو کہ لوگ قشابہات میں جھگڑا کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو حق تعالیٰ نے گم راہ، اور بدعتی فرما دیا ہے؛ لہذا ان لوگوں سے پرہیز کرو اور ان کی مجالس سے بچو۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں امام غزالی سے نقل کرتے ہیں کہ جو آیات حق تعالیٰ کی معانی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کا ظاہر موہوم جہت و تشبیہ قشابہات سے ہے اور ایسے لوگوں کی مجالست، مکالمت، مجالست سے اجتناب کیا جائے؛ کیونکہ یہ لوگ قشابہات کی اتباع کر کے فتنہ برپا کرتے ہیں یعنی جہال فتنہ اندازی کرتے ہیں اور اہل سنت کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی قشابہ کے بارے میں سوال کرے تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کو تعزیر دی جانی چاہیے؛ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ صبیح بن عسیل کو۔ جو

کہ مشابہات کا قبیح تھا۔ تعزیری گئی تھی۔ عادل حقانی خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے صبیح کو مزادینے والا واقعہ تفسیر اتقان میں اور ازالہ الخفاء میں اس طرح مذکور ہے۔

## قصہ تعزیر صبیح قبیح مشابہات

ایک صبیح نامی شخص نے آیات مشابہات کے بارے میں پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کیا اور کھجور کی سبز شاخ سے اتنا مارا کہ اس کے سر سے خون نکل پڑا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ اس کے زخم خوردہ ہو جانے کی وجہ سے آپ نے اس کو مارنا موقوف کر دیا اور پھر اس کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جب اس کے زخم مندمل ہو جاتے تو آپ اس کو پھر مارتے پھر قید خانے میں ڈال دیتے۔

چند بار ایسا کرنے پر صبیح نے عرض کی کہ مجھے ایک ہی بار میں قتل ہو جانا منظور ہے تاکہ روز کے عذاب سے نجات ملے تو آپ نے اس کو بھرہ کی طرف زاہد دے کر اسی دن رخصت کیا اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کو کہہ دیں کہ اس شخص کی مجالست کرنا حرام ہے اور یہ مشابہات کی پیروی کرنے کے سبب ذلیل و ہلاک ہوا ہے، اگرچہ یہ اپنی قوم میں بڑا شریف و عزیز تھا۔

سبحان اللہ! صدر اول میں یہ معاملہ تھا کہ مشابہات کے پیروکار اگرچہ شریف و معزز ہی کیوں نہ ہوتے ان کو شدید ذلت آمیز عذاب دیا جاتا تھا اور اب دیکھیے کہ مشابہات پر عقائد منظر عام پر آ گئے ہیں اور رحمن کے لیے مکان و جوارح ثابت کیے جا رہے ہیں، یہ لوگ خود کو موصوف شمار کرتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کو کافر بتلاتے ہیں۔ یہ سب ملا اور ان کے جہال پیروکار واجب التحریر ہیں کیوں کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کہتے ہیں۔ اور ایسوں سے اس وقت تک مصاحبت نہ کی جائے جب تک یہ توبہ نہ کر لیں۔

عرش کو رحمن کا مکان کہنا کمال بے وقوفی ہے۔ کیا عرش اپنی وسعت و عظمت کے باوصف رحمن کا مکان بننے کے لائق ہے۔ اس کو الیوا قیت والجوہر میں کہا ہے کہ بے خبر ہیں وہ لوگ جو حق سبحانہ کو فوق العرش جانتے ہیں اور اس کے لیے جہت فوق کا اثبات کرتے ہیں۔ عرش اور اس کے ماسوا تمام

حادث ہے اور حق تعالیٰ کی مخلوق سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ وہ خالق قدیم ہے تو بھلا یہ مکان جو حادث ہے اس قدیم کا مستقر کیسے ہو سکتا ہے!۔

## حق تعالیٰ کے لیے مکان کیوں ہوگا؟

مکتوباتِ مجددیہ میں ہے: الرحمن علی العرش استوی اگرچہ بظاہر موہم ثبوت جہت و مکان ہے؛ لیکن فی الحقیقت یہ نفی جہت و مکان کرتا ہے؛ کیونکہ اثبات جہت و مکان تو فیما لیس بجهة و مکان (اس میں اس کی جہت اور مکان نہیں ہے) کرتا ہے اور یہ کنایہ ہے بے جہتی اور بے مکانی سے؛ لہذا غور کریں۔ (۱)

(مجدد پاک علیہ الرحمہ) نے اپنے رسالہ المعارضۃ میں فرمایا ہے کہ آیت استویٰ کی تفسیر میں صحیح بخاری میں مجاہد سے مروی ہے کہ ای علا علی العرش۔

قسطلانی نے ابن بطلال سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب صحیح ہے اور یہی مذہب حق ہے اور قول اہل سنت؛ کیونکہ حق سبحانہ نے خود کو علا کے ساتھ متصف کیا ہے فرمایا: تعالیٰ عما یشرکون (جس کا وہ شرک کرتے ہیں وہ اس سے بہت بلند ہے)۔

مصباح میں ہے کہ مجاہد کے قول کو اہل سنت کے بہت سے ائمہ نے پسند کیا ہے اور مجمع وغیرہ میں کیا ہے کہ مجاہد تمام کے نزدیک مفسر مقبول ہیں۔

(۱) علاقہ ظہور اور عرش اللہ ما مسند والا عرش وغیرہ نسبت باو تعالیٰ برابر اند کہ ہمہ مخلوقات و بند تعالیٰ اما عرش را قابلیت نمایندگی است و دیگر از نسبت آئینہ کہ صورت شخص را نماید نمیتوان گفت کہ ان شخص در آئینہ است بلکہ نسبت شخص بانہ و دیگر اشیاء مقابلہ برابر است۔ اہ عبارت المکتوبات

ترجمہ: اس کے ظہور کے علاقہ کا نام عرش رکھا گیا ہے اور عرش کی حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت برابر ہے کہ تمام مخلوقات اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت دیتی ہیں اس لیے عرش نمائندگی کے قابل ہے اور دوسری کوئی چیز قابلیت عرش کی متحمل نہیں ہے آئینہ شخص کی صورت کو دکھاتا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ شخص آئینہ میں ہے بلکہ شخص کی آئینہ کی طرف نسبت ہے اور دیگر اشیاء کا مقابلہ برابر ہے۔ (مکتوبات کی عبارت)

ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ میں اس کو پسند کیا ہے پس ابن تیمیہ کے پیروکاروں کے لیے ویل ہے کہ ان کے شیخ الاسلام تو تفسیر مجاہد کو پسند کرتے ہیں مگر قسبیین پسند نہیں کرتے ہیں اور استقرا کے درپے ہو کر مجسمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ خود اپنی رائے میں جب ابن تیمیہ سے رحمن کے لیے مکان و جسم ثابت ہوا تو اس کی اتباع کس قدر گناہ کا باعث ہوگی۔ اس کا بیان عنقریب آ رہا ہے۔

اب ہم دو تین مزید اسناد لاتے ہیں جن کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے: جاننا چاہیے کہ آیات صفات مثل وجہ وید شارع کی مرضی میں غور و خوض نہیں کرنا چاہیے۔ ان کی تفسیر میں اور جملہ آیات احکام میں عدم تعین مراد علی وجہ الجزم (مراد کی تعین یقینی حد تک واضح نہیں ہے) ہے تاکہ امت کو تنگی لازم نہ آئے بلکہ ان مباحث میں سوال کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ (۱)

مالا بدمنہ میں ہے: ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیا کو محیط ہے اور احاطہ، قرب اور معیت کے معنی ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے۔ اور اسی قبیل سے اس کا عرش پہ استواء، بندۂ مومن کے قلب میں اس کا سما جانا اور آخر شب میں اس کا آسمان دنیا پر نزول فرمانا بھی ہے کہ اس تعلق سے احادیث و نصوص وارد ہوئی ہیں۔ نیز یہ وجہ پر بھی نصوص ناطق ہیں، تو ہمیں ان پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے ظاہری معنی پر حمل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

تفسیر عزیزی میں ہے :

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ۝

یعنی ایک دن ایسا ظاہر ہوگا کہ پردہ حقیقت اٹھا دیا جائے گا۔

اسی کا نام حقیقت ساق ہے اور اس ساق کو تمام حقائق الہیہ سے ایسی نسبت ہے جس طرح تمام اعضاے انسانیہ کو ہوتی ہے۔ اس حقیقت کا یہ نام استعارہ و تشبیہ کی جہت کی بنا پر دیا گیا ہے۔ شریعت

(۱) فیروز پور کے مقام پر لکھو کے مولویوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ قرآن کے ہیں اس طور مطبوعہ کو بطور سند پیش کیا کہ استوی کا ترجمہ قرار پکڑنا کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ترجمہ بین السطور کو سند بنانے میں علمائے محققین کو جواب یہ ہے کہ پہلے اصل ترجمہ کو پیدا کرو پھر اس سے جواب طلب کرو۔۔۔ اس جواب سے وہ خاموش ہو گئے اور کیونکہ ازالۃ الخفاء اہل سنت کے موافق لکھی گئی ہے تو پھر استوی کا ترجمہ قرار پکڑنا کیوں کریں اگر بالفرض اس طرح بھی ترجمہ کرتے ہیں۔۔۔

مطہرہ میں ان حقائق کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔ چند چیزیں ہیں: وجہ، عین، ید، یمین، اصابع، حقولیعنی کمر، ساق اور قدم الی قولہ

ان حقائق کو سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں افراط و تفریط کا شکار ہوئی ہیں۔ جماعت (مجسمہ) نے بغیر عقل و دانش کے کارحقیقت کو انتہا درجہ کے ورطہ تشبیہ میں ڈال دیا ہے، ان حقائق کو اپنے اعضا و جوارح پر قیاس کر لیا، اور جناب الہی کی شکل و صورت کے معتقد ہو بیٹھے۔

تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ غُلُوبًا كَبِيرًا ۝

اور دوسری جماعت (معتلہ) نے قاعدہ تنزیہ کو مضبوطی سے پکڑا اور ان حقائق کے اثبات کو دور از کار تاویل سے اس قاعدہ کے منافی جانا کہ یہ حکم نفی اور انکار رکھتا ہے۔ درحقیقت یہ ان حقائق کو سمجھنے میں اہل تشبیہ کے شریک ہو گئے ہیں۔ (۱)

ان عبارات سے صراحتاً ثابت ہو گیا ہے کہ ید، وجہ وغیرہ کو سمجھنے کی بنا پر ان کے درمیان استعارۃ اعضا کے نام رکھے ہیں۔ جو کوئی ان کو اعضاے انسانی پر قیاس کرے اور حق تعالیٰ کے لیے جوارح ثابت کرے تو وہ اہل تشبیہ اور ظالمین میں سے ہے۔

اور ما قبل کی تفسیر میں گزرا ہے کہ تشبیہات یہود و نصاریٰ کا مذہب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ مجسمہ جو حق تعالیٰ کے لیے مکان و جوارح کے قائل ہیں اہل سنت کے سلف و خلف کے نزدیک برادران یہود و نصاریٰ ہیں۔

اب جب کہ ان نو مجسمہ کے رد میں بعض اسناد کے اضافہ سے ہاتھ فارغ ہو چکا تو مناسب ہے کہ ان کے ایک شبہہ کا جواب اغوائے مسلمین کے لیے لکھ دوں تاکہ قلم بھی پڑ مسرت ہو جائے اور وہ

(۱) اور اس مقام پر یہ تفسیر کی ہے کہ معرفت ذات کے بعد معرفت اعضاء کو ذات الاعضاء کی صورت باندھی ہے اور اس جگہ پر گمان اس طرف نہیں جاتا ہے کہ شاہ صاحب خدا تعالیٰ کو صاحب اعضاء جانتے ہیں کیونکہ یہ کلام ان لوگوں کی فہم سے ہے جو اس کے لیے اعضاء کو تسلیم کرتے ہیں اس کی صورت و شکل کے معتقد ہیں پس ان کے جواب میں ۔۔۔۔ لفظ کو ادا کیا ہے ورنہ تفاسیر میں یہ بات گزر چکی ہے تحفہ اثنا عشریہ میں منقول ہے کہ چہرہ، آنکھیں، کان، منہ، ناک، ہاتھ اور پاؤں کے ثبوت میں بعض فرق امامیہ کا مذہب ہے اور اہل سنت کے نزدیک حق تعالیٰ مکان اور اوپر نیچے کی جہت سے پاک ہے اور تفسیر عزیز ی میں اس آیت کے تحت فاینما تولوا لشم وجہہ اللہ لکھا ہے کہ وہ حق تعالیٰ مکانی نہیں ہے۔

یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین جو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے اس میں مرقوم ہے کہ خدا جہت علو میں ہے۔ (۱)

## جواب عبارت غنیۃ الطالبین

اس خدشہ کا جواب دو طریقے سے دیا جاسکتا ہے: ایک تو یہ کہ محققین اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ مخالفین کی آپ جناب پر تہ لیس ہے۔ اس کو فتوحات مکیہ کے حوالے سے ایواقیت والجواہر میں بیان کیا ہے۔ اور تہ لیس کیوں نہ ہوگی کیونکہ اسی غنیۃ الطالبین میں آداب دعا میں مرقوم ہے کہ دعا مانگتے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی جائے۔ اور حیات الذکرین میں حضرت غوثیت سے منقول ہے کہ آیات صفات پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا علم جناب الہی کی طرف تفویض کر دیا جائے۔ نیز غنیۃ الطالبین میں دوسری بہت سی توجیہات بھی ہیں۔

لیکن بعض کے مذہب کی بنا پر جہت علو اس معنی کر ہے کہ مسلمان جہت بالا میں اپنی قضا حاجات کے لیے حق سبحانہ سے عرض کرتے ہیں کیونکہ آسمان قبلہ حاجات ہے چنانچہ کعبہ قبلہ نماز ہے اور یہ جہت جہت مکانی نہیں ہے۔ اس کو ایواقیت والجواہر میں نقل کیا ہے اور مولانا عبدالکحیم سیالکوٹی اس کے ترجمہ میں بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں۔ فتدبر۔

## ذکر احوال ابن تیمیہ

اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مسلمانوں کو ابن تیمیہ کے حال سے ضرور مطلع ہونا چاہیے جس کے عربی رسالہ کی تحقیق کی وجہ سے کہ رحمن کے لیے مکان و جوارح ثابت ہیں نو مجسمہ

(۱) غنیۃ جو کہ السید الجلیل الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اس میں واقع ہے کہ مرجع کے بارہ فرتے ہیں ان میں سے ایک حنفیہ ہے جو کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں اور تحقیق اہل نظر کو استشکال ہو رہے اور ان سے مختلف وجوہ سے جواب عبدالعزیز پر ہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اسلام میں دیے ہیں۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے شیخ اصفہانی اور شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہما سے العید بتا کید اکید میں منقول ہے کہ آپ جناب (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ عنہ کا اس سے رجوع ظاہر ہو چکا ہے اور امام نے ایواقیت والجواہر میں فتوحات مکیہ سے اسی طرح منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ ۱۲ عفی عنہ



پیدا ہو گئے ہیں؛ لہذا جان لو کہ ابن تیمیہ اہل سنت کا مخالف و مردود، اور موافق و مقبول اہل تجسیم ہے۔ اس معنی کی سند بعض کتب دیدیہ میں منقول ہے۔

ردالمحتار میں لکھا ہے: ابن حجر نے فتاویٰ تھبہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قراءت کا ثواب پہنچانا منع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر یہ کام کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔ فقط درود بھیجیں۔

یوں ہی وسیلہ پکڑنے کے سوال پر پھر ابن حجر نے کہا کہ امام سبکی اور ان کے ساتھ دوسرے احباب نے ابن تیمیہ کے رد میں مبالغہ کیا ہے کہ اس معاملے کی مثل میں خاص اذن کی حاجت نہیں ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی طرف سے بہت سے عمرے ادا کیے، حالانکہ یہ آپ علیہ السلام کی وصیت تو نہ تھی (کہ میری طرف سے بعد وفات برائے ایصالِ ثواب عمرہ ادا کرتے رہنا یہ تو فقط جذبہٴ عشق و محبت ہے)۔

ابن موفق جو طبقہٴ حنابلہ میں سے تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حج ادا کیے۔ اور ابن سراج نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دس ہزار سے زائد قرآن کریم ختم کیے اور اسی قدر آپ کی شان عالیہ پر جانور قربان کیے۔ میں نے اسی مذکور کی مثل مفتی حنفیہ شہاب احمد بن شععی جو صاحب بحر الرائق کے استاد ہیں ان کے خط کو شرح طیبہ نووی میں نقل ہوا دیکھا ہے۔

اسی طرح ردالمحتار میں حافظ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ وہ روضہٴ منورہ کی زیارت سے منع کرنے کا قائل ہے، اگرچہ بعض علما نے کہا کہ وہ روضہٴ منورہ کی زیارت سے منع نہیں کرتا مگر تین مساجد کے علاوہ رخت سفر باندھنے سے منع کرنے کا قائل ہے؛ لیکن درحقیقت ابن تیمیہ کے کلام کو رد کرنے کے لیے علما نے کلیدی کردار ادا کیا اور امام سبکی سے اس کے ردِ بلیغ میں تالیف مدیف اور تصنیف شریف وارد ہے۔ (۱)

(۱) امرت سر کے شہر میں مولوی بشیر الدین نامی شخص نے جو کہ وہابی کے نام سے مشہور ہے ایک رسالہ تالیف کیا جو مولوی فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے رد میں لکھا ہے اور اس میں تحریر ہے کہ ملا علی قاری نے اپنے فلاں رسالہ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے حق تعالیٰ کے عرش پر استواء کو ثابت کیا ہے اور نیز صفات برحق میں علماء



مفتی صدرالدین صاحب دہلوی نے - جو ان نو مجسمہ میں سے اکثر کے استاد ہیں - رسالہ منتہی المقال شرح حدیث لا تشدوا الرحال لکھا جس میں ابن تیمیہ کے موقف کی بابت زیارت قبر نبوی کے تعلق سے چند کلمات تحریر کیے ہیں۔ جس کسی نے علما سے سنا تو وہ اس کی بدی کے قائل ہو گئے۔

اس نشست میں اس کے فرمان بے سرش سے چند کلمات تراشے ہیں تو وہ کلمات اس کے لائق نہیں ہیں کہ ہم ان کو بطریق نقل زبان پر لائیں؛ مگر جب اس کے رسائل 'صراط مستقیم' کے نام سے ہندوستان اور دیگر بڑے بڑے علاقوں میں پھیل چکے ہیں اور اس کے قابعین عوام کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر ضلالت و گمراہی کے رستے پر ڈال رہے ہیں تو اب یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ عقائد عوام کو ان کی گمراہی سے محفوظ کیا جائے۔

شیخ امام ہمام سند المحدثین شیخ محمد برنی کتاب اتحاف میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ جس نے یہ جرات کی - خدا اس کے معاملے میں عدل فرمائے - اور اس نے دعویٰ کیا کہ سفر زیارت قبر مطہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام ہے اور اس سفر میں دو رکعت نماز ادا نہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ مسافر تو گناہ گار ہے اور اس باب میں ایسی زبان دراز استعمال کی جس کی سماعت سے لوگوں کے کان کراہت محسوس کرتے ہیں، اور ان کی طبائع متغیر ہوتی ہیں اور اس کلام کی بدبختی ان پر اس طرح پڑی کہ انہوں نے رب کبریا کی جلالت میں بھی رخنہ اندازی کی اور رحمن کے لیے مکان و جسم کے قائل ہو گئے اور ائمہ سابقین کو گمراہ سمجھنے لگے کہ وہ حق سبحانہ کو منزہ کہنے میں مائل ہوئے اور اس عقیدہ غیر سدیدہ کی منبروں پر تشہیر کرنے لگے نیز خلفائے راشدین پر بیہودہ اعتراضات ہونے لگے تو اسی وجہ سے عوام و خواص میں بے اعتبار ہونے لگے۔ علما امت نے ان کے کلمات فاسدہ کار و بلیغ کیا اور ان کے قبائح اوہام اور غلطیات خام کو بیان کیا۔

بقیہ.... اہل سنت کے مطابق ہے اس کو دیکھنے کے بعد میں نے کہا کہ یہ تمام بہتان بندی اور طوفان پسندی ہیں کیونکہ یہی مولانا قاری شرح فقہ اکبر جو کہ آپ کی مشہور تصنیف ہے اس میں متعدد مقامات پر لکھتے ہیں کہ رحمن کے لیے جوارح و مکان کا اثبات کفر ہے محلہ اہل سنت اہل بدعت بھی اس مسئلے میں متفق ہیں سوائے بعض مجسمیہ اور بعض جاہل حنابلہ حق تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت فوق کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ اسی عقیدہ شارح عقیدہ طحاوی کا رد بلیغ کیا اور اس کا حاصل کلام اس رسالہ (یعنی تحقیق تقدیس الوکیل) میں منقول ہے پس ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہم۔۔۔

محقق ابن حجر ہیثمی نے اس کے حق میں کہا کہ ہم کس طرح ابن تیمیہ کی طرف نظر کریں یا امور دین میں اس پر کس طرح اعتبار کریں تو خدا نے ابن تیمیہ پر امام کو مسلط کیا جو کہ متفقہ طور پر دین دار عالم ہیں اور تحقیق شعار مجتہد ہیں۔ حضرت تقی سبکی قدس سرہ نے اس کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جن کی تحریر لائق قلوب ہے اور اس کی قیمت اکسیر سے فائق ہے۔ پس نہایت عمدہ بیان فرمایا ہے اس میں دلائل کو اتنے احسن انداز سے پیش فرمایا کہ مومنین کے قلوب باغ باغ ہو گئے اور ان کی آنکھوں میں حق تعالیٰ نے نور یقین کو بڑھا دیا اس امام کو جمیع اہل اسلام کی جانب سے جزائے خیر ملے اور ان کی وجہ سے جملہ مکروہات دور ہوئیں اور شیخ احمد قسطلانی نے کہا کہ ابن تیمیہ قبر مطہر کی زیارت میں عجب بدکلام ہے اور اس کا شیخ تقی الدین نے رد کیا اور مسلمانوں کے قلوب کو شفا بخشی ہے اور شیخ افضل المحققین والمحدثین شیخ محمد شامی نے کہا کہ قبر منور کی زیارت کی مشروعیت میں ائمہ دین نے بہت سی تصانیف لکھی ہیں چنانچہ شیخ تقی الدین سبکی، شیخ کمال الدین بن زملکانی، شیخ داود اور ابن جماعہ ان تمام نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے اور تحقیق تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اس باب میں ایسی گفتگو کی ہے کہ تمام دریا بھی اس کو دھو نہیں سکتے۔

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں مکہ و مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے باب میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کا قول مردود ہے کہ زیارت سے منع کرنے کا قائل ہے اور یہ بدترین مسائل میں سے ہے جو اس سے منقول ہیں۔

مختصر یہ کہ ابن تیمیہ کے احوال کتب معتبرہ جیسے تاریخ علامہ بکری اور تاریخ نویری میں مسطور ہیں کہ جب ابن تیمیہ کی زبان درازی حد سے تجاوز کر گئی اور حق سبحانہ کی صفات جلالیہ و جمالیہ میں اس کی گفتگو ظاہر ہوئی اور اس کے ہفتوات اور لغزشیں مشہور ہوئیں تو معاصرین علما نے اس کے فساد کو رفع کرنے کے لیے کمر باندھ لی اور سلطان سے اس کی پھانسی یا قید خانے میں ڈالنے کی درخواست کی۔

چنانچہ ۷۰۵ھ میں اس کو مدرسہ کالمیہ میں۔ جو دیار مصر میں واقع ہے۔ طلب کیا گیا کیونکہ چند مقامات پر اس کے فتاویٰ کو قاضی ثمس الدین بن عدلان نے قبول نہ کیا اور انہیں قاضی القضاة زین الدین مالکی کو پیش کیا انہوں نے گواہی دی کہ یہ ابن تیمیہ کے لکھے ہوئے ہیں تو قاضی القضاة ابن تیمیہ کے انکار پر مبنی خط کو لے کر امیر الامرا کے پاس پیش ہوئے، صورت واقعہ واضح ہو چکی تھی؛ لہذا

ابن تیمیہ کو اب محفل قضاة، مفتیان اعلام اور امرائے عظام میں طلب کیا گیا۔

قاضی شمس الدین نے ابن تیمیہ سے کہا کہ وہ قاضی القضاة کے سامنے اپنا عقیدہ نمایاں کرے۔ ابن تیمیہ نے چاہا کہ منبر پر کھڑا ہو کر لوگوں کے سامنے واشکاف الفاظ میں بات کرے مگر اس کو (کارندوں نے) چھوڑا ہی نہیں کہ منبر پر جائے، لوگوں نے جواب طلب کیا اس نے کہا کہ میرے تمام دشمن ہیں اور اس نے شافی جواب نہ دیا۔

قاضی القضاة نے حکم دیا کہ اس کو قید خانے میں محبوس کر دیا جائے اور اس پر انہوں نے قہر شدید کو بڑھا دیا اور فرمان شاہی کو ابن تیمیہ کے حوالے سے اس مضمون کے ساتھ دمشق میں جاری کر دیا گیا کہ ان دنوں ابن تیمیہ شقی، مسائل قرآن اور صفات باری کے بارے میں زبان درازی کرتا ہے اور اس کے کلام میں صراحت بہت زیادہ منکرات ہیں۔ نیز اس نے ان معاملات میں گفتگو کی ہے جس کے بارے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے سکوت فرمایا ہے۔

وہ اجماع ائمہ اہل اسلام کے خلاف کہتا ہے اور اس کے اپنے فتاویٰ میں ہے کہ عقول عوام اسے ناپسند کرتی ہیں اس کے برخلاف علمائے عصر اور فقہائے شام و مصر مجتمع ہوئے

مزید برآں ابن تیمیہ نے اپنی کتب کے نام اس طرح رکھے ہیں جن کی حق تعالیٰ نے کوئی سند نہ بھیجی ہے، جب اس کے یہ معاملات ہم تک پہنچے اور مذہب تجسیم کو اس نے متحقق کیا تو حق تعالیٰ نے ہم سے اقامت حق قائم فرمائی اور ہم پڑھتے ہیں: سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون (حق سبحانہ اس سے بہت بلند ہے جیسی وہ تو صیف کرتے ہیں)

لہذا ہم نے اس کو جس شدید چکھائی اور ہم نے یہ منشور اس کے بارے میں جاری کیا کہ کوئی اس راہ میں اس کے ساتھ نہ ہو اور جہت و جسمیت حق سبحانہ کا معتقد نہ ہو اور تمام حنابلہ پر لازم ہے کہ وہ تشبیہ کے قریب بھی نہ جائیں اور تنزیہ کے معتقد ہوں؛ ورنہ سیدھے رستہ سے خارج ہو جائیں گے، اور اسی کی طرح قہر شدید اور جبل طویل ہوگی۔

ہماری تحقیق نے اس مردود عقیدہ کو باطل بنا دیا ہے۔ ہم نے محض اس کے ہتک آمیز رویہ پر اس کو قید خانہ میں ڈالا ہے۔ اس فرمان شاہی کو منبروں پر پڑھا جانا چاہیے اور ہر ایک کو سننا چاہیے تاکہ وہ اس شقی (بد بخت) کی اتباع سے رکے۔

صاحب اتحاف نے کہا کہ ابن تیمیہ کے ساتھ یہ تمام معاملات حق سبحانہ و سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی سزا ہے۔ ابو محمد عبداللہ یافعی نے مرآة البیان میں اپنی تاریخ کے حوالہ سے ۷۰۵ھ میں ابن تیمیہ کے فتنہ رس کے لیے مجالس کا انعقاد کرنا (تاکہ اس فتنہ کا سدباب ہو) اور اس کو زندان میں مقید کرنا اور دمشق میں اس کے حال کی منادی کرانا وغیرہ کے مفصل حالات تحریر کیے ہیں۔

اور وثیقہ کے آخر میں ہے کہ حاکم دمشق وغیرہ نے بلاد اسلامیہ میں منادی کرادی کہ جس کا عقیدہ ابن تیمیہ کی طرح ہو اس کے حال کو غارت کرنا اور اس کی جان کو قتل کرنا جائز و حلال ہے۔ ابن تیمیہ نے رد و افض میں بہت سے مقامات پر اہل بیت کے حق میں زبان طعن و تشنیع کھولی اور کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اور حق تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اطاعت بادشاہ اطاعت خدا ہے اور سلطان کی نافرمانی رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے جو کوئی بادشاہ کے حکم کو پسند نہیں کرتا اس نے حکم الہی کو پسند نہیں کیا اور علی و فاطمہ (رضی اللہ عنہما) نے امر ربانی کی مخالفت کی اور مرضی مولیٰ کو انہوں نے ناپسند کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔ (العیاذ باللہ)

غور کریں یہ شخص بضع رسول اور برادر عم زاد شوہر بتول رضی اللہ عنہما کے حق میں کتنا زبان دراز ہے۔ ابن تیمیہ کے دیگر اقوال بھی ہیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف حسب مال کی نیت کی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کم سنی میں قبول اسلام کی صحت کا منکر ہوا اور سنن اربعہ میں جو احادیث ان کی شان میں وارد ہوئی ہیں اس کا رد کیا ہے چنانچہ اس کی تصریح شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب الدرر الكامنة فی احوال المائنة الثامنة میں کی جو کہ ابن تیمیہ کے احوال میں لکھی گئی۔ اور اس کے تمام احوال کی تفصیل اس میں درج ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ میں ابن تیمیہ کو گناہ سے پاک نہیں جانتا بلکہ مسائل و اصول میں اس کے خلاف ہوں۔

امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے گناہ اور خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ امام المحققین ابن حجر نے اپنی کتاب الجوہر المنظم فی زیارة قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں شرح و بسط سے اس کا رد کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ہم کس طرح ابن تیمیہ کو قبول کریں اور مسائل دین میں اس کو بطور سند لائیں جبکہ یہ ایسا شخص ہے جس کے حق میں کثیرہ دین مثل ابن جماعہ اور شیخ

عزالدین فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ سے مروی ہے کہ خدا نے اس کو ضلالت و سرکشی تک پہنچایا اور ذلت کا لباس پہنایا، افترا و جھوٹ اس کے دل میں اس قدر جگہ پکڑ چکے ہیں کہ وہ ذلت و رسوائی کا دلدادہ ہو گیا ہے۔

یوں ہی شیخ الاسلام و عالم الانام تقی الدین سبکی نے۔ جو بالاتفاق امام صالح اور مجتہد ورع ہیں۔ ابن تیمیہ کا ردِ بلیغ فرمایا ہے اور بیان صواب سے فوائد وافرہ عطا کیے۔ ان کی کاوش سے حق شکور عزوجل مشکور ہوا اور مسلمانوں نے ان کو جزائے خیر دی۔

قبر مطہر کی زیارت کو حرمت اتفاقی کہنا معصیتِ سرمدی اور گناہِ ابدی ہے؛ مگر ابن تیمیہ سے عجب نہیں کیونکہ مجتہدین سے بکثرت مسائل میں اختلاف کیا اور اس سے محروم نہ جانیں کیونکہ اس کی قبائح بالخصوص خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جس طرح کے وہ اعتراضات و خرافات لایا ہے وہ سامع کی سماعت پر بھاری اور طبیعت اس کو برداشت کرنے سے عاری ہے۔ وہ حق سبحانہ کے لیے جسم و جہت کا قائل ہوا اور سلف و خلف کو اعتقادِ تنزیہ رکھنے کے سبب گمراہ شمار کیا۔ ابن تیمیہ کے معاصرین علمائے اس واقعہ کو خوب پھیلا یا تو شاہِ وقت نے اس کو گرفتار کیا اور اس کو قید کی سلاخوں کے پیچھے ڈال کر عوام کو اس کے مکروہ عزائم سے رہائی دلایا۔ اسی قید و بند کی صعوبتوں میں وہ اپنی ظلمات و بدعات کو سمیٹ کر راہی عدم ہوا۔ اس کے بعد اس کے قبعین نمودار ہوئے؛ مگر حق تعالیٰ نے ان کو سر بلند نہ ہونے دیا بلکہ (عالم یہ ہوا کہ)

ضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ وَالْمَسْكَنَةَ وَبَاوُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

یہ ابن تیمیہ کے مختصر حالات ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کے رسالہ کو شیخ الاسلام نے دیکھا جس میں حق سبحانہ کے لیے مکانیت و جسمانیت کا ثبوت کیا (اور اس کا ردِ بلیغ کیا) کیونکہ قرآن و حدیث اور سلف و خلف حق سبحانہ کی تنزیہ کے قائل ہیں۔ اب ان کے اعتقاد کو بگاڑنا اپنے سرمایہ ایمان کو جلانا اور مجسمہ کی موافقت اعتقادی کرنا ہے۔ اعاذنا اللہ وجميع المسلمين عن ذلك ۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ میں نے ان سطور میں عربی عبارات کو عوام کی تفہیم اور سہولت کے لیے

فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور حدیثِ قدسی کا ترجمہ تفسیرِ عزیزِی سے نقل کرنے کو ترجیح دی ہے تاکہ مکمل ترجمہ علمائے کرام کا ہی ہو، اور راقم پر اعتراض نہ آئے اور حسد و غیظ کی وجہ سے نکتہ چینی نہ ہو۔

میں نے سندات اکثر قلمی کتب اور صحیحہ سے لی ہیں۔ اگر کوئی نقل کی اصل کے ساتھ مطابقت کرتے وقت اصل عبارت کو مطبوعہ کتب میں موافق نہ پائے تو طباعت کا خلل خیال کرے اور جملہ کتب ہمارے پاس موجود ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں نقل کرنے کے دوران خیانت سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین

اور یہ عقل و نقل کے بھی خلاف ہے۔ کلام چونکہ طویل ہو گیا اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعض طبقات کی خواہش پر میں اس کا اختتام اردو زبان میں کرتا ہوں تاکہ ماہصل کلام کی دلالت واضح ہو جائے اور عوام کے ہاتھ میں بھی کچھ گوہر مقصود آئے۔

### اُردو اشعار، منظومہ۔ منہ کان اللہ۔

- |                                |   |                                  |
|--------------------------------|---|----------------------------------|
| خدا ہی لائق حمد اور ثنا ہے     | ✽ | نہیں اس جیسا کوئی دوسرا ہے       |
| اکیلا ذات میں اور وصف اور اسم  | ✽ | نہ اس کا ہاتھ پاؤں منہ ہے نہ جسم |
| نہ وہ کھائے نہ وہ پیے نہ سووے  | ✽ | کسی جگہ اور مکاں میں بھی نہ ہووے |
| وہ سنتا ہے مگر کانوں سے ہے پاک | ✽ | وہ دیکھے ہے مگر آنکھوں سے ہے پاک |
| اور ایسے جتنے ہیں اوصافِ انساں | ✽ | منزہ ہے وہ سب سے پاک رحماں       |
| کسی جیسا نہیں ہر گز خداوند     | ✽ | نہ ہے مخلوق کوئی اس کی مانند     |
| نہیں محتاج وہ ہر گز کسی کا     | ✽ | جہاں ہے سر بسر محتاج اس کا       |
| یہ ہے ثابت کلام کبریا سے       | ✽ | یہ ہے ثابت حدیثِ مصطفیٰ سے       |
| ید و وجہ و قدم عین استوا بھی   | ✽ | اصابع ساق اور فوق السماء بھی     |
| جو آئی ہیں کلام کبریا میں      | ✽ | اور آئی ہیں حدیثِ مصطفیٰ میں     |



و لیکن پیروی ان کی نہیں ہے  
 خدا جانے مراد ان سب کی کیا ہے  
 نہیں تزیہ سے باہر گئے ہیں  
 عقیدہ رکھیں اللہ الصمد پر  
 سکھایا ہم کو ایسے مصطفیٰ نے  
 اور اس کے ہاتھ پاؤں کا نشان ہے  
 عقیدہ ساری اُمت کا یہی ہے  
 مگر اتقان میں اچھی ہے تفسیر  
 مکاں اور جسم، خالق کا وہ سمجھے  
 یہ بدلہ اُن کی تشبیہ کا دیا ہے  
 جسے ہو دیکھنا وہ دیکھے مقصود  
 مکاں اور جسم کا چرچا ہے پھیلا  
 اور ہاتھ اور پاؤں کا مسئلہ سنایا  
 خدا پر اب لگائی یہ ملامت  
 کہ حافظ ابن تیمیہ کا رسالہ  
 تو اس کا حال بھی مخفی نہیں ہے  
 کہ قائل تھا وہ جسم و جہتِ حق کا  
 کتابِ منتہی میں بر ملا دیکھ  
 اور ایسا ہاتھ پاؤں کے نشان سے

ہمیں ان پر بھی ایمان و یقین ہے  
 انہیں اوصافِ متشابہ کہا ہے  
 جو بعضے ان کی تاویلیں کرے ہیں  
 چلیں ہم قل هو اللہ احد پر  
 کہا لیس کمثلہ شی خدانے  
 پھر ہم کیونکر کہیں اس کا مکاں ہے  
 عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے  
 تفاسیر اور شروح میں ہے یہ تقریر  
 و لیکن اہل تجسیم اس میں بہکے  
 اماموں نے انہیں کا فر لکھا ہے  
 کتابیں دین کی صدا ہیں موجود  
 ہمارے وقت میں پھر شور اُٹھا  
 خدا کی عرش کو جاگہ بنایا  
 بزرگوں کو بُرا کہنے کی شامت  
 سند میں اس کے لکھتے ہیں حوالہ  
 اگر یہ بات حق ہے اور یقین ہے  
 کہ اس کو بہت سے علما نے لکھا  
 کتاب جوہر منظم ذرا دیکھ  
 منزہ ہے خدا جہت و مکاں سے



خدا واحد بلا جسم و مکان ہو \* عرش کیا شے ہے جو اس کا مکان ہو  
 جو قائل ہو مکان و جسم حق کا \* وہ کافر ہے یقینی یاد رکھنا  
 ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو! \* اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو  
 ہوئے ہم سرخرو اپنے خدا سے \* ہوئے ہم فارغ حکم مصطفیٰ سے  
 خدا چاہے تو کر دے گا ہدایت \* کہ جن کو ہو گئی اس کی غوایت  
 ہمارا یہ عقیدہ تھا سنایا \* اسی پر خاتمہ کر دے خدایا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ  
 عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا  
 وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ .

اے ہمارے رب! تو ہمارا مواخذہ نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا سرزد ہو۔  
 اے ہمارے رب! ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ ڈال جس طرح تو نے ہم سے پہلوں پر  
 ڈالا۔ اور نہ ہی ہمیں ایسا بوجھ اٹھانے کی ذمہ داری سونپنا جس کی ہمیں طاقت نہیں  
 اور تو ہم کو معاف فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ کفار کے مقابلہ میں ہماری نصرت و  
 اعانت فرما۔

و.اخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين و صلى الله

على حبيب محمد و عترته اجمعين . آمين آمين آمين .

المجيب عبده الحقير محمد غلام دستگیر ہاشمی - کان اللہ له -

تمت

## تصدیقات و تقریظات

☆

هذا الجواب حق و صواب من اعتقده بصميم القلب و أقرب به فقد  
كامل إيمانه و حاز عظيما من الثواب و فاز فوزا كبيرا و نجا من  
العذاب و من أنكره فقد تردى و بلاء بسخط من الله تعالى بلا شك  
و ارتياب .

یہ جواب حق اور صحیح ہے اس کے لیے جس نے صمیم قلب سے اس کا اعتقاد رکھا اور اس کا  
اقرار کیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا اور بہت زیادہ ثواب کا ذخیرہ پایا۔ اور  
بہت بڑی فلاح و کامرانی پائی اور عذاب سے نجات پائی۔ ہاں جس نے اس کا انکار کیا  
تو وہ ذلیل ہو اور بلا شک و شبہ وہ حق سبحانہ کی سخت پکڑ میں آئے گا۔

کتبہ

فقیر خادم العلماء عبد الرسول قصوری عفی عنہ

☆

ذلك كذلك لا ريب فيه .

من وعن اسی طرح ہی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

خليفة حميد الدين عفی عنہ

☆

چونکہ علمائے قصور و فیروز پور نے بھی حضرت میاں صاحب قصوری کی عبارت کی  
مثل تحریر کی، لہذا یہاں ان علماء کے صرف نام تحریر کیے جا رہے ہیں :

فقیر عبد الملک

ولایت شاہ ولد حضرت چراغ شاہ

فقیر عبد اللہ قاضی

فقیر احمد مرالی

فقیر غلام محمد ولد حافظ محکم الدین

ولی محمد ولد حافظ غلام علی ولد حافظ محکم الدین (امام مسجد حضرت پیر عباس خان صاحب، قصور)  
فقیر نور الدین۔

حافظ حبیب اللہ

حافظ اللہ بخش

فیروز پور و چھاؤنی کے نواح کے علماء کرام:

فقیر عبدالرحمن (واعظ و امام مسجد صدر بازار چھاؤنی)

فقیر ولی محمد۔ (امام مسجد حضرت پیر صاحب قصور در فیروز پور)

فقیر خوشی محمد۔ معلم و اتالیق نواب زادہ ممدوٹ

فقیر عبدالرحیم۔ ساکن مہالم فیروز پور

فقیر شرف الدین۔ امام مسجد کوتوالی و مدرس فیروز پور

فقیر جمال الدین۔ امام مسجد توپخانہ چھاؤنی

فقیر محمد سلیم ولد مولوی بارک اللہ۔ ساکن کریاں

فقیر غلام نبی شاگرد مولوی بارک اللہ۔ واعظ و امام مسجد چھاؤنی

فقیر عبدالرزاق۔ ساکن سیدی کے

علمائے لاہور

واللہ تعالیٰ منزہ عن الامتداد والمقدار لاستلزامہ التجزی . (شرح  
عقائد)

اللہ عزوجل مادہ اور مقدار اور اس کے استلزام تجزی سے منزہ و پاک ہے۔ (شرح  
عقائد)

فقیر غلام احمد معروف نور احمد

☆

سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح .  
بہت زیادہ تسبیح و پاکی ہے اے ہمارے رب تیرے لیے اور فرشتوں اور ارواح کے  
رب۔

فقیر عبدالقادر بھیروی عفی عنہ (مدرس یونیورسٹی، لاہور)

☆

الحق ابن تیمیہ در مذمت صحابہ و اہل بیت بسیار جاوہر کتب خود میزگار و حق تعالیٰ ہیج جا مکان  
نپذیرد۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں بکثرت مقامات پر صحابہ و اہل بیت کی مذمت میں لکھا ہے۔  
العیاذ باللہ

ذکر کن لا الہ الا اللہ ☆ از سر صدق ای ولی اللہ  
اور حق تعالیٰ کا کسی جگہ کوئی مکان نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ کا ذکر کر سچ کے راز میں سے  
ہے اے اللہ کے ولی۔

سید صادق علی شاہ

☆

هذه الرسالة صحيحة  
یہ رسالہ صحیح ہے۔

حافظ محمود

علمائے بہاول پور

صح الجواب و جزى الله المجيب .  
جواب صحیح دیا ہے اللہ عزوجل جواب دینے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔  
فقیر غلام رسول (استاذ کل علاقہ بہاول پور)

المسکین العاصی شمس الدین عفی عنہ (فاضل اجل مشہور حاکم صدر عدالت بہاولپور)

محمد محمود الدین (قاضی القضاة بہاول پور)

محمد ضیاء الدین۔ زیب خاندان مولویاں

سید احمد ملقب الحاجی۔ از مولویان احمد پور

یار محمد۔ از مولویان احمد پور

حافظ غلام مصطفیٰ۔ جامع کمالات موفور خلاصہ شاگرد از حضرت میاں صاحب قصور اند

۔ قدس سرہ۔

## علمائے امرت سر

تقریظ مولانا عمدۃ الفضلاء مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری و مولانا زبدۃ العلماء والقراء مولوی عبدالعلی دہلوی نے حاشیہ پر تحریر پایا دیگر احباب نے اس جگہ دستخط تحریر فرمائے ہیں یہ جواب حق اور صحیح ہے۔

## تقریظ مولانا عمدۃ الفضلاء مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری

لله در المجيب ما أسحر الجواب وافق في ذلك كله السنة والكتاب  
بالرأى الصواب . اللهم ارضه بالثواب في هذا الدار و تلك الدار  
أعنى يوم الحساب الحق ان هذه رسالة يعنى بالنظر إليها المنكر  
الخفاش و يرتعش فرائص المعاندين منها بالارتعاش الفها البحر  
النحرير و الفهامة الخبير المولى غلام دستگیر الشهير من الاقران  
بنبائل الكمالات الفائق على امثاله بجلائل الصفات المستغنى عن  
التعريف والتوصيف فانه كالنار على العلم من حيث مد الصباح  
جناحيه الى ان ضمها للوقوع في افق الغرب ردا على الفرقة  
المحدثة الشاذة المخالفة لجمهور اهل السنة والجماعة في الفروع  
والأصول بل منشاتها لكهم في هذه الورطة الظلماء هي وعدم  
تقليدهم الاكابر و سوء ظنهم إياهم لإياكم وإياهم فان من قرب

إلیهم قليلا فقد ضل ضلأ کبیرا فانهم ضلوا وأضلوا کثیرا . اعلم أن الفلاسفة بامرہا قالت ان العالم قدیم بالنوع و مذهب اهل الاسلام انه حادث نوعا و شخصا و ابن تیمیة قائل بقدم العرش بالقدم النوعی كما قاله المحقق الدوانی فی شرحه للعقائد العقیدة هذا العقیدة و وجه اضطراره إلی هذه الهفوة، ذکره المولوی عبدالحلیم ان ابن تیمیہ لما کان قائلا بكونه تعالیٰ جسما قال بانه ذو مکان فان کل جسم لا بد له من مکان علی ما ثبت و لما ورد فی القرآن المجید الرحمن علی العرش استوی قال ان العرش مکان و لما کان الواجب ازلیا عنده و اجزاء العالم حوادث عنده اضطر بازلتہ جنس العرش و قدمه و تعاقب اشخاصه الغير المتناهیة فمطلق المتمکن له ازلی و تمکناته المنصوصة حوادث كما ذهب المتکلمون الی حدوث (۱)

(۱) خدا فاضل مجیب کا بھلا کرے، کیسا سحر آفریں جواب دیا ہے۔ اور سب کا سب راے صواب کی کسوٹی پر کتاب و سنت کے موافق ہے۔ اے پروردگار! انھیں دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال فرما۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ رسالہ چمکاؤڑ چشموں کی آنکھیں خیرہ کر کے رکھ دے گا اور معاندین کے دانت گھٹے ہوا ٹھیس گے۔ اس کتاب کے مؤلف مشہور و معروف عالم و فاضل حضرت علامہ مولوی غلام دستگیر ہیں جو اپنے فضائل و کمالات کے باعث معاصرین میں منفرد اور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔۔۔۔۔ اس کتاب میں انھوں نے اہل سنت و جماعت کی راہ سے ہٹ کر چلنے والے فرقوں کا ردِ بلیغ کیا ہے اور عدم تقلید کے گن گانے والوں نیز اسلاف و اکابر پر انگشت طعن اٹھانے والوں کی بھرپور خبر گیری فرمائی ہے۔ خدا ہمیں ان کے سایوں سے دور رکھے کیوں کہ جو بھی ان کے قریب ہو گا وہ بڑی گمراہی میں پڑے گا، کیوں کہ ان گم گشتگانِ راہ سے اس کے علاوہ اور توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ فلاسفہ کے نزدیک عالم قدیم بالنوع ہے جب کہ اہل سنت کے مطابق وہ نوعا و شخصا حادث ہے۔ ابن تیمیہ نے عرش کے قدیم ہونے کو قدم نوعی کے ساتھ خاص مانا ہے۔ محقق دوانی نے عقائد عقیدہ کی شرح میں اس کی بحث چھیڑی ہے۔ اس ہفتوں کی طرف ابن تیمیہ کو لے جانے والی چیز مولوی عبدالحلیم کے مطابق یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے جسمانیہ کا تو ان کیا تو ساتھ اسے یہ بھی ماننا پڑا کہ وہ ذو مکان ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی جسم بغیر مکان کے قرار نہیں پکڑ سکتا۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ 'رحمن نے عرش پر استوا فرمایا'۔ تو اس نے کہا کہ عرش ایک مکان ہے اور جب اس کے نزدیک واجب ازلی ہے اور اجزائے عالم حادث ہیں، تو اسے اس کی ازلیت کے باعث عرش کے جنس و قدم کا قول کرنا پڑا۔ لہذا مطلق متمکن ازلی اور اس کے تمکنات مخصوصہ حادث ہوئے۔ یوں ہی متمکنین کا میلان بھی حادث کی طرف ہے۔

## تقریظ مولانا قاری عبدالعلی دہلوی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم .

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهاً والصلوة على رسوله وحبيه محمد الذي أمرنا باتباع المحكمات ونهانا عن الخوض في المتشابهاً وعلى آله وصحبه الذين هم في العلم راسخون والذين الحق حافظون .

أما بعد فقد طالعت هذه الرسالة التي يروي منطوقها الغليل ويشفي مضمونها العليل ونظرت في هذا الكتاب الحميد والجواب السديد بالاجمال بعون الرب متعال فوجدته مطابقاً للسنة والكتاب و موافقاً لعقائد أهل السنة والجماعة الذين هم أولوا الألباب و لعمري انه لكتاب حق أحق بالقبول يتلقى به العلماء الفحول لا يأتيه الباطل من بين يديه و لا يقدر أحد على منعه و صرفه فبشرى لمن اهتدى به واقتفى باثره و ويل لمن انكر عليه و غشى بصره من اتبع و امن بفحوله فقد رشد و اهتدى و من خالفه فقد ضل و غوى غلبه در من اجاب و اجاد و على الله اجر من اصاب فيه و افاد و ما ادرك من هو عالم نبيل فاضل جليل اذكى الطبيعه ازكى الخليقه مقبول الرب الخبير مغبوط كل غنى و فقير مجمع الفضائل منبع الفواضل الحبر التحرير المولوى غلام دستگیر اعاده الله من شرور كل حاسد شرير بحرمة السيد البشير النذير .

(1) چونکہ حضرت استاذ اکل مولانا و بالفضل اولانا جناب خلیفہ صاحب در ذیل عبارت حضرت میاں صاحب سلمہما اللہ و بہادر تصدیق تعریف ایں جواب ایں عبارت کہ صدق خیر الکلام ماقول و دل است تحریر فرموند لہذا نقل ان بدیں طور مناسب نمود۔ ۱۲



اللّٰهُم اجزه عنا و عن جميع المسلمين خير الجزاء في الدنيا  
والعقبى و اوصله الى اعلى مراتب ما يتمنا . (۱)  
نمقه الراجى رحمة ربه البارى  
ابوالبشير عبدالعلى القارى

☆

هذا الجواب حق و صواب ولله در الفاضل المجيب .  
لا يدرك الواصف المطري فضائله  
وان يك بالغاً في كل ما وصفا

یہ جواب حق اور درست ہے، اللہ عزوجل کی شان میں فاضل مجیب نے کہا  
ترجمہ: اس کے ابر کرم کے فضائل کو وادصف نہیں سمجھ سکتا اگرچہ وہ ہر خوبی تک پہنچ جائے۔  
بندہ احمد یار (امام جامع مسجد امرتسر)

☆

هذا الجواب الحق و مطابق بمذهب أهل السنة والجماعة .  
یہ جواب حق اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مطابق ہے۔  
محمد قدرت اللہ حنفی دہلوی (مدرس امرتسر)

(۱) حمد و صلاۃ کے بعد عرض ہے کہ میں نے اس رسالے کا مطالعہ کیا جس کی باتیں بڑی پر لطف ہیں اور جس کا مضمون  
بیماروں کے لیے نسخہ شفا ہے۔ یہ کتاب کتاب و سنت کے عین مطابق اور عقائد اہل سنت و جماعت کے بالکل  
موافق ہے۔ قسم بخدا! یہ کتاب ایسی ہے کہ جو یقیناً شرف قبولیت سے ہمکنار ہوگی، اور اہل علم و کمال اسے ہاتھوں  
ہاتھ لیں گے۔ کوئی اس کی افادیت کو نہ روک سکتا ہے اور نہ اس جلائی ہوئی شمع کو بجھا سکتا ہے۔ بڑا خوش بخت  
ہے وہ جو اس راہ پر چل پڑے۔ اور بڑا ہی بد بخت ہے وہ جو اس کا انکاری ہو اور آنکھ پر پٹی ڈال رکھے۔ جو اس کو  
مانے گا وہ جاوہ مستقیم پر گامزن ہوگا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ چاہے ضلالت میں جا کرے گا۔ ایسے فاضل  
مجیب کے لیے ہر فضل و کمال ہے۔ اور ایسا جواب و افادہ عطا کرنے والے کو اللہ اپنے کریمانہ فضل سے  
فوازے۔ اور بھلا ایسا شرف و کمال اس کے علاوہ اور کسے حاصل ہو سکتا ہے جو ذکی الطبع بھی ہیں اور خلیق الفطرۃ  
بھی، خدا کے مقبول بھی ہیں اور ہر امیر و غریب کے محبوب بھی یعنی حضرت مولوی غلام دستگیر۔ اللہ انھیں ہر حاسد  
و فاسد کی نگاہ شر سے محفوظ فرمائے۔ خدایا ان کے اس عظیم کارنامے پر تو انھیں ہماری بلکہ کل امت مسلمہ کی  
جانب سے دارین میں بہترین بدلہ عطا کر، اور انھیں اپنے مقصد و مطلوب میں فائز الہام فرما۔ آمین

واضح رہے کہ اس رسالہ کی تالیف کے بعد حسن تدبیر مخلصی، محبت آثار متقی خلاصہ علمائے دین دار مولوی عبدالرحیم صاحب متوطن مہالم علاقہ فیروز پور کے ساتھ ذوالحجہ ۱۲۸۹ھ کے اواخر میں راقم کی حافظ صاحب مولوی (ساکن لکھو کے علاقہ فیروز پور) محمد ولد مولانا بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان تمام مسائل پر فیروز پور میں گفتگو ہوئی۔

صورت حال یہ بنی کہ حافظ صاحب نے اپنی تفسیر محمدی میں زیر آیت ثم استوی علی العرش کو معالم وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر کے استقراری باری تعالیٰ کو ثابت کیا تھا بعض کتابوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد جن کی عبارات کا ترجمہ اس رسالہ میں مسطور ہے انہیں کہا کہ ہم اپنے مسودہ کو درست بنانا چاہتے ہیں اور مسئلہ استقرار کو نکالنا چاہتے ہیں اس وقت اس رسالہ کے آخر میں اردو کے اشعار لکھے ہوئے ہیں وہ موجود تھے میں نے وہ پیش کر دیے اور ان پر مہر ثبت کرنے کا کہا انہوں نے کہا کہ ہم اپنی کتب کو اپنے فرزند اور بھائیوں کی تحقیق فرمانے کے بعد مہر لگائیں گے۔

چنانچہ چار دن کے بعد ایک دوسری مجلس مسجد کو توالی فیروز پور میں منعقد ہوئی اس دن حافظ صاحب خاموش تھے ان کے بیٹے اور بھائی بحث میں شامل ہوئے پر وہ کتاب جس سے انہوں نے استقرار اعضاء حق سبحانہ کو پیش کیا تھا رحمن کی تائید و نصرت سے ہم نے یہ ثابت کیا کہ یہ مذہب مجسمہ کا ہے۔ اس سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ حافظ صاحب حق کے طلب گار ہیں اور ان کے بیٹے اور بھائی کو تعصب اور افسوس دامن گیر ہے۔

بہر حال قیل و قال کے بعد میں نے شرح فقہ اکبر کی ایک متفقہ عبارت حافظ صاحب کو پیش کی کہ اگر استقرار وغیرہ سے رجوع ثابت ہے تو یہ لوگ خود رجوع کریں گے۔

چنانچہ وہ، ان کے بھائیوں اور ان کے بیٹوں نے اس عبارت کے نیچے اپنے دستخط کر دیے اور اتفاق رائے ہو گیا تو ان کے شاگردوں نے فیروز پور کے نواح میں رحمن کے لیے اثبات مکان و جوارح کا جو شور برپا کیا ہوا تھا وہ دفع ہو گیا اور مجسمہ کا فساد رفع ہو گیا۔ اس کے بعد چند لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی کہ حافظ صاحب اور ان کے بھائیوں نے رجوع صحیح کر لیا ہے، البتہ ان کے بیٹے اور برادرزادہ میں قائل و مقالی باقی ہے شاید وہ ابھی تک دوبارہ گفتگو کے مشتاق ہیں۔

میں نے ان کو جواب دیا کہ جملہ رؤسائے اہل اسلام علماء و ملازمان سرکار اور سینکڑوں لوگ جو

الكتاب وأخر متشابهات فهو لاهل الهدى بشير ولاهل الزيغ نذير .  
أما بعد فالواجب على كل مسلم يحب سلامة دينه ورضاء ربه  
العمل بما في هذه الرسالة موافقة لعقيدة أهل السنة والجماعة  
والتصميم عليه بقلبه وقلبه .

حرره العبد الغريب الضعيف المدرس بالمسجد النبوي الشريف

الراجي دوام لطف الكريم . عبده خليل بن ابراهيم

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی ذات کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ بہت  
زیادہ سننے والا دیکھنے والا ہے اور درود و سلام ہو ان پر جن پر یہ کتاب نازل ہوئی جس  
میں بعض محکم آیات ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں اور بعض آیات متشابہات ہیں پس  
وہ اہل ہدی کے لیے خوش خبری اور اہل زیغ کے لیے ڈر ہے حمد و ثنا کے بعد ہر مسلمان پر  
اپنے دین کی سلامتی اور اپنے رب کی رضا کے لیے اس رسالہ میں اہل سنت و جماعت  
کی موافقت میں جو کچھ لکھا ہے اس پر دل و جان سے ایمان رکھنا واجب ہے۔

حرره العبد الغريب الضعيف المدرس بالمسجد النبوي الشريف

الراجي دوام لطف الكريم عبده خليل بن ابراهيم

واضح رہے کہ اس جواب پر قصور کے جملہ علمائے دستخط کیے اور ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ یہ  
مذہب اہل سنت کے موافق ہے مگر بعض مکاتیب نے اس پر دستخط نہ کیے۔

نوٹ: رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل یہاں مکمل ہو گیا، تفسیر نبوی پنجابی منکوم مطبوعہ کریم سٹیم پریس لاہور جو کہ مولانا  
قصوری کے ارشد تلمیذ مولانا نبی بخش حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اس کی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۲۱ مباحث فیروز پور  
کے حلق مولانا قصوری کی تحریر دیکھنے کو ملی جسے یہاں بطور عملہ کے نقل کیا جا رہا ہے۔ مرتبین

## تکملہ

حمد و صلوة کے بعد عبدہ فقیر غلام دستگیر ہاشمی قصوری۔ کان اللہ۔ اہل اسلام کو اطلاع دیتا ہے کہ اس عاجز نے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کے اخیر میں مجمل کیفیت اس مباحثہ کی جو مولویان لکھوی سے فیروز پور میں ہوا تھا، اس طور سے لکھی ہے کہ مولوی حافظ محمد صاحب نے پہلی گفتگو دکھانے بعض کتابوں کے بعد فرمایا تھا کہ ہم اپنی تفسیر محمدی کے مسودہ کو درست کر لیں گے اور مسئلہ استقراء بر عرش نکال دیں گے اور بعد تحقیق تام ان اردو ادبیات پر جو رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کا خلاصہ ہیں اپنی مہر بھی لگا دیں گے پھر دوسری قیل و قال میں حافظ صاحب موصوف خاموش اور اس کا فرزند اور برادر زادہ مباحثہ سے ہم آغوش ان دونوں کی تقریروں سے سب پر ظاہر تھا کہ یہ صاحبین سینہ زور ہیں اور اس تعصب سے یہ مراد تھی کہ تفسیر معالم اور اتقان سے مسئلہ استقراء اپنی سند کے واسطے ملاحظہ کروایا اور ایک دوسٹر اس کے پیچھے جہاں اس بات کا بیان تھا کہ یہ خلاف عقیدہ اہل اور مجسمہ کا مشرب اور ملت ہے اس کو سنایا۔

راقم کے مکرر کہنے کہانے دکھانے سمجھانے پر حاضرین نے انہیں کتابوں سے اس پر اعلان پایا اور نیز عبارت غنیۃ میں آیت استوی علی العرش پڑھ کر اس کے ترجمہ میں استقراء کو ایسے طور داخل فرمایا کہ لوگ جان لیں کہ یہ لفظ غنیۃ میں ہے حالانکہ یہ کلمہ اس میں مفقود ہے۔ فقیر نے سب کو معلوم کروایا کہ یہ نظر انصاف سے مسدود ہے اور پھر جب اس خاکسار نے تحفہ اثنا عشریہ سے سب کو لفظ یہ لفظ سنایا کہ مکاں اور جوارح رحمان کے لیے ثابت کرنے خلاف اہل سنت اور شیعوں سے بھی مردود فرقوں کی ملت ہے، اس پر فریق ثانی سے سوائے اس کے اور کچھ نہ بن آیا کہ یہ کتاب شاہ عبدالعزیز صاحب کی نہیں ہے اگرچہ اس محفل میں دوسرے علماء عقلاء موجود تھے، مگر راقم نے صرف حافظ صاحب ان کے والد سے اس انکار کی بابت استفسار کیا تو انہیں نے سب کے روبرو میری کلام کی درستگی پر اقرار دیا۔

یہ مختصر بیان ہے اس تعصب کا پھر بعد قال و مقال تخمیناً تین گھنٹہ کے احقر نے عبار شرح فقہ اکبر

جس کا یہ مضمون ہے کہ جو شخص خدا سبحانہ کے لیے جسم اور مکان ثابت کرے وہ یقینی کافر ہے پیش کی تو اس پر سب لکھوی مولویوں نے اپنے العبد کر کے اس سے ہم عقیدہ ہونے پر اتفاق کیا اور استقرآء وغیرہ مسائل مجسمہ سے رجوع کیا اور اس طرز کو چھوڑ دیا اور حافظ جی نے تب فرمایا تھا کہ فقیر مطابق اس کے اپنے مکان سے لکھ لایا تھا اور وہ پرچہ بھی دکھلایا تھا اور اپنے العبادت کو اخیر رسالہ میں چھاپنے کے واسطے اذن عام فرمایا تھا۔ فقط اور اس گفت و شنود میں راقم نے فتاویٰ عالمگیریہ سے سب کو سمجھایا تھا کہ در صورت یہ کہ صفات متشابہات سے جو ارج اعتقاد نہ ہوں تو بعضوں کے نزدیک ان کا فارسی میں ترجمہ کرنا درست ہے اور بعض کہتے کہ بہر طور ترجمہ نا درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی واسطے ہمارے عقائد کی کتابوں میں مثل معتمدنی المعتقد وغیرہ میں لکھا ہے کہ صفات متشابہات کا ترجمہ روا نہیں، چنانچہ اس کی تفصیل تقدیس الوکیل میں موجود ہے، پس جب یہ رسالے چھپ کر مشہر ہوئے تو محی الدین حافظ صاحب کے فرزند نے احقر کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے فیروز پور کے مباحثہ میں اقرار فوق العرش وغیرہ لکھ دیا تھا اور ہمارے نزدیک ترجمہ سب صفات متشابہات کا ہندی فارسی میں جائز ہے چنانچہ تم نے اس مجمع میں مان لیا تھا پھر ہم کو متعصب کیوں لکھا اور ہمارے والد ماجد پر کیوں جھوٹا افترا قائم کیا۔ فقط

اب یہ خاکسار اس بات کا دعویٰ ہے کہ مولوی محی الدین نے اس اپنے خط میں جھوٹ لکھا اور حق کو طاق نسیان میں رکھا ہے، پس حقیر ان دینی بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے جو ان دونوں گفتگو یا ایک میں شریک تھے کہ انصاف اور حق پروری کے رو سے اس تحریر کے نیچے اداء شہادت کریں کہ اوپر کی میری تحریر بلاشبہ صحیح و درست ہے یا اس میں کچھ جھوٹ ملایا ہے اور کسی کے حق میں کوئی افترا بھی سنایا ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی

عبارات والعبادات علماء و دیگر عقلا

فقیر دونوں مباحثوں میں موجود تھا، مولوی غلام دیکگیر صاحب نے جو کچھ اوپر تحریر کیا ہے،

درست ہے۔

مولوی عبدالرحیم مہالم والا

راقم دونوں مباحثوں میں موجود تھا جو کچھ کیفیت رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل کے بعد چھپی ہے وہ سب راست اور تحقیق ہے۔

فقیر ولی محمد امام مسجد پیراں والا

راقم کو تقریر ہردو مباحثہ بخوبی یاد ہے، مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی (تحریر) مطابق اصل حقیقت کے ہے۔

فقیر شرف الدین، مدرس فیروز پور

بڑا تعجب ہے جو بات ایک مجمع عظیم میں قرار پائی تھی اس سے مولوی صاحب لکھوی کیوں منکر ہو گئے درحقیقت تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست ہے۔

فقیر عبدالرحمن، امام مسجد صدر بازار

فضل الرحمن، نائب مسجد صدر بازار

فقیر شاہ محمد خلیفہ مولوی شرف الدین صاحب

راقم دونوں مباحثوں میں موجود تھا تقریر جناب مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست ہے مگر بڑا تعجب ہے کہ جس امر کے صد ہا لوگ گواہ ہوں اس کا مولوی صاحب کیوں انکار کرتے ہیں یہ بات ان کی شان کے شایان نہیں۔

فقیر جمال الدین

فقیر چراغ الدین

راقم اخیر مباحثہ میں موجود تھا بے شک تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی راست اور درست ہے اور کم ترین نے جو رسالہ دیکھا اور اب وقت تحریر ہذا دوبارہ دیکھنا پڑا اور وہ گفتگو جس کو تا حال بہت مدت نہیں گزری اور خوب یاد ہے اس سے مطابق کیا گیا تو بعینہ بلا کم و کاست وہی گفتگو ہے۔ فقط

فقیر غلام حسین، مدرس

قاضی خیرالدین

راقم دونوں مباحثہ میں موجود تھا سب تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی تحریر مطابق اصل حقیقت کے ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

حافظ علیم اللہ

حافظ روشن

یہ خاکسار بنظر انتظام اس مباحثہ میں ابتدائی سے آخر تک حاضر رہا، شہادت لکھتا ہوں کہ میرے روبرو علماء لکھوی نے قول مولوی غلام دستگیر صاحب کو امانا و تصدقنا کر کے قبول فرمایا تھا اور العبد اپنے کر دیے تھے اور تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی محض نامہ ہذا صحیح ہے۔

سید احمد، ڈپٹی انسپٹر

پنڈے خاں

دفع دار بندہ ایک مباحثہ آخری میں موجود تھا بلکہ بہت قریب مولوی صاحبوں کے بیٹھا تھا، مولوی صاحب لکھو کے نے بڑی بھاری بحث کے بعد قول مولوی غلام دستگیر صاحب کو تصدیق مان کر اپنے العبد کر دیے تھے، میں حلفاً اس کو تحریر کرتا ہوں۔

کم ترین حافظ بخش، نائب سرشتہ دار

راقم ہر دو مباحثہ میں موجود تھا بلکہ مولویاں لکھوی نے اپنے کلام کو خلاف عقیدہ اہل سنت جان کر مظہر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو مطابق مذہب اہل سنت مان کر ان کی مصنفہ ابیات پر دستخط اور اپنے مواہیر کر دیے تھے اور تقریر مولانا صاحب مولوی غلام دستگیر صاحب کی راست و درست ہے۔

بندہ احمد عرف ککو خاں

شادی خاں، پٹواری

الہی بخش، پٹواری



راقم برابر مباحثہ میں موجود تھا، بے شک تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست ہے۔  
بندہ حیات بیگ، ڈپٹی پوسٹ ماسٹر

راقم دونوں مباحثوں میں موجود تھا بے شک تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب کی درست اور سچ  
ہے۔

خیر الدین، تاجر کتب

شیخ غلام نبی

حاجی کالو

راقم اخیر مباحثہ میں موجود تھا بے شک تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کی راست اور  
درست ہے اور مطابق تحریر مباحثہ تک اس میں کچھ شک نہیں۔

محمد سردار خان خلف پیر شاہباز خان معتمد لفظی

ہم تینوں شخصوں کو کیفیت مباحثہ کی بخوبی معلوم ہے تحریر و تقریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب  
کی صحیح و درست ہے اور انکار کر جانے مولوی لکھوی صاحب کی کیسی حیرت کی بات ہے معاذ اللہ  
جب علماء کا یہ حال ہو تو بے چارے عوام کا کیا شمار کیا جائے۔ خداوند کریم ہدایت کرے اور راہ  
راست پر لائے۔

امام الدین، الہی بخش، شاذل (سوداگران چھاؤنی فیروز پور)

بندہ بھی مولوی غلام دستگیر صاحب کے صدق پر شاہد ہے۔

الہی بخش، مدرس دختران

یہ محضر نامہ فیروز پور سے تیار کروا کر بجواب خط محی الدین اخیر جب سن ۹۰ میں لکھو کے بھیجا گیا  
تھا اس پر ان کی جانب سے پھر دوبارہ مباحثہ کے واسطے ترددات ہو رہے ہیں اگر کچھ ظہور میں آیا تو  
آئندہ اس کا حال لکھا جائے گا مگر پختہ خبر ہے کہ حافظ محمد صاحب اس اپنی بات سے منحرف نہیں  
ہوئے اور نہ پھر مباحثہ کے راغب ہیں، بے شک حق کے طالب ہیں۔

## تتمہ

راقم الحروف آخر جمادی الاخریٰ سن ۹۰ میں بموضع خیردی علاقہ امرت سر واسطے ملاقات مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے گیا تھا ان سے مسئلہ مجوشہ میں استفسار کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا :

عرشِ رمان الہی بناید گفت واستقراء اگر ثابت شود تشابہات است ویدوجہ وغیرہ  
جوارح اوسجانہ عیسند بلکہ حواء تشابہات اندر۔

اس پر راقم نے کہا کہ آپ کی جانب سے مسموع کچھ اور تھا اور اب دیکھنے میں کچھ اور ہے اور یہ حق کا طور ہے اور ایک رسالہ پھر ان کو دیا انہوں نے ہدیہ دعا عطا کیا، اب تعجب ہے کہ ان کے مرید اثبات مکان و جوارح رخصن میں کیوں استبداد اور اصرار پر ہیں اور وقت گفتگو خیردی کے جو ان صالح مولانا سید فضل حق صاحب لاہوری خدا کریم ان کے لقاراحت افزاء سے ہمیں جلد محفوظ فرمائے اور بر خوردار مقبول پروردگار غلام مصطفیٰ خلف حکیم خیرالدین صاحب امرتسری خداوند علیم اس کو علم نافع نصیب کرے اور ان کی عزت بڑھائے، یہ دونوں صاحب میرے ساتھ موجود تھے جو چاہے ان سے دریافت فرمائے۔ فقط

(یہ نقل کرنے کے بعد مولانا حلوائی نے اپنی تفسیر نبوی، جلد ۱۴، ص: ۱۵ پر لکھا ہے: ”اب یہ عقیدہ اور لکھوی کا عقیدہ جو تفسیر محمدی میں ہے دونوں کا مقابلہ کر کے کفر اور ایمان میں تمیز کریں اور دونوں عقیدوں میں غور فرما کر صحیح پر عمل اور باطل کو ترک کریں۔ فقیر حلوائی عفی عنہ“۔ مرتبین)



قال عليه السلام : أمرني ربي بمنحى المعازف والمزامير والأوتان والصليب

الحمد لله العلام کہ دریں آیام سعادت فرجام بہ تائید اہل اسلام رسالہ ہدایت انجام مٹھی بہ

## مخرج عقائدِ نوری

{۱۲۹۴ھ}

محق المعازف و صلب نعمة طنبوري

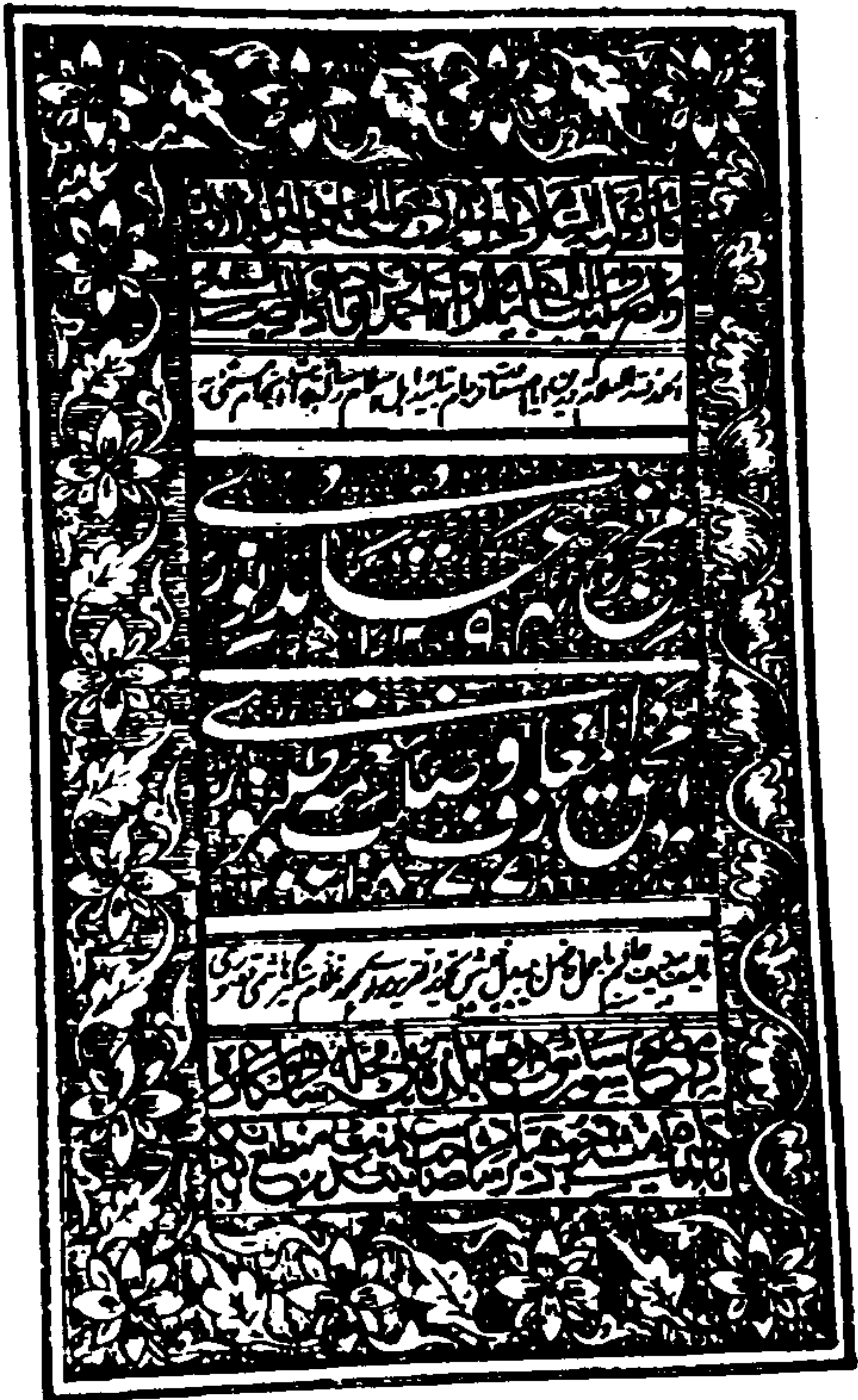
{1877ء}

:- تالیف منیف :-

عالم باعمل، فاضل بے بدل، خوش تحریر و تقریر مولوی غلام دستگیر ہاشمی قصوری

{در سنہ ۱۸۷۸ء}

در مطبع سوسائٹی واقع بلدہ بریلی محلہ ساہوکارہ باہتمام منشی اجودھیہا پرشاد صاحب منطبع کر دیا



[باہتمام منشی اجودھیا پرشاد، مطبع سوسائٹی، بریلی سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

## تقریظ

مولوی محمد یعقوب علی خان صاحب بریلوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ شانہ

پادری عماد الدین کے سوالات کے اجوبہ جو مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے تحریر کیے ہیں۔ از اول تا آخر اس خاکسار نے دیکھے۔ فی الواقع شامل ہیں عبارات پر از متانت پر لائق اسکاٹ طرف مخالف اور قابل اس کے قبول کے ہر آئینہ اس کی اشاعت موجب تائید شرح مبین متصور ہے جو اہل اسلام سے اس رسالہ کے طبع میں بذل ہمت فرمائیں گے خالی از ثواب عظیم و اجر عظیم نہیں ہے۔

محمد یعقوب علی عنہ

## تقریظ

مولوی محمد تقی علی خان صاحب و مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلیٰ رسولہ الکریم

عالم باعمل مولوی غلام دستگیر صاحب نے حسب استدعا پادری عماد الدین خاتم جواب کو خصوصاً نصوص نصوص قرآنیہ و آیات بینات فرقانیہ سے مزین و محلی کیا اور اس کا کاسہ سوال بانجھ مامول و اعطائے مسئول بھر دیا۔ اس رسالہ کا منطبع ہو کر بلا قیمت مشتہر اور اہل اسلام میں منتشر ہونا باعث تائید دین متین و تقویت شرع مبین ہے جو صاحب اس میں ہمت فرمائیں ان کے لیے ثواب جمیل

اور اجر جزیل۔

محمد تقی علی خان ولد مولوی رضا علی خان

احمد رضا خان ولد مولوی محمد تقی علی خان

## تقریظ

مولوی نواب محمد عبدالعزیز خان صاحب بریلوی متخلص بہ عزیز

شائقانِ علم کلام کو نوید ہے اور باحثانِ اصول عقائد کو مرثدہ حصول امید ہے کہ سنداً <sup>لمتکلمین سید</sup> المتورعین جناب مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی نے ایک رسالہ عجیب و غریب تالیف فرمایا۔ پادری عماد الدین کے نغمہ، طنزوری کو صوتِ حمیر بنایا۔ یک گزدوفاختہ کا مضمون صادق آیا۔ ادھر تو عیسائیوں کو الزام ہوا ادھر حضراتِ امامیہ کے مطاعن کا قصہ تمام ہوا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی عموماً اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عصمت و شفاعت خصوصاً دلائل تحقیقی سے ثابت فرمائی۔ بہکے ہوؤں کو راہِ حق دکھائی۔ کیوں نہ ہو جناب ممدوح کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے جس سے زمانہ ہدایت پاتا ہے۔ گمراہ راہ پر آتا ہے۔ جب سے بریلی میں ورود ہوا ہے اثر خیر و برکت کا نمود ہوا ہے۔ خشک سالی کے آثار نمودار تھے، حیوان اور انسان مصیبت میں گرفتار تھے، حضرت نے نمازِ استسقاء باجماعت ادا فرمائی رحمت الہی نے تاثیر اجابت دکھائی۔ بہت سے اہل حاجت کے مطلب بر آئے، آرزو مندوں نے نقودِ مراد پائے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ مقبول ہو اور اہل مطیع کو بھی ثواب اعانت کا حصول ہو۔ فقط

بقلم نیاز رقم فقیر غلام نبی فیروز پوری تقاریظ نوشتہ شد ۱۸۷۸ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَعَلٰی  
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَعَلٰی الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ  
الذَّاكِرُونَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَن ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ .

اے خداوند بے مثل و مانند و بے زن و فرزند! تو وہ واحد لا شریک ہے کہ تیری یگانگی پر نقل اور  
عقل دونوں شاہد عدل ہیں، پس جس نے تیرے لیے کوئی ضد و بند قرار دیا تو تیری مقدس کتاب نے  
اس کو بھاری بے سمجھوں میں داخل کیا :

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِيْنَ وَبَنِيْ بَغْيِرِ عِلْمِ  
سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ . بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنۢىْ يَكُوْنُ لَهُ  
وَلَدٌ وَّ لَمۡ تَكُنۡ لَهُ صَحِيْبَةً وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (۱)

اور جو تیری پاک کتاب پر ایمان لائے ان کو یہ صلہ دیا :

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدٰى مِّنۡ رَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۲)

پس ہم سارے مومنین کلہم اجمعین تیری وحدانیت کی شہادت دے کر تیرے اس رسول مقبول  
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرماں بردار و جان نثار اور اس پر قربان و شب و روز اس کے شاخوان ہیں  
جس کے حق میں تیرا قرآن کریم و فرقان عظیم یہ حکم دے رہا ہے :

(۱) اور مقرر کیے کافرہوں نے خدا کے لیے شریک جن کی قسم سے حالانکہ خدا نے ان کو پیدا کیا اور بنا لیے خدا کے لیے  
اولاد اور بے علمی سے خدا پاک اور بلند ہے ان کی باتوں سے پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا کیوں کر ہو  
اس کے لیے اولاد حالانکہ اس کی جو رو نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کا اسے علم۔ ۱۲ (پارہ ۷،  
الانعام: ۱۰۱-۱۰۰)

(۲) وہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب سے اور یہی نجات پائیں گے۔ ۱۲ (پارہ ۱، البقرہ: ۵)



إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِدًا وَ مَبَشِّرًا وَ نَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ تُعَزِّرُوهُ وَ تُوَفِّرُوهُ وَ تَسْبَحُوهُ بُكْرَةً وَ آصِيلاً ۝ (۱)

اس اُمید سے کہ اسی امر پر ہمارا خاتمہ فرما اور حشر کو اس کے جھنڈے کے تلے اٹھا۔

وَ حَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (۲)

اما بعد! ان دنوں میں ایک رسالہ نغمہِ طنبوری نامی احقر الانام حقیر غلام دستگیر ہاشمی کی نظر سے گذر اور یافت ہوا کہ پادری عماد الدین صاحب نے مولوی سید علی محمد صاحب مجتہد لکھنؤ کی خدمت میں اصول عقائد اسلامیہ کے چودہ (۱۴) سوال بدیں غرض پیش کیے تھے کہ ان کا جواب قرآن سے ملے۔ مجتہد صاحب کی جانب سے جواب باصواب نہ ملنے کے سبب پادری صاحب نے اس کا جواب الجواب لکھ کر چھپوایا، نغمہِ طنبوری کے نام سے مشتہر کرایا۔ اس کے دیکھنے سے حقیر کو غیرتِ اسلامی نے اظہارِ حق پر اٹھایا سو خداوند کریم کی توفیق سے سارے جواب تحقیقی قرآن مجید سے لکھے گئے بموجب منشا پادری صاحب کے پورا التزام ہوا کہ نہ کوئی جواب الزامی ہے اور نہ کہیں حدیث شریف حامی ہے۔ چونکہ میری یہ دل سوزی و کار سازی محض بنظر اعلاے کلمۃ اللہ و ابتغاء لمرضات اللہ ہے، اس لیے یقین ہے کہ جناب الہی میں منظور و مقبول ہوگی اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پذیرا ہو کر سب حصول مامول ہوگی۔ اور یہ بھی غالب ہے کہ اس کو دیکھ کر منصف پسند کریں گے اور۔ ان شاء اللہ العزیز۔ مخالف بھی اس پر حرف نہ دھریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

مقصود کے بیان سے پہلے کئی امر ضروری العرض ہیں :

اول: یہ کہ جو اکثر اعتراضات پادری صاحبان ہماری شریعت پر کرتے ہیں تو علمائے اسلام وارد ہونا انہیں اعتراضات کا شرع موسوی و عیسوی پر ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ اس میں جو آپ کا جواب ہے ہماری طرف سے بھی وہی فصل الخطاب ہے، سو ان الزامی جوابوں سے یہ لوگ ناچار ہو کر

(۱) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (پارہ ۲۶، الفتح: ۹-۸)

(۲) یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (پارہ ۵، النساء: ۶۹)

تحقیقی جوابوں کے طلب گار ہوتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان تحقیقی جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ سو حقیر نے اس رسالہ میں تمام تحقیقی جواب دیے ہیں اور باوصف یہ کہ بہت الزامی جواب موجود تھے وہ پیش نہیں کیے ہیں تاکہ پادری صاحبان اس کے پڑھنے میں تعلل نہ کریں بلکہ اول سے آخر تک پڑھیں۔

دوم: یہ کہ پادری صاحبان اپنے رسائل رد و قدح اسلام میں سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان والا میں کچھ کلمات ناشائستہ و الفاظ نابائستہ لکھتے ہیں تو ان کے جواب میں بہ مقتضائے حمیت اسلامی علمائے اسلام بھی کسی قدر سخت کلامی سے پیش آتے ہیں تو عیسائی بدیں دستاویز کہ مسلمان گالیاں نکالتے ہیں ان کے جوابوں کے دیکھنے سے دست بردار و بیزار ہو جاتے ہیں، اس لیے حقیر نے اس اپنی تحریر میں کوئی سخت و ست کلمہ نہیں لکھا ہے، تاکہ اس کے ملاحظہ سے اعراض نہ فرمائیں، وہ عذر زبان پر نہ لائیں اور استفادہ سے محروم نہ رہ جائیں۔

سوم: چونکہ پادری صاحب نے سوال (۱۱) میں لکھا ہے کہ سورہ اور آیت کا نشان بتلا کر اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں اس واسطے تمام جوابوں میں آیات قرآنی پتہ وار لکھی گئی ہیں چنانچہ پہلے سورہ کا نام اور ہندسیہ کے پیچھے سپارہ کا (س) اور پاؤ کی (پ) اور رکوع کی (ر) لکھ کر مراد اور ترجمہ بھی ایسا تحریر کیا ہے جو ان چاروں تفسیروں میں سے مطابق ہے جن کا نام سوال (۸) میں پادری صاحب نے لکھا ہے تاکہ سنبھال اور پڑتال میں دقت نہ اٹھائیں اور اگر اس کے جواب میں کچھ تحریر فرمائیں تو بخوبی سمجھ سوچ کر منصفانہ قلم فرسائی پر ہاتھ اٹھائیں اور ناحقہ تصدیح نہ بڑھائیں کیونکہ راقم جدال اور بیہودہ قیل و قال سے ناراض ہے صرف اظہار حق کا مرتاض ہے۔

چہارم: یہ کہ جو جواب مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اور ان کا رد پادری صاحب نے کیا ہے وہ بھی مناسب مقام پر اس رسالہ کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور نیز جہاں پادری صاحب کے جواب الجواب میں کچھ خلل تھا اس کا جواب بھی حاشیہ یا متن میں لکھا گیا ہے، تاکہ ناظرین دیکھ لیں کہ جہاں مجتہد صاحب اور پادری صاحب نے کہا تھا کہ اس کا جواب قرآن میں نہیں، یا - معاذ اللہ - جہاں مجتہد صاحب گھبرا کر بول اٹھے تھے کہ نظم قرآنی قابل اعتبار نہیں ہے تو وہاں پر کیسے صراحت و وضاحت آیات قرآنی سے جواب باصواب لکھے گئے ہیں۔ نیز ان کے جواب نجات وغیرہ سے اس

رسالہ کے جوابات کو جب مقابلہ کریں گے تو لامحالہ حوالہ زبان ہوگا۔

جميع العلم في القرآن لكن

تقاصر عنه أفهام الرجال

اور مراد حقیر کی اس تحریر سے اپنی تعالیٰ یا اظہارِ فضل و کمال نہیں ہے بلکہ صرف غرض یہ ہے کہ خدا کے بندے حق اور باطل میں امتیاز کر کے اتباعِ حق کریں۔

اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ

وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

اب یہاں پر میں اس دعا سے کہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ تبرک حاصل کر کے مقصود میں شروع کرتا ہوں۔

## سوالِ اوّل

انسان کی نجات قیامت کے روز کیوں کر ہوگی، آیا صرف اعمالِ حسنہ کے سبب سے یا کسی شفیع کی شفاعت سے یا اعمالِ حسنہ و شفاعتِ شفیع کے اجتماع سے؟۔

## جواب (۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: مدارِ نجاتِ اعمالِ حسنہ پر ہے اور اسی طرح اعمالِ قبیحہ موجب عذابِ اخروی ہیں چنانچہ قرآن میں ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ [تو جو ایک ذرہ بھرا بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھرا برائی کرے اسے دیکھے گا۔ پارہ ۳۰، الزلزلة: ۸-۷] لیکن احادیثِ مستفیضہ و مواثرہ سے ثابت ہے کہ گناہ تین قسم ہیں: پہلے وہ گناہ کہ قابلِ بخشش نہ ہوں اور وہ شرک و غیرہ ہے۔ دوسرے وہ گناہ کہ امکانِ بخشش اس میں ہو لیکن بمعصاے عدل الہی مرتکب ان کا ماخوذ ہو اور وہ گناہانِ کبیرہ ہیں مثلاً قتل نفس اور زنا وغیرہ۔ تیسرے وہ گناہ کہ متروک و معفون ہوں اور وہ صغائر ہیں کہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں...

انسان کی نجات قیامت کے دن ایمان کے سوانہ ہوگی پس اگر ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ ہیں تو فضلِ الہی سے بھی ذریعہ نجات کا ہوں گے، ورنہ باری تعالیٰ کا غمخوار شفیق کی شفاعت نجات کا وسیلہ ہوگی اس پر آیاتِ قرآنی تفصیل جمیل سے ذکر کی جاتی ہیں :

سورہ عمران (س ۳) پ ۳ (۲) میں فرمایا ہے :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ  
وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ  
تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ (سورہ آل عمران: ۶۴)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اہل کتاب کو کہہ دو کہ تم آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک بنائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ پکڑیں بعض ہم سے بعضوں کو پروردگار اللہ کے سوا پس اگر

(بقیہ) ... بدلے اعمالِ حسنہ کے۔ وَإِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ [بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پارہ ۱۲، صود: ۱۱۳] اور بدلیل اخبارِ عترت اطہار اور اجماع اہل اسلام شفاعت جناب رسالت مآب متعلق دوسری قسم کے گناہوں کے ہے یعنی اگرچہ نظر بنفس گناہ مقتضی عدل تعذیب تھا لیکن بنظر شفاعت جناب رسالت مآب کے کہ کمال متاعِ راہِ خدا میں انہوں نے اٹھائے، مقتضای عدل غمخو ہو جائے گا اور اسی طرح اطہار فضیلت نبی اور انبیاء سابقین پر مقتضی قبول شفاعت کا ان کے ہے البتہ جو گناہ کہ متعلق غیر ہیں ان میں رضا مندی ان کی درکار ہوگی۔ فقط

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: پہلے سوال کا جواب آپ نے یہ دیا کہ مدارِ نجات انسان اعمالِ حسنہ پر ہے اور اثبات اس کا آپ نے قرآن سے کیا اس بات کو میں قبول کرتا ہوں کہ یہ درست ہے، لیکن اس کے سوا جو آپ نے احادیث سے تین قسم کے گناہ بیان کیے اور ان میں سے ایک قسم کے گناہوں کی شفاعت آنحضرت کے ذمہ لگائی اور اس کا ثبوت قرآن سے نہیں دیا پس وہ حدیثیں جو قرآن کے مخالف ہیں ان کا کیا اعتبار ہے بلکہ رد کرنے کے لائق ہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ اعمالِ حسنہ پر نجات ہے۔ حدیثیں کہتی ہیں کہ آنحضرت کی شفاعت پر نجات ہے تو احادیث بے قرآن کی تکذیب کے ان کو کون قبول کر سکتا ہے۔ فقط

حقیر (غلامِ دستگیرِ قصوری) کہتا ہے کہ آیت وَمَنْ يَعْمَلْ الْخَيْرَ مِنْكُمْ يَرْجُوْا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّهِمْ [جو اللہ سے دعا ہے کہ اس کو سزا دے اور اس کو نجات دے] سے ہرگز ثابت نہیں ہے کہ مدارِ نجات اعمالِ حسنہ پر ہے بلکہ جزا و سزا کا صرف بیان ہے اور احادیث شفاعت کو منافی قرآن جاننا خلاف واقعہ ہے، کیونکہ قرآن سے شفاعت ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال سوم میں آئے گا۔ اگر مجتہد صاحب نہ بیان کر سکے تو کیا مضائقہ، قرآن میں تو سب کچھ موجود ہے جیسا کہ جوابات میں رسالہ ہذا سے معلوم ہو جائے گا۔ ۱۲

پھر جائیں یعنی اہل کتاب یہ بات نہ مانیں پس تم کہہ دو کہ گواہ رہو اس پر کہ بے شک ہم مسلمان یعنی فرماں بردار ہیں۔

اور سورہ نساء ۵۵ س ۲ پ ۳ میں ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَيَّ رَسُولِهِ  
وَالكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ (سورہ نساء: ۱۳۶/۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی آخر الزمان (ﷺ) پر اور اس کی کتاب پر جو اتاری ہے اپنے رسول پر یعنی قرآن اور کتاب جو اتاری ہے پہلے اور جو نہ مانے گا خدا اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو اور دن قیامت کو پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہی دور۔

اور سورہ اعراف (۹ س) (۲ پ) (۳، ۴ ر) میں ہے :

قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَا كُنْتُمْ لَهَا  
لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ  
الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ  
وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ  
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ  
عَلَيْهِمْ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ  
مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ  
جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ  
فَاْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ  
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (سورہ اعراف: ۱۵۶/۷)

ترجمہ: خدا نے کہا میرا عذاب پہنچاتا ہوں وہ، جس کو چاہتا ہوں اور میری رحمت نے سما لیا، ہر چیز کو پس میں ضرور لکھوں گا وہ رحمت ان کے لیے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ

دیتے ہیں اور جو لوگ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی امی ہیں وہ نبی امی کہ پاتے ہیں اس کا ذکر لکھا ہوا اپنے پاس تو ریت اور انجیل میں۔ امر کرتا ہے وہ رسول ان کو نیکیوں کا اور منع کرتا ہے بدیوں سے اور ان کے لیے حلال کرتا ہے پاکیزہ چیزیں اور ان پر حرام کرتا ہے ناپاک چیزیں اور ان کے بوجھ ان سے اتار دیتا ہے اور طوق جو تھے ان پر پس وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں نبی امی پر اور اس کو قوت دیتے اور مدد دیتے اور پیروی کرتے ہیں نور کی جو اتارا گیا ہے اس کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں کہہ دے یا محمد اے لوگو! تحقیق میں اللہ کا پیغمبر ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ کہ اسی کے واسطے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی، نہیں کوئی معبود مگر وہی کہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی ان پڑھ (یعنی ناخواندہ) پر جو ایمان رکھتا ہے خدا اور اس کی کتابوں پر اور تم سب پیروی کرو اسی نبی ان پڑھ (ناخواندہ) کی تب تم راہ پاؤ گے۔

اب نظر بزمِ تصریح اس جواب میں تشریح کر کے لکھا جاتا ہے کہ انسان دو قسم ہیں: کافر و مومن جیسا کہ سورہ تغابن (۲۸) (پ ۳) میں ہے :

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ۝ (سورہ تغابن: ۲۶۴)

یعنی خدا نے تم کو پیدا کیا پس بعض تم میں سے کافر ہو گئے اور بعض مومن۔

اور پھر منافق و مشرک بھی ہم سلک کفار ہیں تو آدمی چار قسم ہوئے کافر، منافق، مشرک، مومن۔

پس پہلے تینوں فریق نجاتِ اخروی سے قطعاً محروم ہیں جیسا کہ سورہ لم یکن (۳۰) (پ ۳) میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ (سورہ بینہ: ۶۹۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوتے ہیں اہل کتاب سے اور مشرکین دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ لوگ ساری خلقت کے بدتر ہیں۔

اور سورہ نساء (۵۵) (پ ۲) (۳) میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَذُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ  
اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۝ (سورہ نساء: ۱۳۷)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ کہ ایمان لاتے ہیں پھر کافر ہوتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں پھر کافر ہوتے ہیں پھر زیادتی کرتے ہیں کفر میں، اُن کو خدا نہ بخشنے گا اور نہ سیدھے راستہ کی ہدایت کرے گا۔

اور اس آیت سے آٹھویں آیت یہ ہے :

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ صَابِرِينَ ۝ (سورہ  
نساء: ۱۳۵)

ترجمہ: تحقیق منافقین نیچے کے طبقہ دوزخ میں ہیں اور تو ہرگز نہ پائے گا ان کے لیے کوئی مددگار۔

اور چوتھا فرقہ مومنین ناجی ہیں چنانچہ سورہ لم یکن میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاءُ لَهُمْ عِنْدَ  
رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝ (سورہ بقرہ: ۸۲)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ لوگ سب خلق سے بہتر ہیں ان کا بدلہ خدا کے نزدیک بہشتیں عدن ہیں کہ ان کے نیچے جاری ہوتی ہیں نہریں ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے، یہ اس کے لیے ہے جو خدا سے ڈرے۔

اب جاننا چاہیے کہ ان مومنین سے جو لوگ گناہوں سے معصوم یا محفوظ ہیں تو وہ سب فضل الہی سے ناجی و جنتی ہیں اصل نجات میں شفیع کی شفاعت کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ سورہ انعام (۷) (پ ۲) (۲) میں ہے :

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ



حَكِيمٌ عَلِيمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ (سورة انعام: ٨٦، ٨٧، ٨٨)

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل ہے، ہم نے دی تھی ابراہیم کو کہ غالب آئے اپنی قوم پر ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک تیرا رب حکمت والا علم والا ہے اور ہم نے دیا ابراہیم کو اسحق بیٹا اور یعقوب پوتا، سب کو ہم نے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے ہدایت کی اس سے پہلے اور ہم نے ہدایت کی اولاد نوح سے داود و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون کو اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور ہم نے ہدایت کی زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس کو، یہ سب کامل نیکو کاروں سے ہیں اور ہم نے ہدایت کی اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ان عیب کو بزرگ کیا تمام جہان والوں پر۔

اور سورہ انبیاء (۱۷) (اس) (۲) (پ) (۳) میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ (سورة انبیاء: ۲۱، ۲۲-۱۰۲)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ کہ پہلے ہو چکا ہے ان کے لیے ہماری طرف سے نیک وعدہ یعنی انبیاء وغیرہ بشرین بالجہنم وہ لوگ دوزخ سے دور کیے گئے ہیں دوزخ کا کھٹکا بھی نہ سنیں گے اور وہ ان چیزوں میں کہ ان کے نفسوں کو مرغوب ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان کو بڑا خوف غمگین نہ کرے گا اور ان سے ملاقات کریں گے فرشتے اور کہیں گے یہ وہ دن ہے کہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے۔

اور سورہ توبہ (۱۱) (اس) (۱) (پ) (۲) میں ہے :

وَالسَّابِقُونَ الْأَوْلَىٰ أُولَئِكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (سورہ توبہ: ۱۰۰/۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ پہلے ایمان لانے والے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ  
لوگ کہ ان کے پیرو ہیں ایمان اور نیکی سے خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی  
ہیں اور خدا نے تیار کی ہیں ان کے لیے بہشتیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ  
رہنے والی ہیں ان میں یہ بڑا مقصود حاصل ہوتا ہے۔

اور سورہ فتح (۲۶/س) (۳/پ) (۱-ر) میں ہے :

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي  
قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ (سورہ فتح: ۱۸/۲۸)

ترجمہ: البتہ بے شک خدا راضی ہوا مسلمانوں سے جب تجھ سے انہوں نے بیعت کی  
درخت کے نیچے پس خدا نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا یعنی اخلاص سے پس  
خدا نے اتاری تسکین اور ان کو بدلہ دیا فتح قریب کا۔

اور سورہ احزاب (۲۲/س) (۱/پ) (۱-ر) میں ہے :

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝  
(سورہ احزاب: ۲۳/۳۳)

ترجمہ: اس کے سوا نہیں ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ تم سے دُور کرے پلیدی اے پیغمبر کے  
گھر والو اور تم کو پاک کرے خوب پاک کرنا۔

اور جو لوگ کہ ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ کبائر گناہ نہیں کرتے اور صغیرہ گناہ ان سے سرزد  
ہو جاتا ہے تو وہ بھی بفضلہ تعالیٰ مغفور و ناجی ہیں (اگرچہ صغائر پر مواخذہ جائز ہے۔ ۱۲) جیسا کہ سورہ  
نساء (۵/س) (۱/پ) (۲-ر) میں ہے :

إِنْ تَجَنَّبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَكُفْرَ عَنْكُمْ مَنَائِكُمْ وَ نَدْخِلْكُمْ  
مَدْخَلًا كَرِيمًا ۝ (سورہ نساء: ۳۱/۳)

ترجمہ: اگر تم بچو گے بڑے گناہوں سے کہ جن سے تم کو نہی کی گئی ہے تو دور کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ اور داخل کر دیں گے تم کو عزت والی جگہ یعنی بہشت میں۔

اور سورہ تغابن (۲۸ س) (۴ پ) (۱۱ ار) میں ہے :

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكْفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (سورہ تغابن: ۹/۶۳)

ترجمہ: اور جو کوئی ایمان لائے خدا پر اور اچھے کام کرے تو خدا اس کے گناہ دور کرے گا اور اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑے مقصود کو پہنچنا ہے۔

اور جو مومنین صغیرہ کبیرہ گناہ نیکوں کے ساتھ رکھتے ہیں اگرچہ ان کو مواخذہ بقدر گناہ مقتضای عدل سے تھا مگر غالباً ان کے لیے بھی نجات ہے خواہ بہ محض فضل الہی یا با شفاعت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

سورہ توبہ (۱۱ س) (۱ پ) (۱۱ ار) میں ہے (۱) :

وَ الْآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (سورہ توبہ: ۱۰۲/۹)

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں نے اقرار کیا اپنے گناہوں کا، ملا یا نیک کام اور کچھ بُرا، قریب ہے کہ خدا ان پر رجوع کرے گا رحمت سے، تحقیق خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جو لوگ ایمان کے سوا اور کوئی نیکی نہیں رکھتے ہیں اور گناہ ہر قسم کے کرتے ہیں تو یہ لوگ اگرچہ ایمان کی برکت سے خلودِ نار سے محفوظ ہیں مگر مشیت الہی میں ہیں، چاہے تو ان کو اپنے فضل یا کسی شفیع کی شفاعت سے بخش دے یا با مقدار گناہ سزا دے کر آخر الامر ایمان کی برکت سے نجات دے۔

سورہ نساء (۵ س) (۱ پ) (۲۴ ار) میں ہے :

(۱) یہاں آیت نقل کرتے ہوئے مصنف یا کاتب سے سہوا، چنانچہ اصل کتاب میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ لکھتے ہوئے سورہ توبہ کی بجائے سورہ یونس لکھا ہے۔ مرتبین

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝ (سورہ

نساء: ۴۸/۳، ۱۱۶)

ترجمہ: تحقیق خدا نہیں بخشتا ہے کہ کسی کو اس سے شریک کیا جائے اور بخش دیتا ہے کم شرک سے جس کو چاہتا ہے۔

اب حاصل یہ نکلا کہ جو لوگ ایمان اور اعمالِ صالحہ (یعنی نیک) رکھتے ہیں تو وہ باطاعت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہوں گے اور جو لوگ ایمان و اعمالِ طالحہ (یعنی بد) رکھتے ہیں یہ مومنین بھی خواہ خدا کے فضل سے یا شفیع کی نیکیوں یعنی اس کی شفاعت سے ابتداء یا انتہاء نجات پا کر سرور ہوں گے۔

تنبیہ: شفاعت کی سندیں جواب سوال ۳، ۴، ۵ میں آئیں گی۔ اب اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ قرآن میں تو یہ فرمان ہے:

الَّذِينَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ (سورہ والنجم: ۳۸/۵۳)

ترجمہ: کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھاسکا اور آدمی اپنے عملوں سے ہی نفع پائے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ و ابراہیم علی نبینا وعلیہما السلام کے صحیفوں سے منقول ہے اور ان کی شریعت کا معمول ہے کیونکہ ما قبل میں ہے:

أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۝ (سورہ والنجم: ۳۶-۳۹) (۱)

وَزَرَ أُخْرَىٰ ۝ (سورہ والنجم: ۳۶-۳۹) (۱)

اور شریعت قرآنی میں جہاں غلبہ فضلِ رحمانی ہے الحاق ناقص بکامل ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال ۳ شفاعت کے اثبات میں یہ آیتیں لکھی جائیں گی۔ فانتظرہ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد انسان سے انسانِ کافر ہے جو دوسرے کے عملوں سے متفجع نہیں ہے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب بسبب ایمان کے شفاعت ہوئی تو اسی کے عملِ صالحہ کا اثر ہے جیسا کہ تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے۔

(۱) کیا سے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ پارہ ۲۷، النجم: ۳۹-۳۶ کنز الایمان

تمتہ: اگر کوئی گناہ گار کفر و شرک سے لگا کر صغیرہ گناہ تک اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے اور ایمان سے اعمالِ صالحہ کر کے استقامت پر مرے تو وہ بھی بے شک مغفور و ناجی ہے۔ جیسا کہ سورہ فرقان (۱۹س) (۱پ) (۳ر) میں ہے :

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَ لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ  
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ وَ يَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا  
فَأُولَئِكَ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَ كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا وَ مَنْ  
تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝ (سورہ فرقان: ۲۵/۶۸)

ترجمہ: اور خدا کے بندوں میں سے ہیں وہ لوگ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے ہیں اور قتل نہیں کرتے ہیں اس جان کو جس کو خدا نے حرام کیا ہے مگر ساتھ حق کے اور زنا نہیں کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا دیکھے گا بدلہ اپنے گناہوں کا دو چند کیا جائے گا اس کو عذابِ قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں خوار مگر وہ شخص کہ توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے پس خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل کر دیتا ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرتا ہے۔ اور نیک کام کرتا ہے پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے خدا کی طرف رجوع کرنا۔

اور سورہ انعام (۷س) (۳پ) (۳ر) میں ہے :

وَ إِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلِّمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى  
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا ابْجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَ  
أَصْلَحَ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (سورہ انعام: ۶/۵۳)

ترجمہ: اور جب تیرے پاس آئیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر پس کہہ دے تم پر سلام ہے خدا نے اپنی ذات پر لکھی ہے رحمت کہ بے شک جو کرے گا تم میں سے برائی بھول کر پھر توبہ کرے گا اس سے پیچھے اور نیک کام کرے گا پس خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

## خاتمہ

### آپ کی نبوت کا ثبوت انجیل سے

اس جواب کی آیتوں میں سے ایک آیت مبارک میں یہ ارشاد تھا کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام من الرحمن کا احوال سعادت اشمال فیض و برکت مال توریت و انجیل میں موجود ہے سو اس جگہ اس کا مفصل ذکر موجب طوالت ہے، اس لیے بنظر اظہار صداقت قرآنی کافی ہے۔ حوالہ ان کتابوں کی طرف جو قدیماً و جدیداً علمائے اسلام نے رد و جوابِ نصاریٰ میں لکھی ہیں جیسا کہ کتاب امام قرطبی کی اور رسالہ عبدالسلام کا اور کتاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی اور ان بزرگواروں نے اپنی کتابوں میں بہت سی آیات کتب الہامی سے جن کو اہل کتاب اب تک الہامی مانتے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ مراد ان آیات سے نبی عربی آخر الزمان ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ وہ اوصاف مذکورہ ان آیات کے آپ کے سوا کسی دوسرے پر صادق ہی نہیں آسکتے ہیں اور نیز جو اعتراض مخالفین کے تھے ان کے ثانی جواب لکھ دیے ہیں ان کے دیکھنے سے منصف کو ایمان آجاتا ہے کہ یہ دعویٰ قرآنی سچ ہے جو سورہ صف (۲۸س) (۳پ) (۱-ر) میں ہے :

وَ اِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا  
لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ  
○ (سورہ صف: ۶/۶۱)

ترجمہ: اور یاد کراے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم! جب عیسیٰ مریم کے بیٹے نے بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ بے شک میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں توریت کی اور بشارت دینے والا ہوں رسول کی جو میرے پیچھے آئے گا جس کا نام احمد ہے۔ صلی اللہ علیہ و علیٰ آخوالبہ وسلم۔

پس اگر حقد میں کی کتابیں نہ مانیں تو 'اظہار الحق' مولانا رحمت اللہ صاحب مکی کی جو بالتماس حضرت سلطان روم ثبت اللہ تعالیٰ استقامتہ و خلد اللہ تبارک و شاکتہ تیار ہو



کر مطبع سلطانی میں چھپ کر اس دیار میں بھی آئی ہے اس کے دیکھنے سے تسلی ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ الموفق۔

اب یہاں پر ایک اور امر قابل تحریر یہ ہے کہ رسالہ سوال و جواب فریقین در نبوت نبی عرب در انجیل میں (جو مطبوعہ لدھیانہ ہے اور اس کے اخیر میں یہ لکھا ہے راقم بر جلال مسیحی) باب ۹ مکاشفات کی پہلی آیت سے لے کر گیارہویں آیت تک جن میں نزنگی پھونکنے کا ذکر ہے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروان کے حق میں صادق کر کے اپنے بھائی بندوں کی دل خوشی اور عوام مسلمانوں کی دل شکنی کی ہے، اگرچہ اس بات سے غافل رہے کہ رومن کی تھولک والے عیسائی اس باب کو مارٹین لوتھر اور اس کے پیروں کے حق میں لگاتے ہیں مگر یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس بیان سے ان کی الہامی کتاب کی تحریف لازم آتی ہے اور ان کی مقدس کتاب معما چستان پہلی بنتی جاتی ہے۔

اور عجب یہ ہے کہ پادری عماد الدین صاحب نے بھی جوابات سوالات مولوی سید باقر صاحب واقعہ نغمہ طنزوری میں ویسا ہی لکھا اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ بموجب قول علمائے مسیحین کے باب مکاشفات پر وٹسٹنٹ مذہب کے بانی اور ان کے تابعین کے حق میں (جن میں خود بدولت بھی داخل ہیں) صادق آتا ہے پھر کیوں کر اس باب سے مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے۔ البتہ اگر جدید عیسائی اپنی سمجھ کے موافق کچھ ایسے خلل زل کر دیں تو مضائقہ نہ تھا الا سخت افسوس ہے کہ پادری لوگ ایسے رسالوں کو اپنے اہتمام سے چھپواتے مشتہر کراتے ہیں ایسے معاملات سے کیوں نہیں شرماتے ہیں خدا ان کو ذہن کی رسائی اور عقل کی صفائی بخشے۔

جب کہ یہاں تک ان لوگوں کی زبان درازی پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو نڈے نیشزن سے تشبیہات دینے لگے تو اس کے جواب میں خدا ہم سے ایسا کلمہ نہ کہلوائے جس سے کوئی دانش مند ناراض ہو جائے بلکہ اس کے جواب میں ایک بشارت صریحہ انجیلیہ نقل کر کے ان کی غلط انگاری اور خلاف نگاری ثابت کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ سیل صاحب نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں (جو مطبوعہ سن ۱۸۵۰ء کا ہے) انجیل برنایا سے (جو صد ہا سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے) یوں نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ



الصلوة والسلام فرماتے ہیں :

’اے برنایا! اگرچہ گناہ چھوٹا ہی ہو تب بھی خدا اس سے ناراض ہوتا ہے اور میں ہر چند گناہ سے پاک ہوں مگر چونکہ بعض لوگوں نے مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہا تو خدا نے اس بات کو ناپسند کیا اور چاہا کہ شیطان مجھ پر قیامت کے دن نہ ہنسیں اور مسخری نہ کریں پس خدا نے اپنے لطف سے یہ چاہا کہ بسبب موت یہودا کے ہنسی اور کھلی دنیا میں ہی رہی اور لوگ گمان کریں کہ عیسیٰ مصلوب ہو گیا لیکن یہ اہانت اور استہزا ہمیشہ رہے گی یہاں تک کہ تشریف لے آئیں گے محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ پس جب وہ دنیا میں آئیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی سے آگاہ کر کے باز لائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے اس شبہ کو اٹھادیں گے۔ انتہی ترجمہ کلامہ ملخصاً

اب یہاں پر اگر پادری صاحب کہیں کہ انجیل پر نانا کو ہمارے سلف کی کمیٹی نے الہامی کتب میں سے خارج کر دیا تو میں کہتا ہوں کہ یہ بھاری بے انصافی ہے کہ آپ مسلمانوں کے اجماع امت کو تو آدمیوں کی کمیٹی جان کر قبول نہیں کرتے ہو جیسا کہ نغمہ طنزوری میں جا بجا مجتہد صاحب پر بسبب سند لینے اجماع امت کے طعن کرتے اور حروف دھرتے ہو تو ہم آپ کے اجماع امت کو کب مانتے اور معتبر جانتے ہیں بانکہ تمہاری کمیٹی کا یہ قول کیسا ناحق ہے کہ ایسی کتابوں کو (جو دوسری تیسری صدی تک الہامی مانی جاتی تھیں) بے اعتبار کر دیا۔ کیا الہامی کتابیں بنانے والے آپ کی کمیٹی والے تھے کہ جسے چاہیں الہامی بنالیں اور جسے چاہیں الہامی سے خارج کر دیں۔ نعوذ باللہ العظیم من هذا الذنب الجسیم .

پس اب فرض اور واجب ہے کہ تم سارے عیسائی اس اپنی کمیٹی کے اس ناواجبی حکم کو منسوخ کر کے عقل خدا کو مد نظر لاؤ اور ایسی گستاخیوں سے باز آ جاؤ اور اس نبی مبشرنی التوریت والانجیل پر ایمان لاؤ تاکہ شرعاً اب سے چھوٹ کر ابدی نجات پاؤ۔

وما علینا الا البلاغ والمبین واللہ هو الموفق والمعین .

اور اگر کوئی کہے کہ ممکن ہے کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مسلمان کے انجیل برنایا میں یہ عبارت درج کر دی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال نہایت ضعیف ہے، کیونکہ اولاً تو

مسلمان لوگ انجیل اربعہ مشہورہ کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں۔ (۱)

انجیل برنایا سے ان کو کیا تعلق ہے!۔ ثانیاً کب ممکن ہے کہ ایک انجیل برنایا میں کسی مسلمان کی تحریف نے ایسی تاثیر کر دی کہ ساری انجیلیں برنایا میں جو اہل کتاب کے پاس نہیں وہ تحریف واقع ہوگئی۔ نہیں دوسرے مذہب والوں کی کتاب میں یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ حق یہی ہے کہ یہ بشارت اصلی ہے انجیل برنایا میں۔ بے شک جب تک کوئی نسخہ قدیمہ انجیل برنایا کا ایسا پیدائہ کریں کہ جس میں یہ بشارت نہ ہو تب تک یہ احتمال فضول قابل التفات کے بھی نہیں ہے۔

عجب ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پادری کو کہتا ہے کہ تمہاری کتابیں محرف ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ کوئی کتاب غیر محرف نکال کر اس اپنے دعویٰ کی تصدیق کر دو اور یہ نہیں سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس ثبوت دینے کی کچھ حاجت نہیں ہے، کیونکہ خود ان کے مفسران کی الہامی کتب کی تحریف کے قائل ہیں جیسا کہ اخیر میں اس رسالہ کے آئے گا۔ پس جو عیسائی تحریف انجیل برنایا کا دعویٰ کرے اسے با تلاش انجیل غیر محرف ثبوت میں پیش کرنا لازم ہے اور جب سب انجیلیں برنایا ایسی ہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ احتمال سراسر غلط و محال ہے۔

## سوال - ۲

اگر نیک اعمال پر نجات ہے تو نیک اعمال سے کیا مراد ہے۔ آیا کل اُدا مروا ہی کا نبجالا نایا جس قدر ہو سکے؟۔

## جواب (۲)

(۱) کیونکہ ان میں تحریف ہوگئی ہے۔ کتابچی - ۱۲

(۲) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: شرع کے سبب ادا مروا ہی ممکن العمل ہیں ولا یکلف اللہ نفساً الا وسعها و ما جعل علیکم فی الدین من حرج الا یہ۔ البتہ تکلیف مالا یطاق جن لوگوں کی شرع میں جائز ہے مثل اذعان اتحاد متعدد اور تعدد متحد اور اعتقاد تثلیث فی التوحید اور توحید فی التکلیف ان کو جواب دینا اس سوال کا مشکل ہوگا.....

اس سوال کا جواب اگرچہ پہلے سوال کے جواب سے مستفاد ہو چکا ہے مگر بنا بر تمام تشریح یہاں پھر بطور اختصار لکھ دیا جاتا ہے کہ نجات دو قسم ہے :

ایک خلودِ نار سے بچنا اور یہ کفر کے چھوڑنے اور ایمان کے لانے سے حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ (۳۳) (ا-پ) (۱-ر) میں ہے :

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطُّغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى  
لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۵۶/۲)

ترجمہ: اور جو شخص بتوں سے کافر ہوا اور خدا پر ایمان لایا پس بے شک اس نے ایسا مضبوط دست پناہ پکڑا کہ اسے شکست نہیں اور خدا سنتا جانتا ہے۔

اور سورۃ حدید (۲۷) (۳-پ) (۲-ر) میں ہے :

سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ  
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ (سورۃ حدید: ۲۱/۵۷)

ترجمہ: جلد چلو طرف بخشش اپنے رب کی اور بہشت کی جس کا چوڑاؤ (یعنی چوڑائی) مانند چوڑا آسمان اور زمین کے ہے تیار کی گئی ہیں ان کے لیے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور خدا بڑے فضل کا صاحب ہے۔

اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ سزائے خلودِ نار ارتکابِ بعض کبائر پر بھی قرآن مجید میں وارد

(بقیہ) ... جواب سوال دوم: پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے۔ سوال کا جواب یہ ملا کہ شرع کے سب ادا مرد نواہی ممکن العمل ہیں۔ یہ جواب اس سوال کا نہیں ہے۔ میں نے نہیں پوچھا تھا کہ شرع کے سب احکام ممکن العمل ہیں یا نہیں۔ سوال کا یہ مطلب ہے کہ اگر نجات انسان اعمالِ حسنہ پر ہے تو اعمالِ حسنہ سے کیا مراد ہے آیا سارے حکم اول سے آخر تک بموجب بیان شرع ریاکاری سے بچ کر خلوص کے ساتھ ادا کرنے کا نام اعمالِ حسنہ ادا کرتا ہے یا جس قدر پورے ہو گئے اور آدمی نجات کے لائق ہو گیا تو اس کا جواب نہیں ملا۔ شاید سوال کا مطلب خیال شریف میں نہیں آیا پھر اس کا جواب مرحمت ہونا چاہیے اور وہ جو الزامی فقرے لکھے ہیں ان پر میں توجہ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ حقیقی جواب چاہتا ہوں۔

ہے جیسا کہ قتل کی سزا میں سورہ نساء (۵) میں فرمایا ہے :

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمَّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا ۖ (سورہ نساء: ۹۳/۳)

ترجمہ: یعنی جو کوئی مؤمن کو عمداً قتل کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

پس کیا کہا جائے کہ ایمان لانے سے خلودنار سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور استحقاقِ جنت ہاتھ آتا

ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی سیپارہ اور اسی سورہ میں یہ بھی بتا کید شدید وارد ہے :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ (۱)

جیسا کہ ترجمہ اور پتہ اس کا جواب سابقہ میں گزرا ہے اور نیز قتل بالاتفاق گناہ ہے اور گناہوں

کی بابت یہ بھی ارشاد ہے :

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ (سورہ زمر: ۵۳/۳۹)

یعنی تحقیق خدا سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

تو اب ان دونوں آیتوں کی تطبیق جب اس آیت سے کی گئی تو یہ ثابت ہوا کہ قتل کو حلال جان کر ارتکاب کرنے سے کہ وہ کفر ہے خلودنار سزا ملتی ہے چنانچہ لفظ "مُتَعَمَّدًا" اس پر اشارہ کر رہا ہے۔  
فلا محذور۔

اور دوسرے قسم کی نجات بالکل دوزخ سے بچنا ہے اور یہ نجات ایمان سے سارے اعمال صالحہ کے بجالانے اور افعالِ طالحہ سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں سورہ لم یکن سے دلیل اس کی لکھی گئی ہے۔ پس جو مؤمن تمام فرائض و واجبات ذمے اپنے ادا نہ کرے گا اور ایسا ہی منہیات سے باز نہ رہے گا تو اس کو پہلی قسم کی نجات تو حاصل ہے مگر دوسری قسم کی نجات کا ملنا یا توبہ سے ہوگا یا صرف عفوِ الہی سے جیسا کہ اس کی سندیں جواب بالا میں لکھی گئی ہیں یا شفیع کی شفاعت سے جس کا ثبوت آگے آتا ہے یعنی سوال ۳ کے جواب میں لکھا جاتا ہے۔

(۱) بے شک اللہ سے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ پارہ ۵، النساء: ۴۸

## سوال-۳

اگر کسی شفیع کی ضرورت ہے تو اس کی شرائط اور وجہ خصوصیت کیا ہے۔  
یعنی کون کون شرط شفیع میں چاہیے جس سے اس کی شناخت ہو اور کون سی  
اس میں زیادتی ہے جس کے سبب سے وہ اس منصب پر ممتاز ہوا؟۔

## جواب (۱)

(۱) جواب مجتہد کا یہ ہے: شرط شفاعت ماذونیت جناب باری سے ہے اور حصول اذن موقوف اس کی حکمت و مصلحت پر ہے اور قرب شافع پر اور درجہ مستقل شفاعت اور فردا کمل اس کی مخصوص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطیاب سے ہے اور باعث امتیاز کثرت عبادات اور طاعات و ریاضات و مجاہدات و کمالات علمیہ و عملیہ میں اور مصلح و اسرار خفیہ جناب باری۔ ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم و لایسنل عما یفعل وہم یسنلون الایۃ۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: تین سوال کا جواب یہ ملا کہ شرط شفاعت ماذونیت خدا سے ہے اور قرب شافع پر۔ یہ کچھ جواب نہیں ہے کیونکہ یہ ہر مدعی شفاعت کا دعویٰ ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا سے قرب ہے اور میں خدا کی طرف سے شفاعت کنندہ ہوں پس اس دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کچھ علامات جو نقلاً و عقلاً درست ہوں اس میں دکھانا لازم ہے سو وہ علامات آپ کو بیان کرنا چاہئیں، کیونکہ دعویٰ کو دلیل ضرور ہے، سو آپ نے دعویٰ کو دلیل کی جگہ قائم کر دیا۔ پہلے لازم تھا کہ ایسی شرطیں بیان کرتے جو موجب شفاعت شافع ہوں، پھر کہتے کہ یہ شرطیں آنحضرت میں پائی جاتی ہیں اس لیے وہ شافع ہیں، بموجب اپنے دعویٰ کے، لیکن آپ نے بدون اظہار و تسلیم شرائط ناحق ایک دعویٰ کر دیا کہ آنحضرت اور ان کی اہل بیت شافع ہیں حالانکہ پہلے جواب میں مان چکے کہ قرآن سے اعمال حسنة میں نجات ہے شفاعت کا وہاں ذکر نہیں ہے پھر حدیثوں سے ثابت کیے ہوئے شافع کو کیوں پیش فرماتے ہیں۔

حقیر کہتا ہے کہ پادری صاحب کا یہ دعویٰ کہ قرآن میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے نامسوع ہے، کیونکہ قرآن میں بہت جگہ پر شفاعت انبیاء وغیرہ کا ذکر ہے جیسا کہ تھوڑا سا متن میں لکھا گیا ہے اور شفاعت سے نجات ہونی منافی نجات اعمال حسنة کو نہیں ہے جیسا کہ جواب سوال اول میں اس کی تفصیل گزری ہے اور مجتہد صاحب نے جو آیت و لایسنل عما یفعل لکھا ہے سو قرآن میں واؤ نہیں ہے لایسنل عما یفعل۔ سورۃ انبیاء (۷۱) (۱-پ) (۱-ر) میں ہے۔ ۱۲

مومن گناہگاروں کی نجات کے واسطے شفیع کی بھی ضرورت ہے کہ خدا کے اذن سے شفیع بھی گناہگاروں کی سفارش کر کے بخشوائیں گے اور شرط شفاعت قبولیت اور کرامت ہے عند اللہ چنانچہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام جو خدا کے مقبول و مکرم ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں گناہگاروں کے شفیع ہیں اور نیز متقی لوگ جو بکمال اقتتال احکام الہی و نہایت اتباع شرع حضرت رسالت پناہی باری تعالیٰ کے مقبول ہیں منصب شفاعت سے ممتاز ہوں گے۔

اول انبیاء و ملائکہ کی شفاعت کی اسناد لکھی جاتی ہیں۔ سورہ انبیاء (۷۱) (اس) (۱) (۲) میں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ . وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ . لَا يُسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ . يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مَنْ خَشِيَهِ مُشْفِقُونَ ۝ (سورہ انبیاء: ۲۱/۲۵-۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا تیرے پہلے کوئی پیغمبر مگر کہ اس کی طرف ہم نے یہ پیغام بھیجا تھا کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے مگر میں پس خاص میری عبادت کرو اور کہا کافروں نے پکڑا ہے خدا نے فرزند۔ وہ پاک ہے اور بے عیب بلکہ جن کو کافر فرزند کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں خدا کی بات سے اپنی بات نہیں بڑھاتے ہیں اور وہ خدا کے حکم ہی پر عمل کرتے ہیں خدا جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے آگے اور پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے ہیں مگر اس کی جس کو خدا پسند کرے اور وہ خدا کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

اب یہاں پر واضح رہے کہ مراد ”ولد“ سے جو آیت ہذا میں مذکور ہے بیٹی اور بیٹیاں ہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ انبیاء کو اس احد صمد کے بیٹے کہتے ہیں اور مشرکین ملائکہ کو اس واحد لا شریک کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسا کہ سورہ توبہ (۱۰) (اس) (۲) (۳) میں ہے :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۝ (سورہ توبہ: ۳۰/۹)



ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

اور سورہ الصُّفٰت (۲۳۳) (پ ۲) (ر ۴) میں ہے :

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبُنُونَ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنثًا وَهُمْ  
شَاهِدُونَ أَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ أَفْكِهَمُ لَيَقُولُونَ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ أَصْطَفَى  
الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۝ (سورہ صُفٰت: ۱۳۹/۳۷)

ترجمہ: پس پوچھ ان سے کیا تیرے رب کے واسطے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے  
ہیں کیا ہم نے پیدا کیا تھا فرشتوں کو عورتیں اور وہ پاس تھے خبردار ہو تحقیق وہ بہتان کی  
رُو سے ضرور کہتے ہیں خدا صاحب اولاد ہے اور تحقیق وہ بے شک ان باتوں میں  
جھوٹے ہیں کیا پسند کیا خدا نے بیٹیوں کو لڑکوں پر۔

پس ان آیتوں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلاف مرضی و حکم خدا کے کوئی کام نہ کرنے والے اور  
اس کی مرضی سے شفاعت کرنے والے انبیاء و ملائکہ ہیں۔

فثبت المدعا و هو أن الأنبياء والملئكة معصومون وللعصاة يشفعون

باقی آیات شفاعت انبیاء و ملائکہ یہ ہیں۔ سورہ حم زخرف (۲۵) (پ ۳) (ر ۵) میں ہے :

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ  
يَعْلَمُونَ ۝ (سورہ زخرف: ۸۶/۳۳)

ترجمہ: اور اختیار نہیں رکھتے ہیں شفاعت کا وہ لوگ جن کو کافر پوجتے ہیں سوائے خدا  
کے مگر وہ شخص کہ گواہ ہے حق پر یعنی انبیاء و فرشتے کہ یہ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ  
یقین کرتے ہیں اس بات پر جس کا اقرار کرتے ہیں۔

اور سورہ حم مؤمن (۲۴) (پ ۲) (ر ۲) میں ہے :

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ  
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ  
لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَادْخِلْهُمْ



جَنَّتِ عَدْنِۖۤ اَلَّتِیْ وَعَدْتُهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اَبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیَّتِهِمْ  
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ وَفِیْهِمُ السَّیِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّئَاتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ  
رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (سورۃ مومن: ۷۴-۷۵)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اٹھاتے ہیں عرش کو (یعنی ملائکہ) اور جو اس کے گردا گرد ہیں پاکی سے تعریف کرتے ہیں اپنے رب کی اور ایمان لاتے ہیں اپنے رب پر اور بخشش مانگتے ہیں ایمان والوں کے لیے یعنی کہتے ہیں اے ہمارے رب تیری رحمت اور علم نے ہر چیز کو سمایا پس بخش دے اُن کو جو کفر سے تائب ہوئے اور تیرے راستہ کے پیرو ہیں اور بچا اُن کو دوزخ کے عذاب سے اے ہمارے رب اور داخل کر اُن کو بہشتوں عدن میں وہ بہشتیں کہ تُو نے وعدہ کیا تھا اُن سے اور داخل کر اُن کو جو نیکو کار ہیں اُن کے ماں باپ اور جو روں اور اولاد سے تحقیق تو غالب حکمت والا ہے اور بچا ان کو گناہوں سے اور جس کو تو گناہوں سے بچائے دنیا میں پس بے شک تُو نے اس پر رحمت کی اور یہ بڑے مطلب کو پہنچانا ہے۔

اور سورۃ حم شوریٰ (۲۵ س) (۱ پ) (۲ ر) میں ہے :

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ  
يَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۃ  
شوریٰ: ۲۴/۵)

ترجمہ: نزدیک ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں اور فرشتے پاکی سے تعریف کرتے ہیں اپنے رب کی اور بخشش مانگتے ہیں مسلمانوں کے لیے جو زمین میں ہیں خبردار ہو تحقیق خدا وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اب آیتیں شفاعت متقین کی لکھی جاتی ہیں۔ سورۃ حم زخرف (۲۵ س) (۳ پ) (۴ ر) میں ہے:

اَلَا خِلَآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۝ (سورۃ زخرف: ۲۳/۶)

ترجمہ: دنیا کے دوست قیامت کے دن آپس میں دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار کہ ان کی دوستی اللہ ہے قیامت کو اپنے دوستوں کی شفاعت کریں گے۔

اور سورہ رعد (۱۳ اس) (۳ پ) (۱۱ ر) میں ہے :

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ  
بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ وَالَّذِينَ صَبَرُوا  
اِتِّغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً  
وَأَبْدَرُوا نَفْسَهُمْ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا  
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ  
مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (سورہ  
رعد: ۲۰-۲۳)

ترجمہ: وہ لوگ کہ پورا کرتے ہیں خدا کا عہد اور نہیں توڑتے ہیں عہد کو اور وہ لوگ کہ  
پیوند کرتے ہیں اس چیز کو جس کے پیوند کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے  
ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے خوف کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ خدا کی رضا مندی  
کے واسطے صبر کرتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے دیے ہوئے رزق سے پوشیدہ  
اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور گناہ کو نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہیں ان لوگوں کے واسطے  
ہے سرانجام نیک وہ بہشتیں عدن ہیں کہ ان میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے نیکو کار  
باپ دادے اور جو روئیں اور اولاد بھی داخل ہوں گی یعنی ان کی شفاعت سے اور  
فرشتے ان پر داخل ہوں گے بہشت کے ہر دروازہ سے اور کہیں گے تم پر سلام ہو  
تمہارے صبر کے سبب سے پس اچھا انجام اس گھر کا ان کو ملا۔

اور سورہ طور (۲۷ اس) (۱ پ) (۱۳ ر) میں ہے :

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّةٍ وَنَعِيمٍ لِكَيْلِكَ بِمَا اتَّهَمُ رَبُّهُمْ وَوَقَّهُمْ رَبُّهُمْ  
عَذَابَ الْجَحِيمِ كُلُوا وَأَشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ مُتَكِنِينَ عَلَى  
سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ  
بِإِذْنِ الْحَقِّ بِهِنَّ ذُرِّيَّتُهُمْ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ  
بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ (سورہ طور: ۵۲-۵۴-۵۵)

ترجمہ: تحقیق متقی یعنی پرہیزگار لوگ بہشتوں میں اور نعمتوں میں خوش ہوں گے اس چیز سے کہ ان کو رب نے دی ہے اور ان کے رب نے ان کو بچایا دوزخ کے عذاب سے ان کو کہا جائے گا کھاؤ اور پیو سہتا (یعنی گوارا) اپنے نیک عملوں کے سبب سے وہ تکیہ لگا کر بیٹھیں گے سنہری تختوں پر اور ہم ان کے بیاہ کریں گے خوب شکل عورتوں بڑی آنکھ والیوں سے اور وہ لوگ کہ ایمان لاتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ان کی پیروی ایمان کے ساتھ کرتے ہیں ہم ملا دیں گے ان کے درجات میں ان کی اولاد کو یعنی ان کی شفاعت سے اور ان کے عملوں سے بھی کچھ بدلہ کم نہ کریں گے۔

کیونکہ ہر آدمی اپنے عملوں کے ساتھ مقید ہے یعنی اس کے عملوں کی اسے پوری جزا ملے گی۔ اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ ان تینوں آیات شفاعت متقین میں لفظ شفاعت تو مذکور نہیں ہے پھر ترجموں میں شفاعت کیوں مراد لی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین مشہورین نے قرآنی قرینوں سے ان آیات کے معانی میں شفاعت نکالی ہے، کیونکہ جب قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہشت کے درجات اور بالکل دوزخ سے بچنا ایمان اور تمام متعلقہ اعمالی حسنہ کے ادا سے حاصل ہو گا پھر جب متقیوں کے متوسلین صرف ایمان سے ان کے درجات تک پہنچ گئے تو ظاہر ہے کہ ان کی سفارش سے ایسا ہوا حالانکہ پہلی آیت میں صریح ہے کہ متقی لوگ قیامت کو بھی اپنے دوستوں کے دوست رہیں گے تو سفارش لازمہ دوستی ہے پس یہ شفاعت بھی بخوبی قرآن سے ثابت ہوئی۔

## سوال-۴

ہر ایک پیغمبر یا نبی اپنی اپنی امت کا شفیع ہے، یا خاص ایک شخص تمام اوّلین و آخرین کی شفاعت کے لیے خدا نے مقرر کیا ہے؟۔

## جواب (۱)

(۱) جواب مجتہد صاحب کا یہ ہے: اس سوال کا جواب منصوص ہونا قرآن مجید کا نہیں ہے لیکن بعض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ ہر ایک نبی اہوال قیامت سے نفسی نفسی پکارتا ہوگا اور جناب رسالت مآب صلعم امتی امتی کہیں گے...

اوپر کے جواب میں قرآن سے لکھا گیا ہے کہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام و متقین سب شفیع ہیں اور چند شریعتِ غز سے اور بھی شفاعت ثابت ہیں لیکن مدار اس پر ہے کہ مدارج شفاعت حسب مراتب جمع ہوں گے یعنی جس قدر عند اللہ شفیع کا اعلیٰ رتبہ اور قبولیت ہوگی اسی قدر اس کی شفاعت بھی بہت ماہر ہوگی۔ اور شفاعت کی دو قسم ہیں :

ایک شفاعتِ کبریٰ کہ سب اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوگی۔ اور دوسری صغریٰ کہ چاروں فرق منعم علیہم بنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کہ یہ تینوں متقین ہیں اپنے اپنے اتباع و اقربا و اصدقا کی قلیلین مانوا او کثیرین شفاعت کریں گے۔

(بقیہ).... علاوہ یہ کہ ام سابقین بھی بعد بعثت جناب سید المرسلین کے آپ کی امت میں مندرج ہو گئے بدلیل و بعثناک كافة للناس بشیرا و نذیرا الاية غایة الامر یہ کہ ہد۔۔۔ امت مرحومہ میں ہیں اور عصات امت مرحومہ میں ہیں پس شفاعت کسی اور نبی کی ان کے حق میں معنی چہ۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے۔ سوال ۴ کا جواب یہ ملا کہ قرآن میں ایسے سوال کا جواب نہیں ہے لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ صرف آنحضرت شفیع ہیں اور کوئی پیغمبر شفیع نہیں ہے کیونکہ ہر کوئی نفسی نفسی کہے گا۔ البتہ ایسے سوال کا جواب قرآن سے نہیں نکلتا مگر حقیقی شفیع کی شرائط پر نظر کرنے سے عقلاً اور انبیاء کے سابق نوشتوں پر غور کرنے سے نقلاً ہم بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی شفیع ہے بہت شفیع نہیں ہو سکتے پھر جو آپ نے حدیثوں کی سبب آنحضرت کی نسبت یہ گمان پیش کیا بدوں اثبات شرائط کے یہ دعویٰ نامناسب ہے افسوس کی بات ہے کہ میں نے یہ چار سوال علی العموم پیش کیے تھے اگر جواب بھی علی العموم پیش کیے گئے ہوتے تو بہت اچھا تھا۔

حقیر غلام دستگیر کا ان اللہ کہتا ہے کہ اس جواب میں جو مجتہد صاحب نے و بعثناک كافة للناس بشیرا و نذیرا آیت قرآنی لکھی ہے یہ سارے قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے بلکہ سورہ سبأ (۲۲ س) (۲ پ) (۵ ر) میں ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ پس جائے غور ہے کہ مجتہد صاحب کو قرآن سے ایسی مہارت ہے کہ تحریف تک نوبت پہنچادی ہے اور پادری صاحب کو یہ شناخت ہے کہ تمیز نہ کر سکے پس یہ فریقین اگر کہیں کہ اس سوال کا جواب قرآن سے نہیں نکلتا تو کچھ بعید نہیں ہے۔ قرآن کے واقفوں اور ایمان والوں کے جواب سنیں جو متن میں لکھے گئے ہیں۔ علاوہ یہ کہ پادری صاحب کا دعویٰ جو انبیاء سابقے نوشتوں پر غور کرنے سے نقلاً ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی شفیع ہے۔ نادرست ہے کیونکہ برمیاء ۱۵ باب (۱) سے صاف ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سموئیل شفیع ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ بھی شفیع ہیں تو پھر ایک کو شفیع کہنا خلاف ہے نوشتوں انبیاء سابقے کے۔ یہاں پر ایک بات پادری صاحب کی خیر خواہی کے طور سے لکھتا ہوں کہ پادری صاحب کو قرآن سے تو کچھ نسبت نہیں رہی ہے، بارے اہل کتاب کی کتابوں سے تو کچھ مہارت پیدا کر لیتے۔ ۱۲

اب جاننا چاہیے کہ خدا کے نزدیک سارے انبیاء و شفعا سے اعلیٰ رتبہ قبول اور قرب الہی میں حضرت سید المرسلین نبی الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، اس لیے شفاعت کبریٰ صرف آپ کے وجود باجود میں منحصر ہے اور آپ کے علو مرتبہ اور سمو مکانی پر بے شمار آیات قرآنی ناطق ہیں جن میں سے ایک یہ آیت ہے جو سورہ عمران (س ۳) (پ ۴) (ر ۴) میں ہے :

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ آل عمران: ۸۱/۳)

ترجمہ: یاد کراے محمد! جب لیا تھا خدا نے نبیوں سے عہد کہ جو کچھ میں تم کو دوں گا کتاب اور حکمت سے پھر آئے گا تمہارے پاس رسول (ﷺ) یعنی آخر الزمان تصدیق کرنے والا تمہاری کتابوں کا تو ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور تم نے اس کی مدد کرنا خدا نے کہا کیا تم نے میرا عہد مان لیا نبیوں نے کہا ہم نے اقرار کیا عہد مان لیا خدا نے کہا پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پس جو کوئی پھر جائے گا اس عہد کے پیچھے پس وہ لوگ ہی گناہگاروں سے ہیں۔

اس آیت میں جس قدر اگلے نبیوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وسلم کی متابعت اور نصرت کی تاکیدات و تشدیدات ہیں اس کا بیان بڑا وسیع ہے، بھاری دفتروں میں شاید سمائے۔ علمائے بدیع و معانی اس پر شاہد ہیں۔ ملخص کلام یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر نبی امی آخر الزمان نبی الانبیاء اور سب کے سردار ہیں اور سارے اگلے نبی آدم سے تا مسیح آپ کی امت میں شمار اور طوعاً و رغبتاً آپ کے فرماں بردار اور مددگار ہیں۔ صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔ آمین

اب اگر یہاں پر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ اس آیت میں ”رسول“ لکھا ہے، کسی کا خاص نام نہیں لکھا کیوں کر ثابت ہوا کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جیسا کہ محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ویسا ہی ”رسول“ بھی آپ کا اسم سامی ہے جا بجا قرآن میں آپ اس نام مبارک سے مذکور ہیں چنانچہ سورہ نساء (س ۶) (پ ۱) (ر ۱)

(۳) میں ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۝

(سورۃ نساء: ۱۷۳)

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس آیا ہے رسول یعنی محمد ساتھ حق کے یا لایا ہے رسول سچ تمہارے رب کی طرف سے پس تم اس پر ایمان لاؤ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اور اخیر سورہ توبہ (۱۱۱) (پ ۲) میں ہے :

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (سورہ توبہ: ۱۲۸/۹)

ترجمہ: البتہ بے شک تمہارے پاس آیا ہے رسول تم میں سے یعنی محمد، شاق ہے اس پر یہ کہ تم ایذا میں پڑو تمہاری بہتری کا حریص ہے مومنوں پر مشفق مہربان ہے۔

نیز پہلے سوال کے جواب میں تیسرے نمبر کی آیتوں میں گزرا ہے کہ 'الرَّسُولُ' اور

'رَسُولِهِ' فرما کر 'النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ' سے اس کی مراد بیان کر دی ہے۔ پس صریحاً بمنزلہ بدیہہ ثابت

ہو گیا کہ مراد 'رسول' سے آنحضرت ہی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آخوانہ وعترتہ وسلم ۔

باقی رہا بیان شفاعت کبریٰ کا، سو واضح رہے کہ شفاعت کبریٰ سے مراد مقام محمود ہے کہ

قیامت کے دن سب ادنیٰ اعلیٰ واسطے فصل الخطاب کے آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پس آپ کی

شفاعت سے سب کی عقدہ کشائی اور مطلب برآئی ہوگی اور آپ خداوند کریم کے ثنا خواں ہوں گے

اور ساری خلقت آپ کے وصف اور شکر یہ سے رطب اللسان ہوگی۔ جیسا کہ سورہ اسرا (۱۵) اس

(پ ۲) (۳) میں ہے :

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

۝ (سورہ نبی اسرائیل: ۷۹/۱۷)

ترجمہ: اور تھوڑی سی رات میں پس نماز تہجد پڑھ قرآن کے ساتھ تیرے لیے یہ زیادتی

ہے یعنی نماز پنج وقتی سے قریب ہے کہ تجھے اٹھائے گا تیرا رب یعنی بعد الموت ایسے

اچھے مقام میں کہ سب تیری تعریف کریں گے۔



چونکہ زیادہ تحقیق اس کی جواب سوال ۶ میں لکھی جائے گی اس لیے مناسب ہے کہ اس جگہ باقی آیات مناسبہ اس مقام کے لکھی جائیں۔

سورہ بقرہ (۲۲) (ا پ) (ار) میں ہے :

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ  
الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝ (سورہ بقرہ: ۱۴۳/۲)

ترجمہ: اور ایسا ہی ہم نے تم کو امت بہتر گردانا ہے تاکہ تم گواہ ہو لوگوں پر اور ہو پیغمبر  
یعنی آخر الزمان تم پر گواہ۔

اور سورہ نساء (۵) (ا پ) (ار) میں ہے :

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا  
يَوْمَئِذٍ يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ كَوْتُ سَوَىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا  
يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝ (سورہ نساء: ۴۱/۳-۴۲)

ترجمہ: پس کیوں کر ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے یعنی ان کے نبیوں کو اور  
ہم لائیں گے تجھ کو ان سب پر گواہ اس دن قیامت کے کافر اور بے فرمان نبیوں کے  
آرزو کریں گے کاش کہ وہ خاک ہو جائیں اور خدا سے کوئی بات چھپانہ سکیں گے۔

اور سورہ نحل (۱۴) (ا پ) (ار) میں ہے :

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا  
عَلَىٰ هَؤُلَاءِ ۝ ۝ ۝ ۝ (سورہ نحل: ۸۹/۱۶)

ترجمہ: اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت پر گواہ ان میں سے یعنی ان کے نبیوں کو  
اور ہم گواہ لائیں گے تجھے ان سب پر۔

پس ان تینوں آیتوں میں جو ذکر ہے شہادت سارے نبیوں کا اپنی اپنی امت پر عموماً اور آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مرحومہ کا خصوصاً تو ظاہر ہے کہ اس اداے شہادت سے بچوں کا  
صدق ثابت ہو جائے گا اور وہ اپنی دلی مراد کو پہنچ جائیں گے پس ثابت ہوئی دونوں قسم شفاعت  
آنحضرت کی اور شفاعت صغریٰ سارے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے۔ و هو المطلوب .



## سوال-۵

قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جس میں جناب محمد صاحب نے اقرار کیا ہے کہ میں شفاعت گناہ گاراں کرادوں گا؟۔

### جواب (۱)

پادری صاحب نے شاید اپنے عقیدہ کے مطابق یہ سوال کیا ہے، ورنہ کوئی اہل اسلام اس بات کا قائل نہیں ہے کہ قرآن کلامِ محمدی ہے بلکہ قرآن تو فی الحقیقت کلامِ الہی ہے، پس خدا کے کلام میں محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیوں کر پایا جائے کہ میں شفاعت گناہ گاراں کرادوں گا، البتہ

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ مضمون کسی آیت میں مذکور نہیں الا اخبار متواترہ اہل ذکر اور اجتماعات محققہ اہل اسلام سے ثابت ہے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۵ کا جواب یہ ملا کہ قرآن میں کوئی آیت اس مضمون کی جس میں حضرت نے کہا ہو کہ میں شفاعت کرادوں گا مذکور نہیں ہے لیکن حدیثوں میں اور اجتماعات سے ثابت ہے۔ یہ جواب آپ کا نہایت درست ہے، بے شک قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ احادیث اور اجتماعات سے اس کا ثبوت کیا جاتا ہے پس جبکہ ضرورت شفاعت تخصیص شفع قرآن کے برخلاف حدیث اور اجتماعات سے ہی ثابت ہیں تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی عقل مند اس ساری بنیاد کو حدیثوں اور اجتماعات کے بھروسے پر قبول کرے گا ایمان قرآن پر لائے گا اور عقائد حدیثوں اور اجتماعات کے تراشے ہوئے پر رکھے گا۔

حقیر کہتا ہے کہ پادری صاحب و مجتہد صاحب دونوں معذور ہیں کہ ان کو قرآن سے کچھ نسبت نہیں۔ پادری صاحب تو مرتع منکر ہیں، مجتہد صاحب لطم قرآنی کو قابل اعتبار نہیں جانتے۔ پس کون عقل مند باور کرتا ہے کہ یہ کسی مضمون کا ثبوت قرآن سے تلاش کریں گے، مگر بایں ہمہ تعجب ہے کہ پھر اتنے لمبے چوڑے دعوے کیوں کرتے ہیں کہ بے شک قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ ایسے بے اصل دعویٰ خدا عقل مندوں سے نہ کرائے۔ لیجئے صاحب آیات مثبتہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو کر سنئے اور براے خدا متن رسالہ کو دیکھ کر آئندہ کو ایسے دعویٰ سے باز آئیے۔ خدا کا خوف تو بڑی نعمت ہے لوگوں کے سامنے زسوا ہونے سے شرمائیے۔ خدا گواہ ہے کہ یہ بات صرف آپ کی اصلاح کے واسطے لکھی ہے ورنہ میرا مذہب نہیں ہے کہ کسی کو سخت بات کہوں۔ ۱۲

اُن کے اپنے کلام میں اقرار متواتر موجود ہے کہ میں شفاعت گناہ گاروں کی کروں گا سو اس سے پادری صاحب جواب نہیں مانگتے ہیں صرف جوابِ قرآنی مطلوب ہے، اس لیے اُن کو واجب تھا کہ سوال اس طرح سے کرتے کہ قرآن میں وہ کون سی آیت ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت گناہ گاراں کریں گے۔

تو ہم اس کا جواب یوں دیں گے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدائے کریم کی جناب سے مازون الشفاعة ہیں اور گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت سے گناہ گار بخشے جائیں گے۔ اس باب میں تین آیت کے لکھنے پر اکتفا اس لیے کرتا ہوں کہ جب تین حاکم متفق ہو کر کوئی مقدمہ فیصل کرتے ہیں تو بموجب قانون اہل تثلیث کے اس حکم کے اپیل کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

پہلی آیت سورہ عمران (۴۳) (س) (۳ پ) (۱۱ ار) میں ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: پس خدا کی رحمت سے تُو نرم ہوا اُن کے لیے اور اگر ہوتا تو سخت گودرشت دل البتہ لوگ بھاگ جاتے تیرے پاس سے، تُو معاف کر ان سے اور بخشش مانگ ان کے لیے اور مشورہ کر ان سے کام میں پس جب تُو پکا قصد کرے تو پس بھروسہ کر اللہ پر تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے تو کل کرنے والوں کو۔

دوسری آیت سورہ نساء (۵) (س) (۲ پ) (۱۱ ار) میں ہے :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝ (سورہ نساء: ۶۴)

ترجمہ: اور تحقیق وہ لوگ جب اپنے نفسوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئیں پس خدا سے بخشش مانگیں اور رسول یعنی تُو بھی ان کے لیے بخشش مانگے یعنی شفاعت کرے تو

ضرور پائیں گے خدا کو رحمت سے رجوع کرنے والا مہربان۔

تیسری آیت سورہ توبہ (۱۱۱) (اس) (۱۲) (پ) (۲) میں ہے :

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ  
صَلَوَتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (سورہ توبہ: ۱۰۳/۹)

ترجمہ: یا محمد لے ان کے مالوں سے خیرات کہ ان کے ظاہر کو تو پاک کرے اور ان کے باطن کو بھی پاکیزہ کرے اس خیرات سے اور دعائے خیر کر ان کے لیے بے شک تیری دعا تسکین ہے یعنی آرام دنیا ہے ان کے لیے اور خدا سنتا جانتا ہے۔

ان تینوں آیتوں سے صراحتہً بتا کید شدید ثابت ہے کہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام مجرموں کی شفاعت کے لیے محکوم و مامور ہیں اور آپ کی شفاعت و دعا سے ان کے گناہ مغفور ہیں۔ فَشَفَعْتَ الشَّفَاعَةَ مُطْلَقَةً .

اگرچہ آیات موعودہ لکھی گئی ہیں مگر اس لیے کہ پادری صاحب یہ نہ کہیں کہ سارے قرآن میں سے تین ہی آیت شفاعت کی نکلیں ایک چوتھی آیت اور بھی لکھ دی جاتی ہے جو سورہ تحریم (۲۸) (پ) (۲) (۵) میں ہے :

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ  
بِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝  
(سورہ تحریم: ۸/۲۶)

ترجمہ: قیامت کے دن خدا نبی اُمی کو خوار نہ کرے گا یعنی اس کی شفاعت گناہ گاروں کے بارے میں قبول کرے گا اور خدا ان لوگوں کو بھی جو نبی امی پر ایمان لائے ہیں خوار نہ کرے گا یعنی ان کی شفاعت بھی رو نہ کرے گا نور دوڑے گا ان کے آگے اور دائیں۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب پورا کر دے ہم کو ہمارا نور اور ہم کو بخش دے تحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مرحومہ کی قبولیت شفاعتِ اخروی کا

ثبوت ہے اور واضح رہے کہ قرآنی قرینوں سے اس آیت میں سوائے شفاعت کے اور کچھ مراد نہیں لی جاسکتی ہے، کیونکہ قرآن سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور سارے نبیوں کی شفاعت میں لکھا گیا ہے۔ (۱)

پس اگر قیامت کو آپ کی شفاعت سے مغفرت امت کی نہ ہوئی تو اس میں آپ کی خزی یعنی رسوائی تھی پس اس رسوائی کی نفی سے شفاعت ثابت ہوگئی پس قرآن سے متحقق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اور برزخ میں اور قیامت میں شفیع ہیں۔ اللہم ارزقنا شفاعتہ ورفاقتہ۔ آمین۔

## سوال - ۶

سورہ بنی اسرائیل کے رکوع ۹ میں ہے: عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ لفظ مقام محمود کی نسبت تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے: هُوَ مُطْلَقٌ فِي كُلِّ مَقَامٍ يَتَضَمَّنُ كَرَامَةً - یعنی مقام محمود عام ہے ہر مقام کو جس میں عزت ہو حالانکہ اوپر نیچے کی آیت دیکھنے سے مدینے جا کر حضرت کو عزت ملنے کا ذکر ہے۔ پس اگر یہ مطلق اس قرآنی قرینے سے خاص مدینے والی عزت سے مخصوص سمجھا جاتا تو عین انصاف اور قرین قیاس بھی تھا مگر ابو ہریرہ کی حدیث کے سبب قرآنی قرینہ چھوڑ کر شفاعت کے مقام میں یہ مطلق کس دلیل سے خاص کیا جاتا ہے؟

(۱) یعنی سوال ۴ کے جواب میں افضلیت اور حرص مغفرت امت کا اور سوال اول کے جواب میں قطعیت کا ثبوت ہو چکا ہے۔ فقہ کر ۱۲ - منہ عنی عند۔

## جواب (۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: قرینہ نظم قرآنی کہ نظم عثمانی ہے قابل اعتبار نہیں اور کلام بیضاوی بر تقدیر تسلیم احد احتمالات معانی آیت کریمہ ہے، لیکن ہمارے مذہب میں از بسکہ تفسیر بالرأے ممنوع ہے تو مدار تفسیر دانی کلام اہل بیت علیہم السلام پر ہے فان اهل البيت ادری بمصالحی البيت البتہ جو تفسیر کہ باقی ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو وہ بھی حکم اخبار اہل بیت میں سے ہے۔ اور اجماع مفسرین سے ثابت ہے کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے: وقد اجمع المفسرون علی ان المقام المحمود هو مقام الشفاعة الخ۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۶ کا جواب بھی تسلی بخش نہیں ہے بلکہ نادرست ہے۔ قرآنی قرینہ کی بابت جو میں نے عرض کیا تھا اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ نظم قرآنی چونکہ نظم عثمانی ہے اس لیے قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس آپ کے بیان سے سارا قرآن غیر معتبر ہو گیا کیونکہ جب اس کی نظم نظم الہی نہیں ہے بلکہ عثمان نے اپنی مرضی سے ان آیتوں کو جو قرآن میں ہیں جوڑا ہے اور اس میں غلطی ہوئی ہے اور اس کی نظم وہ نظم نہیں ہے جو باگمان اہل اسلام لوح محفوظ سے نازل ہوئی تو اس صورت میں وہ ساری کتاب بگڑ گئی اور اس کی عبارت خبط ہو گئی، اس کے کسی قرینہ کا اعتبار نہ رہا، اس کا سیاق کلام کسی جگہ درست نہیں ہے۔ اب اس سے مسائل اخذ کرنے درست نہیں رہے، لیکن میں آپ کی اس تحریر پر اعتراض نہیں کرتا ہوں بلکہ قبول کرتا ہوں کیونکہ یہ سچ بات ہے اور ضرور قرآن کی بے ربط عبارت آپ کے قول کی مؤید ہے، لیکن ایک مشکل ہے کہ اگر کوئی سنی مسلمان آپ سے یہ کہے کہ جب عثمان خلیفہ مر گئے تھے اور حضرت علی بادشاہ ہوئے تو انہوں نے قرآن کے نظم کو پھر درست کیوں نہ کیا یا تو وہ قرآن کے اس نظم کو درست جانتے ہوں گے یا وہ بھی عثمان کے اس گناہ میں شریک ہوئے اور آج تک اس بے اعتبار نظم کو اہل تشیع نماز میں کیوں پڑھتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ شیعہ لوگ اس کا کیا جواب دیں گے۔ الخ

حقیر کہتا ہے کہ نظم قرآنی بے شک الہی نظم ہے آمنا و صدقنا۔ مجتہد صاحب نے جو اس کو بے اعتبار کہا تو اس کا جواب اپنے تخلص پادری صاحب سے سن لیا اور جس کا اس نظم قرآنی پر ایمان ہو اس سے جواب پوچھنا چاہیے تھا جیسے کہ اس رسالہ کے متن میں جواب لکھے گئے ہیں۔ پادری صاحب اسی مطلب سے امرت سر سے لکھنوی تک سوالات لے گئے کہ کسی نام کے مسلمان کی زبانی قرآن کی بے اعتباری کہلوا کر اپنی قوم میں متازی حاصل کروں سو قرآن کے نہ ماننے والے قرآن کو کیا کیا نہیں کہتے ہیں، مگر واللہ منتم نوره و لؤ کبرہ الکافرؤن اور قرآن کے نظم کے اعتبار کی بابت جواب سوال ۱۳ میں لکھا جائے گا۔ فانظرہ ۱۲۔

مقام محمود صرف کسی حدیث کے سبب سے مقام شفاعت پر محمول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ قرینہ قرآنی سے مقام محمود شفاعت کے مقام پر حمل کیا گیا ہے۔ ذرا دھیان لگائیے عیاں کر کے سنائے دیتا ہوں اوپر نیچے کی آیت اور مقام محمود کی آیت تینوں یہ ہیں :

اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَى اَنْ يَّعْتِكَ رَبُّكَ بِمَقَامٍ مَّحْمُودًا وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ (سورہ نبي  
اسرائیل: ۷۸/۷۹-۸۰)

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) قائم کر نماز کو وقت ڈھلنے سورج کے رات کی اندھیری تک یعنی چاروں نمازیں اور قرآن پڑھ فجر کو نماز میں۔ تحقیق قرآن پڑھنا فجر کا ہے حاضر کیا گیا ہے یعنی دن رات کے فرشتے دیکھتے ہیں اور تھوڑی سی رات کو تہجد پڑھ ساتھ قرآن کے یہ زیادتی تیرے واسطے ہے یعنی نماز پنج گانہ سے نزدیک ہے کہ تجھے اٹھائے گا تیرا رب قیامت کو مقام محمود یعنی ایسے مقام میں جہاں سب تیری تعریف کریں اور کہہ یا محمد مجھے داخل کر اے رب ”مدخل صدق“ یعنی بہشت میں کیونکہ ”مدخل کریم“ اور ”مدخل صدق“ بہشت کا نام ہے اور مجھے نکال یعنی دنیا سے نکالنا سچا بعد تبلیغ احکام وادائے پیام کے اور کر میرے لیے اپنے پاس سے غلبہ مددگار۔ (۱)

پس ان تینوں آیتوں سے جو قرینہ قرآنی ہے صاف ظاہر ہے کہ مقام محمود کسی دنیاوی رتبہ سے عموماً اور مدینہ والی عزت سے خصوصاً مراد رکھا نہیں جاسکتا ہے، اس لیے کہ ثواب اور ثمرہ نمازوں کا خصوصاً اور دوسرے اعمال صالحہ کا عموماً آخرت میں ملے گا جیسا کہ سورہ کہف (۱۶) (اے) (۳) میں ہے :

(۱) چنانچہ جواب سوال اول میں لکھا گیا: نَغْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ ۱۲ پارہ ۵، النساء: ۳۱۔



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا  
خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ (سورة كهف: ۱۸/۱۰۸)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لاتے اور نیک کام کرتے ہیں تیار ہیں ان کے لیے بہشتیں فردوس کی مہمانیاں، ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں وہ لوگ اس سے تبدیل مکان نہ چاہیں گے۔

پس جب قرآن سے متحقق ہوا کہ مقام محمود ثمرہ ہے نمازوں کا اور دارالجزا روزِ قیامت ہے تو اس کو عزتِ دنیاوی مدنی پر محمول کرنا جس کو پادری صاحب مطابق قرینہ قرآنی عین انصاف اور بن قیاس سمجھ رہے ہیں خلاف منطوقِ قرآنی و برعکس سیاق و سباقِ کلامِ ربانی ہے۔ اور عموماً لفظ بنا بر لیم کے ہے یعنی قیامت کے دن آپ کو ایسے معظم مقام پر قیام ہوگا جہاں سب ادنیٰ سے اعلیٰ تک پ کے ثنا خواں ہوں گے۔ موضح القرآن میں 'مقاماً محموداً' کے نیچے لکھا ہے :

فائدہ: یعنی نیند سے جاگ کر قرآن پڑھا کر یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو بڑا مرتبہ دینا ہے وہ تعریف کا مقام، مقام ہے شفاعت کا جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو چھڑائیں گے تکلیف سے۔ انتہی

جب آپ کی شفاعت سے ساری خلقت تکلیف سے چھوٹی تو اس لیے اس شفاعت کا نام شفاعت کبریٰ رکھا گیا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ پادری صاحب نے عبارت بیضاوی کا ما قبل ما بعد حذف کر کے صرف ایک درمیانی فقرہ نقل کیا اور اس کو منافی مقام شفاعت سمجھ لیا حالانکہ تمام عبارت بیضاوی متعلقہ اس مقام کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مقام محمود مقام شفاعت ہے :

قال البيضاوي في تفسير قوله تعالى عسى ان يعثك ربك مقاما محمودا: مقاماً يحمده القائم فيه وكل من عرفه وهو مطلق في كل مقام يتضمن كرامة والمشهور انه مقام الشفاعة . الخ

یعنی فرائض اور نوافل کے ادا سے قریب ہے کہ اٹھائے گا تجھے خدا یعنی بعد الموت ایسے مقام میں کہ جہاں تیری تعریف کریں گے سب کھڑے ہونے والے اس مقام کے اور



ہر جان پہچان تمہارے اور یہ مقام ہر کرامت والے مقام کو عام ہے اور مشہور بھی ہے کہ بے شک یہ مقام شفاعت کا ہے۔

پس جب بیضاوی خود اقرار بتا کید بسیار کرتا ہے کہ یہ مقام شفاعت ہے تو اس کی عبارت ماقبل مابعد کو حذف اور ایک درمیانی فقرہ کو اخذ کر کے نفی شفاعت کرنا ایسا کام ہے کہ ادنیٰ دانش بھی اس کو دیکھ کر ناپسند کریں گے۔ اور بیضاوی کیا دوسرے مفسرین بھی اس مقام پر شفاعت کا اقرار کر رہے ہیں اس لیے کہ لفظ مقام اور قیام بموجب قرینہ قرآنی کے صاف بتا رہا ہے کہ یہ مقام قیامت میں ہوگا اگرچہ یہ قرینہ بہت سی آیات سے ثابت ہے مگر شہادۃً ایک آیت سورہ ن (۲۴) (ا پ) (۴) کی لکھی جاتی ہے :

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ  
اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ (سورہ زمر: ۶۸/۳۹)

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں پس بے ہوش ہو جائیں گے آسمان والے اور زمین والے مگر جس کو خدا چاہے پھر پھونکا جائے گا صور میں دوبارہ پس ناگاہ وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے یا انتظار کرتے۔

اب دوسری تفسیروں کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں: تفسیر مدارک میں مقام محمود کے بیان میں لکھا ہے -  
وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ عِنْدَ الْجَمْهُورِ -  
یعنی مقام محمود شفاعت کا مقام ہے جمہور کے نزدیک۔  
اور تفسیر جلالین میں ہے :

[عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا] يَحْمَدُكَ فِيهِ الْأَوْلُونَ  
وَالْآخِرُونَ وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِي فَضْلِ الْقَضَاءِ فِي الْآخِرَةِ -  
یعنی مقام محمود وہ جگہ ہے جہاں تعریف کریں گے سب اولین و آخرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ شفاعت کا مقام ہے فصل قضا میں قیامت کے دن۔

اور تفسیر حسینی میں ایسا ہی تفصیل وار لکھا ہے۔ پس اب ان سارے منقولات سے عموماً اور چاروں تفاسیر سے جن سے پادری صاحب نے سوال ۸ میں سند پکڑی ہے خصوصاً ثابت ہو گیا

محمود مقام ہے شفاعتِ کبریٰ کا جو مخصوص ہے بذاتِ سرور کائنات خلاصہ اولادِ آدم سبب ایجاد وہ ہزار عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللَّهُمَّ إِنَّا آمَنَّا بِكَ يَا صَالِي اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَمْ نَرَهُ فَامْتَنَّا اللَّهُمَّ فِي الدَّارَيْنِ  
بِرُؤْيَيْهِ وَشَفَاعَتِهِ وَ ثَبِتْ قُلُوبَنَا عَلَىٰ مَحَبَّتِهِ وَارزُقْنَا الاِعْتِصَامَ بِالنُّورِ  
الَّذِي أَنْزَلْتَهُ عَلَيْهِ وَاسْتَعْمَلْنَا عَلَىٰ سُنَّتِهِ وَ تَوَفَّنَا عَلَىٰ مِلَّتِهِ وَاحْشِرْنَا فِي  
زَمْرَتِهِ النَّاجِيَةِ وَ حِزْبِهِ الْمَفْلَحِينَ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ آمِينَ .

## سوال-۷

سورہ بقرہ کے ۳۴ رکوع میں ہے: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
اس مقام پر شفاعت کے باب میں آنحضرت کی نسبت وجہ خصوصیت کس  
طرح قرآن سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ہی اذن ہوگا دوسرے کو نہیں؟۔

## جواب (۱)

پانچویں سوال کے جواب میں آپ کی ماذونیت شفاعت کے دلائل اور چوتھے سوال کے  
جواب میں آپ کی شفاعتِ کبریٰ کی خصوصیت کی سندیں قرآن سے لکھی گئی ہیں اور دوسرے شفعا  
لی شفاعت سے کوئی اہل اسلام انکار نہیں کر سکتا ہے بلکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم ماذون الشفاعت ہیں اور شفاعتِ کبریٰ آپ سے مخصوص ہے اور دوسرے شفعا بھی علی  
حسب المراتب شفاعت کریں گے چنانچہ جواب سوال ۳، ۴، ۵ میں مفصلاً بیان ہو چکا ہے۔ من  
شاء فلینظر ثمہ .

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ لفظ قرآن سے تخصیص نہیں مگر بالا جماع وحدیث مطلب تمام ہوتا ہے۔  
یادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۷ کا جواب بہت درست ہے یعنی قرآن سے آنحضرت صلعم کی  
تخصیص نہیں نکلتی مگر اجماع اور حدیث کلام اللہ نہیں ہے جس کی بات کا اعتبار ہو۔ ۱۲

## سوال - ۸

سورۃ والضحیٰ میں ہے: ولسوف يعطيك ربك فترضى خدا تجھے دے گا تو راضی ہوگا۔ جلالین میں ہے: آخرت میں اچھی چیزیں دے گا۔ تفسیر بیضاوی میں ہے: کمال نفس اور غلبہ دین دے گا۔ تفسیر حسینی میں ہے: مرتبہ شفاعت دے گا۔ تفسیر مدارک میں ہے: ثواب اور مقام شفاعت۔ پس اس عام بات سے خاص مرتبہ شفاعت کس قرآنی آیت کی براہِ یقینگی سے سمجھا جاتا ہے؟

## جواب (۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب پادری صاحب کے سوال کے جواب میں یہ ہے: کسی تفسیر کی عبارت منافی دوسری تفسیر کے نہیں ہے اور جمع سب کا مدارج دنیوی و اخروی میں ہے و الجمع اکمل چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے:

سيعطيك ربك في الاخرة من الشفاعة والحوض و سائر انواع الكرامة فيك و في امتك ما ترضى به .

اور تفسیر صافی میں ہے: عن الصادق قال يعطيك من الجنة العارة .

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۸ کا جواب یہ ملا کہ کسی تفسیر کی عبارت منافی دوسری تفسیر کی نہیں ہے یہ کیسی بات ہے۔ کیا آپ کے نزدیک الفاظ غلبہ دین، کمال نفس، آخرت میں اچھی چیزیں، ثواب، مقام شفاعت وغیرہ مرادفات ہیں۔ ان سب لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں، یہ ہرگز نہیں ہے بے شک مختلف معنی ہیں اور تفسیروں میں منافیات ہے اور فعل يعطيك ایک مفعول جو محذوف ہے اس کی تعیین کلام کے سیاق سے نہیں ہو سکتی ہے اور حدیث کا حاشیہ غیر معتبر بات ہے۔

حقیر کہتا ہے کہ متن میں ان تفاسیر سے اثبات شفاعت کا کیا گیا ہے اور حدیث کا حاشیہ غیر معتبر نہیں ہے بلکہ منصف کے نزدیک اناجیل اربعہ سے بڑھ کر معتبر ہے، اگرچہ احادیث متعلقہ جو ابات رسالہ ہذا کا ماتنا پادری صاحب پر بموجب ان کے اقرار کے واجب ہے جیسا کہ متن میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔ تاہم جواب ان پانچ اعتراضات کا جو پادری صاحبان احادیث پر کیا کرتے ہیں اخیر رسالہ میں بھی لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ ۱۲

اس مقام پر بھی پادری صاحب نے تفاسیر اربعہ کی عبارات کے ترجمہ میں تھوڑے تھوڑے فقرہ کا ترجمہ کر کے اپنا خیالی مطلب ثابت کیا اور اس آیت کو با نقل ترجمہ فقرہ عبارات تفاسیر منافی مرتبہ شفاعت سمجھ لیا حالانکہ اسی آیت سے بموجب تفسیر اور بیان ان چاروں تفسیروں کے مرتبہ شفاعت ثابت ہے۔ کیونکہ تفسیر مدارک و حسینی سے تو خود پادری صاحب مرتبہ شفاعت نقل کر چکے ہیں۔ اب بیضاوی و جلالین کی عبارت لکھی جاتی ہے :

فِي الْبَيْضَاوِي [و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى] وَعَدُّ شَامِلٌ لِمَا أَعْطَاهُ  
مِنْ كَمَالِ النَّفْسِ وَظُهُورِ الْأَمْرِ وَاعْلَاءِ الدِّينِ وَ لِمَا ادَّخَرَ لَهُ مِمَّا لَا  
يَعْرِفُ كُنْهَهُ سِوَاهُ تَعَالَى .

یعنی یہ آیت وعدہ شامل ہے ان چیزوں کو جو خدا نے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالِ نفس و ظہورِ حکم و اعلاے دین سے دے دی ہیں اور ان چیزوں کو جو خدا نے آپ کے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھا ہے اور وہ ذخیرہ آخرت کا ایسا ہی ہے کہ اس کی گنتہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے

پس اظہر من الشمس ہے کہ وعدہ اُخروی رفع درجات اور شفاعت کا ہے۔

اور جلالین میں ہے :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَيْرَاتِ عَطَاءً جَزِيلًا فَتَرْضَى  
بِهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَا أَرْضَى وَوَاحِدٌ مِنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ

یعنی اور بے شک قریب تجھے دے گا تیرا رب قیامت میں اچھی چیزوں سے بھاری بخشش پس تو خوش ہو جائے گا ساتھ اس کے پس اس آیت کے نزول پر آپ نے فرمایا کہ اب میں راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے گا۔

یعنی اپنی شفاعت سے سب کو دوزخ سے نکلوا کر اور بہشت میں غل کروا کر تب راضی ہوں گا۔

اب ہر شخص یقین کرتا ہے کہ اس عبارت سے بہت بھاری ثبوت ہے شفاعت کا کیونکہ اس میں آپ کا اقرار ہے شفاعت کا ہر چند یہ اقرار حدیث میں ہے مگر اس کا ماننا پادری صاحب پر بھی لازم ہے کیونکہ نغمہِ طنبوری میں سوال ۱۱ کے جواب الجواب میں مان چکے ہیں کہ حدیثوں کی مدد جب مقبول ہو سکتی ہے کہ کوئی نص قرآن سے پہلے دکھلاتے۔ اتنی

چونکہ جواب سوالات ۳، ۴، ۵ میں آیاتِ مثبتہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھی گئی ہیں تو اب ان پر اس حدیث کا بھی تسلیم کرنا فرض اور واجب ہو گیا اور نیز وہ آیات مذکورہ بالا جو نص ہیں شفاعت کے ثبوت میں اس آیت کو مرتبہ شفاعت پر حمل کرنے کے لیے برا بیختگی کر رہے ہیں اور خصوصاً وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ جو ما قبل اسی آیت کے ہے ہزار زبان سے شفاعت پر حمل کرنے کے لیے ناطق ہے، اس لیے کہ مغفرتِ اخروی آپ کی تو یقینی ہے صرف امت کا غم دامن گیر تھا اب اس وعدہ نے جو بھاری امیدواری کا ہے اس سے بھی سبک دوش کر دیا تو اس پر آپ نے فرمایا کہ إذا لا ارضی و واحدة من امتی فی النار۔

اب حق طلبی اور انصاف و رزی کا یہی تقاضا ہے کہ پادری صاحب شفاعت قرآنی کا انکار نہ فرمائیں گے بلکہ اپنے اقرار کا اشتہار کرائیں گے خدائے کریم انصاف عطا فرما کر سیدھے راستے پر چلا دے اور میری اس مخلصانہ عرق ریزی اور بے غرضانہ دل سوزی کو سبب اصلاح و فلاح کا فرما دے۔ انہ علی کل شبی قدیر و بالاجابة جدیر۔

## سوال - ۹

عصمت انبیاء کے کیا معنی ہیں؟ آیا پیدائش سے موت تک ان کا گناہ میں پڑنا ناممکن ہے، یا نبوت کے بعد گناہ نہیں کر سکتے، یا کوئی اور معنی عصمت انبیاء کے ہیں؟۔

## جواب (۱)

محققین اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کی عصمت کے یہ معنی ہیں کہ انبیا علیہم السلام کبھی معاصی میں نہیں پڑتے ہیں اور کوئی کام خلاف مرضی حق تعالیٰ نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں ان کے اور فرشتوں کے حق میں فرمان ہیں :

عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾

چنانچہ ترجمہ ان کا تیسرے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ امام ابوشکور سالمی نے تمہید عقائد میں اور حضرت عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان اور ان کے سوا دوسروں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (۳)

باقی رہا یہ کہ پادری صاحب جواب الجواب مجتہد صاحب میں لکھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا سارے پیغمبروں میں یہ صفت پائی نہیں جاتی ہے، سواگر مراد یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں نبیوں کے حالات میں بعض جگہ ایسا مذکور ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ معاذ اللہ وہ گناہ گار تھے چنانچہ سوال ۱۲ کا منشا یہی ہے تو اگرچہ اس کا مفصل جواب وہاں پر تحریر ہوگا الا یہاں بھی اتنا لکھنا ضروری ہے کہ انبیا علیہم السلام نے جو کچھ کیا اچھی نیت اور نیکی کے طور پر کیا صرف ہم شکلی سے ظاہر بینوں کے مذہب پر اس کو گناہ تصور کیا جاتا ہے، ورنہ خدا کے عدل کا کب اقتضا ہے کہ گناہ گاروں کو خلقت کی ہدایت کے لیے بھیجتا۔ بھلا جو خود گناہی ہو، وہ لوگوں کو گناہ سے کیا باز لائے گا اور اس کی ہدایت

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: مذہب حق میں عصمت انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اول عمر سے آخر عمر تک لطف الہی ان کے شامل رہتا ہے اور وہ عدا سہوا کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ نہیں کرتے ہیں۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۹ کا جواب بہت درست ہے۔ یہ میں قبول کرتا ہوں بالیقین شخص معصوم وہی ہے جو اول عمر سے آخر تک کوئی گناہ صغیرہ و کبیرہ عدا یا سہوانہ کرے لیکن حضرت عیسیٰ کے سوا سارے پیغمبروں میں یہ صفت نہیں پائی جاتی، بہر حال معصوم کی صحیح تعریف وہی ہے جو آپ نے بیان کی ہے۔ ۱۲

(۲) بندے ہیں عزت والے۔ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کار بند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے۔ پارہ ۱۷، الانبیا: ۲۷-۲۶

(۳) چنانچہ متحدہ بھیجیہ میں ان کتابوں کی عبارتیں مع دوسری کتابوں کے لکھی گئی ہیں۔ ۱۲ منہ عنہ

سے کون راہ نیک پر آئے گا۔ پیغمبری اور احکامِ رسائی کیا! گناہ گاری اور بے فرمانی ربانی کیا!!۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے بھی ایسے معاملات جو دسویں باب انجیل مرقس اور اٹھارہویں باب انجیل لوقا کی ۱۸ آیت سے اور بائیسویں، زبور کی ۲۱ آیت اور انجیل متی ستائیسویں باب کی ۴۶ آیت سے ثابت ہے تو اس کا جواب بھی اسی طور دینے ہوں گے۔ پس انصاف سے بعید ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو مستثنیٰ گنا جاتا ہے اور یہ معاملہ برخلاف کتب الہامی تعصب مذہبی کہلاتا ہے پس حق وہی ہے جو قرآن میں فرمان ہے :

لَا نَفَرُ قُبُورٍ بَيْنَ بَيْنٍ أَحَدٍ مِّن رَّسُولِهِ ۝ (۱)

## سوال-۱۰

لفظ 'صالحین' اور 'معصومین' میں کیا فرق ہے؟۔

## جواب (۲)

منشا اس سوال کا ضرور ہے کہ یہی ہوگا کہ قرآن میں لفظ 'صالحین' کا اطلاق جیسا کہ انبیاء پر آیا ہے ویسا ہی غیر انبیاء پر ہے حالانکہ 'صالحین' عام ہے اور 'معصومین' خاص پس قرآن سے عصمت انبیاء کیونکر ثابت ہوئی۔ سو یہ محض خام خیال ہے کیونکہ ہر چند عصمت انبیاء کی بہت سی آیات سے منصوص ہے چنانچہ جواب سوال ۹، ۳ میں ایک آیت لکھی گئی ہے مگر ان آیات سے بھی جن میں لفظ 'صالحین' کا اطلاق انبیاء پر آیا ہے انبیاء کی عصمت ثابت ہے اس وجہ پر کہ صلاح دو قسم ہے :

(۱) ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ پارہ ۳، البقرہ: ۲۸۵

(۲) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: معنی لفظ "معصوم" کے سابق سے مستفاد ہوتے ہیں اور "صلح" کے معنی نیک کے ہیں پس نسبت دونوں میں عام و خاص مطلق کی ہے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۰ کا جواب بھی میں تسلیم کرتا ہوں۔ ضرور لفظ صلح و معصوم میں عام و خاص مطلق کی نسبت ہے۔ معصوم خاص ہے اور صلح عام ہے۔

حقیر کہتا ہے کہ اب پادری صاحب کو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ لفظ "صالحین" کا اطلاق جب انبیاء پر قرآن میں ہوگا تو بمعنی معصومین مراد لیے جائیں گے چنانچہ تحقیق اس کی متن میں شرح کی گئی ہے۔ ۱۲



ایک صلاح کامل۔ اور دوسری صلاح ناقص۔

باعبار صلاح کامل کے جس کو 'عصمت' کہتے ہیں انبیا صالحین ہیں۔ سورہ انبیا (۷۱ اس)

(پ ۲) (۲) میں ہے :

وَاسْمِعِيلَ وَادْرِيسَ وَذَالْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ وَادْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (۱)

بیضاوی میں لکھا ہے :

الْكَامِلِينَ فِي الصَّلَاحِ وَهُمْ الْأَنْبِيَاءُ فَإِنَّ صَلَاحَهُمْ مَعْصُومٌ عَنْ كَدْرِ الْفَسَادِ .

یعنی کاملین صلاح میں انبیا علیہم السلام ہیں اس لیے کہ ان کی صلاح یعنی نیکو کاری پاک ہے کدورت فساد سے۔

اور نیز پہلے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے :

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (۲)

بیضاوی لکھتا ہے :

الْكَامِلِينَ فِي الصَّلَاحِ وَهُوَ الْإِتْيَانُ بِمَا يَنْبَغِي وَالتَّحَرُّزُ عَمَّا لَا يَنْبَغِي .  
یعنی انبیا علیہم السلام کامل ہیں نیکو کاری میں کہ لائق کام کرتے ہیں اور نالائق کام نہیں کرتے ہیں۔

اور اس صلاح کامل پر براہِ تحقیق کے واسطے وہ ہی آیت کافی ہے جو جواب سوال ۳، ۴ میں لکھی گئی ہے، پس ثابت ہوا کہ انبیا پر جب اطلاق صالحین کا ہوتا ہے تو بمعنی معصومین مراد لیا جاتا ہے اور باعتبار اس صلاح کے جو انبیا کے صلاح کی نسبت ناقص ہے 'صالحین' نیکو کاران امت پر بھی بولا گیا ہے۔ سورہ نسا (۵) (پ ۲) (۲) میں ہے :

(۱) اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب مبرو الے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں۔ پارہ ۱۷، الانبیا: ۸۶-۸۵

(۲) اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور ایسا کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ پارہ ۷، الانعام: ۸۵

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ  
وَالصُّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۝ (سورہ نساء: ۶۹/۴)

ترجمہ: اور جو کوئی حکم ماننا ہے خدا اور رسول کا پس وہ لوگ ساتھ ان کے ہیں جن پر نعمت کی ہے اللہ نے انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے۔  
پس اس آیت میں صالحین انبیاء سے چوتھے درجہ پر شمار اور کم اعتبار ہیں۔

## سوال - ۱۱

قرآن میں وہ کون سی آیت ہے جو عصمت انبیاء پر نص ہے۔ سورہ اور آیت کا نشان بتلا کرو وہ آیت اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں؟۔

## جواب (۱)

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: عصمت انبیاء آیات عدیدہ سے مستنبط ہے مثل کریمہ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُورِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ اور بہ ضمیمہ روایات وادلہ عقلیہ مفید قطع و یقین ہیں ساتھ عصمت انبیاء کے جیسا کہ تفصیل اس کی حضرت استاد علامہ نے اپنی تفسیر میں اور تحفۃ الواعظین میں تحریر فرماتے ہیں اور کتاب صولة علوية للذب عن الملة المحمدية میں بھی با تم تفصیل ذکر فرمایا ہے اور کتاب حدیث سلطانیہ اور عماد الاسلام میں ہے اور من جملہ آیات کریمہ لا ینال عهد الظالمین کہ پارہ اول کے آخر میں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے: و استدلال اصحابنا بهذه الآية علی ان الامام لا یكون الا معصوما عن القبائح لان الله تعالى نفى ان ینال عهدہ الذی هو الامامة ظالما و من لیس معصوم فقد یكون ظالما اما لنفسه و اما لغيره انتهى .  
اور عماد الاسلام میں ہے :

و منها ان النبی لو کان عاصیا فکان من الظالمین و قد قال تعالی لا ینال عهد الظالمین قال الرازی فی تفسیر کبیر المراد بهذا العهد ان العهد النبوة او عهد الامامة فان کان المراد عهد النبوة ثبت المطلب و ان کان عهد الامامة فکذلك لان کل نبی لا بد ان یكون اماما یو تم به و یقتدی به فا الایة علی جمیع التقديرات تدل علی ان النبی لا یكون مذنباً انتهى . . . .

چونکہ بعض کتب اسلامیہ میں ہے کہ انبیاء کی عصمت عقلی دلیلوں سے ثابت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ انبیاء مصدر گناہاں ہوئے ہیں تو شاید کسی ایسی کتاب کے دیکھنے سے پادری صاحب کو باور ہو گیا ہے کہ انبیاء کی عصمت قرآن سے ثابت نہیں اس لیے اس سوال میں زور و شور سے لکھا ہے کہ سورت اور آیت کا نشان بتلا کروہ آیت اور اس کے معنی کسی معتبر تفسیر سے لکھ دیں۔

سو حقیر نے تو ابتدا سے انتہا تک آیتوں کو پتہ وار مع ترجمہ مطابق تفاسیر معتبرہ پادری صاحب کے لکھ دیا ہے۔ اب یہاں پر بھی پتہ وار لیجیے کہ ایک تو وہ آیت نص ہے عصمت انبیاء پر جو جواب سوال سوم میں پتہ وار مع ترجمہ کے اور نیز جواب سوال نہم میں لکھی گئی ہے جس میں یہ ارشاد ہے :

وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝ (۱)

اس جگہ فعل ”یعملون“ پر ”بامرہ“ مفعول کو مقدم کرنے سے جو حصر نکلے تو اس نے صراحت یہ بات ثابت کر دی کہ انبیاء اور فرشتے حکم الہی کے ہی مطابق کام کرتے ہیں خلاف مرضی مولیٰ تعالیٰ قدم نہیں دھرتے ہیں۔ یہاں پر اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ بعض تفاسیر مشہورہ میں یوں لکھا ہے کہ جب خزاعہ نے کہا تھا کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں تب خدا نے ان کے رد میں یہ فرمایا تھا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا مَبْغُضَةً بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ (۲)

(بقیہ).... اور علاوہ اس کے اور بہت سی آیات ہیں کہ دلالت مطلوب پر رکھتی ہیں اور تفصیل ان کی عماد الاسلام میں مرقوم ہیں۔

جواب الجواب پادری صاحب کا تمام نہیں لکھا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں سے جو مجتہد صاحب استنباط عصمت کیا ہے ان کا جواب پادری صاحب نے درست دیا ہے کہ ان سے عصمت منصوص نہیں مگر جو اس جواب الجواب کے اخیر میں آیت انہ کان ظلوما جھولا کو حضرت آدم کے حق میں لکھا ہے یہ محض ان کی ناحق بات ہے کیونکہ یہ آیت ایک کافر کے حق میں ہے۔ حضرت آدم تو علم میں سب فرشتوں سے بڑھ کر مسجود ملائکہ ہیں ان کو خدا ”جھول“ کیوں کر کہے گا اور جب ان کے ذل کو خدا نے بخش دیا پھر ان کو ”ظلوم“ کہنا جیسا کہ جواب سوال ۱۳ میں مفصل ذکر اس کا آئے گا۔ ۱۲

(۱) اور وہ اسی کے حکم پر کار بند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے۔ پارہ ۱۷، الانبیاء: ۲۷

(۲) اور یوں لے رحمن نے چنا اختیار کیا۔ پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ پارہ ۱۷، الانبیاء: ۲۶

سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیتیں ملائکہ کے حق میں ہیں انبیا اس میں کیوں شامل کیے جاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں تقاسیر میں یہ بھی لکھا ہے :

إِنَّ الْعِبْرَةَ لَعُمُومِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوصِ السَّبَبِ .

یعنی اعتبارِ عمومِ الفاظ پر ہے خصوصیتِ سببِ نزول کا کچھ اعتبار نہیں۔

یعنی اس میں انحصار نہیں پس متحقق ہو گیا کہ اگرچہ سببِ نزول اس کا حاصل ملائکہ میں مگر عمومِ لفظ ولد کا اعتبار کر کے انبیا پر بھی حاوی ہے، کیونکہ جیسا کہ کفار ملائکہ کو بیٹیاں کہتے ہیں ویسا ہی انبیا کو بیٹے مانتے ہیں۔ کما مر ثبوتہ مفصلاً فی جواب السؤال الثالث .

پس بموجب منشا قرآن کریم کے یہ ارشاد انبیا اور ملائکہ دونوں کے حق میں وارد ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ انبیا کو عصمت نے ہی ملائکہ سے بڑھا دیا ہے، اس لیے کہ ان کی عصمت باوصف تقاضا ہاے بشریت کے اقویٰ ہے ان کی عصمت سے کمالاً مکملی۔

اور دوسری وہ آیتیں سند ہیں عصمت انبیا پر جن میں انبیا کو 'صالحین' فرمایا ہے اور معتبر مفسروں نے ان کے معنی میں عصمت یعنی 'صلاح کامل' مراد رکھ کر اس کی سند میں یہ قاعدہ کلیہ اصولیہ کہ الْمَطْلُوقُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ سنایا ہے جیسا کہ کچھ مختصر ذکر اس ثبوتِ عصمت کا جواب سوال ۱۰ میں تحریر ہوا ہے۔ فتذکر .

اور تیسری آیت سورہ انبیا (۱۷۱) (پ ۲) (ار) میں ہے :

وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَبِيدِينَ ۝ (سورہ انبیاء: ۷۳/۲۱)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا انبیا کو پیشوا کہ ہدایت کرتے ہیں لوگوں کو ہمارے حکم سے اور ہم نے حکم بھیجا ان کی طرف اچھے کاموں کا اور اقامت نماز کا اور دینے زکوٰۃ کا اور تھے وہ سارے نبی ہماری ہی بندگی کرنے والے۔

اس آیت کی تینوں صفات انبیا علیہم السلام سے ثابت ہیں کہ انبیا خدا کی بے فرمانی سے پاک ہیں کیا معنی کہ اول تو وہ سب لوگوں کے پیشوا اور ہادی اور رہنما ہیں۔ دوسرا ان کو خدا سے اچھے کاموں کا حکم ہے۔ تیسرا وہ خاص خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور اسی سورہ (۱۷۱) (پ ۲)

(۲) میں ہے :

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۝ (سورۃ انبیاء: ۹۰/۲۱)

یعنی تحقیق وہ سارے نبی تھے چالاک نیکوں میں۔

پس کب ممکن ہے کہ جن کی خدا تعالیٰ ایسی صفات کرے تو وہ خلاف مرضی خدا کوئی کام کریں

اور گناہ میں پڑیں۔

اور چوتھا آیات مثبتہ عصمت یہ ہیں۔ سورۃ عمران (۳۳) (پ ۳) (۲) میں ہے :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۝ (سورۃ آل عمران: ۳۱/۳)

ترجمہ: کہہ دے یا محمد (ﷺ) اگر تم دوست رکھتے ہو خدا کو تو میری پیروی کرو خدا تم کو

دوست رکھے گا۔

اور سورۃ احزاب (۳۱) (پ ۲) (۳) میں ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ (سورۃ احزاب: ۲۱/۳۳)

ترجمہ: تحقیق ہے تمہارے لیے پیغمبرِ آخر الزمان کے احوال میں اچھی پیروی۔

ان دونوں آیتوں میں تمام مکلفین کو حکم ہے کہ ہر وجہ اور ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیروی کریں۔

پھر سورۃ الذریت (۲۷) (پ ۱) (۲) میں ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (سورۃ ذاریات: ۵۶/۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے جن اور آدمیوں کو پیدا نہیں کیا مگر اپنی عبادت کے واسطے۔

اور سورۃ لم یکن (۳۰) (پ ۳) میں ہے :

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝ (سورۃ مینہ: ۵/۹۸)

ترجمہ: اور لوگ حکم نہیں کیے گئے مگر یہ کہ خدا کی عبادت کریں خالص رکھنے والے اس

کے لیے دین۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہے کہ مکلفین کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ اپنے معبود واحد

حقیقی کی عبادت کریں۔ اور سورہ مریم (۱۶) (س) (۲) (پ) (۲) میں ہے :

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۝ (سورہ مریم: ۱۹/۲۳)

ترجمہ: تحقیق شیطان خدا کا بے فرمان ہے۔

اور سورہ تحریم (۲۸) (س) (۳) (پ) (۵) میں ہے :

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ (سورہ تحریم: ۶۶/۶)

ترجمہ: اور فرشتے خدا کے حکم کی بے فرمانی نہیں کرتے ہیں اور جو حکم ہوتا ہے سو بجا لاتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے متحقق ہوا کہ شیطان کو طغیان و عصیان اور ملائکہ کو اطاعت و اذعان فرمان لازم ہے اور اکثر مکلفین کا یہ حال ہے :

خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا ۝ (سورہ توبہ: ۹/۱۰۲)

ترجمہ: ملایا اچھے کاموں کو بُرے کاموں سے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آدمی کی جبلت میں طغیان اور اذعان فرمان دونوں سے پارہ پارہ رکھا گیا ہے۔ کبھی مصدر خیر اور کبھی مصدر شر ہو جاتا ہے۔ پس ان ساری آیتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ ذاتِ ملکی صفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ شائبہ شیطانی سے جو مصدرِ عصیاں ہے مبرا اور پاک ہے، عصمت میں طاق ہے کہ آپ کی پیروی اور اتباع مطلق سے وہ لوگ جو مصدرِ خیر و شر ہیں محبوب جناب رب العالمین ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان تھا۔

اب دوسرے نبیوں کی عصمت کا ثبوت سنیے کہ سورہ انعام (۷) (س) (۳) (پ) (۲) میں ہے یعنی بعد از انبیا علیہم السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد ہوا ہے :

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ اِقْتَدُوا ۝ (سورہ انعام: ۶/۹۰)

ترجمہ: یہ سب پیغمبر وہ ہیں کہ خدا نے ان کو ہدایت کی پس ان کی ہدایت کی تو پیروی کر۔

اب اس آیت میں آپ کو اگلے سب نبیوں کی ہدایت کی پیروی کا امر ہے تو اس سے دریافت ہوا کہ پہلے سارے نبی بھی معصوم ہیں، ورنہ غیر ممکن ہے کہ نبی معصوم کو غیر معصومین کی ہدایت کی اقتداءے مطلق کا حکم ہوتا۔



فثبت أن الأنبياء عليهم السلام كلهم معصومون لا يعصون الله ما أمرهم و يفعلون ما يؤمرون .

یہاں پر محفوظ رہے کہ اگلے سارے نبی جناب الہی سے آں سرور علیہ السلام کی فرماں برداری اور ایمان سے مددگاری پر مامور ہیں جیسا کہ چوتھے سوال کے جواب میں قرآن سے لکھا گیا ہے، اور آپ کو آپ کی ہدایت یعنی توحید کی اقتدا کا حکم ہوا ہے، پس آپ گویا ان کے مصدق ہیں جیسا کہ اسی آیت میں 'مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ' فرمایا ہے فلا محذور۔ (تو اب کوئی تناقض نہیں)۔

اور پانچویں آیت سورہ جن (۲۹س) (۳پ) (۲ر) میں ہے :

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۖ (سورہ جن: ۲۶، ۲۷-۲۷)

ترجمہ: خدا غیب دان ہے پس اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول کو کہ اس کا پسندیدہ ہے۔

اس آیت میں 'ارتضیٰ' کو مطلق اور عام لاکر 'من رسول' اس پسندیدہ مطلق کا بیان فرمایا ہے تو ثابت ہوا کہ تمام اخلاق و ملکات و قوی و اعمال و افعال رسولان پسندیدہ خدا ہیں۔ کیونکہ اگر کچھ ان سے پسندیدہ اور مرضی خدا ہوں اور بعض خلاف مرضی و ناپسندیدہ ہوں تو ارتضای مطلق باطل ہو جاتا ہے، پس محقق ہوا کہ انبیاء ہر گناہ سے معصوم ہیں اس لیے کہ سارے کام ان کے پسندیدہ خدا کے قیوم ہیں۔

اب یہاں پر ایک اور بات لائق سمجھنے کے یہ ہے کہ ان ساری آیات محکمات سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، بدیں معنی کہ ان کی سرشت میں وہ قوت ہی نہیں کہ جس سے مصدر عیاں ہوں اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عصیان خارجی بھی ان کی ذوات کا معروض نہیں ہو سکتا جیسا کہ پانی کے مزاج اور سرشت میں گرمی نہیں سردی ہے مگر ممکن ہے کہ حرارت خارجی عارض ہو کر اس کو گرم کر دے۔ ایسا ہی انبیاء علیہم السلام اپنی سرشت کی رو سے ممکن نہیں ہے کہ گناہ کریں مگر ممکن کہ خارج سے کوئی گناہ ان کے احوال کا عارض ہو جائے، لیکن باوصف اس امکان کے بھی عروض عصیاں سے محفوظ ہیں، جیسا کہ سورہ یوسف (۱۲س) (۴پ) (۲ر) میں ہے :



كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝  
(سورۃ یوسف: ۲۳/۱۲)

ترجمہ: ایسا ہی عصمت پر ثابت رکھاتا کہ ہم دُور کریں یوسف سے بدی اور بدکاری کو کیونکہ تحقیق وہ ہمارے خالص بندوں میں سے ہیں۔

یہ آیت جیسا کہ امکانِ عروضِ عصیاں پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر امکان نہ ہوتا تو صرف یعنی روکنا کس کام آتا ویسا ہی عروضِ عصیاں سے محفوظ ہونے پر بھی شاہدِ عدل ہے، اس لیے کہ اگر محفوظ نہ رہتے تو یہ صرف اور روکنا بے کار جاتا۔

الغرض انبیا علیہم السلام ہر گناہ سے معصوم ہیں کہ ان کی عصمت قرآن سے بخوبی منصوص ہے اور عقل بھی اس باب میں تابعِ نقل ہے۔ کیا معنی کہ عقل سلیم کب تسلیم کرتی ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے واسطے مبعوث ہو اور خود گناہوں سے نہ رکنے اور یہی سبب ہے کہ بعض تفاسیر وغیرہ دینی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انبیا کی عصمت دلائلِ عقلیہ سے ثابت ہے۔ یعنی اس سے یہ مراد نہیں کہ صرف عقل سے ثابت ہے جیسا کہ بادی النظر میں شبہ پڑ جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عصمت انبیا اگرچہ نقلاً ثابت ہے عقلاً بھی متحقق ہے یعنی عقل کو اس نقل کی تسلیم میں کچھ دقت عارض نہیں ہوتی ہے۔

فالحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

## سوال-۱۲

قرآن میں لفظ عصیاں و ذنب بعض پیغمبروں کی نسبت مرقوم ہے اور بعض کبیرہ گناہ جیسے قتل کذب امرِ شکنجی کا بھی ذکر بعض پیغمبروں کی نسبت لکھا ہے: مثل آدم کا امرِ شکنجی کرنا۔ موسیٰ کا قبلی کو قتل کرنا۔ ابراہیم کا یہ جھوٹ بولنا کہ میں بیمار ہوں، یا آنحضرت کا غفرانِ ذنوب ہونا جیسا کہ مذکور ہے، اور اس کی تاویل یوں کرنی کہ ترکِ اولیٰ اور زلات کا بیان ہے۔ پس کون سی قرآنی آیت ہے جس کے سبب یہ تاویل کی جاتی ہے؟

## جواب (۱)

اول اس مقام پر دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں جن کے ذریعہ سے اس سوال کا جواب بسہولت ذہن نشین ہو جائے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر کام ہیں ان کی دو جہتیں اور دو

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: یہ سب آیتیں ماؤل ہیں اور تاویل ان کی تمام کتب کلامہ میں بہ بسط مذکور ہے اور تاویل ان کی ترک اولی ہے اور باعث تاویل جمع بین الادلہ ہے اور مؤید اس کی احادیث صحیحہ مستفیضہ اور دلیل عقلی اور اجماع محققہ فرقہ حد ہے اور تفصیل اس کی کتب مبسوطہ میں مثل حدیقہ سلطانی اور عماد الاسلام وغیرہ کی ہے: من شاء فلیرجع الیہ اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص ادنیٰ کی تحریر میں اگر ایک امر متانی دوسرے کے ہوتو صاحب عقل سلیم جرم نہ کرے گا تناقض پر بلکہ حتی الوسع وہ معنی لیے جائیں گے کہ برخلاف تصریح مصنف کے سابق میں نہ ہوں اس واسطے کہ کوئی عاقل ہوشیار ایسا نہیں کہ اس کی بات میں ثبات نہ ہو کبھی کبھی کچھ پس بقرینہ سیاق و سباق کلام اس کا محمول ایسی وجہ پر ہوگا کہ تناقض لازم نہ آئے چہ جائیکہ کلام الہی پس اس میں بطریق اولیٰ وجہ جمع منطبق ہوں گی اور علم اصول کا نقل طریق جمع ہے منشاء ظہور جمع الیہ البتہ جس مقام پر جمع نہ ہو سکے لہذا من الوجوہ تو وہاں پر اثبات تناقض ناگزیر ہوگا واذلیس فلیس۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۲ کا جواب بالکل نادرست ہے۔ سوال یہ تھا کہ ایسے ایسے مضمون جو بعض پیغمبروں کی نسبت قرآن میں لکھے ہیں اور ان کی تاویل ترک اولیٰ کی جاتی ہے وہ کون سی آیت ہے جس کے سبب سے یہ تاویل کی جاتی ہے۔ جواب یہ ملا کہ یہ آیتیں سب ماؤل ہیں اور تاویل ان کی ارجح۔ آپ کے جواب کی ساری تقریر صراحتاً یا اشارتاً سوال میں مذکور ہے۔ پھر جواب نے کیا قاعدہ بخشا۔ وہ قرآنی آیت جو سوال میں مطلوب ہے اس کا کیا جواب ہوا۔ ظاہر ایسا ہے کہ اس قسم کی آیت قرآن میں کوئی نہیں ہے۔ صاف کہا چاہیے کہ ایسی آیت کوئی نہیں ہے۔ اور جو فرمایا کہ باعث تاویل جمع بین الادلہ ہے۔ اور احادیث و اجماع اور عقل اس کی مؤید ہے اور یہ کہ تناقض کلام رفع کے واسطے تاویل کی جاتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں قرآن کے درمیان تناقض پایا نہیں جاتا ہے، البتہ اجماع امت اور قرآن کے درمیان تناقض پایا جاتا ہے، کیونکہ قرآن میں صحت انبیاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ جگہ جگہ عدم صحت انبیاء کا ذکر ہے اس مسئلہ میں وہ اپنے درمیان تناقض نہیں دکھاتا ہے مگر اجماع امت جو آدمیوں کا حکم ہے وہ قرآن کے ساتھ تناقض پیدا کرتا ہے پس اس واپہیات تناقض کے سبب قرآن میں تاویل کر کے تحریف معنوی کیوں کی جاتی ہے اور اس اجماع کو باطل کیوں نہیں سمجھتے جو قرآن کے ساتھ تناقض ہے۔

تقریر کہتا ہے کہ آیات صحت کی اوپر گزر چکی ہیں اور جواب اس کا متن میں لکھا گیا ہے اس کو دیکھ کر تسلی ہو جائے گی۔

طرفیں ہوتی ہیں: ایک تو نیت اور مبادی جس کو مصدرِ افعال کہا جاتا ہے۔ دوسری پیکر و ہوت جو مظہرِ افعال کہلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مصدر ایک طور پر نہیں ہوتے ہیں۔

ایک کام کی شکل تو ایک ہی ہوتی ہے مگر نیتیں یعنی مصادر مختلف، اس لیے دیکھنے والا اس کام کا غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ کیا معنی کہ جس نیت سے وہ کام کیا گیا ہے برخلاف اس کے دوسری نیت سے سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ پیکر نماز جو قیام رکوع سجود قعود میں منحصر ہے اگرچہ غالباً بہ نیت خلوص اللہ پر ہی جاتی ہے مگر ریادہ سمعہ وغیرہ نیتِ فاسدہ سے بھی ادا کی جاتی ہے۔ سو جب کوئی نماز ریا کو بھی دیکھے گا تو اخلاص پر کہ اکثر مقصود یہی ہوتا ہے حمل کرے گا اور اس کو عبادت سمجھے گا حالانکہ نماز ریا طاعت و عبادت نہیں ہے۔

اسی طور سے بعض کام جن کی پیکر اور شکل خاص علاقہ عصیاں سے رکھتی ہے جیسا کہ کسی کو گالی دینا، کسی کا جانی مالی نقصان کرنا، کسی سے دست بگریباں ہونا کبھی کبھی نیک نیتی اور کسی مصلحت کے واسطے سرزد ہو جاتے ہیں پس دیکھنے والا بحسب ظاہر ان کو گناہ تصور کر لیتا ہے حالانکہ نیت نیک کے سبب سے وہ گناہ نہیں ہوتے ہیں۔

ومن ہذا لقبیل ہے کہ بعض نرم مزاجوں نے جہادِ کفار کو ہم رنگ کشت و خون فساد و عتاد تصور کر کے اسلام پر حرف رکھا ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ عتادِ دنیوی نفسانی جو گناہ ہے اور چیز ہے اور بغضِ اللہ جو صواب و موجب اجر بے حساب ہے اور شے ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مدارِ کار و بار یعنی آدم نیت پر ہے، حسن و قبحِ قصوری کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ سو اگر نیتوں میں کچھ قباحت ہے جیسا کہ عتادِ تکبر و ہوا و ہوس سے کوئی اچھی شکل کا کام بھی پیدا ہوگا تو وہ عند اللہ مذموم اور گناہ کہلائے گا۔ اور اگر نیت نیتی و خیر اندیشی سے کوئی بُری شکل کا کام بھی واقع ہوگا تو وہ خدا کے نزدیک صواب اور سببِ اجر و ثواب ہو جائے گا۔ اب اس کی مثال قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے۔ سورہ کہف (۱۵) کے اخیر اور (۱۶) کے ابتدا قصہ ملاقاتِ حضرت موسیٰ و خضر علی نبینا وعلیہم السلام میں ارشاد ہے:

حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۝ (سورہ کہف: ۷۱/۱۸)

ترجمہ: تاکہ جب دونوں یعنی موسیٰ و خضر کشتی میں سوار ہوئے خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیئے موسیٰ نے کہا کیا سوراخ کیا ہے کشتی میں تاکہ لوگوں کو غرق کر دے بے شک تو بُری چیز لایا۔

پھر اس کے جواب میں یہ فرمایا :

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝ (سورہ کہف: ۷۹/۱۸)

ترجمہ: لیکن کشتی پس تھی مسکینوں کی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے پس میں نے چاہا کہ اس کو محبوب کر دوں اور تھا ان کے پرے ایک بادشاہ کہ پکڑتا تھا بے عیب کشتیوں کو چھین کر۔

اور پھر لکھا ہے :

حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقْتَلْتَنِي بِنَفْسِكَ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ ضَالًّا نَكْرًا ۝ (سورہ کہف: ۷۴/۱۸)

ترجمہ: تاکہ جب وہ دونوں ملے ایک لڑکے کو پس خضر نے اس کو مار ڈالا، موسیٰ نے کہا کیا تو نے بے گناہ آدمی کو قتل کر دیا بے شک بہت بُری بات کی۔

پھر اس کے جواب میں یوں فرمایا :

أَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَآرَدْنَا أَنْ نُبَدِّلَهُمَا رَبِّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكْوَةً وَاقْرَبَ رُحْمًا ۝ (سورہ کہف: ۸۱/۱۸)

ترجمہ: لیکن لڑکا پس تھے اس کے والدین مومن پس ہم ڈرے کہ گرفتار کرے گا وہ ماں باپ کو سرکشی اور کفر میں پس چاہا ہم نے کہ ان کا رب انہیں بدلہ دے اچھا اس لڑکے سے اور بہت مہربان۔

پس اب اگرچہ اس تحریر سے جواب سوال ۱۴ کا مستعاد ہو گیا ہے، الا تاہم کچھ اختصار کے طور پر ملاحظہ کر کے بھی لکھا جاتا ہے تاکہ شبہ بکلی رفع ہو جائے اور معترض کو تسلی کلی حاصل آئے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت آدم کے باب میں جو امر شکنی تصور ہو اس کا یہ حال ہے کہ جب ان کو حکم ہوا :

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۰)

یعنی تم دونوں میاں بیوی اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ۔

تو اس پر شیطان نے ان کو کہا کہ یہ درخت ایسا ہے کہ جس کے کھانے سے تم ہمیشہ خداوند کے حضور میں رہو گے :

هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبُلَى ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۰)

یعنی کیا میں تمہیں راہ دکھاؤں بیچگلی کے درخت اور ملک غیر قانی پر۔

پھر اس پر خدا کی قسم بھی یاد کر دی۔

وَ قَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ (سورۃ اعراف: ۱۷)

ترجمہ: اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ تحقیق میں تمہاری نصیحت کرنے والے یعنی خیر خواہوں میں سے ہوں۔

پس اس پر حضرت آدم نے خداوند کریم کی بیچگلی حضور کو پسند کر کے اور شیطان کی قسم پر اعتبار لا کر ایک شجرہ منہیہ چھوڑ دیا اور دوسرے اس قسم کے درخت کا دانہ کھا لیا، تو اب ظاہر ہے کہ یہ امر شکنی نہ تھی بلکہ جھوٹی قسم کے دھوکہ میں آ کر خدا کی محبت سے یہ کام کیا تھا۔

فَنَسِيَ ۝ وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۱۵)

ترجمہ: پس آدم بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

لیکن چونکہ ظاہر بیہوشی کے نزدیک یہ گناہ کی شکل تھی اس لیے باری تعالیٰ نے بھی اس کو گناہ کے لفظ سے یاد فرمایا :

وَ عَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۲۲)

اور آدم بے فرمان ہوا اپنے رب کا پس راہ بھولا۔

اور بموجب اصل نیت حضرت آدم اور مع ہذا اعدامت و غم کے پھر اس لغزش کو بھی بخش دیا :

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدَاهُ ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۲۲)

ترجمہ: پھر رب نے جن لیا آدم کو پس اس پر رجوع کیا رحمت سے اور ہدایت کی۔

اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا قبضی کو قتل کرنا اس طور پر ہوا تھا کہ وہ شخص ظالم تھا آپ نے مظلوم کی فریاد رسی کر کے ظالم کو ایک مکا مارا قتل کا ارادہ ہرگز نہ تھا اور نہ مکا سے قتل منظون تھی صرف تہدید و تادیب ظالم منظور تھی مگر اتفاقاً مکا سے وہ مر گیا :

فَاسْتَفْتَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ ۝ (سورہ قصص: ۱۵/۲۸)

ترجمہ: پس فریاد چاہی آپ کی قوم والے نے دشمن کی قوم والے پر پس موسیٰ نے ظالم کو ایک مکا مارا پس وہ مر گیا۔

اب اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ داد رسی کے قالب میں ایک امر محظور بے اختیار سرزد ہو گیا ارتکاب گناہ کبیرہ کا کیا ذکر ہے اور مع ہذا آپ نے خدا سے بخشوا بھی لیا جیسا کہ سورہ قصص (۲۰) (پ ۲) (ار) میں اس قصہ کے ذکر کے بعد فرما دیا :

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (سورہ قصص: ۱۶/۲۸)

ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے پس خدا نے اسے بخش دیا تحقیق خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا 'إِنِّي سَقِيمٌ' کہنا اس طرز سے ہوا کہ آپ کی قوم نے عید گاہ پر جہاں وہ بت پرستی کرتی تھی آپ کو ساتھ لے جانا چاہا تھا تو آپ نے تاروں کی طرف یا نجوم کی کتاب میں دیکھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوا چاہتا ہوں، یا میرے مزاج کے اعتدال میں کچھ خلل ہے۔ اس کہنے سے آپ ان کے ساتھ جانے اور بت پرستی و لہو و لعب کے دیکھنے سے بچ گئے اور پیچھے سے ان کے بتوں کا کام تمام کر دیا۔ پس اس حالت میں کچھ جھوٹ نہ تھا کیونکہ ایسا کون آدمی ہے کہ اس کا مزاج اعتدال حقیقی پر ہو اور یہ کہنا بھی ایک بھاری گناہ کے دیکھنے سے بچنے کے لیے تھا۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے کچھ اس پر اعتراض نہیں فرمایا ہے جہاں قرآن میں سورہ والصف (۲۳) (پ ۲) (ار) میں یہ قصہ آیا ہے۔

اب باقی رہا غفرانِ ذنوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ درالفتح کی ابتدا میں ہے :



لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ ۝ (۱)

سو اس کی توجیہ جواب سوال ۱۳ میں آئے گی۔ اب یہاں پر ایک اور آیت جس میں لفظ 'ذنب' دیکھ کر معترض غوغا برپا کرتے ہیں لکھی جاتی ہے۔ سورہ محمد (۲۶ س) (۲ پ) (۲ ر) میں ہے :

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ۝

(سورہ قصص: ۱۹/۲۷)

ترجمہ: پس تو یقین کر کہ تحقیق خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بخشش مانگ اپنے گناہ اور مومن مرد اور عورتوں کے واسطے۔

سو جواب یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بحکم آیاتِ مرقومہ جواباتِ سابقہ معصوم و شفیع الامم ہیں اور یہ آیت بھی فی الواقع آپ کی شفاعت کی سند ہے کہ آپ مؤمنین اور مؤمنات کی شفاعت پر مامور ہوئے ہیں مگر 'لذنبك' صرف واسطے دل دہی ہے، اور تسلی آپ کی امت کے فرما دیا ہے تاکہ گناہ گارانِ امت اپنے گناہوں سے شکستہ خاطر نہ ہو جائیں اور سخت شرم ساری نہ اٹھائیں۔ نظیر اس کی قرآن میں بہت جگہ موجود ہے۔ ازاں جملہ وہ ہے کہ غزوہ تبوک میں صرف تین صحابی یعنی کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم نے تخلف کیا تھا پھر بڑی ندامت اور صدق سے توبہ کی تو قرآن عظیم الشان میں ان کی توبہ کی قبولیت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کی قبول توبہ کا بھی ذکر کر دیا یعنی ان تینوں کی تسلی اور دفع دل شکنی کے لیے۔ حالانکہ اس غزوہ میں ان کی طرف سے نہ کوئی تقصیر ہوئی تھی اور نہ اس سے توبہ کی تھی۔ سورہ توبہ (۱۱ س) (۱ پ) (۱۳ ر) میں ہے :

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (سورہ توبہ: ۱۱۸/۹)

(۱) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے انگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ پارہ ۲۶، الفتح: ۲ کنز الایمان



ترجمہ: البتہ بے شک خدا نے توبہ قبول کی نبی اور مہاجرین و انصار کی جنہوں نے متابعت کی نبی کی، تنگی کے وقت پیچھے اس کے کہ قریب تھا کہ پھر جائیں بعضوں کے دل۔ پھر رجوع کیا رحمت سے ان پر تحقیق خدا ان پر مشفق مہربان ہے اور توبہ قبول کی ان تینوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے تا کہ جب ان پر تنگ ہوئی زمین باوجود اپنی فراخی کے اور تنگ ہوئی ان پر ان کے نفس اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے کوئی پناہ نہیں ہے مگر اسی کی طرف پھر خدا نے ان پر رجوع کیا رحمت سے تا کہ توبہ کریں تحقیق خدا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اس قسم کے سارے اعتراض سرورِ انبیا صلوة اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی عصمت میں خصوصاً اور سارے نبیوں کی عفت میں عموماً خلل انداز نہیں ہیں اور ایسے معاملات کو ترکِ اولیٰ و زلہ پر بسبب آیاتِ عصمت کے جس میں سے کئی ایک اوپر لکھی گئی ہیں حمل کیا جاتا ہے اور کیوں زلہ و لغزش نہ کہا جائے جبکہ قرآن مجید میں ایسے معاملات کی تعبیر خود زلہ سے موجود ہے۔

سورۃ بقرہ (اس) (اپ) (۴) میں ہے :

فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۶/۲)

یعنی پس ان دونوں کو شیطان نے بہشت سے پھسلا دیا۔

پس ایسے امور سے جن کو غفور رحیم نے زلات فرمایا اور پھر بخش بھی دیا اس کے نبیوں کی عصمت میں رخنہ اندازی کرنی خدا کے غضب میں پڑنا اور اس کی رحمت سے کنارہ گردانہ ہے۔  
وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ . اللّٰهُمَّ اِنِّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا .

سوال-۱۳

قرآن میں کون کون (سی) علاماتِ نبوت آنحضرت کی نسبت ثابت ہے؟۔

## جواب (۱)

یہاں پر اجمالی بیان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت قرآن شریف سے دو طور پر بیان کی جاتی ہے۔

ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور عصمت و شفاعت میں اکمل ہیں جیسا کہ ثبوت اس کا جواب سوالات مرقومہ بالا میں بخوبی لکھا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان تو قرآن میں ایسے طور پر لکھا ہے کہ کوئی دقیقہ اس کے دقائق سے نامرعی نہیں

(۱) مجتہد صاحب کا جواب یہ ہے: علاماتِ نبوت جناب رسالت مآب قرآن مجید میں بہت ہیں کہ استقراء اور استقصاء ان کا دشوار ہے۔ از انجملہ معجزات مثل شق القمر وغیرہ کے اور از انجملہ اخبارِ مغیبات اور پیشین گوئی مثل غلبہ روم اور فتح مکہ وغیرہ کے۔

پادری صاحب کا جواب الجواب یہ ہے: سوال ۱۳ کا جواب یہ ملا کہ بے انتہاء علامتیں قرآن میں مذکور ہیں مگر ان بے انتہاء علامت میں سے دو علامت کا ذکر آپ نے کیا اول معجزات مثل شق القمر وغیرہ دوم اخبارِ مغیبات اور پیشین گوئی مثل غلبہ روم و فتح مکہ کے۔ شاید اب تک کوئی کتاب عیسائیوں کی تصنیف سے اس مقدمہ میں جناب کی نظر سے نہیں گزری، ورنہ یہ دونوں علامت پیش نہ فرماتے کیونکہ ان کی تردید بدرجہ کمال ہماری طرف سے ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ شق القمر کے وقوع پر مفسروں کا اتفاق نہیں ہے اور کوئی حدیث متواتر بھی اس کی سند میں نہیں ہے اور کوئی واقعہ قرآن سے بتلانا چاہیے جو آنحضرت صلعم کے بتلانے کے موافق ہو اور فتح مکہ و غلبہ روم پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ قیافہ شناسی ہے اس کا حال مفصل میزان الحق و تحقیق الایمان میں ہے۔

یہاں تک خلاصہ ہے جواب الجواب پادری صاحب کا اور حقیر لکھتا ہے کہ میزان الحق اور تحقیق الایمان کے جوابات جو اہل اسلام کی جانب سے تیار ہوئے ہیں شاید پادری صاحب کی نظر سے نہ گزرے ہوں گے، ورنہ ان معجزات کے وقوع سے انکار نہ کرتے کیونکہ تردید مضامین میزان الحق و تحقیق الایمان ہماری طرف سے بدرجہ کمال و اتمام ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے رد تردید معجزات مرقومہ بالا کا کہ وقوع شق القمر باتفاق مفسرین مشہورین کے ہے اور جس مفسر نے وقوع شق القمر بروز قیامت لکھا ہے تو اس نے بلفظ ”قیل“ اس روایت کے ضعف بیان کرنے کے لیے لکھا ہے کیونکہ قرآن سے وقوع اس کا بخوبی ثابت ہے اور حدیث متواتر بھی اس کی سند میں موجود ہے چنانچہ شرح مواقف و شرح مختصر اصول ابن حاجب وغیرہ میں اس پر تصریح کی گئی ہے اور اخبارِ مغیبات جو بموجب بیان قرآن کے درست نکلے متن میں کچھ مذکور ہیں اور کاش کہ فتح مکہ و غلبہ روم کی مانند کوئی قیافہ شناسی کی نظیر پادری صاحب پیدا کر کے لکھتے۔ ۱۲

رکھا ہے۔ ایک عصمت تو وہ تھی جو جواب سوال ۱۱، ۹ میں قرآن عظیم سے لکھی گئی۔ اور دوسری عصمت یہ ہے کہ جس کے سبب اگلے پچھلے گناہ دنیا میں ہی خدا بخش دے وہ بھی معصوم ہوتا ہے۔ سو ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوا تھا لیکن اس دوسری قسم کی عصمت کے ثبوت کے لیے سورۃ فتح (۲۶) (پ ۲) (ر ۳) میں فرما دیا ہے :

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ وَ  
يُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ (سورۃ فتح: ۱-۲)

ترجمہ: تحقیق ہم نے فتح دی ہے تجھ کو روشن فتح تاکہ خدا بخش دے تیرے اگلے پچھلے گناہ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرے۔

الغرض آپ کی عصمت اور پاک دائمی قرآن سے من کل الوجوه ثابت و متحقق ہے اور دوسری علامت نبوت آل سرور علیہ السلام جس پر قرآن مجید ناطق ہے ظہور معجزات و خوارق عادات ہے اگرچہ بیان معجزات قرآنی از بس طویل ہے اور طاقت بشری ناچیز اور قلیل ہے، مگر کئی ایک معجزات من جملہ معجزات متعلقہ حضرت قرآن کریم مذکور ہوتے ہیں :

پہلا معجزہ ۵: یہ ہے کہ باوصف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی محض تھے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل ہوئی کہ باوجود ضخیم اور کبیرا حجم ہونے کے اعلیٰ رتبہ بلاغت و فصاحت میں واقع ہے اور چاروں وضعوں بلاغت و فصاحت عرب یعنی قصائد، خطب، رسائل، محاورہ کے سوا ایسے اسلوب بدیع اور طرز عجیب پر واقع ہوئی کہ فصحاء و بلغاء عرب کو تحمیر اور ساکت کر دیا یہاں تک کہ عبارات متنوعہ سے علی رؤس الاشهاد اس میں یہ دعویٰ کیا گیا جو سورۃ بقرہ (۱) (پ ۱) (ر ۳) میں ہے :

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا  
شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۳)

ترجمہ: اور اگر تم ہو شک میں اس کتاب سے ہم نے اپنے بندے یعنی محمد پر اتاری ہے تو لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند فصاحت و بلاغت و اخبار و مغیبات میں اور مدد چاہو خدا کے سوا اپنے معبودوں سے اگر تم سچے ہو اپنے دعویٰ میں کہ قرآن کلام الہی نہیں ہے کلام محمدی ہے۔

پس اہل عرب سے جو ان دنوں میں پرلے درجہ کے بلخ و فصیح تھے اور قرآن سے سخت مخالف بھی تھے کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور سب بنانے مثل ایک سورۃ یا آیت قرآن کی سے عاجز آگئے حتیٰ کہ جو شعراء عرب سے عنایت درجہ کے فصیح و بلخ تھے اور انہوں نے دعویٰ تحدیٰ و اظہار فضل و کمال کی زد سے بیت اللہ پر اپنے قصائد جن کو نسیدہ معلقہ کہتے ہیں آویزاں کیے ہوئے تھے بعد استماع بعض آیات قرآنی کے مقابلہ سے عاجز ہو کر اپنے اپنے قصائد اتار کر لے گئے اور کبھی تحدیٰ و مقابلہ کا نام نہ لیا اور اگر کبھی کسی نامعقول نے 'والنساء ذات الفروج' بمقابلہ 'والسماوات ذات البروج' بنایا تو اپنی قوم کے منصفوں<sup>(۱)</sup> کے سبھانے سے سخت ندامت اٹھا کر اس کو خاک میں دبایا اور مقابلہ سے قطع نظر کسی کے کان تک نہ پہنچایا۔

اگرچہ اسی قدر یعنی عجز فصحاء و بلغیا اس وقت کا اعجاز قرآنی پر دلیل کافی ہے مگر ہم اس تقریر کو وسعت دے کر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ۱۳۰۰ برس سے یہ دعویٰ قرآنی گوش خورد ہر ایک مخالف ہو رہا ہے پس تب سے آج تک اہل عرب و عجم میں سے عموماً اور اہل کتاب سے خصوصاً جو کسر شوکت اسلام میں انواع انواع کے حیلے اور اقسام اقسام کے حوالے نکالتے اور شب و روز نکتہ چینیوں میں معروف رہتے ہیں کوئی مثل ایک سورت یا ایک آیت قرآن کے نہ بنا سکا، اِلا یہ جو پادری صاحبان اپنے رسائل میں اس دعویٰ قرآنی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی بے مثلی کا دعویٰ ادعاے محض ہے ہر شخص اپنی اپنی تصنیف میں یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔

سواؤلاً تو اس کے ثبوت کے لیے کوئی ایسی تصنیف کسی مصنف کی پیش کریں جس میں اس نے ایسا دعویٰ کیا ہو اور پھر وہ مقابلہ سے بچ رہا ہو۔ اور ثانیاً یہ جواب دراصل ان کی دفع الوقتی اور ہراسر بے انصافی ہے بلکہ جواب ثانی من وجہ یوں ہے کہ اب ہے کوئی اہل کتاب جو مدت المعرب میں رہ کر تحصیل علوم عربیہ کرتے ہیں عموماً اور پادری عماد الدین صاحب جو مجتہد صاحب کے جواب میں عبارت قرآنی کو بے ربط بتلاتے ہیں خصوصاً کوئی آیت مثل قرآن کے تیار کر کے معرض مقابلہ

(۱) ایک مشرک نے بمقابلہ 'والسماوات ذات البروج' کے 'والنساء ذات الفروج' بنا کر اپنی قوم کے بڑے عالم فاضل سے انصاف چاہا اس نے کہا کہ پہلا کلام کی بڑے حکیم کا ہے اور دوسرا کی ثبوت پرست کا۔ ۱۳۰۰  
غنی عنہ۔

میں پیش کریں، اور علماے اسلام کے جواب پر کان دھریں تب آپ کو اپنے ان دعوؤں کے خلاف واقع ہونے پر کمال یقین ہو جائے گا اور آئندہ کو ایسا نا حقہ دعویٰ ظہور میں نہ آئے گا اور یقین جان لیں کہ ابھی بہت ایسے شخص اس غلال کفر و ضلال میں بھی موجود ہیں جو عبارت قرآنی کو بے ربط بتلانے والوں کی صاف بے ربطی ظاہر کر سکتے ہیں اور ایک ایک حرف و لفظ قرآن مجز بیان کا ایسا ربط و ضبط بیان کر سکتے ہیں کہ جس سے آپ کو اقرار کر کے یہ کلمہ پڑھوائیں کہ قرآن تو تلم الدرر والمرجان ہے اور عطا مثل قرآن کا خارج از حد الانس والجان ہے۔

کاش پادری صاحب کبھی اس حقیر سے کہ خرمین المل قرآن کا کم ترین خوشہ چمن ہے مل جائیں اور کسی آیت قرآنی میں کچھ گفتگو فرمائیں تو اس میری تحریر کی تصدیق کر کے ایک ذرہ بھی تفاوت تصور میں نہ لائیں اور اگر ہادی حقیقی کی مرضی ہو تو قرآن پر از سر نو ایمان لائیں۔

إِنَّهُ عَلَىٰ مَا يَشَاءُ قَلِيلٌ ۖ وَ لِحِزْبِهِ الْغَالِبُ نَصِيرٌ .

دوسرا معجزہ: یہ ہے کہ قرآن میں ابتداءے نزول کے ادا ان (یعنی دنوں) میں یہ خبر دے دی تھی کہ فصحاء و بلغاءے عرب میں سے کوئی شخص ایمان مثل سورہ قرآن پر قادر نہ ہو سکے گا جیسا کہ سورہ بقرہ (اس) (اپ) (۲۳) میں ہے :

وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُوتُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ (سورہ بقرہ ۲۴)

ترجمہ: اور اگر تم قرآن سے مقابلہ نہ کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے پس ڈرو دوزخ کے عذاب سے جس کی آتش افروز آدی اور پتھر ہیں کافروں یعنی قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کے واسطے تیار کیا گیا ہے۔

سو یہاں ہی ہوا کہ اہل عرب سے کوئی تصدیق و اذعان قرآن میں خلل انداز نہ ہو سکا بلکہ تیرہ سو برس سے آج تک کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور سب دم بخود ہو رہے جس سے ان کی عجز و مغلوبیت ثابت ہوئی اور قرآن کی حقیقت حقیق ہوئی۔

اب اس جگہ حقیر تمام منکران قرآن سے غموانا اور پادری صاحب سے خصوصاً استفسار کرتا ہے کہ آیا ممکن ہے کہ کوئی عاقل عموماً اور محمد صاحب جیسا جس کی دانش مندی پر سب موافق و مخالف متفق

ہیں خصوصاً سوائے امر الہی کے اس قدر دعویٰ بلند اور سخن سخت اور جہند کہہ سکتا ہے کہ جس کی تکذیب اس کے معاندین کی جانب سے جو ہر طرف سے اس پر ہجوم لارہے ہیں ایک ہی دن میں تصور ہے نہیں یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ بے شک ایسی باتوں کے علی رؤس الاعدا اظہار کرنے پر سوائے رسول خدا کے جس کو اپنی حقیقت اور صدق پر یقین کامل ہوتا ہے کوئی جرات نہیں کر سکتا ہے۔ پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول اس قدر جرأت سے مخالفین اور اعدا کے سامنے ان کے عاجز کرنے کے لیے یہ دعویٰ کیا کہ اگر تم کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک ہے تو اس کی مثل ایک سورۃ یا ایک آیت بتلاؤ اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اس دعویٰ کی تکذیب تم سے ہرگز کوئی نہ کر سکے گا، بدیں وجہ کہ کوئی قرآن کی مثل کے بنانے پر مطلق قادر نہ ہوگا۔ سو ویسا ہی ہوا کہ ابتداء اسلام سے آج تک کوئی قرآن کی مثل ایک سورۃ یا ایک آیت نہ بنا سکا پھر اب کون سی وجہ ہے انکار کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول نہیں حاشا وکلا بلکہ بلاشک و شبہ آپ خدا کے رسول اور خاص بندے مقبول ہیں۔

آمنا بہ و صدقناہ و شہدنا علی رسالہ و کفی باللہ شہیداً صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محموداً حمیداً ۔

اے خدا کے بندو! آدم کے فرزندو! میری اس نصیحت کو جس کا منشا قومی ہمدردی ہے مان لو اور عقل خداداد سے انصاف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نبی جان لو یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا اور پچھلے پچھتاوے سے کوئی نفع نہ اٹھائے گا۔ وما علینا الا البلاغ المبین ۔

تیسرا معجزہ: یہ ہے کہ قرآن شریف تغیر و تبدل سے محفوظ ہے ۱۳۰۰ برس سے اس میں کسی نے کچھ کمی بیشی نہیں کی ہے اور نہ کوئی کچھ کر سکتا ہے اور نہ کوئی کچھ کر سکے گا۔ سورۃ حجر (۱۳) (اپ) (ار) میں ہے :

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (سورۃ حجر: ۱۵)

ترجمہ: تحقیق ہم نے اتارا قرآن کو اور تحقیق ہم اس کے نگہبان ہیں۔

پس اس حفاظت قرآن کو مد نظر کر کے دوسری کتابیں جو تھوڑی تھوڑی مدت کی تصنیف ہیں ان کے صحیفوں کے دیکھنے سے عموماً اور الہامی کتابیں اہل کتاب اور ان کی تفاسیر کی مانی ہوئی تحریفوں



کے دیکھنے سے خصوصاً یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ قرآنِ معجز بیان بے شک کلامِ الہی ہے کہ حافظ حقیقی کی حفاظت سے بموجب اس کے وعدہ کے با آنکہ صد ہا سال سے ہزاروں لاکھوں جلدوں میں منقول ہوا اور کروڑوں اربوں زبانوں پر پڑھا گیا پھر بھی تغیرات سے محفوظ رہا۔ اگر کوئی کیسا ہی فاضل تبھر ہزار ہا آدمیوں کے جلسہ میں بڑے منبر پر بیٹھ کر اثنائے وعظ میں یا محرابِ نماز میں کسی آیت میں ایک اعراب کا تفاوت کر کے پڑھے گا تو ایک ادنیٰ نابالغ لڑکا بھی پیچھے سے لفظ صحیح کے بتلانے سے نہ رُکے گا۔ فتبارک اللہ احفظ الحافظین ۔

اگر کوئی کہے کہ شیعہ فرقہ اسلامیہ میں سے قائل ہیں تغیرات قرآنی کے جیسا کہ ان کی بعض کتابوں میں اور نیز مجتہد صاحب نے جواب سوال ۶ میں لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محققین شیعہ قرآن مجید کے تغیر و تبدل و کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی و صراط مستقیم و مصائب النواصب و رسالہ اعتقاد یہ شیخ صدوق وغیرہ کتب امامیہ ہیں۔ اس کی تصریح تمام تشریح موجود ہے اور راقم الحروف نے رسالہ ہدیۃ الشیعتمین (۱) میں ان سب کی عبارات نقل کر کے اس مطلب کو مفصلاً مبرہن کیا ہے۔ من شاء تمام التحقیق فلینظر فیہا ۔

پس جو کوئی شیعہ سے تغیر قرآنی کا قائل ہے وہ محققین شیعہ کے نزدیک نامعتبر اور حق کے خلاف پر مائل ہے، اور ایسے قول کو ماہی الاعتراض بنانا امر لا طائل ہے اور جو کہ قرآن کے سات قراءت ہیں تو وہ منزل من عند اللہ ہیں ان سب کو قرآن ہی کہا جاتا ہے ان سے تغیر و تبدل تصور میں نہیں آتا بلکہ تغیر و تبدل وہ ہے کہ کوئی قرآن میں کمی بیشی کرتا اور یہ تا حال نہ کسی نے کی ہے اور نہ کسی کی مجال ہے کہ آئندہ کرے۔ کما قال تعالیٰ :

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبُطْلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ

(۱) ہدیۃ الشیعتمین نام تاریخی ہے اس رسالہ کا جس میں روافض و خوارج کا رد محض قرآن شریف سے لکھا گیا ہے یعنی قرآن سے قطعیت جنت اصحاب کبار و اہل بیت ابرار ثابت کی گئی ہے کیا معنی کہ احادیث اہل سنت کو شیعہ وغیرہ نہیں مانتے اور اہل سنت ان کی احادیث کو غیر معتبر جانتے ہیں تو قرآن جو متفق الصحت ہے اس سے اثبات مطلب کیا گیا ہے تاکہ الزام جمع ہو۔ اللہم تقبل منه . عفی عنہ



حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ (۱)

اور اگر کوئی روایت کسی دینی کتاب میں اس کے خلاف پر پائی جائے تو وہ واجب الرد و ناقابل احتجاج متصور ہے کیونکہ قاعدہ کلیہ (۲) ہے :

مَا كَانَ مُخَالَفًا لِلْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ الثَّابِتِ فَهُوَ رَدٌّ عَلَى صَاحِبِهِ .

چوتھا امر جو بمنزلہ معجزہ قرآنی ہے یہ ہے کہ قرآن میں کئی جگہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ بعض اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ (اس) (۲) (۳) میں فرمایا ہے :

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (سورہ بقرہ: ۷۵/۲)

ترجمہ: کیا تم امید رکھتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری بات مان لیں گے اور بے شک تھے ایک گروہ ان میں سے کہ سنتے تھے کلامِ الہی کو پھر اسے بدل ڈالتے تھے پیچھے سمجھنے کے دیدہ و دانستہ۔

پس اگر اس دعویٰ قرآنی کی تصدیق کے واسطے تفصیل وار آیاتِ محرفہ کتبِ عہدِ عتیق و عہدِ جدید لکھی جائے تو بہت طوالت ہو جائے گی، اس لیے مناسب ہے کہ کئی مشہور اور معتبر مفسروں کے چند مقولے بابت اقبالِ تحریف ان کتابوں کے لکھ کر اس پر کفایت کی جائے کہ اسی قدر تصدیق قرآنی کے لیے کافی وافی ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق۔

آدم کلارک نے دوسری جلد اپنی تفسیر میں لکھا ہے :

عبارت سفر صموئیل ثانی و سفر ملوک اول کی صحت تعداد بنی اسرائیل و یہودا کے باب میں ناممکن ہے اور اس کی تطبیق میں کوشش کرنی عبث ہے۔ احسن یہی ہے کہ ہم اول سے مان لیں کہ کتبِ توراتِ عہدِ عتیق میں بہت سی تحریفات واقع ہوئی ہیں۔ اتھی

- (۱) اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سرا ہے۔ کا۔ پارہ ۲۳، جم السجدة: ۴۱ کنز الایمان
- (۲) جو قول مخالف قرآن و حدیث صحیح کے ہو پس وہ قائل کی طرف رد کیا جاتا ہے یعنی کسی مسلمان کے ماننے میں نہیں آتا ہے۔ ۱۲ منہ عنہ

اور پہلی جلد تفسیر ہنری واسکاٹ میں لکھا ہے کہ اکتائین جو اعلم علمائے مسیحیہ ہے۔ کہتا ہے کہ بے شک یہودیوں نے نسخہ عبرانی میں تحریف کی ہے اس لیے کہ ترجمہ یونانی نامعتبر ہو جائے اور دین مسیحی میں خلل آئے اور قدمائے مسیحین کہا کرتے تھے کہ ضرور یہودیوں نے ۱۳۰ء میں توریت میں تحریف کر دی تھی۔ انتہی۔

اور ہورن مفسر نے بھی دوسری جلد میں اپنی تفسیر کے لکھا ہے کہ ضرور یہودیوں نے تحریف کی ہے مگر نسخہ سامری غیر محرف ہے۔ انتہی۔

یہ مذکورہ نمونہ از خروار ویکے از ہزار ہے تحریفات کتب عہد عتیق سے۔

اب حال تحریف کتب عہد جدید کا سننے کہ خود مسئلہ تثلیث میں جو اصل الاصول ہے دین مسیحی کا اس میں تحریف واقع ہوئی ہے کیونکہ پہلے رسالہ یوحنا میں ۷، ۸ آیت یوں تھی (شاہد گواہی دینے والے تین ہیں اور وہ روح اور ماء اور دم ہیں اور یہ تینوں ایک ہی ہیں) پھر معتقدان تثلیث نے اس عبارت کو یوں بنایا (آسمان میں گواہی دینے والے تین ہیں اور وہ اب اور کلمہ اور روح القدس ہیں) اور یہ تینوں ایک ہیں اور زمین میں گواہی دینے والے بھی تین ہیں اور وہ روح اور ماء اور دم ہیں اور یہ تینوں ایک ہیں۔

پس کریسباخ اور شوٹز دونوں متفق ہیں کہ یہ آیت الحاقی ہے اور ہورن بھی با آنکہ متعصب ہے لکھتا ہے کہ بے شک یہ آیت الحاقی اور واجب الترتیب ہے۔ اور تفسیر ہنری واسکاٹ کے جمع کرنے والے بھی ہورن کی بات کو مانتے یعنی اس آیت کو الحاقی جانتے ہیں۔ اور آدم کلاک بھی اسے الحاقی لکھتا ہے۔ اور اکتائین جو اعلم علمائے مسیحیہ ہے اس نے چوتھی صدی عیسوی میں رسالہ یوحنا سے دس نقلیں لکھیں اور کسی رسالہ میں یہ عبارت الحاقی نہیں پائی جاتی ہے چونکہ اکتائین قائل تھا تثلیث کا اور منکران تثلیث فرقہ ایرین سے مناظرہ کرتا تھا۔

سو اگر یہ عبارت اصل میں ہوتی تو وہ اس کو نقل کر کے منکروں پر حجت قائم کرتا بلکہ اس نے آیت ۸ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مراد ماء سے اب ہے اور دم سے ابن اور روح سے روح القدس۔ چونکہ یہ اس کی توجیہ ضعیف تھی تو دوسرے لوگوں نے جو معتقد تھے تثلیث کے یوں بناوٹ کی کہ اس کو اصل میں داخل کر دیا اور اپنے کلام کو کلام الہی میں داخل کر لیا۔ اب یہاں پر طالب حق کو

کیسا یقین کامل حاصل آیا ہے کہ یہ دعویٰ قرآنی حق ہے جو سورہ بقرہ (اس) (۳ پ) کے ابتدا میں فرمایا ہے :

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۝  
(سورہ بقرہ: ۷۹/۲)

ترجمہ: پس سخت عذاب ہے ان کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب میں لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے۔

و هذا القدر القليل يكفي للعاقل النبيل وأما الغافل العليل فلا ينفعه  
و إن تليت عليه التورات والإنجيل .

پانچواں معجزہ: یہ ہے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ملت قرآنی یعنی دین اسلام سب ادیان پر خواہ باعتبار غلبہ انجام کار مومنین کے یا بحیثیت نصب حج و براہین کے غالب و منصور رہے گا۔ سورہ براءۃ (۱۰ اس) (۲ پ) (۵ ر) میں ہے :

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا وَ  
لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (سورہ توبہ: ۳۳/۹)

وہ خدا جس نے بھیجا رسول آخر الزمان کو ہدایت اور سچا دین کے ساتھ تا کہ غالب کر دے اس کو سارے دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ اس بات کو ناپسند کریں۔

سو فی الواقع ابتداءے شوکت اسلام سے آج تک مومنین منکرین پر غالب رہے۔

اس اجمال کی تفصیل اس لیے ضروری معلوم نہیں ہوتی ہے کہ واقفان حال زمان رسالت و

خلافت ان مضامین کی تصدیق بخوبی کرتے ہیں کہ الا ان حزب الله هم الغالبون . (۱)

پس یہاں پر اتنا ہی تحریر کیا جاتا ہے کہ ہمیشہ سے حالت مباحثہ و مناظرہ میں علمائے اسلام دوسرے مذہب والوں پر غالب و منصور اور مقابل مغلوب و مقہور رہے حتیٰ کہ فی زمانہ اس دیار کے اکثر مقاموں میں گویا عیسائیوں کی حکومت ہے اسلامی نہیں، تاہم اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے

(۱) جان لو کہ خدا کی جماعت ہی غالب ہوتی ہے۔ ۱۲

کہ مسلمانوں کو بحث و مناظرہ میں تحریر یا تقریراً کس قدر غلبہ و نصرت ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ کوئی پادری صاحب وغیرہ کسی سچے مسلمان پر تحریر یا تقریر میں غلبہ پائے یا برابر آئے۔

میرا یہ دعویٰ ایسا نہیں ہے کہ جس کی تصدیق اہل اسلام ہی کریں بلکہ طرفِ ثانی یعنی پادری صاحبان بھی اس کے اقبال اور اقرار سے چارہ نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ پادری فورمن صاحب اپنے رسالہ مسیحی تیغ و سپر عیسوی کے اخیر میں لکھتے ہیں :

اگر کوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ جب قرآن میں بہت سی قباحتیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں تو یہ کس طرح اتنی مدت بے شمار معزز قوموں پر غالب رہا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت باتیں کتاب مقدس یعنی کلام الہی میں سے نکال کر اس میں مندرج کی گئی ہیں چنانچہ اکثر باتیں نبیوں کی بابت خدا کی ہستی صفاتِ خصلت اور رزاقی کی بابت نیکی اور بدی کے اجرا اور سزا کی بابت اس کے غالب آنے کا یہ باعث ہے کیونکہ تمام مذکورہ باتیں کتاب مقدس یعنی بائبل سے لی گئی ہیں۔

یہاں تک کہ سارے کلام پادری صاحب کے نقل کرنے سے یہ مطلب ثابت ہوا کہ بموجب اقرار پادری صاحبان کے قرآن اتنی مدت تک بے شمار معزز قوموں پر غالب رہا۔ و هو المدعا اب رہا یہ کہ پادری صاحب نے جو اس عبارت میں لکھا ہے کہ قرآن میں بہت سی قباحتیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے خیال اور زعم سے کسی چیز کو بُرا کہہ دینا یا بھلا مان لینا تعصی ملت ہے۔ اور اگر انصاف سے نفس الامری بات کو دیکھو تو قرآن مجید میں ۲۸ مضمون ہیں۔ کوئی آیت ایسی نہ ہوگی جو کسی مضمون من جملہ ان مضامین سے خالی ہو اور وہ سارے مضامین ایسے ہیں جن کی عمدگی اور شائستگی بہ شہادت کتب الہامی ثابت ہے۔ اگر موفقِ حقیقی نے چاہا تو اس باب میں تفصیل وار ایک کتاب لکھوں گا یہاں پر صرف بیان ان مضامین کا کیا جاتا ہے۔

۱۔ خدا کی ہستی کا بیان

و هو اللہ فی السموات والارض .

۲۔ خدا کی صفاتِ کاملہ کا ذکر جیسا کہ وہ واحد، قدیم، ازلی، ابدی، قادر، علیم، سمیع، بصیر، متکلم،

حکیم، خبیر، خالق السموات والارض، رحمن، رحیم، صبور، عادل، قدوس، غفار، محی، ممیت ہے۔

۳۔ خدا کی تزییہ حدود و عجز جہل ظلم وغیرہ معائب و نقصانات سے

۴۔ توحید کی طرف بلانا، شرک اور کفر سے ہٹانا

۵۔ انبیاء علیہم السلام کا ذکر

۶۔ انبیاء کا بت پرستی کفر وغیرہ گناہوں سے پاک ہونا

۷۔ انبیاء وغیرہ پر ایمان لانے والوں کی تعریف

۸۔ انبیاء کے منکروں کی مذمت

۹۔ انبیاء پر عموماً اور آنحضرت اور آپ کے مبشر حضرت مسیح پر خصوصاً ایمان لانے کی تاکید صلوة

اللہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔

۱۰۔ انجام کار مومنین کا منکرین پر غالب ہونے کا وعدہ

۱۱۔ قیامت کی حقیقت اور اس میں بدلہ دینے کا احوال

۱۲۔ بہشت و دوزخ کا ذکر

۱۳۔ دنیا کی مذمت اور اس کی ناپائیداری کا بیان

۱۴۔ آخرت کی تعریف اور اس کے ثبات کا ذکر

۱۵۔ حلال اور حرام چیزوں کا ذکر

۱۶۔ تدبیر منازل کے حکموں کا ذکر

۱۷۔ سیاست مدن کے احکام کا بیان

۱۸۔ خدا اور خدا کے دوستوں کی محبت پر برائی گنجت

۱۹۔ ان چیزوں کا ذکر جو وصول الی اللہ کا ذریعہ ہیں

۲۰۔ فاسق فاجروں کی مصاحبت سے روکنا

۲۱۔ عبادت بدنی اور مالی میں خلوص کی تاکید

۲۲۔ ریاء و سمعہ سے تہدید

۲۳۔ مجملات و مفصلات تہذیب الاخلاق کی تاکید

۲۴۔ مجملًا اخلاقِ ذمیرہ سے تہدید

۲۵۔ علمِ تواضع کرم شجاعتِ عفت وغیرہ اخلاقِ حسنہ کی تعریف

۲۶۔ غضبِ تکبر بجلِ ظلمِ جبن وغیرہ اخلاقِ ذمیرہ کی مذمت

۲۷۔ تقویٰ یعنی پرہیزگاری کی نصیحت

۲۸۔ خدا کی یاد اور عبادت کی ترغیب

اب ان مضامین کو کوئی عاقل قباحت یا برائی نہ کہے گا بلکہ ہر کس و ناکس جو ادنیٰ منصف بھی ہو گا ان کی عمدگی اور خوبی پر یقین کرے گا۔

حقیر اس جگہ پر گوپادری صاحبوں کی الہامی کتابوں کے قبیحہ مضامین لکھ کر ان کو الزام دینا ناپسند جانتا ہے، الا اتنا ضروری مانتا ہے کہ عیسائیوں نے جو قرآن مجید کی تعریفیں لکھی ہیں تھوڑا سا ان میں سے یہاں پر تحریر کیا جائے اور وہ یہ ہے :

کتاب کارل صاحب جلد ۶ صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ لندن میں لکھا ہے :

میں اقرار کرتا ہوں کہ اس زمانہ کے عیب داں لوگوں کی بات ہرگز میری سمجھ میں نہیں

آتی ہے جو کہتے ہیں کہ خدا نخواستہ آنحضرت جعل ساز تھے اور انہوں نے قصدِ فریب

بنایا تھا اور قرآن ایسا لکھا ہے جیسے کوئی جعل ساز لکھے۔ میری رائے میں جو منصف آدمی

قرآن کو پڑھے گا اس کا یقین اس قول سے بالکل مختلف ہوگا۔ انتہی

اور کتاب (۱) آف جون ڈیون بورٹ صاحب کے دوسرے حصہ طہارت کے بیان کے ذیل

میں لکھا ہے کہ :

بعض عیسائی جو مسلمانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ مسئلہ ہے کہ صفائی

ظاہری ان کو گناہوں سے بچاتی ہے، یہ صرف ان کا بہتان ہے اور الزام بے جا۔

قرآن میں صرف احکامِ مذہبی اور تہذیبِ الاخلاق کا ہی ذکر نہیں ہے بلکہ کین صاحب

مؤرخ کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع عمری کے بیان میں اور قرآن کی تہذیب کے ذکر میں لکھی ہے۔ ۱۲

یہ نہیں کہ اس میں صرف فقہی مسئلے ہوں بلکہ قوانین دیوانی فوج داری اور اور مضامین بھی اس میں درج ہیں اور وہ قاعدے جو آدمیوں کے اعمال اور مال کی نسبت مقرر کیے گئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے بے زوال رضا سے لیے گئے ہیں۔

یا بہ تبدیل الفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے۔ اس میں قوانین مذہبی کے سوا سلوک باہمی فوج داری دیوانی تجارتی فوجی ملکی سزا دہی سب موجود ہیں اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملات دنیاوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے اور قرآن نجاتِ روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی و بدی اور سزائے دینی و دنیوی سب چیز پر حاوی ہے۔ و فی موضع آخر من ہذا الکتاب ہکذا۔ من جملہ محاسن اور خوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا چاہیے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں :

اول: قرآن کی وہ خوش بیانی جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس عبارت میں خدا تعالیٰ کی نسبت ان جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوم: تمام قرآن ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مزین ہے جو تہذیب کے خلاف خیال کیے جاسکتے ہیں مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں، حقیقت میں قرآن ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے اور اگر ہم اول سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے وہ مذہب جس کی قرآن نے بنا ڈالی ہے اس میں کمال وحدانیت اور اس میں خدا تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دقت اور ابہام نہیں ہے۔ اٹھی

یہ تھوڑا سا بیان عمدگی و شائستگی و خوبی قرآن شریف کا جو بہ شہادت ہم تو بان پادری فورمن صاحب لکھا گیا ہے اس مقام میں کافی سمجھ کر اس پر بھی تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ آپ کی کتابوں کے معیوب ہونے میں آپ کے ہم قوم شاہد ہیں۔



اب اس کا جواب لکھتا ہوں جو پادری صاحب نے تحریر کیا ہے کہ بہت باتیں کتاب مقدس یعنی کلام الہی میں سے نکال کر اس میں مندرج کی گئی ہیں سو واضح ہے کہ قرآن کے منزل علیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب قوموں کے دانش مندوں کے نزدیک امی محض تھے قطع نظر دوسری زبان کی کتابوں سے اپنی زبان کی کتابیں بھی نہیں پڑھی تھیں اس مطلب کو بھی عیسائیوں کی شہادت سے ثابت کیا جاتا ہے۔

ایمان صاحب نے کتاب سوانح عمری حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے چوتھے باب میں لکھا ہے :

حضرت موسیٰ اور آنحضرت پڑھے ہوئے نہ تھے صرف تجربہ کار آدمی تھے۔ انتہی  
جون ڈیون صاحب اپنی کتاب وقائع عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حصہ میں لکھتا ہے :

وہ علم جس سے لوگ علم مراد رکھتے ہیں حضرت کو بالکل نہ تھا کیونکہ آپ نے سوا اس تعلیم کے جو آپ کی قوم میں ہوتی تھی نہ پائی تھی اور آپ کی قوم کے لوگ اس زمانہ میں علم ادب سے غفلت کرتے تھے بلکہ شاید حقیر جانتے تھے کیونکہ وہ اپنی زبان کے مقابلے میں کسی زبان کی منزلت نہ سمجھتے تھے وہ اپنی زبان میں استعمال سے کمال حاصل کرتے تھے کتابوں سے نہ حاصل کرتے تھے۔ انتہی

پس جب عیسائیوں کے نزدیک بھی متفق علیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے نہ تھے تو جب تک پادری فورمن صاحب آپ کا اپنی بائبل کا پڑھا لکھا ہونا ثابت نہ کر لیں تب تک ان کا یہ دعویٰ محض باطل ہے اور چونکہ اثبات آپ کے بائبل کے پڑھے لکھے ہونے کا کرنا محال ہے تو پادری صاحب کا یہ ادعا صرف خام خیال ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت کرے۔ یہ لوگ جو اپنی قوم کے پیشوا اور دین دار کہلاتے ہیں تو ایسی خلاف واقعہ باتوں کے لکھنے اور مشتہر کرنے سے کیوں نہیں شرماتے ہیں!۔ جھوٹ کے گناہ سے قطع نظر لوگوں میں رسوائی سے بھی نہیں شرماتے ہیں!!۔

نکتہ: پادری صاحب نے جو دلیل قرآن کی بناوٹ پر لکھی تھی اس سے قرآن کے کلام الہی ہونے پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ کیا معنی جب ایک شخص ناخواندہ کتاب میں بہت باتیں کتاب

مقدس کی پائی گئیں تو بالصراحت ثابت ہوا کہ یہ کتاب کلامِ الہی ہے۔

عد و شود سبب خیر گر خدا خواہد

خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ ست

یہاں پر ایک اور بات قابل لکھنے کی یہ ہے کہ کتاب مقدس سے کچھ باتیں نکال کر قرآن میں لکھنے سے قرآن اور اہل قرآن بے شمار معزز قوموں پر غالب ہو گئے اور کتاب مقدس والی جو صراحتاً بے شمار معزز قوموں میں داخل ہیں کیوں مغلوب ہو گئے۔ کیا جزو کل پر غالب ہو جایا کرتا ہے؟ نہیں یہ ہرگز نہیں، بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ قرآن کلامِ الہی ہونے کے سبب سے سب دینوں پر غالب آ گیا اور اگلی آسمانی کتابیں تحریف کے سبب جو بموجب اقرار ان کے مفسرین کے متحقق ہے۔ کما مر ذکرہ۔ مغلوب ہو گئیں۔ فثبت المطلوب باقبال الخصم المغلوب۔

اور یہ جو رسالہ تیغ و سپر عیسوی کے اخیر میں لکھا ہے :

اکثر ناواقف محمدی یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب دنیا کے کل مذاہب کی نسبت افضل و قوی ہے یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ دیکھو عیسائی لوگ ۳۰ کروڑ ہیں۔ بدھ کے پیرو ۲۵ کروڑ۔ ہنود ۲۰ کروڑ۔ محمدی ساڑھے بارہ کروڑ اور ان ملکوں میں جہاں محمدی مذہب غالب ہے آزادی، شائستگی اور حکمت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی۔

اس کلام کو پہلے کلام سے تناقض ہے کیونکہ اول قرآن کا بے شمار معزز قوموں پر غالب ہونا مان کر اس سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا تناقض یہ ہے کہ انتہا اسی کلام میں غلبہ دین محمدی کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ خیر! ہم ان تناقضات سے قطع نظر کر کے پادری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے یہ شمار کون سی مقدس کتاب کی رو سے بیان کیے ہیں۔ اس کے نام باب فصل آیت کا نشان بتلا کر تسلی فرمادیں، ورنہ مسلمانان موجودہ عربستان و ترکستان روم و شام بلخ و بخارا سمرقند و یارقند خراسان ایران و توران پنجاب و ہندوستان سندھ و دکن وغیرہ ملکوں کے باشندوں کا شمار کر کے بتادیں کہ تعداد مسلمانوں کی کتنی ہے۔

میری یہ تحریر پادری صاحب کی خیالی بات کے جواب میں ہے، ورنہ کوئی دانش مند اس امر کا قائل نہیں ہے کہ کثرت تعداد اشخاص کسی دین کی اس کی حقیقت پر دلیل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو

یا جوج ماجوج کی قوم پر جو قطع نظر پادری صاحب کی قوم کے کل باشندگان روئے زمین سے بڑھ کر ہیں ان کا دین سچا ہوتا۔ ولا قائل به من الفریقین .

پس اصل مطلب وہی ہے کہ غلبہ خواہ باعتبار نصرت انجام کار مومنین یا باظہار حجج و براہین مراد ہے نہ بکثرت تعداد اشخاص۔ وَكَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ . (۱) ایسا مضمون ہے جس کی تصدیق ازمنہ ماضیہ و حال میں موجود ہے۔

رہا یہ مقولہ پادری صاحب کا:

’اور ان ملکوں میں جہاں محمدی مذہب غالب ہے آزادی شائستگی اور حکمت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی ہے۔‘

سوا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اگر پادری صاحب اپنی قوم کے علماء و حکام و عوام کی شائستگی اور حکمت کو اہل اسلام کے تینوں فرقوں سے مقابلہ کریں اور انصاف کو سامنے دھریں تو بے شک مان لیں گے کہ آپ کی قوم میں کس قدر شائستگی و حکمت ہے۔ آپ کے اس اعتراض سے دریافت ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کی تہذیب الاخلاق کی کتابیں مثل احیاء العلوم و کیمیائے سعادت و مثنوی مولانا روم قدس سرہ کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ کیونکہ اگر آپ ایسی کتابوں کے ملاحظہ سے کبھی حظ اٹھائیں تو پھر مدت العمر مسلمانوں کی غیر شائستگی کا نام زبان پر بھی نہ لائیں اور اس سے بڑھ کر اہل قرآن کی شائستگی کیا ہوگی جبکہ منصف عیسائی بھی اس کی تعریفات و مدائح کی شہادت سے رطب اللسان و عذب البیان ہیں۔ چنانچہ تھوڑی سی نقل اس باب میں اوپر منقول ہو چکی ہے۔ والفضل ما شہدت به الأعداء .

یہاں پر مخفی نہ رہے کہ پادری صاحبان کی جانب سے جس قدر اعتراضات تعلیمات قرآنی پر ہوئے ہیں ان کے جوابات جو منصفان قوم نصاری (دیکھو کتاب سوانح عمری آنحضرت جوادف جون ڈیون بورٹ صاحب نے لکھی ہے۔ ۱۲) و علماء اسلام نے لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے البتہ سدباب مباحثہ اور طالب حق کی تسلی ہو جاتی ہے۔

(۱) بہت ایسا ہوا کہ تھوڑے لوگ غالب آگئے بہتوں پر خدا کے حکم سے۔ ۱۲

اور یہ بھاری بے انصافی ہے کہ ایک ایک اعتراض کے دس دس جواب تو مل چکے ہیں پھر وہی اعتراض دیرینہ جو تقویم پارینہ ہے اب تک برابر اپنے رسالوں میں لکھے جاتے ہیں اور خالق و خلق سے نہیں شرماتے ہیں۔ موفق حقیقی یہ توفیق بخشے کہ جانین کے سوال و جواب کے رسائل غور سے مطالعہ کریں، آرام طلبی اور تن آسانی کے پیچھے نہ پڑیں اور اتنے ہی پر قانع اور نازاں نہ ہوں کہ عیسائیوں کی طرف سے فلانی فلانی کتاب کا جواب لکھا گیا ہے بلکہ کسی قدر فرصت دنیاوی کاموں سے لے کر دینی باتوں کی بھی تحقیق کریں اور ایسی کتابوں کو حرف بحرف غور سے پڑھیں۔ مذہبی تعصب کو ترک کر کے انصاف کریں۔ دنیا چند روزہ ہے، دائمی نجات کی بھی کچھ تلاش فرمائیں تاکہ ابدی عذاب سے نجات پائیں اور اس خیال کو کہ مسلمان دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں ذرا دل سے دور کر کے کچھ ان کی بھی سنیں کہ ان صورتوں میں بفضلہ تعالیٰ اُمید صفائی کی متصور ہے۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ☆ درنوشت ست پند بردیوار

اب میں اس جواب کو اس تحریر پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کا تو مختصر حال وہ ہے جو اوپر مذکور ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے جو بہ شہادت عیسائیاں لکھتا ہوں۔

اسپان ہمیس مسیحی جو آپ کی دشمنی میں شدید تھا اس سے سیل صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں جو مطبوعہ ۱۰۸۵ء ہے صفحہ ۶ پر نقل کیا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نہایت شکیل و عقیل تھے اور پسندیدہ طریقہ رکھتے تھے مسکینوں سے احسان ان کا شیمہ کریمہ تھا۔ سب سے نیک خلقی سے معاملہ کرتے تھے۔ بڑے بہادر تھے۔ خدا کے نام کی تعظیم عظیم کرتے تھے اور بہتانیوں، زانیوں، خونیوں، فضول گوؤں، طمع والوں، جھوٹے گواہوں سے سخت تشدید کرتے اور بھاری سزا دیتے تھے اور لوگوں کو صبر، بخشش، نیکو کاری، احسان ماں باپ اور بڑوں کی تعظیم تو قیر تکریم کا وعظ کرتے تھے اور خود پر لے درجے کے عابد و مرتاض تھے۔ اتنی

جون ڈیون بورٹ صاحب اپنی کتاب کی ابتدا میں لکھتا ہے :

اسی کتاب کی تصنیف سے میری یہ غرض ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے الزامات اور بے انصافانہ بہتان نفع رساں تھے وہ مصنف جنہوں نے تعصب

مذہبی کے سبب سے اس محی عبادت واحد مطلق کے شہرہ پرداز لگایا ہے صرف انہوں نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ ہم نامنصف اور اس عدل سے خالی ہیں جس کے اتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ نے اس قدر شد و مد سے تاکید فرمائی ہے بلکہ انہوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کھائی ہے، کیونکہ ادنیٰ فکر میں ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ عیسائیوں اور اس زمانہ کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں بلکہ مشرقی لوگوں کا یہ طریقہ ہے آنحضرت (ﷺ) کو ایک شارع مذہب اور مقنن ملت خیال کرنا چاہیے۔ اگر ہم یہ نہ کہیں کہ آپ ایسے ذہین تھے کہ دنیا میں آپ کا نظیر پیدا نہیں ہوا تو اس میں شک نہیں کہ آپ ملک ایشیا کے سب میں بڑے نامی اور گرامی آدمی تھے۔

جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کی ہدایت کے بعد کیسے ہو گئے۔ علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسلوں نے کروڑ ہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت و شانہ کرنا بہت بڑی بے انصافی ہے اور آپ کی ولادت کو اتفاق پر محمول کرنا خدائے عز و جل کی قدرت اور حکومت پر شبہ کرنا ہے۔ ونی مقام آخر من ہذا الكتاب۔

ایک تجارت کے سفر میں جس میں آنحضرت (ﷺ) اپنے چچا کے ساتھ تھے، آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے ان میں سب سے بڑے پادری نے حضرت (ﷺ) کو بغور دیکھ کر ابوطالب کو ایک گوشہ میں لے گیا اور کہا اپنے بھتیجے سے خبردار رہنا اور اس کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشین گوئی بالکل پوری ہوئی۔ ونی مقام اخر من۔

آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں آپ کی نصیحت جلد موثر ہوتی تھی۔

جب آپ سن ہوئے تو گمن صاحب مورخ نے آپ کا ذکر اس طرح لکھا ہے :

لوگ آنحضرت (ﷺ) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور وضع دار تبسم اور بکھری

ہوئی داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے تعریف کیا کرتے تھے۔ دنیوی رسوم میں آپ کو ادب اور خوش خلقی کا نہایت لحاظ تھا۔ امر اور حکام کی جس قدر آپ تعظیم کرتے تھے اتنی ہی آپ غرباے مکہ کے ساتھ خوش خلقی اور دل داری سے پیش آتے تھے۔ انتہی

پس جائے غور ہے کہ جس شخص کی اس قدر تعریف مخالف لکھیں اور اس کی کتاب و ملت کو پسندیدہ کہیں اور بایں ہمہ اگلی آسمانی کتابوں میں اس کی نبوت پر بشارتیں اور اشارتیں بھی ہوں اور بہت سے اہل کتاب اس پر ایمان لائے اور اب تک لیے آتے ہوں تو پھر بے شک و شبہ انصاف کی رو سے ماننا پڑ جاتا ہے کہ یہ شخص خدا کا سچا نبی ہے کہ جس پر ایمان لانے سے ابدی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کے انکار میں عذاب دائمی ہے۔

من آنچه شرط بلاغ ست یا تو میگویم

تو خواہ پندازاں در پذیر و خواہ ملال

حقیر یہاں پر بڑی نیاز مندی سے تمام اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو تورات کے باب استثناء کی یہ تین آیتیں یاد دلاتا ہے :

(۲۰) لیکن وہ نبی کہ تکبر سے جرأت کرے اور میرے نام سے کوئی بات کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا دوسرے معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔ (۲۱) پس تو اگر پسند کرے اور اپنے دل میں کہے کہ میں کیوں کر تمیز کر سکوں اس بات کی جو رب نے نہ کہی ہو۔ (۲۲) پس تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ جو بات اس نبی نے خدا سے کہی اور وہ پوری نہ ہوئی تو وہ رب کی کلام نہیں ہے بلکہ اس نبی نے اپنی عظمت دکھلانے کو کہی تھی۔

پس اب خدا کے لیے سارے یہود و نصاریٰ غور کریں اور دیکھیں کہ ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا اور کسی نے آپ کو قتل یعنی مار نہیں دیا اور جو باتیں آپ نے خدا کی طرف سے فرمائیں وہ سب پوری ہوئیں، اس لیے کروڑ ہا آدمیوں نے آپ کا دین مان لیا تو بموجب شہادت آپ کی مقدس کتاب کے بھی آپ بے شک سچے پیغمبر اور برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم



ہیں۔ پس بڑی خوش نصیبی ہے ان لوگوں کی جو آپ پر ایمان لائے اور محمدی کہلائے اور سخت حسرت ہے ان کے لیے جو آپ کے منکرین میں داخل ہوئے اور جہنم میں داخل ہوئے۔

اے خدائے کریم رحمن ورحیم! ہم سارے مسلمین تیرے عاجز بندوں اور تیرے حبیبِ قریب رسول کریم علیہ السلام کے دامن گیر اور ارادت مندوں سے ہیں تیرا بڑا احسان ہو کہ ہم کو دنیا میں اسی طریق پر مستقیم رکھ اور اسی پر خاتمہ فرما اور آخرت کو اسی فریق میں اٹھا۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست ☆ تو بدیں آرزو مرا برساں  
ختم ہوئے جواب تیرہ سوالوں کے۔

## سوال-۱۴ (۱)

چونکہ صرف متعلق ہے اہل تشیع کے اور منشا اس سے جرح ہے کتب احادیث پر اس لیے مستحسن معلوم ہوا کہ اس جگہ جواب ان اعتراضات جو پادری عماد الدین صاحب نے باجماع پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق کے احادیث پر کیے ہیں لکھا جائے اور اس سوال جواب سے پہلے اس قدر محفوظ ہونا چاہیے کہ جو احادیث صحیحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتب صحاح میں مروی ہیں وہ سب بحکم قرآن مسلم الثبوت وواجب الایمان ہیں سورۃ نجم (۲۷س) (اپ) میں ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (سورۃ النجم: ۵۳-۴-۳)

ترجمہ: اور محمد (ﷺ) خواہشِ نفس سے بات نہیں کہتا ہے۔ نہیں ہے وہ بات مگر پیغام الہی جو اس کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

اور سورۃ حشر (۲۸س) (اپ) (۲۴ر) میں ہے :

وَمَا إِلَيْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنْهُ فَأْتَهُوا ۝ (سورۃ حشر: ۵۹-۷)

(۱) سوال ۱۴۔ شیعہ فرقہ میں کون کون سی کتاب علم حدیث کی معتبر بھی جاتی ہے ان کے نام بیان فرما کر ان کے مؤلفوں کے نام بھی بتلا دیں اور ہر ایک کتاب کی تالیف کا سن بھی براہ نوازش کسی کتاب معتبر کے حوالہ سے لکھ دیں۔ ۱۴ نمبر، طنزوری



ترجمہ: یعنی جو کچھ تم کو رسول نے دیا اسے پکڑ لو اور جس چیز سے روکا اس سے باز آؤ۔  
اور نیز بہتر (۷۲) اصحاب جن میں عشرہ مبشرہ داخل ہیں آپ سے روایت کرتے ہیں :  
وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (۱)  
یعنی جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اور جو میں نے نہیں کہا تھا میری طرف اسناد کیا پس وہ  
تیار دیکھ لے اپنی جگہ دوزخ میں۔

پس بحکم ایسی احادیث متواترہ کے ہمارے مقتدایانِ دین نے روایت حدیث میں ایسے قواعد  
وضوابط کی پابندی کی ہے کہ جن کی رعایت سے یقین ہو جاتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں کچھ بھی خلل و  
زلل نہیں ہے۔ کما لا ینحی علی الماہر بضوابط علم اصول الحدیث ۔

اور کیوں نہ ہو جب کہ یہاں تک انتظام ہے کہ جس سے ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی روایت  
میں جھوٹ ثابت ہو گیا تو اس کی حدیث کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے پس باوصف ایسی احتیاطوں کے  
کوئی عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ احادیث صحیحہ نامعتبر ہیں۔

اب اعتراضاتِ خمسہ اور ان کے جواب لکھے جاتے ہیں :

چونکہ یہ جوابات کسی سوالِ نغمہِ طنزوری کے نہیں ہیں تا کہ ان میں جوابِ تحقیقی کا التزام کیا جاتا،  
اس لیے ان میں اول جوابِ تحقیقی اور پھر جوابِ الزامی اور وہ بھی بغرض اصلاح دیے گئے ہیں :

## پہلا اعتراض

حدیث کے راوی آنحضرت (ﷺ) کے ازواج و اقارب و اصحاب  
ہیں اور ان کی شہادت ان کے حق میں نامعتبر ہے۔

## جواب

(۱) صحیح بخاری: ۳۳/۱ حدیث: ۱۱۰..... صحیح مسلم: ۱۰/۱ حدیث: ۳..... سنن ابوداؤد: ۳/۳۵۷ حدیث: ۳۶۵۳  
..... سنن ابن ماجہ: ۱۳/۱ حدیث: ۳۰..... سنن ترمذی: ۳/۵۲۲ حدیث: ۲۲۵۷۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تمام فضائل تو قرآن مجید کی شہادت سے ثابت ہیں۔ کسی رشتہ دار یا یار کی شہادت سے ثابت نہیں ہوئے تاکہ ان کی شہادت آپ کے حق میں نامعتبر متصور ہوتی اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دنیاوی حق یا منصب سلطنت و ریاست کا دعویٰ نہیں فرمایا تھا کہ اس کی وجہ ثبوت میں ان لوگوں کی شہادت نامعتبر خیال کی جاتی بلکہ احادیث سے تو احکام الہی ثابت ہوتے ہیں پس ان کے راوی سوائے ان لوگوں کے جو خداے تعالیٰ اور اس کے رسول کریم (ﷺ) پر ایمان لانے والے ہیں اور کون ہو سکتے ہیں پس ان کی شہادت کو نامعتبر جاننا اہل کتاب کو سخت نامناسب ہے۔

دیکھو انا جیل اربعہ میں جس قدر حالات و مقامات مسیحی درج ہیں ان کے راوی بھی حضرت مریم والدہ ماجدہ اور یوسف نجار آپ کے جعلی باپ اور آپ کے شاگرد یعنی حواریین ہیں پس چونکہ ان لوگوں کی شہادت حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں معتبر متصور ہوئی، تو اگر ایسے ہی لوگوں کی شہادت ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نامعتبر ٹھہرے گی تو اس بات کا نام سوائے نہایت بے انصافی اور غایت تعصب مذہبی کے اور کیا رکھا جائے گا۔

پس لازم ہوا کہ اہل کتاب اس شہادت کو بھی مثل اپنی مقدس کتاب کی شہادت کے معتبر تسلیم کریں، تاکہ عاقل ان پر الزام بے انصافی اور حرف تعصب نہ دھریں اور اگر کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور صحابہ کا ایمان ریاست دنیوی کی طمع پر مبنی تھا تو یہ احتمال بھی محض خام خیال ہے، کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد ۱۳ برس تک کفار کے ہاتھ سے سخت تکلیفات اٹھاتے رہے اور اس اثنا میں تمام آپ کے اقارب اور اکابر صحابہ ایمان لائے اور اپنی ریاستوں اور عیش و عشرت کو چھوڑ کر آپ پر مال و منال فدا کر کے تمام رنج اٹھا کر سچے مومن کہلائے، یہاں تک کہ بعض صحابہ جلا وطن ہو کر حبشہ اور مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ اسلام کو عزیز جان کر ترک اہل و عیال فقر اور مسکنت کے پیچھے پڑ گئے پس وہ کون عاقل ہے جو ایسے لوگوں کے ایمان کو طمع دنیوی پر حمل کرے، حالانکہ قرآن عظیم ان کے کمال ایمان اور علو شان پر شاہد عادل ہے۔ کما بین فی رسالۃ ہدیۃ الشیعین .

اے صاحبو! حضرت مسیح کے تلامذہ یعنی حواری جو مساکین شکاری تھے اور یہودیوں سے سن

چکے تھے کہ حضرت مسیح سلطانِ عظیم الشان ہوں گے اور نیز خود حضرت مسیح نے ان سے فرمایا تھا کہ میں جب اپنے جلال کے تحت پر بیٹھوں گا تو تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھو گے اور اسرائیل کے بارہ فرقوں کی عدالت کرو گے جیسا کہ انیسویں باب انجیل متی میں موجود ہے۔

پس جب ان کا ایمان طمعِ دنیوی پر حمل نہیں کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابوں کا ایمان باوجود ترکِ ریاست و اختیار مسکنت کے کیوں طمعِ ریاست پر محمول ہوتا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور عقلِ ذورین کو کام میں لا کر خدا کے عذاب سے ڈرو۔ وما علینا إلا البلاغ المبین . واللہ هو الموفق والمعین .

## دوسرا اعتراض

کتب احادیث کے مؤلفوں نے حالاتِ محمدی اور معجزاتِ احمدی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے اور نہ آپ کی باتیں بلا واسطہ سنی ہیں بلکہ ان سب کو بہ تو اترا ایک سو برس یا دو سو برس آپ کی وفات کے بعد سنا اور جمع کیا اور مقدار نصف کے نامعتبر جان کر ساقط کر دیا۔

## جواب

غرض اس اعتراض سے اظہارِ ضعفِ روایاتِ لسانی ہے اور حق یہ ہے کہ جو امر مقصود اور ضروری ہوتا ہے بالضرور یاد رہتا ہے گو اس کے وقوع کو کسی قدر عرصہ گزر چکا ہو اور جو روزمرہ کے سرسری کام ہوتے ہیں ان کے حفظ میں اہتمام نہیں رہتا ہے۔

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ پرسوں آپ نے کیا کھایا اور کتنی دفعہ پانی پیا تھا تو وہ بے شک نہ بتا سکے گا لیکن اگر یہ استفسار کیا جائے کہ تمہارے شہر میں وقتِ غدر کے کس کس کا گھر لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہا تھا تو اس ۲۲ برس کی بات کو از بر سنا دیں گے اور نیز اپنے فرزند یا بھائی کی شادی کے حالات باوجود انقضاے مدتِ دراز حرفِ بحرف لکھا دیں گے۔

پس جب دنیوی کاروبار کا یہ حال ہے تو احادیث نبوی کہ جن سے نصف یا زیادہ احکام شرعیہ کا ثبات ہوتا ہے اصحاب کبار اور ان کے شاگردان ابرار کو کیا یاد نہ تھیں۔ نہیں بلکہ واقفان احوال صحابہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ سب ان کو باہتمام تمام اور ضبط مالا کلام محفوظ تھیں، لیکن صدر اول میں بسبب برکت قرب زمان سعادت نشاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کمال حفظ و ضبط کے نیز خوف لبس قرآن و حدیث سے صحابہ تالیف و جمع احادیث کے محتاج نہ ہوئے اور تابعین یعنی صحابہ کے شاگردوں نے مثل امام زہری و امام ربیع بن صبیح و امام سعید وغیرہم نے احادیث کی تالیف بلا رعایت ابواب فقہی شروع کی۔

پھر تبع تابعین سے امام مالک نے مدینہ طیبہ میں اور امام ابو محمد عبد الملک نے مکہ معظمہ میں اور امام عبد الرحمن بن اوزاعی نے شام میں اور امام سفیان ثوری نے کوفہ میں اور امام حماد بن سلمہ نے بصرہ میں بلحاظ ترتیب ابواب فقہ کتب احادیث لکھیں۔

پھر امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہم اللہ اور امام مسلم بن حجاج نیشاپوری نے اپنی صحیحین میں احادیث صحیحہ پر اقتصار کیا اور احادیث غیر صحیحہ کو چھوڑ دیا لیکن احادیث متواترہ و صحیحہ کو کسی نے بھی نا معتبر جان کر ترک نہیں کیا ہے اور امامان علم حدیث نے روایت کے باب میں سخت کوشش فرمائی۔

اسماے رجال کی کتابیں دیکھنے والے یقین کرتے ہیں کہ روایت حدیث میں کس قدر احتیاط مرعی ہے۔ اب اس سعی بلیغ کے دیکھنے اور روایات سلسلہ وار جن کا انتہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بڑی متانت سے پہنچتا ہے ان کے ملاحظہ سے صاف ظاہر ہے کہ ان روایات لسانی میں کچھ بھی خلل متصور نہیں ہو سکتا ہے۔

دیکھو پانچ باب سفر امثال کی حضرت سلیمان کی وفات سے ۲۷۰ برس بعد روایات لسانی سے لکھی گئی ہیں اور انجیل مرقس اور لوقا اور انیس باب کتاب اعمال کی بھی روایات لسانی لکھی گئی ہیں، اس لیے جمہور اہل کتاب روایات لسانی کو معتبر جانتے ہیں۔ پس انجیل مرقس و لوقا و کتاب اعمال و سفر امثال تو آپ کے نزدیک باوصف روایات لسانی کے معتبر ٹھہریں اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایات لسانی ہو کر نا معتبر۔ یہ کیا سخت بے انصافی ہے۔ خدا اپنے سارے بندوں کو عقل سلیم عنایت فرمائے۔

## تیسرا اعتراض

جو عاقل تعصب کو چھوڑ کر اکثر احادیث کے معانی میں غور کرے تو جان لے گا کہ اُن کے معانی صادق اور مطابق نفس الامر نہیں ہیں۔

### جواب

اول: تو یہ اعتراض مجمل بلکہ مہمل ہے۔ کسی حدیث کے معنی کی نظیر نہیں لکھی تاکہ اس کی امثال کو اس اعتراض کا مورد تصور کیا جاتا اور اس کا جواب سوچنے میں آتا۔  
دوم: یہ اعتراض محض غلط ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں کوئی ایسا مضمون نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک ممتنع ہو، لیکن بعض معجزات کہ وہ خلاف اور خرق عادت ہیں اور ایسا ہی بہشت دوزخ اور فرشتوں کا حال ہے جن کے نظائر دنیا میں موجود نہیں ہیں، پس ان چیزوں کے ممتنع ہونے کی کوئی دلیل اگر آپ کے یہاں ہے تو اسے بیان کیجیے اور ہم سے اس کا جواب شافی لیجیے۔

اور اگر آپ کو یہ خلجان ہے کہ یہ امور خلاف عادت ہیں تو کیا مضائقہ ہے، کیونکہ معجزہ تو نام اسی چیز کا ہے جو حسب عادت نہ ہو بلکہ برخلاف عادت ہو۔ کیا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے عصا کا اُتر دہا بن جانا اور ساحروں کے تمام سانپوں کا نکل جانا اور پھر ویسے کا ویسا ہی عصا بن کر نظر آنا یہ خرق عادت اور خلاف معتاد نہ تھا۔ وعلیٰ هذا القیاس۔

دوسرے معجزاتِ موسوی جو کتابِ مقدس میں مذکور ہیں، پس جب ان کو مانا جاتا ہے تو معجزاتِ محمدی کے ماننے میں کون سی قباحت ہے۔ اور عالمِ اُخروی کو عالمِ دُنوی پر قیاس کرنا اور جس چیز کی دنیا میں نظیر نہ ہو اس سے منکر ہو جانا ان لوگوں کا کام ہے جو کسی مذہب و ملت کے پابند نہ ہوں، البتہ جس نے آگبوٹ اور ریل گاڑی نہ دیکھی ہوگی وہ اس قدر سرعت قطع مسافت سے منکر ہوگا مگر جب دیکھ لے گا تو اس کا استبعاد جاتا رہے گا۔

پس جب شارعِ معصوم اور صادقِ مصدوق نے ہم کو بعض چیزوں کی خبر دی جن کی نظیر ہم دنیا

میں نہیں دیکھتے ہیں تو خدا کو ہر چیز پر قادر جان کر ان چیزوں پر ایمان لاتے اور مان جاتے ہیں۔ بھلا انصاف تو کرو مسئلہ تثلیث اور کفارہ جو آپ کے ایمان کا اصل الاصول ہے اس کو کون سی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے بلکہ آپ لوگ خود کہتے ہیں یہ باتیں عقل میں نہیں آتی ہیں، پس ان ممتنعاتِ عقلی نفس الامری کو مان کر ممتنعاتِ زعمی اور فرضی سے منکر ہونا یہ کون سا مذہب و ملت ہے۔

## چوتھا اعتراض

بہت سی حدیثیں قرآن کے برخلاف ہیں کیوں کہ قرآن میں ہے کہ آنحضرت سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور حدیثوں میں بہت سے معجزات مذکور ہیں اور بھی قرآن میں ہے کہ آپ گناہ گار تھے اور بہت سی حدیثوں میں ہے کہ آپ معصوم تھے اور نیز قرآن میں ہے کہ آپ ابتدا میں جہل و گمراہی میں تھے جیسا کہ سورۃ الواضحیٰ میں ہے: **وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** اور سورۃ شوریٰ میں ہے: **مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَالْاِيْمَانُ** اور حدیثوں میں ہے کہ آپ ایمان پر متولد ہوئے تھے۔

## جواب

کوئی حدیث صحیح قرآن کے برخلاف نہیں ہے، صرف فہمید غیر سدید ہے۔ ایسا جب قرآن کے اول سے آخر تک بغور پڑھنے سے ہرگز نہیں پایا جاتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا بلکہ قرآن میں تو بجا ہا (بارہا) متعدد بہت بھاری ثبوت ہے معجزات کا۔ سورۃ بقرہ (اس) (۳) (۴) میں ہے:

**وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفٰسِقُونَ** (سورۃ بقرہ: ۹۹)

ترجمہ: اور ہر آئیے بے شک ہم نے اتاری تیری طرف اے محمد (ﷺ) معجزات ظاہر



اور نہیں منکر ہوتے ان معجزات کے مگر بے حکم لوگ۔

دیکھو کیسا شد و مد سے اثباتِ معجزات ہے۔ اس آیت کے معنی تفسیر عزیزی سے جو فارسی و اردو دونوں کثیر الوجود ہیں دیکھ لیجیے تاکہ بیچ اعتراض کا کشت زاروں سے برکنده ہو جائے اور پھر کبھی یہ دوسو اس آپ کے نزدیک نہ آئے۔ اور تیرہویں سوال کے جواب میں جو معجزات قرآنی کا مختصر بیان لکھا گیا ہے اس کو بھی بنظر تامل ملاحظہ کریں اور معجزہ شق القمر پر جو آپ کی قوم کے اعتراض تھے ان کا تھوڑا سا جواب بھی حاشیہ میں ابتداءً اسی جواب کے لکھ دیا ہے اس کو بھی آپ پڑھ لیں اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں البتہ قرآن میں اتنا ضرور ہے کہ جب کبھی کفار نے براہِ تعنت و عناد معجزہ طلب کیا یا عالم الغیب نے عدم انتفاع جان لیا تو اس کے جواب میں یہ حکم دیا :

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل: ۹۳/۱۷)

یعنی کہہ دو ان کے اعتراضات اور لغویات کے جواب میں میرا رب پاک ہے میں تو آدمی رسول ہوں مثل دوسرے رسولوں کے۔

یعنی جیسا کہ دوسرے رسول بھی کفار کے عناد اور لجاج کی حاجت میں معجزہ نہیں دکھاتے ویسا میں بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ اسی کون سی ضرور ہے کہ ہر واہیات میں خدا اور رسول کفار کی بات مان لیں پس اس میں مطلق معجزہ کی نفی نہیں بلکہ معجزہ مقترحہ کے دکھلانے سے انکار ہے، اور اسی پر سارے نبیوں کا مدار ہے۔ سو اگر آپ کو ہماری بات کا نہیں اعتبار ہے تو آٹھویں باب انجیل مرقس سے حضرت مسیح علیہ السلام کا حال سن لیجیے اور انصاف کیجیے :

(۱۱) اور فریسی نکلے اور اس کے امتحان کے لیے آسمان سے نشان چاہ کی اس سے حجت

کرنے لگے۔ (۱۲) اور اس نے اپنی روح میں آہ مار کے کہا کہ اس زمانہ کی قوم کیوں

نشان چاہتی ہے میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اس قوم کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔

اور اس قسم کی آیات عہد جدید و قدیم میں ہے بہت پیشکش کر سکتا ہوں، لیکن اختصار سے کار ہے

اور بابت عصمت کے سوال ۳، ۹، ۱۰، ۱۱ کے جوابات میں آیت قرآنی اس قدر لکھ چکا ہوں کہ اب اس

کے ذکر مکرر کی چنداں حاجت نہیں۔ ذرا تکلیف فرما کر ان کو پڑھ لیجیے اور اس دوسرے کو خاطر مبارک

سے باہر کیجیے۔ اور سوال ۱۲ کے جواب میں بھی اثباتِ عصمت کا ذکر ہے۔ باقی رہا اطلاق لفظ اضلال



کا آپ (ﷺ) پر سوا اس کا جواب یہ ہے کہ ضلال سے مراد ایمان سے گمراہ (جسے کافر کہتے ہیں) نہیں ہے کیونکہ اس ضلال کی خدانے آپ سے نفی کی ہے جیسا کہ سورہ نجم کے ابتدا میں فرمایا ہے :

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ (سورہ نجم: ۲، ۱، ۵۳)

یعنی ستارہ کی قسم ہے جب نیچے جاتا ہے کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ نہیں ہوا اور نہ دین کا راہ بھولا ہے۔

اور سورہ شوریٰ کے اخیر میں ہے :

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (سورہ شوریٰ: ۵۲، ۴۲)

یعنی اور بے شک تو ہدایت کرتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

پس جب خدانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضلال کی نفی کی اور آپ کو ہادی فرمایا تو کیسے متصور ہوتا ہے کہ خدانے ایسے ضلال کا اثبات کیا۔ ہل ہذا الا جنون۔ بلکہ مراد اس ضلال سے وہ ہے جو حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں لڑکپن میں اپنے جد عبدالمطلب سے راستہ میں بھول گیا اور بھوک سے سخت ناچار ہوا، پس خدانے مجھے راستہ بتایا اور اپنے گھر پہنچایا سو خدانے کریم اس حال کو یاد دلا کر اپنے حبیب قریب پر تحدیث نعمت کرتا ہے، اور بیضاوی و کشاف و جلالین میں یوں لکھا ہے کہ آپ شریعت سے ضال یعنی انجان تھے، پس خدانے الہام اور وحی سے شریعت پر ہدایت کردی اور ایسا ہی بارہ وجہ سے اس کی توجیہات لکھی گئی ہیں۔ اختصار کے واسطے اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دوسری آیت میں جو لفظ ایمان ہے مراد اس سے نماز ہے جیسا کہ فرمایا ہے :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّكُمْ ۝ (سورہ بقرہ: ۱۴۳، ۲)

[ای صَلَّوْا إِلَيْكُمْ]

یعنی خدا تمہارے ایمان [یعنی نماز] کو ضال نہ کرے گا۔

سو اس کے اور توجیہات بھی بہت ہیں جن سے آیات میں تطبیق حاصل ہو جاتی ہے، پس ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث میں ہرگز ہرگز مخالفت نہیں ہے۔

## پانچواں اعتراض

حدیثیں باہم مختلف ہیں؟۔

### جواب

احادیث صحیحہ ہمارے نزدیک معتبر ہیں اور اگر کسی حدیث نامعتبر کا کوئی مضمون مخالف مضمون کسی حدیث صحیح کے ہو تو ہم اس کو پایہ اعتبار سے خارج تصور کرتے ہیں اور جو بادی النظر میں احادیث صحیحہ کے درمیان اختلاف معلوم ہوتا ہے وہ ادنیٰ تا مل سے متفق ہو جاتا ہے۔ شروع احادیث میں تطبیقات کا کافی ذکر ہے، کوئی اہل اسلام میں سے اصلاً قائل اختلاف احادیث کا نہیں۔ ہاں ضرور ایسے اختلافات کی اگر تلاش درپیش ہو تو آپ کی مقدس کتابوں کا کوئی باب اختلاف سے خالی نہیں رہے گا۔

بہر حال ہماری احادیث میں وہ اختلافات نہیں ہیں جو آپ کی مقدس کتابوں میں ہیں۔ کتاب اظہار الحق میں ۱۲۴ اختلاف کتب عہد جدید و عہد عتیق کے لکھ کر یوں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی اہل کتاب کی کتابوں میں فکر سے دیکھے تو اُسے ناممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کو مسیح موعود مان سکے۔ اس ملازمت کے بیان میں امور اربعہ مذکور ہوتے ہیں :

پہلا یہ امر ہے کہ جب یواقیم بن یوشیا نے وہ صحیفہ جلادیا جو باروح نے ارمیا سے لکھا تھا تب یہ وحی ارمیا پر نازل ہوئی کہ یواقیم یہودا کے بادشاہ کی ضد میں رب کہتا ہے کہ ان سے کوئی داود کی کرسی پر نہ بیٹھے جیسا کہ چھتیسویں باب کتاب ارمیا میں ہے اور مسیح موعود کو داود کی کرسی پر بیٹھنا ضروری ہے لوقا نے پہلے باب اپنے انجیل میں حضرت جبرئیل کا قول جناب مریم سے یوں نقل کیا ہے :

اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کا آنا اس شرط سے مشروط تھا کہ ایلیا ان سے پہلے آئے گا اور یہود اسی واسطے آپ سے منکر ہوئے تھے کہ ایلیا اب تک نہیں آیا اور اس کا آنا ضرور ہے اور

حضرت مسیح نے بھی مان لیا تھا کہ ضرور ایلیا آنا تھا لیکن وہ آگیا اور تم نے اس کو نہیں پہچانا۔  
تیسرا امر یہ ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک معجزات کا ظہور ایمان کی دلیل بھی نہیں ہو سکتی ہے  
چہ جائے آنکہ نبوت یا الوہیت کی دلیل بن جائے۔ انجیل متی کے چوبیسویں باب کی چوبیسویں  
آیت ہے :

کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے  
یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔

پولوس کے دوسرے خط کے دوسرے باب کی نویں آیت دجال کے حق میں ہے کہ اس کا ظہور  
شیطان کی تاثیر کے موافق جھوٹ کی کمال قدرت اور نشانیوں اور اچھوں اور ہلاک ہونے والوں  
کے درمیان شرارت کے ہر طرح کی دغا بازی کے ساتھ ہوگا۔

چوتھا امر یہ ہے کہ جو کوئی غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائے تو وہ واجب القتل ہے،  
اور ظاہر ہے کہ مدعی الوہیت کا غیر اللہ ہے جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔

تیسریوں باب سفر استننا میں ہے :

جو نبی یا الہام کا مدعی جب عبادت غیر خدا کی طرف لوگوں کو بلائے تو وہ قتل کیا جائے  
اگرچہ صاحب معجزات عظیمہ ہو اور ایسا ہی جو ان کے قریبوں سے اس کی طرف راغب  
ہو تو بھی سنگ سار کیا جائے اور اس پر رحم نہ کریں۔

پس جب یہ چاروں مقدمات ذہن نشین ہو گئے تو اب جاننا چاہیے کہ حضرت مسیح بموجب نسب  
نامہ انجیل متی کے یواقیم کی اولاد سے ہیں پس ان کا داؤد کی کرسی پر بٹھانا جائز ہوا بحکم مقدمہ اولی  
اور آپ سے پہلے ایلیا نہیں آیا، کیونکہ اگر ایلیا خدا کا رسول صاحب وحی والہام آتا تو کب ممکن تھا کہ  
وہ اپنے نفس کو نہ پہچانتا اور یہود میں ظاہر نہ ہوتا پس حضرت مسیح موعود نہ ٹھہرے بحکم مقدمہ ثانیہ اور  
آپ نے بموجب زعم اہل تثلیث کے دعوی الوہیت کیا یعنی لوگوں کو آپ نے عبادت کی طرف بلایا  
پس واجب القتل ٹھہرے بحکم مقدمہ رابعہ اور وہ معجزات جو انجیل میں مذکور ہیں اول تو ان کو  
مخالف نہیں مانتا ہے اور اگر مان بھی لے گا تو معجزات دلیل ایمان کے نہیں ہو سکتے ہیں چہ جائے  
آنکہ دلیل نبوت یا الوہیت ہو سکیں بحکم مقدمہ ثالثہ۔

پس معاذ اللہ یہود آپ کے قتل میں حق پر تھے۔ اور کیا فرق ہے مسیحِ نصاریٰ اور یہود میں کیونکہ مسیح تو ایک ہی تھے جس کی نصاریٰ تصدیق کرتے ہیں اور یہود تکذیب۔

پس بے انداز شکر ہے اس خدائے واحد لا شریک کا جس نے بطفیل اپنے حبیبِ قریب حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کو ایسے تہلکوں اور خرابیوں سے بچایا کہ ہم معتقد ہوئے اس بات کے کہ حضرت مسیح ابن مریم خدا کے سچے نبی اور مسیح موعود ہیں، دعویٰ الوہیت سے دست بردار اور افتراءے اہل تثلیث سے سخت بیزار ہیں۔

ختم ہوا ترجمہ عبارت اظہار الحق کا اور نیز ختم ہوا یہ رسالہ فضل الہی سے۔

اب حقیر تمام بنی آدم کو دعوتِ اسلام کا پیغام پہنچا کر پادری عماد الدین صاحب سے ملتہم ہے کہ اگر آپ ان جوابات کو دیکھ کر نصرا نیت سے توبہ و تبری فرمائیں اور سرنو ایمان لے آئیں تو فہو المراد والحمد للہ علی ذلك .

مقتضائے طلب تحقیق حق یہی ہے اور خدا نخواستہ اگر قبولِ حق میں کچھ اغماض اور اختیارِ توحید سے اعراض ہو تو فضول بحث و جدال و قیل و قال سے ہاتھ اٹھائیں اور مجھے بھی تصدیق نہ بڑھادیں بلکہ اپنی حقیقت پر اگر یقین رکھتے ہیں تو قطعی فیصلہ کی طرف راغب ہو کر خود تشریف لائیں اور اپنے کنبے کو مع بڑے بڑے پادریوں کے ہمراہ لے کر اس کم ترین اُمت محمدیہ کو بھی بلائیں تاکہ پھر دونوں فریق مل کر خدائے غفار و قہار سے گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ جھوٹوں پر اس کی لعنت ہو پھر دیکھیں کہ اس میدان میں کس کا منہ کالا ہوتا ہے اور کس کا اُجلا۔ فرقانِ حمید میں مکابرہ اور مجادلہ کرنے والوں سے اسی طرح پر مقابلہ کرنے کا حکم ہے :

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ  
أَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ  
لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۶۱/۳)

(۱) پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں کہ عیسیٰ بنی آدم نہیں ہے بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کے جھوٹوں پر۔ ۱۲

اے قلوبِ منکسرہ کے جبر کرنے والے!

اے اپنی بے فرمانیوں کو دیکھ کر صبر کرنے والے!

میری کربتِ غربت پر رحم فرما اور میری سینئات کو حسنات سے بدلا اور مجھے مع اقارب و  
اجبا امتِ مرحومہ میں رکھ اور حشر کو لو اے حمد کے تلے اٹھا اور فوزِ عظیم کو پہنچا۔

ربنا لا تو اخذنا ان نسینا او اخطانا ، ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما  
حملته علی الذین من قبلنا ، ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به و اعف  
عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین . و  
صلی اللہ علی خیر خلقه سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ و  
ازواجه امہات المؤمنین اجمعین . اللہم ارحمنا معهم برحمتک یا  
ارحم الراحمین . آمین آمین آمین .

## تاریخ

تاریخ طبع زاد مولوی غلام نبی صاحب فیروز پوری شاگرد حضرت مؤلف صاحب

چومولانا جوابِ نغمہِ نبوت

پسندیدند خاص و عام دیرا

فلک ہم آفریں کردہ نثارش

ملک شد بہر تحسینِ نغمہ پیرا

خطابش کرد ہاتفِ سالِ تاریخ

جزاک اللہ فی الدارین خیرا

۳ ۹ ۲ ۱ ۵

قال المولوی فضل الحق قصوری لتاریخ الکتاب تلمیذ جناب المولف

واللہ لما یصنف کنحوہ فی هذا الباب (۱)

۳ ۹ ۲ ۱ ۵

(۱) بخدا اس باب میں ایسی کتاب ہرگز نہیں لکھی گئی ہے۔ ۱۲



جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا  
آیا حق اور گیا باطل۔ بے شک باطل جانے ہی والا ہے۔

# تحریفِ قرآن کا جواب

یعنی رسالہ

## إِقَامَةُ الْبُرْهَانِ

فِي رَدِّ مَنْ قَالَ

## بِتَحْرِيفِ الْقُرْآنِ

مؤلفہ

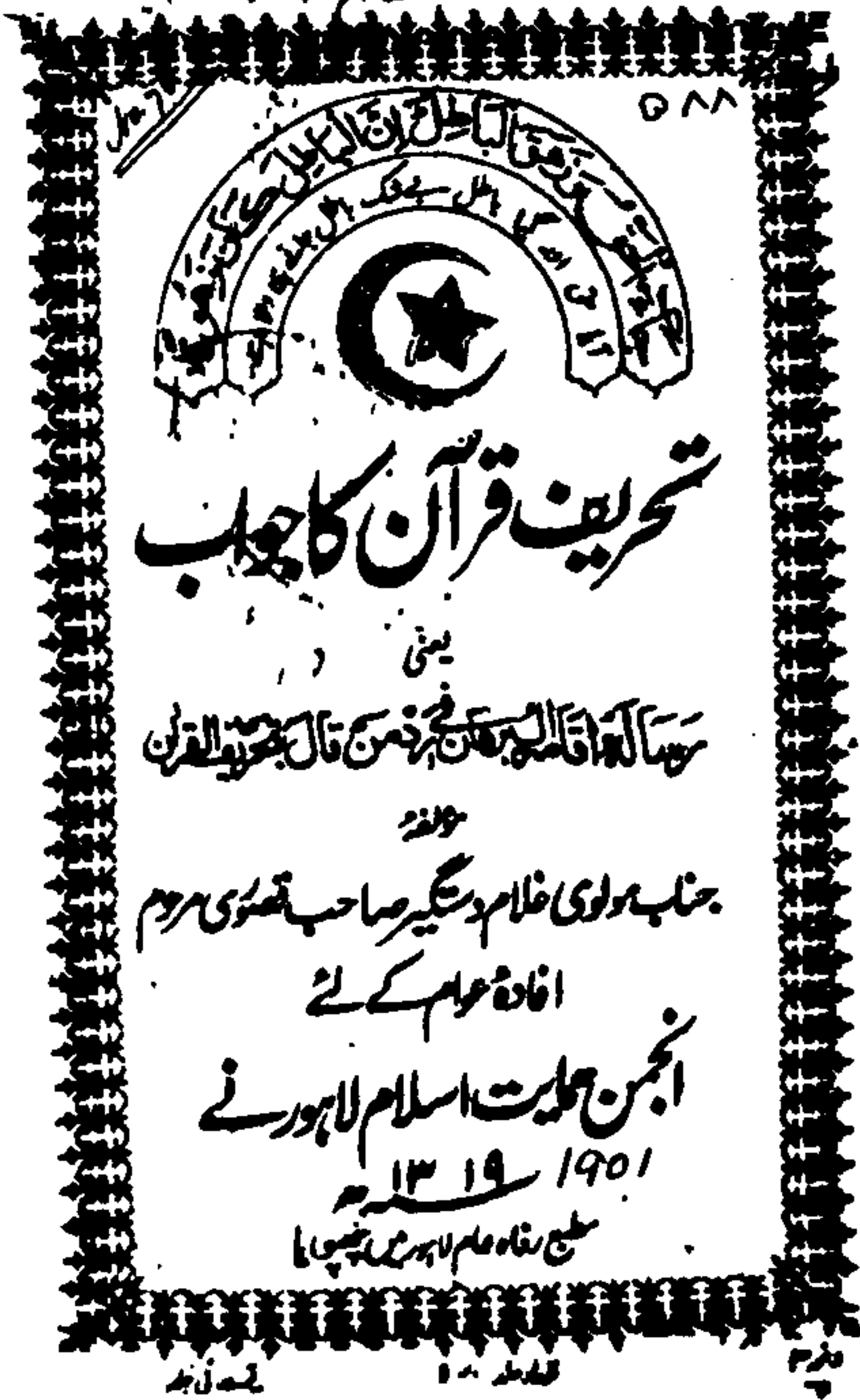
جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں افادہ عوام کے لیے انجمن حمایت اسلام لاہور نے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپوایا۔  
اس رسالہ کا سن تالیف ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۳ء ہے جیسا کہ صفحہ ۶ مطبوعہ انجمن حمایت اسلام، لاہور سے ظاہر ہے۔

Libary 'Ibtul-Fayl  
March, 1902.

۱۱۲۲۵

۵۸۸



تحریر قرآن کا جواب

یعنی

سوماء لواء السورقان فی زمن قال بحدوث القرن

مؤلفہ

جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم

افادہ عوام کے لئے

انجمن حمایت اسلام لاہور نے

۱۹۰۱ء ۱۳۱۹ھ

مطبع رفاہ عام لاہور میں شایع کیا

جلد اول

[پسلی انجمن حمایت اسلام، مطبع رفاہ عام لاہور سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد فقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر ہاشمی صدیقی قصوری - کان اللہ - ظاہر کرتا ہے کہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۱ ہجری مقدس (اکتوبر ۱۸۸۴ء) میں فقیر نے ایک رسالہ موسوم بہ 'تحریف القرآن' مطبوعہ لودیانا مشن پریس واقعہ ۱۸ء دیکھا اس کے پہلے ورق پر ابتدا میں لکھا ہے :

'محمدی دعویٰ کرتے ہیں کہ انجیل تبدیل ہو گئی ہے اور ہمارا قرآن صحیح اور درست ہے مگر جب ہم پوچھتے ہیں کہ کس وقت انجیل کی تبدیلی ہوئی اور کن لوگوں نے اس کو تبدیل کیا اور ان کا مطلب کیا تھا اور کون سی باتیں ہیں جو پہلے اور طرح تھیں اب اس طرح بدل گئیں اور اصل انجیل کہاں ہے۔ الی قولہ تو ان سوالوں کا ایک بھی جواب معقول نہیں دے سکتے اور نہ کسی دلیل سے اس دعویٰ کو ثابت کر سکتے ہیں۔' انتہی

پھر صفحہ ۳ میں لکھا ہے :

'مسیحی لوگ بطریق اولیٰ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے تحریف پائی اور یہ قرآن جو اب محمد یوں میں مروج ہے اصل قرآن نہیں ہے کیونکہ پہلے تو اسے ابو بکر نے اکٹھا اور مرتب کیا پھر عثمان نے دوبارہ ملاحظہ کر کے اصلاح دی حالانکہ شیعہ لوگ ان اشخاص کو کافر اور بے دین جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان نے کئی سورتوں کو جو علی کی شان میں تھیں قرآن سے نکال ڈالا۔' انتہی

پھر صفحہ ۴ سے صفحہ ۱۰ تک قرآنوں کے اختلاف کی تین حدیثیں مشکوٰۃ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ

اب مشکوٰۃ کی ان حدیثوں سے کئی ایک بات ثابت ہوتی ہیں :

پہلی یہ کہ خود محمد کے وقت میں ایک شخص نے ایک آیت کو ایسا اور دوسرے نے اسی آیت کو ویسا پڑھا تھا۔

دوسری یہ کہ قرآن محمد کے وقت میں ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ ابو بکر نے آیات کو

جمع کرنے کا حکم دیا۔ الی قولہ

تیسری یہ کہ عثمان نے خلافت کے تخت پر بیٹھ کر جب دیکھا کہ لوگ پھر بھی قرآن کے پڑھنے میں فرق کرتے ہیں اور ڈرا کہ قرآن میں آگے اور زیادہ خرابیاں نہ ہوں تو زید وغیرہ کو حکم دیا کہ قرآن کو دوبارہ صحیح کرے اور سب آیات قریش کی زبان میں لکھیں۔ چوتھی اس نے سب اگلے نسخے جمع کر کے جلادے اور اس نئے نسخے سے اور نئے نسخے لکھوا کر سب جگہ بھیج دیے اور اسی طرح اس کو مشہور کیا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ عثمان نے کس واسطے اگلے سب نسخوں کو جلادیا اور اگر وہ نیا نسخہ جو اس نے مشہور کیا اور اب مستعمل ہے اگلے نسخوں سے مضمون اور الفاظ میں بعینہ برابر اور موافق تھا اور اس نے صرف آیات اور سورتوں کی ہی ترتیب اور ترکیب اور طور پر کی تھی تو کیا سبب تھا کہ ان کو جلادیا بلکہ لازم تھا کہ اگر سب کو نہیں تو بعض کو ضرور ہی رکھ چھوڑا تا کہ اگر کوئی کہے کہ تم نے قرآن کو تغیر کر دیا اور بدل ڈالا تو ان نسخوں کو اس کے سامنے رکھے کہ لو یہ اگلے نسخے ہیں دیکھو اور مقابلہ کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ قرآن مضمون اور الفاظ میں اگلے نسخوں سے موافق اور مطابق ہے لیکن اس بات سے کہ عثمان نے ایسا نہیں کیا بلکہ سب اگلے نسخوں کو جلادیا تو کچھ اور گمان نہیں ہوتا مگر یہی کہ اگلے نسخوں میں ہر ایک اور طرح کا تھا یا یہ کہ جیسا شیعہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو قصداً کم کیا اور بعض آیات میں تغیر و تبدل کی ہے اور اس نسخہ کو جو حفصہ کے پاس تھا اور عثمان نے اس کو پھیر دیا اس کی خبر کسی کو پھر نہ ملی۔ الی قولہ

ہر صاحب فہم و شعور کے دل میں قرآن کے صحیح اور اصل ہونے کی بابت شک کلی ہوگی اگر محمدی ایسی باتیں تو ریت و انجیل کی بابت مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے نکال لاسکتے تو البتہ ان کا یہ ادعا کہ کتب مقدسہ تحریف ہوئی ہیں بے جا نہ ہوتا۔

یہ مضمون ہے اس رسالہ کے اخیر صفحہ ۱۲ تک اس کے دیکھنے سے فقیر کو غیرت دینی نے اس پر آمادہ کیا کہ اس کا جواب لکھا جائے تاکہ مصنف رسالہ مذکور کی غلط فہمی یا دھوکہ دہی ظاہر ہو جائے۔





پوشیدہ نہ رہے کہ اس رسالہ (یعنی پادری کے رسالہ 'تحریف القرآن') میں دو مضمون ہیں: اول: یہ کہ کتب مقدسہ توریت و انجیل محرف نہیں ہیں۔ دوسرا: یہ کہ قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ پس اول قرآن مجید کا تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا ظاہر کر کے پھر بعد ازاں کتب مقدسہ کی تحریف واقعی اور یقینی ان کی معتبر اور مشہور کتابوں سے ظاہر کروں گا۔ واللہ ہوا الموفق والمعين۔

واضح رہے کہ معنی 'تحریف' کے لغت میں پھیر دینا اور بدل کرنا ہے ایک سخن کا اپنی وضع اور حالت سے۔ کذافی غیاث اللغات وغیرہ۔

پس ناگزیر ہوا کہ کلام محرف میں اصلی کلام لفظاً و معنماً بدل جائے گا اور اس جگہ جو تحریف میں کلام ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ کلام الہی کا تغیر و تبدل کرنا پس تحریف کلام الہی وہ ہوگی جو کسی نے اس کلام کو اول بدل کر دیا ہوتا کہ معنی بدل جائیں تو جس جگہ کلام الہی کا بحکم پروردگار دو یا تین طور پر پڑھنا روا ہو اور معنی میں بھی کچھ فرق نہ ہو تو اس کو تحریف کہنا غلط فہمی یا دھوکہ دینا ہے۔

دیکھو سورہ فاتحہ میں آیت مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ کو جس کے معنی خداوند روز قیامت کے ہیں۔ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ بھی اس میں قراءت ہے یعنی بادشاہ قیامت کا۔

اب انجان خیال کرے گا کہ دوسری قراءت پڑھنے والے نے آیت کو بدلا دیا ہے اور واقع میں یوں نہیں بلکہ مالک یوم الدین اور مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ دونوں طرح سے کلام الہی ہی ہے پس اس اختلاف قراءت کو جو پادری صاحب بدیں عبارت کہ: 'خود محمد کے وقت میں ایک شخص نے ایک آیت کو ایسا اور دوسرے نے اسی آیت کو ویسا پڑھا تھا' بیان کر کے تحریف سمجھ رہے ہیں یہ خلاف عقل و علم خانہ ساز اصلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف نصیب کرے۔

یہاں پر اس اختلاف قراءت کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن دوسری قراءت میں پڑھا، میں اس قراءت کو نہیں جانتا تھا۔ میں اس کو حضرت ع کے پاس لایا آپ نے میری

اور اس کی دونوں قراءتوں کو درست فرمایا۔ سو میرے دل میں اس وقت ایسا شک پڑ گیا کہ حالت کفر میں بھی ویسا شک نہ تھا۔ حضرت سمجھ گئے اور آپ نے ایسا ہاتھ میرے سینے پر مارا کہ میں خوف کے مارے سینے میں ڈوب گیا اور گویا میں نے خدا کو دیکھ لیا یعنی شک جاتا رہا حق بات صاف کھل گئی تب حضرت ﷺ نے یہ حدیث فرمائی :

يا بنى اُرِيسَلْ اِلَى اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتَ اِلَيْهِ اَنْ هُوْنَ عَلٰى  
اُمْتِىْ فَرَدَّ اِلَى الثَّانِيَةِ اَقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتَ اِلَيْهِ اَنْ هُوْنَ عَلٰى اُمْتِىْ  
فَرَدَّ اِلَى اَقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرَافٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْئَلَةٌ  
تَسْتَلْنِيْهَا فَقُلْتَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمْتِىْ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمْتِيْوَ اٰخِرَتِ الثَّلَاثَةِ لِيَوْمِ  
يُرْغَبُ اِلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ حَتَّى اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . (۱)

ترجمہ: (صحیح مسلم وغیرہ میں) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے جو قرآن مجید کے قاری تھے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! حکم بھیجا گیا میری طرف اس کا کہ پڑھ قرآن کو ایک قراءت میں۔ سو میں نے پھر بھیجا خدا کی طرف کہ آسانی کر میری امت پر سو خدا نے پھر حکم بھیجا میری طرف دوسری بار کہ پڑھ قرآن کو دو قراءت میں سو میں نے پھر بھیجا خدا کی طرف کہ میری امت پر آسانی کر سو خدا نے حکم بھیجا میری طرف کہ پڑھ قرآن کو سات قراءتوں میں اور یہ حکم ہوا کہ تجھ کو بہ شمار ہر بار حکم بھیجنے کے جس کو میں نے تیری طرف پلٹا ایک ایک سوال کرنے کی اجازت ہے کہ تو اس کو مانگے یعنی تین بار کوئی اور دعا کر تو قبول ہو۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: سو میں نے کہا اے خداوند! میری امت کو بخش، اے خداوند میری امت کو بخش یعنی دو بار تو سوال کر چکا اور پیچھے ڈال رکھا میں نے تیرے سوال کو اس دن کے واسطے کہ جب خلق جھکے گی میری طرف سب کے سب یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

(۱) صحیح مسلم: ۵۶۱/۱: حدیث: ۸۲۰..... صحیح ابن حبان: ۱۴/۳: حدیث: ۷۴۰..... مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۲۸۳: حدیث: ۲۳۳۰۱..... جامع الاحادیث سیوطی: ۲۰/۹: حدیث: ۷۸۲۲۔

## فائدہ

حضرت ﷺ کو اپنی امت پر کیا شفقت تھی کہ عرض معروض کر کے سات قراءت کی اجازت لی تاکہ امت پر ایک قراءت میں پڑھنا مشکل نہ پڑے اور حق تعالیٰ کی رحمت کو خیال کرنا چاہیے کہ جب اپنے حبیب کو اپنی امت پر اتنا مہربان دیکھا تو امت کے حق میں تین بار سوال کرنے کی اجازت اوردی، سو حضرت نے امت کے بخشے کا دو بار سوال کیا اور تیسرا سوال قیامت کے واسطے رکھ چھوڑا کہ جب تمام پیغمبر خوف ناک ہوں گے اور کسی کے واسطے نہ کہہ سکیں گے تب ہمارے حضرت ﷺ شفاعت پر مستعد ہوں گے اور قیامت میں پیغمبر لوگ بھی حضرت ﷺ سے اپنے واسطے کچھ سعی سفارش چاہیں گے حتیٰ کہ ابراہیم خلیل اللہ بھی دامن محمدی پکڑیں گے۔ کذا فی ترجمۃ مشارق الانوار المسماة بہ تحفة الاخیار فصلی اللہ وسلم علی حبیبہ و إخوانہ و عترتہ کما یحب و یرضی۔

اس حدیث سے صاف صاف ثابت ہے کہ ساتوں قراءت کلام الہی ہے اس کو تحریف کہنا جاہلوں کو دھوکہ دینا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس قرآن مجید کا آنحضرت ﷺ کی زمانِ سعادت نشان میں جمع نہ ہونے سے کچھ خلل لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہر سورۃ میں آیتوں کی ترتیب بحکم الہی وقوع میں آئی تھی اور وہ سب سورتیں یعنی اول سے آخر تک تمام قرآن مجید کئی صحابہ کو یاد تھا پس باوصف موجود ہونے حافظوں کے اگر قرآن ایک جلد میں جمع نہ ہوا تو کیا مضائقہ۔ مع ہذا باری تعالیٰ نے قرآن مجید کے حفظ و نگہبانی کا خود وعدہ فرمایا ہوا تھا جیسا کہ سورۃ حجر کی ابتدا میں ارشاد ہے :

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (سورۃ حجر: ۹/۱۵)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک ہم نے ہی اتارا ہے قرآن کو اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اور سورۃ حم السجدۃ میں بھی ارشاد ہو چکا تھا کہ

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبِطْلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ

حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ (سورۃ فصلت/حم سجدہ: ۴۲/۴۱)

یعنی اور تحقیق وہ قرآن عزت والی کتاب ہے اُس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے نہ پیچھے سے، اُتاری ہوئی ہے خدائے دانا صاحب تعریف کی طرف سے۔

پس جس کلام کا مالک الملک خود نگہبان ہو اور اس میں کسی کے دخل اور تغیر و تبدل کو گنجائش نہ ہو اور نیز کئی حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہو تو ابتداءً اس کے ایک جلد میں جمع نہ ہونے سے کیا خطرہ!۔

پھر حضرت ﷺ کی وفات شریف کے بعد ہی بہ مزید احتیاط جب خلیفہ اول نے جمع کرایا تو اس وقت ایک ہی طور پر سب صحابہ کے اجماع سے جمع نہیں ہوا تھا۔ کسی نے سورتوں کو برعایت ترتیب نزول جمع کیا تھا اور کسی نے کسی اور ترتیب سے جو اُس کو پسند آئی۔ جب ایسے نسخے جن میں صرف ترتیب کا ہی اختلاف تھا مشتہر ہوئے اور کئی حافظ بھی انتقال کر گئے تو تیسری خلافت میں جو حضرت ﷺ سے بعد تیرہویں برس قائم ہوئی تھی سب صحابہ کے اجماع سے اس اختلاف ترتیب کو رفع کرنے کے لیے اس ترتیب پر جو حضرت ﷺ سے یاد رکھتے تھے قرآن کی سورتوں کو جمع کیا اور جہاں کسی ایک دو سورتوں میں وہ ترتیب کسی کو یاد نہ رہی تو اپنے اجتہاد سے صحابہ نے ان میں ترتیب دے کر بموجب اس ترتیب کے کئی نسخے لکھوائے اور مشتہر کرائے۔

دوسرے صحابہ مثل حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب رضی اللہ عنہما جنہوں نے دوسری ترتیب سے قرآن کو جمع کر رکھا تھا وہ بھی اسی ترتیب کے تابع ہو گئے۔ تب اس پہلی ترتیب کے نسخوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلا دیا تھا کہ اختلاف ترتیب بالکل رفع ہو اور یہی ترتیب جو خدائے پاک اور رسول مقبول ﷺ کو پسند ہے اُمت میں شائع ہو۔ چنانچہ سب مجتہدین نے اس ترتیب کو قبول کیا اور ایک نسخہ پہلا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا چونکہ واقعی قرآن مجید میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا تھا اور نہ کسی ایمان دار کو کوئی شک تھا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی اعتراض ہوا تھا جس پر مقابلہ کی حاجت پڑتی۔

تو اس واقعہ میں اب تیرہ سو برس کے بعد یہ شک لانا کہ تیسرے خلیفہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کر دیا ہے محض بہتان اور افتراء ہے۔ شکی بات سے یقین کا توڑنا سراسر حق سے منہ موڑنا ہے۔ پھر پادری صاحب شیعہ کی طرف سے قرآن کا تغیر و تبدل نقل کرتے ہیں یہ بھی بے اصل بات ہے کیونکہ شیعہ کی معتبر کتابوں سے مثل تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی و صراط مستقیم و مصائب النواصب و رسالہ



اعتقاد یہ شیخ صدوق وغیرہا سے ثابت ہے کہ محققین شیعہ کے نزدیک قرآن اتنا ہی ہے جو دشمنین میں منقول و مسطور اور مسلمانوں میں مشہور ہے کچھ کمی بیشی اور تغیر و تبدل اس میں نہیں ہوا ہے۔

پس جب پادری فنڈر صاحب اور ان کے اتباع کے اعتراض باطل ہوئے تو یہی بات حق اور ثابت ٹھہری کہ یقیناً قرآن مجید تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اور جو روایت اس کے برخلاف کوئی بیان کرے وہ مردود اور باطل ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آج تک جو ۱۳۰۲ ہجری مقدس ہے اور قرآن کے نزول کو قریب تیرہ سو سال کے ہو چکا ہے تو اس قدر مدت ہائے دراز و قرن ہائے طویل میں قرآن مجید میں ایک لفظ بلکہ حرکت یا نقطہ تک کا فرق نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ممکن ہے۔

بڑے سے بڑا عالم اگر سہواً کوئی لفظ قرآن کا غلط پڑھے تو ایک چھوٹا سا لڑکا حافظ قرآن بتا دیتا ہے کہ یہ لفظ یوں صحیح ہے اور یہ محفوظیت قرآن کی ایسی بات نہیں کہ قرآن کے ماننے والے ہی اس کے قائل ہیں بلکہ دوسرے دین والے منصف مزاج بھی اس امر مسلم الثبوت کو تسلیم کرتے ہیں خود پادری صاحبان کی قوم کے بہت سے علما اس بات کو مانتے ہیں۔ اگر طوالت منظور ہوتی تو کئی نقلیں اس بارہ میں منقول ہوتیں مگر اختصار کی وجہ سے اتنا ہی ذکر کافی ہے کہ سرو لیم میور صاحب اپنی کتاب 'لائف آف محمد' (The Life of Muhammad) میں بڑی متانت سے لکھتے ہیں :

'دنیا میں غالباً کوئی اور کتاب نہیں ہے جس کی عبارت بارہ سو برس تک ایسی خالص رہی ہو۔' انتہی (☆)

پس غور کرو کہ جب غیر دین والے لوگ بھی قرآن کی نسبت ایسا خیال ظاہر کریں تو کب ممکن ہے کہ قرآن میں تحریف و تغیر و تبدل واقع ہو۔ والفضل ما شهدت بہ الأعداء . پس متحقق ہوا کہ قرآن مجید عمدہ سے عمدہ طور پر محفوظ ہے اور پادریوں کا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید میں تحریف واقع ہوئی ہے بالکل باطل اور بلا دلیل ہے۔

اب میں پادری صاحب کے ان اعتراضوں کا جواب جو انجیل کی تحریف کے باب میں پادری

(☆) There is probably in the world no other work which has remained twelve centuries with so pure a text. (The Life of Mahomet) by William Muir LL.D. pg. 558, published by Smith, Elder & Co., 15 Waterloo Place, London in 1878 (مرتبین)



صاحب نے تحریر فرمائے لکھتا ہوں :

واضح رہے کہ باقرار علمائے مسیحی و باقبال کتب معتبرہ مسیحی کے کتب مقدسہ میں تحریف واقع ہوئی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ عہد عتیق کے مشہور نسخے تین ہیں :

پہلا نسخہ عبرانی جس کو یہود اور اکثر علمائے پروٹسٹنٹ معتبر جانتے ہیں۔

دوسرا نسخہ یونانی جو ۱۵۰۰ء تک عیسائیوں کے نزدیک معتبر تھا اور عبرانی نسخہ کو محرف جانتے تھے اور یہ اب تک گر جا یونانیہ اور مشرقی گرجاؤں میں معتبر گنا جاتا ہے اور ان دونوں نسخوں میں سب کتابیں عہد عتیق کی جمع ہیں۔

تیسرا نسخہ سامری جو سامریوں کے نزدیک معتبر ہے اور یہ نسخہ بعینہ نسخہ عبرانی ہے، لیکن اس میں سات کتابیں عہد عتیق کی ہیں کیونکہ سامری باقی کتابوں کو عہد عتیق سے نہیں مانتے ہیں، اور یہ سامری نسخہ عبرانی نسخہ پر بہت سے فقروں اور لفظوں میں زائد ہے، اور کئی محقق علمائے پروٹسٹنٹ مثل کئی کات و ہیلو و ہیونی کیت وغیرہم نسخہ سامری کے معتقد ہیں اور عبرانی کو یہود کا تحریف کیا ہوا جانتے ہیں اور اکثر علمائے پروٹسٹنٹ کے بھی بعضے مقاموں میں نسخہ سامری کو عبرانی پر مقدم کرتے ہیں۔

یہاں پر اس اجمال کی بقدر ضرورت تحصیل یوں ہے کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ سے نوح علی نبینا و علیہ السلام کے طوقان تک نسخہ عبرانی کی رُو سے ایک ہزار چھ سو چھپن سال ہوتے ہیں اور نسخہ یونانی کی رُو سے دو ہزار دو سو باسٹھ برس ہوتے ہیں اور نسخہ سامری کی رُو سے ایک ہزار تین سو سات برس ہوتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر ہنری واسکاٹ میں ایک جدول لکھ کر حضرت آدم سے لاکھ تک ہر شخص کی عمر سے وہ برس لکھا ہے جس میں اس کے گھر میں تولد ہوا اور حضرت نوح کی عمر سے سال طوقان لکھا ہے۔ بدیں صورت :

نام	نسخہ عبرانی	نسخہ سامری	نسخہ یونانی
آدم	۱۳۰	۱۳۰	۲۳۰
شیث	۱۰۵	۱۰۵	۲۰۵

۱۹۰	۹۰	۹۰	انوش
۱۷۰	۷۰	۷۰	قینان
۱۶۵	۶۵	۶۵	مہلائیل
۱۶۲	۶۲	۱۶۲	بارو
۱۶۵	۶۵	۶۵	حتوک
۱۸۷	۶۷	۱۸۷	متوسالچ
۱۸۸	۵۳	۱۸۲	لامک
۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰	نوح
۲۲۶۲	۱۳۰۷	۱۶۵۶	

پھر تینوں نسخوں کی رُو سے ثابت ہے کہ حضرت نوح طوفان کے وقت چھ سو برس کے تھے اور حضرت آدم کی عمر نو سو تیس برس کی ہوئی ہے تو نسخہ سامری کی رُو سے یہ لازم آیا کہ وقت وقافہ حضرت آدم کے حضرت نوح دو سو تیس برس کے تھے اور یہ بات سب مؤرخوں کے نزدیک باطل ہے، اور نسخہ عبرانی اور یونانی بھی اس کو جھٹلا رہے ہیں کیونکہ ان کی ولادت عبرانی کی رُو سے حضرت آدم کے ایک سو چھبیس سال بعد ہوئی اور نسخہ یونانی کی رُو سے سات سو تیس سال بعد حضرت آدم کے حضرت نوح پیدا ہوئے تو اس اختلافِ فاحش اور سخت تحریف کی وجہ سے یوسفیس یہودی مورخ مشہور نے جو عیسائیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے اس نے تینوں نسخوں پر اعتبار نہیں کیا اور کہا ہے کہ مدت مذکور بائیس سو چھپن برس ہے۔

اب غور کرو کہ تحریف اس کا نام ہے جو تینوں نسخے الہامی کتابوں کے باہم نہیں ملتے اور زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں پہلی تحریف کے ضمن میں کئی تحریفات آگئی ہیں۔

اب آگے اور تحریف دیکھو کہ زمانہ طوفان سے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی ولادت تک عبرانی نسخے کی رُو سے دو سو بانوے سال ہوتے ہیں اور یونانی نسخے کی رُو سے ایک ہزار پچھتر

اس ہوتے ہیں اور نسخہ سامری کی شہادت سے نو سو بیالیس سال ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی تفسیر ہنری سکاٹ میں جدول مثلاً جدول بالا کے لکھی ہے جس میں سوائے سام کے سب کی عمر سے وہ سال لکھا ہے جس میں اس کے گھر فرزند پیدا ہوا۔ اور سام کے محاذی وہ سال ہے جس میں بعد طوفان اس کے گھر فرزند تولد ہوا اور وہ جدول یہ ہے :

نام	نسخہ عبرانی	سامری	یونانی
سام	۲	۲	۲
ارشد	۳۵	۱۳۵	۱۳۵
قیان	۰	۰	۱۳۰
شاخ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
عار	۳۲	۱۳۲	۱۳۲
قانع	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
رعو	۳۲	۱۳۲	۱۳۲
سروغ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
ناحور	۲۹	۷۹	۷۹
تارخ	۷۰	۷۰	۷۰
	۲۹۲	۹۳۲	۱۰۷۲

پس دیکھو کہ اس میں بھی سخت اختلاف اور ایسی تحریف واقع ہوئی ہے کہ جس سے تینوں نسخوں میں تطبیق غیر ممکن ہے۔ جب بموجب نسخہ عبرانی کے ولادت حضرت ابراہیم کی طوفان سے دو سو بانوے سال بعد ہوئی اور حضرت نوح طوفان کے بعد تین سو پچاس سال زندہ رہے تھے جیسا کہ آیت ۲۸ باب ۹ سفر تکوین میں لکھا ہے تو لازم آیا کہ حضرت ابراہیم بوقت وفات حضرت نوح کے

اٹھاون سال کے تھے، اور یہ بات سب مؤرخوں کے نزدیک غلط ہے، اور یونانی اور سامری نسخہ بھی اس کی تکذیب کر رہے ہیں، کیونکہ یونانی کے بموجب ولادت حضرت ابراہیم کی حضرت نوح کی وفات سے سات سو بائیس برس بعد ہوئی ہے

اور بموجب نسخہ سامری کے پانچ سو بانوے برس بعد وفات حضرت نوح کے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

اور نیز یونانی نسخہ میں ارفخشد اور شالخ کے درمیان میں ایک طن قینان کا لکھا ہے جو عبرانی اور سامری میں معدوم ہے۔

اور لوقا کی انجیل میں نسخہ یونانی پر اعتماد کر کے نسب نامہ صحیح میں قینان کو درمیان لکھا ہے حالانکہ بموجب شہادت نسخہ عبرانی اور سامری دونوں الہامی کتابوں کے قینان عدم محض ہے۔

پھر بسبب اس سخت اختلاف الہامی کتابوں کے عیسائیوں نے بھی آپس میں اختلاف کر کے تینوں نسخوں کا اس باب میں اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ اس جگہ الہامی کتابوں کو پس پشت ڈال کر بیان کیا کہ زمانہ مذکور تین سو باون سال ہے۔ اور یوسیفس یہودی مورخ مشہور نے بھی ان تینوں نسخوں پر اعتبار نہیں کیا اور کہا ہے کہ زمانہ مذکور نو سو ترانوے سال ہے جیسا کہ تفسیر ہنری واسکاٹ میں منقول ہے۔

اور اگسٹائن جو چوتھی صدی میں عالم علمائے مسیحی گزرا ہے مع اور قدیمی علاقہ کے اس اعتقاد پر ہے کہ نسخہ یونانی صحیح ہے اور ہارسی مفسر نے بھی اپنی تفسیر میں بذیل آیت ۱۱ باب ۱۱ سزنگوین کے اسی کو اختیار کیا ہے یعنی نسخہ یونانی صحیح جانتا ہے اور ہیلو کہتا ہے کہ نسخہ سامری صحیح ہے اور ہورن محقق بھی اسی پر ہے۔

اور پہلی جلد تفسیر واسکاٹ میں ہے کہ اگسٹائن کہتا تھا کہ یہود نے عبرانی نسخہ کو تحریف کر دیا ہے ان اکابر کی تاریخوں کو جو طوفان سے پہلے تھے اور نیز جو بعد طوفان پیدا ہوئے حضرت موسیٰ تک اور غرض یہود کی اس تحریف کرنے سے یہ تھی کہ ترجمہ یونانی غیر معتبر ہو جائے اور دین مسیحی میں خلل آئے اور قدیمی عیسائی ایسا ہی کہتے تھے کہ یہود نے ۱۳۰ء میں تورات کو تحریف کر دیا تھا یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر ہنری واسکاٹ کا۔

اور ہورن دوسری جلد اپنی تفسیر میں بہت سے دلائل قائم کر کے کہتا ہے کہ بے شک یہود نے قصداً تحریف کیا تو ریت کو اور جو کہتے ہیں کہ سامریوں نے قصداً تحریف کی ہے یہ بے اصل بات ہے، یہ ترجمہ ہے خلاصہ عبارت تفسیر ہورن کا۔

اب دیکھو مفسرین کتب عہد عتیق کیسا صریح اور صاف اقرار اور اقبال کر رہے ہیں کہ ان کتابوں میں تحریف واقع ہوئی اور تاریخ تحریف اور غرض تحریف مع نشان و پتہ تحریف کنندگان کیا خوبی سے بتا رہے ہیں پس کیسا جواب شافی ملا پادری صاحب کو جو ابتدا سے رسالہ تحریف القرآن میں لکھ کر دھوکہ دیتے رہے ہیں کہ:

’مسلمان اس کا معقول جواب نہیں دیتے کہ کس وقت تبدیل ہوئی اور کن لوگوں نے تبدیل کیا اور ان کا مطلب کیا تھا۔‘ الخ

یعنی جواب یہ ہے کہ پادری صاحب کی معتبر تفسیروں میں لکھا ہے کہ قدیمی معتبر عیسائی کہتے تھے کہ یہود نے ۱۳۰ء ایک سو تیس میں بغرض تخریب دین مسیحی کے تو ریت میں تحریف کی اور ایسی تحریف جس سے کتب الہامی کے نسخوں میں اس قدر تغیر و تبدل واقع ہوا جس کی تطبیق ممکن ہی نہیں، کیونکہ زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا ہے۔

پس اب کے عیسائی اور تنخواہ دار پادری جو اس تحریف یقینی کو سہو کا تب پر حمل کر رہے ہیں خلاف انصاف اور محض ہٹ دھرمی ہے۔ کیا معنی کہ سہو کا تب تو تھوڑی سی توجہ سے نکل جاتے ہیں اور یہ تو اس قدر تحریف ہوئی جس سے ایک ہزار سات سو تریس برس سے ان کی کتابیں باہم سخت مختلف ہو گئیں اور قابل اعتبار کے نہ رہیں۔ پھر حیلے بہانے کر کے دنیوی فائدوں کو پورا کرنے کی نیت سے انہی محرف کتابوں پر چلنا اور نہایت صحیح کتاب آسمانی پر ایمان نہ لانا پناہ بخدا سے لایزال۔ پروردگار عالم انصاف بخشنے اور سیدھے راستے کی رہنمائی کرے۔

اگر عیسائیوں کو اس قدر اظہار تحریف سے دل جمعی نہ ہو تو لیجیے اور بھی عرض کر دیتا ہوں کہ عبرانی نسخے کی کتاب استثناء باب ۲۷ آیت ۴ میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے عیال کے پہاڑ میں مسجد کے بنانے کا حکم دیا تھا۔ اور نسخہ سامری میں لکھا ہے کہ جزریم کے پہاڑ میں مسجد کا حکم دیا تھا، اس لیے قدیم سے یہودیوں اور سامریوں میں یہ اختلاف چلا آیا ہے، اور ہر فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ دوسرا نسخہ

مخرف ہے اور ایسا ہی علمائے فرقہ پر وٹسٹنٹ اس باب میں مختلف ہیں۔

آدم کلارک مشہور مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد صفحہ ۸۱۷ میں لکھتا ہے کہ محقق کنی کاٹ کا دعویٰ یہ ہے کہ نسخہ سامری صحیح ہے اور محقق پادری اور در شیور دعویٰ دار ہیں کہ نسخہ عبرانی صحیح ہے مگر بہت لوگ جانتے اور یقین کرتے ہیں کہ کنی کاٹ کی دلیلیں قوی ہیں اور سامریوں کی عداوت کی رُو سے ضرور یہود نے تحریف کی ہے، کیونکہ اس بات کو سب مانتے ہیں کہ جزیم کا پہاڑ چشمے دار ہے جس میں باغات اور سبزی ہے تو اس میں مسجد کا بنانا مناسب ہے برخلاف عیال پہاڑ کے کہ وہ خشک مکان ہے۔ یہ ترجمہ ہے کلام مفسر مذکور کا۔

ہر چند یہ تین سچی شہادتیں وقوعِ تحریف کی کتب مقدسہ میں بمقابلہ اہل تثلیث کے کافی تھیں، مگر ایک اور بھی علاوہ کے طور پر ہدیہ کرتا ہوں تاکہ کسی صاحب کا کوئی ارمان باقی نہ رہے۔ سفر صموئیل کے باب ۲۲ آیت ۹ میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل آٹھ سو ہزار مرد جزار تھے اور یہود کی اولاد پانچ سو ہزار بہادر تھے۔ اور آیت ۵ باب ۲۱ سفر ملوک اول میں ہے کہ اسرائیلی بارہ سو ہزار مرد جزار تھے اور یہود چار سو ہزار اور ستر ہزار تھے۔

اب ہر ادنیٰ اعلیٰ یقین کرتا ہے کہ ان دونوں عبارتوں سے ایک نہ ایک ضرور مخرف ہے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں بضمن ان عبارتوں صموئیل کے لکھتا ہے کہ دونوں عبارتوں کا صحیح ہونا غیر ممکن ہے اور ایک کو ان دونوں سے بالیقین صحیح جاننا بھی مشکل ہے۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ پہلی عبارت صحیح ہے اور عہدِ عتیق کتب تواریخ میں بہت جگہ تحریفات واقع ہوئی ہیں ان میں تطبیق بننے کا خیال کرنا عبث اور بے ہودہ ہے۔ بہتر ہے کہ ہم پہلے سے مان لیں اس بات کو یعنی تحریف کو جس کے انکار کی ہم کو گنجائش نہیں۔ یہ کلام مفسر مذکور کا ترجمہ ہے۔

اب اس مذکورہ بالا سے ہر دانش مند کو یقین ہوا کہ کتب عہدِ عتیق میں واقعی اور یقینی تحریف ہوئی ہے۔ باقی رہا حال عہدِ جدید کا سوا پر یہ بھی گزر چکا ہے کہ انجیل لوقا میں نسخہ یونانی پر اعتماد کر کے نسب نامہ مسیح میں قینان کو لکھا ہے جس کا وجود بموجب شہادت والہامی کتابوں نسخہ عبرانی اور سامری کے نابود ہے۔

پس جب انجیل ایک چیز محض عدم کو۔ جس کے معدوم ہونے پر دو الہامی کتابیں گواہ ہیں۔



ثابت کر رہی ہے اور ایک شخص بناوٹی کو حضرت مسیح کے اجداد میں لکھ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جھوٹے باپ کی طرف نسبت گناہ کبیرہ ہے تو پھر اس انجیل کی صحت میں بڑا بھاری شک پڑ گیا اور اس کے اصل اور صحیح ہونے میں شک کلی ہوا۔

پھر آگے چلو اور سنو کہ پہلے رسالہ یوحنا کے پانچویں باب میں لکھا ہے: آیت ۷۔ گواہی دینے والے آسمان میں تین ہیں۔ اور وہ: اب، کلمہ، روح القدس ہیں اور یہ تینوں ایک ہیں۔

زمین میں گواہی دینے والے تین ہیں: روح، ماء، دم اور یہ تینوں ایک میں متحد ہوتے ہیں اور بموجب گمان ان کے محققین علما کے اصل عبارت اتنی تھی کہ گواہی دینے والے تین ہیں: روح، ماء، دم، اور یہ تینوں متحد ہوتے ہیں ایک میں۔

پس تثلیث کے معتقدوں نے یہ عبارت اس میں بڑھادی: آسمان میں تین ہیں اب، کلمہ، روح القدس، اور یہ تینوں ایک ہیں۔ اور زمین میں گواہی دینے والے۔

کمرپستخ اور شون متفق ہیں کہ یہ عبارت ملحق یعنی پیچھے سے لگائی ہوئی ہے اور ہورن با آنکہ متعصب ہے وہ بھی قائل ہے کہ یہ عبارت الحاقی واجب الترتیب ہے۔ اور تفسیر ہنری واسکاٹ کے جمع کرنے والے اس کو الحاقی مانتے ہیں۔ اوو آدم کلارک بھی اُسے ملحق جانتا ہے۔

اور اگسٹائن جو عیسائی علما سے بہت بڑا عالم چوتھی صدی میں گزرا ہے اور عیسائی اس کو معتبر جانتے ہیں وہ قائل تھا تثلیث کا اور فرقہ ایرین منکران تثلیث سے مناظرہ کرتا تھا۔ اس نے اس رسالہ یوحنا کی دس نقلیں کی تھیں جن میں یہ عبارت الحاقی نہ تھی۔ اگر فی الاصل یہ عبارت ہوتی تو وہ اس کو نقل کر کے منکروں پر حجت قائم کرتا بلکہ اُس نے تکلف کر کے آیت ۸ کے حاشیہ پر لکھا کہ مراد ماء سے اب ہے اور دم سے بن اور روح سے روح القدس۔ چونکہ یہ توجیہ نہایت ضعیف تھی تو تثلیث کے معتقدوں نے اس عبارت حاشیہ کو متن کی عبارت سے ملا دیا تاکہ تثلیث کی دلیل ہو اور اس عبارت کی تحقیق میں ہورن مفسر نے بارہ ورق لکھے ہیں اور بہت سی وجہوں سے اس کو جھٹلایا ہے:

پہلی وجہ یہ عبارت ان نسخوں میں موجود نہیں جو نسخہ یونانیہ سے سولہویں صدی سے پیشتر لکھے گئے ہیں۔

دوسری وجہ جو نسخے تمام کوشش پہلے زمانے میں چھپے ہیں ان میں یہ عبارت نہیں ہے۔



تیسری وجہ کسی ترجمہ قدیم میں سوالا طیبیہ کے یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

چوتھی وجہ اکثر قدیمی لاطینی نسخوں میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔

پانچویں وجہ قدیم عیسائیوں سے کسی نے اس کے ساتھ تمسک نہیں کیا ہے۔

چھٹی وجہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے اماموں نے یا تو اس عبارت کو دور کر دیا تھا یا اس پر علامت

شک لگا دی تھی۔ الخ۔

اب دیکھو کہ عیسائیوں کی معتبر کتابوں سے کیسی صاف صاف تحریف ثابت ہو گئی اور وہ بھی

اصل مسئلہ تثلیث میں باقرار ان کے علما کے۔

پس اب تو پادری صاحب کا یہ عذر کہ اگر محمدی ایسی باتیں توریت اور انجیل کی بابت مسیحیوں

کی مشہور اور معتبر کتابوں سے نکال لاسکتے تو البتہ ان کا یہ ادعا کہ کتب مقدسہ تحریف ہوئی ہیں بے جا

نہ ہوتا، ٹوٹ گیا، کیونکہ مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے صریح تحریف کا اقرار دکھا دیا گیا ہے۔

جس کو عیسائیوں کی مقدس کتابوں کی غلطیوں اور تحریف کی اور زیادہ تفصیل دیکھنی ہو وہ کتاب

اظہار الحق مطبوعہ استنبول کو ملاحظہ کرے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆



قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

لَقَدْ اَلْمَدْرَكَ تَالِيفِ مَدِينِ

جامع کلمات مجمع معانی زبدۃ المکتفین قدوة العارفين

جناب مولانا مولوی غلام دنگیر صاحب ہاشمی قصوری عم فیض

## جوابِ اشتہارِ کفریتِ درود

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

از

مفتی غلام دنگیر قصوری

جس کو خاکسار شیخ رحیم بخش گوجرانوالہ نے یہ حیثیتاً لکھ کر بھروسہ درودِ اسلامی کی وجہ سے واسطے متنبہ کرنے رکھی ملاؤں اور انہی مولویوں اور من گھڑت فتویٰ بازوں کے خصوصاً اور جملہ اور ان اہل اسلام کے عموماً چھوڑ کر بلا قیمت مفت تقسیم کیا۔

بمبئی پریس گوجرانوالہ طبع شد

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

☆

درود کتب کثیرہ جامعہ کراچی میں مندرجہ ذیل مکتبہ العتقین  
مکتبہ العتقین و صاحب ہذا مولانا مولانا مولانا مولانا صاحب  
اشرفی قصوری نے لکھا ہے

جواب اشتہار کفریت و درود شریف

اصلاوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

بکہ نیکوئی کے لئے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہی کہتا ہوں  
بے شک تمہاری باتوں میں ایسا نہیں ہے کہ تمہاری باتوں کے  
خبر دہاؤں اور تمہاری باتوں کے خلاف کہتا ہوں

ببینکے یس کو جزا نوالہ طبع

(ببینکی پریس کو جزا نوالہ سے طبع شدہ نسخے کا سرورق)

### باسمہ سبحانہ

برادرانِ دین و اسلام پر مخفی نہ رہے کہ چند ماہ سے جو ایک اشتہار مولوی احمد علی برادرزادہ مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والا (۱) اور مولوی عبدالعزیز خلیف مولوی صاحب مرحوم قلعہ والا کی طرف سے بدیں مضمون شائع ہوا کہ درود الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہ لحاظ معانی ظاہر کے پڑھنا کفر ہے، اور بدوں لحاظ معانی الفاظ ظاہر کے پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

اس کو دیکھ کر اکثر مسلمانوں کو سخت رنج ہوا کہ یہ درود مسلمانوں میں پڑھنا مدت ہا سے چلا آتا ہے، کبھی کسی عالم دین دار نے اس کو منع نہیں کیا اور خصوصاً مولوی صاحب مرحوم قلعہ والوں کی مسجد میں پڑھا جاتا تھا، انہوں نے بھی کبھی منع نہیں فرمایا تھا۔ یہ کیسا نیا فتویٰ جاری ہوا جس نے ہزار ہا مسلمانوں کو کافر و بدعتی بنا دیا۔

اس پر راقم کے خیال میں آیا کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو جو خاندانی عالم اور ہمارے زمانہ میں ایک مشہور، معروف دین دار فاضل ہیں اور ان کی تحقیقات کی حریم شریفین سے بھی تصدیق ہوتی رہتی ہے اور مفتیانِ حریم شریفین ان کو بہت ادب و تعظیم سے یاد فرماتے ہیں جیسا کہ رسالہ ردّ مرزا قادیانی سے پایا جاتا ہے، گوجراں والا میں اس دینی کام کی تحقیق کے واسطے تکلیف دینا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ راقم نے بہ ہمراہی شیخ فضل الہی و شیخ عبداللہ کے حضرت مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں مکرر لکھا جس پر مولانا صاحب ۵ ماہ جمادیٰ آخری ۱۳۱۳ھ کو وارد گوجراں والا کے ہوئے، ان کی خدمت میں وہ اشتہار مطبوعہ فخر الدین پریس، لاہور پیش کیا۔ اس کو دیکھ کر مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس میں قرآن مجید کی آیتوں میں تحریف معنوی کر کے فتویٰ کفر و بدعت کا دیا ہے، فقیر نے اٹھائیس سال سے اس کا رد رسالہ تحفہ دستگیر یہ میں لکھا ہوا ہے۔ اگر اشتہار دینے والے مولوی صاحب فقیر کے رو بہ رو ہوں تو آپ لوگوں کو یقین کرادیا جائے کہ ان کی غلط فہمی یا تعصب ہے۔

اس لیے راقم نے ایک رقعہ بہ خدمت مولوی احمد علی صاحب موضع کوٹ بھوانی داس میں اور دوسرا رقعہ بہ خدمت مولوی عبدالقادر و مولوی عبدالعزیز صاحبان کے موضع قلعہ میہاں سنگھ میں ہم

دست آدمی اجورہ دار کے بدیں مضمون بھیجا کہ اتفاقاً حسد سے مولانا صاحب قسور والے اس جگہ تشریف رکھتے ہیں، اگر آپ تینوں صاحب یہاں تشریف لے آئیں تو آپ کے اشتہار کی نسبت تحقیق ہو جائے، چونکہ ہم لوگوں کو آپ کا ادب اور تعظیم بہ سبب قرابت حضرت مولوی صاحب مرحوم کی ہے اور ہم کو ان پر بہت سارا اعتقاد ہے اور ان کے اس شعر۔

مرادل چور کجا دردتے غم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

سے ہم کو یقین ہے کہ وہ اس لفظ کو درست اور روا جانتے تھے۔ سو اگر آپ کی تحقیق حق نکلے تو ہم لوگ بھی تسلیم کر لیں گے۔

دوسرے دن ہم دست اجورہ دار کے مولوی عبدالعزیز و عبدالقادر صاحبان کی طرف سے جواب آیا کہ ہم جاہل اور ان پڑھ نہیں، ہم کو کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے خوب تحقیق ہے، ہم ان کی تحقیق کے محتاج نہیں، ہم مرغوں کی طرح نہیں کہ جہاں کوئی بلائے، لوگوں کو جنگ دکھائیں۔ اگر مولوی صاحب کو تحقیق کرنا اس مسئلہ میں منظور ہے تو یہاں تشریف لے آئیں۔ کیا پانچ کوس تک آنا ان کے واسطے مشکل ہے؟ مباحثہ سے کیا حاصل ہے!۔ ہر ایک مولوی اپنی کی ہوئی بات کی حمایت کرتا ہے خواہ اس میں جھوٹا ہو۔ اور ہمارے والد مرحوم نے صبا سے ندا کی ہے جو ابتدا میں فرماتے ہیں۔

مبارو خضر رسول اللہ دے جائیں

میرا پیغام رورو کے سنا لیں۔ الخ

اور مولوی احمد علی کا جواب یہ آیا کہ صاحب من! آپ کے خط کا جواب مولوی صاحب عبدالعزیز نے مناسب دے دیا ہے، میری طرف سے وہی کافی ہے۔ راقم احمد علی انکوٹ بھوانی داس۔  
۲۵ نومبر۔

اس جواب سے ہم لوگوں کی تسلی ہو گئی تھی جو خوب تہذیب سے دیا اور اپنے والد کو ہوا سے باتیں کرنے والا بتایا ہے، مگر مولانا صاحب قسوری نے بہت ہی تاکید سے فرمایا کہ فقیر ضرور ان کی خدمت میں جائے گا تاکہ اہل اسلام کے دل سے ظلم بالکل رفع ہو جائے۔

اس پر راقم نے شیخ محمد الدین صاحب سے مشورہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت مولانا صاحب کے ساتھ ہم لوگوں کا جانا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ یہ مشورہ ہو کر بہ صلاح ان کی راقم نے دوسرا رقعہ مولوی عبدالعزیز و عبدالقادر صاحبان کو لکھا کہ کل بہ روز چار شنبہ ہم لوگ مولانا صاحب کے ہم راہ موضع بھوانی داس کے کوٹ میں مولوی احمد علی صاحب کے پاس جائیں گے کہ اس اشتہار میں اول ان کا نام اور آگے مباحثہ بھی اس جگہ ہوا ہے، آپ دونوں صاحب بھی بہ راہ مہربانی وہاں آجائیں تاکہ آپ کے اشتہار کی صحت ہو جائے۔ فقط۔

پھر بہ روز چار شنبہ ہم چھ شخص شیخ محمد دین، شیخ حسن محمد، شیخ فضل الہی، میاں جیون عطار، راقم شیخ رحیم بخش سکناے گوجراں والا، مولوی غلام حسین صاحب ساکن موضع گوندلاں والا تحصیل گوجراں والا حضرت مولانا صاحب کے ہم راہ دو یکہ میں سوار ہو کر کوٹ بھوانی داس کو روانہ ہوئے، جب موضع مذکور میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولوی احمد علی صاحب رقعہ کا جواب لکھتے ہی کسی طرف کوچلے گئے ہیں اور پتہ بھی نہیں کہ کہاں گئے ہیں۔ مولوی غلام قادر مدرس نے جو اس مباحثہ میں فریق ثانی تھا، سب کو اپنے مکان پر اتارا اور بہت خاطر سے پیش آیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تو اول ہی لکھ دیا تھا کہ احمد علی ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا، مگر الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مولانا صاحب کا ہمارے گاؤں میں آنا ہماری عزت و فخر ہے۔

بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ تب مولانا صاحب نے قرآن مجید سورہ حم احقاف سے دکھلایا کہ آیت: **وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ الْآيَةُ** کے مابعد آیت: **وَ إِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَ كَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ** (۱) سے صاف ثابت ہے کہ دعا سے عبادت مراد ہے۔ اشتہار میں دھوکا دہی سے پکارنا مراد رکھ کر یا رسول اللہ کے لفظ کو کفر و بدعت لکھا ہے اور نیز انواع محمدی سے سب کو دکھلایا کہ ان لوگوں کے بڑے معتبر مفسر نے جس کی تفسیر محمدی سے اشتہار میں ہندی اشعار سندا لکھے ہیں، ان کے نزدیک کتے، خنزیر و غیرہ کے گوہر بول پاک ہیں۔

(۱) سورہ احقاف: ۲۶-۲۷۔

بعد اس کے مدرس مشائز الیہ نے ذکر کیا کہ احمد علی نے محض مجھ سے حسد اور عداوت کی وجہ سے اس درود کو کفر و بدعت لکھا ہے۔

آخر مولانا صاحب ظہر کی نماز کے بعد وہاں سے قلعہ میہاں سنگھ کو تیار ہوئے کہ مولوی عبد العزیز و عبد القادر صاحبان بھی جو باوصف اطلاع کے یہاں نہیں آئے ہم اب ان کے گاؤں میں چلتے ہیں۔ مدرس صاحب مذکور اور کئی دوسرے سکناے گاؤں نے التجا کی کہ آپ ایک رات یہاں رہیں۔ ہم سب نے جواب دیا کہ اگر مولوی احمد علی یہاں ہوتے یا مولوی صاحبان قلعہ والے ہی یہاں آئے ہوتے تو ہمارا رہنا مناسب تھا، ہم سب لوگ جو اپنے نہایت ضروری کار بار چھوڑ کر آئے ہیں، بلا مطلب کیا رہیں، اب رات قلعہ میں رہیں گے۔

تب یکہ والوں کو علاوہ تین روپیہ چار آنہ کرایہ سابقہ کے ڈیڑھ روپیہ اور دینا کر کے قلعہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ بالکل خراب تھا، بعد مغرب کے موضع مان میں پہنچے جہاں سے قلعہ ایک میل کا فاصلہ تھا۔ شیخ محمد دین صاحب نے کہا کہ اس جگہ کے باشندے شیخ شاہ محمد وغیرہ کے ہاتھ جو قلعہ میں مولوی صاحبوں کو خط بھیجا تھا ان سے دریافت کر لیں کہ مولوی صاحبوں کو وہ خط پہنچایا اور وہ کیوں نہ آئے۔ یوں کو راستہ پر کھڑا کر کے تینوں شیخ صاحب شیخ غلام محمد وغیرہ کے گھر میں گئے۔ بعد کچھ دیر کے راستہ پر آ کر حضرت مولانا صاحب کو سنایا کہ یہ دونوں صاحب رقعہ ہمارا مولوی عبد العزیز و عبد القادر صاحبان کے پاس لے گئے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے گاؤں میں نہ آئیں!۔ اگر آئیں گے تو خون تک نوبت پہنچ جائے گی اور نہ ہم کورٹ جاتے ہیں۔ اگر موضع مان میں رہیں اور تحریری مباحثہ کریں تو منظور ہے۔

اس جواب کے سننے سے مولانا صاحب نے فرمایا کہ اب یہاں اترنا مناسب ہے اور ایک رقعہ ان کی خدمت میں لکھنا چاہیے۔ تب شیخ محمد دین اور حسن محمد نے دونوں صاحبوں کو رقعہ لکھا کہ حسب تحریر آپ کی ہم مولانا صاحب کو ہم راہ لے کر کوٹ میں گئے تھے، بہ سبب موجود نہ ہونے مولوی احمد علی کے اب آپ کی طرف آتے تھے، راستہ کے پیغام سے ہم موضع مان میں ٹھہر گئے ہیں، اگر آپ اس جگہ تشریف لے آئیں تو کمال عنایت ہوگی، ورنہ ارشاد ہو تو ہم حاضر ہو جائیں۔ یہ رقعہ دو آدمیوں کے ہاتھ قلعہ میں بھیجا۔ عشا کے بعد جواب آیا کہ ہم ہرگز موضع مان میں نہیں



آتے اور اگر بہ موجب عادت قدیمی کے مولوی صاحب نے واویلا کر کے الزام دینا ہو تو وہ اس جگہ بھی نہ آئیں اور زبانی دریافت ہو کہ راقم پر مولوی صاحبان بہت ناراض ہیں بہ سبب تحریرِ رقعوں کے کہ اس نے چھیڑ چھاڑ کی ہے اور ہم کو سخت سست کہتا ہے۔ اس پر راقم کا خیال بھی تھا کہ قلعہ میں نہ جائیں، تب مولانا صاحب نے فرمایا کہ فساد اور دنگ دونوں طرف کے غصہ سے ہوتا ہے، فقیر کو تو وہ اگر دشنام بھی دیں گے یا کچھ زیادتی کریں گے تو میں ہر طرح لمسے تحمل کروں گا۔ اب اس قدر نزدیک آ کر ان کے پاس نہ جانا، افسوس رہے گا، ان کے پاس چلنا ہی مناسب ہے۔

تب شیخ محمد دین اور حسن محمد صاحبان نے جو مولوی صاحبان قلعہ والا کے قدیم سے معتقد اور معقول خدمت کرنے والے تھے اس بات کو پسند کر کے بہ توکلِ الہی قلعہ کو روانہ ہوئے اور مولوی صاحب کی مسجد میں جا اترے۔ بعد دیر کے دونوں مولوی صاحبان مسجد میں آئے۔ بعد ملاقات کے شیخ محمد دین اور حسن محمد اور فضل الہی کو علاحدہ حجرہ میں بہ نام حقہ نوشی کے لے گئے، وہاں بیٹھ کر مولوی عبدالقادر نے ذکر کیا کہ اس اشتہار پر ہمارے چچا زاد برادر مولوی احمد علی نے ہمارا نام درج کر لیا ہے، اب ہم کو وہ بات نبہنی پڑ گئی ہے، ہم اس مباحثہ وغیرہ کے بانی نہیں ہیں۔

اس کے جواب میں شیخ محمد دین نے کہا کہ اگر اس فتویٰ کفر وغیرہ سے آپ کی بریت ہے تو ہمارا عین مقصود ہے اور اگر آیت وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا كَآجِبِ ثُبُوْتِ دِيَا هُو تُو مَوْلَانَا صَا حِبْ آپ کے پاس آ گئے ہیں۔

اس پر جواب دیا کہ مولوی صاحب تہذیب اور نیک نیتی سے مناظرہ کریں۔

تب شیخ محمد دین نے مولانا صاحب سے یہ ذکر کیا اور دونوں مولوی صاحبان بھی مولانا صاحب کے پاس مسجد میں آ گئے، تب مولانا صاحب نے دونوں سے مخاطب ہو کر ذکر کیا کہ فقیہ کی آپ سے تو سابقہ ملاقات بھی نہیں، میری عادت واویلا کرنے یا الزام دینے کی آپ نے کب سے معلوم کی تھی جس پر ایسی رُوکھی باتیں لکھ رہے ہیں کہ مرغوں کا جنگ نہیں دکھاتے اور خون تک نوبت پہنچ جائے گی۔

تب مولوی عبدالقادر نے جواب دیا کہ مباحثہ سیال کوٹ ولاہور کا حال ہم نے سنا تھا۔

مولانا صاحب نے جواب دیا کہ فقیر تو ان دونوں میں شامل نہیں تھا۔

پھر کہا کہ مباحثہ فرید کوٹ میں نور احمد کا مقابلہ کس نے کیا تھا؟۔

تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ مباحثہ فرید کوٹ میں بھی فقیر شامل نہ تھا، بعد مباحثہ کے فقیر نے جب کتاب مباحثہ تالیف کر کے چھپوائی تھی تو اس پر میاں نور احمد نے غلطیات نکال کر ریاست میں مناظرہ کیا تھا، علاوہ غلطیات کے سرغنہ ہونے مقدمہ گاؤ کشی مقام کھیم کرن کا الزام فقیر پر لگایا تھا جن میں ایک والی ریاست اہل ہنود کے یہاں سخت اتہام دے کر ناحق دشمنی کرانے میں کوشش کی تھی۔ تو جب فقیر کی غلطیات سے حسب فیصلہ اس کے منصفوں کے بریت ہو گئی تو مقدمہ الزام گاؤ کشی میں بھی نام بردہ جھوٹا ہوا تو ریاست سے وہ قید اور جرمانہ کا سزا یاب ہوا تھا۔ اب غور کرو کہ اپنی جان اور عزت کے بچانے کے واسطے جو کام کیا جائے تو اس میں کیا الزام ہے؟۔

بعد اس کے ایک شخص نابینا جو مولوی صاحبوں کا قراہتی تھا، وہ ایک رسالہ بغل میں لے کر مولانا صاحب کے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا کہ میں آپ سے الفیہ نحو کا سبق پڑھتا ہوں، مجھے پڑھائیں!۔

تو مولانا صاحب نے تبسم کر کے جواب دیا کہ فقیر تو آپ کے پاس آیت قرآن کے معنی کی تحقیق کے واسطے آیا ہے، سبق پڑھانے نہیں آیا ہے۔

اس پر دونوں مولوی صاحبوں نے کہا کہ یہ حافظ ہمارا قراہتی ہے، ہم سے پڑھتا ہے، آج آپ اس کو سبق پڑھائیں اور دوسرے لوگ بھی ان کے گاؤں کے جو بہت سے جمع تھے وہ بھی بولے کہ کیا مضائقہ ہے؟۔

تب مولانا صاحب نے پھر مکرر کہا کہ یہ کیا دستور ہے، جس بات کے واسطے ہم لوگ آئے یہ اس سے علاوہ دوسری بات کیوں شروع کرتے ہو!۔ آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ طالب علم اور ہم دونوں مولوی کہہ دیں گے کہ غلط تقریر کرتے ہیں، ان کو علم نہیں، کیا بحث کے واسطے آئے ہیں اور یہ دیہاتی لوگ کیا جانتے ہیں، اگر ایسا منظور ہے تو کسی عالم کو منصف بٹھا کر پڑھنا پڑھانا بھی دیکھ لینا۔ پھر مولوی صاحبان اس پر اصرار کیے گئے۔ تب شیخ محمد دین نے کہا کہ یہ کیا تہذیب ہے جو آپ اس پر اصرار کر رہے ہیں؟۔ مولانا صاحب کے مکان پر بھی کئی طالب علم پڑھتے ہوں گے، یہ موقع اب امتحان کا کیا ہے؟۔

آخر مولوی صاحبان نے پھر دوات، قلم اور کاغذ منگوا یا اور مولوی عبدالعزیز نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ اس درود کا ثبوت دیں، میں لکھتا ہوں۔

مولانا صاحب نے فرمایا کہ فقیر نے اٹھائیس برس سے رسالہ تحفہ دستگیر یہ اس کے ثبوت میں راجع کیا ہوا ہے، اس میں سب کچھ درج ہے۔ اب کیا ثبوت لکھانا ہے؟ ہم تو آپ کی خدمت میں بیت کے معنی کی تحقیق کے واسطے آئے ہیں، اب آپ بہ راہِ مہربانی ایک دو معتبر تفسیروں سے اس کی منت کرادو!۔

تب مولوی صاحبان اس پر متوجہ نہ ہوئے اور یہی کہتے گئے کہ اس کا ثبوت دو!۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے رقعہ میں دیکھو ہم کو کس بات کے واسطے آپ نے طلب کیا ہے۔ بکر کہنے سے مولوی صاحبوں نے کسی تفسیر سے اپنے معنی بیان کیے ہوئے کا ثبوت نہ دیا، تب مولانا صاحب نے مکرر کہا کہ افسوس ہے آپ آنتوں کے معنی غلط تحریر کر کے فتویٰ دیتے ہیں اور جب کوئی پوچھے تو دفع الوقعی کرتے ہیں۔ کمال افسوس ہے کہ اس تحقیق کے واسطے اپنے گھر میں بلانا اور کچھ ثبوت نہ دینا۔

اتنے میں ایک شخص ان کے گاؤں کا جس نے ریش منڈائی اور موچھیں بڑھائی ہوئی تھیں، وہ شیخ حسن محمد سے سخت تکرار کر کے دنکا پر مستعد ہوا، تب مولانا صاحب نے شیخ محمد دین سے کہا کہ اب آپ نے ان کی تہذیب دیکھ لی ہے، اب اس جگہ بیٹھنے سے کیا حاصل ہے۔ تب شیخ فضل الہی نے ان سے کہا کہ آپ کسی کو ہمارے ساتھ بھیجو، ہم مولوی صاحب مرحوم کی قبر پر فاتحہ کہہ کر جائیں گے۔ مولانا صاحب نے بھی فرمایا: بہتر ہے۔

تب مولوی عبدالقادر صاحب نے کہا کہ ہم نے روٹی کی تیاری کرائی ہے، سوائے کھانا کھانے کے جانے نہ دیں گے۔ مولانا صاحب نے جواب دیا کہ آپ نے خوب کھانا کھلایا، ہم سیر ہو گئے۔ پھر ہم سب کے سب مولوی صاحب کی قبر پر جو کچھ فاصلہ پر گاؤں سے دور تھی، فاتحہ کہہ کر راستہ گوجراں والا کوسیدھے ہوئے اور ہم کو دیکھ کر یکے والے بھی یکے سڑک پر لے آئے۔

تب دونوں مولوی صاحب اور بہت آدی ان کے گاؤں کے یکوں پر آ کر بہت سی منت اور حاجت سے کہنے لگے کہ اگر آپ نے کھانا نہ کھایا تو ہماری سخت اہانت اور سبکی ہوگی، خدا کے واسطے

کھانا کھائے بغیر نہ جاؤ، بلکہ دو آدمی سفید ریش نے مولانا صاحب کو ہاتھ باندھ کے ایچا کی اور کہ خدا کے واسطے کھانا کھا کر جاؤ اور دونوں مولوی صاحبوں نے شیخ محمد دین اور شیخ حسن محمد کو گھیرے کہ ہماری عزت کی طرف خیال کرو اور نہ جاؤ۔

مولانا صاحب نے شیخ محمد دین کو کہا کہ آپ رہ جاؤ، کھانا کھا کر آنا۔ فقیر ایک یکہ میں ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ کب ممکن ہے کہ آپ تشریف لے جائیں اور ہم یہاں پر کھانا کھائیں ہم آپ کے ساتھ آئے ہیں اور آپ کی رضامندی منظور ہے۔

آخر بہت اصرار سے ناچار کر کے مسجد کو واپس لے گئے اور کھانا کھلایا۔ پھر دونوں مولوی صاحبان مع بہت سے لوگوں کے بہت تعظیم سے یکوں تک رخصت کرنے آئے۔ تب مولوی عبدالقادر صاحب نے بہت عذر سے مولانا صاحب سے کہا کہ از خورداں خطا و از بزرگاں عطا آئے۔ ہم کو معاف کرنا اور یہ بھی بار بار کہا کہ اس اشتہار میں ہم ناحق ملوث ہو کر مطعون ہو گئے ہیں۔

اس اثنا میں مرزا قادیانی کا ذکر درمیان آیا، تب مولانا صاحب نے ایک رسالہ اپنی تالیف جس کا نام 'رجم الشیاطین پر داغلو طات البراہین' ہے، مولوی صاحبوں کو دیا جو عربی کی عبارت ترجمہ اردو کے منطبع اور حضرات علمائے کبار حرمین محترمین کی تصدیق و تصحیح سے حریں ہے کہ اس نے مولانا صاحب کے علم و فضل اور تحقیق کا حال بھی ان پر منکشف ہو جائے گا۔

پھر رخصت ہونے کے بعد راقم نے مولانا صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے چاول کھا کر فرمائے اور مرغی کے گوشت سے روٹی نہ کھائی تھی۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ جو لوگ مسلمانوں کو کافر کہیں میں ان کا ذبیحہ نہیں کھاتا اور دعوت اس لیے قبول کی تھی تاکہ ان کے اس معاملہ سے ان اشتہار منسوخ ہو جائے۔ کیا معنی کہ انہوں نے اخیر اس اشتہار کے جو درج کیا ہے کہ جو کوئی اس درود سے توبہ نہ کرے تو اس سے ہم سلام ہونا اور اس کی دعوت کرنا اور اس سے اِقدا کرنا اور اس کا جاننا ناروا ہے۔ فقیر جو اس درود کو جائز بنانے اور ان سے مقابلہ کرنے کو ان کے گھر میں آیا اور بار بار کہتا رہا کہ اس اشتہار میں سخت غلطیاں ہیں پھر جو انہوں نے ہماری دعوت کی تو وہ ان کا فتویٰ اور اشتہار بھی منسوخ ہو گیا۔

پھر گوجراں والا میں پہنچ کر مولانا صاحب نے ان کے اشتہار کی تردید بھی قرآن و حدیث سے

ہدی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

الراقم: شیخ رحیم بخش جنت فروش ساکن گوجراں والا بہ قلم خود

العبد: شیخ محمد دین ساکن گوجراں والا

العبد: شیخ حسن محمد

العبد: شیخ فضل الہی

العبد: میاں جیون بخش

العبد: فقیر غلام حسین

☆☆☆☆☆☆



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
خَامِدًا وَمَصْلِيًّا

اشتہار مورخہ ۱۲ جولائی ۱۸۹۵ء مطبوعہ فخر الدین پریس میں جو مولوی غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ والا کے برادرزادہ اور فرزند نے اپنے نام سے مشتہر کیا ہے، اس میں از طرف مولوی عزیز حسین صاحب دہلوی بابت کفر ہونے درود الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے یہ عبارت لکھی ہے 'شُرک بہت طرح کا ہوتا ہے، ان میں سے ایک یہ کہ کسی مخلوق کو خواہ نبی ہوں خواہ ولی، پکارنا یہ سمجھ کر کہ وہ دُور و نزدیک سے برابر سنتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ  
وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ ۝ (سورۃ احقاف: ۵۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انبیاء و اولیاء صالحین کو دُور دُور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا فلاں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے شرک نہیں کیا کیوں کہ کوئی حاجت نہیں مانگی، یہ غلط ہے اگرچہ مانگنے کی حیثیت سے ثابت ہو گیا کیوں کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دُور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جیسی تو اس طرح سے پکارا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار سے بالکل غافل ہیں۔ انتہی

فقیر - کان اللہ - کہتا ہے کہ آیت وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو سے پکارنا مراد رکنا بالکل غلط ہے۔ تفسیر جلالین و معالم التنزیل و مدارک و نیشاپوری و خازن و غیر ہا سب میں یسعد عوا کے معنی یسعد کے لکھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کی عبادت کرنے والا بہت گم راہ ہے اور خود قرآن مجید اس غلطی پر شاہد ہے کہ اس آیت کے ساتھ ہی فرمایا ہے :

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ اَعْدَاءً وَ كَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (سورۃ

(احقاف: ۶/۳۶)

یعنی قیامت کو بت اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔

پس قرآن مجید سے ہی صاف ثابت ہو گیا کہ **یدعوا اور دعائہم** سے مراد عبادت ہی ہے۔

نیز تفسیر اتقان فی علوم القرآن میں درج ہے کہ لفظ ”دعا“ کا قرآن میں چھ معنی سے وارد ہے: پہلے عبادت کے معنی مثل **وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُ وَ لَا يَضُرُّ** الخ یعنی خدا کے سوا اس کی عبادت نہ کر جو تیرا نقصان نہ کر سکے اور نہ نفع دے سکے۔

جب یقیناً متحقق ہوا کہ اس آیت سے عبادت ”من دون اللہ“ کی مراد ہے نہ پکارنا تو اس دلیل سے درود الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے پڑھنے والوں کو کافر بنانا قرآنِ محفوظ میں تحریف معنوی کرنا اور ناحق مسلمانوں کو کافر کہنا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک۔**

پھر اس فتویٰ کی یہ عبارت اس اشتہار میں درج ہے :

اور بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے :

**قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَ مَا يَشْعُرُونَ**  
آيَانَ يُبْعَثُونَ ۝ (سورہ نمل: ۶۵/۲۷)

اور۔ **قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَ لَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَ لَوْ كُنْتُ**  
**أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَأَسْتَكْبِرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۝** (سورہ اعراف: ۱۸۸/۷)

تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے عموماً اور حضرت کو عالی مرتبہ سے خصوصاً علم غیب کی نفی فرمائی..... اہل قولہ۔ ان آیات سے خوب واضح ہوا کہ نبی علم غیب نہیں جانتے ہیں بلکہ حضرات فقہائے حنفیہ نے تصریح فرمادی ہے اس کے کفر کی جو اعتقاد رکھے کہ نبی غیب جانتے ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے :

**و بعضهم جعلوا ذلك كفرا لانه يعتقد ان الرسل يعلم الغيب وهو كفر۔ انتہی۔**



فقیر۔ کان اللہ۔ کہتا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں جو نفی علمِ غیب کی آں حضرت ﷺ سے ثابت کی ہے یہ مفتی صاحب کی تغلیط ہے۔ کیا معنی کہ مراد یہ ہے کہ آپ اپنے آپ غیب نہیں جانتے۔ تفسیر حسینی وغیرہ میں و لو کنت اعلم الغیب کے نیچے لکھا ہے :

واگر بودی من کہ بے تعلیم حق دانستی غیب را۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب قرآن مجید و صحیح حدیثوں سے آپ ﷺ کا بہ تعلیمِ الہی غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے۔ سورہ آل عمران چوتھے پارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۝ (سورہ آل عمران: ۱۷۹/۳)

ترجمہ: اور خدا تم کو غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن خدا چن لیتا ہے اپنے پیغمبروں سے جس کو چاہتا ہے۔

اور سورہ نساء پانچویں پارہ کے تیسرے پاؤ کے اخیر ہے :

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ (سورہ نساء: ۱۱۳/۳)

ترجمہ: اور تجھے علم دیا جس کو تو نہیں جانتا تھا اور ہے خدا کا فضل تجھ پر بہت۔

اور سورہ جن اسیویں پارہ کے تیسرے پاؤ میں ہے :

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۝ (سورہ جن: ۲۶/۷۲-۲۷)

ترجمہ: خدا غیب دان ہے اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا، مگر جس کو پسند کرے رسول سے۔

اب سب تفسیروں میں دیکھ لیں کہ آں حضرت ﷺ کو اطلاعِ غیب کا مسئلہ متفقہ ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا ختم المفسرین شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی تفسیر فتح العزیز سے کچھ تھوڑا سا لکھ دیتا ہوں اس غرض سے کہ یہ مفتی نذیر حسین صاحب کے دادا اُستاد ہیں اور جمیع علما اس فرقہ کے انہیں سے فیض یاب ہیں۔ وہ ہوندا :

وَيَكُونَنَّ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۴۳/۲)

ترجمہ: اور ہوگا رسول تم پر گواہ۔

یعنی و باشد رسول شمار شاہ گواہ زیرا کہ او مطلع ست بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کد ام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابی کہ بدان از ترقی محبوب مانده است کد ام ست پس اومی شناسد گناہاں شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار او لہذا شہادت او در دنیا بہ حکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل ست و آں چہ او از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل اولیس و مہدی و مقتول دجال یا از معائب و مثالب حاضران و غائبان می فرماید اعتقاد بران واجب ست و از نیست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانی ام روز چنین می کند و فلانی چنان تا روز قیامت ادای شہادت تواند کرد۔ انتہی بِکَلِمَاتِهِ الطَّيْبَةِ۔

علامہ خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں :

اِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَ حَيَاتِهِ فِي مَشَاهِدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَ مَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَ نِيَّاتِهِمْ وَ عَزَائِمِهِمْ وَ خَوَاطِرِهِمْ وَ ذَلِكَ عِنْدَهُ جَلِي لَا خَفَاءَ بِهِ - تَأْتِيهِمْ

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ اپنی زندگی اور وفات میں امت کے دیکھنے اور شناخت احوال اور نیات اور ارادے اور خطرات میں یکساں ہیں۔ یہ پوشیدہ نہیں۔ روایت ہے ابن مبارک کی سعید بن مسیب سے کہ ہر روز عرض کیے جاتے ہیں آپ ﷺ پر امت کے اعمال صبح و شام.....

وَقَدْ رَوَى ابْنُ الْمُبَارِكِ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيْبِ لَيْسَ مِنْ يَوْمِ الْاِلا وَ يَعْزُضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اَعْمَالَ اُمَّتِهِ غَدْوَةً وَ عَشِيَةً لِيَعْرِفَهُمْ بِسِيَمَاهِمُ وَ اَعْمَالِهِمْ فَلِذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ . انتہی ۔

روایت ہے ابن مبارک کی سعید بن مسیب سے کہ ہر روز عرض کیے جاتے ہیں آپ پر

امت کے اعمالِ صبح و شام - ۱۲

اور یہ حدیثِ کرمانی شرحِ بخاری میں بھی ہے۔

ہر چند آیاتِ قرآنی سے اس سے بڑھ کر امداد مل سکتی تھی، مگر اسی قدر پر اکتفا کر کے احادیث سے بھی برکت حاصل کی جاتی ہے۔ صحیح بخاری کے بابِ بدء الخلق میں ہے :

عن عمر رضی اللہ عنہ قال: قام فینا النبی ﷺ مقاما فأخبرنا عن بدء

الخلق حتی دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم . الحدیث

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے درمیان آپ ﷺ ایک مقام میں

کھڑے ہوئے۔ پس ہم کو آپ نے خبر دی ابتداءِ مخلوقات سے اخیر بہشتیوں کے

بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک۔

(صحیح بخاری) مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۳۵۳ میں دیکھو اور اس کے حاشیہ پر 'کرمانی' اور 'خیر

جاری' کے حوالہ سے لکھا ہے :

الغرض کہ آل حضرت ﷺ نے مبداء، معاد، معاش سب کی خبر دی ہے۔ طیبی نے کہا

کہ یہ حدیثِ دلیل ہے اس پر کہ آپ ﷺ نے تمام مخلوقات کے حال سے خبر دی

ہے۔ اتنی مترجماً۔

شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

یعنی احوالِ مبداء و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد۔ اھ

اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں ہے :

عن حذیفة رضی اللہ عنہ قال: لقد خطبنا النبی ﷺ خطبة ما ترك

فیہا شینا الی قیام الساعة الا ذکرہ، علمہ من علمہ و جهلہ من جهلہ

- الحدیث -

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خطبہ پڑھا آپ ﷺ نے ایسا خطبہ جس میں

قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی ذکر کرنے سے، جس نے جانا جانا، جس نے بھلایا بھلایا۔

اور اس کے حاشیہ پر شرح یعنی سے لکھا ہے کہ تمام موجودات کے سب کام مقدرہ آپ ﷺ نے بیان کر دیے۔ ۱۷ مترجماً صفحہ ۹۷۷ میں دیکھو۔

اور صحیح مسلم کے کتاب القن اور شرائط السجدہ میں انہیں حدیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے جو کچھ قیامت تک ہونا تھا مجھ کو خبر دی۔ مترجماً۔

علامہ خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ کے باب اخبار الغیوب میں لکھتے ہیں :

اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : قال رسول اللہ ﷺ : ان اللہ رفع لی الدنيا فانا انظر اليها و الی ما هو کاتن فیها الی یوم القیمة کأنما انظر الی کفی هذا ۔

ترجمہ: فرمایا آپ ﷺ نے: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دنیا ظاہر کی، پس میں دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونا ہے گویا کہ میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

پھر بعد ازاں صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی حدیثیں نقل کر کے اخیر میں لکھا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے بھی زائد پر مطلع کیا ہے، اور اولین اور آخرین کے علوم آپ پر اکتفا کیے ہیں۔ مترجماً۔

اور علامہ محمد زرقانی شرح مواہب میں حدیث طبرانی کے نیچے لکھتے ہیں :

قد رفع ای اظہر و کشف لی الدنيا بحيث احطت بما فیها الخ ۔

ترجمہ: خدا نے دنیا مجھ پر ظاہر کی ایسا کہ میں نے سب جو اس میں ہے اس پر احاطہ کر لیا۔

اور صحیح مسلم وغیرہ میں عمر بن الخطاب سے حدیث خطبہ فجر سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک اور عصر سے شام تک میں کہا ہے :

فأخبرنا بما کان و بما هو کاتن فاعلمنا احفظنا ۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے ہم کو جو کچھ ہوا اور ہونا تھا اس کی خبر دے دی۔

اور مشکوٰۃ کے باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں حدیث ہے جس میں ذکر ہے آپ ﷺ کے

خواب میں دیدار الہی اور بہ برکت کف کے پستانوں میں ٹھنڈک ہونے کا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

اور دوسری روایت میں فَعَلِمَتِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

جس کا ترجمہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

پس دانستم ہرچہ در آسمان ہا و ہرچہ در زمین بود عبارتست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔

انہیں دلائل کی رو سے کتب دینیہ مثل شفاے قاضی عیاض اور مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب و شروح صحیحین میں لکھا گیا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو علم ماکان وما لکن کا عطا ہوا ہے۔

رہا مسئلہ نکاح کا شہادت خدا اور رسول سے جس کو بحوالہ فتاویٰ قاضی خان درج کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود عبارت فتاویٰ قاضی خان کی جو فتویٰ میں منقول ہے اس میں بعض علما کا لفظ ہے۔ مفتی صاحب دہلوی کا اس کو بہ لفظ حضرات فقہائے حنفیہ یعنی جمع سے تعبیر کرنا حق پر پردہ ڈالنا ہے۔ ”بعض“ کے لفظ سے بہ خوبی پایا جاتا ہے کہ اکثر علما اس کے برخلاف ہیں اور کیوں نہ ہوں جب یہ تکفیر قرآن کی شہادت کے برخلاف ہے جیسا کہ در مختار کے حاشیہ طحطاوی اور رد المحتار اور فتاویٰ تاتار خانیہ اور فتاویٰ حجج اور منتقط اور مجموعہ خانی اور معدن شرح کنز اور خزائن؛ ان آٹھ معبر فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ روایت تکفیر کے خلاف درایت وغیر صحیح ہے، اس لیے کہ آں حضرت ﷺ پر احوال امت پیش کیا جاتا ہے اور آپ بہ تعلیم الہی بعض غیب جانتے ہیں بہ دلیل آیت: عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبٍ أَحَدًا إِلَّا مِنْ رِضَايَ مِنْ رَسُولٍ۔ الْآيَةُ

اور رد المحتار کے اخیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ کتب عقائد میں اولیا پر بھی غیب کا منکشف ہونا درج ہے۔ اور تحقیق اس کی ہمارے رسالہ سل الحسام الہندی لنصرة سيدنا خالد النقش بندی میں بخوبی ہے۔

اور ان جمع کتابوں کی عبارتیں متحد و منجزیہ میں منقول ہیں جو بہ جواب اثنا عشریہ وہابیہ کے اثنا عشر برس (۲۸) سے شائع ہو چکا ہے۔ نیز یہ ساری بحث بعد مناظرہ ریاست بہاول پور کے

۱۳۰۷ھ میں رسالہ تقدیس الوکیل عن ایلانہ الرشید والخلیل (۱) میں درج ہو کر حضراتِ علمائے حرمین محترمین کی تصدیق سے صدق ہو چکا ہے اور یہ رسالہ۔ ان شاء اللہ العزیز۔ عن قریب شائع ہوگا۔ واضح رہے کہ جب اس فتویٰ میں بہ طور دھوکا دہی حنیفوں کو الزام دیا ہے تو ہم بھی اگر کتب معتبر حنیفہ سے اس جگہ یا رسول اللہ کے جواز و استحباب میں کچھ لکھ دیں تو مقتضائے مقام کے مناسب ہوگا وہ ہذا :

کتاب 'کنز العباد و صلوة نخشی' و کتاب السعادة و جامع الرموز شرح مختصر وقایہ و در المختار علی الدر المختار و فتاویٰ صوفیہ میں تصریح ہے کہ جب مؤذن پہلی مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والے کو صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور جب دوسری مرتبہ کہے تو قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

اب غور کرو کہ بحکم کتب معتبرہ فقہ درود کے ساتھ اور بغیر درود کے بھی اذان کے وقت یا رسول اللہ کہنا مستحب ثابت ہو تو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو کفر کہنے والا اور اس کے پڑھنے والے صدہا مسلمانوں کو کافر بنانے والا کیوں کر مسلمان رہا۔ اللہ تعالیٰ ضدیت اور نفسانیت سے بچائے اور جمیع اہل اسلام کو سیدھے راستہ پر چلائے۔ آمین یا رب العالمین۔

باقی رہا جو اس اشتہار میں مفتی دہلوی صاحب نے اس درود کو بدعت بنانے کے واسطے یہ لکھا ہے :

رعی بدعت؛ بدعت اس کام اور اعتقاد اور قول کو کہتے ہیں کہ حضرت مصطفیٰ سے قولاً و فعلاً و تقریراً ثابت نہ ہو اور قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں بھی انکار پایا گیا ہو اور نہ اس کا نظیر و مثل ان طریقوں سے پایا گیا ہو بلکہ اس کے بعد لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کیا اور اس کے کرنے میں ثواب جانا اسی کو حضرت نے فرمایا: کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار اور مسئول عنہ پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ درود مذکور کے معانی کو لحاظ کر کے کہنا جائز نہیں۔ اہل قولہ۔ بدعت و ضلالت ہے۔ ہاں بے اختیار زبان سے نکل جائے تو مواخذہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد نذیر حسین، سید محمد عبدالسلام، سید محمد ابوالحسن

ساکنانِ دہلی، عبدالعزیز، زین العابدین ساکن کوٹ بھوانی داس حال وارد لاہور۔  
الجواب صحیح الجواب۔ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ رحیمیہ لاہور، رحیم بخش امام مسجد چیریاں۔  
فقیر۔ کان اللہ۔ کہتا ہے کہ اوپر کی تحریر اور اس میں بھی کئی مرتبہ درود کو اختیار کر کے بہ  
صورت لکھا ہے۔ اس کی قباحت فقیر نے کتاب مباحثہ ریاست فرید کوٹ اور دوسرے رسائل میں  
لکھی ہے۔ پناہ بہ خدا۔ یہ ان لوگوں کی اتباع سنت کی دلیل ہے۔

اب سنیے جواب بدعت بنانے درود مٹھوٹ عنہ کا۔ جمع اہل اسلام کو یقین ہے کہ یہ حکم آیت: **إِنَّ  
اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا**  
(سورۃ الاحزاب: ۵۶، ۵۷) کہ سرور عالم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا مامور بہ ہے۔

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ایک ایک درود اور سلام سے حق تعالیٰ کی جناب سے دس  
دس رحمتیں اور سلام آتے ہیں اور دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس دس گناہ معاف ہوتے ہیں  
اور دس دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔

اور آن حضرت ﷺ کو پکارنے کی سند حدیث جامع ترمذی اور سنن نسائی و ابن ماجہ و مستدرک  
حاکم کی ہے جس میں یہ روایت عثمان ابن حنیف درج ہے کہ ایک نابینا نے آن حضرت ﷺ سے  
دعاے روشنی چشم کی التجا کی، تب آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے کو فرمایا۔ اور نسائی میں  
ہے کہ دو رکعت نفل کا بھی ارشاد کیا۔ پھر اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا:

**اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتُوجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ  
إِنِّي أَتُوجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتَقْضِيَ لِي اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِي .**  
مولانا قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

يا محمد التِّفَاتِ إِلَيْهِ وَتَضَرَّعَ لِدَيْهِ لِتُوجَّهُ رُوحَهُ إِلَى اللَّهِ وَبِغِي  
لِلضَّرُورَةِ عَمَّا سِوَاهِ التَّوَسُّلِ إِلَى غَيْرِ مُوَلَاهِ قَاتِلًا إِنِّي أَتُوجَّهُ بِكَ إِلَى  
بِنَبِيِّكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتَقْضِيَ بِصِيفَةِ الْمَجْهُولِ إِلَى  
الْحَاجَةِ قَوْلُهُ لِي لِلْبَيَانِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الطَّبِيبِيِّ وَفِي نَسْخَةِ بِصِيفَةِ  
الْفَاعِلِ إِلَى لِتَقْضِيَ الْحَاجَةَ وَالْمَعْنَى لِتَكُونَ سَبِيلًا لِحَصُولِ حَاجَتِي وَ



وصولِ مرادِی فالاسنادِ مجازی۔ ۱۵

ترجمہ: یعنی آپ کی طرف رجوع اور نیاز ہے تاکہ آپ کا روح خدا کی طرف متوجہ ہو اور ماسوا سے غنی کر دے اور خدا کے بغیر کسی کی حاجت نہ رہے یہ کہہ کر کہ میں آپ کے وسیلہ سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اس اپنی حاجت میں تاکہ روا کی جائے میرے واسطہ۔ طیبی نے یہ کہا ہے۔ اور ایک نسخہ میں ہے کہ آپ میری حاجت روا کریں یعنی میری حاجت کے حاصل ہونے کا آپ سبب بن جائیں۔ پس یہ اسنادِ مجازی ہے۔

موہبِ لدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو بیہقی نے صحیح کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ جب اس نابینا نے بہ موجب ارشادِ آپ ﷺ کے تعمیل کی تو اٹھا اور بینا ہو گیا۔ اھ

معنی اس دعا کے یہ ہیں: بارِ خدا یا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو رحمت کا نبی ہے۔ یا محمد (ﷺ!) تیرے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اس اپنی حاجت میں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے۔ بارِ خدا یا! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام جزری نے جو اجلہ محدثین اور اکابرِ علمائے ربانیین سے ہیں اس حدیث کے حکم کو اپنی کتاب حُصْنِ حُصَیْن میں جو آٹھویں صدی کی تالیف ہے، عام طور پر بیان فرمایا ہے کہ جس کو کوئی ضرورت ہو وہ اپنی اداے حاجت کے واسطے یہ عمل کرے اور دعا پڑھے۔ اھ

علامہ ابن حجر اپنی کتاب جوہرِ منقلم میں طبرانی اور بیہقی سے لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کے دنیا سے رحلت کے بعد بھی سلف صالحہ اپنی حاجتوں میں یہ دعا پڑھتے رہے ہیں۔ اھ

اور شفا کی شرح میں ہے کہ ابن حنیف راوی اس حدیث کا اور اس کی اولاد لوگوں کو یہ دعا سکھاتے تھے اور بہت سی روایات ہیں کہ جس نے یہ دعا پڑھی فوراً اس کی حاجت پوری ہوئی۔ اھ

تواریخِ حبیبِ الہ میں ہے: عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت ہے اور یہ طریقہ نمازِ حاجت کہلاتا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف اور ان کے خاندان کے عمل میں تھا، لوگوں کو سکھاتے تھے اور حاجتیں ان کی پوری ہوتی تھیں۔ اتمی بلفظہ

اور شرحِ شقانی حقوقِ المصطفیٰ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں ست اور بے

حس ہو گیا تھا تو ان کو کسی نے کہا کہ اپنے بہت محبوب کو یاد کر! تب آپ نے اونچی آواز سے پکارا:  
یا محمد اہ۔

مولانا قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں: گویا کہ ابنِ عمر نے ضمنِ استعانت میں اپنی محبت کے  
اظہار کو قصد کیا۔ اہ

اور شرحِ خفاجی میں ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس کو  
امام نووی نے اپنی کتاب اذکار میں ذکر کیا ہے اور دوسرے صحابہ سے بھی ایسی روایت آئی ہے۔ اہ  
کتابِ مستطاب دلائل الخیرات جو نویں صدی کی تالیف ہے اور اس کے یمن و برکت نے  
عرب و عجم کو فیض یاب کیا ہے، اس میں کئی درود صیغہ ندا پر مشتمل ہیں۔ ایک دو ہدیہ ناظرین کرنا  
ہوں۔ پنج شنبہ کے حزب میں ہے:

اللهم صل علی سیدنا محمد صلوة تکرم بہا مثواہ و تشرف بہا  
عقباہ و تبلغ بہا یوم القیامۃ مناہ و رضاه، ہذہ الصلوۃ تعظیماً لحقک  
یا محمد - ثلاثاً -

شیخ الدلائل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ یا محمد کہے، دوسرے مرتبہ یا حبیب اللہ، تیسرے  
مرتبہ یا رسول اللہ پڑھے۔

اور شنبہ کی منزل میں ہے:

اللهم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ و سلم، اللهم انی اسئلك و  
أتوجه الیک بحبیبک المصطفیٰ عندک یا حبیبنا یا محمد انا نتوسل  
بک الی ربک فاشفع لنا عند المولی العظیم . یا نعم الرسول الطاهر  
- ثلاثاً -

یعنی یا نعم الرسول کو تین مرتبہ پڑھے۔

دلائل الخیرات مطبوعہ کلکتہ کے اخیر اور نیز مطبوعہ لاہور کے بعد اس کے مولف حضرت سیدنا ابو  
عبداللہ محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ کے حال میں درج ہے کہ ستر (۷۰) برس بعد دفن کے ان کی  
لاش مبارک کو شہر انو خال سے نکال کر مراکش کے قبرستان میں دوبارہ دفن کیا تھا تو جیسے قبر میں مدفون

ہوئی تھی ویسے ہی نکلی تھی، بدن و کفن برابر، چہرہ سرخ و سفید، خلأق نے ہجوم کیا، امتحاناً چہرہ انگلی سے دبایا خون ہٹ گیا، پھر انگلی اٹھانے سے خون ابھر آیا۔ کثرتِ درود سے مشک نافہ کی طرح قبر منور عنبر فشاں، شاگردوں کی ہدایت سے عالم نور عرفاں۔ اھ

اور درودِ مستغاث جو صد ہا سال سے وردِ خواص و عوام اہل اسلام ہے اور جس کی برکت سے کئی اہل ایقان مشرف بہ زیارت حضرت رسالت ﷺ کے ہوئے ہیں اس میں بار بار یہ درود موجود ہے۔ کتاب 'ارشاد العاشقین' میں اس کے فوائد درج ہیں۔

رسالہ اثنا عشریہ میں مولوی غلام علی امرت ساری نے لکھا تھا :

درودِ مستغاث بہ ایں جہت کہ درود دست مرخواندش ہیچ درز نمی نماید و امید اجرست  
الالفاظ اغشنا کہ از میان برداشته شود۔ اھ

جائے غور ہے کہ پہلے ان کے علما جواز اس درود کے ورد کیے اور موجب ثواب کے ہونے کے قائل تھے اور اب یہ لوگ اس درود کے کفر اور بدعت ہونے کو بڑے شد و مد سے ثابت کر رہے ہیں حالانکہ ناظرین تحریر بالا کو یقین ہو گیا ہے کہ بہ حکم قرآن و حدیث یہ درود روا و بجا ہے، اس کو شرک و بدعت کہنا سراسر نفسانیت ہے۔

رہا حکم استغاثہ کا آں حضرت ﷺ سے شیخ محدث دہلوی شرح اور ترجمہ مشکوٰۃ اور تکمیل الایمان اور مدارج النبوة میں کئی جگہ تصریح کرتے ہیں کہ انبیاء سے استمداد کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور علامہ قسطلانی کی مواہب لدنیہ میں ہے کہ استغاثہ اور توسل اور تشفع اور توجہ اور تجوہ سب ایک ہی ہیں اور یہ سب حضرت ﷺ سے ہر حال میں واقع ہوئے ہیں، آپ کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد بھی، آپ کی حیات دنیا میں، عالم برزخ میں اور قیامت میں۔ مدت حیات کے دلائل سے وہ حدیث نسائی و ترمذی و ابن ماجہ کافی ہے جس میں نابینا کے بینا ہونے کا ذکر ہے اور عالم برزخ کے استغاثہ کے واقعات بے شمار ہیں۔ کتاب مصباح الظلام فی المستغاثین بخیر الانام میں تھوڑا سا اس کا ذکر ہے۔

اور مجھ کو بھی ایک مرض ہوئی تھی، میں نے مکہ معظمہ میں آپ ﷺ سے استعانت کی تھی، تو میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کے ہاتھ میں کاغذ ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یہ دوا ہے احمد

بن قسطلانی کے لیے سرورِ عالم ﷺ کے حضور سے۔ پھر جب میں بیدار ہوا تو بہ خدا مجھے کوئی بھی مرض نہ تھی، آپ کی برکت سے شفا ہوگئی۔ ایسا ہی کئی واقعات میں استعانت اور اعانت ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارتِ مواہبِ لدنیہ کا۔

اور حدیثِ مسند بزار و مصنف ابن ابی شیبہ و کتابِ عمل الیوم واللیل ابن سنی و معجم کبیر طبرانی سے حسنِ حصین میں یا عباد اللہ اعینونی کالفظ تین مرتبہ واقع ہے جس سے اولیا سے بھی استعانت کا جواز حاصل ہوتا ہے اور اس حدیث کو معتبر محدثین نے حسن اور مجرب کہا ہے۔

باقی رہا یہ جو اس حدیث کے کسی راوی پر نواب قطب الدین مرحوم کی شرح اُردو حسنِ حصین مطبوعہ باردوم میں کچھ اعتراض لکھا گیا اور صاحب اثنا عشریہ نے وہ اعتراض پیش کیا تھا تو اس کا جواب فقیر نے 'تحفہ دستگیر' میں لکھ دیا تھا کہ وہ راوی دوسری روایت کا ہے، حسنِ حصین والی حدیث کی روایت میں وہ راوی نہیں ہے، چنانچہ وہ رسالہ ۱۲۸۵ھ سے شائع ہے۔

جب فقیر ۱۳۰۸ھ میں مکہ معظمہ میں تھا تو ایک روز حضرت مولانا الحاج الحافظ شیخ مولوی محمد عبد الحق آلہ آبادی مہاجر مکہ معظمہ نے ذکر فرمایا کہ حجیم بیت اللہ العظیم میں نواب قطب الدین صاحب نے ظفر جلیل شرح اُردو حسنِ حصین مطبوعہ باردوم سے یہ مقام جرح حدیث یا عباد اللہ اعینونی کا نکال کر میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے دیکھ کر پھر ان کو واپس کیا اور خاموش رہا، تب انھوں نے خود کہا کہ آپ نے یہ مقام جرح کا دیکھا ہے اور آپ کو پسند ہے۔

میں نے کہا: صرف تعصب ہے، کیوں کر پسند ہو؟ تب نواب صاحب نے جواب دیا کہ یہ تمام طویل عبارت جرح کی بغیر میری مرضی اور اذن کے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے الحاق کرا دی ہے اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے موافق شرح مولانا قاری وغیرہ کے اس حدیث کو حسن و مجرب لکھا تھا، چنانچہ پہلے مرتبہ کی مطبوعہ میں موجود ہے۔ اھ

فقیر نے یہ تقریر سن کر کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ اور اسی روز سے یہ تقریر حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی اربعین کے بعد جو فقیر نے مکہ معظمہ میں رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیا اللہ سے نقل کی تھی، لکھ دی تھی۔

فقط محدثین معتبرین نے اپنی کتابوں میں بہت واقعات ندائے استغاثہ کے بہ حضور سرور ﷺ

وصحابہ وغیرہم سے درج کیے ہیں جس سے شہ اوپر منقول ہوا ہے اور تھوڑا سا یہ ہے ہر چند مواہب و مدارج وغیرہما میں بھی ہے، مگر بہ مناسبت عبارت اردو کی تو ارتح حبیب الہ سے منقول ہوتا ہے۔ فصل غزوہ مکہ میں لکھتے ہیں :

بلکہ خزاعہ کے راجز یعنی شعر کہنے والے نے اس وقت رات میں آپ کو پکارا اور آپ سے مدد چاہی۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اس کی آواز پہنچائی۔ آپ نے اس کا جواب دیا: لبیک لبیک لبیک اور اس وقت آپ زنا نہ میں تھے۔ حضرت میمونہ جن کے حجرہ میں آپ تھے، لبیک آپ کا سن کے پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں؟۔ آپ نے فرمایا کہ راجز خزاعہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنو بکر کی مدد کی۔ اھ

رسالہ 'صولۃ القادریہ' میں استیعاب سے نقل کر کے لکھا ہے کہ تابعہ جعدی صحابیہ نے ایام حکومت ابو موسیٰ اشعری کے بصرہ میں تکلیف کی حالت میں یہ شعر پڑھا تھا۔

فيا قبر النبي و صاحبه ☆ الا يا غوثنا لو تسمعونا

ترجمہ: اے قبر نبی و دونوں شیخین کی اے ہمارے فریاد رس! ہماری کلام سنو۔

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی کا یہ قصیدہ مشہور ہے جس میں اول سرور عالم

ﷺ کی جناب میں استغاثہ کیا ہے۔

يا حبيب الاله خذ بيدي ☆ ما لعجزى سواك مستدى

كن رحيمًا لِدَلَّتِي و اشفع ☆ يا شفيع الوردى الى الصمد

اے حبیب خدا رسول کریم! دست من گیر یاروف و رحیم!

جز جناب تو نیست تکیہ من عجز من بیش تر نیا ز عمیم

رحم فرما و ہم شفاعت کن اے شفیع ہمہ بہ سوئے کریم

پھر آخر میں فرماتے ہیں۔

استغثوا لعاجز مضطر

شہروا ذیلکم الی المدد

اے اہل بیت شاہِ رسل!  
 وی مجبانِ ذاتِ باکریم!  
 طلب فریاد و استغاثہ کند  
 عاجز و مضطرب بہ حالِ لقیم  
 زود فریاد رس شوید بہ حق  
 بہ مدد ہم رسید رسمِ قدیم

اور قصیدہ بردہ جو مقبول قصائدِ اکابرِ اہل سنت سے ہے، اس میں بھی بہ تکرارِ بسیار نداے استغاثی موجود ہے۔

یا اکرَم الخَلقِ مالِی من الوذِیہ  
 سِوَاک عِنْد حُلُولِ الحَادِثِ العَمَمِ

و لَنْ یضِیقَ رَسولَ اللّٰهِ جَاهِکَ بِی  
 اِذَا السَّکْرِیْمِ تَجَلّٰی بِاسْمِ مَنْتَقِمِ

فَإِنْ مِنْ جَوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتْهَا

وَ مِنْ عِلْمِکَ عِلْمِ اللُّوْحِ وَ الْقَلَمِ

ترجمہ: اے بزرگ ترین خلق! کسی نیست، کہ بہ او پناہ گیرم سوائے تو روز قیامت۔ کم نمی گردد مرتبہ تو یا رسول اللہ بہ مدد، من و قبیلہ حق تعالی تجلی اسم منتقم نماید۔ بے شک جو دو بخشش تو دنیا و آخرت است، و شمشہ علم تو لوح و قلم است۔

تفسیر فتح العزیز کے دیباچہ میں درج ہے :

یا صَاحِبَ الجَمَالِ وَ یا سَیِّدَ البَشَرِ

مِنْ وَجْهِکَ المَنِیرِ لَقَدْ نَوَّرَ القَمَرِ

لا یَمْکِنُ الشَّاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهُ

بَعْدَ اِزْ خَدَا بَزرِگِ تَوَلّٰی قَصَهُ مَخْتَصِرِ

ترجمہ: اے صاحب حسن و اے سرور آدمیاں! تیرے چہرہ روشن سے چاند روشن ہے تیری تعریف جیسا کہ چاہیے ممکن نہیں، خدا کے بعد تو ہی بزرگ ہے۔

الحاصل! اب غور کرو کہ جب کوئی مسلمان الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہے اور اعتقاد



کرے کہ بذریعہ عرض احوال امت یا بہ تبلیغ ملائکہ جو درود کے پہنچانے پر علاحدہ مقرر ہیں یا بہ تعلیم الہی بہ نور نبوت اس درود پر آپ ﷺ مطلع ہوتے ہیں تو اب وہ کون سا دین دار عالم ہے جو اس کو کافر و بدعتی کہے گا۔ حاشا وکلا بلکہ حضراتِ علماء پر عموماً اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والوں کے خانوادہ پر خصوصاً لازم ہے کہ ضدیت اور عناد کو ترک فرما کر اہل اسلام کو ملائمت سے سمجھا دینا خدمتِ دین متین جان کر مہما ممکن تکفیر و تفسیق سے زبان کو بند فرمائیں۔ یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ تکفیر کو اگر کوئی محل اور موقع نہ ملے تو وہ قائل پر ہی عود کرتی ہے۔ - اعاذنا اللہ تعالیٰ و جمیع المسلمین عن ذلک -

تعب یہ ہے کہ صدیق حسن قنوجی نے ایامِ نوابی بھوپال میں جو رسائل تالیف کر کے شائع کیے ہیں، ان میں سے رسالہ فتح الطیب میں اول اشعار زائر کے جمع کر کے بعد ازاں اپنے اشعار درج کیے ہیں۔ زائر کے اشعار سے صفحہ ۱۲ کے اخیر ہے۔

یا رسول اللہ! زائر ابرائے کس چہ کار

بر سر اغیار از و سنگ ترا زوے شام

اور خود نواب صاحب صفحہ ۷۵ کی غزل میں اول قاضی شوکانی سے مقلدین کے مقابلہ کے لیے استغاثہ و استمداد کر کے۔

زمرہ رائے در افتاد بہ ارباب سنن

شیخ سنت مددے، قاضی شوکان مددے

پھر آخر میں لکھتے ہیں۔

گفت نواب غزل در صفت سنت تو

سرور دین مددے، قبلہ پا کاں مددے

پس باوجود اس پکار نے اور استمداد کے نواب صاحب کو مفتی صاحب دہلوی اور ان کے اتباع ”امیر المؤمنین“ لکھنؤ اور ان کی تالیفات کو مستند مانیں اور دوسرے اہل اسلام اگر درود سے یا رسول اللہ کہیں تو ان کو کافر اور بدعتی گردانیں!۔



سبحان اللہ! فقہت اور تقویٰ کا فتویٰ اسی کا نام ہے اور بہ سبب سخت زبانِ درازی قنوجی صاحب کے مقلدین پر، اخیر میں نوابے بھی چھپنے گئے تھے اور عرصہ تک یہ حال اخبارات میں درج ہوتا رہا تھا، یہ قاضی شوکانی شیخ سنت کی امداد ہوئی تھی اور ایک ایسی بری مرض سے مبتلا ہو کر گزرے کہ ناگفتہ بہ۔ الحق! حق تعالیٰ کے مقبولوں سے عداوت خدا تعالیٰ سے محار بہ ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

اس جگہ واضح رہے کہ فتویٰ منسوبہ مفتی نذیر حسین صاحب دہلوی سے فراغت پا کر مناسب متصور ہوتا ہے کہ باقی دوسرے دلائل اس پرچہ مذکورہ کا جواب بھی قلم بند ہو۔

حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کی طرف سے جو اس اشتہار میں درج ہے کہ انہوں نے السلام عليك ايها النبي کی نسبت یہ جواب دیا کہ یہ خطاب حکایتی ہے، خدا تعالیٰ نے شبِ معراج میں حضرت سے کہا تھا، ایسے خطابات قرآن مجید میں بہت موجود ہیں، وہ سند اس بات کی نہیں ہو سکتی کہ غائب کے واسطے بھی ندا جائز ہے۔ اھ

فقیر۔ کان اللہ۔ کہتا ہے کہ نماز کے دنوں قعدوں میں بحکم احادیث صحیحہ پڑھنا التحیات کا واجب و لازم ہے اور تمام صحیح التحیات میں السلام عليك ايها النبي موجود ہے۔ اور تمام مبسوطات و معتبرات فقہ میں درج ہے کہ نماز پڑھنے والا التحیات کے معانی کو اپنی طرف سے ادا کرے۔ یعنی یہ سمجھے کہ میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی عبادت مخصوص ہے اور سرور عالم ﷺ پر میں سلام بھیجتا ہوں اور حق تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت کی شہادت بھی میں ادا کرتا ہوں نہ یہ کہ شبِ معراج کا یہ واقعہ ہے جیسا کہ تنویر الابصار اور در مختار اور رد المحتار میں ہے۔

اگر حافظ صاحب بر خلاف دینی کتابوں کے اس خطاب کو حکایتی سمجھتے ہیں تو نماز میں الحمد شریف کے پڑھنے کو بھی ایسا ہی خیال کرتے ہوں گے کہ حق تعالیٰ کی حمد اور تجید اور تخصیص عبادت و استعانت و طلب ہدایت ہم نہیں کرتے یہ صرف حکایت قرآن ہے۔ حق تعالیٰ ضدیت سے بچائے اور حافظ صاحب کا یہ قول کہ ”بعد کو غیبوت لازم نہیں ہے۔“ اھ

جیسے کہ بعد کو غیبوت لازم نہیں، ویسے ہی بعد سے غیبوت منافی بھی نہیں ہے۔

رہا یہ جو اس اشتہار میں درج ہے۔ منافی ندالغیر اللہ کے واسطے نص:

وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝ (سورۃ جن: ۱۸)

ترجمہ ہندی اشعار:

سب مسیحاں خاص عبادت رب دی جہت بناؤ

اللہ نال نہ کے پکارو نا کچھ شرک ملاؤ

جے نال اللہ دے غیر پکارے وچہ مسیحاں کوئی

تا اللہ نال شراکت غیراں وچہ مسیحاں ہوئی

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝ (سورہ جن: ۲۰)

توں سب خاصاں تھیں خاص محمد اعلیٰ رتبہ تیرا

توں آکھ انہاں میں اک پکاراں جو رب مالک میرا

میں ناں اس نال شریک بناواں ہرگز ہو رکے نوں

تے روانہ رکھاں جو کوئی مشرک کدی پکارے مینوں

فقیر۔ کان اللہ۔ کہتا ہے کہ یہ معنی ان دو آیتوں کے جو پنجابی بیتوں میں نقل کیے ہیں غالب

گمان ہے کہ تفسیر محمدی کے ہوں گے جو حافظ محمد صاحب لکھوی کی تالیف ہے۔ سو اس کا جواب بھی

یہی ہے جو پہلی آیت کے جواب میں گزرا ہے کہ معنی فلا تدعوا اور ادعوا کے عبادت کے ہیں،

پکارنے کے نہیں۔ جیسا کہ اوپر قرآن مجید اور تفاسیر معتبرہ کی سند سے لکھا گیا ہے۔

نہایت افسوس کا مقام ہے حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ رسول اکرم ﷺ تو اپنے نام نامی

پکارنے کا امر فرمائیں اور یہ لوگ نئے مفسر و محدث اپنی غلط فہمی سے فلا تدعوا کی دلیل سے اس کو

شرک بتائیں۔ حضرت سرور عالم ﷺ جو شرک کے استیصال کے واسطے آئے تھے اور دراصل آپ

نے شرک کی بیخ کنی فرمائی وہ۔ نعوذ باللہ۔ ان لوگوں کے نزدیک شرک کا امر فرمانے والے اور

مسلمانوں کو مشرک بنانے والے ہوئے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اور نیز مصرع: تے روانہ رکھاں جو کوئی مشرک کدی پکارے مینوں

جو ترجمہ و لا اشْرِكُ بِهِ أَحَدًا کے پیچھے لکھا ہے یہ مختصر اپنی طرف سے خداے تعالیٰ کی کلام

میں ایراد کر دی ہے۔ سارے قرآن مجید میں بسم اللہ سے والناس تک اس مضمون کی کوئی آیت نہیں

ہے جس کا یہ مصرع ترجمہ قرار دیا جائے۔

اس جگہ اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہے کہ ان حافظ صاحب نے اول انواع مولوی عبداللہ صاحب لاہوری کے حاشیہ کر کے چھپوائے، بعد ازاں اپنے والد کے نام انواع مسائل فقہیہ کے چھپوائے، ان دونوں کے چھپوانے میں بہت سا روپیہ کمایا۔ بعد ازاں انواع محمدی بنا کر اس کے ابتدا صفحہ ۳ میں 'انواع بارک اللہ کے مسائل کو قیاسی جان کر گویا اس کے رد کے واسطے یہ انواع محمدی چھپوائے اور اس میں دعویٰ کیا ہے کہ اس کے جمیع مسائل قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

پھر اس کے صفحہ ۱۲ میں درج ہے کہ کتے کے لعاب اور انسان کے بول براز اور خنزیر کے گوشت اور حیض کے لہو کے بغیر باقی ان کے اجزا قرآن و حدیث سے نجس نہیں، قیاسی نجس ہیں۔  
پھر اسی صفحہ کے بیت ۱۲۔

بول غائط انسان سوا ہور بول تے گو بر سارے

انہاں پلیدی نقص نہیں کچھ لدوں باجھ پیارے

اور صفحہ ۱۳ کے دوسرے بیت میں۔

حرام حیواناں گو بر بول قیاسوں نجس نصی

جویں کتاخوک بگھیاڑ بلی خرا تھی زما دینی

صریح لکھا ہے کہ کتے، خوک، بگھیاڑ، بلی وغیرہ کا گو بر بول قیاسی پلید ہے، نص سے پلید نہیں۔

پھر اسی صفحہ کی سطر ۹ میں ہے۔

ہے چیزاں اصل طہارت مگر جو ثابت نجس دلیلوں

باجھ دلیل نہ حکم کچے خود اندر شرع جلیلوں اھ

جس سے صاف ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک کتے خنزیر وغیرہ کا بول براز نجس نصی نہیں ہے تو

پاک ہے، کیوں کہ اصل ہر چیز میں طہارت ہے۔

قیاسی مسئلہ تو ان کے نزدیک غیر مسلم ہے۔ صفحہ ۲ کا تیسرا شعر ہے۔

جے اصحاباں اجماع نہ ثابت کہن امام قیاسوں  
ہے ایہہ دلیل ضعیف تے ظنی نہیں یقینی خاصوں

اور اس صفحہ کا اخیر شعر ہے۔

فرانہاں بہت قیاسی مسلے لوکاں وچہ ہولائے  
آپ ہوئے گم راہ ہواؤں نالے لوگ بھلائے

پھر صفحہ ۵ کا پہلا شعر ہے۔

ابن سیریں کہیا جو سب تھیں قیاس اول جس کیتا  
سو ابلیس آہا جو بھلا سدھا راہ نہ لیتا

(مسئلہ قیاس مجتہد کی دلیل شرعی معادل دوسرے ادلہ شرعیہ ہونے کا ذکر بسط مناسب کے

ساتھ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں درج ہے۔ من شاء فلینظر تمامہ منہ . عفی عنہ)

اب اس مسئلہ میں غور کرو کہ کتے اور سور وغیرہ کا بول براز پاک ہے اور حیض کے سوا سارے  
خون پاک ہیں، قرآن و حدیث میں ان کی نجاست مذکور نہیں ہے، کس قدر اسلام کی توہین ہے۔  
اس پر خاک رو بہ بھی کیوں نہ نہیں گے۔ انسان کا بول براز یقینی نجس ٹھہرے اور کتے، خنزیر، بندر کا  
بول براز پاک ہو۔ نعوذ باللہ من ہذا الفیقہ۔

قرآن مجید سورہ اعراف نویں پارہ کے دوسرے پاؤ کے اخیر ہے :

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی امی جس کا ذکر خیر تورات و انجیل میں ہے ان کو نیک  
کاموں کا حکم کرتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور پاک چیزوں کو حلال کرتا  
ہے اور پلید چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

دیکھو! کیا قرآن سے صاف عیاں ہے کہ جس قدر کھانے کی حرام اشیا ہیں وہ سب پلید

ہیں۔

اور ایک اور مسئلہ بھی انواعِ محمدی کا سن لیجیے :

چم مردار دباغت کیتیاں پاک نبی فرمایا

اذا دبح الاہاب فقد طہر جو مسلم لیا یا

صفحہ ۱۴ سطر ۱۵، جس سے ثابت ہے کہ خنزیر کا چمڑہ بھی دباغت سے پاک ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی انوار محمدی کا ہے :

ہے پانی پاک تے پاک کنند آپ نبی فرمایا

ایہہ دوویں صفتاں اس وچہ جانجاں نہیں تغیر پایا

جاں رنگ یا بو یا مزہ پانی و اچیز پلید و نجاوے

نہ فر پاک نہ پاک کنندہ اوہ پانی رہ جاوے

فرق نہیں وچہ تھوڑی بہت دو قلعے یا گھٹ پانی

نہ جاری کھلے نہ مستعمل وچہ فرق حدیثوں جانی

اب ان مسائل سے ثابت ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی میں جب اس قدر بول یا براز آدمی

کا پڑ جائے جس سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے تو اس سے یہ لوگ وضو کر لیں گے کہ ان کے

نزدیک وہ پانی پاک ہے اور ان کے کپڑوں کو جب بول براز کتے خنزیر کا خواہ کتنا ہی لگ جائے

انہیں کپڑوں سے یہ لوگ نماز پڑھ لیں گے، کیوں کہ یہ پلیدنسی نہیں ہیں بلکہ بہ موجب اصل کے

پاک ہیں اور خنزیر کے چمڑے بدنوع پر ان کی نماز روا ہے۔ یہ ان کا بہ تقلید قاضی شوکانی کے عمل بہ

حدیث ہے اور چاروں مذہبوں میں یہ نماز ناروا ہے۔

اب ان کی کتابوں سے سندیں لے کر فتوے جاری ہوتے ہیں اور اشتہار چھپتے ہیں اور دیہاتی

مسجدوں کے امام ان کتابوں کو خرید کر خود بھی پڑھتے اور عمل کرتے اور دوسرے لوگوں کو بھی سنا کر

خراب کر رہے ہیں۔ انما اشکوا بشی و حزنی الی اللہ۔

جن کتابوں کی بنیاد نیوی مفاد پر ہو جیسا کہ حق التصنیف کے صد ہا روپیہ جو چاروں مذہب

میں حرام ہے، کمایا ہو اور مسائل بھی ان کے غلط ہوں تو ان کو مستند بنانا سوائے ضلوا فاضلوا کے کیا

متصور ہو۔

رہا یہ جو اس اشتہار میں بدعت کی قباحت میں کچھ حدیثیں لکھی ہیں، سو یہ بھی مشہروں کی نفسانیت اور ضدیت ہے، کیوں کہ درود شریف مجوٹ عنہ ہرگز ہرگز بدعت نہیں ہے جیسا کہ اوپر مرقوم ہو چکا ہے۔

اب یہ قول مشہروں کا کہ

اس درود کے جواز میں اگر کسی کے پاس دلیل کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کی ہو تو پیش کرے، قبول کیا جائے گا۔ اھ

سو بعد ذکر اس اوپر کی تحریر کے اللہ تعالیٰ سے فقیر کی دعا یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان صاحبوں کو قبول کی توفیق دے اور فیما بین کی ضدیت اور نفسانیت کو دفع کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

اور کتاب اللہ تو ضرور قرآن مجید ہے، مگر کتاب الرسول یقیناً ان مشہروں کی ہی بدعت ہے۔ افسوس! اتنا بھی معلوم نہیں کہ کتاب و سنت یا قرآن و حدیث ہی بولا جاتا ہے، نہ کتاب الرسول۔ اور یہ جو اخیر میں لکھا ہے کہ

بجائے اس درود الصلوٰۃ الخ کے وہ درود پڑھنا چاہیے جس کا ذکر بار بار حدیثوں میں آیا ہے جس سے دس نیکیاں زیادہ ہوتی اور دس درجے بڑھتے اور دس برائیاں دور ہوتی اور دس دفعہ رحمت اترتی ہے۔ وہ درود یہ ہے :

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم ..... الخ .

الستہران: فقیر احمد علی برادرزادہ مولوی غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور و حقیر عبدالعزیز خلیف جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب مرحوم ساکنان کوٹ و قلعہ میہاں سنگھ۔ اھ

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ صیغہ درود جو نماز میں پڑھا جاتا، نیز اور صیغے بھی حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں جو کتاب حصن حصین اور حزب الاعظم وغیرہما میں جمع ہیں بے شک ان کا پڑھنا افضل ہے نہ یہ کہ ان کے سوا اور کوئی درود نہ پڑھیں، سب صیغے درود شریف جب ادب اور ارادت کے ساتھ پڑھے جائیں تو بے شک موجب اجر موعود ہیں۔ رہا یہ کہ اس درود نماز والے میں اللہم



صلی علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد یعنی بہ ایزاد لفظ "سیدنا" کے پڑھنا افضل ہے۔ جیسا کہ در مختار و رد المحتار وغیرہ میں تحقیق ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ  
سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین . اللهم ارحمنا معهم برحمتك  
یا ارحم الراحمین .

امرید قلمہ محمد ابو عبد الرحمن الفقیر غلام دستگیر الباشمی القصوری۔ کان اللہ۔

فی ایام التشریق من شہر جمادی الاخری ۱۳۰۳ھ فی بلدہ گوجران والا



### نظم پنجابی

مصنفہ حافظہ عبدالعلی صاحب نقش بندی ساکن گوجران والا

حمد الہی دلوں زبانوں آکھاں سو سو داراں  
لکھ صلوة سلام نبی تے جو سید ابراراں

آل اتے اصحاباں اوپر راضی ہووے سائیں  
تے ولیاں اتے رحمت رب دی ہووے سچ صباہیں

اس تھیں بعد ہن عرض کراں میں اونہاں مومناں اگے  
یا رسول اللہ دے آکھیاں دکھ جہاں نوں لگے

یا رسول اللہ دے آکھیاں جے کر مشرک ہووے  
تہ ہووے مشرک ٹلے نہ ہرگز پکا ہو کھلووے



جے مکے جانڈیاں کنڈے چھین چھین دے نہ سنگے  
رب دے راہوں پر تے ناہیں فضل الہی منگے

یا رسول اللہ دے آکھیاں دسو کی بریائی  
ایہہ پر اک نکما جھگڑا کردے نے سودائی

سال بہ سالی دین اندر اک نوا فتور مچاؤن  
مسلماناں نوں کافر مشرک بے وقوف بناؤن

غوثاں قطباں ولیاں تائیں وچے شامل کردے  
اہل اللہ دی کرن بے ادبی غضبوں نہیں جے ڈردے

تے ہے حدیث رسول اللہ تھیں جو کوئی دو جے تاہیں  
کافر آکھے کافر ہووے جے اوہ کافر ناہیں

تے کویں روا نکاح جنازہ کھٹی اس دی ہووے  
تے کویں نماز ہووے اس پچھے جے اوہ پیش کھلووے

تے مسلماناں دیاں قبراں اندر کیوں کر دفن کچوے  
تے کیوں کر ورہیے نال اس دے اوہ تائب تچر نہ تھیوے

تے مشرک جیسا برا نہ کوئی ہر اک نالوں مندہ  
مشرک نال جو کرے محبت اوہ بھی نہیں جے بندہ

صلوۃ سلام مخاطب کر کے کہنا حضرت تائیں  
کچھ گناہ نہیں اس اندر آکھو سنج صباہیں

ہل کہ ہر اک مسجد اندر پنچے وقت پڑھیوے  
بعد نماز پڑھو سب مومن رحمت نازل تھیوے

میں اس کارن بحث کراں کچھ لوڑ نہیں ہن میری  
اگے وچ کتاب اپنے دے کیتی بحث بہیری

مولانا جو ہیں قصوری خاص خدا دے پیارے

عابد زاہد عارف کامل عامل فاضل بھارے

لکھیا خوب جواب اونہاں نے اندر ایس رسالے

آپے پڑھ کے سمجھ لین گے جیہڑے اکھیاں والے

ایسے لوکاں کولوں پچنا چاہیے مومن تائیں

ایہہ رافضیاں دے چھوٹے بھائی صاحب سنت ناہیں

اوہ دشمن اصحاباں دے ایہہ دشمن ہیں فقیراں

تقلید اماموں بالکل منکر وگی مار شریاں

سن کے نام امام اعظم دا سڑ بل ہووے کولہ

دل تھیں دشمن اوس دے دا بدعتیاں دا ٹولہ

ایس عقیدہ والہ ہرگز ولی نہ ہووے کوئی

وج درگاہ الہی ملے نہ بدعتیاں نوں ڈھوئی

حنفی شافعی مالکی حنبلی گزرے ولی ہزاراں

تے کئی موجود اے بھی ظاہر باطن باجھ شماراں

جا کے دیکھو حضرت صاحب حیدر شاہ پیارے

جلال پور کیناں والے اندر جان لوگ جو سارے

کامل اکمل عابد زاہد چشمہ فیض الہی

فیض اونہاں تھیں دوروں دوروں پائے آن لوکاں

اج کل چشتیاں وچوں ہیں اوہ پورے مرد حقانی

ہور نہ آوے نظر آسانوں کوئی اونہاں دا ٹائی

فضل کمال اس شاہ صاحب تے اندر ایس زمانے

ہر ہر پاسے ہے مشہوری چنگا مندہ جانے

آؤ ہن بھی سمجھ کھلوؤ ضد تعصب چھڈو  
سینے صاف بناؤ دل تھیں کل کدورت کڈھو

وچ اسلام نہ پاؤ فتنہ بن جاؤ مومن بھائی  
یا رسول اللہ دے آکھیاں ہرگز نہیں بریائی

ولی اللہ دے درود مستغاث جو پڑھن پڑھاؤن  
یا رسول اللہ ہے اوس وچہ کیوں نہ منع کراؤن

ایہہ خشک ملاں بے سمجھ تے انھے سوچن دیکھن ناہیں  
تے وچ قرآن نہ کرن تدبر بھلے پھرن کو راہیں

اوہ کافر مشرک مسلماناں نوں کہندے سن علماواں  
نیم ملاں ایمان دا خطرہ سچ کہیا داناواں

بس کر حافظ تازی تائیں کافی ہے اشارہ  
تے کھوتہ باز نہ آوے بھاویں ماریا جائے نکارا

سمجھاں والے سمجھن گے بے سمجھاں سمجھ نہ آوے  
لو باٹے سمجھن ناہیں لکھ کوئی سمجھاوے

**اعلان:** جو صاحب بیرون جات سے منگوانا چاہیں صرف اپنا پتہ اور دو پیسہ کا ٹکٹ  
برائے محصول ڈاک راقم کے پاس بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ راقم شیخ رحیم بخش گوڑ دواڑہ دوکان دار  
بخت فروش بازار رسیدنگری گوجراں والہ۔

(☆) علمائے کرام اہل سنت و جماعت نے ایسے اعتقاد والوں کو رافضیوں کے چھوٹے بھائی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ  
رسالہ تحفۃ العرب والعمم مصنفہ جناب نواب قطب الدین صاحب مرحوم دہلوی میں بہ مثبت مواہیر علمائے کرام  
حرمین شریفین درج ہے۔



وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ  
نُؤَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (سورۃ نساء: ۱۱۵/۴)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے  
ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔

الوقف لله الكريم

الحمد لله رب العالمين کہ رسالہ نافع مومنین مسکنی بنام تاریخی

# عروۃ المقلدین

## بإلهام القوي المبين

{ ۱۳۰۰ھ }

-: تالیف :-

اضعف عباد اللہ الخیر محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ

بہتج: مولوی فضل حق قصوری

باہتمام کار پردازان مطبع قادری انجمن قصور میں طبع ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْوَقْفُ لِلَّهِ الْكَرِيمِ

المرسب الامین کہ ملائح عین صحنام مارلی

عُرْوَةُ الْمُقَلِّدِينَ  
 بِالْبَهَائِمِ الْقَوِيَّةِينَ

شہادہ جری

ایٹیشن بلدیہ پبلیشرز ابو مہار حزن فقیر عدم دستیک فوری کلان پور

بیچ ہوا نزل قاضی

باہتمام کارپردازان مطبع قادیان انجمن قصوریہ میں طبع ہوا

[باہتمام کارپردازان مطبع قادیان انجمن قصوریہ سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

## سوال

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باری تعالیٰ کا عرش پر مکان ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضا و جوارح ہیں۔ (۱) نیز یہ عقیدہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے سے بھی ذلیل ہے۔ (۲) اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (۳) اور جو لوگ حرفِ ضاد کو ظا پڑھتے ہیں یعنی غیر المفضوب . . . ولا الضالین کو غیر المفظوب . . . ولا الظالین پڑھتے ہیں اور (جو بعض) جس کنویں میں کتا، سور، بلی، چوہا وغیرہ مر کر گل جاؤے تو اس پانی کو پاک جان کر پیتے اور اُس سے وضو غسل کر لیتے ہیں آیا ایسے عقیدہ والوں اور ایسے کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا ہے یا نہیں؟۔

## الجواب واللہ هو الملمہم للصلواب

ان تینوں عقیدے والوں اور دونوں کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا نہیں ہے۔ اب تفصیل اس کی نمبر وار لکھی جاتی ہے :

پہلے نمبر سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اہل سنت بلکہ اکثر امت سے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ جسمانی مکانی نہیں ہے۔ سورہ شوریٰ میں فرمان ہے :

(۱) تفصیل اس کی رسالہ "تحقیق تقدیس الوکیل" میں موجود ہے۔ ۱۲

(۲) تقویۃ الایمان: ۲۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مطبع مرکنائیل پرنٹنگ، دہلی

(۳) تقویۃ الایمان: ۲۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ صفحہ ۳۵ مطبوعہ مطبع مرکنائیل پرنٹنگ، دہلی

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (سورہ شوریٰ: ۱۱/۲۲)

یعنی حق تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ کانوں کے بغیر سنتا ہے آنکھوں کے بغیر دیکھتا ہے۔ کذافی المدارک وغیرہ۔

نیز قرآن مجید میں پچاس جگہ پر باری تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تسبیحات سے یاد فرمایا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثوں میں ان تسبیحات کے پڑھنے کا ثواب بے حساب روایات میں آیا ہے، جن سے تنزیہ و تقدیس حق سبحانہ و تعالیٰ کے اعضا و مکان سے بخوبی متحقق و عیاں ہے، اس لیے سب عقائد کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ جسمانی مکانی نہیں ہے۔ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر کی شرح مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۱۷۱ میں لکھتے ہیں :

كما هو مقرر عند أهل السنة والجماعة بل و سائر طوائف الاسلام من المعتزله والخوارج و سائر أهل البدعة إلا طائفة من المجسمة و جهلة من الحنابلة القائلين بالجهة تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا - (۱)

پھر صفحہ ۹۱ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ رافضی غالی اور یہود مردود اور کرامیہ اور مجسمہ حق تعالیٰ کو عرش پر یعنی عرش کو اس کا مکان جانتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں :

عقیدہ دوازدهم آنکہ حق تعالیٰ جسم نیست و طول و عرض و عمق ندارد و ذی صورت و شکل نیست۔

عقیدہ سیزدهم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست و اورا چہتے از فوق و تحت متصور نیست و ہمیں ست مذہب اہل سنت و جماعت حکمیہ و غیرہ از امامیہ می گویند..... کہ حق تعالیٰ جسم ست و سالمیہ می گویند کہ چہرہ و چشم و گوش و دہاں و بینی و دست و پاہمہ با و تعالیٰ ثابت ست حکیمہ و یونیہ گویند کہ مکان او عرش ست..... سالمیہ و شیطانیہ گویند کہ مکان او در آسمان

(۱) جیسا کہ حق تعالیٰ کا جسمانی مکانی نہ ہونا اہل سنت بلکہ ساری امت کے نزدیک ثابت ہے، مگر فرقہ مجسمہ اور اسی کی مانند کچھ جاہل لوگ اللہ تعالیٰ کی جہت اور مکان کے قائل ہیں۔ اور وہ سبحانہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔ (مخ الروض الازہرنی شرح الفقہ الاکبر: ۳۳۲ مطبوعہ دار البشار الاسلامیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)



ست..... وانتقال می کند از مکانے بمکانے و از آسمانے باسماںے و نزول و صعود و قیام و قعود و حرکت و سکون می نماید در بعیہ گویند کہ مسکن او آسماں ست لکن در ایام بہار برائے سیر گلزار ہا و شگوفہ ہا بر زمین می آید باز بالائے آسماں میرود مثل جہانگیر بادشاہ کہ مستقر او آگرہ بود و ہر سال برائے سیر بہار بکشمیر میرفت..... این عقیدہ کبرائے امامیہ باوجود یکہ مضحکہ صبیان ست مخالفت کلی دارد۔ با ثقلین اما کتاب فقولہ تعالیٰ: لیس کمثلہ شیئی و هو السميع البصیر۔ و اما عترت بس آنچه مرویست از امیر المومنین مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہ در خطبہ خود فرمودہ کہ او تعالیٰ وصف کردہ نمی شود بچیزے از اجزا و جوارح و اعضاے او تعالیٰ در مکان نیست کہ برد انتقال جائز باشد کلمہ مذکور فی نوح البلاغۃ۔ (۱)

یہاں تک تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ یہود اور مجسمہ اور غلاتِ روافض کو جو حق تعالیٰ کے واسطہ جسم اعضا مکان ثابت کرتے ہیں، آیات تشابہات ید و وجہ و استوی علی العرش وغیرہ سے دھوکہ پڑ گیا کہ ان کو محکمت جان کر حق تعالیٰ کے لیے جسم اور مکان ثابت کرنے لگے اور فی الحقیقت وہ آیات اور ایسا ہی احادیث جن میں ایسے الفاظ وارد ہیں سب کی سب تشابہات سے ہیں جن پر ایمان لانا

(۱) [تحفہ اثنا عشریہ: ۱۳۲-۱۳۱ ملخصاً مطبوعہ مطبع نشی نول کشور] ترجمہ: بارہواں عقیدہ: اللہ تعالیٰ جسم اور لبائی، چوڑائی اور گہرائی نہیں رکھتا ہے اور اس کی شکل صورت بھی نہیں۔

تیرہواں عقیدہ: اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں ہے اور طرف اونچی نیچی سے پاک ہے اور یہی ہے مذہب اہل سنت و جماعت کا۔ شیعہ کے بعضے فرقہ قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور چہرہ اور آنکھ، منہ اور ناک اور ہاتھ، کان سب کچھ رکھتا ہے۔ اور اس کا مکان عرش ہے اور عرش سے ملا ہوا ہے۔

سالمیہ شیطانی کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان ہے، ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اترتا چڑھتا ہے کھڑا ہوتا ہے، بیٹھتا ہے۔

ربیعہ کہتے ہیں کہ مکان اس کا تو آسمان ہے لیکن بہار میں سیر گلزار کے واسطے زمین پر آتا ہے پھر آسمان پر چلا جاتا ہے جیسا کہ جہانگیر آگرہ سے ہر سال کشمیر کو جایا کرتا تھا۔ یہ عقیدہ شیعہ کا..... قرآن اور اہل بیت کے فرمان سے سراسر مخالف ہے۔ قرآن مجید کی آیت لیس کمثلہ شیئی اس کو رد کرتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ اعضا و جوارح و مکان سے پاک ہے جیسا کہ کتاب نوح البلاغۃ میں مذکور ہے۔ ۱۲

فرض اور ان کی مراد اور تفسیر خداے پاک کو سپرد کرنا لازم ہے اور ان کے ظاہری معنوں سے اوسبجانہ کو پاک جاننا لازم ہے۔ مولانا علی قاری فقہ اکبر کی شرح صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں :

وقد تقدم عن أبي حنيفة رضي الله عنه أنه يؤمن بالصفات المتشابهات و يعرض عن تاويلها و ينزه الله عن ظواهرها و يكفل علمها إلى عالمها كما هو طريقة السلف و كثير من الخلف انتهى (۱)

اور سنن ترمذی میں کئی جگہ پر علمائے سلف اور خلف کی نقل سے ایسا ہی لکھا ہے کہ ان الفاظ پر ایمان لائیں اور ان کے معنی اور مراد کے بیان کی طرف نہ جائیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی تفسیر کے باب میں حدیث ید کے نیچے لکھتے ہیں :

قال الانمة تؤمن به كما جاء من غير أن يفسر أو يتوهم . انتهى (۲)

اور یہ مطلب صدہا قرآن مجید کی تفسیروں اور احادیث کی شرحوں سے ثابت ہے مگر تفسیر اتقان میں اس کا ذکر شرح وارد درج ہے۔ رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ان کی عبارات کے ترجمے مرقوم ہیں۔ باقی رہا یہ کہ جو کوئی حق تعالیٰ کو جسمانی مکانی جانے تو شرع ازہر اس کے بارے میں کیا فرماتی ہے۔ امام تورپشتی علیہ الرحمۃ المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

بدانکہ انواع کفر بسیارست و منشاء اباطیل ہمہ پنج چیز است تعطیل و تشریک و تشبیہ و تعلیل و تشریک در تدبیر و تشبیہ..... آنت کہ قومی خداے را جل و علاحدے گفتند اند و بدانچہ آفریدہ اوست از جواهر و اعراض نسبت کردند و بذاتش مانندگی گفتند

(۱) امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صفات متشابہات کو ماننا لازم ہے اور ان کی تاویل اور مراد بیان کرنا نہ چاہیے اور ان کے ظاہر معنوں سے حق تعالیٰ کو پاک جاننا چاہیے اور اس کے علم کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا لازم ہے جیسا کہ کثرت سے امامان اہل سنت فرماتے ہیں: کہ ید اور وجہ پر ایمان لانا چاہیے سو اس کے کہ اس کے معنی کیے جائیں۔

(۲) امامان اہل سنت فرماتے ہیں کہ ید اور وجہ وغیرہ پر ایمان لانا چاہیے سو اس کے کہ اس کے معنی کیے جائیں اور وہ ہم کریں یعنی انہیں الفاظ کو مانا جائے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ خدا تعالیٰ کو ثابت نہ کریں۔ ۱۲

(۲) سنن ترمذی: ۲۵۰/۵ حدیث: ۳۰۲۵۔

تعالیٰ اللہ عن ذلک - (۱)

امام اعظم رضی اللہ عنہ سے شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۹ میں منقول ہے :

ذکر الشیخ الإمام ابن عبد السلام فی کتاب حل الرموز انه قال الامام ابو حنیفہ من قال لا أعرف اللہ تعالیٰ فی السماء هو أم فی الأرض فقد کفر لأنه هذا القول یوهم أن للحق مکانا و من توهم أن للحق مکانا فهو مشبه . انتهى و لا شک أن ابن عبد السلام من أجل العلماء و أوثقهم فیجب الاعتماد علی نقله . (۲)

کتاب ایواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں ابوطاہر قزوینی کی سراج العقول سے لکھتے ہیں کہ فرقہ مشبہ آیت الرحمن علی العرش استوی سے گمراہ ہوئے حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کر دیا۔ اس پر امت مرحومہ کے علمائے دین دار نے ان کی تکفیر اور تھلیل اور ضرب اور شتم اور قتل اور غارت میں سبقت کی اور باری تعالیٰ سے اس کی تزیہ اور تقدیس کے صلہ میں جزاے خیر لی۔ یہ ترجمہ ہے ایواقیت و الجواہر کی عبارت کا۔

مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :

من قال بأنه سبحانه جسم و له مکان و یمر علیہ زمان و نحو ذلك فانه کافر حیث لم یثبت له حقیقة الایمان . انتهى (۳)

(۱) [المعتمد فی المعتقد: ۶۳ مطبوعہ مطبع مظہر العجائب، مدراس] کفر کی بہت قسمیں ہیں منشاء اس کا پانچ چیز سے ہے ایک خدا تعالیٰ کو بے کار جاننا، دوسرا اس کے ساتھ شریک جاننا، تیسرا اس کو مخلوق سے تشبیہ دینا، مکانی جسمانی جاننا اور خدا جل و علا اس سے پاک ہے۔ ۱۲

(۲) شیخ امام ابن عبد السلام کتاب حل رموز میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں سو کافر ہے، کیونکہ اس کلام سے وہم آتا ہے کہ خداے پاک کے لیے مکان ہے اور جس نے خدا تعالیٰ کے لیے مکان ٹھہرایا وہ مشبہ ہے۔ ۱۲

(۳) جس نے خداے پاک کے لیے جسم ٹھہرایا اور اس کو مکانی زمانی بتایا پس بے شک وہ کافر ہے کیونکہ حقیقت ایمان جو وحدانیت تھی اُسے زیب نہ ہوئی۔

تفسیر فتح العزیز میں آیت والذین ہادوا کے نیچے یہودیوں کے اعمال اور اعتقاد اور اخلاق کی قباحتوں کے بیان میں لکھتے ہیں :

چنانچہ سر کفر ایشاں میں است کہ حضرت حق تعالیٰ را جسمانی بر صورت انسان اعتقاد میکنند و میگویند کہ ہر چند ذات او تعالیٰ مبرا از جسمیت است لیکن اورا تعلق بجسمی ناگزیر است ہرگز بے جسمی نے ماندالی قولہ۔ (۱)

واستوی بعرش بمعنی تمکن واستقرار وجواز رؤیت اودر جہت وگریستن بر طوفان نوح و خندہ کردن واندوہ و حزن و فرح و سرور را بے تاویل بر آنجناب تجویز و اطلاق میکنند۔ (۲)

اگر کوئی کہے کہ اہل سنت کا مسئلہ مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ چاہیے تو یہاں پر مجسمہ مشبہ جو اہل قبلہ ہیں ان کی تکفیر کیوں کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب (۳) اہل قبلہ کی تاویل اور شبہ کسی نص صریح یا حدیث صحیح یا اجماع امت کے برخلاف ہو تو وہاں پر ان کی تکفیر ضروری ہے کہ ضروریات دین کا انکار کفر جلی ہے۔ المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

واکثر علمائے سلف تکفیر فرق ضلالت چوں روافض و خوارج و معتزلہ روانداشته اند و بعضے دیگر در تکفیر ایشان توسع کردند آنچه بر قانون اصول دین مستقیم است آنست کہ نظر کنیم اگر مبتدع تاویل کند کہ مفسی باشد بخالفت نص ظاہر از کتاب یا سنت ثابت کہ عذر باوجود آن منقطع باشد یا روآنچه امت اجماع کردہ باشند تکفیرومی روا باشد۔ (۴)

(۱) یہودیوں کا کفر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو جسمانی آدمی کی طرح پر جانتے ہیں اور کہتے ہیں اگرچہ اس کی وجہ جسمیت سے پاک ہے تاہم کسی نہ کسی جسم سے اس کا تعلق ضروری ہے سوائے جسم کے ہرگز نہیں رہ سکتا ہے۔

(۲) اور یہودی استوا بعرش کو بمعنی مکان و قرار پڑنے کے خداے پاک پر بولتے ہیں اور دوسری صفات تخلقات و بھی بلا تاویل حق تعالیٰ پر بولتے ہیں۔ ۱۲

(۳) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں ذیل لیس البر مسئلہ تکفیر اہل قبلہ کو۔۔ لکھا ہے جس کا مال وہ ہے جو اس رسالہ میں تحریر ہوا ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ

(۴) [المعتمد فی المعتقد: ۲۲۳ مطبوعہ مطبع مظہر العجائب، مدراس ۱۲۸۶ھ] اکثر معتقدین روافض خوارج معتزلی وغیرہ کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضوں نے ان بدعتیوں کو کافر لکھ دیا ہے اور مویہ قانون، بین اسلام سے یوں ثابت ہے کہ اگر بدعتی کا قول کسی آیت یا حدیث کے مخالف ہو یا اجماع امت کے برخلاف ہو تو اس پر اس کی تکفیر کی جائیگی۔ ۱۲

مولانا قاری فقہ اکبر کی شرح صفحہ ۱۲۳ میں لکھتے ہیں :

ثم اعلم أن المراد بأهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد - تا قول وے - و أن المراد بعدم تكفير أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا يكفر ما لم يوجد شيء من إمارات الكفر و علاماته و لم يصدر عنه شيء من موجباته . انتهى . (۱)

اور در مختار میں لکھتے ہیں :

(و إن) أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة (كفر بها) كقوله إن لله تعالى جسم كالاجسام و إنكاره صحبة الصديق (فلا يصح الاقتداء به أصلاً) فليحفظ . (۲)

اور حاشیہ شامی میں لکھا ہے :

قوله (جسم كالاجسام) و كذا لو لم يقل كالاجسام . (۳)

یعنی جس نے حق تعالیٰ کو جسم اور جسموں کی مانند یا صرف جسم ہی کہا تو دین کے ضروری امر کا منکر ہو کر کافر بنا اور اہل قبلہ میں سے نہ رہا تو اس کے پیچھے نماز ہرگز روا نہیں ہے۔

صاحب در مختار فرماتے ہیں کہ اس بات کو باور کہنا اور دھوکہ میں نہ پڑنا کہ ایسے لوگ اہل قبلہ سے ہیں اور ان کے پیچھے نماز روا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ باری تعالیٰ کے لیے اعضا و جوارح و مکان کا ثابت کرنا جسم جسموں کے مانند ٹھہرانا ہے جو کفر صریح ہے اور حق تعالیٰ کی احدیت و صمدیت کے برخلاف اور سخت قبیح ہے۔ اس لیے سب فقہ کی کتابوں میں اس کو کفر لکھا ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت کا ترجمہ ہے کہ کافر ہے وہ جو خداے پاک کے واسطے مکان ثابت

(۱) مراد اہل قبلہ سے وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کو مانیں اور اہل قبلہ کی تکفیر تک روا نہیں جب تک وہ علامات اور موجبات کفر سے بچتے رہیں۔

(۲) در مختار: ۵۶۲/۱ باب الامانة۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین شامی: ۵۶۱/۱۔



کرے۔ (۱)

اور امام ابو محمد عبداللہ یافعی نے مرآة الجنان میں اور امام ابن حجر عسقلانی نے الدرر الکامنہ میں اور شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکی نے اور ابن جماعہ شیخ عزالدین وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ ابن تیمیہ (۲) جسمیت اور مکانیت حق تعالیٰ کا معتقد ہوا اور بارہا علمائے حریم شریفین سے اس کی رد و قدح ہوئی اور مجبوس رہا اور قید میں مر گیا۔

یہ واقعہ تفصیل وار کتاب الجوہر المنظم میں ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اور رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں۔ جو مزین بمواہیر علمائے مدینہ منورہ ولاہور و قصور و فیروز پور و بہاول پور و امرت سر وغیرہ سن بارہ سو نوے (۱۲۹۰ھ) ہجری میں چھپ کر وقف مشتہر ہوا تھا، اس مسئلہ کی تفصیل جمیل مدلل آیات و احادیث و اجماع امت بہت بسط سے موجود ہے۔

من شاء الاطلاع علی کمال التحقيق فلینظر فیہا .

نیز رسالہ ہدیۃ الشیعین کے دیباچہ میں جو ۱۲۹۹ھ میں چھپ کر وقف تقسیم ہوا ہے، نواب صاحب بہادر بھوپال کی تفسیر کے ایک سطر کے رد میں اللہ تعالیٰ کے مکان سے پاک ہونے کا بخوبی لکھا گیا ہے۔ من شاء فلیراجع .

پہلے نمبر سوال کے عقیدے کا جواب ہو چکا۔ اب دوسرے نمبر کا جواب یہ ہے کہ رسالہ تقویت الایمان مطبوعہ صدیقی دہلی کے صفحہ ۱۶ میں آیت :

(۱) فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت یہ ہے: یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ . فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر۔ ۲۵۹/۲۔ باب احکام المرتدین۔

(۲) ابن تیمیہ کا رسالہ دیکھ کر مولوی غلام علی امرت سری و حافظ محمد لکھو کے والے اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے جسمانی ہونے پر ایمان لائے اور بھوپال والوں نے بھی سخت زبان درازی کی۔ رسالہ اتواء اور تفسیر فتح البیان میں خود نواب محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر نے سلف اور خلف سے مخالفت کی اور ان کے فرزند نوح المقہال کے دیباچہ میں حق تعالیٰ کے واسطے جوارج و اعضاء و مکان ثابت کر کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں :

و عبارت اہل کلام در وصف اوسجانہ کہ نہ جسم ست و نہ جوہر و نہ عرض و نہ محدود و نہ متبعض و نہ متعین و نہ مکان و نحو آں بدعت ست در کتاب و سنت بوی ازاں شمدہ نمی شود۔ اتھی۔ دیکھو اللہ سبحانہ کو بخوبی جسمانی مکانی بتایا اور ابن تیمیہ کو صفحہ ۷ میں شیخ الاسلام بتایا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ منہ کان اللہ۔ ۱۲۔

مفتی صاحب صدر الصدور دہلی نے رسالہ فتیٰ المقال میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ۱۲۔

يُنْسَى لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ . (اے میرے بیٹے شرک نہ کر، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ ۱۲) کا ترجمہ کر کے فائدہ میں لکھا ہے:

”یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی۔“ (۱)

یہ عبارت تقویت الایمان کی ہے۔

اب اس عبارت میں جو حق تعالیٰ کو بادشاہ اور اس کی مخلوق کو ذلیل سے ذلیل اور چمار مقرر کیا ہے اور مشرک کو لکھا کہ اس نے بادشاہ یعنی خدا کا تاج اتار کر چمار یعنی مخلوق کے سر پر رکھ دیا ہے تو یہاں پر اعتراض آیا کہ یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب حضرت عزیر و مسیح و ملائکہ علی نبینا و علیہم السلام کو حق تعالیٰ کی بیٹے بیٹیاں یعنی شریک جانتے ہیں تو کیا تقویت الایمان کے مصنف نبیوں اور فرشتوں کو بھی چمار مانتے ہیں تو دفع دخل مقدر یعنی اس اعتراض کے جواب میں تقویت الایمان میں لکھا ہے:

اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا۔ وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ انتہی

اس عبارت میں مخلوق کو دو طور سے عام کر کے انبیاء و ملائکہ کو بشمول جمیع مخلوقات خداے پاک کی شان کے مقابلہ میں چمار سے بھی ذلیل لکھا۔ چنانچہ تقویت الایمان کے حاشیہ پر اس کا اقرار ہے۔ یہ عبارت صرف نبیوں اور فرشتوں کے شمول کے لیے تاکیداً بڑھائی گئی ہے جیسا کہ اہل علم اس کو بخوبی یقین جان لیں گے گو بعض جاہل انکار پڑے کریں جو مذاق کلام فہمی نہ رکھے وہ خارج از بحث ہے۔

افسوس یہ لوگ کیوں بے سمجھے سوچے یا جان بوجھ کر ناحق کی پاس داری کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ صاحب تقویت الایمان نے تو یہ اپنی اصطلاح خاص مقرر کر لی ہے کہ سوا حق تعالیٰ کے ساری مخلوقات نعوذ باللہ چوہڑا چمار ہے جیسا کہ تقویت الایمان کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے کہ

(۱) تقویت الایمان: ۲۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ صفحہ ۱۶ مطبع مرکز کائنات پرنٹنگ، دہلی



”ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں میں اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے!“ انتہی (۱)

پس ایسے ایسے کلموں اور بے ادبیوں پر تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمعیل دہلوی کی حیات میں اکثر علمائے دین دار نے خصوصاً ان کے کنبے والوں نے ان سے بڑی بحث و مناظرہ کر کے لاجواب کیا اور ان کی تکفیر تک نوبتیں پہنچیں۔

قریب بیس (۲۰) رسالے ان کے رد کے فقیر نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور بعضے علمائے ہندوستان نے صاحب تقویۃ الایمان کی پاس داری میں ان کے مقابلوں کو لعن طعن کر کے تعصب سے جھگڑا پھیلا دیا، یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ فی زمانہ بعضے علمائے تو مسلمانی کو مولوی اسمعیل کی تکفیر میں منحصر کر دیا ہے اور بعضوں نے ان کو غازی، شہید، مہاجر تصور کر کے ان کے کلام کو کلام اللہ کی طرح بے خطا اور باصفا جان لیا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ بروے شرع شریف کسی کے مرنے کے بعد جب تک کوئی دلیل یقینی قائم نہ ہو، امت مرحومہ کسی کی تکفیر نہ کریں گے کہ خاتمہ کی خبر خدا جانے۔ اس میں خوشن داری ہے اور نہ ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے سارے فوائد حق ہیں بلکہ صاف صاف دیکھ رہے ہیں کہ بہت جگہ خلاف شرع اور مخالف اصل و فرع ہیں۔ دیکھو یہ کس قدر زیادتی ہے کہ ساری مخلوقات کے ضمن میں نبیوں اور فرشتوں کو خدا جل و علا کے روبرو چمار سے بھی ذلیل لکھا ہے۔

تقویۃ الایمان کے مقلد کہتے ہیں کہ خدا کی شان کے مقابلہ میں کہا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی (۲) اس کی تعریف نہیں کر سکتا ہے اس نے تو کہیں قرآن مجید میں نہیں فرمایا کہ میری شان کے روبرو انبیاء و ملائکہ ایسے ویسے ہیں بلکہ قرآن شریف میں خاص یہی موقع کا ذکر ہے

(۱) تقویۃ الایمان: ۲۱ مطبع مرکنائل پرنٹنگ، دہلی۔ ص ۳۲ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور

(۲) لا احصی لثناء علیک انت کما انبت علی نفسک حدیث صحیح ہے۔ یعنی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بارخدا یا جیسی آپ نے اپنی تعریف کی میں بھی ویسی تعریف نہیں کر سکتا ہوں۔ منہ کان اللہ لہ ۱۲

کہ کافروں نے نبیوں اور فرشتوں کو خداے پاک سے شریک کیا تو وہاں پر بھی اگر حق تعالیٰ نبیوں اور فرشتوں کی تحقیر فرماتے تو کیسا اچھا موقع تھا مگر اس کریم قدر دان نے وہاں پر بھی ان کو تعظیم و تکریم دی اور بہت سراہا جیسا کہ سورہ انبیاء میں فرماتے ہیں :

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ (سورہ انبیاء: ۲۱/۲۶)

یعنی اور کہا کافروں نے پکڑا ہے خدا نے فرزند وہ پاک ہے اور بے عیب بلکہ جن کو کافر فرزند کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں۔

پس غور کرو کہ عین موقع شرک میں جب خدا تعالیٰ نبیوں اور فرشتوں کی عزت اور حرمت بیان فرمائیں تو مولوی اسماعیل کو کب اجازت اور روا ہے کہ خدا کے مقبول واجب العظیموں اور مومن بہ لوگوں کو اس کی شان کے آگے چہرے سے ذلیل بتائیں۔ حاشا وکلا حق تعالیٰ کسی مسلمان یا ایمان سے ایسا کلمہ نہ کہلوائے اور جو ایسی باتوں پر اصرار کر رہے ہیں ان کو بھی ہدایت فرمائے۔

صاحبو! منصب رسالت و نبوت تو حق تعالیٰ کی خلافت ہے۔ اس شہنشاہ کے نائبوں کی بے ادبی میں کبھی بیڑا پار نہ ہوگا بلکہ دیکھو شریعت مطہر میں مقرر ہے کہ جو کسی نبی کی نبیوں سے یا کسی فرشتے کی فرشتوں سے سبکی کرے یا ان سے استہزا کرے یا ان کو دشنام دے تو وہ کافر واجب القتل ہو جاتا ہے اور جو شخص ایسے کافر کے عذاب یا کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر کہلاتا ہے۔  
در مختار میں لکھتے ہیں :

والکافر بسب نبی من الانبياء و من شك في عذابه و كفره كفر و  
يجب إلحاق الاستهزاء والاستخفاف به و ان شتم الملكة كالانبياء  
انتہی۔ ملتقطاً۔ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں استخفاف انبیا کو کفر لکھ کر پھر لکھتے ہیں :

قال أبوذر الاستخفاف بالملك كفر . انتہی (۲)

(۱) یعنی کسی نبی کو دشنام دینے سے کفر ہے اور جو ایسے شخص کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور

سخری اور سبکی نبیوں کی بھی کفر ہے اور فرشتوں کی گالی بھی کفر ہے۔ ۱۲

(۲) فتاویٰ عالمگیریہ: ۲۶۶/۲- باب احکام المرتدین۔

باقی رہا یہ کہ تقویۃ الایمان کے مقلد اس عبارت کی تصحیح کے لیے کئی حیلے اور تاویلات کرتے ہیں کوئی کہتا ہے (۱) کہ یہ ایسا ہے جیسے کہ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سب اعلیٰ ادنیٰ برابر ہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے خدا کے آگے جو بہت پرہیزگار ہے وہ بہت بزرگوار ہے۔

قوله تعالى: 'إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَى' (سورۃ حجرات: ۱۳/۳۹)

و قوله تعالى: 'هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ' (۲)

و قوله تعالى: 'لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ' (۳)

پس وہ کون سا مسلمان ہے جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سب اعلیٰ ادنیٰ برابر ہیں البتہ کوئی نو مسلم جو اب تک احکامِ الہی سے واقف نہ ہو اور حق تعالیٰ کے دوستوں کا دشمن ہو اور اپنے بڑوں کی باتیں یاد رکھتا ہو تو اس کی زبان اور قلم پر ایسے کلمات آجائیں تو مضائقہ نہیں۔

سبحان اللہ! ایسے نادان جو صریح بر خلاف قرآن چلتے ہیں وہ مجتہدین دین کی غلطیاں نکالتے ہیں یہی موجب ہے ان کی خزی اور سوء العاقبت کا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پا کاں کند

پھر لکھتا ہے کہ مراد اس عبارت سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت اور جلال لوگوں کو معلوم ہو جائے۔

فقیر کہتا ہے یہ کون سا دین و ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کی تحقیروں سے عظمت الہی ظاہر کرنی، خداے ذوالجلال تو ہر موقع پر ان کی تعریفیں فرمائے اور وہ کون مسلمان ہے کہ خدا کے آگے سب کو چہرے سے ذلیل بتائے۔ معاذ اللہ من ذلک۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت فرمائے اور صریح گمراہی سے سیدھے راستہ پر لائے۔

(۱) جیسا صفحہ ۴ ستارہ محمدی میں ہے۔ ۱۲

(۲) کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم۔ پارہ ۲۳، الزمر: ۹

(۳) نہیں برابر ہوتے دوزخی اور بہشتی۔ پارہ ۲۸، الحشر: ۲۰

پھر لکھتا ہے کہ فوائد الفواد (۱) میں ہے :

ایمان کے تمام نمی شود ماہمہ خلق نزدیک او ہم چنین نہ نماید کہ پشک شتر۔

فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں انبیاء و ملائکہ اور دوسرے خدا کے دوستوں کو داخل کرنا سراسر جہالت ہے، کیونکہ صوفیہ کبار کی اصطلاح ہے کہ جہاں ”خلق“ اور ”ماسوا“ بولتے ہیں تو دوستانِ خدا اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ فتوح الغیب کے اٹھارہویں مقالہ میں فرماتے ہیں :

لا تسکن الیٰ احد من الخلق ولا تستانس بہ ۔

محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

آرام مکیر و میل مکن بسوے ہیج یکے از خلق و الفت مکیر بہ ہیج یکے..... اما دوستانِ خدا و

مقربانِ وے داخل غیر نیستند و توجہ بایشاں بایں حیثیت عین توجہ بحضرت حق اوست۔

انتہی (۲)

اور کیمیائے سعادت میں جو یہ لکھا ہے :

آدمی خواہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ اپنے آپ کو نیست و نابود جانتا ہے۔

تو اس میں کیا شک ہے کہ بڑے بڑے بزرگ خداے جل و علا کے حضور میں عاجزی اور فروتنی سے پیش آتے ہیں کہ یہ ان کی عبودیت کا تقاضا ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے دوست اور مقرب جن کی خدا پاک خود تعریفیں فرمائے وہ اس کی شان کے آگے چہارے ذلیل ہیں! حاشا وکلا۔ ہادی حقیقی ایسا کلمہ کسی مسلمان سے نہ کہلوائے اور جو بوستان کا شعر :

دل اندر صمد بایداے دوست بست

کہ عاجز تر انداز صنم ہر چہ ہست

(۱) معترض کو اولیا و علمائے مقلدین مجتہدین سے نقلیں لینی سراسر جہالت ہے کیونکہ جب اس کے نزدیک مجتہدین غلطی پر ہیں تو اب مقلدین سے جو اس کے (نزدیک) سخت غلطی پر ہیں، کیوں سندیں لیتا ہے۔ ۱۲

(۲) [شرح فتوح الغیب: ۱۰۹ مطبوعہ مطبع نامی نول کشور، لکھنؤ-۱۲۹۸ھ] آرام نہ کر اور رغبت نہ کر، کسی خلقت کی طرف اور الفت نہ کسی سے لیکن خدا تعالیٰ کے دوست اور اس کے مقرب خدا تعالیٰ کے غیر میں داخل نہیں اور ان کی طرف رغبت اور الفت کرنی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے دوست ہیں عین رغبت اور الفت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ۱۲

لکھا ہے سولفظ ”ہرچہ“ غیر ذوی العقول کے واسطہ ہے جس میں عوام انسان بھی داخل نہیں ہیں، انبیاء، اولیا، فرشتے کیوں کر داخل ہوئے۔

دوسرا جواب خدا تعالیٰ کے دوست اور مقرب ماسوائے میں داخل نہیں کہ وہ داعی الی اللہ تعالیٰ ہیں پس ان تینوں عبارتوں سے جن میں مقربانِ خدا بالیقین داخل نہیں ہیں۔ تقویۃ الایمان کی صحت نکالنی جس میں انبیاء فرشتے بالتحقیق داخل ہیں ضرور نادانی اور کج فہمی ہے۔

۶: بریں عقل و دانش باند گریست

اب اس سے بڑھ کر طرفہ اور ہے کہ اس عبارت تقویۃ الایمان کی سندیں قرآن مجید سے لی جاتی ہیں کہ سورۃ الحاقہ میں ہے :

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا ۝۱۰۰ الْآيَةَ ۝ (۱)

اور سورۃ زمر میں ہے :

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۝ (۲)

اور سورۃ انعام میں پیغمبروں کی نسبت ہے :

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ تفاسیر معتبرہ مثل معالم التنزیل وفتح العزیز وغیرہما میں لکھا ہے کہ بظاہر یہ خطاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مراد اس سے امت ہے۔ اور یا بفرض مجال آپ کو ہی خطاب ہے، پس جب سارے نبیوں سے عموماً اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آخوانہ وسلم سے خصوصاً ارتکابِ شرک محالات سے ہے تو حق تعالیٰ کا غصہ کرنا بھی از بس مشکلات اور مستحیلات سے ہے۔ پس ان فرضی باتوں سے جو وہ بھی خالق مالک نے کی ہیں امتیوں کو (جن پر ایمان اور تعظیم فرض ہے) کہاں اجازت ہے کہ نبیوں اور فرشتوں کو خدا کی شان کے آگے چھارت بھی ذلیل کہیں!۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۱) اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے (بقوت) بدلہ لیتے۔ پارہ ۲۹، الحاقہ: ۳۳ کنز الایمان

(۲) اے سننے والے! اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا کارت جائے گا۔ پارہ ۲۳، الزمر: ۶۵۔

(۳) اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا کارت جاتا۔ پارہ ۷، الانعام: ۸۸ کنز الایمان



اب بعد اس کے جو تین حدیثیں نقل کی ہیں تو ان تینوں میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ سے دعا کی کہ بار خدایا! مجھ عاجز کو لوگوں میں عزیز اور بزرگ فرما، پس ضرور آپ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ آپ پر بحکم خداوند ذوالجلال ایمان لانا اور ادب و تعظیم سے پیش آنا مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے اور آپ کی ادنی سبکی اور بے ادبی سے کفر لازم آجاتا ہے۔

کَمَا قَالَ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (سورۃ حجرات: ۲۹-۳۰)

یعنی اے مسلمانو! اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز پر اور اس سے ایسا نہ بولو جیسا آپس میں بولتے ایک دوسرے سے۔ کہیں اس بے ادبی سے تمہارے (اعمال برباد ہو جائیں) اور تم خبردار نہ ہو بے شک جو لوگ نیچی آواز سے بولتے ہیں رسول خدا کے پاس وہی ہیں جن کے دل آزمائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ادب کے واسطے ان کے لیے بخشش اور ثواب بڑا ہے۔

غور کرو کہ حق جل و علا کو اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعظیم و تکریم منظور ہے کہ مسلمانوں پر آپ کا ادب فرض فرما کر ادنی بے ادبی سے بھی اعمال کے ضائع ہو جانے سے ڈرایا اور دھمکایا ہے اور ادب کرنے والوں کو بڑے پرہیزگار اور ثواب بے حساب اور بخشش کے سزاوار فرمایا ہے، پس کب کوئی مسلمان یہ اعتقاد رکھے گا کہ:

’اور یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے‘

اور کب کسی یا ایمان کا اس پر باور ہوگا کہ:

’اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں‘۔ (تقویۃ الایمان مطبوعہ صدیقی، دہلی صفحہ ۵۲۔ (۱))

(۱) تقویۃ الایمان: ۶۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ ص: ۴۷ مطبع مرکز نائل پرنٹنگ، دہلی

سبحان اللہ و بجمہ! مولوی اسماعیل اور اس کے مقلدوں کی یہ بول چال ہے اور ان کے اُستاز اور مربی اور مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا یہ ادب کمال ہے کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کے نیچے لکھتے ہیں :

وايشاں درآں ردز از جناب خداوندی بمنزلہ وزیر ابادشاہ باشند۔ (۱)

اور ایسا کیوں نہ لکھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما رہے ہیں :

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا أولهم خروجا و أنا قائلهم إذا رقدوا و أنا خطيبهم إذا انصتوا فاستشفعهم إذا حبسوا و أنا مبشرهم إذا أئيسوا . الكرامة و المفاتيح يومئذ بيدي و لواء الحمد يومئذ بيدي و أنا أكرم ولد آدم على ربي يطوف على الف خيادم كأنهم لؤلؤ مكنون - رواه البغوي في تفسير - (۲)

الغرض! آنحضرت اور سارے نبی اور فرشتے صلوات اللہ علیہم واجب التعظیم ہیں اور ان کی سبکی کرنے والے کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز درست نہیں ہے، کیونکہ یہ سبکی کافر بنا دیتی ہے جیسا کہ اوپر در مختار و فتاویٰ عالمگیریہ سے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے عقیدوں سے بچائے اور گمراہوں کو راہِ راست پر لائے۔ آمین یا رب العالمین۔

دوسرے نمبر سوال کا جواب ختم ہوا۔ اب تیسرے نمبر سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت مرقومہ ص ۳۱ تقویۃ الایمان کہ :

(۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی جناب میں ایسے معزز ہوں گے جیسا وزیر بادشاہ کے نزدیک معزز ہوتا ہے۔ ۱۲

(۲) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب بندر ہیں گے اور میں جناب الہی میں عرض معروض کروں گا سب چپکے ہو رہیں گے اور میں سب کی شفاعت کروں گا جب سب بندر ہیں گے اور میں سب کو خوش خبری دوں گا جب سب بخشش اور عزت سے ناامید ہوں گے اور قیامت کے دن رحمت الہی کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھوں میں ہوں گی اور تعریف الہی کا جھنڈا میرے ہاتھوں میں ہوگا اور میں سب اولاد آدم سے خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تر ہوں گا، ہزار خدمت گزار میرے گرداگرد طواف کریں گے گویا کہ وہ سفید آب دار موتی ہوں گے۔ ۱۲



”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔“

صریح اور صاف صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آخوانہ وسلم کی کروڑوں نظیریں ممکن ہیں اور قرآن مجید کی آیت محکم: **وَ لَکِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ۝ (۱)** ظاہر فرما رہی ہے کہ آپ کی ایک نظیر اور مثل بھی ممکن نہیں ہے، بلکہ اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آخوانہ جمعین کی مثل کے امکان کا قائل ہے وہ کفر کی طرف مائل ہے۔

امام تورپشتی علیہ الرحمۃ المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں کہ

وے صلی اللہ علیہ وسلم باز پسیں ہمہ پیغمبرانست در زمان و تا قیامت بعد از وے نبی دیگر بود یا انست یا خواہد بودن و آنکس نیز کہ گوید امکان دارد کہ باشد کافرست اس است شرط درستی ایمان بر خاتم انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہی (۲)

حضرت مرشدنا میاں صاحب قصوری (غلام محی الدین قصوری معروف بہ دائم الحضوری) قدس سرہ فرماتے ہیں :

قد امتنع مثل النبی محمد .

من قال بالامکان کان مکفرا (۳)

بعض بے علم اس عبارت تقویۃ الایمان کو مطابق آیت

اِنْ یَسْأَلْکُمْ اٰیٰہَا النَّاسُ .

(۱) پارہ ۲۲، الاحزاب: ۴۰ یعنی محمد اللہ کا رسول ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ ۱۲

(۲) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزمان پیغمبر ہیں قیامت تک۔ ان کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا اور جو شخص آپ کے خاتم النبیین (ہونے) میں شک کرتا ہے تو آپ کی نبوت میں بھی شک کرتا ہے اور جو شخص کہے کہ آپ کے پیچھے کوئی نبی ہے یا ہوگا یا ممکن ہے کہ آپ کے پیچھے کوئی نبی ہو تو یہ کہنے والا کافر ہے۔ یہی شرط ہے ایمان کی حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ۱۲

(۳) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے جو اس کے امکان کا قائل ہے وہ کافر ہے۔ ۱۲

اور آیت :

إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ .

کے جانتے ہیں۔ سو یہ ان کی صرف ہٹ دھرمی ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خطاب نہیں ہے کہ اگر خدا چاہے تو آپ کو نیست و نابود کر کے کوئی اور تمہارے برابر پیدا کر ڈالے۔ نعوذ باللہ من ذلک

حق تعالیٰ آپ کو جب خاتم النبیین فرماتا ہے تو ان کے حق میں ایسا کیوں کر سنا تا ہے بلکہ بالیقین ان آیتوں میں تو کفار مخاطب ہیں کہ ان بے فرمانوں کو فرمان ہے کہ اگر خدا چاہے تو تم کو نیست و نابود کر کے تمہاری جگہ پر مطیعوں کو قائم کر دے جیسا کہ تفسیر بغوی وغیرہ میں لکھا ہے۔

معاذ اللہ۔ یہ جاہل کیسے بے ادب ہیں جو کافروں میں نبیوں کو شامل کر کے مولوی اسماعیل قتل کی تائید کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ تو مومن مطیعوں کو ایسا نہیں فرماتے کہ تم کو نیست و نابود کر کے تمہاری جگہ اوروں کو قائم کیا جائے کیونکہ گناہ اور فساد فی الارض نیست و نابود کرنے کا سبب ہے، مطیع کیوں نیست و نابود کیے جائیں پس وہ سخت ملحد اور زندیق ہے جو اس خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کرے اور آپ پر نیست و نابود ہونے کا گمان دھرے۔ العیاذ باللہ۔

ایسے دین کے دشمن اپنے آپ کو موحد جان کر اپنے گروہ کی زیادتی پر خوشیاں مناتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اب اس قرب قیامت میں تمہارے جیسے بے ادب بے دینوں کا پھیلنا اور روے زمین پر منتشر ہونا موعود ہے۔ اگر بے دین زمین پر فساد نہ پھیلاتے تو حضرت مہدی سلام اللہ علیہ و علی اباہم الکرام کیوں تشریف لاتے۔ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاخْتَمْ لَنَا بِالْخَيْرِ .

اگرچہ ایسے بے ادبوں کے رد جواب کے طور پر بھی خطاب کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے مگر ابتغاء لمرضاة اللہ، اعلاء لہدین اللہ مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کی نظر سے کسی قدر لکھنا پڑ جاتا ہے۔ باقی رہا کہ اہمیت ان اللہ علی کل شیء قدیر سے سند اس عبارت (یعنی تقویۃ الایمان کی عبارت) کی نکالی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے خاص ہے ان چیزوں سے جن کو خدا تعالیٰ چاہے اور جس کام کو حق تعالیٰ نہ چاہے مخلوقات اور محالات سے تو وہ اس آیت میں داخل نہیں پس نہیں کہا جاسکتا ہے کہ باری تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر اور مثل کے پیدا

کرنے پر قادر ہے کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کی کلام پاک کے کذب کا لزوم ہے اور وقوع محال معدوم ہے۔ اور یوں بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے کہ اس میں بے ادبی ہے اور یہی مطلب ہے مولانا قاری کی عبارت کا جو فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں :

کل عام یخص کما خص قوله تعالیٰ واللہ علی کل شیء قدیر بما شاء لیخرج ذاته و صفاته و ما لم یشاء من مخلوقاته و ما یکون من المحال وقوعه فی کائناته والحاصل ان کل شیء تعلقت به مشیتہ تعلقت به قدرته وإلا فلا یقال هو قادر علی المحال لعدم وقوعه و لزوم کذبه و لا یقال غیر قادر علیہ تعظیما لما لدیہ . (۱)

اور کیمیاے سعادت اور پند نامہ عطار میں جو عالم کے ویران کرنے کا ذکر ہے تو سابق لکھا گیا ہے کہ محققین کی اصطلاح میں عالم اور مخلوق سے حجاب اور غیریت کے باب میں دوستانِ حق تعالیٰ مشتکی ہوتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی عموم قدرت کے بیان میں لاکھ عالم کا پیدا کرنا کچھ اور ہے اور خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالنا، کہنا کچھ اور ہے، اس میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ پہلا ممکنات میں سے ہے اور دوسرا از بس محالات سے ہے۔ پہلا روا ہے دوسرا کفر تک پہنچا رہا ہے۔ خدا سبحانہ فرما چکا ہے :

وَ لَکِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ۝ (سورۃ احزاب: ۴۰/۳۳)

یعنی خدا تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ کسی ایک کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے۔

پس یہ کیا واہی تباہی بکو اس خلاف حکم باری تعالیٰ ہے کہ اگر چاہے تو کروڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ الغرض! اعتقاد امکان مثل و نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے اور اس عقیدہ والوں کے پیچھے بالکل نماز روا نہیں۔ اوپر در مختار سے منقول ہو چکا ہے :

(۱) ہر عام خاص کیا جاتا ہے چنانچہ آیت واللہ علی کل شیء قدیر خاص ہے اس سے جس کو خدا تعالیٰ چاہے ذات اور صفات الہی اس سے باہر ہیں اور جو چیز خدا تعالیٰ نہ چاہے اور محال ہو یہ سب خاص ہیں مقدورات میں داخل نہیں جس چیز سے ارادہ الہی متعلق ہو تو وہ قدرت کے نیچے داخل ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ حق تعالیٰ محال پر قادر ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس کو نہیں چاہتا ہے اور یوں بھی نہیں کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ اس میں حق تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ ۱۲

و ان کفر بها فلا یصح الاقتداء به أصلاً .

یعنی جب بدعت کفر تک پہنچ جائے تو اس بدعتی کے پیچھے ہرگز نماز روا نہیں ہے۔

اب چوتھے نمبر کا جواب یہ ہے کہ متقدمین فقہائے محدثین کے نزدیک ضاد (۱) کو ظا پڑھنے سے بہت صورتوں میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور متاخرین کہتے ہیں کہ اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے، مگر اکثر کتب معتمدہ میں مثل شرح کبیر مدیہ و شرح ہدایہ و ردالمختار وغیرہا میں لکھا ہے کہ متقدمین کے قول پر اخذ کرنا احتیاط ہے اور احتیاط پر عمل کرنا چاہیے خصوصاً نماز میں جس کا ایمان کے بعد سارے عملوں سے پہلے حساب ہوگا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔ مسائل زلۃ القاری کے موقع سے اور پھر بطور قول فصل ردالمختار میں لکھا ہے :

و فی خزانه الاكمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلك تفسد و ان جرى على لسانه اولاً يعرف التمييز لا تفسد و هو المختار و حلیة و فی البزازیة و هو اعدل الأقوال و هو المختار . انتهى .

یعنی خزانہ اکمل میں لکھا ہے کہ قاضی ابو عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر جان بوجھ کر ضاد کو ظا پڑھے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اگر کبھی بے اختیار زبان سے نکل جائے، یا کسی سے ان دو حرفوں میں تمیز نہیں ہو سکتی ہے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ قول بہتر ہے یہ منقول ہے حلیہ سے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ یہ قول سب قولوں سے بہت عمدہ ہے اور فتویٰ دینے کے واسطے بہتر ہے۔

پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو عمداً ضاد کو ظا پڑھے تو اس کی اپنی نماز بھی روا نہیں ہے اس کی مقتدیوں کی بھی نماز روانہ ہوئی تو ایسے شخصوں کے پیچھے اقتدا جائز نہ ہوا۔

پانچویں نمبر سوال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کتے بلی وغیرہ کے مرکر کنوئیں میں گل جانے سے اس کے پانی کو پلید نہیں جانتے ہیں تو وہ حدیث قلین پر استناد کر کے باوجود پڑنے پلیدی کے کنوئیں

(۱) اس تحقیق میں کئی رسالے علمائے حرمین شریفین اور علمائے ہندوستان وغیرہ کے تالیف ہو کر چھپے ہوئے موجود ہیں، ان میں اس مسئلہ کی بہت مفصل تحقیق ہے اس جگہ بقدر کفایت لکھا گیا ہے جو مسائل کے سوال کے متعلق تھا۔ ۱۲۔ منہ کان اللہ

کے پانی کو پلید نہیں جانتے ہیں، اور حدیثِ قلتین کا یہ حال ہے کہ وہ کئی اکابر محدثین کے اقرار سے صحیح نہیں ہے اور حنفیوں کو اس پر عمل درآمد نہ چاہیے کہ ان کے اصول کے مخالف ہے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ یہ امر بہت دینی کتابوں میں مرقوم ہے بنظر اختصار محدثِ دہلوی شیخ محقق محمد عبدالحق علیہ الرحمۃ کے ترجمہ مشکوٰۃ کی عبارت جو ذیل میں حدیثِ قلتین کے لکھتے ہیں، نقل کرتا ہوں، وہ ہذا:

در صحت ایں حدیث میان محدثان اختلاف ست و ایں حدیث در صحیحین نیست و علی بن مدنی کہ امام ائمہ حدیث ست و از شیوخ بخاری ست و از اقران امام احمد بن حنبل ست گفت کہ ایں حدیث ثابت نشدہ از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و گفتہ اند کہ ایں مخالف اجماع صحابہ است کہ زنگی در چاہ زمزم افتادہ بود پس ابن عباس و ابن الزبیر امر کردند بکشیدن تمام آب و ایں بحضور صحابہ بود ہیچ کس انکار بر آں نکرده

وطحاوی (۱) کہ از ائمہ مذہب حنفی ست گفتہ کہ حدیثِ قلتین اگر صحیح باشد لیکن عمل بذاں نکریم از جہت آنکہ قلم مشترک است میان چند معنی قر بہ و سر کوہ وغیرہ و یقین معلوم نمی شود کہ مراد بذاں چیست انتہی۔ (۲)

پس حنفیوں کے نزدیک جب یہ پانی پلید ٹھہرا تو پلید پانی سے وضو کرنے سے نہ امام کی نماز روا ہوئی نہ مقتدیوں کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واللہ هو الموفق للرشاد۔

الجبیب عبدالحقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر۔ کان لہ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔



(۱) حدیثِ قلتین کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ محدثوں کا امام اور بخاری کا استاذ یعنی امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ حدیثِ قلتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور صحابہ کا اجماع اس کے خلاف یہ ہے کہ انہوں نے چاہ زمزم میں زنگی کرنے سے تمام پانی نکلوا یا تھا اور صحابہ سے کسی نے اس امر کا انکار نہیں کیا تھا۔ ۱۲

(۲) اور طحاوی جو حنفی مذہب کے اماموں سے ہے، فرماتا ہے کہ حدیثِ قلتین اگر صحیح بھی ہوتا ہم حنفی اس پر عمل نہیں کرتے کیونکہ لفظ قلم چند معانی میں مشترک ہے بالیقین معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ۱۲ فقط





باسمہ حامد أو مصلياً اما بعد! میں نے اس تحریر کو اول سے آخر تک دیکھا اور سنا۔ پس جناب فیض  
 مآب مجیب مولف صاحب نے اپنی طرف سے کچھ نہیں ملایا جو کچھ تحریر فرمایا کتب معتبرہ معتبرین کبری  
 اور سلف و خلف اہل سنت جماعت سے تحریر فرمایا ہے۔ یہ عین عقائد اہل تسنن ہیں گو کج سرشت اور کج  
 روناراض ہو کیونکہ الحق مرؤ ولو کان فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً .  
 لیکن انصاف پسند کے لیے یہ سند کافی ہے۔ اہل سنت کو لازم ہے کہ اس پر تعمیل کریں اور اجر  
 پائیں۔ واللہ یهدی من یشاء إلی صراط مستقیم .

حررہ الفقیر البکوی

غلام محمد عفی عنہ۔ امام وواعظ مسجد شاہی، لاہور

فقیر نور احمد۔ امام وواعظ جامع مسجد انارکلی، لاہور

☆☆☆☆☆

باسمہ سبحانہ

يجوز الصلوة خلف صاحب هوى و بدعة و لا يجوز خلف الرافضى  
 والجهمي والقدرى والمشبة و من يقول بخلق القرآن حاصلان كان  
 هوى لا يكفر به صاحبه يجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا  
 هكذا فى التبيين والخلاصة والافتداء بشافعى المذهب إنما يصح  
 إذا كان الامام يتحامى مواضع الخلاف بأن يتعرض فى الخارج  
 النجس من غير السيلين كالفصد هكذا فى النهاية والكفاية و ان  
 يغفل ثوبه من المنى ويفرك اليا بس منه هكذا فى النهاية والكفاية و  
 لا يتوضأ بالماء القليل الذى وقعت فيه النجاسة كذا فى فتاوى  
 قاضى خان و لا بالماء المستعمل هكذا فى لسراجية فتاوى

عالمگیری - (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے جس کے عقائد اہل سنت کے مخالف ہوں یا وہ جس کے عقائد اہل سنت کے موافق ہوں اور رعایت مذہب مقتدی کی نہ کرے، نماز درست نہیں۔

خلیفہ حمید الدین - قاضی لاہور

خادم العلماء الاہرار محمد یار (نائب امام وواعظ مسجد شاہی، لاہور)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والسلام على عباده الذين اصطفى و بعد فاعلموا رحمكم  
الله ان من اعتقد ان الله سبحانه و تعالى جسم و له أعضاء و جوارح  
و مكان و شكل و سائر ما لا يليق بذاته و يحمل ما ورد به الشرع  
من اليد و الوجه و اليمين و الساق و الصورة و الاستواء و النزول على  
معانيها الظاهرة و يزعم انها محكمات غير متشابهات فهو كافر . و  
من اعتقد ان شان الأنبياء عليهم السلام ساداتنا الصوفية الكرام  
باز . . . شانه تعالى أهون من شان أهون الناس فقد ضل سواء  
السبيل لانه تعالى . . مالکهم و مولاہم و ہم عبیدہ المکرمون و  
وزراءہ المشرفون . و من اعتقد ان الله سبحانه و تعالى بعد ما  
حکم بنختم النبوة على سيدنا و نبيا محمد صلى الله عليه وسلم ان  
شاء أو جد

(۱) حاصل ترجمہ عبارت عربی کا یہ ہے کہ جو شخص خداے پاک کے لیے جسم و جوارح و مکان ثابت کر کے مشبہ بنے تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور علیٰ ہذا القیاس جو بدعت کفر تک پہنچائے تو اس بدعتی کے پیچھے نماز درست نہیں ہے کہ ان کے عقائد مخالف اہل سنت کے ہو گئے اور اگر عقائد موافق بھی ہوں تو ان چیزوں کے استعمال کرنے والے کے پیچھے جو حنفی مذہب میں پلید ہیں جیسے تھوڑا پانی نجاست والا اور منی اور خون فصد اور مستعمل پانی۔ نماز



درست نہیں ہے۔ ۱۲۔

ألوف ألوف من التبيين فهو جاهل لان كذب النص محال و تخلف  
المراد عن الإرادة بما بعد تعلقه مشكل و من قرأ الظاء بدل الضاد و  
متعمدا وقد يقدر على ادائه من مخرجه فالمفتي به انه تفسد الصلوة  
عند محققى الحنفية الكرام . والماء القليل الذي وقع فيه نجاسة و  
ان بلغ قلة او قلتين لا يجوز به التوضى على مذهب امام الائمة  
الامام الاعظم ابى حنيفة رضى الله عنه و عن متبعيه هذا خلاصة ما  
حرره الحرا التحرير اقدم غلام دستگیر عفى عنه . (۱)

عبدہ سلطان محمود انگوی

مدرس مدرسہ اسلامیہ انبرسر مسجد شیخ خیر الدین رئیس انبرسر

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس فقیر نے اجوبہ حضرت مقبول رب بصیر مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہم اللہ الخیر کو دیکھا اور  
بغور ملاحظہ کیا سب عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مجیب کو جزاے خیر  
دے۔ آمین یا رب العالمین۔

نمقہ الراجی رحمۃ ربہ الباری

ابوالبشیر عبدالعلی قادری

☆☆☆☆☆

(۱) حاصل اس عبارت عربی کا یہ ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کو مکانی جسمانی جانے اور آیات و احادیث یہ و وجہ کو  
تشابہات نہ جانے تو وہ کافر ہے اور جو شخص نبیوں و لیوں کو خدا کی شان کے آگے ذلیلوں سے ذلیل جانے وہ بھی  
اسلام کا رستہ بھولا اور جو عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ بعد ختم نبوت کے اگر چاہے تو لاکھوں نبی پیدا کر ڈالے تو وہ  
جاہل ہے اور جو جان بوجہ کر ضاد کو ظاء پڑھے اور تھوڑے پانی پلیدی والے سے وضو کرے تو اس کے پیچھے

حنفیوں کی نماز روا نہیں ہے۔ ۱۲۔

باسمہ سبحانہ

مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے خوب جواب باصواب آیات اور احادیث سے دیے ہیں۔ عوام اہل سنت کو مخالفین کے پنجہ سے بچائے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر جزاء

المفتقر الی اللہ

فقیر غلام احمد عفی عنہ

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتقاد اہل سنت است کہ اللہ عزوجل محاط بمکان و زمان نیست و ذاتش از جمیع لوازم جسمانیہ مبرا است و آیت الرحمن علی العرش استوی و ید اللہ فوق ایدہم و امثال آں از آیات و احادیث متشابہا تند کہ ایمان بدانہا واجب و تفویض تاویل ان الی اللہ لازم و حمل بر معانی ظاہریہ غیر جائز است و کسانی کہ استوار حمل بر استقراری نمایند و عرش را مستقر و محل او تعالیٰ قرار میدهند از راہ ہدایت دور افتادہ اند۔ نعوذ باللہ من ہذا الاعتقاد الفاسد الکاسد۔

و شک نیست کہ اہانت انبیاء بہر نوع یہ کہ باشد کفرست و نظیر سید عالم صلی اللہ علیہ و علیٰ آخوانہ وسلم داخل فی الواقع در قدرت نیست و احترام از ازیں قول کہ او سبحانہ قادر بر ہچوا مور نیست الزامست و خواند ظاہر بمکان ضاد مفسد صلوة است چنانکہ فاضل ادیب و حضرت مجیب لبیب بتقریح در جواب پر داختہ اند و آب کم از دہ در دہ بافتادن نجاست نجس میگردد و خلف کسیکہ از ایں چنین آب وضو ساز و نماز حنفی المذہب روا نیست۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وانا احقر العباد اللہ الغنی غلام الرسول حنفی

امام و واعظ مسجد میاں محمد جان رئیس انبرسر

☆☆☆☆☆

أحمد وأصلي

بعد میں نے استفتا اور جواب کو حرف حرف بکمال غور دیکھا سو جواب با صواب پایا۔ بے ادبی انبیا کی ایسا گناہ ہے جس کے مرتکب سے عند الشرع توبہ منظور نہیں۔ در مختار میں ہے :

والاکافر سب نبی من الأنبياء يقتل حدا و لا يقبل توبة مطلقا .

ص: ۳۶۶

وانا العبد المسمی بہ احمد بن بخش تجاوز اللہ عنہ وعن سائر المسلمین  
واعظ مسجد شیخ خیر الدین صاحب و معلم المقال شاہ صاحب رئیس انبرسر

☆☆☆☆☆

هذا جواب حق و صواب بالكتاب السنة و إجماع أهل السنة أولى الالباب

سید غلام حسین قصوری عنہ

فقیر سید محمد قصوری

طالب الہدایت شاہ ولایت

فقیر عبد المالك قصوری

فضل حق قصوری

حافظ غلام مصطفیٰ قصوری

محمد فضل الرحمن خلف مولوی محمد عبد الرحمن مرحوم قصوری

حافظ اللہ بخش قصوری

☆☆☆☆☆

## ضمیمہ

فقیر نے جب یہ فتویٰ مرتب کیا اور مواہیر مشاہیر علمائے لاہور و انبر سر و قصور سے مزین ہوا تو بعد ازاں فقیر کو قاضی محمد شوکانی المتوفی سن ۱۲۵۵ ہجری کے رسالہ درر البہیہ کا اردو ترجمہ مسکمی بہ فتح المغیث بفقہ الحدیث جو حسب فرمائش شیخ محی الدین تاجر کتب لاہور بازار کشمیری مطبع صدیقی لاہور میں چھپا ہے اور اسی رسالہ کی عربی شرح مسکمی بہ روضہ ندیہ شرح درر بہیہ مطبوعہ لکھنؤ دستیاب ہوئے اور درر بہیہ کے ترجمہ اردو مسکمی طریقہ محمدیہ مطبوعہ فاروقی دہلی پر مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کی مہر چسپاں ہو کر موجدوں کے لیے لکھا ہے کہ بے دھڑک اس پر عمل کریں اور یہ ترجمہ و شرح تصنیف نواب محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر کے ہیں اور غیر مقلدوں کے نزدیک یہ نہایت معتبر اور قرآن و حدیث سے ثابت اور انہیں پران کا عمل درآمد ہے جیسا کہ صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ فقہ الحدیث میں لکھا ہے:

یہ رسالہ درر بہیہ تالیف شیخ الاسلام قاضی القضاة محمد بن علی شوکانی یمانی رضی اللہ عنہ کا کہ جامع اصول عبادات و مہمات معاملات ہے اور ہر مسئلہ اس کا نص کتاب عزیز یا سنت مطہرہ سے ثابت ہے..... اور ہم نے اس رسالہ پر دو شرح عربی و فارسی میں بھی لکھی ہیں اس میں دلیل و ماخذ ہر مسئلہ کا لکھ دیا ہے..... اس کا رواج اہل سنت میں خوب ہوا اور اہل علم نے بجان اس کی خواہش کی..... قبیح سنت ان پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بی بیوں کو پڑھائے۔ انتہی ملقطاً (۱)

اب سنیے کہ فقہ الحدیث کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے :

پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا۔ نہیں نکالتے اس کو ان دونوں وصف یعنی طاہریت و مطہریت سے کوئی چیز مگر نجاست کہ بدل دے اس کی بو اور رنگ اور مزہ کو..... اور نہیں فرق درمیان تھوڑے پانی اور بہت پانی اور زیادہ دو قلم اور کم دو قلم اور بہتے اور ٹھہرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے۔ انتہی بقدر الحاجت (۲)

(۱) فتح المغیث بفقہ الحدیث: ۳-۱

(۲) روضہ ندیہ میں ہے: فالحق ان المستعمل طاہر و مطہر عملاً بالاصل۔ صفحہ ۱۲: الجزء الاول مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

پس ثابت ہوا کہ ان صاحبوں کے نزدیک جن کے عقائد وغیرہ سوال میں مندرج ہیں، تھوڑا یعنی ایک پیالہ یا گھڑا پانی کا جب اس میں اتنا موت پاخانہ آدمی کا پڑ جائے جس سے اس قلیل پانی کی بو، رنگ، مزہ میں فرق نہ آئے تو پاک ہے پس اس سے وضو کر کے نماز پڑھ لینی روا ہے اور ان کو نوش جان کر لینا بھی جائز ہے، نیز استنجا و غسل کا مستعمل پانی بھی ان کے نزدیک پاک اور پاک کنندہ ہے پس ان کے پیچھے یہاں کے مقلدین اہل سنت کی ہرگز ہرگز نماز روانہ ہوئی۔

اور (۱) نیز ان کے نزدیک نجاست صرف پاخانہ اور بول آدمی کا ہے اور لڑکے شیر خواری کا بول پاک ہے اور سوائے لید گھوڑے خچر گدھے کے باقی سب حیوانات یعنی سور، کتا، بندر، ریچھ وغیرہ کا بول اور لید پاک ہے اور لہو جاری جانداروں کا پاک ہے صرف حیض و نفاس کا خون پلید ہے۔ نیز منی آدمی اور کل حیوانات یعنی سور، کتے، بندر، ریچھ، لومڑ، بھیڑیے وغیرہ کی پاک ہے اور شراب اور گوشت مردار کا بھی پاک ہے صرف سور کا گوشت پلید ہے۔ نواب صاحب بہادر نے شرح عربی میں اس کی خوب تفصیل جمیل کی ہے کچھ ضروری عبارتیں اس کے حاشیہ پر لکھی جاتی ہیں۔

پس ان حضرات کے نزدیک کپڑے اور بدن اور جگہ کو سور کتے وغیرہ کے بول اور لید اور شراب اور لڑکے شیر خوار کے پیشاب کے لگ جانے سے بلکہ سارے کپڑے اور بدن کے تر ہونے سے نماز درست ہے اور منی ہر جانور سے کچھ پرہیز نہیں کہ اس کو پاک جانتے ہیں اور مردار کتے وغیرہ کے گوشت کو کپڑے میں باندھ کر اور اس کو بغل میں دبا کر نماز پڑھ لینی روا ہے پس کسی صورت سے بھی ان لوگوں کے پیچھے نماز ہم مسلمانوں کی جائز نہ ہوئی بلکہ ان سے ظاہری برتواریہ

(۱) والنجاسة . . . غائط الانسان مطلقا و بوله . . . الا الذکر الرضيع . . . واما ما عدا غائط الادمي و بوله من الأبهال والازبال فلم يحصل الاتفاق على شيء في شأنها والادلة مختلفة فورد في بعضها ما يدل على طهارته كأبهال الابل . . . وورد ما يدل على نجاسة الروث . . . وقد نقل التيمي أن الروث مختص بما يكون في الخيل والبغال والحمير ولكنه زاد ابن خزيمة في رواية: إنها ركس إنها روثه حمار . . . ولا يخفى عليك أن الأصل في كل شئ أنه طاهر . . . وأما سائر الدماء فالأدلة فيها مختلفة مضطربة والبراءة الأصلية مستحبة . . . ولهذا جزمنا ههنا بنجاسة لحم الخنزير دون الميتة والدم الذي ليس بدم حيض . . . وفي سبل السلام: والحق أن الأصل الطهارة والدليل على القائل بالنجاسة فنحن باقون على الأصل . . . وأن التحريم لا يلزم النجاسة . فتحريم الخمر والميتة والدم لا يدل على نجاسة ذلك .

(میل جول، تعلق واسطہ) بھی روانہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ ان آخر زمانہ کے فتنوں سے پناہ میں رکھے اور ہر کام میں انجام بالخیر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اس تحریر کے بعد ایک استفتاء اور اس کا جواب مولوی عبدالغفور محمدی شاگرد مولوی نذیر حسین (۱) کا۔ جو شوال ۱۲۹۸ھ میں مطبع حنفی دہلی میں چھپا ہے۔

دیکھنے میں آیا اس میں بروے سند دررہیہ ایک پیالے یا گھڑے پانی میں گوہ موت آدمی کے پڑنے سے جب تک اس کا رنگ مزہ یونہ بد لے تو پاک ہے اور منی اور رطوبت فرج عورت کو شکر میں ملا کر کھانا یا یوں ہی چائنا روا ہے اور خنزیر کی چربی بھی کھانی درست ہے کیونکہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور پاک چیزوں کے کھانے کی قرآن سے اجازت ہے: **كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ (۲)** اور خنزیر کی کھال سے ڈول بنا کر پانی نکالنا اور اس کی جانماز بنانی اور قرآن مجید کی جلد باندھنی اور پھوپھی سے نکاح کر لینا سب کچھ درست ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اسلام کو مضحکہ کفار بلکہ محل طعن چوہڑا چمار بنا دیا ہے اور اس پر دعویٰ ہے کہ ہم محمدی ہیں اور اگلے مسلمان بدعتی اور مشرک ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اب فقیر جواب لکھتا ہے ان اعتراضات کا جو حنفیوں پر ستارہ محمدی والے نے کیے ہیں اور ہر اعتراض کے اخیر میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ حنفیوں کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔

پہلا مغالطہ: جو شخص محرمات ابدی مثل ماں بہن وغیرہ سے جان کر نکاح کرے اور صحبت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد نہیں آتی ہے۔ انتہی (ستارہ محمدی: ۱۴ مطبع صدیقی، لاہور)

(۱) مولوی نذیر حسین اب اس استفتاء سے منکر ہے کہ میرے اشارے سے نہیں لکھا گیا ہے، سو واضح ہے کہ اس استفتاء میں جن کتابوں سے مسئلے لکھے ہیں سب نقل کے مطابق اصل کے ہے جب تک ان کتابوں کو نامعتبر نہ کہیں، انکار لغو ہے۔ (یہ فتویٰ) خود مولوی صاحب کی مہر سے ترجمہ دررہیہ دہلی میں چھپا ہے اور اس پر عمل کرنا روا لکھا ہے۔ ۱۲

(۲) کھاؤ پاک چیزوں سے۔ ۱۲



اور عوام کے پاس یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ماں بہن وغیرہ سے نکاح کر لینا درست ہے اور اس پر حد مارنے کا حکم نہیں اور اس میں کچھ گناہ بھی نہیں۔ (ستارہ محمدی: ۱۴ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب اس کا یہ ہے کہ خفیوں کی ساری کتابوں میں لکھا ہے کہ ماں بہن پھوپھی ماسی (خالہ) وغیرہ محرمات سے کبھی بھی نکاح درست نہیں ہے اور جو شخص ان سے نکاح کرنا روا جانے تو کافر ہو جاتا ہے۔ کوئی ادنیٰ مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ تو دین خدا تعالیٰ اور رسول علیہ السلام میں مجتہد مقبول ہیں ان کی تعریفیں ہزار ہا دینی کتابوں میں مرقوم ہیں اور سارے اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے امام اور مخدوم ہیں، وہ کب ایسا فرما سکتے ہیں کہ ماں بہن سے نکاح کر کے جماع کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے اور روا ہے۔ معاذ اللہ من ذلک۔

ان بہتانیوں اور امام صاحب رحمہ اللہ کی توہین کرنے والوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں :

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ .

امام صاحب کے فضائل اور مناقب اگر دوسری معتبر کتابوں کے نہیں مانے جاتے تو دیکھو مولوی خرم علی رئیس الموحدین ترجمہ مشارق الانوار حدیث کی کتاب میں لکھتے ہیں :

جب زمانہ بگڑا اور شر غالب ہوا تو کسی کے قول اور فعل کا اعتبار نہ رہا تو دین داروں کو لازم ہے کہ سوا اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین کے کسی کی راہ و رسم قبول نہ کریں۔ امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں تھے دین کا پوچھنا ان کی محنتوں سے مسلمانوں کو آسان ہو گیا۔ اس واسطے کہ وہ خیر القرون میں داخل تھے، اسی واسطے اہل سنت نے دین کے سمجھنے میں ان کو پیشوا بنایا۔ اتمی

پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد تو اہل سنت دین دار ہیں اور ان کی راہ و رسم کو ناپسند کر کے توہین کرنے والے بدعتی اور دین سے دست بردار ہیں۔ اور مولوی خرم علی اسی حدیث صحیح کی کتاب مشارق الانوار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :



جو عالم مجتہد وہ مسئلہ جو قرآن و حدیث و اجماع امت میں صاف مذکور نہیں اس کو اپنے قیاس سے قرآن و حدیث میں غور کر کے نکالے تو مقرر ثواب پائے گا، اگر ٹھیک مسئلہ ہے تو دو ثواب ہیں اور اگر چوک ہے تو بھی ایک ثواب ہے بشرط یہ کہ اجتہاد کی لیاقت رکھتا ہو۔ اجتہاد کرنا ہر عالم کا کام نہیں ہے اس کو بہت علم اور تیز فہم چاہیے اسی واسطہ اہل سنت میں چار مجتہد اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے، ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں ہوا۔ علاوہ اس کے ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بہت قریب تھا جو آپ کے وقت کی رسم اور عادت اور اس وقت کی بول چال کا طریق وہ لوگ سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ اتنی ص ۱۶۰ مطبوعہ نظامی ۱۲۹۱ ہجری۔

پس متحقق ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اگر کہیں اجتہاد میں خطا بھی ہو گیا تو ان کو اللہ کریم سے ایک ثواب عطا ہوا اور ایسے توہین اور طعن کرنے والوں کو بموجب ارشاد رسول کریم علیہ السلام کے مشرکوں کا خطاب ملا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں دارقطنی سے بروایت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلف پر طعن کرنے والوں کو 'فانہم مشرکون' (یعنی بے شک سلف پر طعن کرنے والے مشرک ہیں۔ ۱۲) فرمایا ہے۔

تمہید ابو شکور سالمی اور مجمع بحار الانوار صحاح ستہ کی شرح میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔

باقی رہا مسئلہ حد مارنے کا، سو اس کی اگر تفصیل لکھوں جیسا کہ پہلے بھی علمائے دین داران لوگوں کے رد جواب میں لکھ چکے ہیں تو نہ ان کو مادہ سمجھنے کا ہے اور نہ یہ لوگ اتباع حق کی طرف رجوع لاتے ہیں، صرف طعن بزرگان دین کا ان کا پیشہ ہے، اس لیے مختصر طور پر لکھتا ہوں کہ بہت سی کتب معتبرہ فقہ میں مثل مضمرات و قہستانی و در مختار و رد المحتار وغیرہا میں لکھا ہے کہ امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک ماں بہن سے نکاح کر کے جماع کرنے والے پر حد مارنی لازم ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے اور فقہ کے متنوں میں جو شرحوں اور فتاویٰ سے معتبر ہیں، یوں ہی لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ہے ان کتابوں کی عبارتوں کا۔

پس ثابت ہوا کہ حنفی مذہب میں اس شخص پر حد مارنے کا حکم ہے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے بھی جو قول ہیں تو وہ ان کے استاذ سے ہی روایت ہیں اپنی طرف سے نہیں ہیں۔ خصوصاً جب اس پر فتویٰ ہو گیا تو حنفی مذہب وہ ہی ٹھہرا۔ کذافی ردالمحتار وغیرہ۔

پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو محرماتِ ابدیہ میں سے کسی سے نکاح کر کے جماع کرنا حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے، مگر ان زبانی حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک پھوپھی سے جو محرماتِ ابدیہ سے ہے بموجب استفتا مولوی عبدالغفور محمدی شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی کے درست ہے جیسا کہ اس استفتا میں لکھتے ہیں :

”پھوپھی سے نکاح درست ہے۔“

مولوی قربان علی رئیس المحدثین کی کتاب تحفۃ المؤمنین مطبوعہ مطبع نول کشور ص ۱۵ ا کو دیکھو۔ یہ مسئلہ ان حدیث پر چلنے (کا دعویٰ کرنے) والوں کا ہے اور حنفی کیا چاروں مذہب والے اہل سنت جو یقیناً آیت اور حدیث پر چلنے والے ہیں اس مسئلہ کو مردود جانتے ہیں، اور واضح رہے کہ یہ استفتا اور فقہ الحدیث ترجمہ دررہبیہ اور روضہ ندیہ شرح دررہبیہ جو ان موحدوں کے یہاں حنفیوں کی ہدایہ وغیرہ سے بدرجہا معتبر ہے، سب فقیر نے خرید کر اپنے پاس رکھی ہوئی ہیں جس کا جی چاہے فقیر سے بجنس دیکھ لے کہ ان میں خدا تعالیٰ کے حراموں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو پاک کر کے الٹا دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

دوسرا مغالطہ: امام اعظم کے نزدیک جھوٹے گواہ گذران کر پرانی عورت کے لے لینے اور اس سے صحبت کرنے والے پر گناہ نہیں۔ (ستارہ محمدی: ۱۶ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: یہ سراسر بہتان اور دروغ بے فروغ ہے۔ کسی کتاب فقہ حنفی میں نہیں لکھا ہے کہ جھوٹے گواہ گذران کر پرانی عورت یعنی منکوحۃ الغیر یا معتدۃ الغیر کے لے لینے اور صحبت کرنے سے گناہ نہیں بلکہ سب کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سخت گناہ اور ناروا ہے۔ کذافی درمختار و ردالمحتار وغیرہما۔ بلکہ مسئلہ تو یوں ہے کہ ایک عورت فارغ حق غیر پر کسی نے جھوٹے گواہ گذران کر نکاح کا

دعویٰ کیا اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہیں ہے اس نے سچے گواہ جان کر نکاح ثابت کر دیا تو اب وہ عورت مدعی کی جو رو ہو گئی کیونکہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا تو عورت بولی کہ آپ میرا نکاح تو کر دیں۔ آپ نے فرمایا میرے نکاح کرنے کی کچھ حاجت نہیں دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وبهذا ناخذ .

یعنی اس حدیث پر ہمارا اخذ ہے۔ کذا فی الدر المختار وورد المختار وغیرہما۔

اور یہ حدیث شروح بخاری مثل فیض الباری وغیرہ میں موجود ہے۔

پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ حدیث کو مانتے ہیں اور ان کے معترض حدیث کو مردود جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من بذہ الجہالۃ والظلالۃ۔

تیسرا مغالطہ: اگر ذمی جزیہ دینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اس کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ (ستارہ محمدی: ۷ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: بہت سی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر ذمی علانیہ طور پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اس کو اپنی عادت ٹھہرا لے تو وہ قتل کیا جائے خواہ عورت ہی ہو اور اکثر حنفیوں کا اس پر فتویٰ ہے۔ خود امام محمد رضی اللہ عنہ نے جو حنفی مذہب کے تحریر کنندہ ہیں اس قتل کو کتاب سیر کبیر میں ثابت فرمایا ہے۔ کذا فی الدر المختار وورد المختار وغیرہما۔

اللہ تعالیٰ اس معترض کو ہدایت فرمائے تاکہ ایسے بہتانوں سے باز آئے، خود تو بے چارہ علم سے بے بہرہ ہے کسی کو کچھ دے دلو اور دفتروں کے دفتر سیاہ کر کے چھو اتا اور روپیہ پیسہ کماتا ہے اور یہ نہیں شرماتا ہے کہ قیامت کو کیا جواب دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے پیچھے ناحق پڑ جانا منتقم حقیقی کے غضب میں آنا ہے۔ اگر ہدایت کی توفیق رفیق ہو تو اس کی ”بلاغ مبین“ اور ”ظفر مبین“ کے جو ہندوستان سے رد ہوئے ہیں جیسا کہ ”ظفر الجہدین“ تو چھپ کر آ گیا ہے اور دوسرا ”الفتح المبین“ آنے والا ہے اور تیسرا ”نصرۃ المقلدین“ بھی زیر تجویز طبع ہے، ان میں سے کسی کو دیکھ بھال کر توبہ

کرے اور کبھی ایسا نہ خیال کرے کہ یہ چاروں مذہب حدیث کے برخلاف ہیں بلکہ ازسرتا پآقرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت صاف صاف ہیں۔

حنفی کیا چاروں مذہب والے اہل سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی اور سبکی کو موجب کفر اور قتل کا جانتے ہیں۔ البتہ ان لوگوں کے رئیس اور امام اپنی کتابوں میں صاف صاف حضرت کی سبکی اور استخفاف کر رہے ہیں جیسا کہ دو تین عبارتیں تقویۃ لایمان کی اوپر لکھی گئی ہیں۔

مولوی غلام علی انبرسری اپنے رسالے تحقیق الکلام کے صفحہ ۵۴ میں لکھتا ہے :

رسول اللہ صلم (۱) حاضر نہیں بلکہ حیات ہی نہیں۔ اتھی

دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا جو سارے اہل سنت و جماعت بلکہ ساری امت کے اجماع (۲) سے ثابت اور قرآن و حدیث سے متحقق ہے، انکار کر کے کس قدر آپ کی سبکی کی ہے۔ کسی زندہ شخص کو مردہ کہنا بڑا جھوٹ اور بے ادبی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

چوتھا مغالطہ: خرچی عورت زانیہ کی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال اور طیب ہے۔ (ستارہ محمدی: ۷۱ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: یہ بھی بہتان ہے سب دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ بالاتفاق زانیہ کا مہر حرام ہے۔ معترض کو اگر عربی فارسی کتابوں کے دیکھنے کی دسترس نہیں تو ترجمہ مشارق الانوار مولفہ مولوی خرم علی موحد سے ہی دیکھ لے کہ لکھتے ہیں :

خرچی زانیہ کی چاروں اماموں کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔ اور حلی میں محیط سے جو حلال ہونا لکھا ہے تو وہ خرچی مقررہ زانیہ کی بابت نہیں ہے، وہ تو یوں ہے کہ زانی نے زانیہ سے کچھ مقرر نہیں کیا ہے، اور بلا شرط دے دیا ہے تو گویا یہ مہر البغی نہ ٹھہرا کیونکہ مہر تو مقرر کا نام ہے، اس لیے اس کو مباح لکھا ہے اور اس پر بھی بہت سی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ بھی حلال نہیں ہے کیونکہ معروف مثل مشروط کی ہے جیسا کہ صاحب درمختار منشی میں اور سید احمد طحاوی حاشیہ درمختار میں اور علامہ سید ابن عابدین ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔

(۱) صلی اللہ علیہ وسلم کو صلعم اختصار سے لکھنا ناروا بلکہ استخفاف کا گواہ ہے۔ دیکھو حاشیہ طحاوی درمختار میں۔ منہ ۱۲۔

(۲) یہ مسئلہ ہزار ہا دینی کتابوں میں لکھا ہے جیسا کہ متحدہ جگہ میں اس کا شمار مرقوم ہے۔ منہ عنی ۱۲۔

پس روایت ضعیف غیر مفتی بہ کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے ان پر طعن کرنا ختم حقیقی کے غضب میں پڑتا ہے۔

پانچواں مغالطہ: قوت حاصل کرنے کے لیے حنفیہ کے نزدیک اس قدر شراب پی لینی جائز ہے کہ نشہ نہ کرے۔ (ستارہ محمدی: ۷۱ مطبع صدیقی، لاہور)  
جواب: حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ .

حنفیوں کی تو کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا ہے کہ اختیار سے شراب کا پینا جائز ہے، البتہ ان موجدوں کی کتاب درر بیہ اور روضہ ندیہ سے ثابت ہے کہ شراب پاک ہے اور خون و بول کل حیوانات کا پاک ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اور استفتائے عبدالغفور محمدی میں لکھا ہے کہ سور کی چربی اور خون پاک ہے اور جب پاک ہے تو خواہ اب اس کو کوئی کھائے یا پیے اور منی اور رطوبت فرج عورت پاک ہے، اب خواہ اس کو شکر میں پیٹ کر کھائے یا زبان سے چائے سب درست ہے اور پاک چیزوں کی اجازت قرآن میں ہے: **كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ**۔ کھاؤ پاک چیزیں۔ اتنی یہ مسئلے نامی محمدیوں کے ہیں۔ اور حنفی کیا چاروں مذہب والے اہل سنت ان مسائل کو مردود جانتے ہیں۔ پس اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو حنفیوں کی طرف منسوب کرنا باری تعالیٰ کے غضب میں پڑتا ہے۔ ہاں اتنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حالت بھوک اضطراب میں محرّمات کا استعمال علی قدر ضرورت روا ہے۔ نیز صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء والوں کو حالت اضطراب میں اونٹوں کے بول پینے کا امر فرمایا ہے، پس ایسا ہی حنفی کتابوں میں لکھا ہے کہ شراب قطعی حرام ہے اور بھاری پلیدی ہے مثل بول کے، اس کو حلال جاننے والا کافر ہے اور حالت اختیار میں اس سے نفع اٹھانا حرام ہے مگر جب کوئی پیاسا مرتا ہے یا گلے میں لقمہ انگ گیا ہے اور بدوں شراب کے اور کوئی چیز پتلی نہیں ہے جس سے جان بچے تو اب جان کے بچاؤ کے واسطے قدر ضرورت تک شراب کا پینا جائز ہے۔ کذا فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما۔

اور سب دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ مضطر کو حالت اضطراب میں جس قسم کی حرام چیز موجود ہو



اس کا کھاپی لینا روا ہے۔ کذافی التفسیر العزیزی وغیرہ۔  
پس جو شخص حنفیوں کے اس مسئلہ کو مردود مانتا ہے وہ قرآن اور صحیح حدیث کو مردود جانتا ہے  
-نعوذ باللہ من ذلک-

چھٹا مغالطہ: شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حلال ہے۔ یہ مسئلہ  
حنفیہ کا ہے، اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارہ  
محمدی: ۷۱ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی حدیث میں سرکہ کی تعریف آئی ہے کہ  
نعم الادم النخل یعنی سرکہ عمدہ سالن ہے، پس شراب بھی جب سرکہ بن جائے یا بتائی جائے تو اس  
کے استعمال میں کون سی قباحت ہے بلکہ وہ سرکہ بھی عمدہ سالن ہے۔ نیز یوں بھی حدیثوں میں وارد  
ہے کہ شراب کا سرکہ اچھا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کر دیتے ہیں  
جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔ کذافی العینی۔

پس جو شخص ان حدیثوں کے مضمون کو مردود بتاتا ہے وہ اپنا مردود ہونا جانتا ہے اور یہ نہیں  
سوچتا کہ ان کی فقہ الحدیث مقبولہ اور معمولہ کتاب کی رو سے شراب تو پاک اور طیبات سے ہے اور  
ان کے مجتہد العصر نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۱، ۱۲ میں شراب کی  
پاکی کو بڑے مبالغہ سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے امام الحدیث شیخ الاسلام سید نذیر حسین صاحب  
کے شاگرد مولوی عبدالغفور محمدی استخارے مرقومہ بالا میں سور کی چربی (۱) اور منی کے پاک ہونے  
سے کھانے اور چاٹنے کی اجازت دے رہے ہیں بحکم آیت: کلو من الطیبات۔

پس ان کے نزدیک تو خود شراب ماکولات و مشروبات سے ہوگئی، پس ان کی فقہ الحدیث کے  
صفحہ ۳۴ میں جو لکھا ہے: 'اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا' سراسر خلاف ان کے اصول کے ہے،  
کیونکہ روضہ ندیہ میں جواز، عدم جواز دونوں پر حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کے نزدیک اختلاف سے  
اصلی حکم میں کچھ غلط نہیں پڑتا ہے۔

(۱) سور کی چربی وغیرہ کی حلت ان کے دررہیہ وغیرہ سے بخوبی ثابت ہوئی جیسا کہ آگے اس کا ذکر آتا ہے ان شاء  
اللہ تعالیٰ۔ ۱۴

جیسا کہ روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت کیا ہے اور اصل میں ہر شے حلال ہے جب تک اس کی اتفاقی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ (۱)

چنانچہ روضہ ندیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے: پس جب بعض صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار سے شراب کے سرکہ بنانے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ صفحہ ۲۲۲ روضہ ندیہ میں ہے تو ثابت ہوا کہ عدم جواز اس کا ابتداء اسلام میں تھا چنانچہ ابتدا میں استعمال ظروف شراب سے ممانعت تھی پھر جب مسلمان شراب سے بکلی ممتنع ہو گئے تو وہ ممانعت رفع ہو گئی۔ فافہم واتصف۔

پس شراب کے سرکہ بنانے اور کھانے کو حرام کہنا حلال کو حرام کرنا ہے جیسا کہ درود یہ اور روضہ ندیہ نے کئی حرام اور نجس چیزوں کو حلال اور پاک کر دیا ہے۔ نحوذی اللہ من ذلک۔ یہاں پر تو اختصار کے طور پر طرز تحریر ہے۔ ان شاء اللہ الموفق۔ ایک کتاب ان کے درود یہ اور روضہ ندیہ کی غلطیوں کے اظہار میں تیار کروں گا۔ فانتظرہ۔

ساتواں مغالطہ: تسکین کی نیت سے مشت زنی کرنی گناہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ حنفیوں کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس مسئلہ کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارہ محمدی: ۱۷ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: کتب معتبرہ حنفیہ میں مشت زنی کو حرام اور مکروہ تحریمہ لکھا ہے جب شہوت رانی کے واسطے ہو بدلیل حدیث: ناکح الید ملعون یعنی جو سنت مؤکدہ نکاح کو چھوڑ کر ہاتھ سے ہی شہوت رانی کرے تو ملعون ہے۔

پس جب کسی کو غلبہ شہوت کا ہو اور جو روایا کثیر نہیں رکھتا ہے پس ایسی حالت میں دفع شہوت اور زنا سے بچنے کی نیت سے کرے تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے۔ کذا فی الدرر المختار و رد المحتار۔

(۱) فتحریم الخمر و الخمر - الذی دلت علیہ النصوص - لا یلزمہ منہ نجاستها بل لا بد من دلیل اخر و الا بقیا علی الاصول المتفق علیها من الطہارة فمن ادعی خلافہ فالدلیل علیہ۔ ۱۲ روضہ ندیہ صفحہ ۱۲ (الروضۃ الندیہ شرح الدرر المحمدی، ۲ اول، ص: ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

میں عن خلف نواب صاحب بہادر نج مقبول (ص: ۲۰ مطبوعہ مطبع ریخس شاہ جہانی، بمبئی، ۱۲۹۶ ہجری) میں لکھا ہے: برنجاست خرد و مگر مکرات دلیل کہ صالح الحسک باشد موجود نیست اور ایسا ہی عرف الجاری میں لکھے ہیں۔ ۱۲



اگر ہماری نہیں مانتے تو نواب صاحب کے فرزند کی عرف الجادی کے صفحہ ۲۱۴ میں دیکھو کہ مشت زنی اور چھید کنی اور دیواروں پتھروں کے سوراخوں میں دخول کر کے حاجت کے وقت منی کے انزال کو روا لکھتے ہیں، اور گناہ اور نظر بازی سے بچنے کے وقت ان دونوں کاموں کو مستحب بلکہ واجب لکھا ہے پس معترض کے نزدیک فقہ الحدیث مردود ٹھہری۔

آٹھواں مغالطہ: اگر کوئی چوپائے یا مردے میں دخول کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ستارہ محمدی: ۷۱ مطبع صدیقی، لاہور)  
جواب: جان بوجھ کر جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ فقہ حنفی سے قطع نظر تمہاری فقہ الحدیث کے صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے:

جاتا رہتا ہے روزہ کھانے پینے صحبت کرنے سے جان بوجھ کر۔ اتنی اور روضہ ندیہ کے صفحہ ۹۹ میں ہے:

وهكذا الجماع لاخلاف في انه يبطل الصيام اذا وقع من عامدا .  
پس چوپائے یا مردے میں دخول کرنے کو جماع مضطر سمجھنا سخت بے علمی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں کام گناہ کے ہیں۔ کذانی جمیع کتب الفقہ۔

نواں اور پندرہواں مغالطہ: پیشاب اور نکسیر کے لہو سے قرآن لکھ لے اور مردار کی کھال پر قرآن لکھ لے تو مضائقہ نہیں۔ یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارہ محمدی: ۱۸ مطبع صدیقی، لاہور)  
جواب: مرتے کی جان بچانے اور حالت اضطرار کا یہ مسئلہ ہے، اور حالت اضطرار میں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے بقدر ضرورت حرام اور پلید چیزوں کے کھالینے اور دوا کے لیے برت لینے کی اجازت ہے جیسا کہ پانچویں مغالطے کے رد میں لکھا گیا ہے، اور باوجود اس کے یہ مسئلہ ضعیف ہے فقہ کے متنوں اور شرحوں میں جو بہت معتبر ہوتے ہیں اس کا ذکر نہیں ہے اور فتاویٰ میں تو ضعیف روایتیں بھی ہوتی ہیں، حنفی مذہب پر اعتراض نہیں آتا ہے اور کیوں کر اعتراض آئے

جب سارے فقہ کے منتوں اور شرحوں بلکہ فتاویٰ میں بھی لکھتے ہیں کہ آدمی اور حیوانات حرام گوشت کا بول اور خون جاری پلیدی بھاری ہے (اور حیوانات حلال گوشت کا بول خفیف پلیدی ہے۔ ۱۲) جس کے لگنے سے کپڑا بدن جگہ پلید ہو جاتی ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ۔

اور حنفی کیا سارے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا اس قدر ادب ہے کہ اس کو بے وضو ہاتھ میں لینا درست نہیں ہے۔ کذا فی عامۃ الکتب۔ اور قرآن مجید کی سبکی جیسا کہ قارورات میں ڈال دینا کفر ہے۔ کذا فی شرح فقہ الاکبر وغیرہ۔

البتہ ان نامی حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک سوا خون حیض و نفاس کے سارے جاری خون اور تمام حیوانات کے بول و براز پاک ہیں۔ در ربیہ جو ان کی فقہ الحدیث ہے اس کی عربی شرح روضہ ندیہ میں ان کے مجتہد العصر نواب صدیق حسن خان صاحب بہادر صفحہ ۸، ۹، ۱۰ میں ان چیزوں کو پاک لکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اصل عبارتیں سابق حاشیہ پر منقول ہو چکی ہیں پس جن کے نزدیک سورکتے بندر پچھ وغیرہ کے بول و براز و خون پاک ہیں ان کے نزدیک ان چیزوں سے قرآن مجید کا بھی لکھ لینا درست ٹھہرا۔ اور عرف الجادی جو نواب صاحب نے اپنے فرزند ارجمند کی کتاب تصحیح کر کے بھوپال میں چھپوائی ہے اس کے صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے :

محدث داس مصحف جائز باشد۔

یعنی بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانا روا ہے۔

اور رسالہ تحریق الابواب میں جو قرآن شریف کے جلانے کے باب میں لاہوری انبرسری وغیرہ موجدوں کے اتفاق سے چھپا ہے، اور مولوی غلام علی و مولوی عبدالجبار و مولوی احمد اللہ انبرسریان اس میں مقدمہ لکھتے ہیں اس کے صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ کسی عذر سے قرآن شریف کا قارورات میں ڈال دینا کفر نہیں رخصت ہے۔

پھر صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اور چیز نہ ہو تو قرآن شریف کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اونچے مکان سے کھانا اتار لینا روا ہے اور نیز حاجت کے وقت (بھوک سے) قرآن شریف کو کشتے میں نیچے ڈال لینا روا ہے۔ انتہی

یہ مسئلے ان زبانی حدیث پر چلنے والوں کے ہیں اور حنفی ان کو مردود سمجھتے ہیں۔

باقی رہا چڑا مردار کا سو بجکم حدیث صحیح مسلم کہ إذا دبغ الإهاب فقد طهر یعنی چڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس پاک چیز پر قرآن شریف لکھنے کی کیا قباحت ہے۔ البتہ ان کی فقہ الحدیث کی رو سے چڑا کیا مردار کا گوشت اور گوہ موت بھی پاک ہے۔ روضہ ندیہ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں دیکھو۔ یہ مسئلے ان حدیث پر چلنے والوں کے ہیں اور حنفیہ ان کو مردود جانتے ہیں۔

دسواں مغالطہ: دارالہرب میں مسلمانوں کو کافروں سے بیان لینا منع نہیں۔ یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ (ستارہ محمدی: ۷ مطبع صدیقی، لاہور)

جواب: شریعت میں ثابت ہے کہ مسلمان دارالہرب میں جا کر حربیوں کی مرضی سے جس وجہ سے ہو ان کا مال لے لے کہ وہ مباح ہے۔ کذافی ردالمحتار وغیرہ۔

اگر ہماری نہیں مانتے تو اپنی عرف الجادی کے صفحہ ۷۰ میں دیکھو، لکھا ہے: مال حربیوں کے اصل میں مباح ہیں ہر شخص کو اس کا لے لینا جس طرح سے ہو جس چیز سے ہو سکے روا ہے۔ انتہی (۱) حنفیوں کی دلیل سنوروضۃ الاحباب ومدارج النبوۃ وغیرہ بہت سی دینی کتابوں سے ثابت ہے کہ بجز اترنے آیت الم غلبت الروم کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار نابکار سے فرمایا کہ چند سال میں روم فارس پر غالب آئے گا اور کافروں کی خوشی غم سے بدل جائے گی۔ ابی بن خلف نے آپ کو جھٹلایا حتی کہ دس اونٹ کی شرط باندھی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے دس اونٹ سے ایک سواونٹ تک نوبت پہنچی اگر نو برس میں روم غالب آئے تو ایک سواونٹ ابو بکر رضی اللہ عنہ ابی بن خلف سے لے لیں گے، ورنہ ایک سواونٹ اس کو خود دیں گے تو جنگ بدر یا صلح حدیبیہ میں مدت مقرر کے اندر اندر فتح روم کی خبر آگئی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک سواونٹ ان سے لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے، آپ نے فرمایا ان کو خداے پاک کی راہ میں بانٹ دو گویا کہ شکرانہ اس نعمت کا

(۱) اموال اہل حرب بر اصل اباحت ست ہر یکے را اخذ آن چنانکہ خواهد از ہر چہ خواهد قبل از تائین رواست۔ (عرف الجادی: ۶۸ مطبوعہ مطبع صدیقی، بمبھوپال)

کہ مسلمانوں کا بول بالا ہوا۔

پس اس واقعہ کی سند سے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دار الحرب میں کفار سے عقودِ فاسدہ مانند عقد ربا و غیرہ کے روا ہے اور نیز اس کی سند میں فقہ کی کتابوں میں حدیث مرسل بھی موجود ہے، جس کا جی چاہے تفصیل وار شرح ہدایہ وغیرہ میں دیکھ لے۔

پس ثابت ہوا کہ حنفیوں کا یہ مسئلہ موافق ارشاد آنحضرت علیہ السلام ہے اور وہ بیان کہ شریعت میں ناروا ہے، حنفیوں کے نزدیک بھی قطعی حرام ہے، البتہ ان نامی حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک بہت قسم کے بیان جو چاروں مذہبوں میں حرام ہیں حلال لاکلام ہیں جیسا کہ روضہ ندیہ اور عرف الجادی کے باب ربا کے دیکھنے سے ثابت ہے کہ محرمات شرعیہ کو حلال بنا دیا ہے، ان شاء اللہ الموفق۔ تفصیل اس کی اس کتاب میں درج کروں گا جو ان کی فقہ الحدیث کے اظہار اغلوطات میں لکھوں گا۔

گیارہواں مغالطہ: جب کہ سوئی ہوئی اور مجنونہ عورت سے صحبت کرے خاوندان کا تو ان دونوں پر روزہ کی قضا ہے نہ کفارہ۔ اور کہا زفر امام اعظم کے شاگرد نے کہ نہیں ٹوٹا روزہ ان دونوں کا۔ (ستارۃ محمدی: ۷۱ مطبع صدیقی لاہور)

جواب: معترض ضعف الطالب والمطلوب کا مصداق بن گیا کہ دونوں استاذ اور شاگرد بہک گئے، کیونکہ یہ مسئلہ یوں ہے کہ روزہ دار عورت سوئی پڑی یا دیوانی سے اس کے خاوند روزہ دار نے جب جماع کیا تو ان دونوں عورتوں پر قضا ہے نہ کفارہ۔ کیونکہ جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے کفارہ ہوتا ہے اور ان عورتوں نے جان بوجھ کر نہیں توڑا۔ فقہ حنفی سے قطع نظر فقہ الحدیث کے صفحہ ۱۶ میں دیکھو۔ یوں لکھا ہے:

اور جو کوئی روزہ جان بوجھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ ہے۔

پس حنفیوں کے اس مسئلہ کو مردود سمجھنا اپنی فقہ الحدیث کو مطرود سمجھنا ہے۔ مبارک ہو اور امام

زفر کا قول تو عین مطابق ہے تمہاری فقہ الحدیث کے کیونکہ اسی صفحہ (فقہ الحدیث کے) میں لکھا ہے :  
جاتا رہتا ہے روزہ کھانے پینے محبت کرنے سے جان بوجھ کر۔

پس بتاؤ کہ ان دونوں عورتوں نے کب جان بوجھ کر جماع کیا ہے کہ ان کا روزہ ٹوٹے، پس  
امام زفر کے قول کو مردود جانتا فقہ الحدیث کو مطرود مانتا ہے۔ دوسری مبارک ہو۔

باقی رہا مردوساں پر عمد اجتماع کرنے سے کفارہ بھی لازم ہوا۔ کذانی ردالمحتار والا شباہ وغیرہما۔  
مگر ان کے مجتہد العصر روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۰۰ میں ایک ایسی روایت نقل کرتے ہیں جس سے عمد  
کھانے پینے سے کفارہ لازم نہیں آتا ہے روایت اور عمد اجتماع سے بھی کفارہ لازم نہیں آتا ہے۔ بحثاً  
اصل عبارت حاشیہ پر محمول ہے۔ (۱)

اب معترض کو تیسری مبارک ہو کہ جان بوجھ کر روزے میں کھاؤ پو جماع کرو کفارے سے تم  
چھوٹ گئے خوشیاں مناؤ اور اگر قسمت نیک ہے تو توبہ کرو اہل سنت حنفی مذہب میں آؤ۔ سور بندر  
رہچھ وغیرہ کے بول براز لہو منی کے پاک جاننے سے پھر جاؤ۔ حق تعالیٰ کے مقبولوں کی عداوت سے  
باز آؤ۔ ایمان بھی موافق فرقہ ناجیہ کے لاؤ۔ مشبہ کے پیچھے نہ جاؤ، تکبر اور خود بینی سخت مہلکات سے  
ہے، بدوں اس کے ترک کرنے کے کبھی بیڑا پار نہ ہوگا۔ اور یہ تحریر محض خیر خواہی کی زد سے ہے،  
غصہ میں آ کر غیر دین والوں کو نہ ہنساؤ۔ اسلام جو سب دینوں سے پسندیدہ دین ہے اس کو مضحکہ  
کفار نہ بناؤ۔ وما علینا الا البلاغ المبین واللہ هو الموفق والمعین۔

بارہواں مخالطہ وہی آٹھواں مخالطہ ہے اور سوا فرج کے دخول اور مشیت زنی سے سوا  
انزال کے روزے کا نہ ٹوٹا فقہ الحدیث کے عین منشا ہے، اس کو مردود جانتا اپنی فقہ الحدیث کا مردود  
مانتا ہے۔ اور بنی آدم قابل شہوت زندہ سے جماع کرنے میں کفارہ لازم ہے۔ سند حدیث اعرابی جو  
صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ فقہ الحدیث کے روضہ ندیہ وغیرہ میں بھی وہی سند مذکور ہے پس بدوں

(۱) وقد قيل: ان الكفارة لا تجب على من افطر عامداً باى سبب، بل بالجماع فقط، و لكن  
الرجل انما جامع امراته فليس فى الجماع فى نهار رمضان الا ما فى الاكل والشرب لكون  
الجميع حلالاً لم يحرم الا لعارض الصوم. وقد وقع فى رواية من هذا الحديث ان رجلاً  
افطر ولم يذكر الجماع. روضہ ندیہ ص ۱۰۰ مطبوعہ لکھنؤ

(الروضۃ التندیہ شرح الدرر النبیہ، ج اول، ص: ۲۲۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)



حکم قرآن و حدیث کے کسی پر کفارہ ثابت کرنا بموجب (۱) اقرار اپنی فقہ الحدیث وغیرہ کے قہار جبار کے غضب میں پڑنا ہے۔

تیرہواں مغالطہ: حد نہیں غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے نہ مرد پر نہ عورت پر۔ اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جس کو زنا کے واسطے مزدوری دی ہے۔ (ستارہ محمدی: ۱۸)

جواب: غیر مکلف بالاتفاق مرفوع القلم ہے، اس پر حد کیوں کر جاری ہو۔ عرف الجادی کے صفحہ ۸۳ میں مجتہد العصر کے خلف رشید لکھتے ہیں:

وزوال عقل رافع قلم تکلیف است

جب عاقل کی عقل کے زائل ہونے نے قلم تکلیف کو اٹھا دیا تو جس کو اب تک عقل آئی ہی نہیں وہ کیوں قلم تکلیف کے نیچے آ کر حد مارا جائے اور عورت اس لیے حد سے محفوظ ہے کہ زنا نام مرد کی وطی کا ہے غیر ملک میں۔ اور نابالغ مرد نہیں کہ اس کا زنا متصور ہو پس عورت سے بھی وہ زنا نہیں ہوا جس سے حد ماری جاتی اور جب اصل پر حد نہ ہوئی تو تابع پر کیوں کر ہو۔ کذانی رد الحکار والنہر وغیرہا۔ (۲) اور شبہوں سے حد کا دفع کر دینا عمل بالحدیث ہے۔ اگر ہماری بات کا اعتبار نہیں تو دیکھو تمہارے مجتہد العصر کے فرزند نوح مقبول کے صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں:

وساقط میشود و حد بشبہات محتملہ۔

(۱) عرف الجادی کے صفحہ ۸۳ میں یوں اعتراض ہے کہ مجنونہ پر کیوں قضا ہوئی کہ وہ مکلفہ نہیں سو یہ اس مجنونہ کی بات ہے جو بعد از صبح صائمہ ہو کر مجنونہ ہوئی اور یہ معترض کہتا ہے کہ اس پر کفارہ کیوں نہ ہو ان لوگوں کی باہمی نزاع ہے جیسا کہ روضہ ندیہ میں کچھ اور ہے ان کے بیٹے کا عرف الجادی وغیرہ میں کچھ اور طور ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے رد مفصل میں شرح دار لکھوں گا۔ ۱۲

(۲) روضہ ندیہ کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ بدون دلیل حکم شرعی ثابت کرنا ایسا ہے جیسا قرآن و حدیث کے احکام کا انکار کرنا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ۔

اور عرف الجادی کے صفحہ ۲۱۵ میں بھی اس امر کو کئی حدیثوں سے ثابت کیا ہے، اور یہ دونوں کتابیں تمہاری فقہ الحدیث ہیں۔

باقی رہا مسئلہ عورت کا جس کو زنا پر مزدوری دی گئی ہے سو معترض نے درمختار سے لکھا ہے، فقیر کہتا ہے کہ اسی درمختار میں لکھا ہے :

والحق وجوب الحد .

یعنی حق بات یہ ہے کہ اس میں حد مارنی لازم ہے۔

ردالمحتار اور فتح القدر اور نہر الفائق وغیرہ میں یوں ہی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معترض کو ایسی نایق باتوں سے سچی توبہ نصیب کر کے حق کی طرف مائل کرے۔

چودھواں مغالطہ: جو حلوان سور کے دودھ سے پالا گیا ہے اس کا گوشت

حلال ہے، یہ مسئلہ حنفیہ کا ہے اور حدیث پر چلنے والے اس مسئلے کو مردود

سمجھتے ہیں۔ (ستارہ محمدی: ۱۸)

جواب: کورے بہ از نادانے، جاہل رہنے سے اندھا ہونا بہتر ہے۔ واضح ہو کہ اس شخص

نے فقہ الحدیث خود لاہور کے صدیقی مطبع سے چھپوائی ہے اور اس کے اخیر تاریخ کی نظم میں لکھا ہے

کہ دین اسی میں ہے پس ان کی اس دینی کتاب کے صفحہ ۵ میں صرف گوشت سور کا پلید لکھا ہے اور

سور کے باقی اجزا میں بحکم اصل کے پاکی کا فتویٰ ہے۔ (۱)

اور روضہ ندیہ میں بھی گوشت خنزیر کو پلید لکھ کر بول و براز و منی سب حیوانات کو پاک لکھا ہے جس

سے سور کے بول و براز و چربی و دودھ و منی وغیرہ کا سوائے گوشت کے پاک ہونا بخوبی ثابت ہے۔

اور اسی پاک ہونے سے مولوی نذیر حسین صاحب کے شاگرد عبدالغفور محمدی نے استفتاء مرقومہ بالا

میں سور کی چربی وغیرہ کے کھالینے کی اجازت لکھ دی ہے بحکم آیت کلا من الطیبات کے۔

(۱) نواب صاحب کے فرزند کی کتاب بیخ مقبول کے صفحہ ۲۰ میں گوشت سور کے پلید ہونے میں اختلاف لکھا ہے یعنی

یہ بھی اتفاقاً پلید نہیں ہے اور یہ کتاب نواب صاحب کی تصحیح اور اجازت سے چھپی ہے پس نواب صاحب کے

نزدیک گوشت سور کا بھی پاک ہے کیونکہ اختلاف سے اصلی پاک نہیں ملاتی ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ۔



اور نیز نواب صاحب بہادر روضۂ ندیہ کے صفحہ ۲۱۲ میں سب طبیبات کو حلال لکھتے ہیں اگرچہ اس سے حلال ہونا دودھ چربی سورکا پایا گیا مگر اس سے بڑھ کر اور بھی ثبوت ہے کہ فقہ الحدیث کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے :

’اصل ہر چیز میں حلت ہے اور نہیں حرام مگر وہ چیز جس کو حرام کیا خدا تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے اور جس چیز سے سکوت کیا خدا تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے وہ معاف ہے ، پس حرام ہے وہ چیز جو قرآن شریف میں ہے یعنی مردار جانور اور خون بہتا ہوا اور گوشت سورکا اور جس پر وقت ذبح کے نام غیر اللہ کا لیں۔ اٹھی بعد اس کے باقی حرام جانوروں کا نام لکھ کر اخیر میں لکھا ہے :  
’اور جو اس کے سوا ہے وہ حلال ہے۔‘

اب غور کرو کہ جن جانوروں کے نام لے کر حرام لکھا ہے ان کی ساری جزویں حرام ہیں اور سورکا صرف گوشت لکھا ہے اس واسطے کہ قرآن اور حدیث سے سورکا گوشت بھی حرام ہے اور سورکا کا نام لے کر سارے جانور کو حرام نہیں کہا بلکہ قرآن و حدیث سورکے باقی اجزا سے خاموش ہیں پس وہ سارے اجزا یعنی سورکی چربی اور دودھ وغیرہ ان کے نزدیک بموجب اصل بالا کے حلال ہیں اور سوا قرآن و حدیث کے فقہ الحدیث میں اور کوئی دلیل شرعی نہیں جس سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہو خود معترض ستارۃ محمدی کے صفحہ ۱۲ میں لکھتا ہے کہ :

’موحدین کا عمل تو قرآن و حدیث سے صحیح ہے۔ اٹھی

اور مقلدوں کے نزدیک ضرور ہر جزو سورکی پلید اور حرام ہے بدلیل اجماع امت کے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

تمام امت اجماع دارد بر این کہ این جانور نجس الحین است بھج جزوا از و انتفاع نباید گرفت۔

اور فقہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ خنزیر نجس الحین ہے یعنی اس کے ساری جزویں پلید اور حرام ہیں زندہ ہو خواہ مردہ۔ کذافی رد المحتار وغیرہ۔ اور اس اجماع امت کو فقہ الحدیث والوں نے اڑا دیا ہے اور صرف اولہ شرعیہ قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں جیسا کہ عرف الجادی کے صفحہ ۳ میں لکھا

ہے، پس ان کے اصول کے مطابق سور کی چربی دودھ حلال ہیں۔ کما ہوا الظاہر الباہر۔  
 اگر کہیں تقیہ کے طور پر لکھ دیں کہ چربی دودھ سور کا حرام ہے تو جب تک اس کو آیت اور  
 حدیث سے ثابت نہ کریں تب تک کسی عاقل کے نزدیک مقبول نہ ہوگا کیونکہ خلاف ان کے اصول  
 کے ہے۔ پس جب ان کے نزدیک سور کا دودھ پاک اور حلال ہو چکا تو معترض کس منہ سے حنفیوں  
 پر طعن کرتا ہے، اور اس طعن کا بھی جواب ان کی فقہ الحدیث میں ہے جو صفحہ ۳۲ میں من جملہ محرّمات  
 کے لکھا ہے: ”اور گا ونجاست کھانے والی پہلے استحالہ سے۔“

اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے مثلاً مرغ کو تین روز بند کر کے اسی طرح اور جانور روزانہ کے پھر اس  
 کو ذبح کر کے کھائے پس جن کے نزدیک وہ دودھ پلید اور حرام ہے تو بموجب فقہ الحدیث کے بند  
 کرنے تین روز کے اس حلوان کا ذبح کر کے کھا لینا روا ٹھہرا۔ پس یہی حکم ہے حنفی کتابوں کا زیور  
 المختار اور فتاویٰ خانیہ اور شرح وہبانیہ اور قنیہ اور فتاویٰ قاضی خان اور ابوالکارم وغیرہ میں۔

باقی رہا یہ کہ اس معترض نے ستارہ محمدی کے صفحہ ۱۲ میں بابت پنیر شام کے جس کا بنانا پلید  
 خنزیر سے مشہور ہے اور ان موحدوں کے رسالے اظہار الحق کے صفحہ ۱۸ میں اس کا کھانا حضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے پھر اس امر کا انکار کیا ہے کہ یہ فتویٰ موحدین کا نہیں ہے بلکہ  
 مولوی عطا محمد حنفی کا ہے۔ سواب انصاف کرے کہ سور کی چربی اور دودھ کس کے نزدیک پاک اور  
 حلال ہے۔ حنفی تو ہزار زبان سے اس کی پلیدی اور حرمت کے قائل ہیں، صرف موحدوں کی فقہ  
 الحدیث نے ان چیزوں کو پاک اور حلال کر دیا ہے۔

ان شاء اللہ الموفق۔ تمہاری فقہ الحدیث کے جواب میں اس امر کی بخوبی تحقیق کر کے ساری  
 ظاہر داریوں کے جواب شافی لکھوں گا۔ میاں تم اس پنیر کی روایت سے کیوں انکاری ہوتے ہو  
 تمہاری فقہ الحدیث سے نشان دیتا ہوں۔ عرف الجادی (۱) کے صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر۔ جو نصاریٰ کے شہروں سے آیا تھا۔ کھایا تھا۔

اور یہ ایک بات کیا تمہاری فقہ الحدیث نے کئی قطعی حراموں کو حلال کر دیا ہے، اگرچہ تفصیل  
 اس کی اپنے موقع پر ہوگی مگر بالفعل استامونہ دیکھو۔ درر بیہ فقہ الحدیث کی عربی شرح روضہ ندیہ کے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پنیر را کہ از بلاد نصاری آمدہ بود بخورد۔ ۱۲ عرف الجادی ص: ۱۰

صفحہ ۱۱ میں ہے :

لعدم نجاسة ذوات المشركين كما ورد في اكل ذبائحهم و  
اطعمتهم .

اور عرف الجادی کے صفحہ ۱۱ میں ہے :

وذبائح اهل کتاب و دیگر کفار نزدیک و ذبح بر بسملہ یا نزد اکل آں حلال است حرام و  
نجس نیست۔ (۱)

یعنی مشرک اور کافر کی گھٹنی اگر بسم اللہ سے ہے حلال ہے اور اگر کافر بسم اللہ کے بغیر بھی ذبح  
کرے تو اس گوشت پر مسلمان بسم اللہ پڑھ کر کھالے حلال ہے۔

لو مبارک ہو وہ ذبیحہ جو بحکم قرآن و حدیث (۲) حرام تھے تمہاری فقہ الحدیث نے حلال کر دیے۔  
باقی رہا یہ کہ نہج مقبول من شرائع الرسول کے صفحہ ۷۲ میں کافر اور مشرک کے ذبیحہ کے حلال  
ہونے کی یہ دلیل لکھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تو مسلم لوگ  
گوشت لاتے ہیں معلوم نہیں کہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں، یہ گوشت کھائیں یا نہ؟  
آپ نے فرمایا: تم خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ یہ حدیث بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے  
پس آپ کے دوبارہ بسملہ کے حکم کرنے سے ثابت ہوا کہ جس ذبیحہ پر بسملہ نہ کریں وہ حلال ہے  
ذبح مسلمان ہو یا کافر۔ یہ ترجمہ ہے شرائع الرسول کا۔ (۳)

فقیر عرض کرتا ہے خدائے جبار و قہار سے ڈرو۔ نواب یا نواب زادے بن کر دین اسلام میں  
اس قدر زیادتی اور طوفان انگیزی نہ کرو۔ بڑے بڑے محدث اور مفسر علمائے دین دار پر ہیزگار لکھتے  
ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس شک سے کہ شاید بسم اللہ وقت ذبح کے پڑھی گئی ہے یا  
نہیں، یقین اس امر کا کہ مسلمان بسم اللہ سے ہی ذبح کیا کرتے ہیں گو نو مسلم ہی ہوں زائل نہیں ہوتا

(۱) حرام چیز کے کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنی کفر ہے، مولانا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ۱۲

(۲) ذکر دلیل قرآن و حدیث کا حرام ہونے ذبیحہ کافر و مشرک پر ان شاء اللہ تعالیٰ دوسری جگہ رد مفصل میں لکھوں گا۔ ۱۲

(۳) سبحان اللہ و بحمدہ حدیثوں میں ایسے تصرفات بے جا کر کے کتابیں لکھتے اور پھر ان کا نام شرائع الرسول رکھنا کیا

نازیبا ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ

اس گوشت پر مثل دوسرے حلال گوشتوں کے بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور فی الحقیقت یہی مطلب ہے کافروں کے ذبح کرنے کا تو اس میں اشارہ کنایہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انصاف نصیب کر کے اہل سنت کے طور و طریقے پر لائے اور دین اسلام پر کافروں کو نہ ہنسائے۔

پناہ بخدا ان کے نزدیک کافر مشرک کی بسم اللہ نے یہ تاثیر کر دی کہ وہ ذبیحہ حلال ہو گئی اور مسلمانوں کی بسم اللہ سے پیر صاحب کا بکرا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گوشت کو پکا کر ان کی فاتحہ کروں گا حلال نہیں ہوتا جیسا کہ عرف الجادی کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں طرفہ تر اور ہے کہ بعضے موحد تو کافر کی بسم اللہ کی تاثیر کے ایسے قائل ہیں جو اوپر لکھا گیا ہے اور بعض موحدوں نے بسم اللہ کو جو مسلمانوں میں ایک دوسرے کے آنے جانے کے وقت اور کھانا سامنے رکھنے کے وقت مروج ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ خدائے پاک کے نام سے آؤ، جاؤ، کھاؤ۔ کلمہ کفر قرار دیا ہے جیسا کہ مولوی غلام علی انبرسری رسالہ تحقیق الکلام کے صفحہ ۵۷، ۵۸ میں لکھتا ہے۔ اور مولانا قاری نے یہ مسئلہ بعض غیر مشہور کتابوں سے فقہ اکبر کی شرح میں نقل کر کے پھر اس کو رد کیا ہے اور نامعتبر اور مجہول الاصل لکھا ہے۔ پس اس مجہول الاصل نامعتبر بات کو انبرسری صاحب نے پکڑ کر بسم اللہ کو باللات والعزی کے ساتھ ملا دیا ہے (تاکہ مسلمان جان لیں کہ بسم اللہ سے کام رکھنا غلط بات اور واہیات ہے) جیسا کہ لکھا ہے۔ ☆

میں کہتا ہوں کہ فقہانے کہا ہے ملا علی قاری خواہ غصہ ہوں خواہ راضی۔ کیا بھلا کلمہ کفر کا جہان میں مستعمل ہو جائے تو جائز ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جب ان کے منہ سے خطاً کلمہ باللات والعزی نکلتا تھا کلمہ پڑھواتے تھے۔

(☆) فقیر نے رسالہ ہدیۃ الشیعین کے دیباچہ میں لکھا تھا کہ رسالہ تحقیق الکلام میں کافروں کے حق کی آیتیں مومنوں پر لگائی ہیں اس جگہ ایک نظیر اس کی لکھی جاتی ہے، صفحہ ۴۴ میں آیت وَاتَّخِذُوا اٰخْبَارَهُمْ وَرٰهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا وَاَعْلَمَ مَا كَفَرُوا اور حلال کیے کو ماننے والوں کے حق میں راست کیا ہے بدلیل قصہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اور اس میں سخت غلطی ہے، اس لیے کہ حدیث عدی بن حاتم میں تو یوں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ تم اپنے علما کی اس میں اطاعت کرتے ہو کہ وہ جب خدا کے حلال کو حرام کر دیتے ہیں تو تم بھی اسے حرام جانتے ہو اور جب خدا کے حرام کو حلال کر دیتے ہیں تو تم اسے حلال جانتے ہو۔ اس نے عرضی کی ہاں۔ فرمایا: یہی عبادت ہے۔ کذا فی البہوی وغیرہ۔

پس مسلمان مقلدین کب ایسی اطاعت اپنے اماموں کی کرتے ہیں۔ کب ان کے امام خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے ہیں۔ بل هذا الا بہتان عظیم۔ علی هذا القیاس اس شخص نے مسلمانوں پر کافروں کی آیتیں لگا کر کفر لکھ دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ من عنی عنہ ۱۲

فقیر کہتا ہے۔ بسم اللہ شریف کو مثل باللات والعزى کے بنانا۔ نعوذ باللہ من ذالک ثم نعوذ باللہ من ذالک۔ بڑا تعجب ہے ان انبرسری قاضی صاحب سے کہ پہلے صفحہ اسی رسالے تحقیق الکلام میں حنفی شافعی مالکی حنبلی چشتی قادری نقشبندی سہروردی سب کو بدعتی لکھا ہے اور پھر صفحہ ۹ میں مشرک فی الرسالۃ اور مشرک فی الالوہیہ لکھا ہے اور پھر صفحہ ۳۸ میں ان کو کافر لکھا ہے پس اب صفحہ ۵۸ میں فقہا سے جو حنفی شافعی نقشبندی قادری وغیرہ ہیں کس منہ سے سند لیتے ہیں بھلا صاحب بدعتوں مشرکوں کافروں سے سندیں لی جاتی ہیں! ع: بریں عقل و دانش بیاید کریت

بسم اللہ کو کلمہ کفر بنانے کے واسطے آیت و حدیث کیوں نہ سند لائے جس پر زبان سے تمہارے عمل درآمد ہے۔ حق تعالیٰ سے ڈرو فقہا کو بدنام نہ کرو۔ کسی ایک معتبر فقہ کا نام تو لیا ہوتا صرف فرضی جمع فقہا کا لفظ لکھ کر اپنے خیالی مطلب ثابت کرتے اور قادر قہار جبار سے نہیں ڈرتے ہو۔ ابھی تک فرصت باقی ہے، خدا تعالیٰ کے لیے ایسی گستاخی اور بے ادبیوں سے باز آؤ، تو یہ نامہ مشہر کراؤ، قومی ہمدردی سے یہ تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں آپ کی بدنامی سے تشہم ہے، فقیر کا دل جلتا ہے خون پگھلتا ہے۔ واللہ ہو الموفق۔

اب ستارہ محمدی (۱) والے سے یہ نگرار ہے کہ علمائے لاہور و نواح نے تمہاری علمیت اور قابلیت کے لحاظ سے تمہاری بلاغِ مبین اور ظفرِ مبین کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے بھالنے کو عار سمجھا، تمہارے اشتہار سے ہندوستان کے علمائے دین دار نے ان کے کئی رد لکھے ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور فقیر نے بھی حق تعالیٰ کے بندوں کی پاس داری کی نیت سے اتنا قدر قلیل لکھا ہے۔

(۱) یہ رسالہ (۲۳ صفحات) مولوی محی الدین وہابی (تاجر کتب لاہور) کا تصنیف کردہ ہے جو کہ مولانا غلام قادر بھیرونی کے رسالہ مصماں قادری و ستان بغدادی کے جواب میں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں مطبع صدیقی، لاہور سے شائع ہوا۔ مرتبین

(☆) واضح ہو کہ امرت سر وغیرہ کے موجد جب سنتے ہیں کہ فقہ الحدیث والوں نے نجاستوں اور حراموں کو پاک و حلال کر دیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے بیزار ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کے علما ان کی کتابوں سے سندیں لیتے ہیں۔ مولوی غلام علی نے تحقیق الکلام کے صفحہ ۲۵ میں نواب صاحب کی کتاب سے سند لے کر ان کو علمائے محققین سے لکھا ہے، اور مولوی عبدالجبار صاحب نے بجواب تحقیق الکلام میں نواب صاحب یہاں سے سندیں لی ہیں۔ پس عوام کا انکار بے اعتبار ہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ ۱۲



ذرا اپنے جوابوں کو غور سے خود یا کسی سے دیکھو بھالو۔ اسلام کا نام رکھتے ہو خداے پاک سے ڈرو۔ ابھی اپنا منہ سنبھالو، توبہ کرو باری تعالیٰ کے مقبولوں کی دشمنی میں قادرِ ذوالجلال کے غضب سے ڈرو۔ کہاں تم اور کہاں ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم!۔ ان کی عیب جوئی اپنی داریں کی رسوائی سمجھو۔ اگر ہماری نہیں مانتے دیکھو تمہاری فقہ الحدیث عرف الجادی کے صفحہ ۴ میں لکھا ہے :

واشتغال بمطاعن ائمة اربعة وچه غير انياں كذبا و بهتانا پيشه ہر محذول محروم از حلاوت  
ایمان و بشارت اسلام باشد۔

یعنی امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم پر  
جھوٹ اور بہتان سے طعنے کرنا ایمان اور اسلام کی حلاوت سے بے نصیب کا کام ہے۔  
اعاذنا اللہ وجميع المسلمين عن ذلك و امدنا اللہ المعين بتوسلهم  
في الدنيا و فيما هنا لك آمين يا رب العالمين والحمد لله تعالى على  
الإتمام و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد سيد الأنام وآله  
وصحبه الكرام و علماء دينه العظام برحمتك يا أرحم الرحمين ۔



## مخمس از مؤلف بر غزل جامع علیہ الرحمہ

دیدہ گریاں سینہ بریاں آہ و نالہ دم بدم  
ہے یہ ذوق و شوق اپنا ہے یہ اپنا زیرو بم  
دن کو ہے یہ فکر جی میں رات کو بھی ہے یہ غم  
کے بود یارب کہ رود در شرب و بطحا کنم  
کہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

دل کو بھاتی ہی نہیں ہے سیر حسن مہر و مہ  
تیرے دروازے پہ جا کر میں کہوں یہ ناصیہ  
ہے یہ مطلب دل کا اور ہے آرزوے ہر دم  
بر کنار ز مزمہ از دل کشم صد ز مزمہ  
دزد و چشم خوں نشاں آں خانہ را دریا کنم

گرچہ ہوں میں خاکسار و مفلس و بیکس گدا  
پر نہیں دل کو تمنا مال و دنیا کی ذرا  
سو ز دل سے ہے یہی ہر دم و وظیفہ اور دعا  
یا رسول اللہ بسوے خویش مارا رہنما  
تا ز فرق سر قدم سازم زدیدہ یا کنم



گر چہ عصیاں سے ہوں بس خوار و زار و منفعل  
 بے سرو سامانی اپنے سے ہوں نادم اور نجل  
 لیکن عشق احمدی ہے جانشین جان و دل  
 آرزوے جنت الماوی بروں کر دم زدل  
 جلتم ایں بس کہ بر خاک درت ماء انکم

دستگیری کیجیے یا شہ! بہ فیضِ خاصِ خود  
 آپ کی فرقت سے سب جاتی رہی ہے ہوش و سدھ  
 وصلِ دن دلِ رفته کو آتی نہیں ہے عقل و بدہ  
 صد ہزاراں وی دریں سودا مرا ز رشد  
 نیست صبرم بعد زیں کا مرد زرا فردا کنم

یا خدا اس عشق میں رکھنا مجھے ثابت قدم  
 یا رسول اللہ تیرا کلمہ ہو منہ میں مرتے دم  
 زندگی میں ہے تمنا اے شہِ عرب و عجم  
 خواہم از سوداے تو پا بوس درگا بہت شوم  
 یا بیانت سرنہم یا سر دریں سودا کنم

تیرے احسانوں کا ممنون ہوں مگر یک لحظہ  
 گر نظر بہر خدا خیر البشر یک لحظہ  
 اس غلامی پر ہو رحمت سر بسریک لحظہ  
 مردم از شوق تو معدوم مگر یک لحظہ  
 جامی آسا نامہ شوق دگر انشا کنم

منظومہ - منہ کان اللہ -

- خدا ہی لائقِ حمد اور ثنا ہے  
 اکیلا ذات میں اور وصف اور اسم  
 نہ وہ کھائے نہ وہ پیوے نہ سووے  
 وہ سنتا ہے مگر کانوں سے ہے پاک  
 اور ایسے جتنے ہیں اوصافِ انساں  
 کسی جیسا نہیں ہر گز خداوند  
 یہ ہے ثابت کلامِ کبریا سے  
 ید و وجہ و قدم عینِ استوا بھی  
 جو آئی ہیں کلامِ کبریا میں  
 ہمیں ان پر بھی ایمان و یقین ہے  
 انہیں اوصافِ متشابہ کہا ہے  
 چلیں ہم قل هو اللہ احد پر  
 کہا لیس کمثلہ شئیٰ خدا نے  
 پھر ہم کیونکر کہیں اس کا مکاں ہے  
 عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے  
 و لیکن اہل تجسیم اس میں بہکے  
 اماموں نے انہیں کافر لکھا ہے  
 کتابیں دین کی صدا ہیں موجود  
 ہمارے وقت میں پھر شور اٹھا  
 خدا کا عرش پر ہونا سنایا
- نہیں اس جیسا کوئی دوسرا ہے  
 نہ اس کا ہاتھ پاؤں منہ ہے نہ جسم  
 کسی جگہ اور مکاں میں بھی نہ ہووے  
 وہ دیکھے ہے مگر آنکھوں سے ہے پاک  
 منزہ ہے وہ سب سے پاک رحماں  
 نہ ہے مخلوق کوئی اس کی مانند  
 یہ ہے ثابت حدیثِ مصطفیٰ سے  
 اصابعِ ساق اور فوق السماء بھی  
 اور آئی ہیں حدیثِ مصطفیٰ میں  
 و لیکن پیروی ان کی نہیں ہے  
 خدا جانے مراد ان سب کی کیا ہے  
 عقیدہ رکھیں اللہ الصمد پر  
 سکھایا ہم کو ایسے مصطفیٰ نے  
 اور اس کے ہاتھ پاؤں کا نشان ہے  
 عقیدہ ساری اُمت کا یہی ہے  
 مکاں اور جسم خالق کا وہ سمجھے  
 یہ بدلہ اُن کی تشبیہ کا دیا ہے  
 جسے ہو دیکھنا وہ دیکھے مقصود  
 مکاں اور جسم کا چرچا ہے پھیلا  
 اور ہاتھ اور پاؤں کا ملنا بتایا

- حیاتِ سرورِ عالم سے انکار ❁ ہے تحقیرِ نبی پر دل سے اصرار
- نجس چیزوں کو پاکیزہ بنایا ❁ ذبیحہ کافروں کا حل سنایا
- ذبیحہ مشرکوں کی بھی کھلائی ❁ حرام اشیاء پہ بسم اللہ پڑھائی
- کہے گر آنے جانے پر مسلمان ❁ جو بسم اللہ تو کافر ہے اسی آں
- براز و بول بندرِ رچھ و خنزیر ❁ کریں ہیں اُن کے پاک ہونے میں تحریر
- شراب و خون جاری گوشتِ مردار ❁ بتائیں سب کو پاکیزہ بہ تکرار
- اور تحفہٴ مومنین (۱) میں یوں لکھا ہے ❁ نکاح پھوپھی سے کر لینا روا ہے
- غرض دینِ خدا ایسا بگاڑا ❁ کہ ہنستا جس سے ہے چو ہڑا چہارا
- لباموں کی فقط چھوڑی نہ تھلید ❁ ہے بھولا بلکہ سیدھا راہِ توحید
- تکبر اور خودی نے سخت گھیرا ❁ مسلمانوں کی رہ سے منہ ہے پھیرا
- حدیثوں پر عمل کرنے کا دعویٰ ❁ اصولِ دین پر ہے سو تہرا
- یہ ثمرہ خود پسندی عننے دیا ہے ❁ عجالہ نافعہ میں یوں لکھا ہے (۲)
- خداوند! ہمیں ان سے بچانا ❁ مسلمانو نہ پیچھے ان کے جانا
- نمازیں ان کے پیچھے ہیں ناجائز ❁ یہ ہے علمائے دیں سے حکم فائز
- امام اپنے کی عی تھلید ہے دیں ❁ اسی پر خاتمہ ہو رب آمین

### تمت بالخیر

(۱) کتاب تحفۃ المومنین مولوی قربان علی رئیس ائمہ حین ساکن پانی ضلع بسی نے واسطے استفادہ محمد یوں کے تالیف کر کے بعد نظر ثانی ۱۳۸۹ھ میں مطبع منشی نول کشور میں چھپوائی ہے اس کے صفحہ ۱۶، ۱۷ میں لکھا ہے:

سوال: ہماری وچھی و بھادوچ و پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟۔

جواب: درست ہے۔

(۲) مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ جس نے احادیث کے معاملے میں معافی منقول سلف کے سوالوں کے بار او یوں میں بے امتیازی کی تو اس کو ثمرہ گم راہی اور گم راہ کرنا حاصل ہوگا۔



قبر کے طواف کی حرمت پر رسالہ عجالہ

# کشف الستور

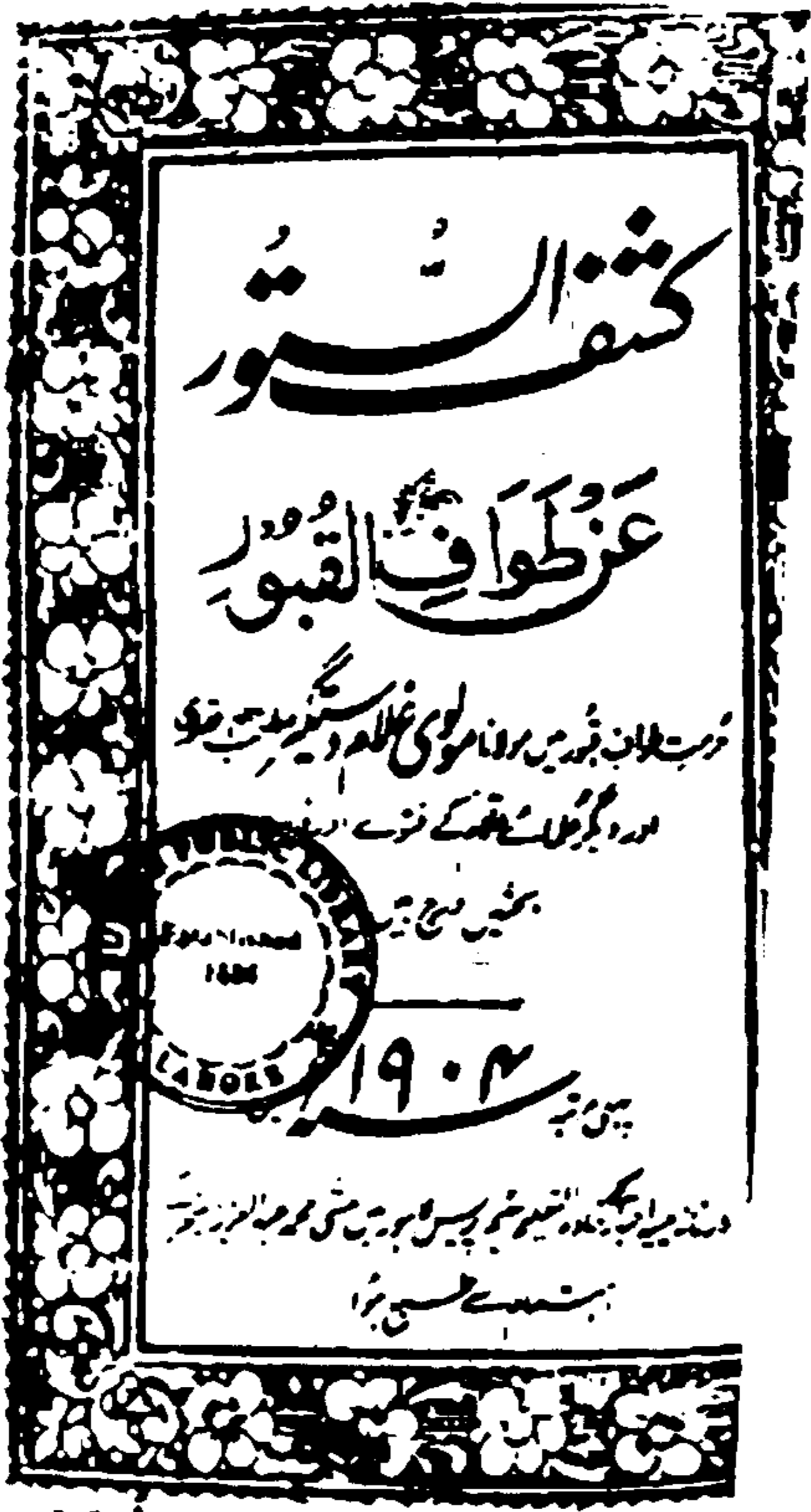
عن

# طواف القبور

از

مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم قصوری

پہلی مرتبہ ۱۹۰۲ء میں کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعليم سٹیم پریس لاہور میں  
منشی عبدالعزیز نیجر کے اہتمام سے طبع ہوا۔



[باہتمام فحشی عبدالعزیز فیخرا خادما تعلیم شمیم پریس لاہور سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]

## استفتاء

سوال ایٹکے درمیان اہل محبت کہ یا اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم محبت و اعتقاد کسی میبارک برائے تعظیم اولیاء اللہ طواف حرارات اوشمان مروج ست شرعاً جائز است یا نہ۔ نیز اتوجروا۔

## نقل فتویٰ مولوی عبدالرحمن خیر پوری

### الجواب بإعانة الملهم بالصواب :

آنکے جائز است چرا کہ معنی طواف گرد گشتن ست چیزے ہر او مطلق طواف عبادت نیست کہ محض یہ بیت اللہ شریف باشد۔ نعم طواف بیت اللہ شریف عبادت ست، و طواف اولیاء اللہ فعل تعظیم ست نہ عبادت تا کہ ممنوع باشد۔

چنانکہ قیام دو قسم ست: یکے عبادت چنانچہ قیام فی الصلوٰۃ۔ دوم تعظیسی چنانچہ برائے عظما چنانچہ در احادیث شریفہ آمدہ قوموا لیسیدکم لیکر طواف تعظیسی را ہر طواف عبادت قیاس کردن و حکم کردن بعدم جواز قیاس سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم۔

(ترجمہ) سوال: یہ ہے کہ اہل محبت کے درمیان جو اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت و اعتقاد رکھتے ہیں، اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کے حرارات مقدسہ کا طواف مروج ہے۔ جائز ہے کہ نہیں؟ بیان کرو تا کہ احمد دیے جاؤ۔

### الجواب بإعانة الملهم بالصواب :

یہ جائز ہے کیونکہ طواف کا معنی کسی چیز کے گرد پھرنا ہے اور مطلق طواف عبادت نہیں ہے جو بیت اللہ شریف کے ساتھ محض ہو۔ ہاں بیت اللہ شریف کا طواف عبادت ہے اور طواف حرارات اولیاء اللہ فعل تعظیم ہے نہ عبادت کہ ممنوع ہو۔ چنانچہ قیام دو قسم کے ہیں:

عبادت۔۔ جیسے نماز میں کھڑا ہونا۔ تعظیسی۔ جیسا کہ تعظیم کے لیے۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں آیا ہے قوموا لیسیدکم (اپنے سردار کے لیے تم کھڑے ہو جاؤ) پس طواف تعظیسی کو طواف عبادت پر قیاس کرنا اور اس کے عدم جواز کا حکم کرنا قیاس مع القارق ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سجدہ افعال عبادت میں سب سے بڑا ہے اس کی بھی دو قسم ہے: ۱۔ سجدہ عبادت۔ ۲۔ سجدہ تعظیسی۔

سجدہ تعظیم لغیر اللہ اگرچہ در شرائع سابقہ جائز بود مگر در شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حرام شد۔  
اگر طواف تعظیم برائے غیر بیت اللہ ممنوع بودے ہر آئینہ کد ام نص از کلام ربانی یا احادیث نبوی یا  
قول مجتہد در حرمت او وارد شدے، حالانکہ ہیج سند حرمت او یافتہ نشدہ پس فعل تعظیم را بغلط فہمی خود  
فعل عبادت نام نہادہ بلا دلیل شرعی حرام گفتن بعید از عقل و نقل است۔

اگر مدعی حرمت در دعویٰ خود صادق ست بروی لازم کہ سند از اسناد مرقومہ بالا پیش کند۔ و  
اینکہ قولہ تعالیٰ و لیطوفوا بالبیت العتیق سند گرفتہ حرام می فرمایند ہذاں ماند کہ قیام تعظیمی را بسند  
قولہ تعالیٰ و قوموا للہ قانتین حرام گویند، حالانکہ قیام تعظیمی را کسے حرام نمی گوید۔

پس عجب ست کہ و لیطوفوا الایۃ را سند خود قرار دادہ اند حالانکہ اس طواف عبادت ست و  
در تفصیل ارکان حج بیت اللہ شریف مذکور شدہ۔

(ترجمہ) سجدہ تعظیمی اگرچہ سابقہ شرائع میں جائز تھا لیکن شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں  
حرام ہوا، اگر بیت اللہ کے سوا کسی کا طواف تعظیم ممنوع ہوتا تو کلام ربانی میں سے کوئی نص یا  
احادیث نبوی یا قرآن مجتہد اس کی حرمت میں وارد ہوتا حالانکہ اس کی حرمت پر کوئی سند نہیں پائی گئی  
ہے۔ پس اپنی غلط فہمی کی وجہ سے فعل تعظیم کا نام فعل عبادت رکھنا بغیر کسی دلیل شرعی کے حرام کہنا عقل  
و نقل سے بعید ہے۔ اگر مدعی حرمت اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسناد مرقومہ بالا  
میں سے کوئی سند پیش کرے اور یہ جو اللہ تعالیٰ کا فرمان و لیطوفوا بالبیت العتیق  
اور چاہیے کہ وہ بیت عتیق کا طواف کریں۔

سے سند پکڑتے ہوئے حرام کہتے ہیں تو اس کو جاننا چاہیے کہ قیام تعظیمی کی سند فرمان حق عزوجل  
و قوموا للہ قانتین

اور تم اللہ کے لیے ڈرتے ہوئے قیام کرو۔

کو حرام کہیں حالانکہ قیام تعظیمی کو کسی نے حرام نہیں کیا ہے۔ پس عجب ہے کہ و لیطوفوا الایۃ کو اپنی سند  
قرار دیا ہے، حالانکہ یہ طواف عبادت ہے اور ارکان حج بیت اللہ شریف کی تفصیل میں مذکور ہوا۔



خاصہ دریں آئیہ کریمہ ہیج کلمہ حصر نیامدہ کہ از وی اختصاص طواف بہ بیت اللہ شریف ثابت شود۔ اگر انصاف فرمائند طواف مرقد اولیاء اللہ تعالیٰ ازیں آئیہ شریفہ ہم ثابت میشود۔ چرا کہ وہ تفسیر نیشاپوری تحت قولہ تعالیٰ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ الْاٰیةِ اَمَدَه وَاِنْ اَنْمُوذَجَ بَيْتَ اللّٰهِ فِی الْاِنْسَانِ (و هو العالم الصغير) القلب الذي وضع بیکة صدر الاسلام مبارک علیہ و ہدی یہتدی بہ جمیع أجزاء وجودہ عبد اللہ بجودہ۔ فان النور الالہی اذا وقع فی القلب انفسح له واتسع، فبه یسمع وبه یبصر وبه یعقل وبه ینطق وبه یبطش وبه یمشی وبه یتحرک وبه یسکن [فیہ آیات بینات] یصل بہا الطالب الی مطلوبہ والقاصد الی مقصودہ۔ انتهى کلامہ (۱)۔

و در حدیث قدسی آمدہ لا یسعی ارضی و لا سمانی و لکن یسعی قلب عبدی المؤمن و نیز آمدہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ۔

(ترجمہ) اس آیت کریمہ کے خاصہ میں کوئی کلمہ حصر نہیں آیا ہے جس سے اختصاص طواف صرف بیت اللہ شریف کے لیے ثابت ہو۔ اگر وہ انصاف فرمائیں تو مرقد اولیاء اللہ کا طواف بھی اسی آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ تفسیر نیشاپوری میں اس قول باری تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس الایة کے تحت آیا ہے:

”بے شک بیت اللہ انسان کے قلب کے ساتھ ملا ہوا ہے (انسان عالم صغیر ہے) پس جس نے مکہ کو بنایا انسان کا سینہ، بابرکت ہے اس پر اور ہدایت اللہ کے بندے کے تمام اجزائے بدن اس کے کرم سے ہدایت پاتے ہیں پس جب نور الہی قلب میں واقع ہوتا ہے تو اس کو وہ کھول دیتا ہے اور اس میں وسعت عطا فرماتا ہے، اس سے وہ سنتا، دیکھتا، سمجھتا، بولتا، پکڑتا، چلتا ہے اور اسی سے حرکت کرتا اور ساکن ہوتا ہے اور اس میں روشن نشانیاں ہیں طالب کو اپنے مطلوب سے ملاتا ہے، قاصد کو اس کے مقصود تک پہنچاتا ہے۔ انتهى کلامہ (تفسیر نیشاپوری: ۲۲۰-۲۲۱)۔

اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں زمین و آسمان میں نہیں ساتا ہوں لیکن میں بندہ مومن کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

اور یہ بھی ارشاد ہے کہ مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔

و در باره تعظیم اولیاء اللہ تعالیٰ احادیث نبویہ ہم وارد اند کہ **إن من إجلالی و توقیری توقیر**  
**الشیخ من أمتی و الشیخ فی قومہ کالنبی فی أمتہ**۔ پس ہر گاہ کہ شانِ اولیاء اللہ تعالیٰ اس  
 ست پس چگونہ اکرام کردن ایشان ممنوع باشد۔

و در مشکوٰۃ شریف حدیث آمدہ کہ **ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ تعالیٰ**  
**یتلون کتب اللہ و یتدارسونہ بینہم إلا فزلت علیہم السکینۃ و غشیتہم**  
**الرحمۃ و حفتہم الملائکۃ و ذکرہم اللہ تعالیٰ فیمن عنده و من أبطأ بہ عملہ**  
**لم یسرع بہ نسہ**۔ رواہ مسلم و معنی حفتہم الملائکۃ چینیں فرمودہ اند کہ طواف می کنند او  
 شانرا فرشتگان اگر اس طواف عبادت بودے معاذ اللہ کہ فرشتگان عبادت غیر خدا کنند۔ پس معلوم  
 شد کہ طواف تعظیم لغیر اللہ و غیر بیت اللہ جائزست و طواف عبادت مخصوص بہ بیت اللہست۔

و مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی در زاد اللیب ..... طواف مراقد اولیاء جائز فرمودہ اند۔

(ترجمہ) اور اولیاء کرام کی تعظیم کے بارے احادیث نبویہ بھی وارد ہوئی ہیں جیسا کہ فرمایا: بے شک  
 میری بزرگی اور عزت میری امت کے شیخ سے ہے اور قوم کا شیخ ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔  
 پس جب شان اولیاء اللہ ایسی ہے تو پھر ان کی تعظیم کرنا کیسے ممنوع ہوئی؟۔

اور مشکوٰۃ شریف میں حدیث مبارکہ نقل ہے جب لوگ اللہ کے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہوتے ہیں،  
 کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں اس کی تدریس و تفہیم کرتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل  
 ہوتا ہے، رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے انھیں ڈھانپ لیتے ہیں۔ نیز اللہ اپنے پاس موجودین  
 میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ اگر کسی کا عمل اسے پیچھے چھوڑ دے تو نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

مسلم نے اس کو نقل لیا اور حفتہم الملائکۃ کا معنی اس طرح فرماتے ہیں کہ طواف کرتے ہیں  
 ان کا فرشتے۔ اگر یہ طواف عبادت ہے تو معاذ اللہ کیا فرشتے غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں؟ پس  
 معلوم ہوا کہ طواف تعظیم غیر اللہ کے لیے اور غیر بیت اللہ کے لیے جائز ہے اور طواف عبادت صرف  
 بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی زاد اللیب میں مراقد اولیاء کے طواف کرنے کو جائز فرماتے ہیں۔

وفي دستور القضاة من الملتقط و ان كان قبر عبد صالح و يکنه ان يطوف حول  
ثلاث مرات فعل ذلك . انتهى و کذا فی خزائن الروایات و وسیلة القلوب و محک الطالبین  
فتاویٰ برہنہ و شہزادہ داراشکوہ کہ از علمائے وقت و اہل نسبت باطنی ہم بودہ۔

در سفینۃ الاولیاء نوشتہ کہ ہر گاہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ در مدینہ منورہ میرفتند طوافِ روضہ  
مقدسہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میبودند۔ اگرچہ این کتب در بیان اخلاق و آداب انداز  
چوں این طواف از آداب ست نہ از عبادات و معاملات پس ما را سند این کتب ہم مفیدست۔ فقط

حررہ خادم العلماء عبدالرحمن خیر پوری

یکم ماہ صفر ۱۳۰۵ ہجری المقدس

(ترجمہ) اور دستور القضاة میں ہے کہ قبر اگوجو عبد صالح کی ہو تو ممکن ہے کہ اس کے گرد تین بار طواف کرے  
اور اسی طرح خزائن الروایات اور وسیلة القلوب اور محک الطالبین اور فتاویٰ برہنہ میں اور شہزادہ  
داراشکوہ جو علمائے وقت اور اہل نسبت باطن رکھنے والوں میں سے تھا سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ  
جب بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ جاتے تو روضہ مقدسہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ  
وسلم کا طواف کیا کرتے تھے، اگرچہ یہ کتب اخلاق و آداب سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہ طواف آداب  
میں ہے نہ کہ عبادات میں سے اور ہمارے معاملات کے لیے ان کتب کی سند بھی کافی ہے۔ فقط  
حررہ خادم العلماء عبدالرحمن خیر پوری۔ یکم ماہ صفر ۱۳۰۵ ہجری المقدس



مولوی عبدالرحمن خیر پوری کے فارسی فتویٰ کا اردو ترجمہ ہمارے معاون مرتب مفتی محمد سعید صاحب نے  
صاحب نے کیا۔ مولانا قصوری نے اس کا جواب اردو میں ہی تحریر کیا تھا۔ (مرتبین)

تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب متوطن قصور ضلع لاہور  
- در عدم جواز طواف قبور -

بجواب تحریر مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَ مصلیًا .

اما بعد! حقی ندر ہے کہ چند روز سے ریاست اسلامیہ بہاول پور سے ایک دوست نے مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری کی تحریر درباب جواز طواف قبور اولیاء اللہ کے بھیج کر لکھا کہ اگر یہ مسئلہ حق ہے تو اس پر دستخط کر کے اتفاق اپنا ظاہر کریں، ورنہ اس کا جواب لکھیں۔

چونکہ فقیر کو رد و جواب کا تقاضا سنت الیٰ سنت اس ملک سے کم فرصت ملتی ہے، نیز وہ ایک رسالوں میں سابق بھی عدم جواز طواف قبور لکھا گیا تھا، اس لیے اس تحریر کا جواب بذمہ عطاء ریاست موصوف رکھ کر اس دوست سے عذر پیش کیا مگر اس طرف سے علاوہ اصرار اس شخص کے اور بھی بعض عمائد ریاست سے استدعا ہوئی کہ ضرور اظہار حق کرنا چاہیے، اس لیے تحریر مذکور کو بطور قول نقل کر کے اس کا جواب ضروری قلم بند کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کی نیت سے موافق مذہب الیٰ سنت کے لکھتا ہوں۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ شانہ کے فضل سے امید ہے کہ عطاء الیٰ سنت اس کو دیکھ کر پسند فرمائیں گے اور منصف حق پرست زیادہ بات نہ بڑھائیں گے۔

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ (سورۃ اعراف: ۸۸)

## قولہ: عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

سوال اینکه در میان اہل محبت کہ باولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم محبت و اعتقاد قلبی میدارند برای تعظیم اولیاء اللہ طواف مزارات او شان مروج است شرعاً جائز است یا نہ۔  
- بینوا تو جروا۔

الجواب باعانة الملهم بالصواب:

آنکہ جائز است چرا کہ معنی طواف گردگشتن است چیزے را و مطلق طواف عبادت نیست کہ مختص بہ بیت اللہ شریف باشد نعم طواف بیت اللہ شریف عبادت است و طواف مزارات اولیاء اللہ فعل تعظیم است نہ عبادت تا کہ ممنوع باشد چنانکہ قیام دو قسم است یکے عبادت چنانچہ قیام فی الصلوٰۃ۔ دوم تعظیمی چنانچہ برای عظماء چنانچہ در احادیث شریفہ آمدہ قوموا لیسیدکم پس طواف تعظیمی را بر طواف عبادت قیاس کردن و حکم کردن بعدم جواز قیاس مع الفارق است۔

## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ مجیب صاحب نے اس تحریر میں تسلیم کیا ہے کہ طواف کعبہ شریفہ عبادت ہے جیسا کہ قیام فی الصلوٰۃ عبادت ہے، پھر قیام تعظیمی بزرگوار کا جواز تو حدیث قوموا لیسیدکم سے ثابت کیا ہے جو بجا ہے، مگر طواف تعظیم قبور اولیا کو بلا دلیل جائز لکھ دیا ہے جو شان مفتیان تقویٰ شعار سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

ذرا غور فرمائیں کہ ایک امر عبادت الہی کو جو اپنے نزدیک بھی یقیناً عبادت ہو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کر دینا جرأت علی الفتیانہیں تو اور کیا ہے۔ اور آگے چل کر جن دگیلوں سے جواز نقل کیا ہے اہل علم منصف مزاج کے نزدیک کوئی بھی ان میں سے دلیل نہیں اس کے جواز پر جیسا کہ اپنے موقع پر ظاہر ہوگا۔

## قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

نبی بنی کہ سجدہ از اعظم افعال عبادت است ہم دو قسم است سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم۔  
سجدہ تعظیم لغیر اللہ اگرچہ در شرائع سابقہ جائز بود مگر در شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
حرام شد۔

## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ کہ سجدہ تحیت باوصفہ کہ شرائع سابقہ میں جائز تھا مگر دین اسلام میں بسبب کمال  
توحید و خدا پرستی کے روانہ رکھا گیا بلکہ حرام قرار دیا گیا۔ اور ردالمحتار علی الدر المختار میں بانقل بعض  
معتبرات اس کو بھی کفر لکھا ہے جس سے محقق ہوا کہ فعل عبادت الہی کو مخلوق کے حق میں روا کر دینا  
سوائے دلیل شرعی کے بالکل ناروا ہے۔ سو اگر طواف قبور اولیا کے جائز کرنے والے کے پاس دلیل  
اس کی کوئی آیت یا حدیث صحیح یا اجماع امت یا قیاس مجتہد جو یہ چاروں ادلہ شریعت ہیں موجود ہے تو  
پیش کرے ورنہ تقول فی دین اللہ سے بچنا اہل اسلام کو واجبات سے ہے۔ واللہ هو الموفق

## قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

اگر طواف تعظیم برائے غیر بیت اللہ ممنوع بودے ہر آئینہ کد ام نص از کلام ربانی یا  
احادیث نبوی یا قول مجتہد در حرمت او وارد شدے حالانکہ ہیج سند حرمت او یافتہ نشدہ  
پس فعل تعظیم را بغلط فہمی خود فعل عبادت نام نہادہ بلا دلیل شرعی حرام گفتن بعید از عقل و  
نقل است۔ اگر مدعی حرمت در دعوی خود صادق است بروی لازم کہ سند از اسناد مرقومہ  
بالا پیش کند۔

## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ مدعی حرمت طواف قبور کو اہل علم کے نزدیک کسی سند کے پیش کرنے کی حاجت



نہیں ہے جب آپ خود مقرر ہیں کہ طواف بیت اللہ عبادت الہی ہے، مدعی حرمت آپ سے دلیل جواز طواف غیر بیت اللہ طلب کرتا ہے کہ کون سی آیت یا حدیث وغیرہما سے بیت اللہ کے سوا تعظیسی طواف کسی اور چیز کا روا ہے؟۔

### قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

واینکہ قولہ تعالیٰ و لیطوفوا بالبیت العتیق سند گرفتہ حرام میفرماید بدایاں ماند کہ قیام تعظیسی را بسند قولہ تعالیٰ و قوموا للہ قانتین حرام گویند حالانکہ قیام تعظیسی را کے حرام نمی گوید پس عجب است کہ و لیطوفوا الایۃ را سند خود قرار داده اند حالانکہ اس طواف عبادت است و در تفصیل ارکان حج بیت اللہ شریف مذکور شدہ خاصہ دزیں آیہ کریمہ ہیچ کلمہ حصر نیامدہ کہ از وی اختصاص طواف بہ بیت اللہ شریف ثابت شود۔

### تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ او پر مذکور ہو چکا ہے کہ قیام تعظیسی تو حدیث شریف سے روا ہوا ہے طواف تعظیسی کسی دلیل شرعی سے ثابت معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اور آیہ شریفہ و لیطوفوا بالبیت العتیق صریح فرما رہی ہے کہ طواف بیت اللہ ہی مشروع ہے۔ تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے :  
 وهو مطاف أهل الغبراء كما أن العرش مطاف أهل السماء . انتھی  
 اس لیے جو طواف قبل نزول اس آیت مبارکہ کے رائج تھا جیسا کہ صفا و مروہ میں طواف تھا تو اصحاب کبار رضی اللہ عنہم بعد نازل ہونے اس آیت شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے کہ ہم پہلے اس سے صفا و مروہ میں طواف کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ طواف کا ارشاد فرمایا ہے اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا پس ہم اگر صفا و مروہ میں طواف کریں تو کچھ ہرگز ہے۔ تب یہ آیت شریف اُتری :

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۵۸/۲)



جیسا کہ صحیحین وغیرہما میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ تیسرے صحیحین کی ضروری عبارت نقل کر دیتا ہوں:

صحیح بخاری شریف کے باب وجوب الصفا والمروة وجعلهما من شعائر الله میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حدیث طویل کے اخیر یوں لکھا ہے:

كانوا يطوفون كلهم بالصفا والمروة، فلما ذكر الله تعالى الطواف بالبيت ولم يذكر الصفا والمروة في القرآن، قالوا يا رسول الله كنا نطوف بالصفا والمروة وإن الله أنزل الطواف بالبيت فلم يذكر الصفا فهل علينا من حرج أن نطوف بالصفا والمروة فأنزل الله تعالى [ان الصفا والمروة من شعائر الله] - الآية (۱)

یہ عبارت مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۳۲۳ سے منقول ہوئی ہے اور اس کے حاشیہ پر صحیح مسلم کی یہ عبارت درج ہے:

وقال آخرون من الأنصار إنما أمرنا بالطواف بالبيت ولم نؤمر به بين الصفا والمروة فأنزل الله عز وجل: [ان الصفا والمروة من شعائر الله] - (۲)

پس اہل علم و انصاف کو اب بخوبی یقین ہو گیا ہے کہ آیت و ليطوفوا بالبيت العتيق صاف دلیل ہے اس پر کہ کعبہ شریفہ ہی کا طواف کرو۔ جب دوسری آیت سے صفا و مروہ میں طواف (جو دراصل وہ حقیقی طواف نہیں بلکہ سعی بین الصفا والمروة کا نام طواف رکھا گیا ہے) روا معلوم ہوا تب مسلمانوں نے اس کا ارتکاب کیا۔ پس ایسا ہی اگر مجوزین طواف قبور اولیاء کے پاس کوئی دلیل شرعی اس کے جواز کی ہے تو پیش کریں اور ہم کو تو جہاں تک تلاش کی ہے کوئی دلیل نہیں ملتی ہے بلکہ برعکس عدم جواز طواف وغیرہا دلائل شرعیہ سے ثابت ہو رہا ہے۔

قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

اگر انصاف فرماید طواف مرقد اولیاء اللہ تعالیٰ ازیں آئے شریفہ ہم ثابت میشود چرا کہ

(۱) صحیح بخاری ۱۵۸۷۲ حدیث: ۱۶۴۳۔

(۲) صحیح مسلم ۹۲۹۷۲ حدیث: ۱۲۷۶۔

در تفسیر نیشاپوری تحت قولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس الایة آمدہ و ان  
انمودج بیت اللہ فی الانسان (و هو العالم الصغير) القلب فالذی  
وضع بیکہ صدر الانسان مبارک کا علیہ و ہدی یہتدی بہ جمیع اجزاء  
وجود عبداللہ بجودہ فان النور الالہی اذا وقع فی القلب انفتح له  
واضع فیہ یسمع و بہ یبصر و بہ یعقل و بہ ینطق و بہ یبطش و بہ  
یمشی و بہ یتحرک و بہ یسکن فیہ آیات بینات یصل بہا الطالب الی  
مطلوبہ والقاصد الی مقصودہ . انتہی کلامہ .

### تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر مجیب صاحب سے عرض کرتا ہے کہ آپ نے اس عبارت میں کون سی آیت یا حدیث یا  
قول مجتہد سے مزارات اولیاء اللہ کے طواف کو ثابت کیا ہے، ذرا براے مہربانی سمجھا دیں کہ کسی مفسر  
کی عبارت کا نام آیت یا حدیث یا قول مجتہد ہے۔ اگر ایسی دلیلوں سے آپ اثبات ادعا کرتے ہیں  
تو صریح یہ بھی فتویٰ دیں کہ انسان (عالم صغیر) کے قلب کو جو بیت اللہ کا نمونہ ہے قبلہ نما بنا کر نماز  
میں سجدہ بھی اس کی طرف کیا کریں۔ نیز قبور اولیاء اللہ کو بھی سجدہ کرائیں کہ ان میں بھی وہی ارباب  
قلوب ہیں۔

خدا کے لیے دین اسلام میں خصوص اس وقت میں جو غربت دین بدرجہ غایت ہے اور مذاہب  
زائعہ ہر قسم کے فتنہ برپا کر رہے ہیں تو ہم اہل سنت کو لازم بل الزم ہے کہ ایسے فتوؤں سے زبان بند  
رکھیں۔ آخر قیامت کے روز حساب دینا ہے۔

### قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

و در حدیث قدسی آمدہ لا یسعی ارضی و لا سمائی و لکن یسعی قلب  
عبدی المؤمن و نیز آمدہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ .

## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ اول دونوں حدیثوں کو کتب معتبرہ احادیث کے نشان دے کر بعدہ کسی معتبر محدث سے ان کی تصحیح لکھ کر نقل کر کے پھر ان کا نص ہونا واسطے جواز طواف قبور کے شرح وار بیان فرمائیں تاکہ سب کی سمجھ میں آجائے کہ ان دلائل شرعیہ سے فلانہ مسئلہ ثابت ہوا۔ اور جب تک ایسا نہ ہو تب تک اپنی فضیلت اور علمیت کو بیٹہ نہ لگائیں اور فقیر کی مجاہدہ اور مخلصانہ تحریر کو برا نہ مانیں۔

## قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

و در بارہ تعظیم اولیاء اللہ تعالیٰ احادیث نبویہ ہم وارد اند کہ ان من اجلالی و توقیری توقیر الشیخ من امتی والشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔

## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ یہ موضوعات میں سے ہیں۔ اور ایسے دلائل کے پیش کرنے سے علمائے اہل سنت ریش خند مخالفین ہوتے ہیں۔ خدا کے واسطے ذرا غور فرما کر ہر عربی عبارت کو حدیث نہ فرمایا کریں، جب تک کسی حدیث کا پتہ کتب حدیث سے نہ لگے، تب تک جرأت کرنی دیانت سے بعید ہے۔

غیر حدیث کو حدیث کہہ دینے میں صحیح حدیثوں میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جس قدر اکرام و اجلال اولیاء اللہ کا شرع سے حکم ہے ہم لوگ اس میں سر موخلل انداز کو دشمن خداے تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا یقین کرتے ہیں، البتہ غیر مشروع تعظیم کرنے سے رکتے ہیں کہ قیامت کو اس کا جواب کچھ نہیں بن پڑے گا۔ واللہ هو الہادی

## قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

و در مشکوٰۃ شریف حدیث آمدہ کہ ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ

تعالیٰ یتلون کتب اللہ و یتدار موندہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ و غشیتہم الرحمۃ و حفتہم الملائکۃ و ذکرہم اللہ تعالیٰ فیمن عندہ و من ابطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسہ . رواہ مسلم و معنی حفتہم الملائکۃ چٹیں فرمودہ اند کہ طواف میکرند او شانزافرشتگان اگر اس طواف عبادت بودے معاذ اللہ کہ فرشتگان عبادت غیر خدا کنند۔ پس معلوم شد کہ طواف تعظیم لغیر اللہ و لغیر بیت اللہ جائزست و طواف عبادت مخصوص بہ بیت اللہست۔

### تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ مجیب صاحب نے اوپر دلیل نص آیت یا حدیث یا قول مجتہد سے طلب کی ہے۔ پس اپنی تحریر کے موافق غور کریں کہ اول تو حدیث شریف فرشتوں کے طواف کرنے پر ذاکرین کے لیے نص نہیں ہے کہ تطوفہم الملائکۃ نہیں فرمایا بلکہ لفظ حف کے معنی کثیرہ ہیں جن میں سے اس جگہ احاطہ کے معنی بہت چسپاں ہیں جیسا کہ اہل علم پر روشن ہے۔

دوم: اگر یہی معنی طواف کے مراد رکھے جائیں، تاہم بنی آدم کو طواف قبور کی اجازت پر اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ فرشتے تو بحکم الہی اس طواف پر مامور ہوں گے بنی آدم کو طواف قبور کی اجازت کس حکم سے ہے؟۔ اگر وہ حکم قرآن و حدیث صحیح و اجماع و قیاس سے دکلائیں کہ نص ہو طواف قبور پر تو ہم کو ایک ذرہ بھی اس کی تعمیل میں توقف نہ ہوگا، مگر جب تک اجازت صریح نہ ملے تو ایسی فرضی اور زخمی دلیلوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کام مخلوق کے واسطے کیونکر روا کر دیا جائے۔  
واللہ هو الہادی .

اور یہ بات اہل علم پر روشن ہے کہ جو احکام فرشتوں سے متعلق ہیں وہ سب حکم بنی آدم سے متعلق نہیں اور بقرض محال گرمان لیں تو اس سے خالصتاً اللہ ذاکرین اللہ کا زندگی میں طواف کرنا پایا جاتا ہے، قبور کے طواف کا تو نام و نشان اس میں نہیں ہے!۔

## قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

ومولانا عبدالحکیم سیالکوٹی در زاد اللیب..... طواف مراقد اولیاء جائز فرمودہ اندونی  
دستور القضاة من الملتقط و ان کان قبر عبد صالح و یکنه ان یطوف حوله  
ثلاث مرات فعل ذلك . انتهى و کذا فی خزانه الروایات و وسیلة  
القلوب و محک الطالبین و فتاویٰ برهنه .

## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر کہتا ہے کہ اس قول میں مجیب صاحب نے بہت سی سہل انگاریاں کی ہیں۔

اول: تو اوپر نص آیت یا حدیث یا قول مجتہد کو سند مقرر کر چکے تھے اب ایسی کتابوں کو جن میں  
ہر قسم کے رطب و یابس جمع ہیں سند میں پیش کرنے لگ گئے۔ آیت یا حدیث صحیح یا قول مجتہد سے سند  
پیش کرنا لازم تھا۔

دوم: زاد اللیب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تالیف نہیں۔ سنا گیا ہے کہ ان کے خاندان میں  
سے کسی نے تالیف کی ہے اور جب اس کو دیکھا گیا تو اس میں مسائل صحیح بھی ہیں اور نہایت ضعیف  
بلکہ موضوع باتیں بھی منقول ہیں، اور خصوص مسئلہ طواف قبور میں کسی معتبر کتاب سے نقل نہیں کی ہے  
صرف فی الفتاویٰ لکھ کر آگے لکھا ہے :

اگر کسی نیک کی قبر ہو تو ممکن ہے کہ اس کے گرد تین مرتبہ طواف کر لیں۔ اور  
قبروں پر ہاتھ رکھنے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سنت و مستحب نہیں لا باس بہ ہے  
اور بعضوں نے اس کو بدعت مکروہ کہا ہے کہ وہ عادت یہود و نصاریٰ کی ہے یہ ترجمہ  
ہے عبارت زاد اللیب۔

اب غور کرو کہ جو روایت کسی مجہول کتاب سے منقول ہو اور اس کی دلیل قرآن یا حدیث صحیح یا  
اجماع یا قیاس مجتہد سے مذکور نہ ہو تو اس کو کون سادینی عالم قبول کرے گا!۔

یہ حال ہے مجیب صاحب کی پہلی کتاب مستند کا۔ اب اخیر ذب فتاویٰ برهنہ کو جو دیکھا گیا

تو اس میں یوں لکھا ہے :

اما طواف گور صالح سے بار رواست۔

اور دلیل اس مسئلہ کی کوئی نہیں لکھی کہ کس آیت یا حدیث وغیرہما میں سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ پھر قطع نظر اس سے مشہور ہے کہ فتاویٰ برہنہ میں بہت ضعیف مسائل و احادیث موضوعہ درج ہیں۔ علاوہ ازیں اس فتاویٰ برہنہ کی پہلی جلد محرمات کے بیان میں لکھا ہے :

تعم منطلق چوں شربِ خمرست۔ ص ۱۰۳ سطر ۸ مطبوعہ لاہور اور ص ۹۷ سطر ۲۱ میں لکھتے ہیں :

و در خبرست کہ صوفی چوں رقص میکند شیطان انگشت در دُبری آرد تا یمن و شمال و شیه زند۔

(روایت ہے کہ جب صوفی رقص کرتا ہے تو شیطان اس کی دُبر میں انگلی ڈالتا ہے جس

سے وہ دائیں بائیں وجد کرتا ہے۔ مترجم)

اب اگر مولوی صاحب کا ان مسائل پر بھی اعتبار ہے اور اس کتاب کو کمالِ معتبر جانتے ہیں اور اول سے آخر تک مانتے ہیں تو مسئلہ بلا دلیل طوافِ قبر صالح کے جواز پر بھی فتویٰ دے دیں۔ اور اگر مولوی صاحب منطلق کی کتابوں کا درس بھی ہمیشہ کرتے ہیں اور صوفیوں کے سماع و سرود و رقص کو روا جانتے ہیں تو گویا فتاویٰ برہنہ کے مسائل و دلائل ان کے نزدیک نامعتبر ٹھہرے، پھر ایسی کتاب کی دلیل سے فعلِ عبادتِ الہی کو مخلوق کے واسطے روا کرنا انصاف و دیانت سے کیوں نہیں بعید سمجھتے ہیں!۔ واللہ ہوا بہادی

### قولہ عبارت مولوی عبدالرحمن صاحب خیر پوری

و شہزادہ داراشکوہ کہ از علمائے وقت و اہل نسبت باطنی ہم بودہ در سفیہ الاولیاء نوشتہ کہ ہر گاہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ در مدینہ منورہ میرفتند طوافِ روضہ مقدسہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میبودند۔ اگرچہ اس کتب در بیان اخلاق و آداب انداتا چوں اس طواف از آدابست نہ از عبادات و معاملات پس مارا سند اس کتب ہم مفیدست۔ فقط

حررہ خادم العلماء عبدالرحمن خیر پوری۔ یکم ماہ صفر ۱۳۰۵ ہجری المقدس



## تردید آں از مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری

فقیر عرض کرتا ہے کہ داراشکوہ صاحب نے امام صاحب کے طواف کو دیکھا تو نہ تھا کیونکہ صدہا سال ان سے پیچھے پیدا ہوئے تھے، پس وہ سلسلہ سند اس روایت کا کیوں نہ لکھا۔ یا کسی کتاب فقہ حنفی معتبر کا نام کیوں نہ درج کیا جس سے یہ روایت قابل اعتبار ٹھہری۔

حضرت علامت! ایسی بے اصل روایات کا دین اسلام میں ایک ذرہ برابر بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اب آپ منصف ہو کر سوچیں کہ کئی متن و شروح و فتاویٰ ہائے فقہ حنفی کی معتبر مشہور ہیں اور ان میں آدابِ زیارتِ قبور درج ہیں، اگر امام صاحب کا طواف روضہ منورہ کا واقعہ صحیح ثابت ہوتا تو اکابر علمائے حنفی روایت کیوں نہ کرتے بلکہ امام صاحب کے شاگردوں کی کتابوں میں ضرور درج ہوتا۔ پس برائے خدا ایسی واہیات باتوں پر بنیاد کر کے مخالفین اہل سنت کو نہ ہنسائیں۔ اور قیامت کے حساب سے اندیشہ فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین .

حضرت حافظ جی مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے فقیر سے ذکر کیا کہ میں نے بوقت سعادت زیارت روضہ منورہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ گرداگرد روضہ شریف کے پھر کر احادیثِ مرقومہ غلاف شریف کو ملاحظہ کروں اور طواف کا قطعاً خیال نہ تھا تاہم مجاورین اس بقعہ منورہ نے مجھ کو دھمکایا کہ طواف نہ کرو کہ بیت اللہ شریف سے مخصوص ہے پس جب ان وقتوں میں ایسا انتظام ہے تو اس سے پہلے وقتوں میں کیوں اس سے زیادہ انتظام نہ ہوگا اور خدا نخواستہ امام صاحب رضی اللہ عنہ ایسا نامشروع فعل کیوں کرنے لگے!۔ فافہم .

اب یہاں تک مجیب صاحب کے اقوال کے جواب شافی سے فارغ ہو کر ظاہر کیا جاتا ہے کہ اوپر قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ طواف اسی چیز کا کرنا روا ہے جس کو قرآن و حدیث روا فرمائیں۔ اس جگہ اس کی تائید کے لیے تھوڑا سا تفسیر فتح العزیز سے بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ مولانا صاحب ختم المفسرین والمحدثین آیت ان الصفا والمروة کے نیچے لکھتے ہیں :



و ابو داود و ترمذی بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آورده اند کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام می فرمودند انما جعل الطواف بالبيت والسعی بین الصفا والمرور و رمی الجمار لاقامة ذکر اللہ لا لغيره . (۱)

پھر تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں :

چنانچہ طواف بخانہ کعبہ است و وقوف بعرفات ست . (۲)

پھر آیت يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ کے نیچے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرنے والوں کے ذکر میں افادہ فرماتے ہیں کہ

بلکہ بعضے از ایساں باصور و یہا کل و قبور و معابد و مساکن و مجالس آنہا (یعنی انبیاء و اولیاء و عباد و ربانیین و احبار و علما کی قبور و غیرہ کے ساتھ) افعالے کہ در مسجد و کعبہ برای خدا باید کرد بعمل سے آرند مانند سر برز میں نہاون و گردا گرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن حالانکہ ایس محبت ایساں مقتضائے ایمان بخدا و برای خدا نیست تا نزد خدا مفید آند و در رضامندی او بکار آید زیرا کہ ایس محبت از حد محبت مخلوق در گذشتہ است . انتہی (۳)

(۱) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی اور رمی جمار اللہ عز و جل کے ذکر کو قائم کرنے کے لیے ہیں نہ کہ غیر اللہ کے لیے۔

(۲) چنانچہ طواف خانہ کعبہ کا ہے اور وقوف عرفات کا ہے۔

(۳) بعض ان کی تصاویر (مورتیاں) ہیاکل، قبور، معابد (عبادت خانے) مساکن، مجالس میں وہ افعال جو مسجد و کعبہ میں خدا تعالیٰ کے لیے کرنے چاہیے، ایسے کام کرتے ہیں (یعنی انبیاء و اولیاء و عباد و ربانیین و احبار و علما کی قبور و غیرہ کے ساتھ) جیسے زمین پر سر کو رکھنا، ارد گرد گھومنا (طواف کرنا) اور نماز میں استقبال قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت خدا پر ایمان اور اللہیت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک مفید قرار پائے اور اس کی رضامندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت، محبت مخلوق کی حد سے گذر چکی ہے۔

قبر کہتا ہے کہ اصل اس باب میں احادیث صحیحہ ہیں جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہیں جن میں سے یہ حدیث شریف جو آپ نے مرض اخیر میں فرمائی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ آپ نے پانچ روز وقات مبارک سے پہلے فرمایا ہے :

لعن اللہ اليهود والنصارى اتخنوا قبور انبيائهم مساجد - رواه الشيخان وغيرهما - (۱)

اور یہ بھی ارشاد مرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے :

ألا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم و صالحهم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد انى أنها كم عن ذلك - رواه مسلم وغيره - (۲)

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں :

علا فرماتے ہیں کہ انبیاء وغیرہم کی قبروں کے مسجد بنانے سے اس لیے نہی ہوئی کہ کہیں تعظیم میں مبالغہ کرنے لگ جائیں اور اس وقت میں گرفتار ہو کر کفر تک نہ پہنچ جائیں جیسا کہ بہت سی جگہوں میں ایسا ہی واقع ہوا ہے۔ انہی مترجم

اور یہی امام نووی حدیث لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إليها (۳) کے نیچے امام شافعی سے لکھتے ہیں :

و فرماتے تھے کہ میں ناپسند کرتا ہوں اس قدر تعظیم مخلوق کو کہ اس کی قبر کو مسجد بنا دیں کہ یہ قتبے لوگوں کے لیے انہی مترجم (۲)

(۱) اللہ عزوجل نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی بسبب انبیاء صالحین کی قبور کو مساجد بنانے کے۔ سو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔ اے شیخوں (یعنی امام بخاری و مسلم) نے روایت کیا۔

(۲) یعنی خیر دار تم سے پہلے لوگ انبیاء صالحین کی قبور کو مسجد بنایا کرتے تھے خیر دار تم قبور کو مساجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔ اے سلام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(۳) تم قبروں پر نہ بیٹھو انہیں کی طرف نہ کرو کہ نماز چھو۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں قبروں پر چراغ جلانے کی نہی کی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :

علمائے کہا ہے کہ یہ نہی واسطے احترامِ تعظیمِ قبور سے ہے۔ چنانچہ نہی مسجد بنانے قبر کی بھی ایسی ہے۔ اتنی مترجماء ملخصاً

اب اس سے بخوبی محقق ہوا کہ مبالغہ (۱) تعظیمِ قبور سے نہی وارد ہوئی تاکہ لوگ اس فتنہ میں پڑ کر کفر تک نہ پہنچ جائیں پس طوافِ قبور کرنا بھی صریح مبالغہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ طوافِ قبور مسجد بنانے قبور سے کچھ اوپر ہے کہ فعل عبادت الہی کو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کرنا ہے، اگرچہ مبالغہ تعظیم میں نہیں تو اور کیا ہے۔ علاوہ یہ طواف تعظیم مشابہت پرستوں کے شعار سے بھی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: کان علی الصفا صنم و علی المروۃ صنم و کان اهل الجاهلیۃ یطوفون بہما و یتمسحون بہما فلما جاء الإسلام کرہ المسلمون الطواف بینہما فانزل اللہ تعالیٰ هذه الایۃ یعنی [ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ] ص ۶۵ جلد ۲ مطبوعہ مصر۔ (۲)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز رئیس اہل تمیز علیہ الرحمہ نے اس امر کو عمدہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خطرہ مشابہت کفار و بت پرستان تب معتبر ہوتا ہے جب حکم شرع وارد نہ ہو اور جب حکم ناطق شرع کا وارد ہو جائے جیسا کہ ان الصفا و المروۃ الایۃ ہے کہ یہ طواف تاکید طواف خانہ کعبہ اور اس کی تمیم ہی ہے تو وہ خطرہ مشابہت کا کوئی نہیں رہتا ہے۔ الی اخر ما حققہ بحق التحقيق و فصل بکمال التفضیل .

(۱) فعل تعظیم قبور جو حق تعظیم مخلوق ہے مشروع۔۔۔ نہ کریں اور۔۔۔ نہ بیٹھیں اور تکیہ نہ بنائیں جیسا کہ اس کی حیات میں تعظیم تھی ویسا ہی قبر کی تعظیم ہے۔ کذا فی الکتاب الدینیۃ - ۱۲ منہ غفر اللہ

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: صفا پر ایک بت تھا اور مروہ پر بھی ایک بت تھا اور اہل جاہلیت ان کا طواف اور مسح کرتے تھے، پس جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان کے درمیان طواف کو مکروہ جانا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ بے شک صفا و مروہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پس ان اَدلہ شرعیہ سے کئی اکابر علمائے طوافِ قبر کو غیر مشروع و حرام لکھ دیا ہے جن میں سے تفسیر فتح العزیز کی نقل اوپر گزر چکی ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت ختم المحدثین والمفسرین صاحب تفسیر فتح العزیز رحمۃ اللہ علیہ 'بیہقی وقت' فرمایا کرتے تھے اور ان کا ظاہر باطن کے علوم میں 'وحدید العصر' ہونا ان کی تصانیف سے ظاہر ہے مالا بد میں لکھتے ہیں کہ:

سجدہ کردن بسوے قبور انبیاء اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از انها خواستن و نذر برای انها قبول کردن حرام است بلکه بعضی چیزها بکفر میرسانند۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بر آنها لعنت گفته است و ازاں منع فرمودہ و گفته کہ قبر مرایت نکلید۔ انتہی (۱)

بالفعل یہ دو کتابیں موجود تھیں جن کی نقل مثبت ہوئی۔ اب اخیر میں امام ابن الہمام جو حنفی المذہب میں مجتہد ہیں ان کی فتح القدر سے ایک کلیہ نقل ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

ویکرہ النوم عند القبر و قضاء الحاجة، بل اولیٰ و کل ما لم یعهد فی السنة، والمعہود منها لیس إلا زیارتها، والدعاء عندها قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج إلی البقیع ویقول: [السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا إن شاء اللہ بکم لاحقون، أسأل اللہ لی و لکم العافیة] و اختلف فی اجلاس القارئین لبقراء و عند القبر و المختار عدم الکراهة۔ انتہی (۲)

(۱) یعنی انبیاء اولیاء کی قبور کی طرف سجدہ کرنا اور قبور کے گرد طواف کرنا اور ان سے دعا مانگنا اور ان سے نذر قبول کرنا حرام ہے بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچاتی ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ تم میری قبر کو بت نہ بنانا۔

(۲) یعنی قبر کے پاس سونا اور قضاے حاجت کرنا مکروہ ہے۔ سنت نبویہ کی روشنی میں اولیٰ یہ ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے۔ کیوں کہ جنت البقیع میں جا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود یہ عمل فرماتے تھے۔ اور انھیں یوں خطاب کرتے: خانوادۃ مومناں! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے جلد ہی ملنے والے ہیں۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے اُمن و عافیت کا خواستگار ہوں۔ نیز قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے کے سلسلے میں اہل علم کی مختلف آرا ہیں، تاہم مذہب مختاریہ کی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں!۔ (فتح القدر: ۳۳۱/۳)

پس غیر معہود از سنت کا مقابر میں کرنا مکروہ ٹھہرا تو طواف قبور جو مستون چھوڑ کر شروع بھی نہیں بن سکتا ہے کیونکہ سخت مکروہ نہ ہو!

سہا یہ کہ ایک اور مولوی صاحب مجوز طواف قبور اولیاء اللہ نے یہ دلیل لکھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں کے انبار کے گرد تین مرتبہ طواف کیا تھا جیسا کہ مشکوٰۃ میں حدیث بخاری سے لکھا ہے۔

سو فقیر کہتا ہے کہ یہ آپ کا گرد پھرنا ان خرما کے درختوں یا انبار کھجوروں کے جیسا کہ روایات بخاری میں لکھا ہے واسطے دعائے برکت کے تھا جیسا کہ حدیث بخاری باب إذا قاضی فی الدین فہو جائز کے آخر میں لکھا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا دین ادا ہو کر بہت سی کھجوریں بچ رہیں تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان درختوں میں چلے پھرے تھے تو میں نے یقین کر لیا تھا کہ ضرور ان میں برکت ہو جائے گی۔ دیکھو ص ۳۳ مطبوعہ مطبع احمدی میں۔

پس کلام تو اس میں ہے کہ کسی چیز کا سوائے کعبہ معظمہ کے طواف تعظیمی واسطے حاصل کرنے ثواب یا برکت کے شرع میں ثابت نہیں اور اس پر یہ دلیل قائم کرنی بالکل لغو اور بے محل ہے۔ البتہ اس سے اتنا پایا گیا کہ اگر کسی بزرگ کے گرد پھرنے سے کسی قرض دار کے حال میں برکت پڑ جائے اور تھوڑی سی چیز سے بہت سا قرض ادا ہو جائے تو اس بزرگ کا گرد پھرنا بجا ہے، اور طواف قبور جو شرعاً غیر مشروع ہے اس سے اس حدیث کو کیا تعلق!۔ مطاف معظم کے طواف پر طائف معظم کی دلیل لانی اہل علم کے نزدیک بیچ پوچجات ہے۔

اللہ تعالیٰ نیک سمجھ عطا فرمائے اور دین اسلام میں ظلم اندازی سے بچائے۔ واللہ ہو

الموفق۔

فقیر نے جو یہ تحریر کی ہے محض خیر خواہی دین اسلام و رضا جوئی رب العالمین کے واسطے ہے۔ خدا نخواستہ کسی بزرگ آدمی اپنے دوست دینی کی خاطر آزاری وغیرہ ہرگز ہرگز منظور نہیں ہے۔ واللہ علیم بذات الصدور۔

اوسبکۃ و تعالیٰ شانہ اہل سنت کے ایسے بے جا اختلافات کو رفع فرما کر اتفاق نصیب کرے کہ

مخالفین کے ریش خند نہ ہوں۔

آمین یا رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و خیر خلقہ محمد  
و عترتہ أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین ۔

امر برقمہ فقیر غلام دستگیر الہاشمی الحنفی القصوری کان اللہ

أصاب من أجاب ۔ العبد فقیر غلام محمد بگوئی عنفی عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود  
مجیب مصیب ہے۔ العبد سید غلام حسین عنفی عنہ قصوری خادم مسجد حضرت صاحبزادہ صاحب بقلم خود  
ما فیہ صحیح و صواب۔ العبد حافظ غلام مصطفیٰ قصوری بقلم خود

من أیقن هذا فقد رشد و اهتدی و من أعرض عنه فقد ضل و غوی ،  
العبد فقیر فضل حق صدیقی حنفی امام مسجد کلاں قصور بقلم خود

الجواب الصحیح۔ العبد محمد عبداللہ ٹونکی عنفی عنہ اول مدرس عربی یونیورسٹی کالج، لاہور

المجیب المصیب۔ العبد فقیر خیر محمد عنفی عنہ بہاول پوری

الجواب الصحیح۔ العبد جمعیت علی عنفی عنہ مدرس مدرسہ بہاول پور

الجواب الصحیح۔ خلیل احمد عنفی عنہ مدرس بہاول پور

ما حرره الفاضل الجلیل کاف للمنصف العقیل لا المتعصب الذلیل  
واللہ الہادی الی سواء السبیل ۔

العبد نغمۃ السید محمد زمان شاہ القصوری والخیر فوری عنفی عنہ۔

تمام شد تحریر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری غفر اللہ



## عرض مرتبین

رسالہ کشف الستور عن طواف القبور ۱۹۰۳ء میں خادمِ تعلیم پریس لاہور فحشی عبدالعزیز کے اہتمام سے طبع ہوا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کا فتویٰ یہاں مکمل ہو گیا، اس کے بعد قدیم نسخہ میں ناشر نے کچھ دیگر علما کے فتاویٰ جات متعلقہ حرمت طواف قبور بھی شامل کر دیے تھے جنہیں ہم حذف کر رہے ہیں البتہ دیگر علمائے کرام کے اسمائے گرامی یہاں تحریر کیے جاتے ہیں:

۱۔ مولوی محمد حسین دہلوی

۲۔ سید محمد زمان شاہ خیر پوری تلمیذ مولانا غلام دستگیر قصوری (یہ فتویٰ خاصا طویل ہے اور دیگر علما کی تصدیقات سے مزین ہے، اس کا ترجمہ ہمارے فاضل دوست مفتی سعید صابر نعیمی صاحب نے کر دیا ہے، ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہوگا)

۳۔ مولانا قادر بخش صاحب، واعظ بہاول پور

علاوہ ازیں سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب نے ایک استفتاء ترتیب دے کر علمائے حرین شریفین سے بھی فتاویٰ و تصدیقات حاصل کی جو کہ رسالہ میں مندرج ہیں، ہم یہاں علمائے حرین شریفین کے اسمائے پیش کر رہے ہیں کیونکہ ہماری تحقیق کا دائرہ کار مولانا قصوری کی تحریرات کا احاطہ کرنا ہے۔

۱۔ مولانا محمد صالح صاحب متوطن مکہ معظمہ مفتی حنفیہ

۲۔ مولانا محمد سعید صاحب بن محمد باصیل مفتی شافعیہ

۳۔ مولانا محمد حسین صاحب متوطن مکہ معظمہ مفتی مالکیہ

۴۔ مولانا خلف بن ابراہیم صاحب متوطن مکہ معظمہ مفتی حنبلیہ

۵۔ مولانا عباس بن جعفر بن صدیق متوطن مکہ معظمہ مفتی حنفیہ

۶۔ مولانا محمد حسین صاحب بن محمد السدھی لکنوی

۷۔ مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی حنفی مفتی مدینہ منورہ



تاریخ الطبع للعبد الظلوم الجهول غلام رسول الحنفی ساکن  
عادل گڈہ مشتملاً علی إفتاء عدم جواز طواف القبور

بمجد اللہ از طبع کشف الستور

شکوہ از دل مبتدع گشت دور

حق مسئلہ شد کما ہی عیاں

ز حق رفت باطل چو ظلمت ز نور

جو آب مصفا درو ہر جواب

بعدم جواز آمدہ بے قصور

طواف قبور از بزرگان دین

نشد مروی الا بھتان و زور

کسے رانشد منفعت زین طواف

بجز دور ماندن ز قرب حضور

کنوں بو کہ این رسم بد تا ابد

نیار دور اسلام ہرگز ظہور

سائش ز انجام فتویٰ بخواں (۱)

۱۳۲۱ھ

روانیت قطعاً طواف قبور

(۱) انجام فتویٰ مرادست از حرف اخیر فتویٰ کہ یا، است و عددش کہ دہ است در مادۃ تاریخ بطریق تذللہ شمرده می

شود۔ ۱۲ منہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نصرۃ الابرار

فی

# جواب الاشتہار

-: تصنیف :-

مفتی غلام دستگیر قسوری حنفی نقشبندی

## فہرست مضامین

- 421 وجہ تالیف رسالہ
- 422 پہلا سوال [متعلقہ مذہب، کتب مذہب احناف وغیرہ]
- 423 دوسرا سوال [مذہب اربعہ میں سے کون ہدایت پر ہے؟]
- 424 تیسرا سوال [ایک ہی مذہب پر عمل کیوں؟]
- 425 پانچواں سوال [تقلید شخصی کے واجب ہونے کے دلائل]
- 432 بارہواں سوال [احناف و اہل سنت سے خروج کے اسباب]
- 434 تیرہواں سوال [تہتر فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ کون؟]
- 436 چودھواں سوال [امام اعظم کی تصانیف و شاگردوں کا حال]
- 438 سولہواں سوال [کتب فقہ حنفی کے اردو تراجم کا حال]
- 439 اٹھارواں سوال [حدیث پر عمل کریں یا امام کے قول پر]
- 439 چوتھا سوال [عام شخص جو حدیث نا سمجھتا ہو، حدیث پر عمل کیسے کرے؟]
- 441 بیسواں سوال [کتب احناف کی چند عبارات کا جواب]
- 450 انیسواں سوال [دہابی کس کو کہتے ہیں؟]
- 453 بائیسواں سوال [کیا قرآن و حدیث پر عمل اماموں ہی کا کام تھا؟]
- 454 آٹھواں سوال
- 455 چھٹا سوال [شریعت و طریقت لازم و ملزوم ہیں یا مخالف؟]
- 457 ساتواں سوال [قبر کا طواف کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ کیسا؟]
- 460 سترہواں سوال [محفل میلاد کا حکم]
- 463 اکیسواں سوال [حضور ﷺ کو اللہ کا بندہ کہنا درست ہے یا نہیں؟]
- 464 چھبیسواں سوال [امام ضامن کا پیسہ باندھنا وغیرہ کا حکم]
- 465 اٹھائیسواں سوال [غنیۃ الطالبین کس کی تصنیف ہے؟]

465	نواں سوال [ شیخ عبدالقادر جیلانی کا ملک الموت سے روحوں کی زنبیل چھین لینے والے واقعہ کا حکم ]
467	دسواں سوال
467	بارہواں سوال
467	پندرہواں سوال
467	اٹیسواں سوال
468	تیسواں سوال
478	تیسواں سوال [ دو حقیقی بہنوں سے نکاح کا حکم ]
479	چوبیسواں اور پچیسواں سوال
480	ستائیسواں سوال [ متعلقہ رسومات شادی وغیرہ ]
480	تصدیقات علمائے کرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ایک آٹھ ورقہ اشتہار سوالات من جانب عبدالوہاب معرفت محمد دین عرف چٹو پٹولی لاہوری کے مطبوعہ دیکھنے میں آیا جس کا جواب سائل نے قسمیں دے کر تمام علمائے اسلام سے طلب کیا ہے۔ اگرچہ ان سوالات سے ظاہر ہے کہ سائل کوئی غیر مقلد، کم علم، بے ادب شخص ہے جو علمائے دین کی توہین کرنی اور ادنیٰ بات پر کافر کہہ دینے کا معتاد ہے جیسا کہ صفحہ ۳۱۱ کے حاشیہ سے ثابت ہے، تو ایسے شخص سے مخاطب ہونا خلاف مصلحت ہے۔

نیز کئی سوالوں میں جو بابت تقلید شخص اور اس کے متعلقات کے استفسار ہے تو اولاً جواب ان کے دینی مبسوط کتابوں میں درج ہیں۔ ثانیاً مدت سے ان لوگوں کے رد و جواب کے رسائل میں چھپ کر شائع ہو رہے ہیں جو منصف اور طالب حق کے لیے شافی و دانی ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کو طلب حق بالکل منظور نہیں، ہٹ دھرمی پر کمر باندھ کر صرف اپنے ہم مسلکوں کا دل خوش کرنا اور ان سے دنیوی مفاد اٹھانا اور عوام اہل اسلام کا بہکانا منظور ہے، اس لیے اسی تقویم پارینہ کو پیش عوام کر رہے ہیں۔

پھر طرفہ تریہ ہے کہ بنیاد ان کے مشرب کی محض افترا پردازی اور جعل سازی پر ہے، دوسرے فرق ضالہ سے اس بارے میں سبقت لے گئے ہیں جیسا کہ بیسواں سوال اس پر شاہد عادل ہے جس کو ایک نام کے مسلمان نے اس سے پیشتر بھی چھپوا کر نامہ اعمال سیاہ کیا تھا اور کئی علمائے دین نے اس کے جوابات شائع کیے تھے۔

فقیر نے بھی رسالہ 'عروۃ المقلدین' کے اخیر اس کا رد لکھا تھا مگر یہ ناخدا ترس لوگ باز نہیں آتے۔ براے نام مسلمان کہلا کر علاوہ بہتان بندی کے اسلام کو بدنام کیے جاتے ہیں، اس واسطے بھی ان کے رد و جواب میں کوئی فائدہ معتد بہا متصور نہیں ہے، مگر امت مرحومہ کی ہمدردی کی غرض سے فقیر کسی قدر تحریر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اہل اسلام کی ہدایت و استقامت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

سوالات کی عبارت حاشیہ پر نقل کر کے جواب متن میں لکھے جائیں گے۔ (۱) اول تہلید کے متعلق سوالات کا جواب لکھ کر باقی سوالات کے جواب بعد ازاں مرقوم ہوں گے کہ مناسب یہی ہے اور ضروری بیان بھی وہی ہے۔

## پہلا سوال

آپ کا کیا مذہب ہے اور جس مذہب کو آپ نے چنا ہے اس کی کیا دلیل ہے اور آپ کے مذہب کی کون کون سی کتابیں معتبر ہیں جن پر آپ کا عمل ہے اور ان کو آپ خوب سمجھتے ہیں اور آپ کے مذہب کی کتابوں میں کوئی مسئلہ برخلاف کتاب و سنت کے بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو آپ اس پر عمل کرو گے یا نہیں؟ اگر کرو گے تو کس دلیل سے۔ اور قیامت کو اللہ تعالیٰ کے آگے کیا عذر کرو گے۔ اگر نہیں کرو گے تو اپنے مذہب سے نکل جاؤ گے یا نہیں؟ (ص ۲۲)

**جواب:** ہمارا اہل سنت و جماعت کے چار مذہبوں سے حنفی مذہب ہے جس کی حقیقت کی دلیل قرآن و حدیث و اجماع امت ہے اور بیان اس کا قرآن مجید کی تفسیروں اور احادیث کی شرحوں اور اصول فقہ کی کتابوں میں شرح و ارم موجود ہے اور فقیر نے بھی رسالہ تصریح اباحت فرید کوٹ میں بقدر ضرورت اس امر کو مدلل لکھا ہے جو چھیاسٹھ (۶۶) علمائے کبار پنجاب و ہندوستان و ڈیرہ جات کی تصدیق سے مزین ہو کر ۱۳۰۲ ہجری مقدس میں چھپ کر شائع ہوا تھا پھر ایک دو غیر مقلدین لاہور نے جو اس پر کچھ اعتراض کیے تھے تو اس کا جواب بھی اکابر علما کی تصحیح سے شائع ہو کر مکہ معظمہ میں گیا اور وہاں کے معتبر اور معتمد علما کی تحسین بلیغ سے بھی مستحسن ہوا اور احباب کو فرحت و دل افروزی اور اعدا کو کجبت و دل سوزی نصیب ہوئی۔

فالحمد للہ رب العالمین حمداً یوافی نعمہ و یکافی مزید کرمہ۔

(۱) اصل کتاب میں سوالات کو حاشیہ پر درج کیا گیا ہے ہم نے قارئین کی سہولت کے لیے انہیں متن کتاب میں درج کیا ہے۔ مرتبین

اگرچہ اس تحریر میں دلیل حقیقت ایک کی اربعہ مذاہب سے بیان کرنی چنداں ضروری نہیں کیونکہ دوسرے اور تیرہویں سوال سے ثابت ہے کہ سائل چاروں مذہبوں کو حق اور فرقہ ناجیہ مانتا ہے، صرف ایک پر عمل کرنے اور باقی تینوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ دریافت کرتا ہے، جس کا اپنے موقع پر جواب آئے گا، تاہم پانچویں سوال کے جواب میں یہ سب بیان کیا جائے گا۔

پھر ہمارے مذہب کی ظاہر روایت کی یعنی قوی تر کتابیں چھ (۶) ہیں (۱) جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب کے ارشاد سے جمع کی تھیں جو بنام مبسوط و زیادات و جامع صغیر و سیر صغیر و جامع کبیر و سیر کبیر کے مشہور ہیں۔

پھر امام حاکم شہید بلخی نے جو مستدرک حدیث کی کتاب کے مؤلف حاکم نیشاپوری کا استاذ ہے۔ چوتھی صدی کی ابتدا میں ان چھ کتابوں کو جمع کر کے ایک کتاب بنام کافی لکھی پھر ان کتابوں سے متن لکھے گئے جن میں قدوری، مختار، کنز، وقایہ چار متن مشہور ہیں اور چاروں متنوں میں سے ایک کتاب بنام ملتقی البحر بھی تیار ہوئی پھر ان متنوں کی شرحیں مرتب ہوئیں جن کا متنوں کے بعد اعتبار ہے اور فتاویٰ بھی فقہ کی کتابیں ہیں مگر متنوں اور شرحوں سے بعد معتبر ہیں۔ اوو فتاویٰ میں جو روایت متنوں اور شرح سے مخالف ہوگی وہ غیر معتبر شمار کی جائے گی، الغرض حنفی مذہب کی معتبر کتابوں میں کوئی مسئلہ برخلاف کتاب و سنت کے نہیں ہے بلکہ ہر مسئلہ کتاب یا سنت یا اجماع امت سے مستند ہے جیسا کہ مبسوط و مدلل کتابوں میں ان کے دلائل لکھے ہوئے موجود ہیں۔

## دوسرا سوال

یہ چار مذہب مشہورہ حنفی شافعی مالکی حنبلی اور سوائے ان کے اور مذاہب اہل سنت کے جو ہیں سب ہدایت پر ہیں یا نہیں؟ اگر کہو سب ہدایت پر ہیں تو فرمائیں کہ یہ

(۱) رد المحتار علی الدر المختار میں لکھا ہے کہ ان چھ کتابوں کو ظاہر الروایت اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی روایت امام محمد رحمہ اللہ سے ثقات روایت کے ساتھ ہے پس یہ کتابیں امام سے ثابت ہیں خواہ متواترۃ یا مشہورۃ دیکھو۔ ص ۷۷ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں۔ ۱۲



بات دل سے کہتے ہو یا محض زبان سے؟ اگر نری زبان سے کہتے ہو تو یہ خصلت منافقت ہے اگر دل سے کہتے ہو تو تمام مذاہب اہل سنت پر عمل کیوں نہیں کرتے ہو اس کے کیا معنی کہ تمام مذاہب اہل سنت حق اور ہدایت پر ہوں ان میں سے ایک پر تو عمل ہونا واجب ہو اور باقی تمام مذہبوں پر عمل کرنا حرام؟ وہ واجب کس نے کیا اور یہ حرام کس نے کیا؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ یہ حکم قرآن میں ہے یا حدیث میں؟ - (ص ۳ سطر ۱۲۵)

**جواب:** حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، یہ چاروں مذاہب ہی اہل سنت میں مشہور ہیں چنانچہ تیرہویں سوال میں خود سائل نے بھی ان کو فرقہ ناجیہ مانا ہے پس اس جگہ جو سوائے ان کے اور مذاہب اہل سنت کے بیان کرتا ہے یہ اس کی خانہ ساز واہیات بات ہے۔ پانچواں کوئی مذاہب عرب و عجم میں رائج نہیں ہوا جس کو فرقہ اہل حق نے مانا ہو پس سائل جو سوائے چار مذاہب کے اور مذاہب اہل سنت بیان کرتا ہے محض غلط ہے۔ یہی چار مذاہب حق ہیں اور علمائے دین یہ بات دل سے کرتے ہیں جو علمائے دین پر بدگمانی کر کے معاذ اللہ منافقانہ صفت سے موصوف کہتا ہے، ہادی حقیقی اس کو ہدایت کرے کہ ایسے ناشائستہ کلمات سے سچی توبہ کر کے اسلام کو بدنام نہ کرے۔

یہ بات کہ چاروں مذاہب سے ایک پر عمل کرنا واجب اور باقی پر عمل حرام، کسی نے بھی اہل اسلام سے نہیں کہی ہے۔ خدا کرے دہن دریدہ کوئی نہ ہو کہ جو اقرار اس کے دل میں آئے زبان پر لائے۔ اہل سنت کا مشہور مسئلہ ہے کہ چاروں مذاہب کے مقلدوں کو اپنے اپنے مذاہب پر کار بند رہنا واجب ہے اور بلا ضرورت ملجمہ دوسرے مذاہب پر عمل کرنا نہ چاہیے تاکہ تلاعب فی الدین و تشبیہ بالکافرین نہ ہو جائے جیسا کہ اپنے موقع پر دلیل و جوب تقلید شخصی میں مذکور ہوگا۔ فانظرہ۔

## تیسرا سوال

ان چار مذاہب میں ایک کی تقلید واجب جان کر کری باقی تین مذاہب کو چھوڑا تو

کیا جان کر چھوڑا اور جبکہ ایک ہی مذہب پر عمل کیا اس سے کل دین محمدی پر عمل ہو سکتا ہے تو کس دلیل سے، اگر نہیں تو پوری اور کامل اطاعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی مقلد کس طرح کر سکتا ہے؟۔ (ص ۳ سطر ۱۷ تا ۱۸)

**جواب:** جبکہ ہر مذہب کے مقلد کو اپنے مذہب کے مسائل میں کفایت حاصل ہے یعنی جمیع جزئیات و واقعات کا جواب اور فتویٰ ہر مذہب میں موجود ہے جیسا کہ اپنے محل پر ثابت ہو چکا ہے بلکہ مشاہدہ ہے تو ایک مذہب کے مقلد کو دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی حاجت نہ رہے، اس لیے باقی تین مذاہب کو چھوڑا اور خدا نخواستہ اس ترک کی وجہ کسی قسم کی بدظنی وغیرہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے استطاعت والوں کو چار نکاح تک کی اجازت دی ہے پھر جس استطاعت والے نے ایک پر ہی کفایت کی تو یہ نہ کہا جائے کہ اس نے قرآن کے اس حکم پر عمل چھوڑا تو کیا جان کر چھوڑا۔

ظاہر ہے کہ اس نے بہت اچھا کیا کہ اقسامِ ظلم و حق تلفی سے بچا جس میں اکثر دو یا زیادہ جوڑوں والے بتلا ہو کر روسیاحی دارین حاصل کر رہے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ علی ہذا دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے میں کئی قباحتیں موجود ہوتی ہیں جس کا ذکر عن قریب آتا ہے۔ اور یاد رہے کہ مثال میں جمیع وجوہ سے مساوات شرط نہیں ہوتی اور چونکہ مسائل نے ابتدا ان سوالات کے، نیز انتہا میں چاروں دلائل شرعیہ سے جواب مانگے ہیں تو یہ چاروں دلائل شرعیہ پر عمل ہر مذہب میں اربعہ مذاہب سے موجود ہے تو ایک مذہب کے مقلد کو بے شک پوری اور کامل طور سے اطاعت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاصل ہے۔ کمالاً تکملی علی من لہ ادنی من۔۔۔۔۔

## پانچواں سوال

تقلید شخصی کے واجب ہونے پر کیا دلیل ہے؟ اگر کہو کہ اجماع ہے، تو یہ اجماع کب ہوا اور کہاں ہوا؟ مکہ معظمہ میں ہوا یا مدینہ منورہ میں۔ عرب میں یا عجم میں؟ اور کس قسم کا اجماع ہے اور اجماع کرنے والے کون لوگ ہیں۔ صحابہ کرام یا

تابعین، یا مجتہدین یا مقلدین؟ بروایت صحیح متصل الاسناد بیان فرمائیں اور  
اجماع کی کیا تعریف ہے، بیان کیجیے۔ (ص ۲۳۲)۔

**جواب :** تقلید شخصی کے وجوب پر بہت سے دلائل ہیں، بعض دینی کتابوں میں  
ساتھ (۶۰) سے زیادہ دلیلوں سے تقلید شخصی کا ثبوت لکھا ہے، مگر اس جگہ بنظر اختصار تھوڑا سا لکھا  
جاتا ہے۔ واضح رہے کہ بحکم آیت: فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَآيَاتِ  
: أَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ الْآيَةِ اور سوا ان کے اور کئی آیات سے  
مجتہدین دین کی اطاعت یعنی تقلید کا حکم ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ امام مجتہد مقبول اور مطاع امت  
مرحومہ چار ہیں جن کے چار مذہب اہل سنت میں رائج ہیں۔

اصول میں چاروں کا اتفاق ہے، فروع میں کسی قدر اختلاف ہے جو سبب ہے رحمت کا۔ کما  
ستقف علیہ۔ جب کسی مسلمان نے ان چاروں سے کسی ایک کی تقلید اختیار کی تو وہ قرآن مجید کے حکم  
کی فرماں برداری سے عہدہ برآ ہو گیا، پس اگر ایک امام کا مقلد دوسرے مذہبوں پر بھی عمل کرے یعنی  
چاروں کا مقلد بنے تو اس میں کئی سخت قباحتیں ہیں جن میں سے بعض قباحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

**پہلی قباحت :** یہ ہے کہ دو یا زیادہ مذہبوں کی تقلید سے تلفیق بھی واقع ہو جاتی ہے جو  
باطل ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ شاہ بخارا کے دس (۱۰) سوالوں کے جواب میں لکھتے ہیں  
کہ تین وجہ سے دوسرے مذہب پر عمل کر لینا روا ہے، لیکن ان تینوں وجہوں میں ایک شرط اور بھی ہے  
کہ تلفیق واقع نہ ہو یعنی بسبب عمل کرنے کے دوسرے مذہب پر ایسی صورت پیدا ہو جو دونوں  
مذہبوں میں ناروا ہے جیسا کہ فصد کو ناقض وضو نہ جانے اور بعد الفصد اسی وضو سے امام کے پیچھے الحمد  
نہ پڑھے تو یہ نماز کسی مذہب میں بھی روانہ ہوئی۔ وضو تو حنفی مذہب پر باطل ہو گیا یعنی فصد سے اور  
نماز شافعی مذہب پر باطل ہوئی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت جواب کا۔ اور رد المحتار علی الدر المختار میں اس کی  
مثال یہ لکھی ہے کہ متوضی کے بدن سے خون جاری ہوا، نیز اس نے عورت کو لمس کیا پھر اسی وضو سے  
نماز پڑھی تو شافعی حنفی دونوں مذہب کے رو سے نماز ناروا ہوئی۔ اتنی مترجم  
یعنی خون کے نکلنے سے حنفی مذہب پر وضو باطل ہوا اور عورت کے مس کرنے سے شافعیوں کے

نزدیک وضو ٹوٹا تو دونوں مذہبوں کی رو سے یہ نماز ناروا ہوئی، حالانکہ دونوں مذہبوں پر عمل کیا تھا۔ اور علی ہذا القیاس بہت سی صورتوں میں دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے سے تلفیق واقع ہو کر وہ عمل سب کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قلیل پانی نجاست دار سے وضو کر کے بعض سرکامسح کیا اور نماز پڑھ لی اور نیز کم وہ درودہ پانی نجاست دار سے وضو کیا اور بعض سرکامسح کیا اور نماز پڑھ لی اور یا کم وہ درودہ نجاست دار پانی سے وضو کر کے نماز میں الحمد نہ پڑھی تو ان سب صورتوں میں چاروں اماموں کے نزدیک نماز ناروا ہوئی، حالانکہ چاروں کے مذہب پر عمل کیا تھا اور ایسی ہی صدہا صورتیں ہیں کہ بسبب ترکیب کے بالاتفاق عمل باطل ہو جاتا ہے اور مدارالحق وغیرہ جو اب معیار الحق میں بہت ہی کثرت سے ایسی صورتیں لکھی ہیں۔ من شاء فلینظر ثمہ۔

**دوسری قباحت:** دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے سے تشبیہ بمعاملہ کفار ہے یعنی ایک دفعہ سوسار یعنی گوہ و موش دشتی یعنی جنگلی چوہا، خار پشت، لومڑ، نیولا کو شافعی مذہب کی رو سے حلال جان کر نوش جان کر لیا پھر جب طبع ان سے متفر ہوئی تو بموجب مذہب حنفی کے ان چیزوں کو حرام جان کر کھانا ترک کر دیا تو یہ معاملہ کفار کا سا ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

يُحِلُّونَهُ عَامًا وَ يُحَرِّمُونَهُ عَامًا ۝ (سورۃ توبہ: ۳۲/۹)

یعنی ایک چیز کو اب کے سال حلال جانتے ہیں اور دوسرے سال اسی کو حرام مانتے ہیں۔

علمائے دین بحکم حدیث من تشبہ بقوم فهو منهم کے بدعتیوں سے مشابہت کو ناروا لکھتے ہیں تو کفار کی مشابہت ان کے شعار میں لامحالہ سخت بے جا ہو کر ان سے بنا دے گی۔۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

**قیصری قباحت:** جو شخص ہر مذہب سے اپنا مفاد دیکھ کر عمل کر لے گا تو علاوہ اس کے کہ تہمیدات شرعیہ کو باطل کرنا اور اجراع ہوا ہے، تلاعب فی الدین بھی ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ جو اب سوالات عشرہ میں لکھتے ہیں کہ تین وجہ ضرورت کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرنا مکروہ قریب مجرام ہے، کیونکہ یہ تلاعب فی الدین ہے۔ مترجم

**چوتھی قباحت:** دو یا زیادہ مذہبوں پر عمل کرنے سے رحمت کا اٹھانا ہے۔ بیان اس

کا مختصر ایوں ہے کہ کتاب الجمع بین الصحاح امام رزین رحمہ اللہ میں حدیث شریف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کا حال اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو حق تعالیٰ نے وحی فرمادی: یا محمد (ﷺ) تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں بعض بعضوں سے بہت روشن ہیں اور سب کے لیے روشنی ہے جس نے ان کے اختلاف سے کسی چیز کو پکڑا پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس حدیث کا مشکوٰۃ سے۔

اور فقیر نے ریاست بہاول پور کے قاضی القضاۃ محمود الدین صاحب مرحوم کے کتاب خانہ کی شرح طیبی قلمی پرانی دیکھی جس میں مشکوٰۃ بھی تمام و کمال مرقوم ہے اس میں اخیر اس حدیث رزین کے یہ حدیث بھی لکھی ہوئی ہے:

أصحابی كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم (۱).

اور اس کے پیچھے لکھا ہے رواہ رزین یعنی یہ حدیث بھی کتاب الجمع بین الصحاح رزین میں مروی ہے، نیز بانیس (۲۲) حدیث اور فقہ کی معتبر کتابوں سے حدیث شریف:

اختلاف أمتی رحمة و ان اختلاف الائمة رحمة للأمة .

رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں منقول ہے جس سے علمائے کبار نے ثابت کیا ہے کہ اختلاف فروعی مجتہدین دین کا امت کے لیے رحمت ہے۔ پس جب کسی شخص نے چاروں مذہبوں پر عمل کر لیا تو اس رحمت کو اٹھا کر زحمت کو اختیار کیا گیا۔ معنی کہ اختلاف فروعی تب ہی قائم رہے گا جب چاروں مذہبوں کے پیرو اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے، ورنہ اختلاف موجب رحمت رفع ہو کر زحمت مزاحمت کرے گی۔

تقلید شخصی کا ثبوت اس سے بڑھ کر رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں بجاہلے متعدد موجود ہے جس نے بسط کے ساتھ اور جواب اعتراضات غیر مقلدین کے دیکھنے ہوں اس میں دیکھے۔ غور کرنے والے اہل علم کے واسطے حدیث: أصحابی كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم سے تقلید شخصی کا عمدہ ثبوت حاصل ہوتا ہے کہ ہر ایک مجتہد کی پیروی سے ہدایت منصوص ہے۔

(۱) جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۵۵۶/۸ حدیث: ۶۳۶۹..... کشف الخفاء: ۱۳۲/۱۔ رواہ البیہقی واسندہ الدیلی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔



رہا یہ کہ کئی غیر مقلد قاضی شوکانی کی سند سے اس حدیث قدسی (۱) اور حدیث نبوی (۲) کو ضعیف موضوع باطل کہتے ہیں اور حاشیہ شرح مسند امام اعظم مطبوعہ لاہور پر بھی یہ بات درج ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی شوکانی کا قول جو تیرہویں صدی میں ایک شخص مخالف ائمہ اربعہ کے گزرا ہے بمقابلہ کتاب الجمع بین الصحاح امام رزین کے جو پانچویں صدی میں تالیف ہو کر دوسرے طبقے سنن اربعہ میں شمار کی جاتی ہے کب باور ہو سکتا ہے اور علاوہ اس کے بہت سے محدثین و عرفا مشہورین مثل عارف شعرانی و شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و علامہ علی قاری و شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز وغیرہم (۳) رحمۃ اللہ علیہم کی کتابوں میں حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم موجود ہے پس ان سب علمائے کبار کے برخلاف ہو کر باتباع قول بلا دلیل شوکانی کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کو جھوٹا بنانا سوائے غیر مقلدین کے کسی مسلمان کا کام نہیں ہے!۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ جو لوگ غیر مقلد تقلید شخصی مجتہد مقبول کو شرک و حرام کہتے ہیں علاوہ مخالفت ان دلائل شرعیہ مذکورہ بالا کے اور نیز تکفیر و تفسیق کروڑ ہا اہل اسلام خواص و عوام کے جو قدیماً حدیثاً اسی تقلید شخصی کے پابند رہے قرآن مجید و حدیث شریف کے بعض صریح حکموں سے صاف منکر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِي الْبِطْلُ وَ مَا يُعِينُ ۝ (سورۃ سبأ: ۳۳/۳۹)

یعنی کہہ دو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا دین سچا اور جھوٹ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا اور نہ پھیرتا۔  
- کذابی موضع القرآن وغیرہ۔

یعنی شیطان وغیرہ شرک وغیرہ کے کرانے سے ناامید ہوئے۔ کذابی التفسیر المشہورہ۔ اور صحیح بخاری کے فتح مکہ کے تیسرے باب اور کتاب تفسیر میں بھی بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ میں تشریف لائے اور بیت اللہ کے گردا گرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے پس آپ اپنی چوب دستی ان کو چماتے اور فرماتے :

(۱) یعنی منسلت رہی عن اختلاف اصحابی الحدیث جس کا ترجمہ اور پر گزرا ہے۔

(۲) یعنی اختلاف اصحابی رحمۃ کو۔ منہ غلی عنہ

(۳) روایت بخاری میں بعد مقاصد منہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے سند منقطع حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۶، ۳۷ مطبوعہ مصر کے جلد اول کا۔ منہ غلی عنہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبِطْلُ إِنَّ الْبِطْلَ كَانَ زَهُوقًا (سورۃ بنی اسرائیل: ۸۱/۸۲) ✽

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبَدِّلُ الْبِطْلُ وَ مَا يُعِيدُ ۝ (سورۃ سبأ: ۳۳/۳۴)

اور کئی تفاسیر اور سیر کی کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر مشکوٰۃ کے باب الوسوۃ میں صحیح مسلم سے بروایت جابر رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک شیطان نا اُمید ہوا اس سے کہ جزیرۃ عرب کے مسلمان اس کی پرستش کریں لیکن مسلمانوں کے باہم جدال و قتال کی برائیگت میں ہے، یہ ترجمہ ہے صحیح حدیث کا۔ اور مرقات سے حاشیہ مشکوٰۃ پر منقول ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جزیرۃ عرب مکہ و مدینہ و یمن ہے۔ اور مجمع البحار میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جزیرۃ عرب حرمین و یمامہ ہے۔ اسی۔

پس قرآن و حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حرمین شریفین میں دین اسلام شرک سے نہ بدلے گا اور ظاہر ہے کہ حرمین شریفین میں بھی صد ہا سال سے تقلید شخصی ہی رائج ہے بلکہ چار معصیٰ چاروں مذہبوں کے وہاں ہی ہیں، تو تقلید شخصی کو شرک و حرام کہنے والے قرآن مجید و صحیح حدیثوں کے اس حکم کے منکر ٹھہرے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

• رہا یہ جو مسائل اجماع کا حال پوچھتا ہے سو معنی اجماع کے محققین کے نزدیک اتفاق ہے مجتہدین کا خواہ کسی طبقہ کے ہوں ایک حکم شرعی پر۔ کمانی مسلم الثبوت و نہایۃ الوصول و غیر ہما۔ اور انہیں کتابوں سے یہ بھی واضح ہے کہ اجماع میں قوم مجتہدین کا ضروری نہیں ہے یعنی بلکہ فعل اور سکوت اور تقریر سے بھی اجماع ثابت ہو جاتا ہے۔ کمانی التار و شرہ۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کتاب 'ازالۃ الخفاء' میں لکھتے ہیں کہ تیسرا اصول شریعت سے اجماع ہے اور وہ اجماع جو ہمارے زمانہ کے لوگوں کے خیال میں ہے کہ جمیع امت مرحومہ کا اتفاق ہو اور کوئی ایک بھی ان سے باہر نہ ہو اور سب زبان سے اقرار کریں خیال محال ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ہے۔ کوئی اجماعی مسئلہ نہیں مگر یہ کہ فی الجملہ اس میں خلاف منقول ہوگا۔ اجماع کثیر الوقوع المل حل و عقد مفتیان امصار کا اتفاق ہے۔ الخ

☆ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو نہایت تھا۔



یہ ترجمہ ہے ازالۃ الخفا کی فارسی عبارت کا۔ دوسرے مقصد کے صفحہ ۸۵ مطبوعہ بریلی میں ہے اور ساری اس عبارت کے ملاحظہ سے منصفوں کے بہت سے خدشے رفع ہو سکتے ہیں اب اس مذکور کو یاد رکھ کر آگے سنیے کہ سید احمد طحاوی علیہ الرحمہ در مختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے: اے ایمان دارو! فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی اتباع کرو کہ حق تعالیٰ کی مدد اور توفیق ان کی موافقت میں ہے، اور ان کی مخالفت میں غضب الہی ہے اور یہ فرقہ ناجیہ آج جن مذاہب اربعہ حنفی مالکی شافعی حنبلی میں جمع ہے جو شخص ان مذاہب سے خارج ہے اس زمانہ میں تو وہ بدعتی اور ناری ہے۔ یہ ترجمہ ہے عربی عبارت کا۔

ایسا ہی امام الحرمین، امام فخر الدین رازی، امام ابی الفتح بغدادی، امام غزالی، ابن الصلاح، ابن السمعانی، علامہ تقی الدین سبکی، عارف شعرانی اور مولانا قاری و علامہ محمد طاہر فتنی وغیرہم من المحققین سے تصریحات منقول ہیں جو انتصار الحق جو اب معیار الحق میں مع جواب جمیع شبہات غیر مقلدین کے مرقوم ہیں جس نے تفصیل وارد یکنہا ہوا انتصار الحق اور اس کے جواب الجواب کو ملاحظہ کرے۔

الغرض! جیسے یہ مذاہب اربعہ رائج ہوئے جس کو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت کہنا چاہیے تب سے اہل سنت ان چاروں مذہبوں میں ہی منحصر ہیں۔ یعنی استقر اور جستجو سے دریافت ہوتا ہے کہ نیکوکاران اسلام انہیں چار مذہب میں سے کسی مذہب کے ساتھ متمذہب ہیں یہاں تک کہ مصنفین کتب صحاح ستہ اور دوسرے محدثین بھی کسی نہ کسی امام مجتہد کے مقلد ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الانصاف' میں تصریح کی ہے۔ کمافی الفتح المبین وغیرہ۔

اب اس متعاد خواص و عوام اہل اسلام سے معلوم ہوا کہ سوائے ان چار مذہب کے کوئی سبیل مومنین اور طریق مختار صالحین کا نہیں ہے، پس بحکم آیت وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَ نُضِلِّهِ جَهَنَّمَ وَ مَاءٌ ثَمَّ مَصِيرًا ۝ (۱) کے مخالف ان اربعہ مذاہب کا جو بھی سبیل المومنین ظہر بدعتی اور ناری ہوا۔ والعیاذ باللہ۔

(۱) اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ کنز الایمان سورۃ نساء: ۱۱۵۔

اور اس سوال میں جو مسائل نے بروایت صحیح متصل الاسناد جواب طلب کیا ہے سو ہمارے علمائے دین نے جو ایسے اہم مسائل لکھے ہیں تو صحیح سندوں سے لکھے ہیں مگر چونکہ علم حدیث اور مدلل کتابوں کے سوا دوسرے علوم کی کتابوں میں ذکر اسناد کا دستور نہیں اور مصنفین اہل اسلام کو خود ان کا لکھنا ہی کافی ہے اور منکر کو سند صحیح کیا قرآن مجید کی نص بھی غیر وافی ہے پھر لاکھ ہا علما کروڑ ہا صلحا جو اس سے پہلے گزر چکے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند تھے کیا وہ سوائے سند صحیح کے اور اجماع مجتہدین کے اس تقلید شخصی کے پابند رہے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس تقلید شخصی میں اگر ذرہ بھر بھی کسی قسم کا خلل ہوتا تو فرقہ ناجیہ اہل سنت کا اسی پر مدار رکھنا بالکل غیر ممکن تھا۔ فافہم وانصف و لاتکن من القاصرین۔

اور یہ خیالات غیر مقلدین کے کہ تقلید شخصی شرک اور مقلدین مشرکین ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کسی مسلمان کے دل میں کبھی خواب میں نہیں خطور کرتے۔ واللہ هو المہادی۔

تقلید اہل باطل کی جو شرک و حرام ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو مستقل جان کر اس کی تقلید کرے اور اس کا کہنا باوجود یہ کہ مخالف احکام الہی کے ہو، مانا جائے جیسا کہ تفسیر فتح العزیز وغیرہ دینی کتابوں میں مذکور ہے، جس کا ذکر بقدر کفایت رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں موجود ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ۔

اور یہ تقلید تو کسی امام کی ائمہ مجتہدین دین سے نرا دین ہے جو من جانب شرع عمل اس پر مامور ہے۔ واللہ هو الموفق۔

## بارہواں سوال

وہ مسائل کون سے ہیں جن پر عمل کر کے حنفی حنفیت سے نکل جاتا ہے اور جو کوئی کسی مسئلہ میں حدیث پر یا امام شافعی وغیرہ کے قول پر عمل کر لے وہ حنفیت سے نکل جاتا ہے یا نہیں؟ اگر نکل جاتا ہے تو اہل سنت و جماعت رہتا ہے یا نہیں؟۔  
(ص ۷۷ سطر ۱۰ تا ۱۰)

جواب: حنفی جب اپنے مذہب کے مخالف عمل کرے بلا کسی ضرورت ملجہ کے تو بلا شک

حنفیت سے نکل جائے گا اور جب ہر مذہب میں مذاہب اربعہ سے عمل بالقرآن والحدیث ہی ہے تو پھر کسی مسئلہ میں حدیث پر عمل کرنے کے کیا معنی؟۔ جس نے چاروں مذہبوں سے کسی ایک مذہب پر عمل کیا بلاشبہ اس نے قرآن و حدیث واجماع پر عمل کر لیا۔

اور حنفی کو شافعی وغیرہ مذہب پر عمل کرنے کی اجازت تین صورت میں ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ رسالہ جواب سوالات عشرہ میں لکھتے ہیں :

اگر حنفی المذہب بر مذہب شافعی عمل نماید در بعض احکام بیکے از وجہ سہ جائز ست اول آن کہ دلائل کتاب و سنت در نظر او در آن مسئلہ مذہب شافعی را ترجیح دہد دوم آن کہ در حنفی مبتلا شود کہ گزارہ بدوں مذہب شافعی نماید۔ (۱)

پھر بعد ازاں تلمیق کے واقع ہونے سے عمل دوسرے مذہب پر ناروا لکھ کر اخیر میں تحریر فرماتے ہیں :

واگر سوائے ایں وجوہ ثلاثہ ترک اقتدائے حنفی نمودہ اقتدائے شافعی کرد یا بالعکس مکروہ قریب بحرام ست زیرا کہ لعب ست در دین۔ انتہی (۲)

اب اس جگہ یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مذہب کی دلیل کا ضعف معلوم کرنا اور دوسرے مذہب کو ترجیح دینا اور علیٰ ہذا احتیاط میں نظر کرنا یہ دونوں وجہ عوام بلکہ علماء اس وقت کے واسطے بھی نہیں ہیں، دلیلوں میں نظر کرنے کا اہل ہونا مجتہدین کا کام ہے۔ خود حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ بھی مدت العمر حنفی مذہب کے ہی پابند رہے اور فقہ حنفی کی کتابوں سے افتا فرماتے تھے جس پر بھی رسالہ شاہد ہے اور در مختار میں ہے :

واما نحن فعلىنا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتوا لى  
حيونهم ○

ردالمحتار میں ہے کہ مقلدین کو مخالفت مذہب کی وسعت نہیں ہے۔ صفحہ ۵۳ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں دیکھو۔

(۱) رسائل خمسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی، ص: ۱۵ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ

(۲) رسائل خمسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی، ص: ۱۶ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ

پس دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی وجہ فی زماننا ضرورت اور ضیق میں ہی مبتلا ہونا رہا۔ چنانچہ صاحب ردالمحتار علی الدرالمختار فتاویٰ خیر یہ سے نقل کرتے ہیں :

فی الخیریۃ المقرر عندنا انہ لا یفتی و یعمل الا بقول الامام الاعظم  
و لا یعدل عند الی قولہما او قول احدہما او غیر ہما الا الضرورۃ .  
صفحہ ۳۹ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد۔

الحاصل بلا ضرورت دوسرے مذہب پر عمل کرنا مکروہ قریب بحرام ہے کہ یہ لعب ہے دین میں  
کما مر نقلہ۔ اور جب صد ہا سال سے انہیں چار مذہبوں میں منحصر ہونا اہل سنت کا معلوم ہو چکا تو جو  
شخص ایک مذہب کا پابند نہ رہے اور موافق اپنی فکر کے جس مذہب سے مفاد اپنا دیکھے وہ کر لے اس  
کو تابع ہوائے نفس کہنا چاہیے، اہل سنت سے نہیں ہے، حقیقت میں ہادم مذاہب ہے اور دھوکہ دینے  
کے واسطے حدیث یا دوسرے مذہب کا نام لے رہا ہے۔

در مختار و ردالمختار میں بہ نقل فتاویٰ بزازیہ و بحر الرائق وغیر ہما کے لکھا ہے کہ ایسا کرنا یا فتویٰ دینا  
جس سے ہدم مذہب ہونا روا ہے۔ باب تعلیق میں دیکھو۔

## تیرہواں سوال

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت (کی امت میں) تہتر فرقے ہوں گے ایک فرقہ جو  
حضرت کے یاروں کے طریق (پر ہوگا) ناجیہ یعنی دوزخ سے نجات پانے والا  
ہے باقی بہتر دوزخ میں ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ ان مذہب مشہورین میں سے  
ناجیہ کون سا ہے؟ حنفی یا مالکی، شافعی یا حنبلی۔ اگر کہو کہ سب ناجیہ ہیں تو گزارش ہے  
کہ حدیث میں تو ایک فرقہ ناجیہ آیا ہے، چار نہیں آئے اور اگر کہو کہ ایک فرقہ حنفیہ  
ناجیہ ہے، باقی سب دوزخی ہیں تو یہ بات تمام اہل سنت کے مخالف ہے۔ اگر کہو یہ  
چاروں مذہب حقیقت میں ایک ہی فرقہ اور ایک ہی مذہب ہے اور یہی فرقہ ناجیہ  
ہے تو بے شک یہ بات حدیث کے موافق پڑے گی پس جب کہ یہ چاروں مذہب

ایک ہی مذہب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ فرقہ ناجیہ کے چار حصوں میں سے تین حصہ کو ترک کر دینا اور ایک حصہ کو اختیار کرنا اس کی دلیل بیان فرمائیں۔ (صفحہ ۷، ۸)

**جواب:** اوپر کے جوابات سے اس سوال کا جواب بخوبی حاصل ہو گیا ہے یعنی کہ بے شک چاروں مذہب ایک فرقہ اہل سنت و جماعت ہے، ان میں سے ایک پر عمل کرنا تمام شریعت پر عمل کرنا ہے کیونکہ اصول میں چاروں متفق ہیں، فروع میں بھی ان کا عمل قرآن و حدیث وغیرہما پر ہی ہے۔ پس ایک مذہب کے مقلد کو دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے مگر بوقت ضرورت کہ الضرورات تبیح المحظورات واقع ہے، اور چاروں کا خلط ملط کرنا بہت سی قباحتِ شرعیہ کو لازم پکڑتا ہے۔ کما مر ذکرہ فی الجواب الخامس۔

رہا یہ قول سائل کا کہ فرقہ ناجیہ کے چاروں میں سے تین حصوں کو ترک کر دینا اور ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل بیان فرمائیں۔ انتہی یہ غلط فہمی یا تغلیطِ عوامی ہے کہ وہ ان چاروں کو ایک مذہب بتا رہا ہے، اور یہ نہیں سوچتا اگر یہ چار ایک ہی مذہب ہوتے تو ان کو چار مذہب کیوں کہا جاتا اور خود سائل نے بھی دوسرے تیسرے سوال میں ان کو چار مذہب سے تعبیر کیا ہے، پھر اس تیسرے سوال میں بھی چار مذہب کہہ کر چاروں کے نام علاحدہ لکھتا ہے، اب چاروں کو جو ایک ہی مذہب لکھتا ہے تو یہ اس کی دھوکہ دہی ہے۔ ہر عاقل کو یقین ہے کہ چار مذہب کو ایک ہی مذہب کہنا نرا جھوٹ ہے۔

چاروں مذہب فرقہ تو ایک ہے جس کا نام اہل سنت ہے مگر مذہب فروع مختلفہ میں علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں کہ ایک پر عمل کرنا تمام شریعت پر عمل کرنا ہے، نہ یہ کہ ایک پر عمل کرنا تین حصہ کو ترک کر دینا ہے بلکہ ایک پر عمل کرنے سے دوسرے پر عمل کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ مع بذامین بھی نہیں ہے کہ مستلزم قباحت ہے۔ دیکھو چار کتاب آسمانی ہیں چاروں پر ایمان لازم ہے مگر عمل چاروں پر غیر ممکن ہے۔ آئندہ ہادی حقیقی نیک سمجھ عطا فرمائے اور دھوکہ بازوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین یا رب العالمین۔



## چود ہواں سوال

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خاص تصنیف کون کون سی کتابیں ہیں اور امام صاحب کا فرمانا افضل ہے یا ان کے شاگردوں کا قول افضل ہے؟ اگر امام صاحب کے قول کے برخلاف ان کے شاگردوں کا قول ہو تو کس کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور امام صاحب کے جس قول کو شاگردوں نے۔۔۔۔ دیا اس کو رد سمجھا۔۔۔۔ یا نہیں اور اس پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟۔ (صفحہ ۸)

**جواب:** منشا سائل کا اس سوال سے ظاہر کرنا قلت علم حضرت امام اعظم کا ہے جو علم ائمہ تھے، جیسا کہ ان غیر مقلدین نے مشہور کر رکھا ہے کہ امام صاحب کو تیرہ یا سترہ حدیث یاد تھیں اور یہ زعم رکھتے ہیں کہ کثرت تصانیف کثرت علم پر دلیل ہے اور یہ نہیں جانتے کہ حضرت امام صاحب کے زمان سعادۃ نشان میں علم در جلد خویش کو پسند کرتے تھے، نہ در جلد میث کو ورنہ فی الواقع امام صاحب کے علم کو نہ کوئی مجتہد پہنچ سکتا ہے نہ کوئی محدث، کیونکہ علم حدیث میں آپ کے چار ہزار استاذ ہیں۔ کذافی مفتاح السعادت للمولیٰ احمد آفندی المعروف بہ طاش کبریٰ زادہ۔ اور آپ نے پانچ لاکھ حدیث سے پانچ حدیث (۱) انتخاب کر کے اس پر کار بند رہنے کی اپنے فرزند ارجمند کو وصیت فرمائی تھی۔ کذافی جامع اصول اولیاء للشیخ احمد کشخانوی نقشبندی مجددی خالدی۔

اور آپ کے چھوٹے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک کم ہزار کتاب تصنیف ہے جن میں ایک کتاب سیر کبیر ساٹھ جلد میں ہے جس کو امام اہل شام اوزاعی علیہ الرحمہ نے دیکھ کر کہا تھا کہ اگر یہ کتاب متضمن احادیث کی نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ مصنف اس کا وضع علم کا ہے اور بے شک اللہ

(۱) الاول: انما الاعمال بالنیات . والثانی من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا ینبغیہ . والثالث لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه . والرابع ان الحلال بین والحرام بین الحدیث . والخامس المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ . جامع اصول الاولیاء فی وصایا ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ص ۲۷۸ مطبوعہ مصر من عینہ

تعالیٰ نے جواب باصواب کو اس کی رائے میں مقرر فرمایا ہے۔ کذافی ردالمحتار ناقلًا عن طبقات التیمی عن شرح السیر الکبیر للامام السرخسی۔

جب امام صاحب کے ایک شاگرد کی تصانیف اور وسعت علم کا یہ حال ہے تو آپ کے علم کمال کے بیان کی کس کو مجال ہے۔ پھر جمیع ائمہ مجتہدین اور صدہا اولیاء کاملین نے جو امام صاحب کے وفور علم و فہم و کثرت زہد و ورع و عبادت و احتیاط و خوف خدا تعالیٰ کی تعریفات لکھی ہیں ان سے دفتروں کے دفتر پر ہیں اور جس قدر اکابر علماء، اولیاء و بادشاہان اسلام و غیر ہم خواص و عوام نے مذہب حنفی اختیار کیا ہے کسی دوسرے مجتہد مقبول کو اس قدر قبول حاصل نہیں ہوا ہے جیسا کہ صدہا دینی معتبر کتابوں میں درج ہے۔ فقیر نے بھی کسی قدر رسالہ 'عمدة البیان فی اعلان مناقب النعمان' اور رسالہ 'تصریح ابحاث فرید کوٹ' میں لکھا ہے۔

اللہم تقبل منی انک أنت السميع العليم .

پھر امام صاحب کے قول کے برخلاف ان کے شاگردوں کا قول ہونا، نیز آپ کے قول کو شاگردوں نے رد کرنا جو سائل لکھتا ہے یہ اس کی دریدہ ذنی ہے، ورنہ کوئی بھی ذی شعور اہل اسلام سے اس بات کا قائل نہیں کہ امام صاحب کے اقوال کو شاگردوں نے رد کیا اور کچھ ان کے مخالف فرمایا ہے۔ حاشا۔ بلکہ خود بڑے بڑے شاگردوں نے بھاری قسموں سے اقرار کیے ہیں کہ ہم نے امام صاحب کی روایات پر ہی عمل کیا ہے اپنی طرف سے کوئی قول بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ معتبرات سے ردالمحتار میں اس پر تصریح موجود ہے جو بقدر کفایت فقیر نے رسالہ 'تصریح ابحاث فرید کوٹ' میں بھی لکھا ہے۔

ذرا غور کریں کہ جس امام مجتہد مقبول نے کوئی مسئلہ شرعیہ بیان کیا تو ضرور ماخذ اس کا قرآن یا حدیث یا اجماع یا قیاس ہوگا پس رد اس کا۔ معاذ اللہ۔ کسی دلیل شرعی کا ہی رد ہوا، اور یہ کام کسی دین دار مسلمان کا بھی نہیں ہے چہ جائیکہ علمائے کبار کی طرف یہ بات منسوب کی جائے۔ صاحب درمختار نے بعض اکابر علماء اور اولیاء سے نقل کیا ہے۔

فلعنة ربنا اعداد رمل

علی من رد قول ابی حنیفہ



اور اوپر بارہویں سوال کے جواب میں معتبرات سے منقول ہو چکا ہے کہ فتویٰ اور عمل امام صاحب کے ہی قول پر چاہیے، مگر عند الضرورت کسی دوسرے کے قول پر علم روا ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات وارد ہے۔

## سولہواں سوال

فقہ حنفی کی کتابیں جو اردو میں ترجمہ ہو کر چھپی ہیں جیسے شرح وقایہ اور غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار ان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان کتابوں کے ترجمہ کرنے والے وہابی ہیں اور انہوں نے ان کتابوں میں اپنے مسئلے ملا دیے ہیں اس سبب سے یہ کتابیں لائق عمل کے نہیں رہیں، یہ بات سچ ہے یا غلط؟ اگر سچ ہے تو وہابیوں نے کون سے مسئلے کون کون سی کتاب میں ملا دیے ہیں ان مسائل کی پہچان کا کوئی طریقہ ہے اور ایسے مسئلے وہابیوں نے اردو کی کتابوں میں ملا دیے ہیں یا عربی فارسی کی کتابوں میں بھی ملا دیے ہیں اور جبکہ وہابیوں نے ان کتابوں میں خراب مسئلے ملا دیے ہیں تو اب حنفی کون کون سی کتابوں پر عمل کریں؟۔ (ص ۹ سطر ۱۳۲۳)

**جواب:** فقہ حنفی کی اصل کتابوں کا جیسا اعتبار ہے اس زمانہ کے ترجموں کا ویسا اعتبار نہیں ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اصل قلمی کتابوں سے بعض چھاپے کی کتابیں برابر نہیں ہیں اور پھر پہلے چھاپے سے پچھلا چھاپے بعض جگہ تفاوت ہے اس کا نمونہ ہم تفسیر فتح العزیز وغیرہ سے دکھا سکتے ہیں۔

اور یہ بھی قدیم سے فرق ضالہ کا دستور چلا آتا ہے کہ مذہبی مخالفت سے کتابوں میں تدریس کر دیا کرتے پس بصورت شک احتیاط اور دین داری یہی ہے کہ کسی کے کہنے پر اعتبار نہ کرے، خصوص جب راوی کوئی مخالفین اہل سنت سے ہو جو بطور اعتراض والزام کے حنفیوں کی کتابوں سے کچھ بیان کر رہا ہے تو اس کی بات پر ہرگز اعتماد نہ کرے بلکہ اگر اہل علم ہے تو پرانی صحیح کتابوں سے مقابلہ

کر لے اور حامی اپنے مذہب کے دین دار و قبحر علما سے دریافت کرے تاکہ اس کا شبہ مٹ جائے اور کسی کے دھوکہ میں نہ آئے۔ واللہ ہوا بہادی۔

## اٹھارواں سوال

----- کے پاس۔۔۔ صحیح۔۔۔ معارض اور نہ معلوم ہو اس کا نسخ اور اس حدیث کے مخالف ہو فتویٰ امام ابوحنیفہ یا شافعی وغیرہ کا تو اس وقت اس حدیث پر عمل کرے یا امام کے فتویٰ پر؟۔ (ص ۱۰)

**جواب:** فتویٰ مجتہد مقبول کا ضرور ہے کہ بسند قرآن یا حدیث یا اجماع کے ہوگا اور در صورت نہ پانے حکم کے ان تینوں دلائل میں قیاس پر مبنی ہوگا، پس اگر کوئی حدیث صحیح مرفوع غیر معارض وغیر منسوخ مخالف فتویٰ مجتہد کے ملے تو اہل علم مبسوط مدلل کتابوں سے اور عامی کو اپنے مذہب کے علمائے گرامی سے دریافت ہو جائے گا کہ اس کے امام کے فتویٰ کی دلیل قرآن یا حدیث یا اجماع سے ہے اور اس حدیث پر سبب کسی وجہ معقول کے مجتہد مقبول نے عمل نہیں کیا تو اب مقلد کو اپنے امام کی تقلید میں عمل بالقرآن یا حدیث وغیرہ نصیب ہے اس حدیث پر جو اس کے امام کے نزدیک مجروح ہے عمل ناروا ہے۔ اور اگر فتویٰ امام کا قیاس سے تھا اور پھر برخلاف اس کے حدیث غیر معارض وغیر منسوخ فرضاً مل گئی تو اہل مذہب اس حدیث پر عمل کر لیں گے کہ چاروں اماموں سے مروی ہے :

إذا صح الحدیث فهو مذہبی ۔

اور یہ کام انہیں لوگوں کا ہے جو نصوص میں نظر کرنے کے اہل ہیں اور محکم منسوخ وغیرہما کی معرفت رکھتے ہیں، عوام اہل اسلام کا یہ منصب نہیں ہے۔ کذافی رد المحتار وغیرہ۔

## چوتھا سوال

ایک شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ اور مضمون اس کا بموجب

فرمودہ علما۔۔۔۔۔ کے سمجھ لیا لیکن نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے تو اس شخص کو اس حدیث پر عمل کرنا صواب ہے یا خطا۔ اگر خطا ہے تو کسی درجہ کی خطا ہے؟۔ (صفحہ ۳۲-۳۳)

**جواب:** جو شخص حدیث شریف کا مضمون بھی خود نہیں سمجھ سکتا اور ناسخ منسوخ میں بھی امتیاز نہیں کر سکتا تو اس کا حدیث پر عمل کرنا نرا غیر مقلد بننا ہے اور سراسر خطا ہے۔ کیا معنی کہ منسوخ پر عمل کرنا بالاتفاق حرام ہے جیسا کہ اپنے محل پر مبین ہے، پھر جب خود امام بخاری علیہ الرحمہ نے مسئلہ رباعیات میں محدث عامل بالحدیث کی اس قدر مشکل شرطیں بیان فرمائی ہیں جو جمیع علوم کے ماہر سے بھی پورا ہونا ان شرطوں کا دشوار بلکہ معجزہ رہے جس کو قسطلانی نے شرح بخاری کی ابتدا میں صحیح متصل سے لکھا ہے اور فقیر نے بھی رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں اس کی اصل عبارت مع ترجمہ لکھی ہے، نیز امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ جس کو یہ شرطیں میسر نہ ہوں تو علم فقہ کو لازم پکڑے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور رتبہ فقیہ کا محدث سے کم نہیں ہے۔ انتہی۔

پس زہے قسمت ہم مقلدین کی جو فقہ پر عمل درآمد رکھتے ہیں جس سے قرآن و حدیث و اجماع و قیاس چاروں دلیلوں پر عمل حاصل ہو گیا اور فقہ و تقلید مجتہد سے انحراف کرنے والے سخت مخالف شرع ہو کر کوئی نیچری بن کر ضروریات شرع کے منکر ہو گئے اور کوئی (۱) الہام کو مترادف وحی کے جان کر غیر نبی کو نبوت کے خاصے ثابت کرنے لگ گئے اور دین اسلام سے بالکل برکنار ہو گئے۔

انا لله وانا الیہ راجعون .

بے علم حدیث پر عمل کرنے والا تو کسی شمار میں ہی نہیں ہے۔ عالم ظاہر حدیث پر عمل کرنے والے کا حال سن لیجیے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ قول جمیل میں محدث ظاہری یعنی ظاہر حدیث پر عمل کرنے والے کی صحبت اور ملاپ سے مسلمانوں کو ڈراتے ہیں۔ دیکھو و صایا قول جمیل میں۔

اب مناسب ہے رد اس خدشہ غیر مقلدین کا جو عوام اہل اسلام کو فقہ کی کتابوں سے بدظن کرتے ہیں۔ پس اے طالب حق! دل لگا کر سن۔

(۱) مراد اس سے مرزا قادیانی اور اس کے مؤید و اتباع ہیں جن کا رد صدقہ علمائے حریم شریفین عن قریب چھپ کر شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲

## بیسواں سوال

فتاویٰ قاضی خان وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے اور۔۔۔ میں لکھا ہے کہ خنزیر۔۔۔ کے نزدیک نجس عین نہیں اور طحاوی میں ظاہر لکھا ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ کمنخت سور کی چربی۔۔۔ ساتھ دباغت کی ہوئی سے پاک ہو جاتی ہے۔۔۔ اس کا اثر باقی رہے اور منیہ میں ہے کہ سور کی کھال ابو یوسف کے نزدیک دباغت دینے سے پاک ہو جاتی اور در مختار میں ہے کہ بکری کا بچہ جو سورنی کے دودھ سے پلا ہو حلال ہے اور تاتار خانیہ میں ہے کہ سور کے بال پانی کو ناپاک نہیں کرتے اور در مختار میں کہہ گئے کہ کتے کو گود میں لے کر نماز ہو جاتی ہے اور چلی میں ہے کہ زنا کی خرچی ابو حنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور سوائے اس کے ایسی روایات ناقص وزبوں کہ بسبب خطا اور غلط فہمی فقہاء رحمہم اللہ کی سرزد ہوئی ہیں پھر جس کتاب میں ایسی گندی روایات بھی موجود ہوں اس کتاب کے لفظ لفظ کے صحیح اور صواب بلکہ نعوذ باللہ خلاصہ اور عطر قرآن کا سمجھنا اور اس کتاب پر اڑنا کہ اس کے مقابلہ میں اللہ اور رسول کے قول پر عمل نہ کرنا اور قرآن حدیث کے حکم کو معطل اور مہمل۔۔۔ قرآن و حدیث پر عمل۔۔۔ کو وہابی اور لامذہب۔۔۔ کس دین کا مسئلہ ہے؟۔ (ص ۱۰، ۱۱)

**جواب:** واضح رہے کہ اس جواب کی تحریر سے پہلے تین مقدمے لکھے جاتے ہیں جن سے جواب کے ذہن نشین ہونے میں امداد کافی حاصل ہوگی :

**پہلا مقدمہ:** مضطر کو مختصہ کی حالت میں بقدر سدر متق ہر قسم کے حرام قطعی چیز کے لکھا

لینے کی رخصت ہے بدلیل آیت :

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ  
فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (۱)

جو چار جگہ قرآن مجید کی علاحدہ سورتوں میں وارد ہے جس نے بھوکے کو حالت بے مقدوری اور نہ میسر آنے کے حلال چیز کے جان کے بچاؤ کے واسطے بقدر ضرورت خنزیر وغیرہ کا کھالینا شرعاً روا ہو گیا۔ کذافی جمیع التفاسیر۔

**دوسرا مقدمہ:** بیمار جب ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ سوائے قطعی حرام کے اس کی دوا

نہیں ہے یا دین دار طبیب بالاتفاق کہہ دیں کہ اس مرض کا دوا سوائے ان حرام چیزوں کے اور نہیں ہے یعنی اس وقت بھی حرام چیز کا دوا کے لیے برت لینا روا ہے جیسا کہ اطفال کے ڈبہ کا علاج خرگوش ہے۔ کما فی تفسیر فتح العزیز۔

اور یہ بھی تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ شراب اور دوسرے محرمات سے علاج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح حدیث میں جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا والوں کو اونٹ کے بول پینے کا حکم فرمایا تھا اور ظاہر اور دوسرے محرمات بھی اس قیاس پر ہیں لیکن تجربہ یا دین دار طبیبوں کا کہنا شرط ہے، بے دین یا فاسق طبیبوں کے کہنے کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔

نیز مبسوط کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر سوائے حرام چیزوں کے اور دوا ہو اور شفا بھی اس سے متیقن ہو تو اس حرام چیز سے دوا کرنی بعضوں کے نزدیک روا ہے اور بعضوں کے نزدیک روا نہیں ہے بدلیل روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام میں مقرر نہیں کی۔ کذافی نصاب الاحساب وغیرہ۔

(۱) اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہونہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سورۃ البقرۃ: ۱۷۳/۲۔ کنز الایمان

اب اس جگہ معلوم رہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح حالتِ مخمضہ میں حرام چیز کے کھا لینے سے جان کا بیج رہنا متیقن ہے ویسا شفا کا حاصل ہونا حرام چیز سے متیقن نہیں ہے، اگرچہ سوائے اس کے کوئی اور دوا نہ ہو کیونکہ مدار اس کا اطبا کے قول پر ہے جو قطعی دلیل نہیں ہے۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں بروایت ابی دردا رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر درد کے لیے دوا بنایا ہے پس دوا کیا کرو اور حرام چیزوں سے دوا نہ کرو۔

اور یہ حدیث سنن ابی داؤد میں موجود ہے اور نیز مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث یعنی حرام و مکی دوا کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کذا فی المشکوٰۃ۔

نیز حدیث ابن مسعود میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام چیز میں مقرر نہیں کی ہے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق رد المختار علی الدر المختار میں بہ نقل فتاویٰ خانہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے، پھر بہت سی معتبر دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ حدیث استسقا والوں کو اونٹ کے بول پلانے کا جواب امام صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شفا وحی سے معلوم فرمائی تھی اور کسی دوسرے مستقی کے واسطے اونٹ کے بول سے شفا غیر متیقن ہے کیونکہ وہاں طبیبوں کے قول پر مدار ہے جو قطعی دلیل نہیں ہے۔ کذا فی البحر الرائق، درو المختار وغیرہما۔

الحاصل! امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو حنفی مذہب کے بانی ہیں حرام چیزوں سے بقول اطبا علاج کرنا ہر چند کوئی اور علاج نہ ہوتا ہم روا نہیں ہے کیونکہ یقین و علم شفا کا وحی سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے حنفی مذہب کے جمیع متون میں لکھا ہے کہ حلال گوشت حیوانوں کا بول بھی پلید ہے جس کا پینا ہرگز جائز نہیں ہے یعنی باب معالجات کے واسطے بھی پینا اس کا روا نہیں ہے۔

**تیسرا مقدمہ:** بہتان کبیرہ گناہ اور زیادہ تر مذہب غیبت سے جو زنا سے بدتر ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں سے مشکوٰۃ میں لکھا ہے اور جھوٹ بولنا بھی کبیرہ گناہ اور منافقی کی علامت کا تیسرا حصہ ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث سے مشکوٰۃ میں ہے۔ اور مسلمانوں کو بہکانا سچے



مذہب سے بے اعتقاد کرنا سخت الحاد ہے بلکہ تفریق بین المؤمنین بحکم قرآن منافقوں کی صفت ہے اور اہل اسلام کے بزرگوں کی اور ان کے معتبر کتابوں کی توہین اور تحریف سخت ایذا رسانی ہے جس کی وعیدوں سے ایک یہ آیت شریف ہے :

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ  
لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ (۱)

اب تینوں مقدموں کے مراتب کو مد نظر رکھ کر بیسویں سوال کا نمبر وار جواب سنیے۔

سائل لکھتا ہے فتاویٰ قاضی خان وغیرہ کتبہ فقہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے۔ ص ۱۰۰ متن میں یہ عبارت ہے اور حاشیہ پر عبارت عربی لکھی ہے جو بحسب حاشیہ پر منقول ہوتی ہے (۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ایسا ہی اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں پس کہا اگر نکسیر چھوٹے پس الحمد خون سے ماتھے اور ناک پر لکھے تو روا ہے واسطے شفا حاصل کرنے کے اور ساتھ بول کے بھی اگر اس میں شفا معلوم ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس عبارت کا اور اخیر اس کے درمختار کا حوالہ لکھ کر معلوم کرایا ہے کہ یہ مضمون درمختار میں ہے۔ سو حال یہ ہے کہ نہ فتاویٰ قاضی خان اور نہ کسی دوسری کتاب فقہ میں آیات قرآنی کا پیشاب کے ساتھ لکھنا روا لکھا ہے جس طرح سائل فتاویٰ قاضی خان وغیرہ سے نقل کرتا ہے بہتان ہے اور درمختار کا بھی حوالہ نرا بہتان عظیم ہے۔

فقیر نے لاہور ملا مجید کی مسجد میں بہت سے لوگوں کے روبرو غیر مقلدوں کے تو ایک آدمی کو جو یہ رسالہ سوالات و درمختار لے کر آیا تھا کہا تھا کہ اگر یہ عبارت حاشیہ کے درمختار سے نکلوا دو تو جس قدر نذرانہ چاہو، ورنہ اپنے جھوٹ کا برسر بازار اقرار کرو مگر اس شخص نے پھر منہ نہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ حیا نصیب کرے۔

(۱) بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو، پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔ سورۃ البروج: ۱۰۸۵۔ کنز الایمان

(۲) و کذا اختاره صاحب الهدایۃ فی التجنیس نقال در کتب الفاتحہ بالدم علی لامستاء بالبول ایضاً ان اعلم فیہ شفاء و لا باس بہ . ۱۲ در المختار (حاشیہ ص ۱۰)

الغرض! فتاویٰ قاضی خان میں یوں درج ہے کہ کسی کو نکسیر چھوٹے اور خون بند نہیں ہوتا ہے (یعنی دوا سے بھی) پس کسی نے چاہا کہ اس کے ماتھے پر نکسیر کے خون سے کوئی آیت قرآن کی لکھے (یعنی کسی عامل نے کہا کہ اس عمل سے خون بند ہو جائے گا اور اس کی جان بچ رہے گی تو اس کے جواب میں ابو بکر اسعاف نے کہا جائز ہے کسی نے یہ بات سن کر اور اس کو مخالف شریعت اور مستعد جان کر) کہا کہ اگر بول کے ساتھ بھی لکھے تو ابو بکر اسعاف نے کہہ کہ اگر اس میں بھی شفا ہو (یعنی مرتے کی جان بچ رہے تو روا ہے) یہ ترجمہ ہے عبارت فتاویٰ قاضی خان کا تو ضیح ضروری کے ساتھ۔

پس اب غور کرو کہ اول تو یہ مسئلہ ہے حالت اضطراب کا کہ جس میں جان کے بچاؤ کے لیے حرام چیز کا کھاپی لینا اور حرام چیز سے معالجہ کر لینا روا ہے۔ یعنی ضرورت کے وقت بول وغیرہ کی حرمت دور ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر پہلے اور دوسرے مقدمہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ پس صورت مسئلہ کو بدلا کر حالت اضطراب کو بیان نہ کرنا اور مطلق کہہ دینا فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے جیسا کہ سائل نے لکھا ہے اور آگے بھی ستارہ محمدی والے نے نامہ اعمال سیاہ کیا ہے دینی کتابوں میں تحریف کرنا ہے جو شیوہ یہود ہے اور تفریق بین المؤمنین بھی انہیں کا مقصود ہے۔

دوسرا امام اعظم رضی اللہ عنہ جو رئیس اور مقتدا مذہب حنفی کے ہیں ان کے نزدیک بحالت اضطراب حرام چیز سے معالجہ نا درست ہے چنانچہ دوسرے مقدمہ کے اخیر میں متحقق ہو چکا ہے اور خود اسی فتاویٰ قاضی خان کے اسی باب میں لکھا ہے کہ مکروہ حرام کے نزدیک ہے اور مریض وغیرہ کو دودھ اور گوشت گدھے کا استعمال مکروہ ہے اور ایسا ہی حرام شے سے دوا کرنی۔ اتنی ملتقطاً

پس جب ثابت ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام چیز سے دوا کرنا نا درست ہے اور خود فتاویٰ قاضی خان سے بھی یہی ثابت ہے تو پھر فتاویٰ قاضی خان نے جو ابو بکر اسعاف سے کوئی قول نقل کرے گا تو اس سے حنفی مذہب پر طعن کرنا اور دھوکہ بازی سے مسلمانوں کو بچے مذہب سے بے اعتقاد کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔

تیسرا ابو بکر اسعاف کی تقریر سے بھی بخوبی ثابت ہے کہ حالت اضطراب میں معالجہ کے واسطے

حرام شے سے استشفاء علم شفا پر ہی منحصر ہے یعنی اگر یقین ہو کہ اس علاج سے شفا ہو جائے گی تو ایسا کرنا روا ہے اور اوپر دوسرے مقدمہ کے اخیر میں مرقوم ہو چکا ہے کہ یقین شفا وحی سے ہوتا ہے اور خود فتاویٰ قاضی خان کے اسی باب میں ہے کہ کسی کو مرض ہوئی، حکیم نے کہا کہ اس کا علاج خون نکلوانا ہے مریض نے خون نہ نکلوایا اور مر گیا تو گناہ گار نہیں ہوتا کیونکہ خون کے نکلوانے میں یقین شفا کا نہ تھا یعنی طبیب کے قول سے یقین شفا حاصل نہیں ہوتا ہے تو قاضی خان کی سند سے ہی ثابت ہوا کہ خون و بول سے استشفاء بکتابت قرآن ناروا ہے۔

چوتھا بحر رائق و کنز دقائق اور ردالمحتار میں تصریح ہے کہ حالت اضطرار میں معالجہ کے واسطے بول سے کچھ لکھنا کسی سے منقول نہیں ہوا تو ناروا ٹھہرا۔

حاصل الکلام بہر حال مسائل کا یہ لکھنا کہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ فقہ کی کتابوں میں ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا لکھنا پیشاب کے ساتھ درست ہے انتہی۔ اور ایسا ہی دوسرے غیر مقلدین کا یہ طعن سراسر بہتان اور دھوکہ دہی ہے جس کا حساب قیامت کے دن دینا پڑے گا پھر مسائل کا بحوالہ درمختار یہ لکھنا کہ خنزیر امام اعظم کے نزدیک نجس العین نہیں ہے اور حاشیہ پر عبارت عربی (۱) درمختار کی جو لکھی ہے یہ بھی افترا اور بہتان ہے۔

درمختار کے موقع احکام و باغت و مسائل پر و کتاب البیوع و کتاب الصيد و کتاب الذبائح پانچوں جگہوں میں خنزیر کا نجس العین ہونا لکھا ہے اور مسائل نے جو حاشیہ پر کتاب الصيد درمختار کا حوالہ لکھا ہے تو اس جگہ بھی درمختار میں لکھا ہے :

(ولا یخنزیر) لنجاسة عینہ . انتھی .

پھر صاحب درمختار نے قہستانی جو حاطب اللیل مشہور ہے اس کے قول کو کہ خنزیر نجس العین نہیں ہے دفع اور رد کیا ہے کہ ابتدا میں لفظ ”ویندفع“ موجود ہے کیونکہ ظاہر مذہب حنفی یہی ہے کہ خنزیر نجس العین ہے تو مسائل نے اس قول مردود کو جس کو صاحب درمختار دفع کر رہا ہے، درمختار کی طرف منسوب کر کے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے دیا علاوہ گناہ کبیرہ جھوٹ بولنے کے درمختار پر بھی افترا کیا۔ واللہ عزیز ذوا انتقام۔

(۱) والخنزیر لیس من جنس العین عند ابی حنیفہ۔ ۱۲ در المختار ص ۱۰

پھر اسی مسئلہ میں جو طحاوی کا حوالہ متن اور حاشیہ (۱) پر لکھا ہے وہ بھی بہتان ہے کہ روایت مردودہ کو امام صاحب کا مذہب بنا کر دھوکہ دے رہا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

پھر سائل نے جو شرح منیہ سے کینخت کا مسئلہ لکھا ہے یہ بھی بہتان ہے۔ شرح منیہ پر مع ہذا حاشیہ (۲) پر دہن خنزیر لکھا ہے اور متن میں چربی خنزیر اس کا ترجمہ کیا ہے علاوہ اس غلطی کے دہن خنزیر اور چربی خنزیر کو دباغت میں کیا دخل ہے!۔

الغرض! سب کچھ جھوٹ ہے۔ عوام مسلمانوں کے بہکانے کے واسطے بہتان و افترا پر دازی میں یہ لوگ اگلے گمراہ اور گمراہ کنندوں سے بڑھ گئے ہیں۔ والعیاذ باللہ من ذلک۔

پھر منیہ سے خنزیر کی کھال کا دباغت سے پاک ہونا ابو یوسف کے نزدیک جو سائل نے لکھا ہے تو اس جگہ بھی تحریف کر کے اعتراض بے جا قائم کر دیا۔ کیا معنی کہ خود منیہ میں اس روایت کو مخالف ظاہر مذہب کے لکھا ہے اور بکری کے بچے کا مسئلہ جو در مختار سے لکھا ہے اس میں بھی تحریف کی ہے جو عبارت کے معنی یوں کیے ہیں کہ بکری کا بچہ جو سُورنی کے دودھ سے پلا ہو حلال ہے۔ انتہی

سو یہ بھی سائل کی کج فہمی یا تغلیطِ عوامی ہے، کیونکہ جس جانور کی غذا صرف پلید شے ہو تو اس کو جلالہ کہتے ہیں جس کو در مختار میں لکھا ہے کہ چار روز باندھ کر گھاس کھلائیں تب حلال ہے۔ انتہی

پس عاقل دین دار کب مانتا ہے کہ اسی جلالہ کو صاحب در مختار نے حلال بنا دیا، نہیں ہرگز نہیں۔ تو اب ظاہر ہو گیا کہ اس عبارت کے معنی یہ نہیں کہ بکری کا بچہ صرف دودھ سُورنی کا پی کر پلا ہو کیونکہ وہ جلالہ ہے تو بے شک یہ بکری کا بچہ وہ ہے جس نے کبھی دودھ سُورنی کا بھی پی لیا ہوتا ہم رد المختار علی الدر المختار میں تصریح ہے کہ یہ بچہ تب حلال ہو گا جب کتنے دن گھاس کھلا کر ذبح کریں۔ دیکھو ص ۳۱ مطبوعہ مصر کی پانچویں جلد میں۔

اور سائل نے جو تاتار خانہ سے نقل کیا ہے کہ سور کے بال پانی کو ناپاک نہیں کرتے انتہی۔ سو فتاویٰ تاتار خانہ فقیر کے پاس نہیں، ورنہ اصل اس کتاب سے بھی اس کی خیانت وغیرہ ثابت کی جاتی اور بالا جمال جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ حنفی مذہب میں کیا چاروں مذاہب میں خنزیر نجس

(۱) وروی عن الامام طہارۃ عینہ کذا فی الصید الکتاب طحاوی۔ ۱۲

(۲) والکلیۃ المد۔۔ بدہن الخنزیر اذا لم یطعم ولا یضربا۔ شرح منیہ حاشیہ

العین ہے کہ اس کی ذات جمیع اجزائے پلید ہے، زندہ ہو یا مردہ جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ جمیع کتب معتبرہ فقہ میں لکھا ہے پس جس شے کے تمام اجزا پلید ہوں تو وہ پانی پاک کو ناپاک کیوں نہ کرے گا۔

علاوہ ازیں درمختار میں لکھا ہے کہ حنفی مذہب میں خنزیر کے بال پلید ہیں اور ردالمحتار میں ہے کہ قلیل پانی کو خنزیر کے بال ناپاک کر دیتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں۔

پس اس مسئلہ میں بھی سائل کے بہتان اور خیانت میں کچھ شک نہ رہا۔ واللہ ہوا بہادی۔

پھر سائل نے کتے کو گود میں لے کر نماز پڑھ لینے کا مسئلہ جو درمختار سے لکھا ہے اس میں بھی خیانت کی ہے کیونکہ اسی جگہ درمختار میں لکھا ہے کہ بعضوں کے نزدیک کتے کے نجس العین ہونے کو ترجیح ہے۔ اور شرح کبیر مدیہ میں ہے کہ صاحب فتاویٰ قاضی خان نے بھی کتے کے نجس العین ہونے کو اختیار کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ قاضی خان جو حنفی مذہب میں مجتہد ہے اور دوسرے جن حنفیوں کے نزدیک بھی کتا نجس العین ہے تو ان کے نزدیک کتے کو گود میں لے کر نماز روا نہیں ہوتی۔

سائل نے جو عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے کر سچے مذہب سے بے اعتقاد کرنے پر کمر باندھی ہوئی ہے اس مسئلہ کو نہ دیکھا اور دوسرا مسئلہ کہ زندہ کتا اکثر حنفیوں کے نزدیک نجس العین نہیں ہے تو صاحب درمختار نے اس پر تفریح کر کے لکھ دیا کہ کتے کا منہ باندھ کر گود میں اٹھایا ہو تو نماز روا ہو جاتی ہے۔ انتہی

یعنی کسی ضرورت کے وقت اگر کوئی ایسا کر لے تو روا ہے نہ کہ کتے کو گود میں لے کر عموماً نماز پڑھ لینا روا ہے۔ پھر کتے کا منہ باندھنے کی شرط جو سائل نے نہیں لکھی ہے تو یہ بھی اس کی خیانت ورزی ہے کہ درمختار کے مسئلہ میں تحریف کر دی۔

پھر اخیر میں جو سائل نے چلی سے زنا کی خرچی کا امام صاحب کے نزدیک حلال ہونا لکھا ہے تو اس میں بھی سخت بہتان اور تحریف کا مرتکب ہوا ہے، مثل بعض بے علم غیر مقلدوں کے جنہوں نے پہلے بھی یہ بہتان بندی کی ہے کیونکہ یہ مسئلہ تو اجارہ فاسدہ کا ہے اور یہ شخص اس کو اجارہ باطلہ خیال کر کے زانیہ کی خرچی کہہ رہا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ زانیہ کی خرچی تو چاروں مذہبوں میں حرام ہے۔ اگر عربی فارسی کتابوں کے دیکھنے کی دسترس نہیں رکھتا تو مولوی خرم علی موحد کی شرح مشارق الانوار میں دیکھ لے کہ لکھا ہے کہ زانیہ کی خرچی بالاتفاق حرام ہے۔ انتہی



پس یہ مسئلہ چلی کا جس کو سائل وغیرہ زانیہ کی خرچی جانتے ہیں وہ اجارہ فاسدہ کا مسئلہ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی بازارن عورت کو روٹی پکانے کی خدمت پر رکھا اور یہ بھی شرط کر لی کہ تجھ سے وٹی بھی کروں گا اور دس روپیہ مثلاً ماہوار دوں گا سواصل خدمت باورچی کرنے کی حلال تھی شرط وٹی نے اجارہ فاسدہ کر دیا اور اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل کی لازم ہوتی ہے یعنی روٹی پکانے کی اجرت جو تین چار روپے ماہوار ہے اس کو دلایا جائے گا اور وہ حلال ہے جس کو امام صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی حلال فرمایا ہے۔ اب اس کو خرچی زانیہ کی تعبیر کر کے امامان دین و علمائے شرع متین پر طعن کرنا حق تعالیٰ کے غضب میں پڑنا ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ سلف پر طعن کرنے والے مشرک ہیں۔ کذافی مجمع بحار الانوار وغیرہ۔

پھر ان روایات کو جو سائل نے اخیر سوال میں ناقص اور زبوں اور گندی روایات لکھا ہے اور فقہا کو خطا کار اور غلط فہم قرار دے کر کتب فقہ کو بے اعتبار خیال کر لیا ہے تو یہ اس سائل وغیرہ کی اپنی جہالت اور بہتان بندی اور دریدہ دہانی و نقصان ایمانی ہے۔ جس سے عند العقلاء ان کی بخوبی تضحیک ہو رہی ہے اور کتب فقہ اور فقہا کا کچھ نہیں بگڑتا ہے!۔

اگر جاہلی مثل راگندہ گفت

تو مجموع باش او پراگندہ گفت

پھر اس سوال اور بانیسویں سوال کے اخیر میں جو فقہ کو قرآن و حدیث کا خلاصہ و عطر و ست کہنے کو سائل کلمات کفر (۱) بتا رہا ہے تو یہ اس کی دریدہ دہانی بلکہ بے ایمانی کی نشانی ہے کہ اس کفر کی نسبت امام بخاری علیہ الرحمہ تک کر رہا ہے کہ سب سے پہلے اس بزرگ نے فقہ کو ثمرۃ الحدیث فرمایا ہے جس سے فقہا اور دوسرے مسلمانوں کی زبان پر بھی یہ کلمۃ الحق آیا ہے۔

اب سائل وغیرہ نے فقہا اور اہل اسلام کو ہی کافر بنا کر میاں چٹو وغیرہ کا دل خوش نہیں کیا بلکہ سب کے مقتدا امام بخاری علیہ الرحمہ کو بھی خالی نہ چھوڑا اب کوئی ظریف یہ کہہ دے گا۔

(۱) جب۔۔۔ کا خلاصہ اور۔۔۔ ہو تو باقی۔۔۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔۔۔ باللہ فضلہ۔۔۔ اور بے فائدہ

نکمی رہ گئی اللہ۔۔۔ دے ایسے کفر سے ۱۲۔



شادم کہ از رقیبان دامن کشان گزشتی

گوشت خاک مار بر باد وادہ باشی

پھر اخیر اس کے جو مسائل نے لکھا ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے کو وہابی و لامذہب کہنا یہ کس دین کا مسئلہ ہے تو اس کے جواب میں فقیر انیسویں سوال کا جواب تحریر کر کے مسائل وغیرہ کو جو وہابی کے معنی اور عقائد اور ان کی کتابوں کا حال پوچھتا ہے، معتبر کتابوں سے سنا دیتا ہوں جس سے ان لوگوں کا عمل بالقرآن و الحدیث بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔

## انیسواں سوال

وہابی کس کو کہتے ہیں اور وہابیوں کے معنی کیا ہیں اور یہ کون کون سی کتابوں پر عمل کرتے ہیں ان کے مذہب کی کوئی کتاب ملتی ہو تو نشان دیجیے اور وہابی قرآن کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اور قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری کرتے ہیں یا نہیں؟ اور کس کے مقلد ہیں ان کا امام مجتہد کون ہے کسی کتاب معتبر سے تحریر فرمائیں۔ (ص ۹۳۳)

**جواب:** واضح رہے کہ کتاب ردالمحتار علی الدرالمختار جو مقبول العرب والعجم ہے اس کے باب البغات میں لکھا ہے:

كما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد ۰۰ الخ  
جس کا حاصل یہ ہے کہ خارجیوں سے ہیں وہابی عبدالوہاب نجدی کے تابع جو لوگ برائے نام حنبلی مذہب کے مدعی تھے لیکن دراصل ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم ہی مسلمان ہیں باقی سب اہل اسلام جو ہمارے عقائد کے مخالف ہیں وہ کافر ہیں اور اسی خام خیال پر مسلمانان اہل سنت اور ان کے علما کی قتل و غارت کو مباح جان کر حرمین شریفین پر متغلب ہو گئے تھے، تاکہ ۱۲۳۳ ہجری میں ان کی شوکت ٹوٹی گھر بار اجڑے لشکر اسلام ان پر فتح یاب ہوا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔

اور اسی (محمد بن) عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید ہے جس میں اس نے نبیوں اور ولیوں کو بت اور مسلمانانِ خدا پرست و متوسلین انبیاء و اولیاء کو بت پرست لکھا ہے، اسی واسطے وہابیوں کی جبلی عادت ہے کہ مجازی استمداد پر کیا، بات بات پر مسلمانوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ یہ اپنے امام اور پیشوا (محمد بن) عبدالوہاب کی تقلید کر رہے ہیں۔

اور ابن تیمیہ کے رسالہ حمویہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے مکان و جوارح ثابت کیے ہیں جس سے مولوی صدیق حسن بھوپالی نے بھی رسالہ احتواء میں ایسا لکھا اور اس کے فرزند کے رسالہ نہج المقبول میں صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وصف میں جو اہل کلام لکھ رہے ہیں کہ نہ جسم ہے نہ جوہر نہ عرض نہ معدود نہ محدود نہ متبعض نہ متخیر نہ در مکان اور مانند اس کے یہ سب بدعت ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی نہیں۔ مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۸ سطر ۱۳، ۱۴ میں دیکھو اور صفحہ ۷ کی سطر ۲ میں بھی خدا کے واسطے صریح مکان ثابت کیا ہے۔

الغرض اس پاک ذات کو جسمانی و مکانی جانتے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظلمون علواً کبیراً۔

پھر اہل شرعیہ جو باتفاق چار ہیں ان میں سے قرآن و حدیث کو زبانی مان کر اجماع و قیاس کے منکر ہیں جس پر شوکانی اور بھوپالی کے رسائل شاہد ہیں جن کی عبارات فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین و تصریح ابحاث فرید کوٹ میں نقل کی ہیں اور ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبرئیل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (۱)

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین جس سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ کو ایک شخص بھی برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کرنا منظور نہیں۔ پھر کروڑوں کے پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا نہایت ہی جھوٹ ہے۔ اہل سنت کے اکابر علما کی تحریروں سے جواب رسالہ عروۃ المقلدین میں موجود ہے۔ من شاء فلنظر بہ۔ اور یہ جو علم معقول میں امکان اور امتناع کی۔۔۔ اقسام۔۔۔ لکھی ہیں اور پھر بعض علما بہت زور دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو۔۔۔ انصاف نصیب کرے ایسے موقع پر ذرا سمجھ سوچ کر کلام کریں قیامت کے خوف کو انصاف العین رکھ لیں علاوہ علم معقول میں تو شریک الباری کو ہے جیسا کہ لکھا ہے معلوم ہے۔ واللہ ہو الہادی ۱۲ من عنہ

چنانچہ تقویت الایمان میں ہے جن کا مخالف قرآن و حدیث کے ہونا فقیر نے رسالہ عروہ المقلدین میں لکھا ہے جو بہت سے اکابر علما کی تصدیق سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔ پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ بڑے بھائی کا سمجھنا اور آپ کو ماذون الشفاعة نہ جاننا بھی قرآن و حدیث کے برخلاف ہے جیسا کہ اپنے محل پر مبین ہے۔ پھر ان کے مذہب کی معتبر کتابیں دربیہ قاضی شوکانی کی اور اس کی شرحیں ہیں اور اسی دربیہ کا اردو ترجمہ بنام فقہ الحدیث اور عربی شرح روضہ ندیہ مولوی صدیق حسن بھوپالی نے بنا کر چھپوایا ہے اور حافظ محمد لکھوی نے اسی دربیہ شوکانی سے رسالہ انواع محمدی بزبان پنجابی لکھا ہے۔

پھر ان کتابوں کے بہت سے مسائل قرآن و حدیث کے بالکل برخلاف ہیں جیسا کہ جمعہ و عید کے جمع ہونے سے جمعہ فرض قطعی کو چھوڑ دینا اور جمعہ کو پانچ وقتی نمازوں کی طرح غیر مشروط جاننا اور شرائط جمعہ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان کا انکار کرنا اور دیہات وغیرہ میں جمعہ پڑھ کر ظہر کی نماز جو فرض قطعی ہے اس کو چھوڑ دینا بلکہ اس کے پڑھنے کو بدعت سیرہ کہنا اور ایک مقتدی سے جمعہ پڑھ لینا اور امامان مجتہدین دین کے مسائل کو منی برا حدیث ضعیفہ کہہ کر خود سخت ضعیف کیا موضوع حدیث سے مسائل بیان کرنا جس کا رد فقیر نے ایک رسالہ مستقلہ جواب تبصرۃ الجمعہ و انواع محمدی و تفسیر محمدی میں لکھا ہے اور انہیں کتابوں میں خنزیر بندر کتے ریچھ وغیرہ کے لٹل و براز خون و منی وغیرہ کو پاک لکھا ہے، اور شراب کو بھی پاک بنایا ہے، جس کا جی چاہے فقہ الحدیث مطبوعہ لاہور کے ص ۵ و روضہ ندیہ مطبوعہ لکھنؤ کے ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں دیکھ لے۔

اور کافر غیر کتابی کے ذبیحہ کو جو چاروں مذہبوں میں حرام ہے حلال جانتے ہیں۔ ص ۱۱ سطر ۲۰ روضہ ندیہ وغیرہ میں دیکھو۔ اور پانی قلیل نجاست دار خواہ ایک کوزہ تک ہو جب تک آدمی کے بول براز سے رنگ بونہ بدلے اس کو پاک جان کر وضو غسل وغیرہ سب کچھ کر لیتے ہیں۔ اور مستعمل پانی بھی ان کے نزدیک پاک ہے۔ دیکھو ص ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ روضہ ندیہ و ص ۵ فقہ الحدیث میں۔

اور سو روکتے بندر وغیرہ کے بول براز کے پڑنے سے تو ان کا پانی پلید ہی نہیں ہوتا خواہ اس کا رنگ وغیرہ بدل ہی جائے کیونکہ وہ پاک چیزیں ہیں۔ اور انواع محمدی میں بھی یہ سب مسائل موجود ہیں اور قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا روا جانتے ہیں عرف الجادی مطبوعہ بھوپال کے ص ۱۵ میں دیکھو۔

پھر انبر سر کے موحدین نے جو ایک رسالہ تحریق الاوراق چھپوایا اس کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ  
 گر اور کوئی چیز نہ ہو تو قرآن مجید کو پاؤں تلے رکھ کر طاقت سے روٹی اتار لینی روا ہے اور حاجت کے  
 وقت قرآن شریف کو کشتی میں نیچے ڈال لینا روا ہے۔ اتنی علی ہذا القیاس

ان کے ایسے مسائل ہیں جو صریح قرآن و حدیث و اجماع کے برخلاف ہیں اور برائے نام  
 مدعی عمل بالقرآن و حدیث کے ہیں اہل سنت سے اصول و فروع میں بہت مخالفت رکھتے ہیں  
 مذہبوں کی تقلید کو شرک و حرام جانتے ہیں پس ان کو لامذہب و وہابی کہنا شرعاً و عقلاً روا ہے۔

## بائیسواں سوال

بعض شخص کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا مطلب۔۔۔ اور قرآن و حدیث پر عمل  
 اماموں ہی کا کام تھا اور قرآن و حدیث سے اماموں نے جو ہر نکال لیا اب قرآن  
 و حدیث کی۔۔۔۔ حاجت نہیں، اماموں کے اقوال نے ہم کو قرآن و حدیث  
 سے مستغنی۔۔۔۔ یہ فقہ قرآن و حدیث۔۔۔۔ بعض کہتے ہیں کہ فقہ۔۔۔۔ کا عطر  
 ہے یہ سب قول۔۔۔۔ ہیں اور ایسے الفاظ کہنے والے کون ہیں؟۔ (ص ۱۱)

جواب: قرآن و حدیث پر عمل کرنا اماموں کے ساتھ خاص نہیں سب اہل اسلام دین  
 داروں کا قرآن و حدیث پر ہی عمل ہے، البتہ قرآن و حدیث کا مطلب سمجھنا ائمہ مجتہدین کا ہی کام  
 ہے۔ پھر جیسا کہ انہوں نے فرمایا اہل علم کی سمجھ میں آیا اور یہ خیال کہ قرآن و حدیث کا مطلب کچھ  
 مشکل نہیں سب کی سمجھ میں آجاتا ہے، کسی امام بزرگ کے معنی بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اصل  
 اور مادہ ہے بد مذہبی کا۔

جس قدر فرق ضالہ ہوئے ہیں وہ اسی خیال پر ہوئے اور اہل سنت کے نزدیک تو ایک عمدہ  
 قاعدہ یہی ہے کہ قرآن و حدیث کی مراد وہی ہے جو سلف اوائل زبان دان و مراد شناس شریعت نے  
 سمجھی کہ ان کو قرآن و حدیث کا علم تھا، اگرچہ بظاہر وہ مراد اپنی سمجھ کے برخلاف معلوم ہو اور یہ قاعدہ  
 اصل عظیم ہے جس کے مخالف بدعتی ہیں۔ کذافی ترجمۃ الشیخ الحدیث الدہلوی المشکوٰۃ۔

مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ رسالہ عجالہ نافعہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں کہ علم حدیث جو سب علوم سے شریف ہے اس کے حاصل کرنے میں دو چیز ضروری ہے: ایک راویوں کے حال کا ملاحظہ۔ دوسرا معنی کے سمجھنے میں احتیاطِ عظیم، ورنہ موجب ضلال و اضلال کا ہے۔ انتہی ملخصاً اور علم فقہ کی تعریف امام بخاری نے جو کی ہے وہ اوپر سوال بیسویں کے جواب میں مرقوم ہو چکی ہے جو فقہ کی تعریف کے کلمات کو ناپسند کرتا ہے وہ اپنا دین برباد کرتا ہے۔

الغرض! عمل برفقہ سعادت دارین ہے اور فقہ سے منحرف ہونا اور عمل بالحدیث کا ادا کرنا محض تکبر و خود بینی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

پھر جب حدیث ابوداؤد و ابن ماجہ میں اجماع امت و قیاس مجتہد کو فریضہ عادلہ یعنی برابر قرآن و حدیث کے ارشاد ہوا ہے۔ کذافی مجمع البحار وغیرہ۔ تو مجتہدین کے اقوال کو نہ ماننا یا قرآن و حدیث کے مخالف جاننا اہل اسلام کا کام نہیں ہے بلکہ اقوال امان دین مجتہدین کو مساوی اور معادل قرآن و حدیث کے یقین کرنا عین ایمان ہے۔ واللہ ہوا الموفق

طرفہ تر اور ہے کہ یہ لوگ عامل بالحدیث خود بات بات میں کتب فقہ اور اقوال امان دین کے ہی محتاج ہیں۔ اپنے فتویٰ میں تو ان سے مدد لے لینا اور دوسرے مسلمانوں کو فقہ سے بے اعتقاد کرنا سوائے ان لوگوں کے کسی اور مسلمان کا کام نہیں ہے۔ واللہ ہوا البہادی

## آٹھواں سوال

سوال ہشتم:

جواب: کافر وہ ہے جو مومن بہ چیزوں سے کسی کا انکار کرے یا ضروریات شرع سے کسی کا انکار کرے یا شرع کی استخفاف یا توہین کرے یا بعد الایمان کلمہ کفر عمداً کہے اور اس پر مصر رہے یا کوئی فعل شعار کفر اختیار کر لے اور یہ بھی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے تو کفر اسی کی طرف عود کرتا ہے۔ کذافی المہبوط من الکتب الدینیۃ

اور مشرک وہ ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وجوب وجود یا عبادت یا صفات ازلیہ ابدیہ میں



شریک بنائے یا کسی فعل مختص باللہ کو کسی غیر سے بالاستقلال منسوب کر دے۔

اور بدعتی وہ ہے جو مخالف شرع کام کرے اور اعتقادات وغیرہ میں اہل سنت سے مخالف ہو جیسے فرق ضالہ اہل اسلام۔

اور اہل سنت وہ ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انا علیہ و اصحابی فرمایا ہے اور وہ لوگ مخالف ہیں جمیع فرق ضالہ روافض و خوارج قدریہ جبریہ معتزلہ وغیرہم سے اور صدہا سال سے اہل سنت و جماعت منحصر ہیں اربعہ مذاہب میں۔ کما مر۔

سوالات مرقومہ بالا کے جوابات سے تقلید شخصی اور متعلقات کا ثبوت ضروری تحریر ہو چکا، جس پر سائل بہت زور و شور کر رہا تھا۔ باقی سوالات کے جواب بھی بقدر ضرورت لکھے جاتے ہیں اور سوالات کا خلاصہ حاشیہ پر مرقوم ہوگا۔

## چھٹا سوال

شریعت و طریقت لازم و ملزوم ہیں یا مخالف؟ بعض کہتے ہیں کہ شریعت --- کے واسطے ہے اور طریقت خواص کے لیے اور دونوں حکم --- اور آپس میں بالکل مخالف ہیں مثلاً غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے اور طریقت میں مرشد وغیرہ کے نام پر کرنا روا ہے جس کا یہ اعتقاد --- کیا ہے اور شریعت و طریقت میں کیا فرق ہے؟۔

**جواب:** شریعت و طریقت مخالف نہیں، بلکہ احکام اسلام کا نام شریعت ہے جو سیدھا راستہ ہے اور ان پر چلنا طریقت ہے، اور اخلاص و احسان حقیقت ہے جس کو تصوف بھی کہتے ہیں۔ حدیث صحیحہ جس میں جبرئیل امین علی نبینا وعلیہ السلام کے اسلام و ایمان و احسان کے معانی پوچھنے کا ذکر ہے وہ اس پر دلیل ہے اور بہت سی دینی کتابوں میں امام مالک رحمہ اللہ کا منقولہ قول ہے:

من تفقه و لم يتصوف فقد فسق و من تصوف و لا يتفقه فقد تزندق



و من جمع بینہا فقد تحقق کذا فی ترجمۃ المشکوۃ للمحدث  
الدهلوی ۔

پھر یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ مجمع البحرین میں لکھتے ہیں :

کمان نبرند کہ طریقہ تصوف مخالف مذہب اہل سنت و جماعت است و صوفیہ فرقہ دیگر  
اندورای ایں فرقہ ناجیہ حاشا و کلا۔ انتہی (۱)

رسالہ مالا بدمنہ کے اخیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ جن کو مولانا شاہ عبدالعزیز علیہا الرحمۃ بیہقی  
وقت فرمایا کرتے تھے۔ لکھتے ہیں :

صورت ایمان و اسلام شریعت ست و مغز و حقیقت اور خدمت درویشاں باید جت  
خیال نیاید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت ست کہ ایں سخن جہل و کفر ست۔ انتہی

اور رسالہ مجمع البحرین میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض تفریط کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو کچھ  
صوفی کرتے ہیں وہی حق ہے، اگرچہ خلاف شرع ہی ہو بلکہ شریعت وہی ہے جو صوفی کرتے ہیں اور  
محال ہے کہ ان سے خلاف شرع سرزد ہو۔ اور مفرط لوگ علما کے قول اور فقہ کا کچھ اعتبار نہیں کرتے  
اور اس کو مشائخ کی محبت اور پیروں کا اعتقاد کہتے ہیں، اگرچہ بظاہر فقہ و شریعت کو مانتے ہیں لیکن ان  
کے حال کی دلالت سے یہی نکلتا ہے کہ باطن میں وہی خیال رکھتے ہیں اور ان لوگوں کو جاہل صوفی  
کہتے ہیں۔

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی مجمع البحرین کا۔ اور اس کے حاشیہ پر کشف الحجب سے لکھا ہے کہ  
علمائے صوفیا ساری خلقت سے عزیز ہیں، اور جاہل صوفی سب سے ذلیل و خوار ہیں۔ مطبوعہ  
مصطفائی ۱۲۶۵ھ کے صفحہ ۲۳ میں دیکھو۔

الحاصل شریعت و طریقت کے احکام مختلف نہیں، فرق صرف اعتباری ہے اور طریقت و حقیقت  
میں زیادہ تقویٰ و احتیاط کی رعایت ہے۔ کمالا تکلی علی الماھر، واللہ ہو الموفق۔

(۱) مرجع البحرین از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۲۰ مطبع محمدی کلکتہ ۱۲۷۴ھ

## ساتواں سوال☆

قبر کا طواف کرنا اور سجدہ کرنا منت مانگنا چڑھاوے چڑھانا عود سلگانا۔۔۔ لے جا کر ہاتھ۔۔۔ پڑھنا کیسا ہے؟☆

**جواب:** قرآن مجید میں بیت اللہ مبارک کے طواف کا حکم آیا ہے اسی لیے یہ طواف حج کا رکن قرار دیا ہے اور حدیثوں میں بیت اللہ کے طواف کو نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کافی معانی الآثار للطحاوی والہدایۃ وفتح القدر وغیرہا۔

اور ترمذی و نسائی و دارمی کی حدیث میں کعبہ کے طواف کو مثل نماز لکھا ہے۔ کذافی المشکوٰۃ۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ نماز و طواف دونوں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں۔ نماز میں کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا ہے اور طواف میں بھی کعبہ کو مطاف رکھا گیا ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نماز نہیں ویسا ہی کعبہ کے سوا کسی کا طواف ناروا ہے۔ اسی واسطے مالا بدمنہ وغیرہ میں طواف قبور کو حرام لکھا ہے اور بعض بہت معتبر حاجیوں سے سند ہے کہ بوقت زیارت روضہ منورہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کوئی کسی قدر گرد پھرنا چاہتا ہے گو اس کا قصد طواف کا نہ ہوتا ہم مجاورین اس بقعہ مطہرہ کے دھمکاتے اور سمجھاتے ہیں کہ طواف بیت اللہ کے ہی لیے ہے یہاں پر طواف نہ کرو اور سجدہ اصل عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے خاص ہے۔

فقہ کی کتابوں میں ہے کہ غیر اللہ کے لیے سجدہ تحیت حرام ہے اور سجدہ عبادت کفر ہے اور رد المختار علی الدر المختار میں فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ کی سند سے لکھا ہے کہ سجدہ غیر اللہ کا مطلقاً کفر ہے۔ مطبوعہ مصر کی پانچویں جلد کے ص ۲۳۶ سطر ۶ میں دیکھو اور اسی رد المختار کی پہلی جلد کے ص ۶۰۲ میں ہے

فی الاحکام عن الحجۃ نکرہ الستور علی القبور .

پھر پانچویں جلد میں استاذ عبدالغنی نابلسی کے کشف النور سے لکھا ہے کہ عوام کی نظروں میں

☆ فقیر نے مسئلہ طواف قبور کے عدم جواز میں رسالہ مستقلہ لکھا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ ریاست بہاول پور کے بعض عمائدین کی توجہ سے چھپ کر شائع ہوگا۔ ۱۲

تعظیم کی نیت سے ہمارے زمانہ میں روا ہے: لأن الاعمال بالنیات۔ ص ۲۳۲ میں دیکھو۔ اور شرح کبیر منیہ ورد المختار وغیرہما میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ قبر پر طعام لے جانا مکروہ ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ ظاہراً وجہ اس کی یہی ہوگی کہ قبر عبرت گاہ ہے وہاں کھانا پینا مکروہ ہے پس اگر کسی بزرگ کی قبر کے مجاور کے لیے کھانا لے جائیں اور وہ قبر سے علاحدہ ہو کر کھالے تو یہ مکروہ نہ ہوا۔ اور یہ خیال کہ قبر پر کھانا لے جا کر بزرگ کو ثواب پہنچانا محض خام ہے۔ خالص نیت اور حلال مال سے جس جگہ سے ثواب پہنچائیں اہل سنت کے نزدیک بفضلہ تعالیٰ پہنچ جاتا ہے اور منت یعنی نذر اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ ہاں! اگر مصرف اس کا کسی بزرگ کی فاتحہ دے کر اس کی اولاد یا مجاوروں کو دینا قرار دیا جائے تو روا ہے۔ کما فی مبسوطات الفقہ

اور طعام پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ کرنا روا ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، چنانچہ اس بارے میں کئی تحریرات ہو چکی ہیں۔ اور ابوداؤد ونسائی کی حدیث (۱) کا دوسرا فقرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ان پر جو قبروں پر مسجد بناتے اور چراغ جلاتے ہیں۔ انتہی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سفر السعادت کی شرح میں لکھتے ہیں :

وگفتہ اند کہ نہی از چراغ افروختن بر قبور از جہت تصبیح مال ست زیرا کہ نفع نیست و روے ہیچ احدیر او از جہت احترام از تعظیم قبور انتہی۔

فقیر کہتا ہے کہ تعظیم قبور وہ منع ہے جو مشابہت پرستوں کی تعظیم کے ہو، ورنہ صحیح حدیثوں میں قبروں کی توہین کی ممانعت بھی ثابت ہے جیسا کہ اسی مقام پر سفر سعادت اور اس کی شرح میں بھی لکھا ہے کہ قبروں پر نہ بیٹھیں اور نہ ان کو پا مال کریں۔

اور یہ واضح رہے کہ فقہ کی کتابوں میں قبروں پر چراغ جلانا مکروہ لکھا ہے مگر جو چراغ قبر کی تعظیم کے واسطے نہ ہو اور اس سے زائرین وغیرہم کو نفع ہو تو وہ اس وعید کے نیچے داخل نہ ہوگا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے پس آپ کے لیے چراغ جلایا گیا تو آپ نے قبلہ کی طرف سے لاش کو دفنایا۔ یہ ترجمہ ہے حدیث کا۔

(۱) مولوی صدیق حسن بھوپالی نے دررہیبیہ کی شرح روضہ ندیہ میں، حافظ محمد لکھوی نے انواع محمدی میں اس حدیث کے خلاف واقعہ ترمذی کی طرف اسناد کی ہے کہ یہ دوسرا فقرہ سنن ترمذی و سنن ابن ماجہ میں نہیں ہے۔ نعوذ باللہ ۱۲ منہ عنہ

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں بہ نقل غرائب لکھا ہے کہ قبر کو ہاتھ سے مسح نہ کرے اور نہ اس کو بوسہ دے کہ یہ نصاریٰ کی عادت سے ہے اور والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کچھ ڈر نہیں۔ انتہی مترجماً اور مشکوٰۃ میں جو بیہقی کی شعب الایمان سے ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن ماں باپ یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو بخشا جاتا ہے اور ماں باپ کے حق میں نیکو کار لکھا جاتا ہے۔ تو اس حدیث کے نیچے شیخ محدثِ دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :

و در بعض روایات فقہیہ بوسہ دادن مرقد پدر و مادر را نیز آمده است۔ انتہی

اور معتبر روایت ہے کہ شاہ عبدالعزیز اپنے والد شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کی قبر کو بوسہ دیتے تھے۔ اب فقیر کہتا ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک صحابی نے آپ کے سر مبارک اور قدم مبارک بوسہ دیا تھا جس پر لکھا گیا کہ عالم و زاہد کا قدم چومنا روا ہے۔ کذافی الدر المختار و رد المحتار۔ اور ماں باپ کا ہاتھ و سر چومنا ان بوسوں سے ہے جو شرعاً روا ہیں۔ کذافی الدر و الفتاویٰ الہندیہ وغیرہما۔ اور مومن کی تعظیم حیات و ممات میں یکساں ہے اور قبر کو حکم مافی القبر کا ہے۔ معانی الآثار طحاوی میں ہے :

عن عمرو بن حزم قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی

قبر فقال انزل عن القبر لا تؤذ صاحب القبر و لا یؤذیک۔ انتہی

امام ابن الہمام جو مجتہد الوقت تھے، فتح القدر میں لکھتے ہیں :

الاتفاق علی أن حرمة المسلم میتا کحرمتہ حیاً۔

غرض فقیر کی اس تحریر سے عوام کو تقبیلِ قبور کے فتویٰ دینے کی نہیں کہ خدا نخواستہ سجدہ تک نوبت پہنچادیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر احیاناً کسی سے ایسا ہو تو اس پر سخت انکار سے پیش نہ آئیں کہ لا باس بہ ہے۔

اب یہاں تک جواب ساتویں سوال کا تمام ہو چکا اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ قبروں پر چراغ وغیرہ کے مسئلے کے نیچے شیخ محدثِ دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ صحیح حدیثوں کی رو سے اور زمانہ نبوت و خلافت میں چراغ وغیرہ قبروں پر مکروہ تھے لیکن بعد ازاں مقابر میں تکلفات پیدا ہوئے اور آخر زمانہ میں اس لیے کہ عوام کی نظر ظاہر مصلحت ہی پر ہوتی ہے، مشائخ اور

بزرگوں کے مقابر کی تعمیر و ترویج میں کئی چیزیں زائد ہوئیں تاکہ اہل اسلام اور نیکوکاروں کی شان و شوکت ظاہر ہو، خصوصاً ہندوستان میں مخالفین کے رعب اور انقیاد کا باعث ہے اور بہت سے کام اور اوضاع جو سلف کے زمانہ میں مکروہات سے تھے آخر زمانہ میں مستحبات سے ہو گئے اور جاہلوں کے رویہ سے تو بزرگوں کی روح بھی ناراض ہیں۔ نیکوکاروں کے جوار میں دفن اور وہاں پر حضور موجب برکت و نورانیت کا ہے اور مقامات حبر کہ کی زیارت اور وہاں پر دعا متواتر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قبر امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ و علی اباءہ الکرام تریاقِ مجرب ہے اجابت دعا کے لیے۔ اور قبروں کی زیارت اور ان کے احترام استقبال و جلوس و تادب میں ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ ان کی زندگی میں تھا۔ کذا قال الطحطاوی - یہ خلاصہ ترجمہ ہے عبارت شرح سفر کا ص ۳۵۰ مطبوعہ کلکتہ سے۔ اور کتاب زاد اللیب میں بھی ایسا ہی منقول ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ایسی باتوں سے منکرین ہر چند زبان درازی کرتے ہیں مگر شرع میں شناخت مصلحت وقت امر اہم ہے۔ اور رد المحتار وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ اختلاف زمان و مکان سے فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے اور اسی بنیاد پر ہے جو حرمین شریفین میں جمع مشاہد و مزارات کبرائے دین پر مکلف غلاف اور سامان روشنی من جانب سلطان اسلام موجود و مہیا ہے اور اعمال کی جزائیات پر طے گی مطلب اس تطویل کا یہ ہے کہ جن مشاہد پر بنا و غلاف و چراغ ہوں تو بعض انکار ان کی زیارت سے محروم نہ رہیں اور دینی فائدہ حاصل کریں۔ واللہ ہو الموفق

## ستر ہواں سوال

ذکر میلاد آنحضرت صلعم کا کرنا ساتھ راگ کے اور جنازہ کے رو برو میلاد پڑھتے جانا اور وقت ذکر ولادت حضرت کے قیام کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر ثابت ہے تو چاروں احکام شرعی میں ہے کون سا حکم ہے فرض یا واجب یا سنت یا مستحب اور جو کوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محفل میلاد میں حاضر مجلس اور غیب دان سمجھے اس کا کیا حکم ہے؟۔ ص ۹



**جواب:** اس سوال میں ایک جگہ درود کو صلعم دوسری جگہ میں جو لکھا ہے یہ منع ہے جس کی تحقیق فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں لکھی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میزاد مبارک کا ذکر خیر جو بہت سے خوارق وارہا صیات پر مشتمل ہے موجب سعادت و برکت ہے۔ کما بین فی محلہ۔

سائل جو اس ذکر کو راگ سے کرنے کا حکم پوچھتا ہے سو اگر مراد اس کی راگ سے اشعار ذکر خیر کو خوش آوازی سے پڑھنا ہے تو اس کے جائز ہونے میں کیا کلام ہے۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مسجد شریف میں منبر پر بٹھا کر اپنی مدح کے اشعار سنے تھے اور اس پر بہت رضا مند ہوئے تھے پس اب بھی صحیح غرض کے واسطے مشروع خوش آوازی سے جو ویسے اشعار پڑھے جائیں تو اس کے جواز و مندوبیت میں کیا شک ہے اور اگر مراد سائل کی راگ سے مزامیر ہیں تو مزامیر کے ساتھ جو کچھ مذکور ہو گا اس کی غیر مشروعیت اور منع میں کسی کو بھی دین داروں سے کچھ کلام نہیں ہے۔ چاروں امام مجتہدین بہ سند دلائل شرعیہ مزامیر کو حرام فرمائے ہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں سے بہت سی روایات اس مضمون کی مل جاتی ہیں جن کا نمونہ درمختار کی یہ عبارت ہے :

ان الملاہی کلہا حرام۔

اور رد المحتار علی الدر المختار میں بھی کئی جگہ فتح القدیر ہدایہ کی شرح سے نقل کیا ہے کہ اشعار اگرچہ مضمون مواعظ و حکمتوں کے ہوں تاہم ملاہی پر ان کا پڑھنا منع ہے، نفس آلات کے واسطے نہ تغنی کی وجہ سے۔ یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا پہلی جلد کے ص ۳۳، پانچویں جلد کے ص ۲۲۲ سطر ۲۷، ۲۸ میں سے۔

اور اس پانچویں جلد میں صوفیا طیبہ کی سماع کی شرائط اور اس امر کا ذکر کہ صد ہا سال سے اس سماع کی رخصت تھی ہو چکی ہے موجود ہے جس کے ملاحظہ سے منصف کو بخوبی تشفی ہو جاتی ہے اور جنازہ کے رویر و مولود کا پڑھنا خلاف ادب ہے۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہ سے متحول ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے الحمد یا کلمہ طیبہ و آیت شریفہ پڑھنا بے ادبی ہے، یہ رباعی پڑھیں :



مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو شیما لہذا ز جمال روئے تو

دست بکشا جانب ز نبیل ما آفریں بردست۔۔۔ روئے تو

کذا فی نفحات الانس و تکملة المقامات المظہریة وغیرہما۔

اور وقت ذکر ولادت باسعادت کے تعظیم کرنے کی تحقیق میں مولوی عبدالمسیح صاحب رام

پوری نے اس ایک رسالہ بنام 'دافع الاوہام فی محفل خیر الانام' (۱) لکھا ہے۔ اور اس میں بہت سی

وجوہ شرعیہ کے اس تعظیم کا استحباب ثابت کیا ہے، اخیر اس تحریر کے یہ آیات لکھے ہیں۔

شرع کے مفتیان ماہر فن لکھتے ہیں یہ قیام مستحسن

دیکھو روح البیان کی تحریر سنو حلی کی بعد ازاں تقریر

عقد مفرد کی دیکھ لو تصحیح اور علامہ غرب کی تصریح

مفتیوں کی سنو سخن سنجی اور دیکھو کلام برزنجی

حسن پر اس کے عام فتویٰ ہے صورت اجماع کیسی پیدا ہے

دیکھو اب توبہ کر کے چپ رہنا بھول کر بھی نہ اس میں کچھ کہنا

فقیر کہتا ہے خبر متواتر ہے کہ حریم شریفین میں بھی اس قیام تعظیسی کا دستور عام ہے۔ اور امام

بخاری علیہ الرحمہ صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حریم شریفین کے اجماع کی پیروی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے برا نگینت فرمائی ہے۔ دیکھو ص ۱۰۸۹ مطبوعہ احمدی دہلی میں۔

اور حدیث مارآہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن جو کتب حدیث و فقہ میں

بطور مرفوع و موقوف مروی ہے اس سے بھی بہ وضاحت تمام ثابت ہے کہ جو امر حریم شریفین تک

میں مستحسن اور پسندیدہ ہو جائے تو دین دار مسلمان کو لازم ہے کہ اس کو مان لے، اور کلام نہ

بڑھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعلام الہی بعض غیب جانتے ہیں خصوصاً اعمال امت جو بحکم

آیت وَ یَکُونُ الرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا و غیرہا کے آپ کو بالیقین معلوم ہیں۔ تفسیر فتح العزیز

میں اس کا عمدہ بیان ہے۔

(۱) یہ رسالہ الحمد للہ فقیر ثاقب رضا قادری کی ترتیب و تخریج کے ساتھ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور سے بنام 'محفل

میلاد - کیا اور کیوں؟' شائع ہو چکا ہے۔

صاحب ردالمحتار نے کئی جگہ لکھا ہے کہ انبیاء و اولیا کو وحی و الہام سے بعض غیب معلوم ہوتے ہیں بلکہ کتب عقائد اہل سنت میں ہے کہ من جملہ کرامات اولیا کے بعض مغیبات پر اطلاع کا حاصل ہونا ہے اور معتزلہ اس کے منکر ہیں اور بسط اس مسئلہ کی ہمارے رسالہ 'سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی' میں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا جلد دوسری کے صفحہ ۲۷۶۔

اور جلد تیرہ کے ص ۲۹۷ سے مولوی اسماعیل صاحب کی صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے ص ۱۷۷ میں ہے کہ روح مقدس حضرت غوث الثقلین و خواجہ نقشبند قدس سرہما کی سید احمد صاحب پر ظاہر ہوئی اور ایک پہر تک سید صاحب کو دونوں ولیوں نے قوی توجہ دی۔ اتنی

پس جب بموجب قول پیشواے غیر مقلدین کے ولیوں کی روح بغداد و بخارا سے متوجہ ہو کر دہلی میں اپنے ایک مرید کی توجہ کے واسطے آگئی اور یہ غیب کی خبر ان کو ہو گئی کہ ہمارا مرید دہلی میں ہے چلو اس کو توجہ دیں تو اب اگر روح پر فتوح سرور عالم جن کو اعمال امت بالیقین معلوم ہیں مجلس مولود میں نور افزا و پر تو اُلگن ہوئے تو کیا عجب ہے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باعلام الہی کسی قدر غیب دان (۱) ہونے کا منکر اہل سنت سے نہیں ہے۔ واللہ ہوا لہادی

## اکیسواں سوال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ کہنا درست ہے یا نہیں اور التحیات میں اشہدان محمد عبدہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بجائے اس کے کیا پڑھا جائے اور --- ناف کے راستہ --- ہوئے تھے اس واسطے عبدہ نہ کہنا چاہیے سچ ہے یا --- اور اس کا قائل مسلمان ہے یا کافر۔ اتنی

(۱) ردالمحتار میں معتبرات سے درج ہے کہ ان النبی معلوم بعض الغیب۔ اور قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے پھر آپ پر غیب دان ہونے کا اطلاق کرنا جیسا کہ متن میں لکھا ہے غور کرنے والے اہل علم کے نزدیک کچھ بھی مستبعد نہیں ہے۔ امانہ عنی عنہ

**جواب:** قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور مقبول جن کے برابر ساری خدائی میں کوئی بندہ نہ تھا آپ کو اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ اور پیارا رسول کہنا شرعاً و عقلاً درست ہے، البتہ بوجہ حقارت کہنا پیغمبر بھی خدا کا ایک بندہ ہی تھا کفار کے شعار سے ہے جیسا کہ قرآن میں کئی جگہ کافروں کی طرف سے یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر ہمارے جیسے ہی بندے ہیں اور آپ کا ناف کی راہ سے پیدا ہونا غلط بات ہے، سائل جو اس غلطی پر کفر تک نوبت پہنچانے پر آمادہ ہوئے تو یہ شعار وہابیت سے ہے۔ اہل سنت تو اسلام کے گم راہ فرقوں کے بھی کافر کہنے سے بہت بچتے ہیں چنانچہ ماہر احکام شرع پر مخفی نہیں ہے۔

## چھبیسواں سوال

سوال بست و ششم:

**جواب:** امام ضامن کا پیسہ بلذو و پر باندھنا اور بوقت رخصت کے امام ضامن کے سپرد کرنا اگر بدیں نیت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ جو حافظ حقیقی ہے محفوظ رکھے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بزرگوں کی توجہ کے اعتقاد کا صحیح ہونا صراطِ مستقیم غیر مقلدین کی بہت معتبر کتاب سے عن قریب منقول ہو چکا ہے اور ہماری کتابوں میں بھی ایسا ہی ہے۔ مقامات مظہر یہ میں لکھتے ہیں:

التفات حضرت غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایساں بسیار معلوم شد باہج کی  
از اہل اس طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بجاش مبذول نیست ہم چنین  
عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف ست مغلان در صحرا وقت خواب  
اسباب و اسباب خود در حمایت حضرت خواجہ میسپارند (۱) و تائیدات از غیب ہمراہ ایساں  
میشود انتہی۔

(۱) قرآن مجید میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حکایت ہے کہ: لَأَهَبَ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ میں بخشوں تجھ کو اے مریم فرزند دانا۔ علی ہذا القیاس قرآن و حدیث میں اس کے نظائر بہت ہیں جن سے جواز ان کلمات مجازیہ کا ثابت ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ



میں اولاد نہیں وہ رونے لگی تو آپ نے فرمایا: یا الہی تیرا نام بھی قادر ہے اور میرا نام بھی قادر ہے۔۔۔۔۔ نہیں تو میں نے اس کو سات بیٹے دیے چنانچہ اس کے سات بیٹے ہوئے اور کسی کی ناؤ ڈوب گئی بعد ۱۲ سال کے آپ نے وہ نکالی یہ باتیں صحیح سے ثابت ہیں یا نہیں؟ یہ اعتقاد کہ آپ ملک الموت سے روح چھین سکتے ہیں صحیح ہے یا نہیں اور ایسا اعتقاد کیا ہے؟ - ص ۸

**جواب:** حضرت غوث الثقلین کا حضرت ملک الموت علی نبینا وعلیہ السلام سے روحوں کا چھین لینا اور کسی عورت کو اپنے حکم سے سات فرزند دینا کسی معتبر کتاب میں نظر نہیں آیا اور اہل سنت کے عقائد کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ ولی کو رسول فرشتے پر فضیلت نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقۃً اولاد دینے والا ہے۔ کذافی معتبرات العقائد۔

اور بارہ سال کے بعد ڈوبی ہوئی ناؤ کا حضرت کی دعا سے نکلنا بعض کتابوں میں مذکور ہے اور یہاں تک مشہور ہے کہ بغداد شریف میں ایک محلہ اس شخص کے نام پر آباد ہے جس کی بارات ڈوبی ہوئی نکلی تھی۔ اور ولی کی دعا سے مردوں کا زندہ ہو جانا کرامات اولیا میں داخل ہے جو اہل سنت کے نزدیک حق ہیں اور اس ناؤ کے نکلنے کو یوں تعبیر کرنا کہ حضرت پیران پیر ڈوبی ہوئی ناؤ کو اپنے حکم سے نکال سکتے ہیں جیسا کہ سائل نے لکھا ہے، یہ وہابیوں کی عادات سے ہے کہ خواہ مخواہ مسلمانوں کی درست باتوں کو اٹنا پلٹنا کر غلط بنانا پھر ان کو کافر کہہ کر اپنے ہم مسلکوں کا دل بہلانا ہے۔ نعوذ باللہ من المحور بعد الکور۔

اہل حق کے نزدیک لازم ہے کہ مسلمانوں کو رفق اور ملائمت سے سمجھائیں اور بصورت بولنے کسی کلمہ نامشروع کے باوصف یہ کہ وہ بہت وجوہ سے کفر کا کلمہ ہو حتی الامکان اس کی تاویل کر کے مسلمانوں کو اسلام سے خارج نہ کریں اور ہو سکے تو کفار کو مسلمان بنائیں۔ ونعم ما قیل و

تو برائے وصل کردن آمدی  
نے برائے فصل کردن آمدی

واللہ ہوا الموفق۔

حضرت مولانا و مرشدان نے ذکر اس کرامت کا جو نظم فارسی میں کیا ہے تو بعد التجا کرنے پیر زال کے حضرت پیر صاحب قدس سرہ کی دعا کا حال یوں لکھا ہے :

بس پیر پیراں با صفا در سجدہ شد پیش خدا  
با عجز و زاری و بکا شد ہمتش مشکل کشا

یارب مرایں اموت رادر جو ف حوت اقوات را

ہر جز و جز و اشتات را از فضل خود زندہ نما

سرمد بسجدہ ہم چناں کر جائے غرق آمد فغاں

کشتی پر از مردان زناں پیدا شدہ بروئے ما

چوں این کرامت شد میں شد خلق را راسخ یقین

بر و در ب العلمیں بر حشر نشرو بر جزا

ظاہر چو شد ایں طرفہ سر بسیار منکر شد مقرر

کشتیہ کا فر منکر شد مومناں را اعتلا

رہا یہ جو سائل نے دسویں سوال میں تعزیہ بنانے اور اس کی تعظیم کرنی اور اس پر منت ماننی اور اس کے سوم وغیرہ کرنے اور شدی نعل جھنڈے بنانے کا اور ان کاموں پر خرچ کرنے کا اور ایسے کاموں میں شریک ہونے کا حکم پوچھا ہے پھر بارہویں سوال میں عالمگیر بادشاہ کے قاضی قوی کو زیارت ہونے حضرت امام حسین سلام اللہ علیہ و علی اباءہ الکرام کی اور خود عالم گیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو کر حکم موقوفی تعزیہ کے بعد تعزیہ کے بنانے کا حکم دینا پھر پندرہویں سوال میں تعزیہ پرستی گور پرستی نجومی رمال جوتسی سے پوچھنا اور شادی کی تاریخ برہمن سے پوچھ کر مقرر کرنا اور ملا سے فال دکھلا کر غیب کی خبریں پوچھنے کا حکم جو مولوی منشی قاضی ایسے کاموں میں شریک و حامی ہوان کے پیچھے اقتدا کا حال پوچھا ہے۔

پھر اسیسویں سوال میں زید کا یہ قول نقل کر کے کہ اگر تعزیہ برا ہے تو اس کے ساتھ سینکڑوں نیکی کے کام ہوتے ہیں، قرآن و درود پڑھا جاتا ہے، کھانا ملتا ہے، خیر خیرات بہت ہوتی ہے جب



اتنے نیک کام ہوئے تو ایک گناہ کا کیا ٹھکانہ ہے بلکہ وہ گناہ بھی نیکی میں داخل ہو جاتا ہے۔ سائل نے پوچھا کہ یہ بات حق ہے یا ناحق ہے تو زید اس عقیدہ سے مسلمان رہا یا مشرک ہوا۔ پھر تیسویں سوال میں۔۔۔ زید کا یہ قول نقل کر کے ایک مرتبہ علانے تعزیہ کے براہ ہونے پر فتویٰ دیا تھا، ایک ملانے ان کے مخالف ہو کر کہا کہ اب لوگ شرع پر قائم نہیں پھر تعزیہ کیوں موقوف کرتے ہو اس کے بہانہ سے لوگ حسین کا نام لیتے ہیں جہاں اور گناہ ہیں ایک یہ بھی سبھی، تب سب علما ساکت ہوئے۔ سائل نے پوچھا کہ یہ بات سچ ہے یا جھوٹ اور جو شخص ایسا کہے اس کا کیا حکم ہے وہ مسلمان رہا یا نہیں؟ اور تعزیہ پرست وغیرہ کو مشرک کہنا جائز ہے یا نہیں مشرک کی بیٹی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟۔

تو ان کا جواب یہ ہے کہ تعزیہ بنا کر اس کی تعظیم کرنی اور منت ماننی مشابہت پرستوں کے شعار سے ہے اور گور پرستی ہے اس لیے بہت سے علماے دین نے اس کو حرام لکھا ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شہدا کو زبان سے مردہ کہنا اور دل سے بھی مردہ جاننے سے نہی فرمائی ہے کہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں :

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ (سورۃ بقرہ: ۱۵۴)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ (سورۃ آل عمران: ۱۶۹)

پس جب عموماً شہدا کی قبروں کی تعلیں بنانی خدا تعالیٰ کی سخت بے فرمانی ہے اور قرآن وحدیث میں صبر اور تحمل کے واسطے فرمایا ہے ماتم جرع فزع سے مسلمانوں کو سخت دھمکایا ہے پس تعزیہ وغیرہ بنانا اور اس میں مال خرچ کرنا اور ترغیب دلانا کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ایسی بد رسموں سے بچائے۔

اور یہ خیال کہ اس سے حسنین کی یاد ہوتی ہے محض خام اور دھوکہ دہی شیطان کی ہے۔ قرآن وحدیث کے مخالف کاموں میں یاد گیری کیا ان کی تعلیں بنا کر ان کے دشمنوں میں شامل ہو کر بالیقین ان کی ارواح طیبہ کو ناراض کر کے غضب الہی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اور حکایات زیارات کی محض بناوٹی اور جھوٹ ہیں۔ مخالفین اہل سنت کیا کیا بہتان بنادیاں نہیں کرتے ہیں، خواب اور زیارت کی ابلہ فریبوں سے گزر کر کتابوں پر بہتان کر کے شائع کرتے

ہیں جیسا کہ سائل نے بیسیوں سوال میں کارستانیوں کی ہیں جس کا جواب اوپر قلم بند ہو چکا ہے۔ اور ایک رسالہ اثبات تعزیہ داری و ماتم میں سید ارشاد علی اشاعری مطبوعہ مطبع حسینی لکھنؤ ۱۲۹۲ھ موسوم بہ تعزیہ عالم، فقیر کو ایک دوست نے دکھایا جس کے دیباچہ میں درج ہے کہ تعزیہ داری و ماتم جناب حسین علیہ السلام کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کیا ہے، پھر ابتدا میں فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی تھی کہ بہشت کی چوکھٹ اور حور عین کی پیشانی کو بوسہ دوں گا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے قدم اور پیشانی کو چوم لے۔

اس نے عرض کی: وہ مر گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کی قبروں کو بوسہ دے۔ اس نے عرض کی کہ ان کی قبریں بھی مجھ کو معلوم نہیں۔ آپ نے ارشاد کیا دو خط بصورت قبر کھینچ کر ان کو والدین کی قبریں تصور کر کے بوسہ دے کہ تیرے واسطے کافی ہے۔

پھر جامع الاصول سے نقل کیا ہے کہ عائشہ صدیقہ گڑیاں بنا کر کھیلتی تھیں اور ابطال الباطل سے لکھا ہے کہ وہ تصویریں گھوڑوں کی تھیں اور گھوڑوں کی تصویریں بتانی حرام نہیں ہیں پس اس بات سے صاف معلوم ہوا کہ ذی روح کی تصویر بتانی اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

اور شرح دلائل الخیرات سے لکھا ہے کہ جبرئیل صورت عائشہ کی سبز حریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے، نیز دلائل الخیرات وغیرہ میں تصویر روضہ منورہ و منبر شریف اور تصویر قبر خلیفہ اول و دوم و تصویر نعل مبارک وغیرہ لکھی ہیں جبکہ اہل سنت کی کتابوں سے ذی روح وغیر ذی روح دونوں کی تصویر بتانی جائز ہوئیں تو تعزیہ کی ممانعت جو نقل روضہ امام حسین علیہ السلام ہے انصاف سے بعید ہے۔ تصویر نعل چری پاؤں کے باعث برکت ہو اور نقل روضہ امام علیہ السلام سبب برکت نہ ہوا سے بت پرستی کہیں۔ اتھی من صفحہ ۱، ۲، ۳ ملخصاً

فقیر کہتا ہے کہ ارشاد علی اشاعری نے اس تحریر میں بہتان و افتراء و کذب و دھوکہ دہی کا ہر ادنیٰ دقیقہ بھی فرو گذاشت نہ چھوڑا۔

اول فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ سے جو حدیث موضوع نقل کی ہے ایک تو فتاویٰ عالمگیریہ پر بہتان کیا۔ دوسرا اتنا بھی نہ سمجھا کہ فقہ کی کتابوں میں روایات فقہیہ ہوتی ہیں حدیث کو ان سے کیا نسبت۔ فقیر سارے اشاعری لوگوں کو اعلان کرتا ہے کہ اگر یہ حدیث فتاویٰ عالمگیریہ سے نکال دیں

جو کچھ مانگیں ہم ان کو نذرانہ دیں، و در صورتِ خلاف گوئی ذرا شرمائیں اور دروغ گوئی کو میگویم بروے تو سے باز آئیں کہ حق تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ لعنة اللہ علی الکاذبین ۵

دوم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالت صغریٰ میں ایسی گڑیوں سے کھینے سے جن کی کوئی اصلی صورت و ما بہ التمییز ظاہر نہ تھی جیسا کہ دینی کتابوں میں لکھا ہے یہ نتیجہ نکالنا کہ ذی روح کی تصویر بنانی اہل سنت کے نزدیک جائز ہے سوائے ارشاد علی کے کسی ادنیٰ دانش مند کا کام بھی نہیں ہے کیونکہ اہل سنت کی جمیع مبسوطات فقہ و احادیث و تفاسیر میں درج ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانی حرام و گناہ کبیرہ ہے اور کفار کے بعد ایسے مصوروں کو عذاب ہوگا۔

سوم حضرت جبریل امین بحکم رب العالمین جو کوئی شبیہ سید المرسلین کے پاس لے آئیں تو اس میں کیا قباحت ہے گناہ تو بنی آدم پر ہے اگر ذی روح کی تصویر بنا کر خالق بلا شبیہ سے تشبیہ پیدا کرے۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ وہ شبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھائی گئی تھی پس عالم رویا کی بات کو احکام دنیویہ سے کیا تعلق ہے؟۔

چہارم دلائل الخیرات وغیرہ میں جو شبیہ کعبہ و روضہ منورہ کی ہے تو شرعاً ان کا بنانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب یعنی کسی طرح کا اس میں ثواب نہیں صرف اباحت ہے اور نہ یہ حکم ہے کہ اس کو دیکھ کر اصل کی سی تعظیم کرو، پس اس سے تعزیہ کا جواز نکالنا جس میں شہدا کو مردہ بنانا ہے اور گور پرستی کے گناہ کے سوا اور کئی قباحتیں موجود ہیں سوائے سخت بے انصافی کے اور کیا تصور کیا جائے!۔ واللہ ہوا بہادی

پھر اسی رسالہ تعزیہ الم کے صفحہ ۱۱ میں امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں خاک بسر ہونا اور سینہ زنی اور چاک گریباں ہونے کی دلیل کتاب الاستیعاب سے لکھی ہے کہ جناب رسول خدا نے طلاق دی بی بی حفصہ دختر خلیفہ دوم کو اور خبریہ خلیفہ دوم نے سنی تو اس وقت خاک اپنے سر پر ڈالی اتنی بلفظ فقیر کہتا ہے کہ اس میں بھی دو بہتان ہیں نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی اور نہ اس کی خبر سن کر شہ سوار میدان ولایت و عدالت جناب خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ خاک بسر ہوئے تھے، حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کے بدگوؤوں کو دیکھ کر کہہ دیا کرو کہ تمہاری شرارت پر خدا ذوالجلال کی لعنت ہو۔

الغرض! اس رسالہ میں اس قدر بہتان و کذب و دھوکہ بازیاں ہیں جن کے شمار کے لیے ایک طومار مرتب ہو، اضلال علی کا نام ارشاد علی رکھنا از قبیل: برعکس نہند نام زنگی کا فوز کے ہے۔ فقیر اتنا لکھ چکا تھا کہ پھر اسی دوست (۱) سے ایک اور رسالہ کے براہین الانصاف مطبوعہ جعفری پریس لاہور ۱۳۰۴ھ مولفہ سید زین العابدین ساکن بٹالہ کا دیکھنے میں آیا جس میں حامیانِ دین اسلام صحابہ کرام و مجتہدین عظام و اولیا خدا ذوالجلال والا کرام کے حق میں بہتان بندی اور خلاف ورزی کی رو سے سخت زبان درازیاں کر کے اسلام کو بدنام کیا ہے، ہر چند ان لوگوں کے جواب میں رسالہ ہدیۃ الشیعتین فقیر کا منصفوں کے لیے کافی ہے مگر اس جگہ کئی بہتان اس کے قلم بند کرتا ہوں تاکہ عوام اہل اسلام اس کی دھوکہ دہی سے بچیں۔

واضح رہے کہ براہین الانصاف کے صفحہ ۵۹ کی ابتدا میں چاروں امامان اہل سنت پر لعنت کرنے کی دلیل کے بیان میں ہرزہ درائی کر کے سطر اخیر میں میزان شعرانی کے ص ۶۳ سے لکھا ہے:

وکان الإمام ابوحنيفة اذا افتى يقول هذا رأى أبى حنيفة .

یعنی تھا امام ابوحنیفہ کہ جب فتویٰ دیتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ رائے ہے ابی حنیفہ کی۔ اتنی بلفظ اور نیز اس کے ص ۵۹ سطر ۱۵ سے ۱۹ تک ہے اور میزان الشعرانی کے ص ۶۲ میں لکھا ہے:

وکان الامام الجعفر يقول من اعظم فتنه يكون على الامة قوم مقبون في الامور برائهم فيهدم الاسلام بذلك .

یعنی امام جعفر صادق فرماتے تھے کہ بڑا فتنہ ہوگا اوپر امت کے کہ ایک قوم قیاس کرے گی بیچ امروں کے ساتھ رائے اپنی کے پس گرائے گی اسلام کو ساتھ اس قیاس کے۔

اتنی

اور اوپر اس کے دراسات اللیب وہابی کی کتاب سے نقل کرتا ہے کہ امام جعفر صادق نے ابوحنیفہ سے کہا کہ پہنچا ہے ہم کو کہ تو قیاس کرتا ہے نہ قیاس کر کہ اول جس نے قیاس کیا تھا وہ ابلیس ہے۔ جب امام جعفر صادق سے ثابت ہوا کہ پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا پس خدا نے فرمایا:

(۱) یعنی خلیفہ محمد فضل الرحمن صاحب امام جامع مسجد کب فیروز پور۔ ۱۲

وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝ (سورۃ حجر: ۳۵/۱۵)

ابوحنیفہ پر بھی بسبب قیاس کرنے کے مثل ابلیس کے لعنت ہوئی۔ انتہی ملخصاً

اب اہل حق پر روشن ہو کہ اس شخص نے پہلے نقل میں سخت خیانت یہ کی ہے کہ عارف شعرانی

نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ چاروں امام مخالف شرع رائے کی مذمت کرتے ہیں پہلا ان

----- ہر رائے مخالف شرع سے بیزار ہے جھوٹ ہے جو بعض متعصب اس امام کی طرف

رائے کی نسبت کرتے ہیں یہ متعصب قیامت کے دن امام کے روبرو سخت فضیحت ہوں گے جس کے

دل میں نوہوا ایمان ہے وہ کسی کو چاروں اماموں سے بُرا نہیں کہتا ہے۔ الخ

پھر آگے اس کے امام صاحب کی تبریٰ رائے کی دلیل میں لکھتے ہیں :

و كان اذا افق يقول هذا راي ابى حنيفة و هو احسن ما قدرنا عليه

فمن جاء باحسن منه فهو اولى بالصواب . انتہی

اس مقولہ میں سے اخیر عبارت میزان شعرانی کی جو امام صاحب کے نہایت انصاف اور کمال

اتباع شرع کی دلیل تھی سقط کر کے صرف پہلا فقرہ نقل کیا اور اس کو رائے کے مخالف شرع پر حمل کر

کے معاندانہ اور حاسدانہ طور پر جو جی میں آگیا کہہ دیا۔

پھر دوسری نقل میں امام ہمام سیدنا جعفر صادق سلام اللہ علیہ و علیٰ اباءہ الکرام علاوہ اس سے کہ

فرقہ ناجیہ اہل سنت کے نزدیک امام بحق ہیں شیعہ کے ہی اتفاق سے امام معصوم ہیں جن کے کلام کو

تحریف کرنا اور ان کے مخالف مرضی حکم کو ان کی طرف نسبت کر دینا کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے

بہتان کر دیا کہ ان کے کلام کے اخیر سے یہ عبارت کہ يحرمون ما احل الله و يحلون ما

حرم الله کو جو صریح بتلا رہی ہے کہ حضرت امام کے نزدیک وہ رائے جو مخالف شرع کے ہو بُری

ہے سقط کر کے بجائے اس کے یہ فقرہ کہ فينهدم الاسلام بذلك کسی اور کے کلام کو امام ہمام کی

طرف نسبت کر دیا۔

پھر یہ شخص مؤلف براہین الانصاف کا اس قدر علم سے ماری ہے کہ فتنہ کی صفت تکون کو

جو مونث چاہیے اور میزان شعرانی میں بھی یوں ہی منقول ہے، یکون لکھتا ہے اور فينهدم جو

انهدام لازمی سے ہے اس کے معنی متعدی کے کرتا ہے۔ پھر دراسات اللیب سے بہ سند امام شعرانی



جو امام ہمام سیدنا جعفر صادق سے امام صاحب کی زجر نقل کی ہے وہ بھی بیچ پوچ ہے دو وجہ سے :  
 اول تو یہ کہ امام شعرانی نہایت ثنا خواں ہے ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم رضی اللہ عنہم کا جیسا کہ  
 ان کی میزان سے اوپر ابھی کچھ منقول ہوا ہے پس شعرانی کی سند سے امام صاحب کی توہین ثابت  
 کرنا محض خلاف واقع اور زرا بہتان ہے۔

دوم یہ کہ شیعہ کی معتبر کتابوں سے مثل نہج الحق و صحیح الکرامہ سے ثابت ہے کہ امام جعفر صادق  
 سلام اللہ علیہ و علی ابائہ الکرام نے امام اعظم کو فرمایا تھا کہ تو میرے جد بزرگ وار کی سنت کو زندہ  
 کرنے والا ہے اور سیدھے راستہ کی طرف رہنما ہے اور ایسا ہی ان کو حضرت باقر و زید شہید سلام اللہ  
 علیہما نے اجازت فتویٰ کی دی ہے۔ چنانچہ فقیر نے اصل عبارت اس کے عبارت شرح تجرید کے  
 رسالہ ہدیۃ الشیعتین میں نقل کی ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ۔

اور شیعہ کا ہے کہ اجتہاد کا جامع ہو وہ واجب الاطاعت ہے پس جو شخص امام ابوحنیفہ کو واجب  
 الاطاعت نہ جانے تو اس نے ائمہ اہل بیت اطہار کی شہادت کو رد کیا ہے جو شیعہ کے نزدیک کفر ہے  
 - كما حقہ فی التختہ الاثنا عشریۃ من معتبرات الشیعۃ - جب امام صاحب کے واجب الاطاعت نہ جانے  
 والے کی کفر تک نوبت پہنچی شیعہ کے اصول کی رو سے تو امام صاحب پر لعنت کرنے والے کا حال تو  
 کافروں سے بھی زیوں تر ہوا۔ فویل لصاحب ہراہین الانصاف الذی ہو مظهر الکفر  
 والجور والاعتساف۔

پھر اسی براہین کے ص ۶۷، ۶۸ میں بہت سی فقہ حنفی کتابوں کے نام لکھ کر ایک عبارت عربی  
 لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلث علمی اگر چہ شدید ہو جائے ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے تو  
 اس کے ترجمہ میں لکھا ہے یعنی سکر پیدا ہو جائے اور نیز اپنی طرف سے یہ بھی لکھا ہے کہ سوا شراب  
 انگور اور خرما کے اور سب قسم کی شراب مباح ہے، اگر چہ سکر کرے سطر ۶، ۵، ص ۶۸ سو یہ بھی زرا  
 بہتان ہے کیونکہ مسند امام اعظم میں حدیث لا تشرب مسکرا اور حدیث حرمة الخمر  
 بعینہا قلیلہا و کثیرہا و المسکر من کل شراب موجود ہے۔ اور ہدایہ وغیرہ میں بھی  
 یوں ہی ہے اور نووی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جو شراب مسکر ہو وہ باجماع مسلمین حرام ہے۔  
 دیکھو دوسری جلد کے ص ۱۶۴ میں۔ اور حنفی مذہب میں فتویٰ اسی پر ہے کہ جس شراب کا کثیر مسکر ہو۔



قلیل بھی حرام ہے۔ کذا فی کتب الفقہ -

پس اس ظالم بہتانی سے منتقم حقیقی بدلہ لے، پھر اسی براہین کے ص ۶۸، ۶۹ میں امام مالک سے جوازِ لواطتِ غلام و منکوحہ نقل کر کے اس امام ہمام کے حق میں بھی بہت ہرزہ درائی کی ہے اور یہ بھی نرا بہتان ہے، کیونکہ خود امام مالک رحمہ اللہ کی موطا میں باب حد اللواطہ میں ابن شہاب سے لکھا ہے کہ لوطی کے واسطے رجم یعنی سنگ سار کرنا ہے مھسن ہو یا غیر مھسن اس کی شرح عربی میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ مذہب امام مالک کا بھی ہے کہ لوطی کو رجم ہے مھسن ہو یا غیر مھسن۔ اور میزان شعرانی و طبی شرح مشکوٰۃ وغیرہما میں ایسا ہی لکھا ہے، نیز موطا امام مالک کے کتاب النکاح میں ہے :

باب بحرم الایتان فی الدبر و یحل فی قبلها من جانب دبرها قال اللہ  
تعالیٰ: نَسَاؤُكُمْ حَرْتُ لَكُمْ فَاتُوا حَرَّتْكُمْ اَنۡی سِئْتُمْ ۔

اور اس کی شرح عربی میں ہے کہ باتفاق اہل علم ایسا روا ہے اور عورت سے لواطت حرام ہے۔

انتہی مترجماً

اب اس سے صریحاً بہتان بندی شیعہ کی ثابت ہوئی۔ پھر اسی صفحہ ۶۹ میں امام شافعی علیہ الرحمۃ سے طہارتِ منی کے مسئلہ میں نووی شرح صحیح مسلم کی عبارت بل یحل اکل منی لکھ کر اس کا ترجمہ یوں کیا ہے بلکہ حلال ہے کھانا منی کا۔ سطر ۱۳ میں دیکھو۔

سو یہ بھی اس شخص کی تحریف اور بہتان بندی ہے کیونکہ نووی شرح صحیح مسلم میں هل یحل اکل المنی بطور استفہام کے لکھ کر اخیر میں لکھا ہے کہ حلال نہیں، کیونکہ منی گندگی ہے اور جملہ خباثتِ مرحمہ میں سے ہے۔ مطبوعہ احمدی کے پہلی جلد کے ص ۱۲۰ سطر ۲۴ میں دیکھو۔

پس اس شخص نے واؤ عاطفہ کو حذف کر کے اہل استفہامہ کو بل سے تحریف کر کے اخیر ساری عبارت کو سقط کر کے بہتان کر دیا کہ منی کا کھانا شافعی کے نزدیک روا ہے۔ واللہ عزیز ذوا انتقام۔

اور اسی براہین کے ص ۶۹ میں لکھا ہے اور کتاب فتح القدر اور ہدایہ کی کتاب الاشرہ میں ہے کہ امام حنبلی بھنگ نوشی واسطے خوشی کے جائز جانتا ہے۔ انتہی

فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی اس شخص کا بہتان ہے۔ فتح القدر اور ہدایہ کے باب الاشرہ میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے اور خود امام احمد کی مسند میں حدیث مروی ہے کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام ۔

ردالمحتار میں ہے: رواہ احمد و ابن ماجہ الدارقطنی و صحیحہ ص ۲۹۳ جلد ۵ پھر اسی صفحہ میں ردالمحتار کے ابن تیمیہ حنبلی مذہب سے اجماع اس پر نقل کیا ہے کہ شیوہ یعنی ورق القتب جس کو ہندی میں بھنگ کہتے ہیں حرام ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ اتنی مترجماً اور درمختار میں بھی معتبرات سے نقل کیا ہے :

من قال یحل البنج والحشیشة فهو زندق مبتدع .

ردالمحتار میں ہے کہ اس کو فتح القدیرو بحرائق وغیرہما میں تسلیم کیا گیا ہے۔ الغرض صاحب براہین الانصاف بہتانات میں سخت جری ہے، اور یہ نہیں جانتا کہ بہتان غیبت سے بدتر ہے جو ماں سے زنا کرنے سے بہت بری ہے۔ کما جاء فی الحدیث۔

رہا یہ کہ اسی صفحہ ۶۹ براہین میں امام شافعی رحمہ اللہ سے جواب لعب شطرنج نقل کرنے کے اس سے روا ہونا قمار بازی کا ان کے نزدیک ادا کیا ہے جس پر کسی شیعہ ناصر خسرو کے یہ آیات لکھتا ہے۔

شافعی گفت کہ شطرنج مباح است مدام	کج مبارزید کہ جز راست نغزو امام
بو حنیفہ بہ ازیں گفت در احوال شراب	کہ ز جو شیدہ بخور نبود بر تو حرام
حنبلی گفت چو در ورطہ غم در مانی	اندکی بنگ خور و سوائے اجبا نجرام
گر کنی پیروی مفتی چارم مالک	او ہم از بہر تو تجویر کند و طی غلام

بنگ وی خورد کون میزن و خوش باز قمار

کہ مسلمانی بریں چار امام ست تمام

اتنی من صفحہ ۶۹، ۷۰۔

فقیر کہتا ہے کہ اس تمام ہدیانات کا بہتانات ہونا اور ثابت ہو چکا ہے۔ اب شطرنج قمار بازی کی افترا پردازی کا حال سنو کہ بہت سی کتب فقہ میں ہے کہ شطرنج میں جب قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب میں خلل پڑے اور نہ اس میں قسمیں کھائے اور نہ اس پر مداومت کرے اس صورت میں امام شافعی مباح جانتے ہیں یعنی واسطے تیزی عقل کے اور اگر ان چار چیز سے ایک بھی پائی جائے تو شطرنج بازی باتفاق ائمہ اربعہ کے حرام ہے۔ کذا فی الدر المختار و ردالمحتار وغیرہما

پس قمار لگا کر خرچ ہمیشہ کھیلنے کو امام شافعی کے نزدیک روا کہا جیسا کہ ناصر خسرو نامہ اعمال سیاہ کر رہا ہے محض باطل و افترا ہے۔

الحاصل شیعہ کا دین جھوٹ بولنا اور بہتان کرنا اور نیک راہ سے اہل اسلام کو دھوکہ دے کر ہٹانا ہے اور برائے نام مومن کہلانا ہے جو قرآن و حدیث سے منافقین کی صفت ہے۔ ہاں کیوں نہ ہو کہ ان کا معتد اور بُرا چیشوا عبد اللہ بن سبا یہودی منافق تھا جیسا کہ اپنے مقام پر بتلین ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا قبول اور مدارج علیہا اسلام پر وصول ایسا نہیں کہ کسی کے نوعاً وغیرہ سے کچھ نسبت ہو جائے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد

ہر آنگس خف ز غر شیش بسوزد

وَاللّٰهُ مَعِمُّ نُورِهِ وَكَوْ كِرَةٌ الْمَشْرِ كُوْنَ ۝

پھر اس براین کے صفحہ ۷۵ میں حضرت محبوب سبحانی سید السادات شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے بُرا کہنے کی دلیل یہ لکھا ہے کہ الشیخ عبدالقادر الجیلانی انه کان مشکوک النسب اس سے سید ہونا کجا ان کا شیخ ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اسی ملخصاً

فقیر کہتا ہے: اول تو یہ بھی نرا بہتان ہے، اس لیے ابن جوزی علیہ الرحمہ کی کسی کتاب کا نام نشان نہیں لکھا ہے اور سوائے براین وائے کم علم کے اس عبارت کو ابن جوزی کثیر العلم کی طرف کوئی نسبت نہیں کر سکتا ہے کیونکہ علاوہ دوسرے قبائح عقلی معنوی اس کے لفظ کان کا بالکل بے محل ہے ہم عصروں کے کلام میں اس کو کیا گنجائش ہے۔

دوم اگر مان لیں کہ ابن جوزی نے اس قسم کی کچھ بات کہی ہوگی تو اس کا کہنا داخل اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت غوث الثقلین کا ہم عصر اور منکر تھا صوفیہ کرام کا۔ کمانی ترجمہ المشکوٰۃ والافصول السنۃ وغیرہا۔ اور قول اقران کا ایک دوسرے حق میں خصوم جب مذہبی تحارز ہو غیر مقبول ہے، کیونکہ حد سے انبیاء و صدیقین ہی بچے ہیں۔ قالہ جماعة من الائمة الکبار۔ کلامی ردالمحتار وغیرہ۔

سوم اگر مان لیں کہ یہ قول مقبول ہے تاہم غیر منکر حدیثوں و نامستول ہے کیونکہ اس میں یہ کچھ بھی تشریح نہیں کہ حضرت کے نسب میں کیا خلل تھا پس حرج غیر منسربا مسحیر ہوا کرتی ہے۔ کمانین

فی موضع۔ پھر براہین کے ص ۷۸ گلستانِ بلبل شیرازی کی یہ عبارت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ زاویدم کہ درخانہ کعبہ روئے بر حصانہادہ میگریست و میثالیدوی گفت کہ خدایا اوروز قیامت مرا تا بیجا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نگردم۔ اچھی

نقل کر کے پھر لکھتا ہے کہ بعض سنیوں نے لفظ زاویدم شیعہ کم سے بدل کر دیا ہے تاکہ زمانہ اس کا موافق رہے اس شعر کی صوفی کے۔

مینش کامل و عاشق تولد

و عاشق داں ز معشوق الہی

فقیر کہتا ہے کہ تحریف کتب شیعہ فرقہ شیعہ سے ہے، سنیوں سے اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرائے۔ اوپر کی تحریفات سے اگر کسی قدر ہو گیا۔ اب اس عبارت گلستان کا حال جو کتبوں اور مدرسوں میں لڑکوں کی بھی زیر نظر ہے دیکھو کہ اس شخص نے کتنی تحریفات اس میں کی ہیں۔

اول ابتدا میں لفظ ”شیخ“ کا بڑھا دیا ہے۔

دوسرا ”ذیدم“ کو ”ذیدم“ سے تبدیل کر دیا ہے ”رحمۃ اللہ“ کے اخیر سے لفظ ”علیہ“ کو گرا دیا ہے ”در حرم کعبہ“ کو ”درخانہ کعبہ“ بتایا ہے۔ ”نہاد و یودی گفت“ کے درمیان سے لفظ ”بود“ کو حذف کر کے دو لفظ ”میگریست و میثالید“ جو دونوں کا جامع ہونا سخت قبیح ہے زیادہ کیے ہیں۔ ”اے خداوند“ کو ”خدایا“ لکھ کر اس کے اخیر سے ”بخشاوا اگر مستوجب حقویم“ اس قدر عبارت کو اڑایا ہے۔ ”مرا روز قیامت“ کو ”در روز قیامت مرا“ سے تبدیل کیا ہے۔ اور اخیر کے ”بناستم“ کو ”نگردم“ بنا دیا ہے جیسا کہ اصل عبارت گلستان مطبوعہ نول کشوری سے جس کے راقم مرزا جان نے تاریخ ۱۲۹۱ ہجری ثالی ہے، حاشیہ ص ۳۷ پر مرقوم ہوئی ہے تاکہ ناظرین اصل اور نقل صاحب براہین مقابلہ کر کے اس کی تحریف کا حال مشاہدہ کریں کہ دوسٹر میں دس بناوٹ کی ہیں اور یہ جو ذیدم کو صحیح بیان کرتا ہے یہ بھی براہین والے کی بے گنجی ہے کیونکہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب پاک کی تاریخ وصال ۵۶۳ ہجری ہے اور تاریخ تصنیف گلستان ۶۵۶ ہجری ہے جس سے ثابت ہے کہ بعد وصال حضرت کے ایک سو سات برس یہ گلستان لکھی گئی اور ابھی تک شیخ سعدی علیہ الرحمہ قید حیات میں تھے اور مشہور ہے کہ پہلے چالیس سال اپنی عمر میں شیخ علیہ الرحمہ نے تحصیل علوم کر کے دوسرے

چہل سال میں سیاحت کی ہے تو پھر حرم کعبہ میں حضرت کادیکھنا غیر صحیح نکلا۔ کمالاٹکھی علی المسائل۔  
حاصل کلام حضرت غوث الاعظم کی سیادت اور عموم ولایت اور تواتر کرامات کا چہ چا اس قدر  
ہے کہ حرمین شریفین وغیرہ بلاد اسلامیہ کے قبول سے بڑھ کر شرعاً غربا زبان زد خلاق ہے، بے  
دینوں کی بکواس سے کیا ہوتا ہے۔ جب انبیاء و صدیقین حاسدوں و طاعنوں سے نہ چھوٹے بلکہ خالق  
کل عزوجل تک زبان درازیاں پہنچ گئیں تو باقی کیا رہا۔ ونعم ما قیل۔

ومن ذا الذي ينجوا من الناس سالما

وللناس قال بالظنون وقيل

صدق الله تعالى: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔

اہل سنت کے مخالف فرقوں کے رسالوں وغیرہ کے جھوٹ و بہتان کے نمونہ کا یہ حال ہے جو  
اوپر تحریر ہوا ہے۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

رجعنا الی جواب المسائل: تعزیہ پرستی، گور پرستی، کسی سے غیب کی خبر پوچھنی، برہمن  
سے پوچھ کر شادی کی تاریخ مقرر کرنی سخت گناہ ہیں اور کسی سے خبر غیب پوچھ کر اس کا باور کرنا ایمان  
کا نقصان ہے۔

فاسق سے افتد اکروہ ہے کافر سے افتد انا روا ہے اور افعال کفر و کلمات کفر مبسوط کتابوں میں  
درج ہیں۔ مولانا قادری علیہ رحمۃ الباری نے شرح فقہ اکبر کے اخیر اس کی خوب تحقیق کی ہے۔ من  
شاء فلینظر ثمہ۔

## تیسواں سوال

دو حقیقی بہنوں کا معا ایک مرد کے ساتھ نکاح روا ہے یا نہیں اور جو جائز جان کر ایسا  
نکاح کرائے اس کا کیا حکم ہے؟۔ (ص ۱۲)

جواب: دو حقیقی بہنوں کا معا ایک مرد سے نکاح بالکل ناروا ہے اور جو شخص ایسا نکاح



کرائے اور اس کو حلال جانے تو کافر ہو جاتا ہے حرام قطعی کا حلال جاننا کفر ہے۔

## چوبیسواں اور پچیسواں سوال

۲۴: نکاح طلاق عیدین کی نماز جنازہ وغیرہ قاضی کے حکم سے متعلق ہیں یا نہیں؟

اگر متعلق ہیں تو کس دلیل سے؟ ص ۱۲

۲۵: نکاح اور ذبح کی اجرت یعنی وہ بھی -----

**جواب:** لائق فائق قاضی جو من جانب بادشاہ اسلام یا بہ تجویز اہل اسلام مقرر ہو جائے تو جو کام اس کی تفویض ہوں شرعاً اس کو ان کا اختیار ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں تو بادشاہ یا اس کے مازوں کا ہونا شرط ہے جیسا کہ اپنے محل میں مذکور ہے اور فقیر نے رسالہ رد تبصرہ و انواع محمدی وغیرہما میں اس کا ذکر مدلل لکھا ہے جو بوسط چاہے اس میں دیکھے۔

نکاح خوانی وغیرہ کی شرعاً کوئی اجرت مقرر نہیں البتہ وقت بے وقت جو ایسے کاموں کے انجام کے لیے کسی اہل علم کو بلا یا جاتا ہے اگر وہ اس آنے جانے اور وقت کے صرف ہونے کے بدلے کچھ اجرت لے لے تو روا ہے۔ یا اگر اہل محلہ و شہر یا گاؤں کے مسلمان اپنی مسجد کے امام کی خدمت کے واسطے نکاح وغیرہ پر کچھ مقرر کر چھوڑیں تو ادا کرنا اس کا ایفایے معاہدہ کے رو سے لازم ہوگا۔

اور مسجد کا امام اگر صرف مسجد کی خدمت و جماعت میں ہی مصروف ہے اور کوئی دنیاوی شغل نہیں کرتا جس سے اس کی اوقات بسر ہو تو لامحالہ مسلمانوں خصوصاً اس کے مقتدیوں کو لازم ہوگا کہ اس کے مایحتاج اور ضروریات کا خیال رکھیں چنانچہ اسی نظر سے اب ان وقتوں میں اہل اسلام نے شادی غمی کے موقعوں پر اماموں اور دوسرے اہل علم کی خدمت مقرر کر رکھی ہے جو شرعاً مستحسن ہے۔ مگر امامان مسجد کو لازم ہے کہ وہ نیت خالصاً اللہ رکھیں تاکہ دینی و دنیاوی دونوں فائدے حاصل ہوں۔ واللہ ہوا بہادی

در اصل تو اہل علم کے حقوق بیت المال سے متعلق تھے بہ توفیق والی اہل اسلام اگر اس طرف متوجہ ہوں تو ان کی سعادت اور سبک دوشی ہے۔ واللہ ہوا بہادی



## ستائیسواں سوال

(۱) -----

**جواب:** کچھ تو اوپر مسطور ہو چکا ہے۔ باقی یہ رہا کہ شادی پر رسومات تیل مہندی وغیرہ

کا کرنا علی العموم سب مسلمانوں کے گناہ ہے تو اہل علم کو ان بُری رسموں سے بچنا بہت ہی ضروری ہے قیامت کو بھی علما کو عوام سے زیادہ پرسش ہوگی جیسا کہ شرع میں مقرر ہے اور بُرے کاموں سے سچی توبہ لازم ہے اور گناہ پر اصرار کرنا اور اس کی استخفاف کفر تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔ عالم ہر چند خود بے عمل ہو، تاہم جب نیک کام بتائے تو اس کی اتباع کیوں نہ کی جائے۔ نیک بخت امام کے پیچھے نماز پڑھنی بہت ثواب ہے، گناہ گار کے پیچھے بھی روا ہے مگر مکروہ ہے۔ اہل سنت کا مسئلہ محققہ ہے:

و یجوز الصلوۃ خلف کل بر و فاجر .

اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت میں ہی رکھے اور دوسرے گمراہ فرقوں کی صحبت و محبت سے

بچائے۔ آمین۔

الجبیب بمقصد اعلاء کلمۃ اللہ و ابتغاء مرضات اللہ فقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر الہاشمی الحنفی

القصوری کان اللہ فی ابتداء ۱۳۰۵ ہجری علی صاحبہا الف الف صلوة وسلام مع الحرۃ الجمعین۔

ق

تصدیق علمائے اہل سنت

ان جوابات کی تحقیق باسند ہے۔

فقیر غلام محمد بگوی، امام مسجد شاہی لاہور

فقیر نور احمد، امام جامع مسجد انارکلی، لاہور

حافظ غلام مصطفیٰ خان قصوری

فقیر فضل حق، امام مسجد کلاں قصور

## إعلان

اہل اسلام کو مشردہ ہو کہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے جو براہین احمدیہ وغیرہ میں الہامات غیر مشروعہ کا دعویٰ کر کے علاوہ کمال مخالف شرع شریف کے دین حقہ اسلام پر مخالفین سے زبان درازی شروع کرادی تھی اور صاحب رسالہ اشاعت السنۃ نے بھی اس کی تائید میں سخت مخالفت شرع اختیار کی تھی پہلے اس سے اکثر علمائے عرب و عجم نے فتویٰ دیا تھا کہ یہ دونوں بطالت و ضلالت پر ہیں اب ان دونوں کے نہایت ضلال و اضلال کی تحقیق میں حرمین شریفین کے چاروں مذہب کے مفتیوں کا فتویٰ آ گیا ہے جو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عن قریب چھپ کر موجب از دیار رونق اسلام و سبب ہدایت خاص و عام ہوگا۔ واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون۔

العبد

حافظ عبدالخالق



لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

جميع العلم في القرآن لكن

تقاصر عنه أفهام الرجال

الوقف لله الغفور من جانب حاميان دين از فيروز پور و قسور

تحقيق

صلوة الجمعة

{ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء }

-: تالیف :-

اضعف عباد اللہ النجیر محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر قسوری کان اللہ

ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

تعداد جلد ۳۵۰ - ۲۲ اگست ۱۸۷۳ء کو طبع ہوئی۔

کیس کیلہ شیء و هو التسمیع البصیر

بصیر علم فی القرآن لکن تعلمہ انعام الرجال

یوقف ہند النفوس جانب طیبان بن زفر زبور قصور

بصیر عدیس الکوئیل

۱۳۸۸

تحقیق صلوٰۃ الجمعہ

۱۳۸۸

مدونات ذریعہ عن اہل شرب ناتی ایف بی دوام لطف القدر

عبدہ جگت نام شاہ نوری نصیر

بہنام غشی عزیز الدین

دیو مطبع کٹوریا پریس لاہور طبع شد

۱۸۵۱ء

[باہتمام غشی عزیز الدین، کٹوریا پریس، لاہور سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ عزوجل کی بے حد تعریف اور بے شمار مدح و ستائش کے بعد جس نے اپنے دائمی فضل و کرم سے ہماری تعلیم و تربیت کے لیے اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو دستور العمل احکامات، فرائض اور واجبات کی صورت میں عطا فرمائے اور اس کے ضمن میں اپنی ذات پاک کے قرب و عرفان کے لیے عبادت کے ذریعہ ہدایت فرمائی۔

لاکھوں درود و سلام سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ جبلی اور لطفِ اصلی پر جو ہماری آسانی و سہولت کے لیے ہیں۔ یہ مشیتِ خاک اس ذات پاک کا دامن کرم تھا مے ہوئے ہے جس کے جملہ فرامین شہنشاہی کو حواشی حدیث اور سراسر آگاہی سے مزین و آراستہ کیا گیا اور بیانِ شافی کے ساتھ جس نے مجمل کلام کی عقدہ کشائی فرمائی اور اعیانِ وانی کے ذریعہ سے ہر جگہ اور ہر مقام پر دستگیری فرمائی۔

اور آپ کی عترتِ طاہرہ پر سلام ہو جنہوں نے شارحِ متن کے کلمات خیر اور شارعِ ملت کے کلمات طیبات کو من و عن ہم تک پہنچایا اور اپنے اجتماعیات و مجتہدات سے بھی آگاہ فرمایا۔

میں علمائے ربانیین کا خادم عبد حقیر غلام دستگیر خاکسار عرض گزار ہے کہ ان دنوں ایک رسالہ 'تذکرۃ الجمعة' کا معائنہ و مطالعہ کیا جس کا موضوع و مقصد انکار فقہ اور ثقہ روایات کی تضعیف و تردید کے سوا کچھ نہیں۔ میرا دل اس سے بہت زیادہ دکھی ہوا۔ بعض احباب سے تذکرہ کے دوران اس کی خامیوں اور مضامین کی نادرستی کو دکھایا اور یہ میری دلی تمنا تھی نیز بعض احباب نے اس درد کارونا بھی رویا کہ آپ اس کا جواب تحریر کریں۔ پس غفلت سے ایام گزرتے گئے، کام تعطل کا شکار رہا اور بظاہر طبیعت اس کی طرف مائل نہ ہوئی کہ یکا یک میرے ایک عزیز کی جانب سے جمعہ کے حوالے سے میرے مخدوم و پیشوا کی بارگاہ میں استفسار پہنچا اور آپ کی بارگاہ سے اس ناکارہ کو جواب تحریر کرنے کا اشارہ موصول ہوا اور یوں میری دلی مراد حصولِ انجام سے سرفراز ہوئی تو اس پر بنا کرتے

ہوئے سب سے پہلے آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم عالی کی تعمیل دوسرا احباب کی رضائے دلی کے بعد میں استفسار کا جواب معتبراتِ اہل سنت اور مقبولاتِ ملت سے پیش کروں گا اور تذکرہ مذکورہ کا ردِ بلغ کروں گا۔

اللہ عزوجل اپنی بارگاہ سے اس کو مقبولیت کی خلعتِ فاخرہ پہنائے اور یہ ہدیہ جناب عرشِ قباب معدن رسالت و مخزن نبوت علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ تک پہنچائے اور اس سراپا خطایات کے لیے سبب نجات بنائے۔ آمین یا رب العالمین

## سوال

اگر نماز جمعہ فرض عین نہیں ہے تو پھر ایک کے بعد دوسری جماعت کرنا جائز کیوں نہیں ہے۔ اگر سلطان (حاکم وقت) کی اجازت پر موقوف ہے تو پھر امام سے پوچھا جائے کہ دوسری جماعت کیوں نہیں کرنی چاہیے؟۔

اگر تمام اہل اسلام کے نزدیک فرض ہے تو پھر شہر کا ہونا اور امام کا ہونا کیوں شرط ہے؟ حالانکہ شریعت میں ایک وقت میں دو فرض کہیں بھی بالکل فرض نہیں ہیں۔

## جواب

نماز جمعہ فرض عین ہے۔ کتاب مجید، حدیث رسول اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ اس کا منکر کافر ہے جیسا کہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الفقہ میں لکھا ہے۔ طیبی (شارح مشکوٰۃ) نے بعض کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرض کفایہ ہے بہر حال والاؤل هو المعول یعنی پہلا ہی قابل تحویل و حمل ہے۔

## تحقیق شرط مصر

اور رہی بات مصر (یعنی شہر) اور امام کے شرط ہونے کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی



اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لا جمعة و لا تشریق إلا فی مصر جامع - رواہ عبدالرزاق کذا فی  
إرشاد الساری شرح صحیح البخاری .

جمعہ اور تکبیرات تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں ہیں۔ اس کو عبدالرزاق نے روایت  
کیا جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے۔ (۱)

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا أضحی إلا فی مصر جامع - کذا  
فی الهدایة -

جمعہ تشریق، عید فطر و اضحیٰ سوائے شہر کی جامع مسجد کے کہیں ادا نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اس  
کو ہدایہ نے نقل کیا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم روایت فرماتے ہیں :

لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة الفطر و لا الضحی الا فی مصر جامع  
أو مدینة عظيمة . رواہ ابن شیبہ و صححہ ابن حزم - کذا فی  
الشرح الكبير للمنیة -

جمعہ، تشریق، نماز عید فطر و اضحیٰ سوائے شہر کی جامع مسجد یا بڑے شہر کے کہیں جائز نہیں۔

پس ان احادیث کے ذریعہ سے احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہ پڑھا جائے گا اور  
یہی مذہب حضرت علی، حذیفہ، عطاء، حسن بن ابی حسن نخعی، مجاہد، ابن سیرین، ثوری اور حنون کا کام

(۱) جیسا کہ ان میں سے ہر ایک کی تصریح کی گئی ہے اور اس کی تحقیق کا حق اس کے مقام پر ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی  
یہ اعتراض کرے کہ مذہب حنفیہ کی احادیث کی سند کتب صحاح کے علاوہ کتب میں ہیں اور دوسرے مذاہب کی  
احادیث بخاری میں ہیں۔ تو اس وہم کو یوں دور کیا جائے گا کہ کتب صحاح کی تالیف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے  
زمانہ کے بعد ہوئی ہیں، اگر ان کتب کے مؤلفین نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق احادیث کو  
نقل نہیں کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احادیث غیر صحیح ہیں کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ صحاح کی بہت سی ایسی  
احادیث بھی ہیں کہ جن کو ان کتب میں نقل نہیں کیا گیا اور اگر کوئی اصحاب سنن کی احادیث کو جنہیں مذہب امام  
میں نقل کیا گیا ہے ضعیف کہے تو اس سے اعتراض امام صاحب پر نہیں بلکہ ان راویان حدیث پر ہوگا۔ ۱۲

ہے جو کہ معرکہ دین کے شہر ہیں۔

بخلاف دوسرے ائمہ جیسے امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک دیہات میں بھی جمعہ جائز ہے بشرطیکہ وہاں چالیس بالغ مرد اصلی مقیم ہوں (یعنی مسافر نہ ہوں) اور موسم گرما و سرما میں سوائے حاجتِ اصلیہ کے باہر نہ جاتے ہوں۔ اور مالکیہ نے بھی اسی طرح کی نصوص کے ساتھ تخصیص کی ہے کہ دیہات قدیم ہونا چاہیے اور اس میں مسجد اور بازار ہو اور ان کی بطور حوالہ مستند حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے جس کو بخاری نے باب الجمعہ فی القرئی والمدن میں نقل کیا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جو اُٹی بحرین میں ادا کیا گیا تھا۔ اور کعب کی روایت کے مطابق یہ بحرین کے دیہات میں سے ایک قریہ تھا۔

اور حنفیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں قریہ سے مراد مدینہ (یعنی شہر) ہے جیسا کہ بکری نے کہا اور اس کو قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا۔ اور صحاح میں ہے کہ جو اُٹی بحرین میں ایک قلعہ ہے اور قرآن مجید میں قریہ پر شہر کا اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۝ (سورہ یس: ۱۳۶)

اور ان کے لیے اصحابِ قریہ (شہر) والوں کی مثال بیان فرمائیں۔

اس میں قریہ سے مراد انطاکیہ ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے :

لَوْلَا أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝ (سورہ زخرف:

۳۱/۳۳)

یہ قرآن ان دو بڑے شہروں کے لوگوں پر کیوں نازل نہ ہوا۔

قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہے۔ اور اس طرح اب دونوں احادیث (مرویات حضرت ابن عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے درمیان کوئی منافاة (تضاد) نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد ہیں۔

بالفرض اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ ان احادیث میں قریہ سے مراد دیہات لینے سے بھی کوئی

مضانقہ نہیں ہے تو ان احادیث کا یہ مفہوم نہ صراحتاً اور نہ دلالتاً ہے کہ شارع علیہ السلام جو اشی میں اقامت جمعہ پر مطلع ہوئے ہوں اور آپ نے ان کو قائم رکھا اور جب تک یہ معنی ثابت نہیں ہو جاتا ہے تب تک استدلال نہیں کرنا چاہیے اور حدیث مرتضوی کے مقابل پیش نہیں کرنا چاہیے۔

اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرتضوی کے تحت لکھا ہے کہ یہ باتفاق ضعیف ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ حدیث دو طرق سے مروی ہے ایک حجاج سے اور دوسرا جریر از منصور ہے۔ پہلی ضعیف ہے اور دوسری صحیح ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں یہ حدیث آ جاتی اور ان کو اس کا علم ہو جاتا تو وہ کبھی بھی اس قسم کا قول نہ کرتے جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ ابن حزم نے اس حدیث کی صحت کی صراحت کی ہے اور ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے لیے جناب علی المرتضیٰ ہی امام و پیشوا کافی ہیں کیونکہ آپ کی تعریف میں بساب مدینۃ العلم اور لولا (لو لا علی لہلک عمر یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) ہونا ہی کافی ہے، شرح الکبیر میں زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے۔

رسالہ تذکرۃ الجمعہ میں ہے کہ اسد بن زرارہ کی امامت کا قصہ فرضیت جمعہ اور مدینہ شریف میں نزول آیت سے پہلے کا تھا۔

شرط مصر کی نفی کرنے کے لیے اس کو لانا سراسر حق سے چشم پوشی اور ناحق کا تمسک ہے، کیونکہ ایک واقعہ فرضیت جمعہ سے پہلے اور شارع علیہ السلام کے وجود علم میں آئے بغیر کا ہے بشرطیکہ شارع علیہ السلام اس کے بارے میں کوئی حکم ارشاد فرماتے ان کے درمیان مساوات کسی طرح قائم ہوگی بلکہ اس کی نفی نمایاں ہو رہی ہے یہ تو صرف پاگلپن ہے۔

اگر ہم اس تحقیق کو بھی نظر انداز کر کے یہ کہیں کہ یہ قصہ حدیث مرتضوی کے معارض ہے تو پھر مدینہ (شہر) قریہ پڑھنے کو بطور سند شمار کرنا یہ کہاں کی دانش مندی ہے؟ شہر اور گاؤں کو یکساں جاننا یہ کون سی عقل مندی ہے؟ ان دشمنوں کے نصیب میں فہم کلام کی سعادت کہاں!!!

نیز یہ قصہ بیہقی وغیرہ کی روایت اقامت جمعہ اسد بن زرارہ کے حرہ میں واقع ہے اور وہ فناے مصر (شہر سے دور) تھا پس تعارض نہ ہو اور منکرین کا زور و شور اس طرح سے جڑ سے ختم ہو جاتا ہے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

فَاسْعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۝ (سورۃ جمعہ: ۶۲/۹)

پس تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

تمام اہل سنت کے نزدیک اس کا اطلاق مفرد پر محمول نہیں ہے، کیونکہ اہل علم میں سے کسی نے صحرا میں نماز جمعہ ادا کرنے کو تجویز نہیں کیا ہے۔ پس مطلق کو حدیث مرتضوی کے ساتھ شہر میں مقید کر کے مطابقت پیدا کرنا صحیح اور مناسب ہے جیسا کہ شرح المہدیہ میں ہے۔

## معنی مصر کا بیان

جب شہر کی شرط شریعت نے مقرر کر دی ہے تو تم کو شہر کا معنی لازمی سننا چاہیے۔ اگرچہ شہر کی تعریف میں بہت زیادہ اختلاف ہے مگر فیصلہ یہی ہے کہ حضرات مکہ و مدینہ دونوں شہر ہیں کہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک وہاں جمعہ جاری ہے جو شہر بھی ان دو شہروں کی مثل ہوگا وہ مصر کہلائے گا اور مصر کی جو بھی تفسیر ان دو شہروں میں سے کسی ایک کے بھی خلاف ہوئی تو وہ نامعتبر تصور کی جائے گی جیسا کہ متاخرین کی جماعت درمختار اور وقایہ وغیرہ نے اختیار کی ہے کہ 'مصر وہ شہر ہے کہ اگر اس جگہ کے تمام مقیم لوگ بڑی جامع مساجد میں جمع ہو جائیں تو اس میں سانس نہ سکیں'۔

یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ حرمین شریفین کی مساجد وہاں کے مقامی باشندوں اور دور کے لیے گنجائش رکھتی ہیں پس اس تعریف کے تحت یہ دونوں مصر نہ کہلائیں گے حالانکہ اس جگہ پر اقامت جمعہ چودہ سو سال سے جاری و ساری ہے۔ اور یہ ہرگز معلوم نہیں ہے کہ مکہ و مدینہ دو رنبت و خلافت میں وہاں کی مساجد آج کے دور سے بہت چھوٹی تھیں۔ لہذا وہ تعریف جس کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے افادہ سے جنہوں نے سیکھی اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا وہ صحیح اور درست ثابت ہوتی ہے اور وہ تعریف یہ ہے :

مصر سے مراد ایسا شہر ہے جو بازاروں، چوراہوں پر مشتمل ہو وہاں پر حاکم مظلوم کو انصاف دلوانے پر قادر ہو اور عالم مرجع عالم ہو۔

چنانچہ حرمین شریفین اس تعریف میں شامل ہیں۔

اس تعریف کو ضعیف ثابت کرنا اس لحاظ سے کہ اجراءِ احکام کی صورت نہیں بندھتی ہے، غیر معقول ہے کیونکہ قدرتِ اجرا مطلوب ہے اور وہ اللہ کے فضل سے ہمیشہ حاصل ہے جیسا کہ شرح الکبیر میں ہے اس کو معتبرات سے نقل کیا ہے۔ پس صاحب تذکرہ کا یہ قول کہ شارع علیہ السلام سے حدود مصر کا تعین مضبوط طور پر سامنے نہیں آیا ہے یہ محض مجتہد کی رائے ہے، مقرراتِ شرعیہ سے غفلت ہے اور اجتہادی انکار ہے۔

فقہ میں ہے کہ جب قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے مزین دلائل قویہ پایہ ثبوت تک پہنچ چکے ہیں جیسا کہ خود اپنے مقام پر مذکور ہے تو یہ خبر سوادِ اعظم کی اتباع کے لیے کافی ہے کہ اس کی پیروی و اتباع کا حکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، اس سے اتباع لازم ہی نہیں بلکہ الزم ہو جاتی ہے چنانچہ فرمانِ مصطفوی ہے :

اتبعوا السواد الاعظم ، وید اللہ علی الجماعۃ من شد شد فی النار ۔

— رواہ الترمذی و ابن ماجہ وغیرہما۔

سوادِ اعظم کی پیروی کرو اور اللہ کا دستِ قدرت جماعت پر ہے جو اس سے الگ ہو اور جہنم میں کٹ کر گر گیا۔

اور صحیح بخاری و قسطلانی میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو لزومِ جماعت کا حکم دیا ہے، اس سے مراد اہل علم یعنی مجتہدین ہیں۔

### اہل سنت کا چار مذاہب میں منحصر ہونا

پس اس مقام پر ہے کہ محققین امت کا اتفاق ہے کہ اہل سنت چار مذاہب میں منحصر ہیں ان کے ماسوا بدعتی اور جہنمی ہیں جیسا کہ سید احمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ در مختار میں کہا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا: اس طائفہ (جماعت) کا نام اہل سنت و جماعت ہے۔ تمام مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اور جو ان مذاہب سے خارج ہے وہ بدعتی اور اہل جہنم سے ہے۔

اور عارفِ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان کبریٰ میں افادہ نقل فرمایا ہے :

فکل من خطا مجتهدا بعینہ فکانہ خطا الشارع ۔



جس کسی نے مجتہد معین کی طرف خطا کی نسبت کی پس گویا اس نے شارع علیہ السلام کی طرف نسبت خطا کی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام امت حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مجتہدین کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان بزرگوار کا انکار کرنا بڑی دلیری ہے جنہوں نے پروردگار کی اطاعت کی۔ حق تعالیٰ ان کو اپنا مزید قرب عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

## ایک جگہ میں جمعہ کی ادائیگی

ہم اپنے اصل مطلب کی طرف آتے ہیں۔ شارع علیہ السلام کے ظاہری زمانہ حیات اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور تمام صحابہ کرام اور تابعین ایک ہی مقام پر نماز جمعہ ادا فرماتے تھے حالانکہ نماز پنج گانہ کی جماعت کا متعدد مقامات پر رواج پڑ گیا تھا۔ چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حضرت معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کا جماعت کے لیے تقرر عمل میں آچکا تھا جیسا کہ اس کی تصریح صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہا نے کی ہے۔ لہذا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے شہر میں دو مقام پر اقامت جمعہ کو تجویز نہیں فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جمعہ علامات دین سے ہے، لہذا اس کو تقلیل و کمی کے ساتھ ایک شہر میں متعدد مقامات پر ادا نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا زمانہ نبوی تھا، اسی طریق پر یک جا جمعہ ادا کرنا چاہیے۔

امام صاحب سے ایک روایت کے مطابق اور صاحبین کے قول کے مطابق کہ اگر کسی شہر کو ایک نہر (دریا) دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے اور ایک جگہ اکٹھا ہونا حذر یا موجب حرج ہو تو ایسی صورت میں ضرورت کی بنا پر دو یا دو سے زائد مقامات پر جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ فتویٰ اسی روایت پر ہے جیسا کہ شرح الکبیر میں اس کی صراحت ہے اور دیگر کتب میں بھی مذکور ہے۔

## شرطِ سلطان کے بیان میں

ان مذکورات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب شرط سلطان کو سنو کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے امام



یعنی سلطان کا ہونا بھی شرط ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

من ترك الجمعة وله امام جابر او عادل لا جمع الله شمله - رواه ابن ماجه والبخار وغيرهما -

جس نے جمعہ کی نماز کو ترک کیا اور اس کا بادشاہ ظالم ہے یا عادل ہے، اللہ عزوجل اس کو جمعیت نہیں عطا فرمائے گا۔

اور نائب سلطان اس کا قائم مقام ہے جب کہ قسطلانی وغیرہ میں ہے حسن بن ابی الحسن بصری نے فرمایا کہ سلطان پر چار چیزیں موقوف ہیں اور جمعہ ان میں سے ایک ہے۔

حبیب بن ثابت اور امام اوزاعی نے کہا کہ جمعہ صرف امیر کے ساتھ ہی پڑھا جائے۔

ابن منذر نے کہا کہ سلطان یا اس کا نائب کے لیے جمعہ سنت ہے ورنہ وہ لوگ ظہر ادا کریں۔

یہ طریقہ صحابہ کرام اور تابعین سے سلف نے حاصل کیا حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ایام محاصرہ میں اقامت جمعہ فرماتے تھے اور خود کو امر مبادرت کا نہ فرماتے تھے۔

اگر سلطان یا قاضی موجود نہ ہو اور شہری لوگ ہوں تو کسی ایک کو امام بنائیں اور نماز جمعہ ادا کریں، تو ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ وہ شخص لوگوں کی رضا سے امام مقرر ہوگا۔ شرح الکبیر میں اسی طرح ہے۔

## احتیاطِ ظہر کا بیان

جب تم نے یہ دونوں شرطیں ذہن نشین کر لیں تو چار رکعت احتیاط بھی لازمی سن لو۔

فقہ کی عام کتب نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر تم کو بعض شرائط جمعہ کے وجود میں تردد ہو یا متعدد مقامات پر جمعہ پڑھا جائے تو بہتر ہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد چار رکعت احتیاطِ ظہر پڑھ لے تاکہ اگر جمعہ بغیر شرائط کے ہو رہے تو ظہر ساقط نہ ہو وہ اپنے وقتی فرض کی ادائیگی سے یقین کے ساتھ عہدہ برآ ہو اور فرض خدا کو پورا کرنے سے اس کو خلاصی حاصل ہو۔

اس تقریر سے یہ بات مستفید ہوتی ہے کہ ان چار رکعت احتیاطِ ظہر کو ادا کرنے سے ایک وقت

میں دو فرض کا اجتماع ہرگز لازم نہیں آتا ہے، پس اس کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لو اور آئندہ مذکورات میں یہ وہم بھی دور ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل

مگر صاحب بحر الرائق شرح کنز الدقائق نے ان چار رکعت کے عدم جواز پر فتویٰ اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کے خوف سے دیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب ظہر ادا کر لی ہے تو جمعہ فرض ہی نہ تھا۔

## در مختار کے کلام کو نقل کرنا

صاحب در مختار نے اس مسئلہ میں بحر الرائق کی متابعت کی ہے لیکن علامہ سید ابن عابدین نے رد المحتار علی الدر المختار میں اس وجہ کی عقدہ کشائی فرمائی ہے، بحر الرائق کے اس قول کا رد بلیغ کیا اور در مختار میں بہت سی مستند روایات جو بزرگوں سے افادہ ہو کر معمول سابق کو تقویت پہنچاتی ہیں، کو شامل کیا ہے چنانچہ میں سید واجب الاکرام (سید ابن عابدین) کے تمام کلام کا ترجمہ کرتا ہوں تاکہ حقیقت حال منکشف ہو جائے :

سید السند رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بحر میں ہے کہ ان چار رکعات کو پڑھنے میں بالتحقیق کوئی احتیاط نہیں ہے۔

یعنی اس کی بنا ایک شہر میں متعدد مقامات پر نماز جمعہ کے عدم جواز پر ہے اور تعدد جمعہ کا جواز دو قوی ترین دلائل سے ثابت ہے۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ یہ قول مردود ہے بلکہ چار رکعت احتیاطاً ہے، اس معنی کے لحاظ سے کہ وہ یقین کے ساتھ وقتی فرض کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہو جائے کیونکہ تعدد جمعہ کا جواز اگرچہ راجح ہے اور اس کی دلیل بھی قوی ہے مگر اس جگہ شبہ اس سے بھی قوی تر ہے کیونکہ عدم جواز تعدد کی روایت بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی روایت ترمذی اور طحاوی کی مختار ہے اور صاحب مختار نے اسی راستے کو اختیار کیا اور اس کی عنابی کو اظہر فرمایا اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور امام مالک سے بھی مشہور ہے اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین سے دو روایات میں سے ایک روایت یہی ہے چنانچہ اس کو مقدسی (علامہ نور الدین علی مقدسی - شارح نظم الكنز) نے اپنے رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعة میں ذکر کیا بلکہ امام سبکی جو محققین شافعیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ

تعدد جمعہ کے عدم جواز کا قول اکثر علما کا ہے اور صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک نے بھی ایک شہر میں متعدد جمعہ کو تجویز نہیں کیا ہے۔

## تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز کا قول قوی ہے ضعیف نہیں

صاحب بدائع الصنائع کا قول بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے، وہ فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز پر ہے۔

شرح منیہ میں جوامع الفقہ سے نقل ہے کہ ظاہر مذہب تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز پر ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایات ہیں۔

اور صاحب نہر الفائق نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

اور تاملہ میں رازی نے کہا کہ ہم اس سے یہ اخذ کرتے ہیں۔ یعنی ایک شہر میں تعدد جمعہ کے عدم جواز کی روایت پر ہم عمل کرتے ہیں۔

پس یہ مذکورات ہی کافی ہیں۔ ان سے ثابت ہو گیا کہ ایک شہر میں تعدد جمعہ کی روایت کے عدم جواز کا قول مذہب حنفیہ میں معتبر ہے اور ضعیف نہیں ہے۔ اسی بنا پر شرح منیہ میں ہے کہ اختلاف کے پیش نظر جواز تعدد جمعہ اور اس کے عدم جواز کا اختلاف قوی ہے، اس لیے چار رکعت احتیاطاً پڑھنا بہتر ہے اور ضرورت کے پیش نظر جواز تعدد کی روایت کے مطابق فتویٰ دینے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ چار رکعت کو احتیاطاً روا کرنا تقویٰ کی بنا پر ہے۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ اگر ہم روایت عدم جواز تعدد کو ضعیف فرض کر لیں تو احتیاط ظہر اس اختلاف سے باہر آنے کے لیے بہتر ہے۔ اور بہتر کیوں نہ ہوگی کہ ائمہ کرام کا اختلاف ہے، حالانکہ بخاری و مسلم وغیرہما کی حدیث میں واقع ہے کہ جو کوئی شبہات سے پرہیز کرتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کو پاک کرتا ہے۔

اسی بنا پر بعض کہتے ہیں کہ جس کسی کی زندگی میں کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو، تاہم وہ قضاے عمری ادا کرتا ہے تو یہ مکروہ نہیں، کیونکہ اس عمل کی بنیاد احتیاط پر ہے۔

قنیہ میں ہے کہ بے شک یہ قضا مستحسن ہے اگر اس میں مجتہدین کا اختلاف پایا جائے۔ ائمہ کے اختلاف مذکورہ کے سبب ہمارے لیے چار رکعت احتیاط ہی کافی ہے۔

اور مقدسی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ ہر وہ جگہ جس کی مصریت (شہریت) میں شک ہے تو وہاں کے لوگ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد چار رکعت احتیاط ظہر ادا کریں کیونکہ اگر جمعہ اپنی جمیع شرائط کے ساتھ واضح نہیں ہے تو پھر وہ ادا نہ ہوا، اس لیے اپنے وقتی فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وہ چار رکعت احتیاط ظہر پڑھے۔

اسی طرح کافی میں تحریر ہے اور قنیہ میں ہے کہ جب لوگ جمعہ کی نماز ادا کر کے کسی دوسری جگہ میں مبتلا ہو جائیں تو تکرار جمعہ کے جواز اختلاف کی بنا پر ائمہ کرام ان کو جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط ظہر چار رکعت پڑھنے کا حکم دیں۔

اور اس واقعہ کو ہدایہ کے بے شمار شارحین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔  
ظہیر یہ میں ہے کہ بخارا کے اکثر مشائخ چار رکعت احتیاط ظہر پڑھنے میں متفق ہیں تاکہ وہ وقتی فرض نماز کے عہدہ سے بری الذمہ ہو جائیں۔

مقدسی نے فتح القدر سے نقل کیا ہے کہ فرض کے بعد چار رکعت احتیاط ظہر کو اس کے وقت میں ادا کر لے اگر اس نے ادا نہیں کی ہے کیونکہ وجود مصر پر تردد لاحق ہے یا متعدد جگہوں پر جمعہ ادا کیا گیا ہے۔ اسی طرح محقق ابن جرباش رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور اس مدق نے فرمایا :

یہ اختلاف موہوم ہو یا محقق ہو یہ چار رکعت پڑھنے کا فائدہ تو باہر (نماز جمعہ سے) آنے سے ہے اور اگر ہم تعدد جمعہ کو صحیح سمجھیں تب بھی یہ چار رکعت بغیر کسی ضرر کے باعث نفع ہیں۔

اس کے بعد محقق مذکور نے چند چیزیں ذکر کی ہیں جن سے چار رکعت احتیاط ظہر چھوڑنے والوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور پھر ان کا نہایت نفاست اور محققانہ شان سے ردِ بلیغ فرمایا ہے۔

نہر الفائق میں ہے کہ چار رکعت کی مندوبیت میں شک نہیں ہے اگرچہ ہم جواز تعدد کے قائل بھی ہو جائیں کیونکہ اس اختلاف سے چھٹکارا اسی وجہ سے ہے یعنی چار رکعت ادا کرنے سے۔

شرح باقانی میں ہے: صحیح یہی ہے کہ تعدد جمعہ کے جواز کے باوصف چار رکعت ادا کرنا مندوب ہے۔

## چار رکعت واجب ہیں یا مستحب!

تحقیق یہ ہے کہ چار رکعت نماز جمعہ کے بعد ادا کرے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ چار واجب ہیں یا مستحب؟ تو اس حوالے سے مقدسی نے ابنِ شخبہ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ چار رکعت مستحب ہیں۔

پھر تو اس قول میں بحث کرے کہ اس وجہ سے کہ تو ہم کی صورت میں صحت جمعہ کے لیے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے اور شک و شبہہ کے قائم ہونے کی صورت میں چار رکعت ادا کرنا واجب ہے اور اپنے استاذ ابن ہمام کی تقریر کو نقل کر دیا ہے جو اس جگہ بہت فائدہ مند ہے اور اس مقام پر یہ معلوم ہوا کہ شک قائم ہونے کی صورت میں یہ چار رکعت سنت جمعہ کے قائم مقام نہ ہوگی اور غیر شک کی صورت میں نائب سنت ہو جائیں گی۔ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار رکعت کو لازمی تعبیر کیا، اس تفصیل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اور قنیہ کے کلام سے جو کہ اوپر مذکور ہوا ہے اسی طرح پایہ ثبوت تک پہنچے ہیں اور اس مقام کی تمام تحقیق رسالہ مقدسی میں ہے یعنی نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ میں۔

اور اس کی قدرے تحقیق امداد الفتاح میں مذکور ہے اور اس باب میں اس قدر طوالت مکالمت کو میں نے رد کر دیا ہے تاکہ کلام شارح کا مذاق ہو جائے جس نے بحر الرائق کے فتویٰ کی متابعت کرتے ہوئے چار رکعت نماز احتیاط ظہر کو مطلقاً ناجائز کہا اور لوگوں کو وہم میں ڈال دیا۔ اگر ان چار رکعت کو اعلانیہ پڑھنے سے فساد برپا ہوتا ہے تو پھر اس کو اعلانیہ نہ پڑھے۔ مقدسی کہتے ہیں کہ چار رکعت احتیاط ظہر کی ادائیگی عوام کے لیے محل فساد ہے لہذا ہم ان کو حکم نہیں دیں گے بلکہ خواص کو کہیں گے کیونکہ وہ ان کی نسبت رہنما ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اس مقام تک رد المختار کے کلام کا ترجمہ ہے۔

اس سے خاص قوم مفہوم لی گئی ہے

اور اس سے خاص قوم مراد لی گئی ہے کہ اگر کسی شہر کی مسجد میں نماز جمعہ دیگر مساجد کی نسبت



پہلے پڑھی گئی تو جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی شخص کسی حاجت کے لیے اگر وہاں آتا ہے تو وہ چار رکعت احتیاط ظہر نہیں پڑھے گا اس کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔

حالانکہ مناسب تو یہی ہے کہ صاحب تذکرہ کے اعتراضات جو اس نے ردالمحتار کے مؤلف کی عبارت پر وارد کیے ہیں ان کو رد کرنے کے لیے اس کو نماز میں مصروف ہو جانا چاہیے۔

اس بات کو خوب ذہن نشین کر لو کہ تذکرہ میں ردالمحتار کی عبارت کو بہت زیادہ حذف کرنے کے بعد نقل کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت جو محیط اور کافی میں چار رکعت ادا کرنے کے حوالہ سے تھی اس کے درمیان اسقاط ظاہر ہے، اس لیے کہ کافی نے حاکم کو جمع کیا ہے۔

انام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو جو ظاہر الروایات سے ماخوذ ہے جیسا کہ بحر الرائق کے رد میں اس کی تصریح ہے پس اس معتبر کے واضح خلاف ہونا خود پسندی کو ملامت کرنے کا موجب ہے اس کی روایت میں واضح فرق ہے نیز محقق ابن جریر اش نہر الفائق اور ابن الہمام کی نقل کو پس پشت ڈال دیا ہے، نقل کرنے میں بھی علمی خیانت جگہ جگہ سے عیاں ہے اور انتہا تو یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے مطابق بھی حفاظت نہیں کر پایا ان تمام کا سبب اعراض ہے۔

سبحان اللہ وجمہ۔ کہ صاحب ردالمحتار کی تحقیق کو عرب و عجم میں مقبولیت حاصل ہے اس قدر عالی مرتبت ائمہ کی اسناد کے ذریعہ سے رد ظاہر ہو اور بے وقوف دھوکہ باز جو اس کو نامعتمد، ضعیف اور متروک العمل ذکر کرتے ہیں اور پھر ردالمحتار کی عبارت کے تکرار کے ساتھ اس کو مستند بنانے کی ناحق جسارت کرنا کیا دین دار لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے؟

اس سے خاص قوم مفہوم لی گئی ہے۔ میں نے سید مدنی صاحب سے اس حوالے سے دو بار پوچھا تو آپ نے کافی دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا کہ صحیح اور درست ہے۔

## تذکرۃ الجمعة کے اعتراضات کے جوابات

برخیال صلح شان و جنگ شان۔ ان کے ساتھ صلح کے خیال یا جنگ کے خیال سے اس مقام پر ان کے نامعقول اعتراضات کا جواب دینے کی بالکل ضرورت نہیں ہے مگر ان کی خلاف ورزی کو نظر تشہیر کے ساتھ میں نے اس تفصیل کو اجمال کے ساتھ جمع کیا ہے اور میں نے بنیاد فساد کو منہدم کر دیا



ہے تاکہ امثلہ کو اغوا کرنے والے لوگوں کے لیے کسی قسم کی جگہ نہ بنے۔ ان شاء اللہ التقوی

قولہ: تعدد جمعہ کے عدم جواز کے باب میں اس طرح استدلال کرنا یہ کہ تجویز تعدد سوائے اس معنی میں کسی صحابی یا تابعی سے محفوظ نہیں ہے معلوم نہیں ہے اور اس کے منع میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے چنانچہ ردالمحتار میں خود اس طرح سے تصریح کی ہے: ولم يوجد دليل عدم جواز التعدد .

یعنی عدم جواز تعدد کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ پس یہ استدلال ضعیف اور ناقص ہے۔ الی قولہ

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت اقامت جمعہ کے تعدد کی عادت نہ ہوئی تھی یا پھر اپنی رائے کے تحت جو کہ وقت کی مصلحت بھی تھی کہ تعدد جماعت اس لیے نہ کی گئی کہ لوگ اس وقت حلقہ بگوش اسلام تعداد میں کم تھے لوگوں کی قلت کی وجہ سے اس حکم کا اجرا نہ کیا گیا یا پھر کسی اور وجہ سے انہوں نے تجویز نہ کیا ہوگا۔

اقول: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار و تابعین ابرار کی عادت (من حیث المجموع) قابل سند نہ جاننا، استدلال کو ضعیف جاننا اور اس کو ناقص خیال کرنا یہ کیا دین داری، تقویٰ و پرہیزگاری ہے؟۔

مسلمانوں کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ تین ادوار جو کہ یقینی خیر قرون ہیں تعدد جمعہ عام نہ ہوا تھا بلکہ عدم تعدد متعارف تھا اور ایک شہر میں تعدد جمعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت شریفہ کے خلاف ہے۔

اور معترض کے اقرار سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ اور تابعین نے اپنی رائے اور اجتہاد کو تقلیل جماعت کے تعدد کی وجہ سے بنا بر تقویٰ و احتیاط کے اس کو تجویز نہ کیا پس اس سے زیادہ کونہ منع کیا درکار ہے؟۔

یعنی جو جمعیت اور کثرت کا نام ہے پس ہمارے دل کی ماہیت اس کی قلت اور تقلیل کو ظاہر

کرتی ہے پس تعدد کی صورت میں جمعہ گویا جمعہ نہ رہا۔  
 نیز نص صریح میں شہر کی جامع میں واقع ہو اور جماعت جمعہ کو متفرق مواقع پر ادا کرنا شہر کی  
 جامع مسجد پر کس طرح درست آئے گا اس جگہ پر عدم جواز کی دلیل دلالت اور اشارۃ مفہوم ہوتی ہے  
 پس تضاد یہ نہیں ہے۔ وہ جو رد المختار میں عدم جواز کی دلیل نفی ہے یعنی دلیل صریح تعدد منع پر ناطق  
 ہے، یہ شرع میں مفقود ہے اگرچہ منع کرنے کا موجب دلالت اور اشارۃ موجود ہے۔

قولہ: شہر کی نص مطلق واقع ہے اور اس کا نص مقید کے ساتھ مقابلہ نہیں ہے کہ  
 اس کو اس پر محمول کیا جائے۔

اقول: نص مصر کا اطلاق

لاجمعة الا فی مصر۔

جمعہ صرف شہر میں ہے۔

شے دیگر ہے اور جواز تعدد اور عدم تعدد شے دیگر ہے، اگرچہ اسی نص سے کسی طرح تعدد اور  
 عدم تعدد مستفاد نہیں ہوتا ہے مگر ہم تینوں خیر قرون سے فعل اور عادت کو عدم جواز تعدد کے استدلال  
 کے لیے لائے ہیں پس اس معاملہ میں بنی اسرائیل کی گائے کا قصہ تقید مطلق کو سند منع کے ساتھ لایا  
 گیا (جیسا کہ تذکرہ میں بیان ہے) اور عدم جواز تعدد کے قول سے احتراز کرنا اسی قبیل سے ہے۔  
 شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے زینجا کے بارے میں کتنی پیاری بات کی ہے۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

آگاہ ہو جا اے ساقی جام کا ادراک کر اور اس کو پالے۔

قولہ: شارع علیہ السلام کا مقصود دین میں آسانی ہے اور حرج کو دفع کرنا ہے۔

اقول: وہ اسی حرج کو دفع کرنے کے لیے شہر میں تعدد جمعہ کو جائز قرار دینے کا فتویٰ دیتے  
 ہیں مگر امر مجوزہ کو بنا بر ضرورت امر متعدی کیسے ختم کر سکتا ہے اور ضعیف کو نمودار کرنے کا اظہار ہوگا  
 پس اس کو اچھی طرح سمجھو اور کم مائیگی کو ختم کرو۔

قولہ: صاحب رد المحتار کے قول مرجوح کو ضعیف احادیث کی تائید حاصل ہے جبکہ ان ضعیف احادیث کی اصل ثابت نہیں ہے۔ مذہب میں قول معتمد اور غیر ضعیف کو قضیہ کلیہ کے حکم میں مذکور کرنا دائرہ اعتماد سے خارج ہو گیا اپنے مرکز کے ضعف عائد کرنے کی وجہ سے غیر مختار اور متروک العمل برآمد ہوا ہے۔

اقول: ائمہ کرام کی ان کی طرف روایات مستند ہیں۔ سید ابن عابدین بلکہ جمیع مسلمین کو ضعیف اور بے اصل خیال کرنا اور اُمت مرحومہ کے مقتدایان کے خلاف اس قدر واویلا کرنا ایسے ہی لوگوں کا حوصلہ ہے۔ چشم انصاف کے ساتھ اس کا جائزہ لیں کہ مقتدایان اہل سنت ایک پلڑے میں اور صاحب تذکرہ جس کا علم آپ نے سن لیا اور ان کی فضیلت کو آپ نے دیکھ لیا ہے دوسرے پلڑے میں ہوں اور کہتے ہیں کہ راجح کیا ہے اور مرجوح کون ہے؟ اور عدم جواز تعدد جمعہ کی اصل روایت کو حدیث سے غیر ثابت کہنا معترض کا خالی الذہن ہونا ہے کیونکہ اس سے پہلے کیا کہا گیا ہے کہ تعدد معتاد (زیادہ جگہ پر جمعہ کا ہونا) صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں نہ تھا اور اصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ صحابہ کرام کا قول فعل اور تقریر بھی حدیث ہوتی ہے تو پھر معتاد صحابہ بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کو حدیث سے غیر ثابت کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

ہم نے تسلیم کیا کہ تعدد جمعہ کی عدم جواز والی روایت حدیث سے ثابت نہیں ہے مگر معترض نے بھی کسی قوی یا ضعیف حدیث سے جو صراحتاً جواز تعدد کے لیے مثبت ہو روایت (پیش) نہیں کی تاکہ ان کے قول کی حمایت ہو۔

قولہ: چار رکعت کو احتیاطاً اس لحاظ سے ادا کرنا کہ اس کے قاسد ہونا جمعہ کی عدم فرضیت کے بخوف ہو جو کہ منکرات اور منہیات ہے پس ایسی صورت میں احتیاط کے سبب سے جو کہ فرض نہیں ہے مباح نہ ہوگی (یعنی چار رکعت جب فرض نہ رہی تو پھر مباح بھی ہوگی) اور ہمارے زمانہ میں یہ اعتقاد بہت واضح اور ظاہر ہے۔

اقول: ہمارے زمانہ میں چار رکعت کی ادائیگی بہت کثرت سے جاری ہے۔ جمعہ کی عدم

فرضیت کا اعتقاد ہم نے کتب و بیہ میں سے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے، اور نہ ہی کسی خاص و عام سے سنا ہے بلکہ یہ تمام معلوم ہے کہ جملہ امت کا فرضیت جمعہ پر اجماع ہے اور اس کی فرضیت کے منکر کو کافر شمار کرتی ہے۔ لہذا شارع معصوم جن کی شان میں آیا ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (سورہ نجم: ۳-۲)

اور آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں فرماتے مگر وہی جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا

ہے۔

اگر آپ کے بعض شرائط مقررہ کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس مقام پر تردد و حرج لازم آئے گا۔ تو اگر اس موقع پر چار رکعت احتیاطاً بری الذمہ ہونے کی نظر سے پڑھ لیں تو یہ جمعہ کی عدم فرضیت کو کس طرح شامل حال ہو جائے گا!۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا منقول ہے پھر آپ نے بدگمانی کے اثبات کے پیش نظر دونوں صورتوں کا رد کیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ چار رکعت کی ادائیگی کی نیت کرنے میں مسلمانوں کی ہرگز کوئی بدگمانی نہیں ہے اور مسلمانوں کے ذمہ ہر طرح طرح کے الزامات لگانا نامناسب ہے کیونکہ ۶:

خوے بدلا بہانہ در کار راست

: بری عادت والے کو تو بس بہانہ چاہیے

قولہ: صاحب بحر الرائق کا قول ہے کہ انہ لا احتیاط فی فعلیہا لانہ

العمل باقوی الدلیلین .

اس نے فعل میں کوئی احتیاط نہیں کی ہے کیونکہ اس پر عمل دو قوی دلیلوں کے ساتھ

ہے۔ اس مقام پر انصاف کا تقاضا بھی نہایت احسن و انبہ ہے۔

اقول: صاحب رد المحتار کے بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے بہت سے بزرگ وار سے بھی

اسی طرح منقول ہے احسبیت اور نسبت تو چار رکعت احتیاطاً ادا کرنے میں ہے پھر ہی کرسی تحقیق پر

بٹھیں۔

قولہ: چار رکعت احتیاطاً ادا کرنے کا حکم وجوبی تو شک کے قائم ہونے پر ہے اور اشتباہ کلام ہے کیونکہ توہم و شک کا لغت میں معنی گمان کرنا ہے اور وہ خلاف یقین ہے۔ الی قولہ۔ اور فقہا کے نزدیک ظن، توہم اور اشتباہ تمام شک کے ساتھ ملحق ہیں۔ الی قولہ۔ پس قیام شک و اشتباہ کی صورت میں اس احتیاطی رکعات کے وجوب کا حکم کرنا لغت اور اصطلاح فقہا کے خلاف ہے۔

اقول: ظن اور وہم کو شک کے ساتھ ملحق کرنا لغت اور اصطلاح فقہا سے کیا غفلت و لاعلمی پر مبنی ہے۔ یہ دونوں جلیل القدر امر اگر لغت کی قدیم کتب پر عبور حاصل نہ ہو تو ان میں مذکور ہیں۔ غیاث اللغات مطبوعہ کہ جس کی قیمت بھی انتہائی قلیل ہے (اگر صاحب تذکرہ کتاب خرید نہیں سکتے تو) عاریتا اس کو حاصل کر کے دیکھیں اس میں لکھا ہے کہ بعض اہل تحقیق نے یقین کی تعریف اس طرح کی ہے:

یقین وہ چیز ہے جو تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو۔ اور شک وہ ہے کہ جو مساوی الطرفين ہو۔ اور وجود و عدم وجود میں طرف راجح کو ظن کہتے ہیں اور طرف مجروح کو وہم کہتے ہیں۔

اور بالکل واضح لکھا ہے کہ بعض اوقات یقین سے ظن عبارت ہوتا ہے اور بعض اوقات ظن سے یقین مراد ہوتا ہے۔

اس مرقوم سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ظن وہم اور شک ایک دوسرے کے مغائر ہیں۔ اب تم کو اصطلاح فقہا بھی سن لینی چاہیے اور صاحب تذکرہ کی خوش فہمی سے مکمل طور پر واقف ہونا چاہیے۔ درمختار اور رد المحتار کی عبارت کا ترجمہ ہی کافی ہے، دونوں نے فرمایا کہ فقہا کے نزدیک نسیان اور شک ایک ہی چیز ہے اور ظن جانب راجح ہے اور وہم طرف مجروح۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دل میں جو کچھ بھی گزرے گا اگر اس کا علم حد یقین تک نہیں پہنچا اور اس کی دونوں طرفین برابر ہوں تو وہ شک ہے اور اگر دو میں سے ایک جانب غالب ہو اور دوسری مغلوب تو مجروح جانب وہم ہے اور راجح جانب ظن ہے اور اکثر اوقات راجح حد یقین تک نہیں پہنچتا ہے اور ظن غالب ہوتا ہے۔

اور ردالمختار میں ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں :

وإذا شك هو تساوى الطرفين والظن و قد مناه .

اور جب شک ہو تو وہ طرفین برابر ہوتا ہے اور اس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

اس جگہ ثابت ہو گیا کہ صاحب ردالمختار کا بیان لغت اور فقہا کی نامراد اصطلاح کے موافق ہے۔ پس وہم اور شک کے درمیان فرق علم و کمال کی بنا پر ہے اور صاحب ردالمختار کے مقابل کا قول خام خیال ہے اور اس کی فہم میں خلل ہے جو شخص اقوال فقہا کو بے اصل اور ضعیف سمجھتا ہے یہ تمام اس کا منشا غلط ہے کیونکہ ان کے فہم معانی اور حقائق کلام تک رسائی نہیں کر سکتے ہیں۔

قولہ: یہ خوف تو اداے جہر اور خفیہ میں بھی متصور ہے۔ الی قولہ۔ اور اس امر کا

تعلق قلب سے ہے کیونکہ جہر و اخفاء دونوں اسی محل میں نقصان دہ ہیں۔ (۱)

اقول: چار رکعت کو احتیاطاً علانیہ اور خفیہ ادا کرنا جمعہ کی عدم فرضیت کو موجب نہیں ہے بلکہ

اس سے مراد یہ ہے کہ عوام جو کالانعام ہے اس کی ادائیگی سے اگر یہ خیال کریں کہ اس حالت میں ان کا جمعہ ادا نہ ہو گا نہ صرف اس کو علانیہ ادا کرنے کا اعتقاد رکھنا باعث فساد بلکہ اگر لوگ مسئلہ فرضیت جمعہ اور واقعہ احتیاطی کو ذہن نشین کر لیں تو نہ ہی اداے عیانی کا خوف ہو گا اور نہ ہی چھپ کر ادا کرنے کا۔ ائمہ مساجد کو کیا تکلیف ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو ایسے مسائل سے باخبر کریں اور چار رکعت کو چھپ کر ادا کرنے کا حکم دینے میں تن آسانی کیوں ہے۔ (مقتدیوں کو کھل کر مسئلہ احتیاط ظہر بیان کریں تاکہ وہ برملا اس کو ادا کریں۔)

قولہ: ان (چار رکعت) کو ادا کرنے سے اعتقاد بھی پیدا ہو گا کہ ہم نے جمعہ

پڑھا ہے پتہ نہیں فرض واقع ہوا بھی تھا کہ نہیں؟۔

(۱) جہر و اخفاء کے مقابلے سے صاحب تذکرہ کمال دانش مندی سے باخبر ہیں جس کو تھوڑا سا بھی لغت عرب سے شغف ہے وہ جانتا ہے کہ جہر کے مقابل ہے اور خفیہ علانیہ کے مقابل ہے حالانکہ ردالمختار میں لفظ علانیہ موجود ہے پس اس لفظ کو بھی فراموش کر دیا اور جہر کو خفیہ کے مقابل کر دانسی دانش مندی ہے؟۔



**اقول:** کلام فقہاء میں اس معنی کا فساد اس طرح واقع نہیں ہوا ہے بلکہ معترض جو صاحب فہمید سدید ہیں اس کو سمجھیں کہ مفسدہ یہ ہے کہ جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو جائیں اور اگر ایسا اعتقاد نہیں ہے تو پھر کوئی فساد نہیں ہے اور احادیث تزداد میں بعض شرائط کے وجود کی وجہ سے چار رکعت کو احتیاطی روا کرنا خواہ مخواہ عدم فرضیت جمعہ کے اعتقاد کو مستفاد نہیں ہے۔

**قولہ:** ایک وقت میں دو فرض کو قطعی طور پر اکٹھا کرنا ایک وقت کہ جس میں دو فرض ادا کرنا لازم آئے گا۔

**اقول:** دو قرائض کو ادا کرنا اس وقت میں قطعاً شرع سے ثابت نہیں ہے کیونکہ چار رکعت احتیاطاً ہر ایک کی زبان پر عام ہے اور علماء اس کی مندوبیت کے قائل ہیں۔ قیام شک کی حالت میں غایت امر کے لیے بعض اس کے وجوب کی طرف مائل ہیں۔ اس اجتماع میں دو فرض کی بیک وقت ادائیگی کو تصور کرنا یہ روایت و درایت کے خلاف ہے۔

الحمد للہ! دو فرض کو ایک ہی وقت میں جمع کرنے کو شریعت میں غیر ثابت جانتے ہیں نہ کہ ہم اس زمانہ کے مولویوں کی طرح کہ جو فرض نماز جدا گانہ کو جس کا حق تعالیٰ نے کتاباً موقوف فرمایا ہے اس کو ایک وقت میں ادا کرتے ہیں اور اپنے جسم کو آسانی و سکون فراہم کرتے ہیں اور اس کام کو حدیث پر عمل کا علم کا نام دیتے ہیں بلکہ اس عادت اور اس کام کی اور اس کی حقیقت و معرفت سے بالکل نا آشنا ہیں بلکہ ہوائے نفس اور قہر خداوندی کے درپے ہیں۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ (سورہ بقرہ: ۱۳۳)

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝ (سورہ شعراء: ۲۶-۲۷)

حق تعالیٰ ان کے اعمال سے غافل نہیں عنقریب ظالمین جان لیں گے کہ وہ کس طرف سرگرداں پھرتے ہیں!

**قولہ:** بالجملہ جمعہ عمدہ شعائر اسلام ہے اور اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، بہر حال اس کے مقرر ہونے کی وجہ سے اس کو ادا کرنا چاہیے محض اپنے زعم

کے مطابق بعض شرائط کے فقدان اور وہ شرائط بھی دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں امر قطعی کو ترک کرنا فہم کی کمی اور ضعیف ایمان ہے۔ (۱)

اقول: عموم ادا تو ہر حال اور ہر صورت میں مذہب اہل سنت کے خلاف ہے۔ کیا مصدر شدہ کے صادر ہونے پر کہ جمعہ کو صحراؤں میں ادا کرنے کا کوئی اہل علم قائل نہیں ہے۔ اگرچہ وجود شرائط کے باوجود ترک جمعہ ضعیف ایمان ہے مگر اتنی بات بھی ہوش و حواس کے ساتھ سنو اور اس کو اپنی جان میں جگہ دو کہ شرائط جمعہ کو زعم و وہم خیال کرنا بھی سستی ایقان اور وسوسہ اندازی شیطان ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ دلیل قطعی کا معنی وہی ہے جسے شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا آپ کی مراد کو دل و دماغ میں محفوظ نہ کیا نہ ان لوگوں کی عقول پر جو ہر قدم پر تازیانہ کھاتی ہیں، اس آیت کا بھی یہی مفہوم اخذ کیا گیا ہے۔ اگر آپ تک شارع علیہ السلام کی بارگاہ سے جمعہ کی تفصیل نہیں پہنچی تو آپ نے معلوم نہ کیا کہ 'فاسمعوا کا حکم وجوبی ہے یا مندوب ہے، یا اور ذکر اللہ سے مراد نماز ہے یا خطبہ یا کوئی دوسری چیز؟ بلکہ اگر آپ کو حق شناس آنکھیں میسر ہوں تو اس آیت کا غشا اور مضمون شرائط کی تفہیم حاصل ہو جائے گی۔

و بیان هذا المقيل طويل والوصول إليه لا يتسر إلا بتوفيق الجليل .  
اور بحث کا بیان طویل ہے اور اس کا حصول توفیق جلیل کے بغیر آسان نہیں ہے مگر اس مدعا کا ذکر صرف اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے آیت جمعہ کا ترجمہ آپ کو سننا چاہیے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ۝

اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے کیونکہ لوگوں کے اجتماع کا دن ہے۔

فَاسْمَعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

(۱) اگر کوئی یہ کہے کہ تذکرہ کی عبارت ہی شرائط جمعہ کو وہی نہیں کہا گیا تو ہم کہیں گے کہ اس کے نزدیک ظن تو ہم اور اشتہاء ملحق ہیں پس جب شرائط جمعہ جو ثابت ہیں ان کو جب وہی کہے گا تو وہم کی تمام تفصیلات عبارت کے ذریعہ واضح کر دی گئی ہیں اسے بخوبی سمجھ لو۔

پس اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

تاکہ کوئی امر مانع نہ پہنچ جائے خطبہ سننے اور نماز کی ادائیگی کی طرف آؤ۔

وَذَرُوا الْبَيْعَ

اور خرید و فروخت چھوڑ دو

یعنی صرف اذان سنتے ہیں دیگر امور خرید و فروخت کا موجب ہے۔

ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ جمعہ: ۹/۶۲)

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

یعنی اگر تم خیر و شر کو حقیقی طور پر جانتے ہو استفادہ کے طور پر یہ بات ضروری ہے کہ امام اور شہر

کی شرط بلکہ مرقاۃ جمعہ کے مسئلہ کے حوالے سے نماز جمعہ شہر میں صرف ایک جگہ ہی ادا کی جانی چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أُولَآءِ وَأَصَالُهُ دَوْجَاهَاں کے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کو

خطاب ہے اور اِذَا نُودِيَ یہ صیغہ باب مفاعلہ سے اشارہ ہے کہ اذان کو مؤذن خود نہیں دے رہا ہو بلکہ یہ امام کے حکم سے دے رہا ہے اور امام بھی سب سے اول اور اسبق سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اب چاہیے کہ فَاسْعَوْا کو اختیار کرے پس شریعت میں وقار اور سکون درکار ہے۔

یہ تمام اشعار (نشانیاں) اس پر موقوف ہیں کہ جب جمعہ کی اقامت ایک جگہ پر پائی جاتی ہو

تاکہ وہ ترک دنیاوی معاملات کا تدارک جلدی سے کر کے مسجد میں چلا جائے۔ اگر تم توقف میں پڑے رہے تو جماعت ادا ہو جائے گی اور ثواب جماعت سے محرومی کی تلافی تو ناممکن ہے پھر یہ مسئلہ پیدا ہو جائے گا اور جمعہ کا ذکر برائے نام رہ جائے گا اور یہ مدعا شاہد بے ریا ہے۔

نیز شہروں میں جامع مسجد اور بازار میں اکثر فاصلہ بہت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ بازار سے مسجد

پہنچنے میں تاخیر ہو جائے گی اس بنا پر فَاسْعَوْا کے صادر حکم پر صرف اذان ہی ہوگی یعنی جمعہ کی جماعت میں شمولیت کے لیے جلدی جانا کہیں ایسا نہ ہو کہ طویل مسافت کے ساتھ ساتھ تجارت کی مصروفیات کی وجہ سے مسجد میں پہنچنے سے پہلے ہی جماعت ہاتھ سے نکل جائے اور اجر سے محرومی ہو جائے۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ خرید و فروخت ہر جگہ پر ہوتی ہے کیونکہ وہ جگہیں اس قابل ہیں اور بعد شہر وہاں پر شہری بھی موجود ہوں گے، بازاروں پر مشتمل ہوں گی اور انصاف کی فراہمی کے لیے حاکم بھی وہاں پر موجود ہوگا، ورنہ مالی تجارت کی عدم حفاظت اور جابر لوگ اس کو غائب کر دیں گے۔ اس بنا پر شارع علیہ السلام کی دلالات پر کہ جو مہد جبرائیل ہیں اور وحی رب جلیل کے اسرار و رموز سے آگاہ و واقف ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لا جمعة إلا فی مصر جامع .

جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں ہے۔

اور یہ بھی ارشاد نبوی ہے :

فمن ترکھا ولہ إمام عادل أو جابر فلا جمع اللہ شملہ .

جس نے اس کو ترک کیا درآں حال یہ کہ اس کا امام عادل یا جابر ہو تو اللہ عز و جل نے ان کے اتحاد کو قبول نہ کیا۔

اسی لیے آپ کا معمول شریف تھا کہ اقامت جمعہ کو ایک جگہ پر مقرر کیا اور صحابہ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین رب العالمین کے احکام کے رمز شناس ہیں اپنی تمام کاوشوں کو اسی راستے پر جاری رکھا، پس شرائط جمعہ کو وہی اور امر یقینی کے خلاف خیال کرنا کو مفہمید اور فتور دید ہے۔ ارے محرم اسرار، ہر گستاخ اور نکتہ چیں ابرار نہیں ہوتا ہے۔

خلاصۃ المرام میں ہے کہ شعار ایمان و اسلام یہی ہے کہ آیات ان تمام معانی اور محامل میں پیش کی جائیں جس میں ان کا نزول ہوا ہے جس کا شارع علیہ السلام نے راستہ دکھایا اور ہدایت فرمائی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ”سرور المحزون“ میں لکھا کہ آیت ۵۴

إِنَّا أَنشَأْنَهُنَّ إِنْسَاءً فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا عُرْبًا أْتَرَابًا ۝ (سورہ واقعہ ۵۶-۳۵-۳۷)

بے شک ہم نے عورتوں کو پیدا کیا ان کو پیدا کرنا دوسری مرتبہ پس ہم ان کو محض میں جوان بنا دیں گے۔

حدیث کے تقاضا کے مطابق بوڑھی عورتوں کو دخول جنت کے وقت جو ان کیا جانے کا ثبوت یہ آیت ہے کہ ہم نے عورتوں کو پیدا کیا ان کو پیدا کرنا دوسری مرتبہ یعنی حشر میں پس ہم ان کو حشر میں جو ان بنا دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## چار رکعت ادائیگی کی کیفیت کی تفصیل

اب نماز جمعہ کے مسئلہ میں صاحب تذکرہ کے شبہات زائل کرنے کے بعد ہاتھ کو فراغت دی اور تحقیق چار رکعت احتیاطی کو حسب معمول ادا کرنے میں فقہائے اہل سنت میں سے کسی کا بھی معارضہ سامنے نہیں آیا ہے تو پھر مناسب یہی ہے کہ اب اس کی ادائیگی کی تفصیلی کیفیت کو خیریت سے احاطہ تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ صاحب ردالمحتار نے تتمہ میں اس بحث کو لکھا اور یہ اس کا ترجمہ ہے۔ صاحب شرح الصغیر مدیہ نے کہا کہ بہتر ہے نماز جمعہ کے بعد چار سنت پڑھے پھر چار رکعت احتیاطی ظہر کی نیت کے ساتھ ادا کرے پھر دو رکعت سنت ادا کرے اگر اس وقت جمعہ ساقط ہو جائے تو ظہر واقع ہو جائے گی سنت کی ادائیگی خود اپنی صورت کی وجہ سے باندھے۔

اور مناسب یہ ہے کہ ان چار رکعات میں سورہ کو فاتحہ کے ساتھ ملائے اگر اس کے ذمہ واقعاً قضا نماز لازم نہ ہو کیونکہ اگر چار رکعت فرض ہے تو ہر رکعت میں سورہ کو پڑھنا نقصان دہ ہے اور اگر نفل ہے تو پھر تمام رکعت میں قراءت واجب ہے یعنی اس کے ذمہ قضا نمازیں باقی ہوں تو اس صورت میں سورہ کو ملائے کیونکہ اگر فرض وقتی نماز کا نہیں ہے تو پھر قضا ہی محسوب آئے گا۔

میں (مولانا قسوری) کہتا ہوں کہ اس تمام شرح مذکور کا حاصل کلام یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعت پڑھے چار سنت جمعہ کی اور چار رکعت احتیاط ظہر اور پھر دو سنت وقتی اگر چہ ظاہر ہے کہ جمعہ کے صحیح ہونے کی صورت میں بعد نماز جمعہ چار رکعت سنت کی نایب ہو جائیں گی مگر طوالت کی بنا پر خطبہ جمعہ کے بعد دس رکعت کو ادا کرنا بہتر ہے تاکہ دونوں نمازیں اپنی جگہ پر صحیح ہو جائیں۔

## جمعہ کے بعد سنن کا بیان

یہ بات پیش نظر رہے کہ جمعہ کے بعد چار سنت احادیث صحیحہ ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

من كان منكم مصلياً بعد الجمعة فليصل أربعاً - كذا في الزيلعي -  
جو کوئی تم میں نماز ادا کرے اسے چاہیے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کرے۔  
نیز یہ بھی ہے :

و اذا صليتم بعد الجمعة فصلوا أربعاً - كذا في الكبير -  
اور جب تم نماز پڑھو جمعہ کے بعد تو چار رکعت پڑھو۔  
کبیری میں یوں بھی آیا ہے :

إذا صلى أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربعاً .

جب تم میں کوئی نماز جمعہ پڑھے تو چاہیے کہ وہ اس کے بعد چار رکعت ادا کرے۔

پس حدیث اول استحباب پر دلالت کرتی ہے اور حدیث دوم وجوب پر دلالت کرتی ہے،  
حنفی اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور وسط ہی خیر الامور ہے، اس لیے وہ اس کی طرف مائل  
ہوئے ہیں۔

پس ان محدثان پر افسوس ہے کہ بعض رسائل کی پیروی میں جمعہ کے بعد چار رکعت اور چار  
سنت کو چھوڑ کر صرف دو رکعت پڑھتے ہیں اور خود کو اہل حدیث جانتے ہیں۔

نیز کبیری میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جمعہ کے بعد چھ رکعت مروی ہیں اور  
امام ابو یوسف کے مذہب میں ان چھ رکعت کو ادا کرنا محکم بیان کیا گیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد چھ رکعت کو ادا کرنا عین حدیث پر ہے، اور فقہ حنفی کی مدلل



احادیث کی اپنے زعم کے مطابق مخالفت کرنے والے جاہل اور خبیث ہیں۔

باقی یہ جو مشہور ہو گیا کہ بعض متفقہان نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد چار رکعت احتیاط کو باجماعت ادا کرتے ہیں کیا یہ جماعت مشروع ہے یا نہیں؟۔

تو جاننا چاہیے کہ فقہائے حنفیہ اپنی کتب جیسے بحر الرائق، شرح کبیر معیہ، رد المحتار، جامع الرموز اور رحمتی وغیرہ میں تصریح کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز جو معذورین ہیں ان پر جمعہ فرض نہیں ہے، وہ اپنی نماز ظہر کو اپنے علاقہ میں باجماعت ادا نہ کریں جمعہ سے پہلے اور بعد میں اور یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ جمعہ جامع جماعات ہے، دوسری جماعت کے ساتھ معارضہ نہ لایا جائے۔ پس چار رکعت احتیاطی ظہر بعض جگہوں پر مستحب ہے اور جماعت کے ساتھ اس کو کس طرح ادا کر سکتا ہو بلکہ یہ تو یقینی طور پر بالجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور کیوں نہ ہوگا کہ فقہ حنفی کی کتب جیسے تنویر الابصار، درمختار، درمختار اور کبیری شرح معیہ وغیرہ میں بالکل واضح لکھا ہے کہ وتر اور نوافل کو رمضان کے علاوہ کوئی تین سے زائد ادا نہ کرے، کیونکہ مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ نقل عبارت موجب طوالت ہے۔ من شك فليظن بها۔ (جس نے شک کیا اسے چاہیے کہ وہ اس میں غور و فکر کرے)۔

چونکہ طاقت بشری کے لحاظ سے تحقیق الجمعہ کو ان اوراق میں بذریعہ قلم آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور یہ تحریر صرف تذکرہ نہیں ہے، لہذا اس کا نام تحقیق صلوٰۃ الجمعہ [۱۲۸۸ھ] ہے کیونکہ اسی نام میں تاریخ تالیف ہے اور اس کے آخر میں عمومی فائدہ کے لیے اس مسئلہ مرقوم کا خلاصہ اردو اشعار میں پیش کیا ہے۔

## أردو اشعار

- نماز جمعہ کو فرض عین جانو  
اسی پر ہو گیا اجماع علما  
خدا نے کر دیا قرآن میں فرماں  
تو تم اس وقت بے تاخیر دوڑو  
پس اس سے ہے ثبوت اس کا کہ دائم  
کہ بازار اور منڈی اور بیوپار  
جو قریہ میں جمعہ پڑھنے کی بابت  
تو اس کو شہر پر کرتے ہیں محمول  
اور آیا ہے حدیثوں میں برابر  
اور فاسعوا میں بھی ہے اس پر دلالت  
جوانی میں کوئی متوقف ہو گا  
اسی پرانا جلدیسی ہے واجب  
پھر ایسا ہی ہوا حضرت سے منقول  
مگر جب شہر میں ہو نہر فاصل  
تو پھر فقہانے یہ فتویٰ دیا ہے  
تو اس پر ہے کتابوں میں روایت  
جو شہر میں گر ہو تردد  
تو بعد الجمعہ پڑھ لو چار گانی
- یہ ثابت آیت و سنت سے مانو  
تو منکر اس کا کافر ہے مقرا  
نماز جمعہ کی جب ہووے آذاں  
اور اپنی بیع شرا بیوپار چھوڑو  
جمعہ ہووے گا شہروں میں ہی قائم  
نہیں ہوتی ہیں گاؤں میں یہ زنبہار  
حدیثوں سے ہوا ہے جو کہ ثابت  
کہ ہے قرآن میں بھی ایسا معمول  
نہیں ہے جمعہ لیکن شہر اندر  
کہ یک ہی جا جمعہ کی ہو اقامت  
ثواب جمعہ سے محروم ہو گا  
وقار ہے شرع میں گرچہ مناسب  
صحابہ سے ہوا ایسا ہی معمول  
اور آنے جانے میں ہو حرج حاصل  
کہ دو یا بہت جا پڑھنا روا ہے  
فقہوں نے یہ کر دی ہے صراحت  
نماز جمعہ میں یا ہو تعدد  
بنظر احتیاط مسلمان

- جمعہ سے ظہر گر ساقط نہیں ہے
- مگر ہو گا جمعہ اپنی جگہ پر
- عقیدہ اس سے یہ ہرگز نہیں ہے
- یہ کی تحقیق سب فقہا نے آخر
- مگر جس نے شبہ اس پر کیے ہیں
- تا مل گر ذرا ان میں کرو گے
- خودی نے تم کو یہ اغوا کیا ہے
- حدیثوں سے ملی تم کو یہ تاثر
- حدیثوں میں جو تمہی بے شک ہدایت
- یہ ثمرہ خود پسندی نے دیا ہے
- گلستاں سے گل آداب جن لو
- ادب تا حیست از فضل الہی
- از خدا خواہیم توفیق ادب
- تو ہو جانا ادا اس کا یقین ہے
- تو ہوں گے یہ نوافل نفع بے ضرر
- جمعہ اس پر فرض ہے یا نہیں ہے
- ملی ہے جاشیہ شامی میں وافر
- وہ حق سے برطرف ہو لکھ دیے ہیں
- تو حق ہیں قول فقہا مان لو گے
- تکبر نے تمہیں رسوا کیا ہے
- ہوئے تم پیشواؤں کے خطا گیر
- نہ ہاتھ آئی ملی تم کو غواہیت
- مجالہ نافعہ (۱) میں یوں لکھا ہے
- ہماری مت سنو انگلوں سے سن لو
- بنہ بر سر بہ دہر جا کہ خواہی
- بے ادب محروم شد از لطف رب

واللہ اعلم و علمہ احکم و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی حبیبہ محمد و عترتہ اجمعین .

آمین آمین آمین .

(۱) شاہ عید العزیز صاحب نے مجالہ نافعہ میں لکھا ہے کہ جس نے احادیث کے معانی منقولہ سلف کے سوا اور معنی مراد لکھے یا راویوں میں بے امتیازی کی تو اس کو ثمرہ گمراہی اور گمراہ کرنا حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲ غنی عنہ

## تقاریظ و تصدیقات

- ☆ هذا الجواب حق و صواب والعمل عليه موجب للشواب .  
فقير عبد الرسول قسوری عفی عنه۔
- ☆ ما حققه المجيب المصيب حقيق بالقبول .  
خليفة حميد الدين عفی عنه
- ☆ في الفتاوى العالمگیریة عن المحيط ينبغي أن يصلوا بعد الجمعة أربعاً الخ  
- كذا قال الحلبي في شرح المنية -  
فقير نور احمد
- ☆ لله در المجيب مصيبا .  
الفقير عبد القادر البهيري عفی عنه
- ☆ هذه الرسالة صحيحة .  
حافظ محمود
- ☆ ما أجاب المتبحر النحرير فهو غاية التهذيب ونهاية التحرير . جزاه  
الله
- عنا خير الجزاء .  
ابو محمد حبيب الله پشاورى
- ☆ قد أصاب من أجاب .  
مولانا قارى صاحب دهلوى
- ☆ ما حقق الفاضل المجيب المصيب في هذه الرسالة حق أحق بالاتباع .  
بنده احمد يار عفی عنه

☆ ایس جواب صحیح ست ۔

محمد قدرت اللہ حنفی نقشبندی دہلوی

☆ الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده وعلى آله الأبرار  
وصحابة الأخيار . أما بعد. فان ما اشتملت عليه هذه الرسالة هو الحق  
الصريح الواجب اتباعه والعمل به وما سواه تعصب او جهالة .

حرره العبد الضعيف

المدرس بالمسجد النبوي الشريف، الراجي دوام لطف الكريم

عبدہ بن خلیل بن ابراهیم ۔

باسمہ سبحانہ

واضح رہے کہ ایک ہزار برس سے زیادہ مدت سے دین اسلام میں چار مذہب جاری ہیں اور  
لاکھ ہا علما، فضلا، اولیا، غوث، قطب انہیں مجتہدوں کی پیروی کرتے اور ان کے ثنا خواں ممنون  
احساں چلے آئے۔ اب اس آخر زمانہ کفر و ظلمت میں بعض خود پسند نام کے دانش مند جن کے حق میں  
یہ شعر صادق آتا ہے ۔

یہ تیرویوں صدی کے عجب طور ہیں

کہ ماں اور باپ اور آپ اور ہیں

ایسے پیدا ہوئے کہ مجتہدوں کی خصوص امام اعظم کی تحقیر اور انکار و رد ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ  
حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی نہ کہلاؤ، نرے محمدی بن جاؤ۔ جاہل ناواقف ان جیسوں کے پھندے میں  
پھنستے ہیں، دانا ان کی نادانی پر ہنستے ہیں۔ صد ہا کتابیں جن سے حقیقت ان چار مذہبوں کی ثابت  
ہے، اگر وہ نہ ملیں تو مولوی خرم علی کی ترجمہ مشارق کے صفحہ ۱۴۳ میں دیکھو یہ لکھا ہے :

مجتہد لوگ بعض جگہ قرآن و حدیث کے کئی مطلب سمجھتے ہیں اور سب حق پر ہیں۔ اسی

واسطہ اہل سنت چاروں اماموں کو حق اور ان کا مذہب برحق جانتے ہیں اور یہ جو بعض ناواقف کہتے ہیں کہ کیوں ایک محمدی دین میں اختلاف کیا اور چار مذہب ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نادان ہیں۔

اور کئی کتابیں فقہ کی ایسی موجود ہیں کہ جن میں ہر ایک مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل آیت و حدیث مذکور ہے اور جس حدیث سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اخذ نہیں کیا ہے اس کا جواب دوسری آیت حدیث میں مسطور ہے، کتابوں کی طرف کیوں متوجہ ہوں اب تو امام صاحب سے بڑائی کے دعویٰ ہیں، عوام کو چالا کیوں اور طمطراقیوں کا دکھانا اور اپنا حلوا مانڈا کھانا منظور ہے۔ اگرچہ تمام دلائل ہماری کتب قدیمہ و جدیدہ میں مبین ہیں مگر نظر اس کے کہ اب اس جگہ میں چرچا فاتحہ خلف الامام کا ہو رہا ہے اور عوام کا لانعام کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کا مذہب برخلاف حدیث کے ہے۔ ایک دو حدیثیں دلیل امام اعظم صاحب کی لکھی جاتی ہیں۔ امام مالک صاحب کی موطا اور صحیحین کے سوا صحاح وغیرہ میں روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

من كان له إمام فقراءه الامام له قراءه .

(جو کسی امام کے پیچھے نماز ادا کرے تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے۔)

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱/۲۷۷ حدیث: ۸۵۰..... سنن دارقطنی: ۱/۳۲۳ حدیث: ۱۔

اور موطا شریف کی صحت کا اور کتابوں سے اگر حال معلوم نہ ہو تو بستان الحدیثین و مجالہ نافعہ میں دیکھو کہ یہ کثیر الوجود ہیں ایک ہزار سے۔ یہ بھی جو بستان الحدیثین میں لکھا ہے :

ابو ذر عرارے کہ رئیس محدثین است گفتہ اگر شخصے بطلاق زن خود سو گند خورد کہ انچه در موطاست بلا شک و شبہ صحیح است او حانث نشود و این وثوق و اعتماد بر کتابے دیگر نیست۔ اھ

ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ سے بہ روایت ابو ہریرہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا :

إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فانصتوا .

(امام اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہذا جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو،

لیکن جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔)



اس حدیث میں ظاہر فرمادیا کہ امام خواہ آہستہ پڑھے یا پکار کر بہر صورت مقتدی کو چپکے رہنا چاہیے۔ قرآن میں بوقت پڑھے جانے قرآن کے **فَاَسْتَمِعُوا** یعنی سنو فرمایا کیونکہ یہاں قراءت سے بلند پڑھنا مراد تھا۔ اور یہاں حدیث میں **فَانصِتُوا** ارشاد ہوا یعنی چپکے رہو امام خواہ ہولے (آہستہ) پڑھے یا پکار کر، کیونکہ پکار کر پڑھنے کی حالت میں سننے کا امر مناسب ہوتا ہے۔ **فافہم**۔ اسی واسطے امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیچھے امام کے پڑھنا مکروہ ہے۔

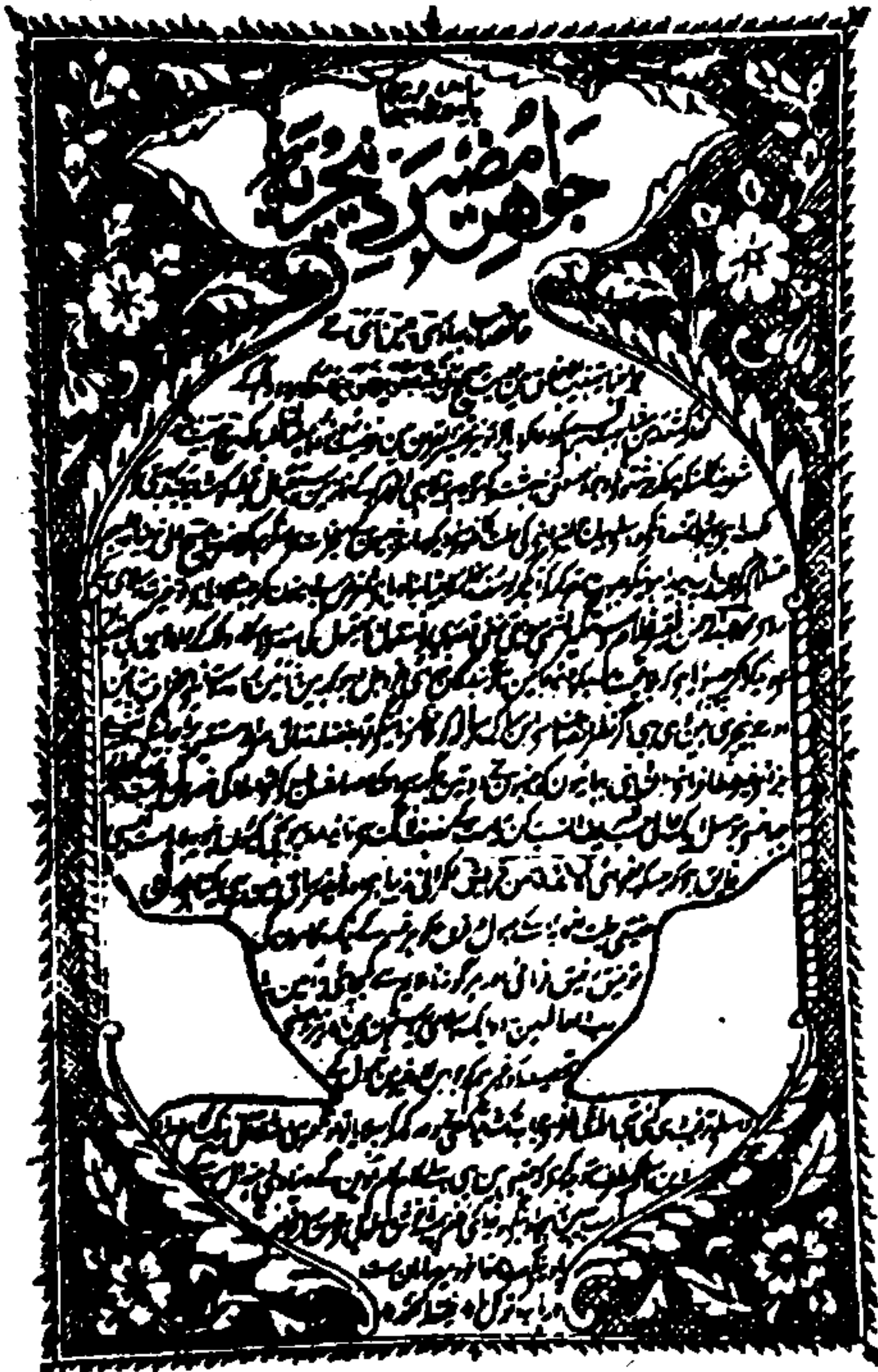
امام محمد کہتے ہیں کہ ایک جماعت صحابہ کے نزدیک مقتدی کی قراءت پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ خلف الامام نہ پڑھنے پر اجماع ہے صحابہ کا۔ ۱۲ منہ عنہ



# خلاصہ رسالہ 'جواہرِ مضیہ ردِ نیچریہ'

-: تالیف :-

راجی دوام لطف القدیر عبدہ محمد غلام دستگیر نصرہ الہ





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حق تعالیٰ نے قرآن مجید کو قرآننا عربیاً غیر ذی عوج۔ یعنی قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں۔ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے :

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۝ (سورہ قمر: ۱۵/۵۴)

یعنی اور ہم نے آسان کیا قرآن نصیحت لینے کو۔ پس ہے کوئی نصیحت لینے والا!

پھر کئی بار اس کو کتاب مبین اور قرآن مبین ارشاد کیا ہے یعنی روشن اور بیان کرنے والا۔

جن سے بہ صراحت تمام متحقق ہوا کہ قرآن ہدایت نشان سوائے چند آیات متشابہات کے کمال و تمام علی الخصوص قصص و احکام اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے، اور معممہ چیتان کی طرح نہیں کہ مرادی مخفی معانی پر محمول ہو کہ ایسا ہونا کلام موعظت انجام، فصاحت و بلاغت التیام کی شان کو شایان نہیں، اس لیے اہل سنت بلکہ اکثر فرق امت کا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن مجید کے اخبار جیسا کہ بہشتیوں کے لیے حور، قصور، انہار، اشجار، اثمار کا دینا اور دوزخیوں کو زقوم، حمیم، سلاسل، اغلال میں مبتلا کرنا و دیگر مضامین سب حق ہیں اور ظاہری معنوں سے انحراف کر کے باطنی معانی پر محمول کرنا، چنانچہ باطنیہ کا ادعا ہے الحاد ہے (۱)۔ کذافی جمیع کتب العقائد۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں ملائکہ، جن، شیطان کے وجود و لوازم جسمیت پر تصدیق ہے بلکہ ملائکہ پر ایمان فرض بتایا ہے اور انکار کو کفر فرمایا ہے اور آں حضرت ﷺ کے فرمانوں کو بھی وحی و

(۱) قوله تعالى: الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَيْمَانِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَلَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرًا مِّنْ بَآئِنِ  
أَيْمَانِنَا يُؤْمَرُ الْقِيَمَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ .

یعنی جو لوگ کج روی کرتے ہیں ہماری آئینوں میں ہم سے چھپے نہیں، بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں بہتر ہے یا جو آئے گا امن سے دن قیامت کے، کرتے جاؤ جو چاہو، بے شک جو کر۔ ہو وہ دیکھتا ہے۔ (موضع القرآن و لیرہ)

لازم الاطاعت سنایا ہے اور حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے

اور ایسے ہی اعتقادات پر نجاتِ اخروی منحصر ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے :

من قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله و ان عيسى عبد الله و رسوله و ابن امته و كلمته القها الى مريم و روح منه و ان الجنة حق و النار حق ادخله الله من اي ابواب الجنة الثمانية شاء .

جس کا ترجمہ رسالہ ہذا (حاشیہ ۲) پر درج ہے جس سے ثابت ہے کہ ایسے خوش اعتقاد ضرور

ناجی و بہشتی ہیں۔

پس یہ رسالہ شریفہ جو ایسے دین اسلام کے اصول و مسائل مہمہ پر مشتمل ہے جن کے باور کرنے پر نجاتِ اخروی منحصر ہے، بلا قیمت تقسیم ہوتا ہے۔ تو نہایت خوش قسمتی ہے ان دینی بھائیوں کی جو اس مبارک رسالہ کو خود بھی بہ شوق و محبت تمام پڑھیں اور اس پر کار بند رہ کر دوسرے مومنوں کو بھی سنائیں۔ ان کے عقائد کو جمائیں گے تو بے شک باری تعالیٰ سے بہشت عیش ابدی پائیں گے اور اس کی رضا و خوش نودی۔ جو منتہا ہے مراد ہے۔ حاصل فرمائیں گے۔

والله هو الموفق و المعين و الحمد لله رب العالمين و صلى الله تعالى على خير خلقه و حبيبہ محمد و عترتہ اجمعين . اللهم ارحمنا معهم برحمتك يا ارحم الراحمين . آمين .

(۲) یعنی جس نے وحدانیت باری تعالیٰ و حقیقت رسالت آں حضرت ﷺ پر شہادت دی اور یہ بھی گواہی دی کہ حضرت مسیح خدا کے بندے و رسول ہیں اور اس کی باندی کے بیٹے اور اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور ان کا روح یعنی بن باپ پیدا ہوا اور یہ بھی شہادت دی کہ بہشت و دوزخ حق ہیں۔ ایسے شخص ایمان دار کو بہشت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے وہ چاہے گا اللہ تعالیٰ داخل کر دے گا۔ لِّلّٰهِ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا كَبِيرًا . مِنْ عَنِّي عَنْهُ

## بِسْمِہِ سَبْحَانُہِ

### جواہرِ مضیہ رد نیچریہ

خان صاحب بہادری - ایس - آئی نے جو اخبار تہذیب الاخلاق میں حدیث صحیح من تشبہ بقوم فہو منہم کو مردود لکھ کر کفار کے شعار میں مشابہت ہر قسم کو روا کر دیا ہے اور نیز تفسیر القرآن میں فرضیت روزہ رمضان المبارک و حج بیت اللہ شریف کا منکر ہو کر فرشتوں کے وجود اور دوزخ، بہشت کے موجود ہونے کا بھی انکار کر کے نماز میں استقبالِ قبلہ کو مشابہت پرستی کے لکھ دیا ہے پھر دولت مندوں کے واسطے بیاج لینے دینے کی حلت کا فتویٰ دے کر سارے نبیوں کے معجزات سے منکر ہو کر حضرت مسیح علی نبینا وعلیہم السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو جھوٹ مقرر کر کے آپ کو یوسف نجار کا بیٹا بنا دیا ہے۔

الغرض سب دینوں کو جھٹلا دیا ہے تو غیرتِ اسلامی کی رو سے محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قسوری نے منقول اور معقول کی سند سے اس کا رد لکھ کر علمائے دین کی تصدیق سے مؤید کرا کر چھپوایا ہے کہ بلا قیمت سب کو دیے جائیں تاکہ بندگانِ خدا عزوجل دھوکہ میں نہ آئیں، راہِ راست سے انحراف نہ پائیں اور جو نیچری ہیں وہ بھی اگر نظر انصاف سے اس مبارک رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں گے تو بفضلہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ان دینی بھائیوں کو جنہوں نے دو تین جگہ سے اس کے مصارفِ طبع کے لیے امداد کی خصوص ریاست بہاول پور جہاں سے بتوسل ایک عالی حسب شریف النسب رکن ریاست کے نصف لاگت سے زائد مدد پہنچی کیوں نہ ہو یہ ریاست ایسی فائق ہے کہ جس کو بہ نحوائے الانمۃ من قریش حکم رانی زیبا ہے اور فیضِ انسانی میں بھی یکتا ہے وفاقِ حقیقی حلت نعماء اس کے اصول و فروع کو ہر قسم کے نیک کاموں کی توفیق رفیق فرمائے اور ہر گونہ ناملاہم سے بچائے۔ آمین یا رب العالمین۔

دو ایک اسلامی ریاستوں میں اور نیز بعض تحصیل دار و غیر ہم کو جو اس کارِ خیر میں شمول کے واسطے ترغیب دی گئی تھی اور ان کی طرف سے جواب تک نہ آیا کسی نے وعدہ کر کے بھلا دیا تو ان کو



بھی اللہ تعالیٰ نیک کام، امدادِ دینِ اسلام کی طرف متوجہ کرے کہ عقبی میں یہی بھلے کام کام آئیں گے۔ دنیاوی دھندال سب کے سب یہیں رہ جائیں گے، اور خدائی کام ہمیشہ خوش اسلوبی سے حسن سرانجام پائیں گے۔ خدا خود میرا سامان ستا اربابِ توکل را۔ فللہ الحمد

نقل مکتوب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! بہ خدمتِ باعظمتِ جنابِ مخدومی و مخدوم الانامی مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری مدظلہ العالی پس از سلام مسنون بہ تہیت مقرون معروض ہے کہ ایک روز میرے ایک دوست نے پرچہ تہذیب الاخلاق ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ سے ذکر حدیث تشبہ کا پڑھ کر حاضرین کے پاس بیان کیا تو بادی النظر میں وہ مضمون مخالف شرع نظر آیا، اس لیے وہ سوال و جواب بعینہ نقل کر کے ارسال عالی خدمت ہے کہ برائے اعلائے کلمۃ اللہ آگاہ فرمائیں کہ یہ مضمون درست مطابق احکام دین اسلام ہے یا نہیں؟۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر عطا فرمائے گا کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین وارد ہے۔ زیادہ حد اب۔

خادم العلماء خلیفہ محمد فضل الرحمن امام جامع مسجد کنپ فیروز پور

نقل مضمون نمبر ۱۳۹ حدیث تشبہ، تہذیب الاخلاق ۱۵ ربیع

الاول ۱۲۹۵ھ / ۱۳۰۴ نبوی۔

جناب مخدوم مکرم مولانا سید احمد خان صاحب بہادری ایس آئی زید مجد کم تسلیم کے بعد گزارش ہے کہ حدیث شریف مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کے معانی اور مراد میں لوگوں کو نہایت اختلاف ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے پس واسطے حصول اطمینان اور تنقیح مراد حدیث کے ضرور ہوا

کہ اس کا مورد تحقیق کیا جائے تاکہ مراد صحیح لفظ ”تشبہ“ کی معلوم ہو جائے لہذا البصد نیاز خدمت عالی میں گزارش ہے کہ ارشاد ہو کہ اس حدیث کا مورد کیا ہے اور لفظ تشبہ سے کس امر میں تشبیہ مقصود ہے زیادہ نیاز و تسلیم آپ کا خادم۔ ح

**جواب:** یہ حدیث ابوداؤد میں باب ماجاء فی الوقیۃ میں نقل کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا ابو النضر عبدالرحمن بن ثابت نا حسان بن عطیۃ عن ابی منیب البجرشی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من تشبہ بقوم فهو منهم .

اول تو مجھ کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ یہ حدیث ثابت نہیں نہ روایتاً اور نہ درایتاً۔ روایتاً تو اس لیے ثابت نہیں کہ جو سند اس حدیث کی بیان ہوئی ہے اس سے اتصال سند کا رسول خدا ﷺ تک ثبوت نہیں ہے۔ کیونکہ جو الفاظ روایت کے ہیں ان سے یہ بات لازم نہیں ہے کہ حسان اور ابی منیب اور ابن عمر کے درمیان میں اور کوئی راوی نہ ہو۔ پس جب کہ سلسلہ روایات غیر ثابت ہے تو وہ حدیث فی نفسہ ثابت نہیں ہے۔

اور درایتاً ثابت نہ ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں ایک یہ کہ راوی نے مورد حدیث بیان نہیں کیا ہے اور لفظ ”تشبہ“ کا جو حدیث میں واقع ہے مورد کے نام معلوم ہونے سے کسی حکم مدلولی یا استنباطی یا قیاسی کا فائدہ نہیں دیتا۔ پس مورد اس حدیث کا تحقیقاً معلوم نہیں ہے اور نہ معلوم ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس حدیث کو ثابت تسلیم کر لیا جائے تو قیاساً اس کا مورد قرار پا سکتا ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

دوسری یہ کہ لفظ ”قوم“ جو اس حدیث میں ہے وہ بھی کسی نتیجہ کا فائدہ نہیں دیتا۔ کسی قوم کا ہونا یا کسی قوم کے مشابہ بننا کسی نتیجہ شرعی کو مفید نہیں ہے۔ ایک انگریز نے ایرانی یا افغانی لباس پہن کر اپنے تئیں قوم ایران اور قوم پٹھان کے مشابہ کر لیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ لوگوں نے اس کو ایرانی یا پٹھان سمجھا مگر پھر اس سے نتیجہ کیا؟۔ علی ہذا القیاس ایک ہندوستانی مسلمان نے عربی یا ایرانی یا پٹھانی یا روسی یا انگریزی پوشاک پہن کر اپنے تئیں مشابہ ان قوموں کے بنایا اور لوگوں نے بھی اس کو اسی قوم کا سمجھا تو پھر اس سے نتیجہ شرعی کیا نکلا؟۔

تیسری یہ کہ تشابہ ایک قوم کا دوسری قوم سے بلاشبہ زیادہ تر لباس پر منحصر ہوتا ہے مگر خود رسول خدا ﷺ نے یورپ کی قوم کا اور خاص رومن کیتھلک میں جو لباس مروج تھا وہ لباس پہنا ہے۔ مشکوٰۃ میں بخاری و مسلم سے یہ حدیث موجود ہے کہ ان النبی ﷺ لبس جبة رومية ضيقة الکمین .

جبہ رومی بطور عبایا چونکہ کے ایک قسم کا لباس ہے تنگ آستینوں کا جو اب بھی رومن کیتھلک کے پادری پہنتے ہیں اور خاص پادریوں کی پوشاک ہے۔ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی جو پوپ (نام پادری) کے تابع تھے، اس لیے تمام یورپ کی قوموں کو عرب کی زبان میں رومی کہتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے: الّمْ غَلِبَتِ الرُّومُ . اور وہ سب رومن کیتھلک تھے اور جبہ رومیہ خاص ان کی پوشاک تھی۔ بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے یہودیوں کی پوشاک بھی پہنی ہے جیسا کہ حدیث مغیرہ میں ہے:

فتوضاً و علیہ جبة شامية . (ص: ۸۶۳)

اور جبہ شامیہ خاص یہود کا لباس تھا جو اب تک ان کے راہبوں کا لباس ہے۔ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے خاص آتش پرستوں کا لباس بھی پہنا ہے جیسا کہ حدیث عبد اللہ مولیٰ اسما بنت ابی بکر میں ہے :

فاخرجت الی جبة طبالسة كسروانية . (ص: ۱۹-ج: ۲)

اور یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بروقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے، پھر جب بخاری کھولتے ہیں تو بسم اللہ کے بعد یہ عبارت پڑھتے ہیں :

كتاب اللباس . باب قول الله عز وجل : قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده . قال النبي ﷺ كلوا واشربوا و البسوا ای ما طاب لكم و تصدقوا فی غیر اسراف و لا مخيلة . و قال ابن عباس كل ما شئت و البس ما شئت، ما اخطائك اثنتان سرف او مخيلة .

پس ہم ان روایتوں کی رو سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے تو لفظ تشابہ کو مشابہت ٹوپی و لباس پر بھی حمل نہیں کر سکتے۔

چوتھی یہ کہ تمام مسلمان اور صحابہ اور خود جناب رسول خدا ﷺ اور کفار عرب ایک سازی و لباس رکھتے تھے اور دونوں قومیں جو باعتبار مذہب کے دو تھیں بالکل ایک دوسرے کے مشابہ تھیں اور کوئی تفرقہ کفار اور اہل اسلام میں تمیز قائم نہیں کیا گیا تھا تو پھر من تشبہ بقوم فهو منہم کے کیا معنی؟ کیا عقل سلیم اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ اگر جناب رسول خدا ﷺ لندن میں یا جرمن و ایشیا میں پیدا ہوتے تو ان کا لباس ویسا ہی نہ ہوتا جیسا کہ ان ملکوں کے لوگوں کا ہے۔ پس تشابہ قومی سے کیا نتیجہ شرعی پیدا ہو سکتا ہے؟۔

پانچ ویں یہ کہ لفظ ”تشبہ“ اور ”منہم“ سے خواہ ان کے کامل معنی مراد لویا ناقص اور ”قوم“ کے معنی حقیقی بھی چھوڑ کر اس کے فرضی معنی یعنی ایک مذہب کے لوگ لو تو بھی حدیث کے معنی درست نہیں ہو سکتے۔ کیا ادنیٰ مشابہت سے مثلاً دھوتی باندھ لینے سے یا بگھی و چرٹ پر چڑھنے یا بالکل پوری ظاہری مشابہت کر لینے سے باوجود اقرار تو حید و رسالت کے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ حاشا وکلا۔

پس اصل یہ ہے کہ یہ حدیث روایتاً اور درایتاً دونوں طرح پر مردود ہے، بایں ہمہ اگر ہم اس کو صحیح مان لیں تو ہم کو اس کا مورد تلاش کرنا ہوگا کیوں کہ بغیر مورد تحقیق کیے اور ماہہ التشبہ قرار دیے اس کے معنی قائم نہیں ہو سکتے، مگر چنانچہ خود حدیث میں ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہیں ہے تو جو کچھ قرار دیا جائے گا وہ صرف قیاسی ہوگا جو ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق اس کا مورد یا ماہہ التشبہ جو در حقیقت ایک ہی قرار دے گا۔

بعض عالموں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیات الدین مراد لی ہے۔ مثلاً زنار پہننا یا صلیب رکھنا یا ٹیکا لگانا یا اعیاد کفار کو بطور عید اختیار کرنا یا اس میں شریک ہونا اگرچہ یہ رائیں (آراء) کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں ان کو پسند نہیں کرتا اور نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں، اس لیے کہ میرے نزدیک قطعاً یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اس کا کوئی فعل مع یقین مذکور ہے اس کو کافر نہیں کر سکتا ہے، پس اس قول پر جس پر ابو جہل کی نجات منحصر تھی اس کو یقین ہے تو گو وہ کسی کے ساتھ تشابہ کرے ولو فی خصوصیات الدین و شعائر الکفر كالزنار والصلیب و الأعیاد وہ کافر نہیں ہو سکتا ہے۔

کیا ہم دیوالی، دسہرا میں اپنے ہندو دوستوں سے اور نوروز میں اپنے پارسی دوستوں سے اور بڑے دن میں اپنی عیسائی دوستوں سے مل کر اور معاشرت و تمدن کی خوشی حاصل کر کے کافر ہو جائیں گے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر درحقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، ایک نہ ایک دن اس کو ذبح ہونا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا جس کو میں آئندہ سے 'قول' کہوں گا کیوں کہ میرے نزدیک اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے، کوئی صحیح مورد بجز ایک کے وہ بھی قیاساً قرار نہیں پاسکتا ہے، اور وہ مورد موتِ اثر دحام یعنی جس حالت میں موتِ اثر دحام واقع ہو اور مختلف قوموں کے مردے گڈنڈ ہو جائیں تو حکم من تشبہ بقوم فہو منہم کا جاری ہوگا یعنی لاشوں میں جو لاش جس قوم کی مشابہ ہوگی وہ اسی قوم کی شمار ہوگی اور اس کی تجھیز و تکفین اسی طرح کی جائے گی۔

در مختار میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں پہچاننے کی چار علامتیں ہیں: خضاب اور سیاہ لباس اور حلق عانہ اور ختنہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اثر دحام کے جس قدر احکام ہمارے ہاں کی کتب فقہ میں مندرج ہیں وہ اس قول کی بنا پر ہیں۔ پس میری دانست میں یہی مورد اس قول کا اور یہی مراد اس قول کی ہے، و بهذا اعتقادی و علی هذا عملی و السلام۔

راقم سید احمد



الجواب و اللہ هو الملہم للصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب حمد اور ستائش خالق ذوالجلال والا کرام کے لائق ہے جس نے اپنے خلیفہ اتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنی اطاعت اور امتثال امر فرمایا کہ:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ ۝ (سورۃ نساء: ۸۰/۳)

(جس نے اطاعت کی رسول خدا کی پس بے شک اس نے اطاعت کی خدا کی)۔

اور حدیث کی مخالفت اور مومنوں کے اجماع اور اتفاق کی نامتبعیت میں ملحدوں کو سخت دھمکایا بلکہ مستحق عذاب دوزخ بتایا کہ:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ تُوَلِّهِ مَا تُوَلِّىْ وَ نُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيْرًا ۝ (سورۃ نساء: ۱۱۵/۳)

(اور جو کوئی برخلافی کرے رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سواراہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا اور داخل کریں گے اس کو دوزخ میں اور بڑی بری جگہ ہے پھرنے کی)۔

اور بے شمار درود اور ان گنت سلام سید الرسل ہادی السبل رسول الخواص والعوام پر نثار ہوں جس نے اپنی امت مرحومہ کو اتباع سواد اعظم اور پیروی جمہور علما کرام کے لیے تاکید و تشدید اور ترغیب مزید فرمائی اور اس کے خلاف میں تہدید اور وعید دخول جحیم سنائی کہ:

اتبعوا السوادَ الاعظمَ فانه من هُدًى هُدًى فى النار . - رواہ ابن ماجہ و ابن ابی عاصم فى كتاب السنة كذا فى المشكوة -

فعليه وعلى آله و صحبه من الصلوات افضلها ومن التحيات اكملها .

اما بعد واضح رہے کہ خان صاحب بہادر کا جواب بہ چندیں وجوہ مخالف شرع اور خلاف اصل

و فرغ ہے۔



پہلی وجہ مخالفت شرع کی یہ ہے کہ اس حدیث کو بہ سبب روایت کے غیر ثابت لکھا ہے اور دلیل اس کی یوں بیان کی ہے کہ جو سند اس حدیث کی بیان ہوئی ہے اس سے اتصال سند کا رسول خدا ﷺ تک ثبوت نہیں، کیوں کہ جو الفاظ روایت کے ہیں ان سے یہ بات لازم نہیں ہے کہ حسان اور ابی منیب اور ابن عمر کے درمیان میں اور کوئی راوی نہ ہو، پس جب کہ سلسلہ رواۃ غیر ثابت ہے تو وہ حدیث فی نفسہ ثابت نہیں ہے۔ اتنی بلفظ۔

اس تحریر سے بہ خوبی ثابت ہے کہ خان صاحب بہادر کو علاوہ ناواقفیت علم اصول حدیث کے صرف مدعا کو مدلل کرنے کا بھی ڈھب نہیں آتا ہے۔ کیا معنی کہ اگر بقول خان صاحب بہادر اس حدیث کے الفاظ روایت سے اور راوی کا درمیان میں نہ ہونا لازم نہیں آتا تو پایا گیا کہ کسی اور راوی کا درمیان میں ہونا ممکن ہے تو امکان وجود راوی سے ایک حدیث موجود و ثابت کتب معتبرہ حدیث اور مسلم و مقبول علمائے حدیث و فقہ کو کون عاقل دین دار تسلیم کر لے گا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے بلکہ حدیث کے غیر متصل ثابت کرنے کے لیے واجب ہے کہ اولی یقیناً ایک راوی درمیان سے متروک ہونا ثابت اور متحقق کیا جائے۔

پھر جب ثابت ہو کہ تابعی نے ایک راوی کا ذکر نہیں کیا ہے تو تب اس حدیث کو بمقابلہ متصل مرسل کہتے ہیں۔ اور حدیث مرسل بھی امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک مقبول ہے، کیوں کہ جو راوی درمیان سے متروک ہوا ہے وہ ثقہ اور معتمد تھا، اس لیے اس کا ذکر ضروری نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور اگر وہ راوی متروک معتبر نہ ہوتا تو اس کا ذکر لازم آتا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حدیث مرسل مقبول ہے اگر کسی دوسری وجہ سے قوت حاصل کر لے اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ایک قول میں حدیث مرسل مقبول ہے، اور دوسرے قول میں اس میں توقف لازم ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مقدمہ ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے جس کی اصل عبارت حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔

**حاشیہ:** نزد ابوحنیفہ و مالک رحمہما اللہ تعالیٰ حدیث مرسل بہر حال مقبول است و ایساں گویند کہ ارسال بجہت کمال وثوق و اعتماد است زیرا کہ کلام در ثقہ است و اگر نزد دے صحیح نمی بود ارسال نمی نمود و نزد شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر حدیث مرسل اعتقاد یا بوجہ دیگر مقبول است و نزد احمد دو قول است بقولے قبول و بقولے توقف۔ افہام اللغات من عن۔ (افہام اللغات جلد اول، ص: ۲ مطبوعہ کارخانہ محمدی ۱۲۷۷ھ)

پس اگر بالفرض یہ حدیث مرسل یعنی غیر متصل ثابت ہو جائے تاہم اکثر ائمہ مجتہدین کے نزدیک مقبول ہے تو اس کو غیر ثابت فی نفسہ کہنے والا ظلم و جہول ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس حدیث کے راوی امام ابو داؤد اور آل حضرت رضی اللہ عنہم کے درمیان پانچ ہیں ان میں سے حسان بن عطیہ تابعی ثقہ فقیہ عابد نے ابی منیب تابعی ثقہ سے اور ابی منیب تابعی ثقہ نے حضرت ابن عمر مشہور جلیل القدر صحابی سے رضی اللہ عنہم بلفظ ”عن“ روایت کی ہے جس سے خان صاحب بہادر کو دھوکہ پڑا کہ یہ حدیث معنعن ہے اور معنعن حدیث متصل نہیں ہوتی بلکہ مرسل ہوتی ہے تو اس وہم سے اس حدیث کو غیر ثابت لکھ دیا ہو تو یہ بھی ان کی علم اصول حدیث سے ناواقفیت ہے، کیوں کہ بعض محدثین نے جو معنعن کو مرسل کہہ دیا ہے تو وہ غیر صحیح ہے اور صحیح قول جس پر جمہور محدثین اور فقہاء اور اصولیین ہیں یہ ہے کہ حدیث معنعن متصل ہوتی ہے بشرطیکہ راوی جس نے لفظ عن سے روایت کی ہے مدلس نہ ہو، نیز جن راویوں میں عنعنہ سے روایت ہوئی ہے ملاقات باہمی کا امکان ہو جیسا کہ مقدمہ صحیح بخاری۔ مطبوعہ احمدی۔ میں لکھا ہے جس کی اصل عبارت بھی حاشیہ پر سزا مسطور ہوتی ہے۔ (۱)

پس حسان بن عطیہ اور ابی منیب دونوں تابعی ثقہ ہیں جو اکثر تابعین سے اور صحابہ سے بھی روایت کرتے ہیں، اور تالیس سے بری ہیں جیسا کہ تقریب التہذیب میں ان کی تعریف ہے جو حاشیہ پر بہ جنس مثبت ہوتی ہے۔ (۲)

پھر جب ایک تابعی ثقہ فقیہ عابد نے۔ جو حسن بن عطیہ ہے۔ دوسرے تابعی ثقہ سے۔ جس کا نام ابی منیب ہے۔ روایت کی، اور ابی منیب تابعی ثقہ نے حضرت ابن عمر جلیل القدر صحابی سے روایت لی تو غیر متصل کہاں رہی بلکہ بالیقین یہ حدیث متصل نکلی اور سو اس کے مسند امام احمد اور سنن

(۱) حاشیہ: المعنعن قال النوری هو فلان عن فلان، قال بعض العلماء هو مرسل و الصحيح الذي عليه العمل، و قاله الجماهير من اصحاب الحديث و الفقه و الاصول انه متصل بشرط ان يكون المعنعن غير مدلس و بشرط إمكان لقاء من احصفت العنعن اليهم بعضهم بعضا. مقدمہ صحیح بخاری۔ من عن مطبوعہ احمدی۔

(۲) حاشیہ: حسان بن عطیہ المحاربی فولاهم ابو بکر الدمشقی فقیہ عابد من الرابعة مات بعد العشرين و مائة. أبو المنیب الجرجسی بضم الجیم و فتح الرا و بعدها معجمة الدمشقی ثقة من الرابعة. تقریب التہذیب من عن۔

ابوداؤد میں اس حدیث کا موجود ہونا جیسا کہ صاحب مصابیح اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس پر تصریح کی ہے مؤید ہے اس کا کہ یہ حدیث صحیح بھی ہے کیوں کہ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ لاکھ حدیث سے - جو ان کو یاد تھیں - انتخاب کر کے سنن ابوداؤد میں چار ہزار چھ سو حدیث درج کی ہیں جو ان کے نزدیک صحیح اور قریب بہ صحیح تھیں جیسا کہ محدث دہلوی نے مقدمہ ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے جس کی اصل عبارت حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

اور نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة کے وصل لباس میں ابن قیم سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے اور ترمذی کی بھی حدیث ہے کہ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَهَ بِغَيْرِنَا۔ انتہی۔

نیز خلفائے راشدین اور سب علمائے مجتہدین اور اکابر محدثین اس سے حکم شرعی بیان کر گئے ہیں چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا۔ تو ایسے حدیث متصل، ثابت، صحیح، مقبول الائمہ، سند الائمہ کو غیر ثابت اور مردود کہہ دینا - جیسا کہ خان صاحب بہادر نے لکھا ہے - کسی دین دار کا کام نہیں!۔

دوسری وجہ خان صاحب بہادر کے جواب کے خلاف شرع ہونے کی یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ راوی نے مورد حدیث بیان نہیں کیا ہے اور لفظ تشبہ جو حدیث میں واقع ہے مورد حدیث کے نہ معلوم ہونے سے کسی حکم مدلولی یا استنباطی یا قیاسی کا فائدہ نہیں دیتا۔ پس مورد اس حدیث کا تحقیقاً معلوم نہیں اور نہ معلوم ہو سکتا ہے۔ انتہی

فقیر کہتا ہے کہ حدیث کا مورد یا معنی معلوم ہونا راوی کے بیان پر ہی موقوف نہیں ہیں کئی احکام شرعیہ منصوصات قرآن و حدیث ہیں اور بہت سے احکام مجتہدین اسلام کے استنباط سے ظاہر ہوتے ہیں جو وہ بھی باجماع امت مسلمات سے ہیں۔ اور اس حدیث کا مورد تو آیات کثیرہ و احادیث صحیحہ صریحہ کے مطابق بہت عمدہ طور سے ثابت ہے جو علمائے دین نے بیان کیا ہے اور اہل علم اس کو بخوبی

(۱) حاشیہ: ابوداؤد منقول است کہ پانصد ہزار حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم از مشائخ در قید ضبط و ضبط کتابت در آورده ام و سنن خود را ازیں پانصد ہزار پیردن آورده ام و در آں کتاب چہار ہزار شش صد حدیث ایراد کرده ام کہ صحیح است و آں چہ نزدیک صحیح است بآں۔ اشعۃ اللمعات - من عن - (اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص: ۱۰ مطبوعہ کارخانہ محمدی ۱۲۷۷ھ)

تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے تو خان صاحب بہادر کو اس حدیث کے مورد نہ معلوم ہونے سے یا اعتاداً اور استکباراً اس سے انکار کرنے سے حدیث بے فائدہ نہیں ہو سکتی ہے صرف فہمید غیر شدید۔

تیسری وجہ خان صاحب بہادر کے جواب کے خلاف شرع ہونے کی یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ ایک ہندوستانی مسلمان نے روسی یا انگریزی پوشاک پہن کر اپنے تئیں مشابہ اس قوم کے بنا، یا اور لوگوں نے بھی اس کو اسی قوم کا سمجھا تو پھر اس سے نتیجہ شرعی کیا نکلا؟ انتہی بقدر الحاجت۔

فقیر کہتا ہے کہ اس جگہ پر خان صاحب بہادر کا کفار کے مشابہ بننے میں نتیجہ شرعی کا انکار کرنا شرع سے بالکل فرار کرنا ہے، کیوں کہ جس مسلمان نے کفار سے ایسی مشابہت کی جس سے وہ اس قوم میں سمجھا گیا تو بے شک اس کا نتیجہ شرعی یہ نکلا کہ وہ شخص مشابہت کرنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کا سخت بے فرمان اور مخالف ہوا، اس لیے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے۔ جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اپنی امت مرحومہ کو کافروں کے شعار میں یعنی جس سے ان کی شناخت ہو تشبیہ کرنے سے ممانعت فرمائی ہے جیسا کہ بہت سی صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے :

ان اليهود والنصارى لا یصبغون فخالقوہم۔ (۱)

اور سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہما میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے :

غیروا الشیب ولا تشبہوا بالیہود۔ (۲)

یعنی سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جو ترک خضاب کو اپنا شعار کیا تم ان کا خلاف کرو یعنی بالوں کو خضاب لگاؤ اور کفار سے مشابہ نہ بن جاؤ۔

(۱) صحیح بخاری: ۱۷۰۳/۳ حدیث: ۳۳۶۴..... صحیح مسلم: ۱۶۶۳/۳ حدیث: ۲۱۰۲..... سنن ابوداؤد: ۱۳۶/۳

حدیث: ۳۳۲۰۵..... سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۶/۲ حدیث: ۳۶۲۱..... سنن نسائی: ۱۸۵/۸ حدیث: ۵۲۳۱۔

(۲) سنن ترمذی: ۲۳۲/۳ حدیث: ۱۷۵۲..... سنن نسائی: ۱۳۷/۸ حدیث: ۵۰۷۳..... صحیح ابن حبان: ۲۸۷/۱۲

حدیث: ۵۲۷۳..... مسند احمد بن حنبل: ۳۲/۳ حدیث: ۱۲۶۶۔

تشبیہ: صرف سیاہ خضاب کا امر نہیں بلکہ سرخ و سیاہ شامل کر کے اور صرف سرخ کا بھی حکم ہے۔ کذا جاء فی الاحادیث و هكذا فی شروح البخاری و مسلم و غیرها من الکتب الدینیة۔

نیز بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم کی حدیث میں وارد ہے کہ رسول خدا ﷺ سے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ صحابی نے پوچھا کہ ہمارے پاس اگر کارونہ ہو تو کیا تیز کلک اور سرکنڈا سے ذبح کر لیا کریں تو آپ نے جامع جواب دیا کہ جو چیز خون کو جاری کر دے اور خدا کا نام اس پر لیا جائے تو تو اسے کھالے، مگر دانت اور ناخن یعنی ان دونوں سے ذبح منع ہے۔

(۱) سنن ابوداؤد: ۶۲/۳ حدیث: ۲۸۲۶..... سنن ابن ماجہ: ۱۰۶/۲ حدیث: ۳۱۷۷..... مسند طرابلسی: ۳۶۷/۲ حدیث: ۱۱۷۷۔

اور میں تمہیں اس ممانعت کی وجہ بتاتا ہوں۔ دانت اس لیے کہ وہ استخوان ہے اور ناخن اس لیے کہ وہ جیشیوں کا رد ہے، یعنی جیشی کافر اور نصاریٰ ہیں اور ناخن سے ذبح کرنا ان کا شعار ہے، پس اس سے ذبح کرنے میں کافروں سے تشبیہ لایا آتی ہے اور تم کو کفار کی تشبیہ سے ممانعت ہو چکی ہے بلکہ مسلمان کافروں کی مخالفت پر مامور ہیں جیسا کہ قسطلانی شرح صحیح بخاری (۱) اور نووی شرح صحیح مسلم (۲) اور طیبی شرح مصابیح (۳) اور نہایہ اور مجمع البحار شرح صحاح ستہ (۴) اور مرقات اور اشعة اللمعات مشکوٰۃ کی شرحوں وغیرہا میں لکھا ہے اور نیز صحاح ستہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کی محبت اور دوستی سے آں حضرت ﷺ عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے اور صحابہ کو بھی اس روزہ کا امر فرماتے تھے۔

پھر صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ اور مصابیح اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہا میں بروایت حضرت ابن عباس آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ عاشورہ کے دن کی یہود و نصاریٰ بھی تعظیم کرتے اور اس میں روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے ارشاد کیا:

(۱) اما الظفر ذی الحسبۃ وہم کفار وقد عن نہیۃ الشیۃ بهم۔ ۱۲ قسطلانی ۱۲

(۲) اما الظفر ذی الحسبۃ معناه انہم کفار وقد نہیتم عن التعظیم بالکفار وبذا شعارہم۔ ۱۲ نووی

(۳) معناه انہم کفار وقد نہیتم عن التعظیم بهم وبشعارہم۔ ۱۲ شرح مصابیح

(۴) اما الظفر ذی الحسبۃ ای شعارہم فلا یجوز التعظیم بهم۔ ۱۲ مجمع البحار



لئن بقیت الی قابل لأصومن التاسع (۱)

یعنی اگر میں سال آئندہ تک زندہ رہا تو نویں تاریخ بھی عاشورا کے ساتھ روزہ رکھوں گا تاکہ کفار کے ساتھ تشبیہ نہ ہو۔

قاضی عیاض نے صحیحین کی شرح میں، امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں، ابن الاثیر کی نہایہ، علامہ محمد طاہر کی مجمع البحار، مرقات اور اشعۃ اللمعات وغیرہا میں یوں ہی لکھا ہے۔ اور مجمع البحار میں معتبرات سے یہ بھی لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ ابتداءً اسلام میں اہل کتاب کی موافقت کو ان کی تالیف قلوب کے لیے پسند فرماتے تھے، پھر جب حق ظاہر اور غالب ہوا اور انہوں نے عناد و رزی کی تو آپ نے بھی ان کی مخالفت اختیار فرمائی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال ان کی مخالفت کے واسطے نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مجمع بحار الانوار کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۲)

اور محدثِ دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ﷺ اس محرم سے دوسرے محرم تک دنیا میں نہ رہے بلکہ ربیع الاول میں قبر مطہر کے روضہ منورہ میں خلوت فرما ہو گئے۔

پھر محدثِ دہلوی محمد عبدالحق مدارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فتح مکہ کے بعد فرمایا کہ اگر سال آئندہ تک میں دنیا میں رہا تو نویں کاروزہ رکھوں گا یعنی نویں تاریخ کو عاشورا کے ساتھ ملاؤں گا۔ مقصود اس سے اہل کتاب کی مخالفت تھی کہ وہ ایک عاشورا کا ہی روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور مسند امام احمد اور بزار میں بروایت حضرت ابن عباس آیا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود سے مخالفت کرو کہ عاشورا سے پہلے اور پیچھے بھی روزہ رکھو۔ کذافی سفر السعادت۔

(۱) صحیح مسلم: ۲۹۸/۲ حدیث: ۱۱۳۳..... ابن ماجہ: ۵۵۲/۱ حدیث: ۱۷۳۶..... مسند احمد: ۵/۲۸۰ حدیث: ۳۲۱۳۔

(۲) حاشیہ: غیر لکنہ کان فی اول امرہ یحب موافقة اهل الكتاب تالیفا بہم استجلاء بقلوبہم لئلا یصار یحب مخالفتہم لما ظہر الحق فلما علم اصحابہ صحبته مخالفتہم اخیروہ بتعظیمہم لہ لیخالفہم فقال مخالفتہم بصوم التاسع فی القابل۔ مجمع البحار من عن بذیل لفظ تسع اور لفظ وفق میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ۱۲۔



یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج النبوة کا، اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مسطور ہوتی ہے۔ (۱)  
 نیز صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد غلام نافع سے روایت آئی ہے  
 کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی مسکین کے سوا طعام نہیں کھایا کرتے تھے۔ پس ایک دن میں ایک  
 شخص کو لے آیا کہ ان سے مل کر کھانا کھائیں، پس اس نے کھانے کو بہت کھایا تو اس پر ابن عمر رضی  
 اللہ عنہما نے فرمایا: اے نافع! اس کو پھر میرے پاس نہ لانا یعنی اس لیے کہ یہ کافر کی صفت سے۔ جو  
 بہت کھاتا ہے۔ متصف ہے۔ اور مومن اس سے بھاگتا ہے جو کافر کی صفت سے متصف ہو۔ پھر  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر یہ دلیل بیان کی :

سمعت النبی ﷺ يقول: المؤمن يأكل في معي واحد والكافر يأكل  
 في سبعة أمعاء. (۲)

یعنی حضرت ﷺ فرماتے تھے کہ مومن ایک رو دے (آنت) میں کھاتا ہے اور کافر  
 سات رو دوں (آنتوں) میں کھاتا ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں بہت کھانے کو کافر کی صفت بنانے میں اس آیت قرآنی سے تائید  
 کی ہے :

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْإِنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝

(سورہ محمد: ۱۲/۳۷)

یعنی کافر نفع اٹھاتے اور کھاتے ہیں جیسا کہ چوپائے کھاتے ہیں اور بازگشت ان کی  
 آگ دوزخ ہے۔

(۱) حاشیہ: و بعد از فتح مکہ فرمود اگر سال آئندہ در یا بم روزہ دارم تا سحرا یعنی صوم کنم آنرا یوم عاشورا مقصود مخالفت  
 اہل کتاب بود و در افراد صوم عاشورا و تعظیم آن و در روایات احمد و بزار از ابن عباس آمدہ کہ رسول خدا ﷺ فرمود  
 روزہ دارید روز عاشورا مخالفت کنید دو روے یہود را، و روزہ دارید پیش از وی۔ کذافی سفر السعاده، ۱۲۔ مدارج  
 النبوة۔ من عن۔ (مدارج النبوة قاری، ج ۲، ص: ۷۲ مطبع منشی نولکشور)

(۲) صحیح بخاری: ۷/۷۱: حدیث: ۵۳۹۳..... صحیح مسلم: ۱۶۳۱/۳..... سنن ترمذی: ۲۶۶/۳ حدیث: ۱۸۱۸.....  
 سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۳/۲..... سنن داری: ۱۳۵/۲ حدیث: ۲۰۳۰۔

پھر قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ یہ مومن اور کافر کے کھانے کی حدیث صحیح مسلم اور موطا امام مالک رحمہما اللہ اور طبرانی میں بھی ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ سنن دارمی وابن ماجہ وغیرہما میں بھی یہ حدیث موجود ہے، اور مقصود اس سے یہ ہے کہ مومن کی شان طلب حلال اور ترک دنیا اور قناعت ہے، اور اکثر مومنین ایسے ہی لکھتے ہیں اور کافر کا طور حرام حلال کی حرص اور طمع ہے اور اکثر کفار ایسے ہوتے ہیں۔ کذافی شروح الحسین وغیرہما۔

اور نیز قسطلانی شرح صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح اور شعب الایمان بیہقی میں بہ روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آں حضرت ﷺ سے لائے ہیں کہ آپ نے ایک غلام کے مول لینے کا ارادہ کیا، پس اس کے آگے کھجوریں ڈالیں پس غلام نے بہت کھائیں تو آپ نے فرمایا کہ بہت کھانا بے برکتی کی علامت ہے اور حکم کیا کہ اس غلام کو لوٹا دو یعنی ہم نہیں خریدتے کہ بہت کھانے میں کفار کے مشابہ ہے۔ کذافی شرح المشکوٰۃ۔

پس اب ان احادیث صحیحہ سے صراحت اور دلالت صاف صاف ثابت اور متحقق ہو گیا کہ آں حضرت ﷺ کو اہل کتاب اور دوسرے کفار سے مشابہت کرنے اور نیز کافروں کی صفت سے متصف ہونا ناپسند تھا اور امت مرحومہ کو اس سے روکتے اور منع فرماتے تھے کہ کفار کے شعار میں ان کے مشابہ نہ بنو اور ان کی صفت سے متصف نہ ہو جیسا کہ حدیث سنن ابوداؤد اور مسند امام احمد حنبل و مصابیح و مشکوٰۃ المصابیح وغیرہما جو بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہما آئی ہے کہ آپ نے فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم کا یہی مطلب ہے۔ یعنی نیکو کاروں کی تشبیہ اور مانند بننے کی اس حدیث میں ترغیب ہے اور بدکاروں کی تشبیہ سے ترہیب ہے۔

یعنی فرمایا ہے کہ جو شخص کافروں اور فاسقوں کے شعار میں ان سے مشابہ بنے گا گناہ میں ان کا شریک ہوگا اور جو نیکوں ایمانداروں کے ساتھ مماثلت اور مشابہت پیدا کرے گا ثواب اور نیکی میں ان کا ساتھی ہوگا۔ کذافی المرقات و اشعہ اللغات و مجمع البحار وغیرہما۔

مولانا قاری مرقات میں اس حدیث شریف کے ذیل میں ایک غریب حکایت اور عجیب روایت لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب منتقم حقیقی نے فرعون اور دعوانوں کو غرق کیا تو ایک مسخرہ

جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے لباس اور بول چال میں نقلیں کر کے فرعون اور اس کی قوم کو ہنسایا کرتا تھا وہ غرق ہونے سے بچ رہا۔ اس پر حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے حضور میں باری تعالیٰ کے عرض کی کہ اے میرے رب ایہ مسخرہ تو مجھے سب سے زیادہ ستاتا تھا اور تو بہن سے پیش آتا تھا یہ غرق ہونے سے کیوں کر بچا؟۔

تب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام سے فرمایا کہ اس مسخرہ کو ہم نے اس لیے غرق نہ کیا کہ یہ لباس وغیرہ میں آپ سے مشابہت رکھتا تھا، اور دوست اپنے دوست کے ہم شکل کو بھی عذاب نہیں کرتا ہے۔

اب غور کرو کہ جس نے برے ارادے سے خدا کے دوست سے مشابہت کی تو اسے ظاہر کی نجات ملی اور بسا اوقات یہ مشابہت ایمان اور اتباع کا ذریعہ بن کر معنوی نجات بھی دلا دیتی ہے، پس کیا خوش قسمتی ہے ان کی جو ادب اور تعظیم کے ارادے سے نبیوں اور ولیوں سے مشابہت کرتے اور ان کی ہم شکل بنتے ہیں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔ (۱)

پس اب بمقابل اس کے یہ بھی ثابت ہوا کہ کیا بد قسمتی اور شقاوت ہے ان کی جو مسلمانوں میں سے ہو کر محبت اور پیار کی رو سے کافروں سے مشابہت کر کے ان میں سے بن جاتے اور لوگوں کو معلوم کراتے ہیں اور ان سے بڑھ کر بڑے تعجب کی بات ہے جو مسلمانوں کو ایسے برے کاموں کی اجازت فرماتے اور حق تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے نہیں شرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک سمجھ نصیب کرے۔

(۱) حاشیہ : و قد حکى حکایة غریبة و لطیفة عجیبة و هی انه لما اغرق اللہ سبحانہ فرعون و آلہ لم یغرق مسخرۃ الدی کان یعاکی سیدنا موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام فی لبسہ و کلامہ و ملاقاتہ فیضحکہ فرعون و قومہ من حرکاتہ و سکاناتہ فتضرع موسیٰ الی ربہ یارب هذا کان یوذینی اکثر من بقیة آل فرعون فقال الرب تعالیٰ ما غرقناہ فانه کان یماثل لباسک و الحیب لا یعذب من کان علی صورة الحیب . فانظر من کان تشبہ لاهل الحق علی قصد الباطل حصل له نجات صورته و ربما آلت الی النجات المعنوی، فكيف بمن تشبہ بانبيائه و اوليائه علی قصد الشرف و التعظیم و غرض المشابهة الصورية علی وجه التکریم . مرفقات ذیل حدیث من تشبہ بقوم فهو منهم .

اب باقی رہا یہ کہ مشابہت پیار اور محبت کا نتیجہ ہے یعنی آدمی جس سے دوستی اور پیار رکھتا ہے اور جس سے مجالست اور موانست کو پسند کرتا ہے اسی سے مشابہت پیدا کرتا ہے اور اس کا پیرو بنتا ہے اگرچہ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ تفصیل اور دلیل کی محتاج نہیں، تاہم اتنا لکھ دیتا ہوں کہ مولانا قاری زین العکلم شرح عین العلم، نیز مرقات شرح مشکوٰۃ میں اور علامہ محمد طاہر فتنی مجمع البحار شرح صحاح ستہ میں امام غزالی علیہم الرحمہ سے لائے ہیں :

وقال الغزالی مجالسة الحریص ومخالطته تحرك الحرص ومجالسة  
الزاهد تزهد فی الدنيا لان الطباع مجبولة علی التشبه والافتدا . انتهى

یعنی حریص سے مجلس کرنا اور مل بیٹھنا حریص بنا دیتا ہے اور تارک دنیا سے ملنا دنیا کی ناپائیداری جنم دیتا ہے، کیوں کہ طبیعتوں کی جبلت تشبہ اور پیروی پر ہے۔

پس جب مشابہت ثمرہ ہو محبت اور مجالست کا تو اب جاننا چاہیے کہ ہم مسلمان کفار اور فجار کی محبت اور پیار سے منع کیے گئے ہیں اور مومنوں سے اخلاص محبت رکھنے پر مامور ہیں جیسا کہ ابتداء سورہ آل عمران میں فرمان ہے :

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ  
فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَةً وَ يَحْذَرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَاِلَى  
اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ (سورہ آل عمران: ۲۸/۳)

یعنی مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ پکڑیں اور جس نے ایسا کیا تو خدا کے دین اور دوستی میں نہ ہوا مگر جب تم کو ان سے ڈر ہے (یعنی تب زبانی دوستی کا اظہار کرو نہ دل سے) اور خدا تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے (یعنی اگر کافروں سے دوستی رکھو گے تو خدا تم پر غضب کرے گا) اور خدا کی طرف ہی لوٹنا ہے۔

یعنی پس تم کو قیامت میں بدلہ دے گا۔ کذافی الجلالین وغیرہ۔ اور یہ بھی جلالین وسنی وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار کے ڈر سے یاد ارا حرب میں کافروں سے زبانی دوستی کا اظہار کا حکم ہے، پھر تفاسیر معتبرہ میں مثل تفسیر نیشاپوری اور تفسیر کبیر وغیرہما کے لکھتے ہیں کہ کافروں سے میل ملاپ تین قسم ہے :

ایک تو یہ کہ ان کے کفر کو اچھا جان کر ان سے دوستی رکھنا اور یہ قسم دوستی کا تو کفر ہے کیوں کہ الرضا بالكفر کفر مشہور ہے۔ اگر کوئی مسلمان کافر سے ایسی دوستی رکھے تو اسلام سے خارج ہو کر کافر کہلائے گا۔

دوسرا یہ کہ معاملہ اور معاشرت کے طور پر کافروں سے دنیا میں لین دین رکھنا اور یہ منع نہیں۔ اور تیسری قسم جو دونوں قسموں کے درمیان ہے یہ ہے کہ کافروں سے محبت اور رغبت کرنا اور دوستی یا قرابت کے لیے ان کی مدد کرنا۔ یہ قسم اگرچہ کفر نہیں مگر منع اور ناروا ہے، تا کہ یہ محبت کافروں کے طریق کی پسندیدگی اور ان کے دین پر رضامندی کی طرف کھینچ نہ لے جائے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ان کو دوست بنائے، اس لیے تہدید سے فرمایا کہ:

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ۝

یعنی جس نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کی تو خدا کے دین میں سے نہیں ہے۔

یہ ترجمہ ہے عبارت تفاسیر کا اور اصل عبارت تفسیر نیشاپوری کی جو مختصر ہے حاشیہ پر مسطور ہوتی

ہے۔ (۱)

دیکھو اب اس آیت اور تفاسیر سے جو وہ بھی قرآن و حدیث سے ہی مستنبط ہے اس حدیث شریف متنازع فیہ کے معنی کیسے درست اور ٹھیک ٹھیک ذہن نشین ہو گئے کہ جس نے مسلمانوں کی محبت چھوڑ کر کافروں کے دین کو اپنے لیے پسند کر کے ان سے مشابہ بنا تو وہ ان کافروں سے ہی ہوا اور جو صرف محبت کے طرز پر ان سے تشبہ کرے تو وہ سخت گناہ گاری میں ان کا شریک ہوا پس اس حدیث کے روایت و درایت (۲) صحیح اور درست ہونے میں کسی مسلمان بایقان کو کچھ شک نہ رہا۔

اب ایک دو روایتیں اور بھی لکھ دیتا ہوں سورہ مائدہ میں ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ

(۱) وكون المومن مواليا للكافر كمتل

(۲) صحیح املا اس لفظ کا یوں ہے، اور تہذیب الاخلاق میں جو روایا اور درایا لکھا ہے تو وہ اطلانا درست ہے۔ کمالا علی

علی الماہر۔ نقل مطابق اصل کرنے کے واسطے ص ۳ میں رسالہ ہذا کے مطابق تحریر تہذیب الاخلاق کے مقول ہوا

ہے۔ ۱۲ منہ عنی عنہ



بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

(سورۃ مائدہ: ۵۱/۵)

یعنی اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ پکڑو (یعنی ان کی مدد پر بھروسہ نہ کرو اور ان سے دلی محبت نہ رکھو) وہ اپنی اپنی قوم کے دوست دار ہیں اور جو تم سے دوستی کرے گا ان کے ساتھ وہ ان میں سے ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا گویا ان کے مانند بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نہایت ڈرانا اور دھمکانا ہے، تاکہ اہل اسلام دینی دشمنوں سے کنارہ کریں اور ان کے ساتھ دوستانہ میل جول نہ رکھیں، چہ جائیکہ دلی محبت ہو۔ کذا فی التفسیر الکبیر والنیشاپوری والبی السعدی وغیرہا۔

اب اس آیت مبارک سے بھی ثابت ہوا کہ جس نے کفر کو پسند کر کے کافروں سے دوستی کی تو وہ بالیقین کافروں میں سے ہوا اور اس کے حق میں فَإِنَّ مِنْهُمْ حقیقہً راست آیا اور جس نے صرف دلی محبت کی تو وہ گناہ گار سخت ہوا اور تہدید اس پر فَإِنَّ مِنْهُمْ وارد ہوا۔ پس یہی حال ہے حدیث: من تشبه بقوم فهو منهم کا۔

غور کرنے والے مسلمان کو قرآن کی وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّ مِنْهُمْ اور حدیث من تشبه بقوم فهو منهم میں کیسی عمدہ مطابقت معلوم ہوتی ہے۔ اور تفصیل اس محبت کی اوپر گذر چکی ہے کہ محبت کفار جو دین میں خلل انداز ہو وہ ناروا ہے، اور یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ جس نے اس حدیث کا انکار کیا اس نے قرآن کی آیت کا بھی بے شک انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ خان صاحب بہادر کو ہدایت کرے کہ شرع اسلام کے نسخ مسخ کرنے سے باز آجائیں۔ واللہ هو الموفق۔

پھر اسی سورۃ مائدہ میں تلقین فائدہ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُورًا وَ لَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

(سورۃ مائدہ: ۵۷/۵)

یعنی اے ایمان والو! جو تمہارے دین کو مسخری کرتے اور کھیل سمجھتے ہیں اہل کتاب اور



دوسرے کافروں سے ان سے دوستی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو یعنی اس کفار کی دوستی سے اگر تم سچے ایماندار ہو۔

یعنی اہل کتاب اور دوسرے کفار جو تمہارے برحق دین سے ٹھٹھا مسخری کرتے ہیں اور تم ان سے دوستی کرو تو یہ بات عقل اور مروت کے بھی برخلاف ہے۔ کذافی التفسیر الکبیر والتفسیر النیشاپوری وغیرہما۔ بلکہ ایمانداروں کو ایسے کافروں سے بحسب ظاہر دوستوں کا سا معاملہ رکھنا بھی ناروا ہے۔ اسی غرض سے یہ تہدید فرمائی کہ **وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**۔ ورنہ ایسے کافروں سے محبت دلی تو ایمان کے ساتھ جمع ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ کذافی تفسیر ابی السعود، مفتی الشرق والغرب وغیرہ۔ دیکھو اب اس آیت شریف نے بھی اہل کتاب سے مشابہت کرنے کو بابلغ وجوہ منع فرمایا ہے پھر سورہ ہود کے اخیر میں ارشاد پرتا شیر ہے :

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ  
أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ (سورہ ہود: ۱۱۳)

یعنی اور تھوڑی بھی رغبت اور محبت نہ کرو ان سے جو ظالم ہیں تب تم کو لگے گی آگ دوزخ کی اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

تفاسیر مشہورہ میں مثل ابوالسعود، مدارک، جلالین، کمالین اور بیضاوی وغیرہا کے لکھا ہے کہ کافروں اور فاسقوں سے دوستی اور مدد اہنت نہ کرو یا ان کے کاموں پر راضی نہ ہو اور تھوڑی سی رغبت یعنی ان کے مانند لباس نہ پہنو اور ان سے مشابہ نہ بنو اور خوبی سے ان کا ذکر نہ کرو کہ اس میں تم دوزخ کا عذاب پاؤ گے۔ اگرچہ ان آیات سے مطلب حقہ بخوبی ثابت ہو گیا ہے، مگر برکت حاصل کرنے کے لیے یہاں پر بھی کچھ احادیث مبارکہ کا ذکر کرنا مناسب ہو کر لکھا جاتا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے سرور عالم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں کہ جس نے ایک قوم سے محبت رکھی اور ان سے نہیں ملا، یعنی باہمی ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا یا عملوں میں ان کے برابر نہیں۔ تب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا :

المرء مع من أحب .

یعنی وہ شخص اس کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔ (۱)

اس صحیح حدیث میں نیکو کاروں، علما و پرہیزگاروں اور ولیوں کے دوستوں کے لیے بشارت ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے محبوبوں کے زمرہ میں اٹھیں گے، اور ان کے ساتھ ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کذافی ترجمۃ الشیخ الحدیث الدہلوی و مجمع البحار وغیرہما۔ ولنعلم ما قیل۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگ خارہ و مرمر بدے ☆ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوے

صحبت صالح ترا صالح کند ☆ صحبت طالح ترا طالح کند

اور مولانا قاری شرح مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر اس حدیث کا عموم ہے کہ شامل ہے واسطے صالح اور بد بخت کے، اور مؤید اس کے ہے حدیث: الْمَرْءُ عَلٰی دینِ خَلِيلِهِ جیسا کہ آگے آئے گی۔

پس اس حدیث میں نیکو کاروں کی محبت اور مجالست کی ترغیب ہے، اور کفار اشرار کی دوستی سے ترہیب ہے۔ کذافی مظاہر حق اور کیا خوب فرمایا ہے۔

صحبت بد حال تہمی کند ☆ دیگ نیہ جامہ سیہ می کند

اور نیز سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن دارمی وغیرہا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول خدا ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے:

لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا لقی . کذا فی المصابیح و

مشکوٰۃ المصابیح . (۲)

یعنی مجلس نہ کر اور دوستی نہ رکھ مگر مسلمان نیکو کار سے، نہ کافر اور بدکار سے۔ اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔

(۱) صحیح بخاری: ۳۹۸۸ حدیث: ۶۱۶۸..... صحیح مسلم: ۲۰۳۳/۳ حدیث: ۲۶۳۰..... سنن ترمذی: ۵۹۵/۳ حدیث:

۲۳۸۵..... سنن ابوداؤد: ۳۹۵/۳ حدیث: ۵۱۲۹..... صحیح ابن حبان: ۳۰۸/۱ حدیث: ۱۰۵۔

(۲) سنن ابوداؤد: ۳۰۷/۳ حدیث: ۳۸۳۳..... جامع ترمذی: ۶۰۰/۳ حدیث: ۲۳۹۵..... سنن دارمی: ۱۳۰/۲

حدیث: ۲۰۵۷..... صحیح ابن حبان: ۳۱۳/۲ حدیث: ۵۵۳۔

اس حدیث شریف میں مسلمان کو کافروں اور فاجروں کے ساتھ ملاپ کرنے سے اور مل کر کھانا کھانے سے ممانعت فرمائی ہے، تاکہ دوستی اور محبت کا سبب نہ بن جائے اور ان کی بری صفاتیں مسلمان میں سرایت نہ کر جائیں۔ کذا فی اشعۃ اللمعات ومظاہر حق وغیرہما۔ اور مصابیح میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا :

المرء علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من یخالل (۱)

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے کیا معنی کہ بسا اوقات آدمی اپنے دوست کے مذہب اور سیرت سے متمذہب اور متخلق بن جاتا ہے۔ پس چاہیے کہ فکر اور اندیشہ کر لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے، اپنی جنس سے یا ناس جنس سے۔ کذا فی اشعۃ اللمعات ومجمع البحار وغیرہما۔ ولعمم ما قبل :

- ☆ بود قبلی جنس فرعون ذمیم
- ☆ بود سبطی جنس موسیٰ کلیم
- ☆ جاذبہ جنست ست اکنوں بہیں
- ☆ کہ تو جنس کیستی از کفر و دیں
- ☆ گر بہا ماں مانگے ہا مانگے
- ☆ و رہوسی مانگے سجانے
- ☆ حق ذات پاک اللہ الصمد
- ☆ کہ بود بہ مارہ بد از یار بد
- ☆ مار بد جانت ستانت اے سلیم
- ☆ یار بد آرد سوئے نارجم
- ☆ زہر قاتل می ثمر صحبت بہ عام
- ☆ ہست صحبت را اثر ہائے تمام

پھر مصابیح کی اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے یوں تخریج کیا ہے کہ یہ حدیث مسند امام احمد بن حنبل، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور شعب الایمان بیہقی میں ہے۔ اور امام نووی نے لکھا ہے کہ اسناد اس حدیث کی صحیح ہیں۔ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ یہ حدیث ریاض الصالحین میں ہے۔ پھر علامہ قاری مرقات اور نیز زین الحکم شرح عین العلم میں اور محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ صاحب مشکوٰۃ نے جو اس حدیث کی اسناد وطوالت سے بیان کی ہے تو مقصود اس سے یہ کہ مردود ہو قول اس کا جس نے وہم کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۸۷/۳ حدیث: ۵۰۱۹..... مسند شہاب قضاوی: ۳۲/۲ حدیث: ۹۰۷..... مسند اسحاق بن راہویہ:

۳۵۲/۱ حدیث: ۳۵۱..... مسند احمد بن حنبل: ۳۹۸/۱۳ حدیث: ۸۰۲۸۔

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو جو قزوینی نے موضوع کہا تو علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا رد کیا کہ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح لکھا ہے، پس اس کو موضوع کہنا خطا اور بے جا ہے۔ اصل عبارت مشکوٰۃ و مرقات اور ترجمہ فارسی مشکوٰۃ کی حاشیہ پر منقول ہوئی ہے۔ (۱)

مولانا قاری علیہ رحمۃ الباری نے بذیل اسی حدیث شریف کے زین الحکم شرح عین الحکم میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جاہل کے ساتھ دوستی اور مجلس نہ کر اور اس کام سے نہایت ڈر، کیوں کہ کئی نادان دوست بن کر دانا کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ایک آدمی کی چال چلن دوسرے آدمی پر قیاس کی جاتی ہے۔ ایک شے کو دوسرے سے مشابہت آتی ہے۔ ایک دل کو دوسرے دل پر وقت ملاقات کے دلیل نکل آتی ہے، اور کیوں نہ ہو کہ نادان دوست سے تجھے ضرر ہی ہوگا گو وہ ارادہ کرے کہ تجھے فائدہ پہنچائے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ گاروں کے ساتھ دشمنی کرنے سے خدا کے دوست بن جاؤ اور ان سے دُور رہ کر حق تعالیٰ کے مقرب کہلاؤ، اور ان سے غصے ہو کر باری تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرو۔ تب لوگوں نے عرض کی: یا روح اللہ! پھر ہم کس سے محبت کریں اور مجلس رکھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کے دیدار سے پروردگار یاد آئے، اس کی ہم نشینی اختیار کرو اور جس کے کلام اور نصیحت سے تمہاری نیکیاں زیادہ ہوں اس کے یار بنو، اور جس کا علم تم کو آخرت کی رغبت دلائے اس سے پیار رکھو۔

(۱) حاشیہ: رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و البیہقی فی شعب الایمان، و قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب، و قال النووی اسنادہ صحیح۔ قال الطیبی ذکرہ فی ریاض الصالحین و غرض المؤلف من ایرادہ و اطنابہ دفع الطعن فی هذا الحدیث و رفع توہم من توہم أنه موضوع۔ قال السیوطی هذا الحدیث أحد الاحادیث التي انتقدھا الحافظ القزوينی علی المصابیح و قال إنه موضوع فقال الحافظ ابن حجر یعنی العسقلانی فی ردہ علیہ قد حنہ الترمذی و صححہ الحاکم مرقات من عن . مقصود مولف ازین تطویل مبالغہ و رد توہم کردہ کہ اس حدیث موضوع است۔ شیخ ابن حجر عسقلانی حافظ سراج الدین قزوینی کہ اس را موضوع گفتہ رد کردہ بگفتہ کہ ترمذی اس حدیث را قسین کردہ و حاکم صحیح نوشتہ است کذا قال السیوطی ترجمہ مشکوٰۃ من عن۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی ایماندار کسی مجلس میں آئے جہاں ایک سومانق اور صرف ایک ہی مومن موجود ہو تو وہ اسی ایک مومن کے پاس بیٹھے گا، اور اگر کوئی منافق کسی مجلس میں جائے جہاں ایک سومانق اور صرف ایک منافق ہو تو وہ اسی ایک منافق سے ہی ملے گا۔

اس حدیث کو بیہقی علیہ الرحمہ نے شعب الایمان میں مرفوع اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف دونوں طرح سے روایت کیا ہے۔ اور اس لیے مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت فرشتوں کی مقرر کر رکھی ہے کہ ہم جنسوں کو باہم ملا دیتی ہے، اور آیت: وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ میں بھی اس پر اشارہ ہے، اور بعض حکماء نے بھی کہا ہے کہ ہر آدمی اپنے ہم پیشہ اور ہم شکل سے انس رکھتا ہے جیسا کہ پکھی اپنی مثل سے اڑتا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت زین الحکم کا۔ اور اصل عبارت عربی بھی حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔ (۱)

پس جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ حدیث شریف: مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ مطابق آیات قرآنی کے ہے ویسا ہی یہاں پر متحقق ہو گیا کہ المرء مع من أحب اور المرء علی دین خلیلہ بھی بے شک موافق حدیث من تشبه بقوم فهو منهم کے ہیں، جس نے اس حدیث کو نہ مانا گویا کہ فی الاصل آیات قرآنی اور حدیث حبیب رحمانی رضی اللہ عنہ سے روگردانا۔

(۱) حاشیہ: و عن علی کرم اللہ وجہہ لا تصاحب ابا الجہل و اباک و اباہ فکم من جاہل روی حکیمان حین آغاه یقال؟؟ المر اذا شاماه للشی علی الشی مقیا و اشباہ للقلب علی القلب دلیل حین یلقاہ کیف و الاحق قد یضربک وهو یرید ان ینفعلک و عن عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام تحبوا الی اللہ ببغض اهل المعاصی و تقربوا الی اللہ بالتباعد عنہم التمسو رضی اللہ بسخطہم قالوا یا روح اللہ فمن نجالس قال جالسوا من یدکر کم اللہ رویتہ من یرید فی عملکم کلامہ و من یرغبکم فی الآخر عملہ و عنہ علیہ السلام لو ان مومنا دخل الی مجلس فیہ ماء منافق و مومن واحد لجا حتی یجلس الیہ و لو ان منافقا دخل الی مجلس فیہ ماء مومن و منافق واحد لجا حتی یجلس الیہ رواہ البیہقی فی الشعب مرفوعا و موقوفاً علی ابن مسعود و من مہنا قیل ان للہ ملائکة یخوا الامل الی الامل و یشیر الی قولہ تعالیٰ و هو علی جمعہم اذا یشا قذیر قال بعض الحکما کل انسان یانس الی شکله کما ان کل طیر طیر مع مثله زین الحکم من عن .



اب یہاں تک باطل و وجود حدیث تشبہ کی صحت لفظی اور معنوی ثابت ہوگئی اور روایت و درایت ثابت نکلی، بناء علیہ دینی کتابوں میں کفار اور فجار کی ظاہری مشابہت بھی مکروہ لکھی ہے، تاکہ موجب رضا بالکفر کا نہ ہو جائے اور دائرہ اسلام سے کہیں خارج نہ کرائے۔

ردالمحتار میں - جو کتاب مقبول العرب والعجم ہے - معتبرات سے لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کسی نے موچی کو کہا کہ مجھے مجوسیوں یا فاسقوں کی وضع پر موزہ بنا دے یا درزی سے بولا کہ مجھے گنہ گاروں کا سا کپڑا تیار کر دے تو موچی اور درزی کو مکروہ ہے کہ ویسا بنائے اور اسے پہنائے کیوں کہ یہ سبب ہے مجوس اور فساق کی تشبیہ کا۔ انتہی۔

اور مولانا قاری فقہ اکبر کے ملحقات میں لکھتے ہیں :

لبس تاج الرفقة مکروہ کراهة تحریم و إن لم یکن کفرا بناء علی عدم تکفیرهم لقوله علیہ السلام : من تشبه بقوم فهو منهم .

یعنی رافضیوں کی ٹوپی جو ان کا شعار ہے پہنی مکروہ تحریمہ ہے بہ حکم حدیث مرفوع: من تشبه بقوم فهو منهم کے، پس اب غور کرو کہ اس حدیث شریف کی راستی پر قرآن مجید اور صحیح حدیثیں اور دینی کتابیں برابر شہادت دے رہی ہیں تو خان صاحب بہادر جو اس کی تکذیب کر رہے ہیں تو سوائے بے دینیوں کے ان کی کون سنتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت فرمادے اور وہ راہ راست پر لائے۔

چوتھی غلطی اور خلاف شرع جانا خان صاحب بہادر کا اس جواب میں یہ ہے جو لکھتے ہیں۔

تیسری یہ کہ تشابہ ایک قوم کا دوسری قوم سے بلاشبہ زیادہ تر لباس پر منحصر ہے، مگر خود رسول خدا ﷺ نے یورپ کی قوم کا اور خاص رومن کی تھلک میں جو مروج تھا وہ لباس پہنا ہے۔ مشکوٰۃ میں بخاری اور مسلم سے یہ حدیث موجود ہے کہ:

إن النبی ﷺ لبس جبة رومية ضيقة الکمین . (۱)

جب رومی بطور عبایا چونغہ کے ایک قسم کا لباس ہے تنگ آستینوں کا جو اب بھی رومن کی تھلک کے

(۱) سنن ترمذی: ۲۳۹/۴ حدیث: ۱۷۶۸..... مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۷۹ حدیث: ۲۳۰۵..... مسند احمد: ۳۰/۳۰۷  
حدیث: ۱۸۲۳۹..... جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۱۰/۶۶۷ حدیث: ۸۳۰۳۔



پادری پہنتے ہیں اور خاص پادریوں کی پوشاک ہے۔ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی۔ الی قولہ۔ بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے یہودیوں کی پوشاک بھی پہنی ہے جیسا کہ حدیث مغیرہ میں ہے: فتوضاً وعلیہ جبة شامیة۔ ص ۸۶۳۔ اور جبہ شامیہ خاص یہود کا لباس تھا جو اب تک ان کے راہبوں کا لباس ہے۔ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے خاص آتش پرستوں کا بھی لباس پہنا ہے جیسا کہ حدیث عبداللہ مولا اسماء بنت ابی بکر میں ہے:

فأخرجت إلی جبة طیالسة كسروانیة۔ (ص ۱۹۰ جلد ۲)

اور یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بروقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے، پھر جب بخاری کھولتے ہیں تو بسم اللہ کے بعد یہ عبارت پڑھتے ہیں: کتاب اللباس باب قول اللہ عزوجل:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلُوا وَاشْرَبُوا  
والبسوا ای ما طاب لكم و تصدقوا فی غیر إسراف ولا مخیلة وقال  
ابن عباس كل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاتك اثنان سرف او  
مخیلة۔ (۱)

پس ہم کو ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے تو تشابہ کو مشابہت نہ رہی اور لباس پر بھی حمل نہیں کر سکتے۔ انتہی بلفظ

فقیر کہتا ہے کہ اس تیسری وجہ کے بیان میں خان صاحب بہادر نے بہت سی سخت غلطیاں کی ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے جو حدیث بخاری و مسلم سے آں حضرت ﷺ کا جبہ رومی تنگ آستین پہننا ثابت کیا ہے، یہ محض دروغ بے فروغ اور بہتان ہے۔

صحیح بخاری کے وضو اور مسح موزہ اور لباس اور غزوات کے بابوں میں کہیں بھی اس بات کا نام و نشان تک مذکور نہیں اور صحیح مسلم میں بلکہ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کی ص ۸۶۳، اور صحیح مسلم مع شرح نووی پہلی جلد کے صفحہ ۱۳۳ میں بہ روایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے سفر میں جبہ شامیہ تنگ آستین پہنا تھا جس کو وضو کے وقت اتارنا پڑا تھا۔ پھر صحیح بخاری کے صفحہ ۶۳۷

(۱) صحیح بخاری، ترجمہ الباب: ۷..... مسند احمد بن حنبل: ۱۱/۲۹۳ حدیث: ۶۶۹۵۔

میں یہ واقعہ جنگ تبوک کا لکھا ہے۔ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری اور نووی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ جبہ تنگ آستین آپ کا معتاد اور دائمی لباس نہ تھا بلکہ سفر کی ضرورت اور حاجت کے واسطے آپ نے یہ پہنا تھا چنانچہ اصل عبارت حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

دوسری غلطی یہ ہے کہ جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور نسائی میں بہ روایت انھیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے اسی جنگ تبوک کے واقعہ میں لکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے جبہ رومی تنگ آستین پہنا۔ پس اس روایت کو صحیحین کی طرف منسوب کرنا خان صاحب بہادر کی غلطی ہے۔

پھر اصل میں یوں ثابت ہوا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے سفر میں آپ کو جبہ تنگ آستین پہنے ہوئے دیکھ کر کبھی اس کو جبہ شامیہ سے تعبیر کی اور یہ روایت درج صحیحین ہوئے اور کبھی اس کو جبہ رومی بتایا اور یہ روایت سنن والوں نے لی تو اب صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ نے سفر جنگ کی ضرورت میں جبہ تنگ آستین پہنا اور شامی یا رومی میں تعارض واقع ہونے سے جو ایک ہی راوی نے ایک ہی واقعہ میں ایک ہی جبہ کو ایک دفعہ اپنے خیال سے شامی بیان کیا اور ایک دفعہ رومی کہا تو بالیقین نہ اس جبہ کا شامی ہونا ثابت ہوا اور نہ رومی ہونا پایا گیا تو وہ خان صاحب بہادر کے استدلال کی بنیاد ہی قائم نہ رہی۔

تیسری غلطی خان صاحب بہادر کی یہ ہے اس جبہ تنگ آستین کو جو خاص پادریوں کی پوشاک بیان کیا ہے بلا دلیل ہے بلکہ یہی حدیث دلالت فرما رہی ہے کہ وہ جبہ پادریوں کی پوشاک نہ تھی جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی :

فلما رجع ذہبتُ اصبتُ علیہ وعلیہ جبۃ رومیۃ ضیقۃ الکمین فاراد ان ینخرج یدہ منها فضاقت علیہ فاخرج یدہ من تحت الجبۃ - کذانی سنن النسائی - ثم اراد ان ینخرج ذراعیہ وعلیہ جبۃ من صوف من حباب الروم ضیقۃ الکمین فضاقت فادرعہما اذراعاً - کذانی سنن ابی داؤد۔

(۱) باب من لبس جبۃ ضیقۃ الکمین فی السفر صحیح بخاری من عن . کانہ یشیر الی ان لبس النبی ﷺ انما کان لکاد السفر لاحتیاج المسافر الی ذالک لان لم یفسر فیہ لبس المعتاد فی الحضر . ۱۲ فتح الباری حاشیہ صحیح بخاری ص ۸۶۲ . اور صحیح مسلم مع نووی کے ص ۸۲۲ بھی یوں ہے کہ یہ لباس خلاف مروت صرف سفر کی ضرورت کے واسطے تھا۔

یعنی حضرت ﷺ جب قضاے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو میں وضو کرانے لگا تو آپ جب رومی تنگ آستین پہنے ہوئے تھے آپ نے چاہا کہ آستینوں کو اونچا کر کے ہاتھ کہنیوں تک دھوئیں تو آستینیں بہ سبب تنگی کے اونچی نہ ہوئیں تو آپ نے وہ جبہ اتار کر وضو فرمایا۔ (۱)

تو اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ ان تنگ آستینوں کو بٹن یا تگے لگے ہوئے نہ تھے جیسا کہ پادریوں اور عیسائیوں کی آستینوں کو لگے ہوتے ہیں ورنہ جبہ کے اتارنے کی حاجت نہ پڑتی بٹن کھول کر آستین اونچی ہو جاتی تو اب خان صاحب بہادر کا اس جبہ رومی کو پادریوں کا خاص لباس جاننا کم علمی یا دھوکہ دہی ہے۔

اور صرف لفظ رومی سے خصوصیت سمجھ رہے ہیں تو خاصہ کے معنی سے غافل ہیں رومی تو روم کی ساخت پر دلالت کرتا ہے اور خاصہ (جس کے معنی یہ ہیں: ما يوجد في الشيء ولا يوجد في غيره جیسا کہ سخک انسان کا خاصہ ہے حیوانات میں نہیں پایا جاتا ہے) یہاں پر کہاں سے نکلا۔ پس جبہ رومی کو رومیوں خصوصاً پادریوں کی خاص پوشاک بنا دینا ایسا نکتہ بیان کرنا ہے جس پر اطفال مکتب بھی دل کھول کر ہنسیں گے۔

چوکی غلطی یہ ہے کہ حدیث مغیرہ و لقعہ بخاری کے فقرہ: فتوضا و علیہ جبة شامية سے جو خان صاحب بہادر ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ﷺ نے یہودیوں کی پوشاک پہنی ہے قطع نظر دوسرے دلائل کے خود خان صاحب بہادر کی تحریر جو اس سے ایک سطر اوپر لکھ چکے ہیں کہ تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی۔ انتہی بلفظہ اس مطلب کو باطل کر رہی ہے یعنی کہ جب شام میں عیسائیوں کی سلطنت تھی تو جبہ شامیہ خاص یہود کا لباس کیوں کر بن گیا۔

پانچویں غلطی اس حدیث سے جو جبہ شامیہ ثابت کر رہے ہیں یہ جبہ وہی ہے بعینہ جس کو راوی نے رومیہ بھی کہا ہے یعنی بہ سبب تنگ آستین ہونے کے شامیہ رومیہ کہہ دیا، ورنہ فی الواقع اس کا رومی شامی ہونا ثابت نہیں، اسی لیے امام بخاری نے ترجمہ باب میں صرف اتنا ہی لکھا ہے:

باب من لبس جبة ضيقة اليمين في السفر .

(۱) سنن نسائی: ۸۳/۱ حدیث: ۱۲۵..... سنن ابوداؤد: ۵۸/۱ حدیث: ۱۵۱۔

یعنی آپ کا سفر میں تنگ آستین جبہ پہننا ثابت ہے۔

اور اس حدیث میں بھی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہی بیان کیا ہے کہ آپ جب قضاے حاجت سے واپس تشریف لائے تو میں پانی لے کر آیا، آپ نے وضو کا ارادہ فرمایا اور آپ پر جبہ شامیہ تھا۔ پس آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ دھویا، پس ارادہ کیا کہ ہاتھوں کو آستینوں سے نکالیں تو آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اندر سے ہاتھ نکال کر دھوئے اور سر پر اور موزہ پر مسح فرمایا۔ یہ ترجمہ ہے حدیث بخاری کے لفظوں کا اصل حدیث بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

اور آگے اس کے صحیح بخاری میں انہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی جبہ کا جبہ صوف تنگ آستین جنگ میں پہننا لکھا ہے جس سے عاقل کو یقین آجاتا ہے کہ ایک ہی واقعہ میں ایک ہی جبہ کو راوی نے بسبب تنگ آستین کے کبھی رومیہ کہہ دیا، کبھی شامیہ فرمایا تو اس سے خان صاحب بہادر کا دو چہرے یہودیوں اور پادریوں کے نکالنا محض علم دین سے غفلت ہے یا دیدہ دانستہ اسلام میں خلل اندازی ہے۔

چھٹی غلطی یہ ہے کہ حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ سے خود ثابت ہے جیسا کہ امام بخاری نے ترجمہ باب میں تصریح کی ہے کہ آپ کا یہ جبہ تنگ آستین پہننا صرف سفر میں تھا اور اس سے پچھلے ترجمہ باب میں ہے کہ جنگ میں تھا یعنی سفر جنگ تبوک میں تو ضرورت سفر جنگ میں ایک کپڑے کے پہن لینے سے جو خلاف معہود ہو یہ ثابت کرنا کہ آپ نے فلانی قوم کی پوشاک پہنی غلطی ہے۔

ساتویں غلطی شامیہ کے لفظ سے (جو راوی نے اپنی سمجھ سے بیان کی اور دوسری جگہ اسی کو رومیہ سے تعبیر کی ہے) اس جبہ کو یہود کا خاص لباس سمجھنا خلاف علم ہے جیسا کہ رومیہ کے لفظ پر کلام ہو چکا ہے۔

آٹھویں غلطی علیٰ ہذا القیاس کسروانیہ کے لفظ سے خاص آتش پرستوں کا لباس جاننا جسی نماط ہے۔ پارسیوں کی ساخت کو ان کے خاص لباس پر حمل کر لینا خانہ ساز اصطلاح اور علم کے برخلاف ہے۔

(۱) حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ سُهَيْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَقِيْتُهُ بِمَاءٍ ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ لَمْ تَمَضْ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَيْهِ لَمَّا كَانَ ضَبَقَيْنِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ لَفْسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ، وَعَلَى خُفَيْهِ

نویں غلطی اس جبہ کسروانیہ کو جو خان صاحب بہادر یوں لکھ رہے ہیں کہ یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بروقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے، انتہی بلفظہ، محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ نہ حدیث کے لفظوں سے پایا جاتا ہے اور نہ کسی معتبر شارح نے اس پر تصریح کی ہے، صرف خان صاحب بہادر کا - جو دین اسلام میں رخنہ اندازی یا دھوکہ بازی کر رہے ہیں - خام خیال ہے، اور کیوں بہتان نہ ہو جب کہ ایک صحیح تر حدیث کے برخلاف ہے جس کو بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور محی السنہ وغیرہم نے بدیں الفاظ روایت کیا ہے :

عن ابی بردة رضی اللہ عنہ قال أخرجت إلینا عائشة کساء ملبدا و  
إزارا غلیظا فقالت قبض رسول اللہ ﷺ فی ہذین - (۱)

یعنی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک چادر جس کو کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک تہہ بند موٹے کپڑے کا یا پیوند دار نکال کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وفات پائی۔

- کذافی ترجمۃ الشیخ الحدیث الدہلوی وغیرہ -

پس خان صاحب بہادر کا جبہ کسروانیہ کو آخریں لباس سید الناس ﷺ بتانا محض بہتان ہے، اور جس حدیث مسلم سے یہ بات ثابت کر رہے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما (جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی بہن تھیں) ایک جبہ طیلسان کسروانی کو (جو عجمیوں کا لباس تھا) نکال کر بیان کیا کہ یہ جبہ حضرت کا ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھا پھر بعد وفات عائشہ رضی اللہ عنہما کے مجھ کو ورثہ ملا، اس لیے کہ ان کی میں ہی وارث تھی اور آں حضرت ﷺ نے اس کو پہنا تھا ہم اس کو دھو کر شفا کے لیے مریضوں کو پلاتی ہیں۔ کذافی ترجمۃ الشیخ الحدیث الدہلوی وغیرہ۔

دیکھو اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ یہ جبہ کسروانی آں حضرت ﷺ کا دائمی لباس تھا یا آخرین وقت کا لباس تھا بلکہ اتنا پایا جاتا ہے کہ عجمی بادشاہوں سے کسی نے یہ جبہ ہدیہ کے طور پر آپ کو بھیجا، آپ نے ان کی خاطر داری کی راہ سے اس کو پہنا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کو بخش دیا

(۱) صحیح بخاری: ۸۳/۴ حدیث: ۳۱۰۸..... سنن ترمذی: ۲۲۳/۴ حدیث: ۱۷۳۳..... مصنف عبدالرزاق: ۳۰۹/۱۱ حدیث: ۲۰۶۲۲..... مشکوٰۃ المصابیح: ۴۷۹/۲ حدیث: ۲۳۰۶۔



ان سے ان کی بہن کو ورثہ میں آیا وہ تبرک کے طور پر مریضوں کو دھو کر پلاتی تھیں اور ایسا ہی آپ کی عادت مبارک سے ثابت ہے جو دینی کتابوں میں مرقوم ہے جیسا کہ مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ آپ کی عادت شریف لباس میں تکلف اور توسع کی تھی، اکثر اوقات موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے اور اونی کپڑے بھی پہن لیا کرتے تھے۔

اور صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آپ چادر پیوند دار پہنتے اور فرماتے کہ میں ایک غلام ہوں غلاموں کا سال لباس پہنتا ہوں، اور کبھی اگر میرا نفیس بیش قیمت لباس کے پہننے کا اتفاق پڑتا جو عجمی بادشاہ بھیج دیا کرتے اور آپ ان کی خاطر داری کے طور پر اس بیش قیمت لباس کو پہن لیتے تو پھر جلد اُتار دیتے اور کسی کو بخش دیتے اور لوگوں پر بانٹ دیتے تھے۔ اور انصاف کی رو سے اور علو ہمت پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فخر کے لباس اور بیش قیمت لباس پہننا اہل شرف کی خصال سے نہیں بلکہ عورتوں کی صفات سے ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج النبوة کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

دسویں غلطی بخاری کی کتاب اللباس میں آیت کریمہ: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ اور حدیث: کَلُوا و اشْرَبُوا و البسوا فی غیر اسراف و لا مخیلة سے ہر قسم کی پوشاک پہننے کی اجازت سمجھ لینا خیال بے جا اور اتباع ہوا ہے، کیوں کہ اسراف اور تکبر کی استثنا بخوبی فرما رہی ہے کہ مسرفانہ اور متکبرانہ لباس پہننے کی مسلمانوں کو ہرگز اجازت نہیں ہے چہ جائیکہ کافروں کا سال لباس پہننا روا ہو جائے۔

گیارہویں غلطی خان صاحب بہادر کا یہ قول کہ 'پس ہم ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے'۔ انتہی بلفظ محض غلط اور نادرست ہے، کیوں کہ ان روایتوں سے اتنا ثابت ہوا کہ کبھی کسی ضرورت سفر جنگ میں حضرت ﷺ نے کوئی غیر معتاد لباس پہنا اور کسی وقت

(۱) عادت شریف در لباس عدم توسع و ترک تکلف بود و غالب احوال کساد و اواز مشیت نمیشد آورده اند کہ بود مرا آن حضرت را کسا طید پیوند کرده کہ می پوشدندہ میلم مودہ نیستم مگر بندہ میسونم چنانکہ بندگان میسوشندہ ایشخان و گاہے لباس نفیس گراں بہا کہ ملوک عجم امداد ارسال می نمودند بقصد استمالت خاطر ایشان می پوشید بود میکشد از بدن شریف و مین او؟؟؟ میگردونزد انصاف و نظر علو ہمت مہابات و تزیین بد اخصال اہل نزعت و جلالت نیست بل کہ از سات و صفت ناست۔ مدارج النبوة۔ من عن۔



میں کسی کی خاطر داری کی نظر سے جبہ کسروانی بھی پہنا تو اس سے یہ اصلاً ثابت نہ ہوا کہ یہ آپ کا دائمی لباس اور معتاد پوشاک تھی۔

اگر بفرض محال مان لیں کہ یہ آپ کا دائمی لباس اور معمولی پوشاک تھی تاہم دیکھنا چاہیے کہ ہم لوگوں کو ایسی پوشاکوں سے کہیں منع تو نہیں کیا گیا۔ پھر جب دیکھا جاتا ہے تو صریح قرآن و حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم مسلمان کفار و فجار کی محبت و پیار اور نیز ان کی مشابہت سے منع کیے گئے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اور پھر علی الخصوص کفار کی سی پوشاک پہننے سے ممانعت ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور شتن نسائی اور مصابیح اور مشکوٰۃ وغیرہا میں حدیث موجود ہے کہ:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رای النبی ﷺ علی ثوبین معصرین فقال لی ان هذه من ثياب الکفار فلا تلبسها . (۱)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ پر دو سرخ کپڑے دیکھ کر فرمایا کہ بے شک یہ کافروں کی پوشاک کی جنس سے ہے اور کافروں کے لائق ہے پس تو ایسی پوشاک مت پہن۔ - کذافی ترجمۃ الشیخ الحدیث الدہلوی -

نیز صحیح مسلم کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۹۱ میں خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ آپ نے گویا مدینہ والوں کے اتفاق سے اپنے لشکریوں کو آذربجان کی طرف لکھا کہ:

ایاکم و التعم و زی اهل الشرك .

پھر صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے اس حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ مسند ابی عوانہ اسفرائینی وغیرہ میں بسند صحیح اس حدیث میں یوں بھی روایت آتی ہے :

و ایاکم و التعم و زی الاعاجم . الحدیث . (۲)

اور شرح نووی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ

(۱) صحیح مسلم: ۱۶۴۷/۳ حدیث: ۲۰۷۶..... مسند ابوعوانہ: ۲۳۶/۵ حدیث: ۸۵۳۲..... مشکوٰۃ: ۲/۲۸۳ حدیث:

۳۳۲۷..... مصنف عبدالرزاق: ۷/۱۱ حدیث: ۱۹۹۶۵۔

(۲) مصنف عبدالرزاق: ۸۴/۱۱ حدیث: ۱۹۹۹۳۔

لکھا ہے کہ اس حدیث کی نسبت دارقطنی نے بخاری اور مسلم پر یوں اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا بلکہ ان کے خط میں سے پڑھا اور دراصل یہ اعتراض باطل ہے کیوں کہ صحیح قول یہی ہے جس پر جماہیر محدثین اور فقہا محققین اور اصولیین ہیں کہ خط پر عمل جائز ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح امام نووی کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

پس ثابت ہوا کہ باجماع صحابہ یوں ارشاد ہے کہ عرب کی سادی وضع اور بلا تکلف پوشاک پہنوا اور کفار اور عجمیوں کی تکلفانہ پوشاکوں کی عادت نہ پکڑو۔ کذافی شرح النووی والنہایہ لابن کثیر و القاموس و مجمع بحار الانوار وغیرہا۔

پس جب ہم مسلمان بالیقین کفار اور فجار کی ہم پوشاک سے ممنوع ہوئے تو خان صاحب بہادر کا یہ قول کہ ہم ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے، انتہی۔ یا تو بے علمی کا ثمرہ ہے یا مسلمانوں کو گرداب ضلالت میں دبانا اور شتر بے مہار بنانا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ تعالیٰ تبارک سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

اب یہ گیارہ غلطیاں پہلی تین غلطیوں سے مل کر چودہ غلطیاں ہوئیں۔

پندرھویں غلطی خان صاحب بہادر کی وہ ہے جو چوتھی وجہ میں لکھتے ہیں کہ تمام مسلمان اور صحابہ اور خود جناب رسول خدا ﷺ اور کفار عرب ایک سا ہی زری و لباس رکھتے تھے الخ۔

جب صراحت صحیح حدیثوں میں صحابہ اور دوسرے مسلمانوں کو ارشاد ہوئے تھے کہ تم کافروں کا سا لباس نہ پہنوا اور کفار کے شعار میں ان کے مشابہ نہ بنو چناں چہ اوپر اس سے بسط مناسب کے ساتھ یہ تحریر ہو چکا ہے تو اب اس قول کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے کوئی اور دلیل و سند پیش کرنے کی کیا حاجت ہے۔ نیز دین اسلام میں جو بحکم شارع علیہ السلام مردوں کو صرف ریشمیں کپڑے پہننے اور سونے کی

(۱) الحدیث مستدرک و الدار قطنی علی البخاری و مسلم و قال هذا الحدیث لم یسمعه ابو عثمان عن عمر ؟؟؟ اذ عن کتاب عمر و هذا الاستدراک ؟؟ فان الشیخ الذی علیہ الجماہیر المحدثین ؟؟ الفقہاء و الاصولیین قال العمل بالکتاب صحیح شرح نووی من عن ص جلد .

انگوٹھی وغیرہ رکھنے سے ممانعت کی گئی ہے تو اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ کافروں کا زری ولباس نہ رکھو چنانچہ بہت سی حدیثیں صحاح ستہ وغیرہا میں موجود ہیں جو اس مطلب پر مفیض کر رہے۔

سولھویں غلطی یہ ہے جو پانچویں وجہ میں خان صاحب بہادر لکھتے ہیں: 'کیا ادنیٰ مشابہت سے مثلاً دھوتی باندھنے سے یا بگھی یا چرٹ پر چڑھنے سے یا بالکل پوری مشابہت کرنے سے باوجود اقرار توحید و رسالت کے آدمی کافر ہو جاتا ہے حاشا وکلا۔ پس اصل یہ ہے کہ یہ حدیث روایتاً و درایتاً دونوں طرح پر مردود ہے۔ انتہی بلفظہ۔

فقیر کہتا ہے کہ اوپر قرآن و حدیث صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی کافروں سے دلی محبت رکھے اور ان کے شعار و اطوار پسند کر کے اپنے لیے ان پر رضامندی ظاہر کرنے کی غرض سے ان سے تشبہ کرے تو وہ بے شک کافر ہے، کیوں کہ اس کے دل میں توحید اور رسالت کی تصدیق نہیں اور صرف لباس میں مشابہت بھی محبت اور موافقت کی دلیل ہے۔

بناءً علیہ شریعت غرامی میں ایسے خللوں کے انتظام اور انسداد کے لیے ارشاد ہوا کہ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ اور ترمذی میں بھی وارد ہوا کہ لیس منا من تشبه بغيرنا - کما فی مدارج النبوة ناقلاً عن ابن القیم۔

پس اب حدیث شریف من تشبه بقوم فهو منهم کو روایت و درایتاً مردود کہنا بروے انصاف مردود ہے بلکہ فی نفس الامر یہ حدیث مطابق کلام ملک علام اور فرمان رسول الا نام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، اور روایت و درایتاً دونوں طرح پر سند اور مقبول علمائے اعلام و اہل اسلام ہے۔ سترھویں غلطی اس اوپر کی عبارت میں جو خان صاحب بہادر نے اقرار توحید رسالت کو ایمان قرار دیا ہے ایمان کے معنوں سے اپنی ناواقفی ظاہر کی ہے کیوں کہ بحکم قرآن و حدیث ایمان نام تصدیق توحید و رسالت کا ہے صرف اقرار زبانی ایمان نہیں بن سکتا ہے بدون تصدیق قلبی کے کہ اقرار صرف ایمان نہیں ورنہ منافق لوگ بھی (جن کو قرآن و حدیث کافر فرما رہے ہیں) مومن کہلاتے۔ و لا قائل بہ۔

چوں کہ یہ مسئلہ سب تفسیروں اور احادیث کی شرحوں اور عقاید کی کتابوں میں قرآن اور حدیث سے مبین ہے، تو اس جگہ پر اس کے دلائل تحریر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے جس کا جی چاہے تفسیر

عزیزی کی پہلی جلد کی ابتدا میں بذیل آیت **الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ** کے دیکھ لے اور شہ اس کا ہم نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کی آٹھویں تو ضیح میں بھی لکھا ہے۔

اٹھارھویں غلطی یہ ہے جو خان صاحب بہادر پانچویں وجہ میں لکھتے ہیں: 'اگر ہم اس کو صحیح مان لیں تو ہم کو اس کا مورد تلاش کرنا ہوگا کیوں کہ بغیر مورد تحقیق کیے اور ماہہ التشبیہ قرار دیے اس کے معنی قائم نہیں ہو سکتے ہیں؛ الخ۔

فقیر کہتا ہے کہ جو مورد آیت **وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ** کا اور حدیث لیس منا من تشبه بغیرنا کا ہے وہی مورد حدیث من تشبه بقوم فهو منهم کا ہے جیسا کہ تصریح اس کی اوپر ہو چکی ہے تو اس کا مورد تلاش کرنا اور باوجود تلاش کے کسی مورد کا نہ ملنا علامت کم علمی، کند ذہنی کی یاد لیل بے ادنی کم یقینی کی ہے۔

انیسویں غلطی خان صاحب بہادر لکھتے ہیں: 'بعض عالموں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیات الدین مراد لی ہیں مثلاً زنا رہنما یا صلیب رکھنا یا ٹیکا لگانا یا اعیاد کفار کو بطور عید اختیار کرنا یا اس میں شریک ہونا اگرچہ یہ رائیں (آراء) کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں ان کو پسند نہیں کرتا اور نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں، اس لیے میرے نزدیک قطعاً سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص **لا اله الا الله محمد رسول الله** پر دل سے یقین رکھتا ہے اس کا کوئی فعل مع یقین مذکور کے اس کو کافر نہیں کر سکتا ہے۔ پس اگر اس قول پر جس پر ابو جہل کی نجات منحصر تھی اس کو یقین ہے تو گو وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے۔ و لوفی خصوصیات الدین و شعائر الکفر کالزنا و الصلیب و الاعیاد - وہ کافر نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا ہم دیوالی، دسہرہ میں اپنے ہندو دوستوں سے اور نوروز میں اپنے پارسی دوستوں سے اور بڑے دن میں اپنے عیسائی دوستوں سے مل کر اور معاشرت و تمدن کی خوشی حاصل کر کے کافر ہو جائیں گے، نعوذ باللہ منہا اگر درحقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک نہ ایک دن اس کو ذبح ہونا ہے۔ اتنی بلفظہ

اس تحریر میں خان صاحب بہادر نے کمال ہی بہادری کی جو قرآن و حدیث و اجماع تینوں کو پیٹھ دے کھڑے ہوئے اور اسلام کو سلام کر کے جواب صاف دے دیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ کفر اور اسلام دو نقیضوں کو جمع کر دیا ہے۔ افسوس اتنی سوچ ہی نصیب نہیں کہ غور کریں کہ جس کے دل

میں وحدانیت اور رسالت کا یقین ہوگا وہ زنا رکھیں گے، اور صلیب کیوں رکھے گا، ٹیکا کیوں لگائے گا، کافروں کی عیدوں میں خوشی اور محبت سے کیوں جائے گا، یہ بے ایمانی کے کام کرنے ایمان داروں سے ممکن ہی نہیں ہیں۔

اس میں کیا شک ہے کہ جس نے شعارِ کفر کا اپنی ذات پر اظہار کیا تو کافر ہونے کی نیت کی۔ جیسا ایمان دار کفر کے کلمہ اور کفر کے کام سے کافر ہوتا ہے ایسا ہی کفر کی نیت سے بھی کافر ہو جاتا ہے اگرچہ ثبوت اس کا صد ہا دینی کتابوں سے ہے، مگر اس جگہ عارفِ شعرانی قطبِ ربانی کی میزانِ کبریٰ سے لکھ دیتا ہوں :

الردة هو قطع الاسلام بنية او قول كفر او فعل . انتھی

تو اب جس نے مسلمانوں سے ہو کر بلا ضرورت محسبہ زنا پہن لیا یا صلیب یا ٹیکا لگایا یا کفار کے تہواروں میں دل کی محبت سے شامل ہوا تو کیوں کر کہا جائے گا کہ اس کو کلمہ طیب پر یقین ہے بلکہ اس نے تو اس کے خلاف پر یقین رکھنا ظاہر کر کے کفر میں پڑنا ثابت کر دکھلایا۔

بے شک یہ اجازت دینی خان صاحب بہادر کی - یعنی کفار کے شعار میں مشابہت تامہ کو روکا کر دینا - خلاف شرع ہے۔ اللہ تعالیٰ سچے مومنوں سے ایسے کام نہ کرائے۔

سارے نبی اور ان کے نائب کافروں کے شعار اور طور اطوار کی ناپسندیدگی بیان اور عیاں کرنے کے واسطے تشریف لائے اور ایمانداروں کو ان کے شمول اور محبت سے روکتے گئے۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ السلام کو ہر چند ان کے والد اور بادشاہ وقت نے چاہا کہ ہمارے ساتھ عید پر چلو اور ہمارے معبودوں کا نجل دیکھو، آپ نے تخلف کیا اور سخت تر مصیبت سے بچنے کی غرض سے بیماری کا بہانہ بنا کر عید گاہ میں نہ گئے چوں کہ ان کا یہ خلافِ خدا کے لیے اور دینداری کے واسطے تھا گناہ شمار نہ کیا گیا اگرچہ بعض مفسروں نے اس کی تاویل میں کی ہیں، مگر صحیح یہی ہے کہ یہ ایک ان تین کذبات سے ہے جو آپ نے خدا اور اس کے دین کے لیے بولے تھے۔ کذافی مجمع البحار وغیرہ۔

اور حدیث صحیح حسن جامع ترمذی وغیرہ سے بھی ثابت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ آپ بیمار نہ تھے یوں ہی بیمار بن گئے تھے یعنی کفر کے میلے میں شامل نہ ہونے کی نیت سے پس اللہ



تعالیٰ نے گویا اس کی برکت سے آپ پر ایک سخت مہم آسان کر دی کہ باوجود نہایت انتظام اور پاسداری نمود مردود کے آپ نے ان کے جھوٹے خداؤں کا کام تمام کر دیا جیسا کہ قرآن مجید اور سب تفسیروں میں یہ ذکر موجود ہے۔

پھر فرقانِ حمید میں اُمتِ مرخومہ کو بار بار ارشاد ہوا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار سے جو تمہارے دین کو ٹھٹھا مسخری کرتے ہیں دوستی نہ کرو اور اس ناجائز دوستی میں خدا سے ڈرو اگر تم سچے مسلمان ہو۔ اور یہ بھی فرمان ہوا کہ جو تم میں سے کفار کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہ ان میں سے ہے جیسا کہ ایسی آیتیں اوپر مسطور ہو چکی ہیں۔

اور رسولِ خدا ﷺ نے بھی بار بار فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ اور اس کے دین پر ہوتا ہے۔ کما مر ذکر الاحادیث۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہادی اور رحمتہ للعالمین بنایا ہے اور یہ مجھے حکم فرمایا ہے کہ معازف، مزامیر، بت، صلیب اور کفر کے کام کو نیست و نابود کروں۔ اس حدیث کو ابوداؤد و طیالسی نے روایت کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل اور ابن مندج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح سفر السعادة کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

پھر اسی بنیاد پر خلفا اور امامانِ دین مجتہدین اور دوسرے علمائے راہنما کا بھی مطابق اس کے فتویٰ رہا جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ سے فرمانِ خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اوپر منقول ہو چکا ہے کہ آپ مسلمانوں کو کافروں وغیر دین والوں کے مشابہ بننے سے ڈراتے اور دھمکاتے تھے۔ تو اب خان صاحب بہادر جو یوں فتویٰ دے رہے ہیں کہ کلمہ پر یقین کرنے والا زنا پرہن لے یا صلیب رکھے یا کافروں کی عیدوں میں خوشی سے شامل ہو تو مسلمان ہی ہے، سراسر خلاف قرآن اور برعکس ارشاد انبیاء و مخالف اجماع اہل ایمان کے ہے۔

(۱) وازابی امامہ رضی اللہ عنہ آورده اند کہ ان اللہ عزوجل بعثنی ہدی ورحمۃ للعالمین وامرنی بتحقیق المعازف والمزامیر والادمان والصلیب وامرالجاللیۃ۔ الحدیث۔ وایں حدیث را ابوداؤد و طیالسی روایت کرده و احمد بن حنبل و ابن مندج برینند ایں آورده۔ شرح سفر السعادت من عن۔



کافروں سے پورا ہم شکل ہونا یعنی ان کے شعار کو اپنا شعار بنا لینا اور اسلام کے شعار کو ترک کر دینا کفر پر راضی ہونے اور کلمہ طیبہ کے انکار کے سوا اور کیا ہے۔ ایسے شخص کے دل میں کلمہ پر ہرگز یقین نہیں ہے صرف منہ سے کلمہ پڑھتا ہے اور دل میں کفر مضمحل رکھتا ہے۔ ایمان اور کفر باہم نہیں مل سکتے ہیں: الکفر ضد الایمان و الایمان نقیض الکفر مشہور ہے۔ اور النقیضان لا یجتمعان و لا یرتفعان۔ ارباب عقول کے نزدیک بھی مقبول و منظور ہے۔

اوپر قرآن و حدیث سے تو بقدر کفایت منقول ہو چکا ہے اب دینی کتابوں سے علمائے دین کے بعض اقوال نقل کر سنا تا ہوں تاکہ مومنوں کو عبرت ہو کہ خان صاحب بہادر کی طرح پر آزادی کا لباس نہ پہن لیں اور اگر قادر برحق چاہے تو شاید خان صاحب بہادر بھی دین میں رخنہ ڈالنے اور مخطب کرنے سے باز آجائیں اور عوام کو سیدھے راستے سے نہ بہکائیں۔

مولانا (علی) قاری جو عمدہ محققین اور فقہاء محدثین سے ہیں شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ بعض گناہ امارت تکذیب کے ہیں یہ مطلب فرقہ مرجیہ کے رد میں ہے۔ پھر اسی فقہ اکبر کی شرح کے ملحقات میں جہاں پر کلمات کفر لکھ کر پھر بہت تنقیح سے معتبر اور پختہ بات کو نامعتبر اور واہیات سے ممتاز کر کے لکھا ہے وہاں پر تصریح کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ فتاویٰ صفری (۱) میں لکھتے ہیں کہ جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی پہنے اور اس میں مجوسیوں کی تشبہ کرے یا زرد کپڑا کندھے پر دوخت کرائے جو مجوسیوں کا شعار ہے اور مجوسی یعنی آتش پرستوں کی طرح کمر میں تاگہ باندھے تو کافر ہو جاتا ہے جب آتش پرستوں کے تاگہ باندھنے سے مشابہت کرے اور اس کا نام زنار کہے۔ اور اگر آتش پرستوں سے مشابہت منظور نہیں ہے اور اس تاگہ کو زنار نہیں کہتا ہے تو کافر نہیں ہوتا۔ اور اگر اہل کتاب کے ساتھ شکل اور سیرت میں مشابہت کرے گو بطور تمسخر کے ہوتا ہم کافر ہو جاتا ہے۔

(۱) اصل عبارت شرح فقہ اکبر کی صفحہ پر مطابق ترجمہ کے متن کے حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ و فی الفتاویٰ الصفری من قلنس قلنسوة المجوسی ای لبسها و تشبہ بہم فیها او خاٹ خرقہ صفرا علی العاتق ای وھو من شعارھم و شد فی الوسط خیطا کفر اذا کان متشابھا بخیطھم او رماہ زنارا و الافلاک کفر و لو شبہ نفسہ بالیھود و النصاری ای صورة او سیرة علی طریق المزاح و الھزل ای ولو علی هذا المنوال کفر و فی الخلاصة من وضع قلنسوة المجوس علی راسه قال بعضهم یکفر و قال بعض المتأخرین ان کان لضرورة البرد او لان البقرة لا تعطیہ اللبن حتی یلبسها .

اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ جس نے فارسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی تو بعض علما کہتے ہیں کہ کافر ہو جاتا ہے اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ اگر ضرورتِ سردی کے واسطے ہے یا اس لیے کہ اس کی گائے (۱) بدون اس ٹوپی پہنے کے دودھ نہیں دیتی ہے تو کافر نہیں ہوتا ہے، اور اگر بلا ضرورت فارسیوں کی ٹوپی پہنے تو کافر ہو جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی مولانا قاری) اور ایسا ہی رافضیوں کا تاج پہننا اگرچہ کفر نہیں مگر مکروہ تحریمہ ہے بدلیل حدیث: **من تشبه بقوم فهو منهم** کے، لیکن اگر رافضیوں کے دیس میں ہے اور جبراً اس کو پہنواتے ہیں تو پھر کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور محیط میں یوں لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ کافروں کی تشبیہ کرنے والا ان کے شعار میں کافر ہو جاتا ہے اور دوسرے کی ضرورت کچھ نہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کی شکل بدل کر پہنے اور سردی رفع کرے پس اس میں پہلی شکل پر پہننے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی مولانا قاری) جب مسلمان کافروں کے پاس قید ہے یا امانت ان کے دیس میں داخل ہوا ہے یا کافر سے وہ ٹوپی عاریۃً لی ہے تو ان صورتوں میں ضرورت متصور ہے کہ اس کی شکل بدلنے کا اختیار نہیں ہے۔ علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ صورت کے بدلنے سے شاید سردی رفع نہ ہو۔ اور اگر کمر پر زنا باندھے یا طوق اپنے کاندھے پر رکھے تو کافر ہو جاتا ہے یعنی اگر جبراً ایسا نہیں کیا ہے۔

اور خلاصہ میں لکھا ہے ہے کہ اگر زنا باندھے تو ابو جعفر استروشی نے کہا ہے کہ اگر اپنے قیدیوں کے خلاص کرانے کی ضرورت کے واسطے ایسا کیا ہے تو کافر نہیں ہوتا ہے اور اگر بلا ضرورت ایسا کیا ہے تو کافر ہو جاتا ہے اور جو اہل کتاب کا زنا باندھے، اگرچہ ان کے معبد میں داخل نہ ہو تاہم کافر ہو جاتا ہے، اور جو اپنی کمر پر سا باندھ کر کہے کہ یہ زنا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اور ظہیر یہ میں لکھا ہے کہ اس کی جو رو اس پر حرام ہو جاتی ہے اور محیط میں ہے کیوں کہ اس نے کفر کی تصریح کی

(۱) یعنی ایک مسلمان نے کسی مجوسی سے گائے خریدی ہے اور وہ گائے اس مجوسی کے ہاتھ پر پڑی ہوئی تھی کہ بس اسی سے دودھ دھواتی تھی تو اب مسلمان جب تک مجوسی کی ٹوپی نہ پہنے اور اس کا لباس نہ پہنے تب تک وہ گائے دودھ نہیں دیتی اس ضرورت سے وہ ٹوپی پہنی جائے تو کفر نہیں ہے۔ منہ عنی عند۔

اور اگر مسلمان نے زنا پہنا اور دار الحرب میں بیوپار کے لیے گیا تو کافر ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس نے بلا اشد ضرورت کے یا فائدہ معتد بہ کے کفر کا لباس پہنا، برخلاف اس کے کہ اگر قیدیوں کو چھڑانے کی نیت سے پہنے تو کفر نہیں جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔ اور پھر محیط میں لکھا ہے کہ اکثر علمائے سیاہ پوشاک کفار کے شعار کے پہننے میں ایسا ہی فرمایا ہے یعنی اگر اشد ضرورت سے پہنے تو کفر نہیں ورنہ کفر ہے۔

اور ملتقط میں ہے جو شخص زنا باندھے یا طوق ڈالے یا فارسیوں کی ٹوپی پہنے دل سے ہو یا مسخرے کے طور پر تو کافر ہو جاتا ہے، مگر آنکہ جنگ کی گھات پر ہو یعنی وہ کفر نہیں۔ اور ظہیر یہ میں ہے کسی نے فارسیوں کی ٹوپی سر پر رکھی تو لوگوں نے اسے روکا یعنی اس تشبیہ سے اس کو منع کیا تو وہ بولا کہ دل برابر اور مستقیم چاہیے تو اس سے کافر ہوا کیوں کہ اس نے ظاہر شریعت کے احکام کو باطل اور بے کار کیا۔ یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا جو اصل عبارت بھی اپنے موقع پر حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ملقب بہ فتاویٰ ہندیہ میں جس کو عالمگیری بادشاہ غازی محمد اورنگ زیب علیہ الرحمہ نے چالیس سے زائد علمائے کبار سے تالیف کرایا ہے اور اس کی سندیں عرب کی کتابوں میں برابر لی جاتی ہیں لکھا ہے :

و یكفر بوضع قلنسوة المجوس علی رأسه علی الصحیح إلا لضرورة  
دفع الحر و البرد و بشد الزنار فی وسطه إلا إذا فعل ذلك خدیعة فی  
الحرب و طلیعة للمسلمین .

ترجمہ اس عبارت کا وہی ہے جو بہ بسط مناسب مولانا قاری نے معتبرات سے لکھا ہے اور اوپر مرقوم ہو چکا ہے اختصار کی نظر سے ان دونوں معتبر کتابوں کی نقل پر کفایت کی گئی ورنہ صد ہادینی کتابوں میں یوں ہی لکھا ہے۔ (۱)

(۱) قلت و كذا لبس تاج الرافضة مكروه كراهة تحريم و ان لم يكن كفر بناء علی عدم تكفيرهم لقوله علیه السلام من تشبه بقوم فهو منهم و فی المحيط لكن الصحیح انه يكفر مطلقا و ضرورة البرد ليس بشی لا مكان ان يمر و يخرجها عن تلك الهيئة قلت

اب غور کرو کہ قرآن و حدیث اور اقوال علماء بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ کافروں کے شعار میں تشبیہ کرنے سے اور اس شعار کو اپنے لیے پسند کرنے سے کلمہ توحید پر یقین نہیں رہتا ہے بلکہ کفر ہے یعنی کفر کی نیت کا اظہار ہے اور خان صاحب بہادر شریعت اسلام کے برخلاف چل کر براے نام کلمہ گو بن کر کفار کے شعار میں مشہہ بکفار ہو کر اور دوسرے نادانوں آزادی پسندوں کو کفر پر جبری اور دلیر کر کے پھر ابھی تک مسلمان ہونے کا دعویٰ کیے جاتے ہیں حاشا وکلا یہ صاحب نام کے مسلمان بلکہ مہدی وقت بن کر دین اسلام کے اصول و فروع کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور دانشمندیوں کے نزدیک بظاہر اور نادانوں میں در پردہ زود غاکھیل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور نادانوں کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے اس تحریر میں اپنی دوستی کا ان لوگوں سے اقرار کیا ہے جو دین اسلام کو ٹھٹھا مسخری کرتے بلکہ درپے تخریب دین برحق ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ان کی عیدوں میں بخوشی خاطر شامل ہونے کو جائز کہہ کر اور ان کے اعیاد میں دوستانہ اور مخلصانہ شمول کو اپنا معمول بنا کر خود تو یہ چال چلتے تھے دوسرے تماشائی مزاجوں کو بھی ملحد بنا کر ابھی تک اپنے آپ کو مسلمان جان رہے ہیں۔

بقیہ ۰۰۰ بتصور الضرورة بان يكون المسلم اسيرا و مستامنا او عاره من الكافر تلك القلنسوة فلبس ان يغير تلك الهيئة على ان تغير تلك الهيئة قد لا يكون مانعا من تلك البرد و لو شد الزنار على وسطه او وضع النعل على كتفه فقد كفر اي اذا لم يكن مكرها في فعله و في الخلاصة و لو شد الزنار قال ابو جعفر الا شروشي ان فعل لتخليص الاسارى لا يكفر و الا كفر و من تزرى بزنار اليهود والنصارى و ان لم يدخل كنيستهم كفر و من شد على وسطه حبل و قال هذا زنار كفر و في الظهيرية و حرم الزوجة و في المحيط لان هذا تصریح بما هو كفر و ان شد المسلم الزنار و دخل دار الحرب لتجارة كفر اي لانه لبس بلباس كفر من غير ضرورة ملجئة و لا فائدة مترتبة بخلاف من لبسها لتخليص الاسارى على ما تقدم قال و كذا قال الاكثر اي اكثر العلماء في لبس السراويل على منوال لبسهم المعتاد و في الملتقط اذا شد الزنار او اخذ النعل او لبس قلنسوة المجوس جادا او هازلا كفر الا اذا فعل خديعة في الحرب و في الظهيرية من وضع قلنسوة المجوس على راسه فليل له اي الكفر عليه فقال ينهى ان يكون القلب سليما او مستقيما كفر اي ۲۲۲ ابطال حكم ظواهر الشريعة شرح فقه اكبر من عن .

ان کو یہ بڑا بھاری نسخہ ملا ہے ملحدوں کے خوش کرنے کا اور اسلام میں خلل زل ڈالنے کا، اگرچہ بچے مسلمان ان کے اس کید اور فریب سے آگاہ ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے اور تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن کے ص ۱۲۸ میں لکھا ہے کہ علامہ ہند کے اتفاق سے ان کی تکفیر میں ایک رسالہ بنام 'امداد الآفاق برجم اہل النفاق' مطبع نظامی میں چھپا ہے جس میں ان کے کفریات کو بہ پایہ ثبوت پہنچایا ہے، مگر اس پر بھی خان صاحب بہادر باز نہیں آئے اور قرآن و حدیث کی تکذیب سے نہیں شرمائے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔

ہم تو اب تک یہی دعا مانگتے ہیں کہ ہادی حقیقی ان کو راہ راست پر لائے۔ افسوس کیوں نہیں غور سے سوچتے کہ خداوند کریم و رحیم کفار کے ساتھ دوستی اور محبت سے منع فرما رہے ہیں اور ان کے خلیفہ اعظم جناب رسول اکرم ﷺ بھی اس کام بد انجام سے ہٹا رہے ہیں اور سب کے سب علمائے کرام بھی اس عادت نافر جام سے ڈرا رہے ہیں پھر باوصف اس قدر تاکیدات متواترہ کے اسے اپنی نفسانی رائے اور اتباع ہوا کے پیچھے چلے جانا اور صد ہا لوگوں کو جو علم دین سے جا مل اور ایسی آزاد یوں پر مائل ہیں ساحل سلامتی سے منحرف کر کے ضلالت کے غرقاب اور گمراہی کے گرداب میں ڈبونا سخت مصیبت اور کمال وبال میں پڑ کر پروردگار عالم کی دشمنی اور غضب میں آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو بھی یہ بات نصیب نہ کرے۔

صاحبو! اللہ جل و علا کو احکام قرآنی اور وحی آسمانی کا محفوظ اور مصون رکھنا یہاں تک منظور و قبول ہے کہ جب کافروں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اس کلام یعنی فرمان ملک علام میں نصیحت کی باتیں بے شک اچھی ہیں مگر ہر جگہ ہمارے دین کی نکوہش کی ہے اتنا بدل دو تو ہم سب اس کو قبول کر لیں گے اور مانیں گے اس پر باری تعالیٰ نے یہ سورہ بنی اسرائیل کی آیتیں نازل فرمائیں :

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذَا لَا تَخَذُوكَ خَلِيلًا وَلَوْ أَنْ نَبِّئْنَاكَ لَقَدْ كَدْتُمْ أَنْ تَرَكُنَا إِلَيْهِمْ فَنبِّئَنَا قَلِيلًا إِذَا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝

(سورہ اسراء: ۷۴-۷۵)



یعنی اور تحقیق وہ نزدیک تھے کہ تجھ کو فریب سے بہکا دیں اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف۔ باندھ لائے تو اس کے سوا اور تب پکڑ لیتے تجھ کو دوست اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو ثابت رکھا تو تو لگ ہی جاتا جھکنے ان کی طرف تھوڑا سا تب مقرر چکھاتے ہم تجھ کو دونا عذاب زندگی میں اور دونا عذاب مرنے کا پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مد کرنے والا۔۔۔ کذافی موضع القرآن وغیرہ۔

اب غور کرو کہ حضرت رسول خدا ﷺ کو باری تعالیٰ نے معصوم رکھا کہ آپ کافروں کی محبت پر مائل نہ ہوئے اور بفرض محال اگر آپ معصوم نہ ہوتے اور کافروں سے تھوڑی سی بھی محبت کر بیٹھتے بدیں وجہ کہ احکام الہی میں کسی قدر ان کی مرضی کو برت لیتے تو پناہ بخدا دو چند عذاب کے مستحق ہوتے، تو اب خان صاحب بہادر کس شمار میں ہیں جو قرآنی آیتوں کو تحریف معنوی سے محرف کتابوں کے تابع کر کے کافروں کے دل خوش کر رہے ہیں، یہاں تک کہ اصول اسلام کی استیصال میں ساعی ہیں اور صد ہا مسلمانوں کو گمراہ بنا دیا اور خود ”مہدی وقت“ لقب خیال کر لیا ہے اور حدیثوں سے بھی صاف انکار ہو رہا ہے کہ صحیح حدیثوں کو آپ اپنے خیالات نفسانی کے برخلاف پا کر مردود کہہ رہے ہیں جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے اور سارے علمائے اسلام کو (جن کی مخالفت میں عذاب دوزخ کی وعید منصوص قرآنی ہے) گمراہ بنا رہے ہیں۔ خدا معلوم کہ یہ کس عذاب الیم اور نارنجیم میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس بلا سے بچائے اور دین اسلام کے پیچھے سے اس آفت کو دفع فرمائے۔

### [ خان صاحب بہادر کے کچھ عقائد و افکار ]

یہاں پر لازم وقت ہے کہ فقیر کسی قدر اس تحریر کا ثبوت خان صاحب بہادر کی تصنیف سے ظاہر کرے تاکہ ناظرین با علم کو یقین آجائے کہ فی الواقع خان صاحب بہادر برخلاف صریح احکام قرآن و حدیث شریعت اسلام کو بگاڑ رہے ہیں۔ خان صاحب بہادر نے جو تفسیر القرآن سورہ بقرہ کی اردو شرح لکھ کر مطبع علی گڑھ میں ۱۲۹۷ ہجری میں چھپوائی ہے اس کے ص ۲۹ میں مرقوم ہے: 'وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے پیغمبر کو دی جاتی ہے، مگر اگلے مفسروں نے اس کا بیان کہ وہ کیوں کر دی جاتی ہے ٹھیک طور پر نہیں کیا انہوں نے خدا رسول کو دنیا کے بادشاہ و وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ



کے کلام یا حکم پیغام کی مانند سمجھا ہے اور جبریل کو ایک مجسم فرشتہ بادشاہ وزیر میں اٹھنی پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے۔ یہ حرف بحرف عبارت ہے تفسیر القرآن کی جس کو تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن مطبوعہ دہلی کے ص ۱۸ میں بھی نقل کیا ہے۔

پھر تفسیر القرآن ص ۲۹ میں ہے کہ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی اٹھنی خادم پہنچانے والا نہیں اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اس کا دل ہی وہ اٹھنی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے وہ خود ہی وہ مجسم خیر ہوتا ہے جس میں خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اسی کے دل سے نوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلو اتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود کہتا ہے: **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحىٰ**۔ اٹھنی۔

پھر اسی تفسیر القرآن کے ص ۱۵۳ میں ہے کہ اسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبریل نام ہے۔ الی قولہ۔ کہ خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اٹھنی

پھر اسی تفسیر القرآن کے ص ۱۵۳ میں لکھا ہے: جبریل و میکائیل کے نام جو قرآن مجید میں ہیں ان سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درحقیقت اس نام کے دو فرشتے مع تشخصہما علاحدہ علاحدہ ایسے ہی مخلوق ہیں جیسے کہ زید و عمرو، اٹھنی۔

پھر ص ۱۵۲ میں لکھا ہے: یہ بات کہ جبریل درحقیقت کسی فرشتہ کا نام ہے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ ہاں اس قدر تسلیم ہو سکتا ہے کہ اسے ملکہ نبوت پر جبریل کا اطلاق ہوا ہے۔ فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ اٹھنی

اور ص ۶۳ میں ہے: فرشتے یعنی قوائے ملکی ابلیس یا شیطان یعنی قوائے بھیی۔ اٹھنی

پھر ص ۱۵۳ میں لکھا ہے: ملائکہ کا اطلاق ان قدرتی قوائے پر جس سے انتظام عالم مربوط ہے اور ان شیون قدرت کاملہ پروردگار پر جو اس کے ہر ایک مخلوق میں بہ تفاوت درجہ ظاہر ہوتے ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے۔ اٹھنی

یہ عبارات تفسیر القرآن کی بعینہ ہیں جو تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن میں بھی بعضے یہ عبارات منقول ہیں۔

اب فقیر عرض کرتا ہے کہ خان صاحب بہادر نے ان عبارات میں صریح طور پر سب ملائکہ کے وجود کا عموماً اور جبریل و میکائیل کا خصوصاً انکار کیا ہے جس کا سارے مفسرین متقدمین و متاخرین بہ سند قرآن و حدیث اجماع امت اثبات کر رہے ہیں۔ کوئی ادنیٰ دانشمند بھی خیال نہیں کر سکتا ہے کہ ہزار ہا لاکھ ہا علمائے اسلام بھول گئے اور انہوں نے معانی قرآن کے ٹھیک طور پر نہیں کیا اور صرف خان صاحب بہادر کو تیرھویں صدی کے اخیر میں قرآن کی ٹھیک حقیقت معلوم ہو گئی۔ حاشا وکلا۔ عقل سلیم اس کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی بلکہ معنی قرآن کے وہی ہیں جو آنحضرت ﷺ سے جن پر وحی ہوئی تھی منقول ہو کر اسناد کے ساتھ علما کو معلوم ہوتے رہے اور دینی کتابوں میں لکھے گئے۔ اور خان صاحب جو سب کے برخلاف چلتے ہیں تو عقل بھی شہادت دیتی ہے کہ یہ ایک ہی خلاف پر ہے اور اگلے سب راستی پر تھے۔

اب سنو کہ یہ ان کا بیان کہ فرشتے قوائے کا نام ہے اور ان کا وجود زید و عمرو کی طرح کوئی نہیں اور یہودیوں کے نام رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سراسر منطوق قرآن کے برخلاف ہے۔ بہت سی وجوہوں سے جن میں سے چند جوہ بیان ہوتی ہیں :

پہلی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو قوتیں اور جبریل امین علی نبینا وعلیہ السلام کو ملکہ نبوت ماننا استعمال میں زنا نہ جانتا ہے، اور یہ بات بحکم خالق البریات غلط ہے اور بالکل واہیات، کیوں کہ سورہ حم زخرف میں ارشاد ہے :

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا ۝ (سورہ زخرف: ۱۹، ۲۳)

یعنی اور کافروں نے مقرر کیا فرشتوں کو جو خدا کے بندے ہیں عورتیں یعنی دختریں۔

ف: یہ جو فرمایا بندے رحمن کے ہیں یعنی بیٹیاں نہیں اور معلوم ہوا کہ فرشتے اگرچہ نہ مرد ہیں نہ عورت، پر بولی مردانی بولے۔ کذانی موضع القرآن وفتح الرحمن وغیرہما۔

اس آیت مبارک سے صریح ثابت ہے کہ فرشتے عباد ہیں تو انہیں ہیں اور نہ ان کو بصیغہ مؤنث یاد کرنا روا ہے، نیز جا بجا قرآن مجید میں فرشتوں کی طرف ضمیر ذوی العقول راجع فرما رہے ہیں جیسا

کہ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ۔

اور خود خان صاحب بہادر ص ۵۷ میں اپنی تفسیر القرآن میں اقرار کر رہے ہیں کہ انبئہم اور اسمائہم میں جوہم کی ضمیر ہے وہ فرشتوں کی طرف راجع ہے اتھی۔ پھر ذوی العقول سے تو اور ملکہ نبوت مراد بیان کرنا غیر ذوی العقول کا کام ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۃ فاطر کی پہلی آیت یوں ہے :

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي  
أَجْنِحَةٍ مَّثْنَى وَثُلَّةٍ وَرُبْعٍ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ  
قَدِيرٌ ۝ (سورۃ فاطر: ۱۲۵)

یعنی سب تعریف اللہ کو ہے جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمینوں کا جس نے مقرر کیے فرشتے پیغام لانے والے جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار، بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے بے عسک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔

ف: بڑھاتا ہے یعنی چار سے زیادہ پر ہیں بعضوں کے۔ جبریل کے چھ سو ہیں۔ کذافی موضع القرآن وغیرہ۔

اب دیکھو کہ اس آیت شریف سے صراحت فرشتوں کا مخلوق ہونا جس کو جسمیت لازم ہے ثابت ہوا اور نیز ان کا پیغام لانا۔ اس لیے سارے مفسروں نے اس بات کو مانا اور خان صاحب بہادر نے جو قرآن کے حکم سے روگردانا اور بایں ہمہ ہدایت یافتوں کا گم راہ بتانا اور عوام لوگوں کا بہکانا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے انکار سے بچائے اور سیدھے راستہ پر لائے۔

تیسری وجہ سورۃ انفال کے دو، رے رکوع میں ہے :

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنْ مَعَكُمْ فَاتِنُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۝ (سورۃ انفال: ۱۲۸)

یعنی جب حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے سو تم دل ثابت کرو مسلمانوں کے۔

اس آیت مبارک سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کی طرف حکم بھیجنا اور ان سے مومنوں کی تائید کرانی

صریح بتا رہی ہے کہ فرشتے خدا کے بندے مجسم ہیں جن کو پیغامِ الہی آتے ہیں اور وہ احکامِ الہی آگے پہنچاتے ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ سورہ زمر کے اخیر میں ارشاد ہے :

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝ (سورہ زمر: ۳۹/۷۵)

یعنی تو دیکھے فرشتوں کو کھڑے ہیں عرش کے گرد پاکی سے بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں۔

یہ آیت مبارک بھی سارے مفسرین کے بیانوں کو سچا کرتی ہے اور خان صاحب بہادر کے خام خیال کی بہ ہزار زبان تکذیب فرما رہی ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ابتدائے سورہ حم مؤمن میں فرمان ہے :

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۝ (سورہ غافر: ۳۰/۹۷)

یعنی جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور اس کے جو گرد ہیں پاکی سے بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر و علم میں سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تری راہ پر اور بچا ان کو آگ دوزخ سے، اے رب ہمارے داخل کر ان کو ہمیشہ بسنے کے باغوں میں جن کا وعدہ دیا تو نے ان کو اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں میں اور اولادوں میں بے شک تو ہے زبردست حکمت والا اور بچا ان کو برائیوں سے۔

ف: تیری مہر ہی ہو کہ برائیوں سے بچے، اپنے عمل سے کی نہیں بچ سکتا۔ کذا فی موضع

القرآن وغیرہ۔

اب ان آیتوں سے بہ وضوح تمام متحقق ہے کہ فرشتے تن دار مجسم ہیں جو عرش مجید کو اٹھانے والے اور اس کے گرد گرد خدا کی تسبیح تحمید میں مشغول ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بہ خوب ترین اُسلوب و طرز مرغوب باری تعالیٰ سے شفاعت کرتے ہیں جن کا خدا اور اس کے فرشتوں پر ایمان ہے ان کے گناہ بخشواتے اور دوزخ سے چھڑواتے اور بہشت میں داخل کرواتے ہیں اور گناہوں سے بچاتے ہیں۔

پس سارے مفسرین اور جمیع مومنین جن کا خدا تعالیٰ اور فرشتوں اور بہشت و دوزخ پر ایمان ہے وہ فرشتوں کی شفاعت سے مغفور ہیں اور خان صاحب بہادر جو ملائکہ کو صرف وہی قوتیں جانتے اور بہشت دوزخ کا بھی وجود نہیں مانتے ہیں۔ کما سیاتی۔ قرآن کے برخلاف ہو کر فرشتوں کی دعا و استغفار سے محروم و مہجور ہیں۔ العیاذ باللہ من ذالک۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے جو تفسیر القرآن کے ص ۲۹ میں لکھا ہے: اس کو کوئی نہیں بلو اتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود کہتا ہے: وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی یُوحٰی جیسا کہ یہ عبارت اوپر منقول ہو چکی ہے سراسر ان کی کم لیاقتی پر دلیل ہے کیوں کہ جو شخص خود بولتا ہے اور کوئی اسے نہیں بلو اتا ہے تو اس کا بولنا ہواے نفسانی سے ٹھہرا پھر اس کے حق میں وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی کیوں کہ راست آیا وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی تو اس کے حق میں راست آتا ہے جو خود نہیں بولتا ہے بلکہ اس کو کوئی بلو اتا ہے اور اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی یُوحٰی سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس کا بولنا خود بخود نہیں بلکہ خدا کی طرف سے جو پیغام آتا ہے وہ آگے پہنچاتا ہے تو اب خان صاحب بہادر کی دلیل سے ہی ان کا دعویٰ جھوٹا ہو گیا اور کیوں نہ ہو جب اس آیت سے اگلی آیت یوں ہے:

عَلَّمَهُ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُو مِرَّةٍ . . . (سورہ نجم: ۵۳/۶۰)

یعنی پیغمبر خواہش نفسانی سے بات کرتا ہی نہیں قرآن مگر وحی کو اس کی طرف بھیجی گئی ہے سکھائی ہے اس کو فرشتے بڑے باقوت صاحب حسن نے۔ کذافی فتح الرحمن وغیرہ۔

پس اسی آیت خان صاحب بہادر کی دلیل سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ وحی خود بہ خود دل میں نہیں آتی ہے بلکہ ایک فرشتے نے تعلیم کی ہے جو اس کے پاس ہمیشہ آمد و رفت رکھتا ہے جیسا کہ



سارے مفسرین قرآن و حدیث سے بیان کرتے ہیں اور اہل کتاب بھی اس کو مانتے ہیں کہ بے شک وہ جسمِ قوی حسین ہے صرف قوت اور ملکہ ہی نہیں کہ یہ مجنونانہ خیال ہے۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ کا جبریل امین کو اصلی شکل میں دیکھنا قرآن سے دو مرتبہ ثابت ہے جس کا ذکر سورۃ النجم میں موجود ہے کہ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ اور وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ اور خود رسول کریم ﷺ نے اس کی تفسیر میں ارشاد کیا ہے جس کو مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز میں لائے ہیں کہ حدیث شریف میں آپ نے فرمایا کہ میں نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا مگر دو بار۔

ایک بار تو جب وحی میں دیر ہو گئی تھی اور میں نے چاہا کہ پہاڑ سے نیچے گر جاؤں تب میں نے دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان شرقی جانب جبرئیل چمکدار زریں کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کی شکل نے سارے آسمان کے کنارے کو روک لیا ہے اور ان کے چھ سو پر ہیں سارے یا قوت اور مروارید سے مرصع ہیں، نہایت عجیب اور نورانی شکل میں دیکھا۔

اور دوسری مرتبہ شب معراج سدرۃ المنتہی کے پاس اسی شکل میں دیکھا اور قرآن مجید میں ابتداء سورۃ النجم میں ان دونوں مرتبہ دیکھنے کا ذکر ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فتح العزیز کا جو اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہوتی ہے، اور حدیث بہت سی دینی کتابوں میں موجود ہے۔ (۱)

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سورۃ کورث میں اللہ تعالیٰ نے بلوغ قسموں کے بعد قرآن مجید کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے :

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ وَ لَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ (سورۃ تکویر: ۸۱، ۸۲، ۸۳)

(۱) حاشیہ: در حدیث شریف وارد است کہ من جبرئیل را گاہے بصورت اصلی اش ندیدہ ام مگر بار بار یہ بار در زمان فترت وحی کہ بیتاب شدہ منخواستم کہ خود را از بالا لے کوہ بیندازم بایں داعیہ در مقام احیاء کہ مکافیت در مکملہ گزشتہ در آں وقت جبرئیل را دیدم کہ بر کرسی زریں درخشاں در میان آسمان و زمین جانب شرق نشستہ اند و تکملہ ایساں تمام کنارہ آسمان را فرا گرفته شستہ پر دار دہائے ایساں ہمنہ بحر و اریہ و یا قوت یافتہ شعرہ شکل عجیب نورانی مشاہدہ کردم، و بار دوم در شب معراج نزد سدرۃ المنتہی نیز ایساں را ہمیں صورت دیدم و در سورۃ النجم ایں بر دو بار را مذکور فرمودہ اند۔ تفسیر فتح العزیز من عن۔



یعنی بے شک یہ قرآن البتہ سخن ہے خدا کی طرف سے خدا کے ایلچی کا پہنچایا ہوا جو عزت والا قوت والا عرش کے مالک کے نزدیک مرتبے والا ملکوت آسمان میں فرمان برداری کیا گیا امانت دار اور تمہارا صاحب یعنی پیغمبر دیوانہ نہیں اور بے شک اس نے اس فرشتے کو آسمان کے روشن کنارے میں دیکھا ہے۔ کذانی فتح العزیز وغیرہ۔

پس اب غور کرو کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام کو ان آیتوں میں ایلچی فرما کر ان عمدہ صفات سے موصوف فرمایا اور پھر رسول اکرم ﷺ نے اس کا بیان یوں بتایا کہ ایک دن اس نے جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوت اور امانت سے تعریف کی ہے بارے اپنی قوت اور امانت سے کوئی حکایت بیان فرمائیے تو جبرئیل امین علی نبینا وعلیہ السلام نے کہا کہ میری قوت اس قدر ہے کہ مجھ کو قوم لوط کے چاروں شہروں کی تخریب کے لیے باری تعالیٰ نے بھیجا تھا ان شہروں میں سے ایک شہر سدوم تین چار لاکھ مرد ہتھیار باندھنے والے تھے میں نے ان چاروں شہروں کو ساتویں زمین کے نیچے سے اپنے ایک پر کے اوپر اٹھا کر اس قدر اونچا آسمان کے نزدیک لے گیا کہ آسمان کے رہنے والوں کو ان شہروں کے مرغوں اور کتوں کی آواز سنی جاتی تھی پھر ان شہروں کو الٹا کر کے پھینکا اور اس میں مجھے کچھ تکلیف معلوم نہ ہوئی اور میں امانت دار ایسا ہوں کہ جب کبھی مجھے کوئی حکم ہوا تو میں نے بلا کم وکاست اور بغیر تغیر و تبدل کے اسے پورا کیا اور جب کوئی بھید مجھے فرمایا تو میں اسے سینہ میں مدفون کر کے کسی سے درمیان نہ لایا۔ کذانی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔ اور اصل عبارت تفسیر فتح العزیز کی جو فارسی ہے قریب الفہم حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

(۱) حاشیہ: در حدیث شریف وارد است کہ آن حضرت ﷺ ذرے با حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام فرمودہ کہ حق تعالیٰ شمارا با قوت و امانت صفت فرمودہ است بار پیش از قوت و امانت خود حکایتے بقرا ما سیدایشاں فرمودند کہ قوت من با؟؟؟ کہ مرابرائے تخریب شہر ہائے قوم لوط کہ چہار شہر بودند در یک شہر از اں شہر ہا کہ سدوم نام داشت چہار لکھ مرد اسلحہ دار سائے زنان و اطفار بودند من آں ہمہ شہر ہا را از زمین ہنقم بیک پر خود بردشتہ آنقدر نزدیک آسمان بردم کہ ساکنان آسمان با نگ خروسان و سگان آں شہر ہا برداشتہ میشدند باز آں ہمہ شہر ہا را داڑ گون انداختم و مراہج تعب و کلال محسوس نشد و امانت من با؟؟؟ است کہ مراہج گاہ بخمرے فرمودند الا بے کم و کاست و بے تغیر و تبدل بجا آوردم و ہج رائے با ہم نکشودند الا کہ آں از مراد در سینہ خود مدفون داشتیم و نزد غیر در میان نیاوردم۔ تفسیر عزیزی من عن۔

اب جس نے کہا کہ جبریل صرف ملکہ نبوت کا نام ہے کوئی اور واسطہ خدا اور پیغمبر میں نہیں ہے تو اسے کلام الہی اور احادیث رسالت پناہی کا صریح انکار ہے۔ نعوذ باللہ العظیم من هذا الذنب الجسیم۔

نویں وجہ یہ ہے کہ سورہ اقرار کہ جس کو سورہ علق بھی کہتے ہیں، پہلی پانچوں آیتیں جو اکثر مفسرین کے نزدیک اول ما نزل من القرآن اس کی شان نزول میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما میں بہ روایت حضرت أم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آیا ہے جس کو ختم الحمد ثین خاتم المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے بضم دیگر روایات تفسیر فتح العزیز میں درج فرمایا ہے کہ اس سورہ کے نازل ہونے کی کیفیت یوں ہے کہ حضرت ﷺ کو پہلے وحی کی علامت سچی خوابیں تھیں کہ آپ جو کچھ رات کو خواب دیکھتے دن کو بعینہ واقع ہو جاتا پھر ان کو خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت غالب ہوئی تو حرا پہاڑ میں جو مکہ کے متصل ہے تشریف لے جا کر غار میں خلوت فرمائی چند روز کا کھانا لے کر اکیلے خدا کی حمد و ثنا میں مصروف رہتے۔ جب وہ آرزو ختم ہوتا تو آپ گھر میں تشریف لاتے چندے اہل و عیال کے حقوق ادا فرما کر پھر آرزو ہمراہ لے کر غار کو جاتے بسا اوقات غار میں ایک مہینے سے کم رہتے اور کبھی ایک مہینہ تک وہاں پر رہنا ہوتا۔

ایک دن آپ غسل کے ارادے پر غار سے نکل کر پانی کے کنارے کھڑے تھے کہ جبریل امین نے پکارا یا محمد ﷺ! آپ نے اونچی نظر کی کچھ نہ دیکھا دو بارہ سہ بارہ آواز آئی آپ حیران دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک نورانی شخص آفتاب سا روشن نور کا تاج سر پر دھرے ہوئے عمدہ سبز لباس پہنے ہوئے آدمی کی شکل پر آپ کے پاس آیا اور فرمایا کہ پڑھو اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہاتھ میں سبز دریائی کے کپڑے پر کچھ لکھا ہوا تھا وہ آپ کو دکھایا اور فرمایا کہ پڑھیے، آپ نے فرمایا: میں حرف شناس نہیں، ان پڑھ ہوں۔ اس نے پھر کہا کہ پڑھو اور آپ کو بہت زور سے چھاتی سے لگایا یہاں تک کہ آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور پسینہ آیا تین مرتبہ ایسا کیا پھر کہا کہ اِقْرَأِ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ تَابًا نَّجْمًا آیتیں۔

ابتدا اس سورہ کی آپ کو یاد ہو گئیں۔ اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اسی بزرگ نے یہ پانچ آیتیں ورد کر کے زمین پر اپنا پائے نور مارا چشمہ پانی کا جاری ہوا آپ کو غسل اور وضو اور استنجا کا

طریقہ سکھلایا اور دوگانہ نماز کا پڑھا اور الحمد شریف بھی یاد کرایا کہ نماز میں پڑھا کریں۔

ازاں بعد آپ لرزاں ترساں گھر کی طرف تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جو آپ کی حرم محترم تھیں فرمایا کہ مجھ پر بالا پوش ڈالو کہ لرزہ دفع ہو۔ جب لرزہ دفع ہوا تو ام المومنین نے حال پوچھا تب آپ نے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اس صدمہ سے کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

تب ام المومنین نے عرض کی کہ آپ اصلاً نہ ڈریے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت کا مظہر بنایا ہے، آپ ضعیفوں پر رحم فرماتے ہو اور خویشوں کو احسان اور سلوک سے عزیز رکھتے ہو، مہمان کی ضیافت کرتے ہو، حاجتمندوں کو مدد دیتے ہو، ایسا شخص جو خلق اللہ پر رحم فرمائے وہ مستحق رحمت الہی ہوتا ہے نہ کہ مستوجب غضب کا۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو نصاریٰ کا دین رکھتا تھا اور عبرانی کتابیں اور تہ ریت و انجیل سے ماہر تھا اور ان کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ لکھا کرتا تھا۔ ام المومنین نے ان سے کہا کہ اے بھائی! اپنے برادر زادہ کا حال سن کہ کیا بیان کرتے ہیں۔

جب آپ نے سارا قصہ سنایا تو ورقہ نوفل نے بتایا کہ یہ جبرئیل ہے، جس کو اہل کتاب ”ناموس اکبر“ بولتے ہیں اور خدا کی طرف سے نبیوں پر وحی لاتا ہے اور موسیٰ پر بھی یہی نازل ہوتا رہتا تھا۔ آپ خوش ہو جائیے اور کچھ فکر نہ کیجیے لیکن افسوس ہے کہ اس نعمت کی قدر آپ کی قوم نہ پہچانے گی بلکہ آپ کو ایذا دیں گے، یہاں تک کہ آپ کو اس شہر سے نکالیں گے۔ کاش! تب تک میں زندہ رہوں کہ آپ کی خدمت گذاری اور مددگاری کر کے دو جہاں کی سعادت حاصل کروں۔ پھر تھوڑے روز بعد ورقہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ آپ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ سفید پوشاک رکھتے ہیں جس کی تعبیر فرمائی کہ یہ شخص بہشتی تھا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

اب دیکھو کہ قرآن اور حدیث اور دوسری آسمانی کتابوں کے علما کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام جسم اور اعضاء رکھتے ہیں اور سب نبیوں پر احکام الہی کے پہنچانے میں واسطہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کا وجود اور جسم کچھ نہیں صرف خیالی قوت اور ملکہ کا نام

جبرئیل ہے۔ نعوذ باللہ۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو شرح صدر نبوی کا سورہ الم نشرح میں ذکر ہے تو اس کی نسبت مفسرین، اہل حدیث (یعنی گروہ محدثین) لکھتے ہیں کہ چار مرتبہ یہ واقعہ آپ سے درپیش آیا ہے: پہلی مرتبہ آپ کی عمر چار سالگی میں۔ دوسری مرتبہ عمر دس سالگی میں جس کو محدثین معتبرین میں سے ابن حبان، عالم، ابو نعیم، ابن عساکر، ضیائی مقدسی اور عبداللہ بن احمد صحیح سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب دس سالہ ہوئے تو جنگل میں آپ کو دو شخص دکھائی دیے۔

آپ نے فرمایا کہ ان کی شکل جیسی میں نے کوئی نورانی شکل نہیں دیکھی تھی اور ان کی خوشبو جیسی کسی عطر میں خوشبو نہیں سونگھی گئی تھی اور ان کے کپڑوں جیسے کوئی کپڑے عمدگی اور صفائی اور زیبائش میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ دونوں شخص جبرئیل و میکائیل تھے۔ ان دونوں نے میرے بازو اتنے پکڑے کہ مجھے معلوم نہ ہوا اور مجھے آسانی سے پیٹھ پر لٹا دیا اور میرے پیٹ کو چاک کیا جب کہ نہ خون نکلا اور نہ درد ہوئی۔

ایک سونے کے طشت میں پانی لاتا تھا اور دوسرا شخص اس سے میرا تمام اندر و نہ دھوتا تھا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کا دل چاک کر کے کینہ اور حسد نکال ڈال چناں چہ اس نے میرے دل سے لہو کا تکا نکال کر پھینک دیا، پھر کہا کہ مہربانی اور شفقت ان کے دل میں بھر دے جیسا کہ اس نے سیکہ میرے دل میں ڈالا، پھر میرا انگوٹھا پکڑ کر کہا کہ جائے سلامتی اور عافیت سے روزگار بسر فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تب سے میں نے اپنے دل میں ہر چھوٹے بڑے پر رحمت اور شفقت پاتا ہوں۔

تیسری مرتبہ جب زمانہ نبوت کا قریب آیا تب پھر آپ سے شق صدر ہوا جس کو بیہتی اور ابو نعیم و دلائل العیوۃ اور ابو داؤد طیالسی اور حارث ابن ابی حسامہ نے اپنی مسندوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یوں لائے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ ایک مہینہ اعتکاف کی منت مانی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس اعتکاف میں شریک تھی اور وہ مہینہ رمضان کا تھا جس میں یہ دونوں غار میں محکف تھے۔ ایک مرتبہ آپ رات کے وقت دیکھنے کے لیے غار سے باہر آ کر تاروں کی طرف دیکھ رہے تھے کہ آواز آئی السلام علیک آپ نے فرمایا کہ میں نے خیال کیا کہ کسی



جن کا گزار ہے۔ میں غار میں چلا گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا انہوں نے عرض کی کہ یہ کوئی خبر خوش ہے۔ سلام علیک امان اور محبت کی نشان ہے کچھ ڈر کی بات نہیں۔

آپ نے فرمایا میں پھر باہر آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ جبرئیل آفتاب کے تخت پر بیٹھا ہوا ایک پر مشرق تک پھیلا رہا ہے اور دوسرا مغرب تک۔ میں پھر مارے ڈر کے غار کی طرف متوجہ ہوا۔ جبرئیل نے مجھے فرصت نہ دی اور جلدی سے میرے اوڑ غار کے درمیان آ گیا تاکہ اس کے دیکھنے اور کلام سننے پر میں مانوس ہوا تب جبرئیل نے مجھ سے وعدہ لیا کہ فلا نے وقت آپ تنہا آئیں میں اس وقت میں اکیلا منتظر کھڑا رہا۔

جب بہت دیر ہوئی میں نے چاہا کہ گھر کو لوٹ جاؤں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں آسمان اور زمین میں بڑی شان و شوکت سے آرہے ہیں اور مجھے دونوں نے پکڑ کے زمین پر لٹا دیا اور میرا سینہ چاک کر کے دل کو سونے کے طشت میں آپ زم زم سے دھو کر کچھ اس میں سے نکالا، مجھے کچھ معلوم نہ ہوا، پھر دل کو اپنے مکان پر رکھ کر سینہ کو درست کر دیا اور دونوں فرشتوں نے میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کے الٹا یا جیسا کہ کسی چیز کے پھینکنے کے وقت برتن کو الٹاتے ہیں، پھر میری پیٹھ پر مہر لگائی جیسا کہ اس کی تاثیر میں نے اپنے دل میں پائی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا بہت سی عبارت کا حاشیہ پر لکھنا مشکل ہے جس کا جی چاہے الم نشرح کی تفسیر میں دیکھ لے۔

اور چوتھی بار شق صدر شب معراج میں ہوا جس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہم نے روایت کیا ہے اور وہ قصہ معراج میں مشہور متواتر ہے، اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔ کذافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

اب قرآن اور حدیث سے بہ خوبی ثابت ہوا کہ خان صاحب بہادر کا یہ خیال کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں فرشتے اس نام کے مع تشبہما علیحدہ علیحدہ موجود نہیں ہیں متعصبانہ قرآن و حدیث سے منکرانہ مقال ہے نعوذ باللہ منہا۔

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سورہ تحریم میں فرمایا ہے :

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ  
ظَهِيْرٌ ۝ (سورہ تحریم: ۲۶)

یعنی بے شک اللہ وہی پیغمبر کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیکو کار مسلمان اور فرشتے اس سے پیچھے مددگار ہیں۔

اب اس آیت شریف کو یاد رکھ کر دوسری آیتوں کو بھی ملحوظ رکھو جو جنگوں میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ سورۃ انفال میں جنگ بدر کے موقع کا بیان ہے :

إِذْ تَسْتَفِئُونَ رَبَّكُمْ فَأَسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُزْدِفِينَ ۝ (سورۃ انفال: ۹/۸)

یعنی جب فریاد چاہتے تھے تم اپنے رب سے پس قبول کیا رب نے تمہارے لیے کہ بے شک میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتے جو آگے پیچھے آنے والے ہیں۔

پھر اس سے تیسری آیت میں فرشتوں کو ارشاد ہے :

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (سورۃ انفال: ۱۲/۸)

یعنی پس مارو اوپر گردنوں کے اور مارو ان میں سے ہر پوری پر یعنی ان کی سرانگشتان کاٹو۔

پھر اسی سورہ میں فرمان ہے :

إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْمَلَائِكَةُ يُضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۝ (سورۃ انفال: ۵۰/۸)

یعنی جب فوت کرتے تھے کافروں کو فرشتے مارتے تھے ان کے منہ اور پیٹھوں پر۔

پھر سورۃ توبہ میں ارشاد ہے :

وَ أَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۝ (سورۃ توبہ: ۲۶/۹)

یعنی اور اتارے خدا نے لشکر جن کو تم نہیں دیکھتے اور عذاب کیا کافروں کو۔

پھر اسی سورہ میں فرمایا ہے :

وَ آيَةٌ بِجُنُودِهِمْ لَمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى ۝ (سورۃ توبہ: ۳۰/۹)

یعنی خدا نے مدد کی پیغمبر کی لشکروں سے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کیا کافروں کی بات



کو نیچا۔

علیٰ ہذا القیاس اور بھی آیات ہیں ان سب پر یقین کر کے آں حضرت ﷺ سے جو انہیں موقعوں پر ارشاد ہوئے ہیں ان سے بھی ایک دوسن لو کہ صحیح بخاری اور دوسرے صحاح میں بہ روایت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وارد ہے کہ جب حضرت ﷺ جنگ احزاب سے واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریل علی نبینا وعلیہ السلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہتھیار اتار دیے بخدا ہم نے ابھی تک نہیں اتارے، آپ ان کی طرف چلے آپ نے فرمایا: کن کی طرف؟۔ عرض کی بنی قریظہ کی طرف۔ پس آپ بنی قریظہ کی طرف نکلے۔

یہ ترجمہ ہے بخاری وغیرہ کی حدیث کا اور تفسیر معالم التنزیل و مدارک وغیرہا میں بھی لکھا ہے کہ آپ جنگ احزاب سے جب لوٹے تو جبریل علی نبینا وعلیہ السلام گھوڑے پر چڑھے چڑھائے آپ کی خدمت میں آنکے۔ ان کے گھوڑے کے چہرے اور زین پر راستہ کی گرد و غبار پڑی ہوئی تھی آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کے گھوڑے کا منہ صاف کیا الحدیث۔ یہ ترجمہ ہے عبارات تفسیر کا جو حدیث صحیح سے بیان کیا ہے۔

اب غور کرو کہ سند عقیدہ اہل سنت اور ساری امت بلکہ جمیع اہل کتاب کی کیسی صریح قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ جبریل و میکائیل اور سارے فرشتے علیحدہ علیحدہ اپنے تشخصات سے مجسم موجود ہیں، خدا کے بندے ہیں، جس جس کام پر باری تعالیٰ نے مامور کیا ہے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے اس کو انجام کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ (سورہ تحریم: ۶۷)

پس جس نے فرشتوں کے وجود اور جسم اور تشخص کا انکار کیا قرآن و حدیث سے منکر ہو کر علاوہ فرشتوں کا دشمن بھی ٹھہرا کیوں کہ جس نے ہست کو نیست کہا اور موجود یقینی کو موهوم بنایا تو بے شک اس کی دشمنی سے کوئی دقیقہ فرو گزار نہ کیا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے دشمنوں کو کافر فرماتا ہے۔ سورہ بقرہ پہلے پارہ میں ارشاد ہے :

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ  
لِلْكَافِرِينَ ۝ (سورہ بقرہ: ۹۸)

یہود مردود باوجود اقرار موجودگی اور تشخص اور واسطہ ہونے حضرت جبرئیل کے صرف ان کی دشمنی سے کافر ہوئے تو جس نے ان کے وجود اور تشخص کا ہی انکار کیا اور موہوم محض قرار دیا وہ - معاذ اللہ - یہود سے بھی بڑھ کر خدا جل و علا کا دشمن اور بے فرمان ٹھہرا، اور کیوں نہ ہو جب فرشتوں پر ایمان فرض ہے: **كُلُّ آمَنٍ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ الْاٰیةِ** (سب ایمان لائے خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر) جو اخیر سورہ بقرہ میں ارشاد ہے تو مومن کا یہ انکار اور اس سے دشمنی بھی کفر تحقیقی ہے۔ سورہ نساء کے اخیر میں ہے :

**وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا** (سورہ نساء: ۱۳۶/۳)

یعنی جو منکر ہو خدا اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں اور پیغمبروں اور دن قیامت سے تو بے شک گمراہ ہوا گمراہی ظاہر۔

اور شرع سے متحقق ہے کہ ان میں سے ایک چیز کا انکار بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایسے بد اعتقاد سے امان دے، اور خان صاحب بہادر اور ان کے تبعین کو بھی سچی توبہ نصیب کرے کہ اس گرداب بلا سے ساحل سلامت تک پہنچیں۔

باقی رہا خان صاحب بہادر کا یہ خیال کہ جو چیز دیکھنے میں نہ آئے تو اس پر کیوں کر یقین کیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ ایک چیز کو ثابت اور متحقق فرمائے اور اس کا برحق رسول ﷺ بھی اس کو مشاہدہ فرما کر اس پر ایمان لائے جیسا کہ عنقریب قرآن سے ثابت کیا گیا ہے اور پھر قرآن و حدیث نب کو اس پر ایمان لانے کے واسطے ارشاد فرمائیں تو ایمان بالغیب کے معنی (جو سورہ بقرہ کی ابتدا میں تعریف ہے کہ **يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ**، یعنی متقی وہ ہیں جو ان دیکھی چیزوں کو خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کر کے مان لیتے ہیں۔ کذافی تفسیر العزیز وغیرہ۔) یہی ہیں کہ ہم مومنین احکام قرآن و حدیث کو واقعی طور پر دل و جان سے مان لیں اور خدا نخواستہ خیالاتِ فلسفہ کو وماغ میں متمکن کر کے مجاہدین نہ کہلائیں اور دین برحق سے باہر نہ نکل جائیں۔ نعوذ باللہ من المحور بعد الکور۔

اور کوئی مسلمان بھی وجود ملائکہ سے عموماً اور حضرت جبرئیل امین سے خصوصاً کیوں کر منکر ہو سکتا

ہے جب کہ قرآن و حدیث ان کے وجود و جسمیت پر ناطق ہیں۔ اگر اوپر کے دلائل سے علاوہ اور بھی ثبوت درکار ہوں تو سن لیجیے کہ قرآن مجید صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نیچے سے جو مٹی اٹھائی تھی وہ بناوٹی گو سالہ کے قالب میں ڈال دی تو وہ زندہ ہو کر آواز کرنے لگا جس سے بنی اسرائیل دھوکہ میں آ کر گو سالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے، پھر جب حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے سامری سے پوچھا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے :

مَا بِأَلْكَ يَا سَامِرِيُّ

اور کیا حال ہے تیرا اے سامری۔

پھر باری تعالیٰ نے اُس کا جواب بیان فرمایا ہے :

بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا ۝ (سورہ طہ: ۹۶)

دیکھا میں نے اس کو جو انہوں نے نہیں دیکھا پس اٹھائی میں نے ایک مٹھی قدم رسول کے نیچے سے، پس ڈالا میں نے اس کو۔

اور تفاسیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ ایک قراءت میں من اثر فرس الرسول بھی آیا ہے۔ پس قرآن شریف سے متحقق ہوا کہ نبیوں کے سوا بعضے اور لوگوں نے بھی فرشتوں کو دیکھا ہے۔ اور صحیحین وغیرہما کی حدیث میں وارد ہے کہ آن حضرت ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرئیل ایمان، اسلام اور احسان کے معنی پوچھنے کے واسطے تشریف لائے جن کو بہت صحابہ کبار نے دیکھا۔ نیز جنگ بدر وغیرہ میں فرشتوں کو صحابہ کرام کا دیکھنا ثابت ہے جس کا انکار ایماندار کی مجال نہیں ہے۔

تفسیر فتح العزیز میں مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ الْآيَةِ کے نیچے لکھا ہے کہ حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دن آن حضرت ﷺ کی خلوت میں جا نکلا تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام کو دیکھا۔ تب آپ نے فرمایا: افسوس جس نے سوائے نبیوں کے جبرئیل کو سر کی آنکھوں سے دیکھا تو وہ نابینا ہو جاتا ہے، لیکن میں نے تیرے لیے حق تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ نابینائی تجھے آخر عمر میں لاحق ہو چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

نیز اسی تفسیر میں بہ ضمن قصہ پیدائش حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے لکھتے ہیں کہ اکثر اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ فرشتے اجسام لطیفہ نورانی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے کہ جس شکل سے متشکل بن جائیں بن سکتے ہیں اور اہل مجاہدہ کشف کی رو سے ان صورتوں پر مطلع ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی حاجتمندوں کو ان کے عجائب تاثیرین حل مشکلات اور کفایت مہمات میں نمودار ہوتی ہیں۔

چنانچہ حکما نے لکھا ہے کہ جالینوس کو ایسی درد جگر لاحق ہوئی کہ اس کے علاج سے عاجز رہے۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل فرماتا ہے کہ دست راست کی شریان کا جو انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان ہے فصد لے کہ تجھے مفید ہوگی، اس نے ایسا ہی کیا تندرست ہو گیا۔

اور شریعتوں میں تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ فرشتے ان گنت ہیں اور سب مخلوقات سے زیادہ اور صحیح حدیثوں کی رو سے فرشتوں کی خدمتیں یوں ثابت ہیں کہ بعض حاملان عرش ہیں اور بعضے اکابر ملائکہ بڑے بڑے کام ان کی تدبیروں سے وابستہ ہیں جیسا کہ حضرت جبریل صاحب علم وحی اور حضرت میکائیل صاحب رزق اور غذا کے اور حضرت اسرافیل صاحب لوح محفوظ اور صور اور نفخ ارواح کے اور حضرت عزرائیل ملک الموت ہیں علی نبینا وعلیہم السلام، اور بعض فرشتے خازن بہشت کے اور بعض زبانیہ دوزخ کے اور بعض محافظ بنی آدم کے آفات اور بلیات سے اور بعض اعمال بنی آدم کے لکھنے والے اور بعض دنیا کے نظام پر موکل ہیں جیسا کہ ملک الجبال۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔ اور دوسری جگہ اسی تفسیر میں ان خدمتوں کی توکیل اور تفویض کے دلائل بھی لکھے ہیں، اختصار کی جہت سے نقل نہیں کیے گئے۔

الغرض فرشتوں کے وجود اور جسم سے انکار کر کے ان کو وہی قوتیں جاننا مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ اس خام خیال خان صاحب بہادر کا رد و جواب قرآن و حدیث کی سندت بسط مناسب کے ساتھ مرقوم ہوا۔ باقی خیالات کے رد میں اگر اسی قدر بسط ہو تو رسالہ طویل الذیل ہو جائے گا، اور ناظرین کم رغبت یا قلیل الفرصت کو تصدیح بڑھائے گا، اس لیے اب باقی خیالات کے رد میں ایک دو آیت و حدیث کے ذکر پر کفایت کروں گا۔ واللہ ہوا بہادی۔

دوسرا خیال خان صاحب بہادر کا یہ ہے کہ بہشت دوزخ دونوں بالفعل موجود نہیں جیسا کہ ص

۳۵ تفسیر القرآن میں لکھا ہے اَعْدَتُ جِس کے معنی تیار یا آمادہ کے ہیں اس لفظ پر علمائے اسلام نے استدلال کر کے یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ

الجنة والنار مخلوقتين یعنی بہشت اور دوزخ پیدا ہو چکے ہیں یعنی بالفعل موجود ہیں مگر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ ان آیتوں سے یا اعدت کے لفظ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا پھر صفحہ: ۳۸، ۳۹ میں لکھا ہے: یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں، باغ ہیں، شاداب و سرسبز درخت ہیں، دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے، ساقی و ساقین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں گھوسنیں پہنتے ہیں، شراب پلا رہی ہیں الی قولہ ایسا بے ہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہترین ہیں۔

پھر ص ۴۰ میں لکھا ہے: وعدہ و وعید دوزخ و بہشت کے جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے بعینہ وہی اشیا مقصود نہیں بلکہ اس کا بیان کرنا صرف اعلیٰ درجہ کی خوشی و راحت کو فہم انسانی کے لائق تشبیہ میں لانا ہے۔ اتنی بلفظ

فقیر کہتا ہے کہ فی الواقع خان صاحب بہادر کے دل میں سخت تعصب پڑ گیا ہے کہ بمقابلہ علمائے اسلام کے جو اکابر محدثین و مفسرین اور فقہاء و محدثین ہیں قرآن کے مضمون سے قطعی منکر ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید جو عربی زبان میں صاف بیان ہے اس کو حقیقت سے نکال کر مجاز کی طرف کھینچنا علاوہ ناراضگی حق تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ السلام کے سب اولی الالباب بھی اس کو برا جانتے ہیں، کیوں کہ جہاں حقیقت معذر ہو وہاں مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور برخلاف اس کے ہر جگہ مضامین قرآن میں کو مجاز اور تشبیہ پر محمول کرنا سخت بیجا اور بالکل ناروا ہے۔

اگر کسی مفسر نے بعد بیان کرنے اصلی معنی آیت کے کسی فلسفی فکر کے موافق کوئی تاویل بعید لکھ دی تو خان صاحب بہادر کو اس سے سند نہیں مل سکتی ہے، اس لیے کہ خان صاحب بہادر تو حقیقی معنی کے قائل ہی نہیں ہیں صرف تشبیہ اور مجاز کے قائل ہیں، پس کوئی بھی مفسرین اہل اسلام سے ان کے موافق نہیں اور ان کا کسی مسلمان سے اتفاق نہیں۔

اب ذرا غور کرو کہ دنیا میں جو عمدہ مکانات، لذیذ طعام، حسین عورتوں سے بوجہ حلال انتفاع



سب دینوں میں روا لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں کو اگر قیامت میں بجائے اس کے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو حرام لذتوں سے باز رکھا یہ لذتیں حاصل ہوں اور بے فرمانوں کو بسبب اتباع ہوائے نفسانی کے دوزخ کی تکلیفیں لاحق ہوں تو کیا مانع ہے، اور فطرت انسانی کے کب مخالف ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ سراسر مطابق فطرت انسان کے ہے۔ پھر جب قرآن و حدیث میں یہ مطلب صاف صاف بیان ہے تو اس کا انکار سوائے بے دینی کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ وَ بَشِّرِ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنُوبُوا بِهِ  
مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (سورہ بقرہ: ۲۴، ۲۵)

پس بچو اس آگ سے جس کا بالن (ایندھن) آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے اور خوشخبری دو ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اس بات کی کہ ان کے لیے موجود ہیں باغ (یعنی آٹھ جن کے نام یہ ہیں جنت الفردوس، جنت عدن، جنت الماویٰ، دارالخلد، دارالسلام، دارالمقام، علیین، جنت نعیم اور یہ باغ ہمیشہ سرسبز ہیں) اس لیے کہ ان کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں جب روزی دیے جائیں گے ان باغوں کے پھل سے (رزق خواہ حسی ہو یا عقلی یا خیالی) کہیں گے یہ رزق بدلہ اس چیز کا ہے کہ ہم کو دی گئی تھی اس سے پہلے (یعنی دنیا میں مقامات اور احوال سے جو ایمان اور نیک کاموں کے پھل تھے) اور دیے جائیں گے وہ رزق ہم رنگ اور ہم صورت یعنی باوجود تفاوت در لذت پھر بہشتی ایسی عمدہ مسکن اور ایسے لذیذ طعام کی خوشی کو تنہائی سے مکر نہ کریں گے، کیوں کہ تنہائی میں سب عیش متعفن ہوتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

بہار عمر ملاقات دوستدارانست

چہ حظ بروخضر از عمر جاوداں تنہا

بلکہ ان کی خوشی کو کامل کرنے کے واسطے ان کو موافق ہم صحبت بھی دیے جائیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے اور ان کے لیے ان باغوں اور نہروں و میوہ جات میں عورتیں ہیں جو پاک اور صاف



ہوں گی یعنی بد خلقیوں سے اور بول براز، حیض و نفاس اور دوسری طبعی مکروہات سے پھر ان کو موت کا غم بھی دامن گیر نہ ہوگا، کیوں کہ اگر موت کا فکر لاحق رہا تو سب نعمتیں بیکار گئیں چنانچہ کہنے والے نے کہا۔

مراد منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں بردم

جس فریاد می دارد کہ بر بندید محلہا

اس لیے ان کو اس غم سے بھی آزاد کیا گیا جیسا کہ فرماتے ہیں اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ کذافی تفسیر فتح العزیز۔

پہلے سیپارہ میں بہ ضمن قصہ پیدائش حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام فرماتے ہیں :

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (سورة بقرہ: ۳۶/۲)

اور کہا ہم نے اے آدم! بس تو اور تیری عورت جنت میں رہو اور کھاؤ اس سے محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگایا اس کو شیطان نے اس سے پھر نکالا اس کو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہم نے تم سب اترو ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک۔

اب ان آیتوں سے کیسا صاف ظاہر ہے کہ بہشت ایک باغ ہے بے انتہا درخت کا جس میں ہر قسم کے کھانے کی چیزیں موجود ہیں۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام بحکم باری تعالیٰ اس میں چندے شاد کام اور فائز المرام رہے، پھر شیطان نے دھوکہ اور وسوساں سے ان کو وہاں سے نکلوا یا چنانچہ آپ اس سے نکلے اور نیچے زمین پر اتارے گئے۔ پس بہشت کو برخلاف اس واقعی حقیقت کے کہ حرف تشبیہ پر محمول کرنا بے شک انکار قرآن ہے۔ پھر سورہ محمد (ﷺ) میں ارشاد ہے :

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَفْغُرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ

مُصَفًّى وَ لَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۝ (سورہ محمد: ۱۵/۲۷)

یعنی صفت اس بہشت کی جس کا متقی وعدہ دیے گئے ہیں یہ ہے کہ اس میں نہریں ہیں پانی غیر متعفن یعنی لطیف اور پاکیزہ کی اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں بدلا اور نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو لذت دیتی ہے یعنی شراب حلال خوش ذائقہ بر خلاف شراب حرام کے کہ وہ تلخ ہوتی ہے اور نہریں ہیں شہد صاف کیے ہوئے کی اور بہشتیوں کے لیے وہاں پر ہر جنس کا میوہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بخشش ہو گی۔ کذافی الجلائین وفتح الرحمن وغیرہما۔

اب ان آیات کی دلیل سے اہل سنت نے عقیدہ مقرر کیا ہے کہ بہشت اور دوزخ موجود وہیا ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی سے بھی یوں ہی ثابت ہے۔ کذافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔ اس لیے بہشت اور دوزخ کے اعتقاد کرنے اور ان کے حق جاننے پر نجات منحصر ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی میں آیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اور محمد رسول اللہ کو بھی مانا، اور حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا بندہ اور اس کا حکم جو مریم کی طرف القا ہوا اور روح اللہ پہچانا اور بہشت اور دوزخ کے حق ہونے پر بھی باور کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر آٹھویں بہشتوں کو مباح کر دے گا جس دروازہ سے وہ چاہے داخل ہو جائے گو عمل اس کے بڑے ہی ہوں۔ کذافی الحسن الحسین۔

یعنی عقیدہ اہل سنت و جماعت سے نجات ہوگی جس میں باور کرنا بہشت پر اور دوزخ پر حکم ہے، پس باوجود اس کے اگر خان صاحب بہادر حور و بہشت اور دوزخ کو تشبیہ پر محمول کر کے وہی بتائیں اور علماء اسلام کو بھول گئے فرمائیں تو بے شک جہال کو اپنے ساتھ رفیق کر کے خوشی منائیں، ورنہ اہل علم کے نزدیک تو ان کے خیالات محض ہذیانات اور خرافات ہیں۔

افسوس خان صاحب بہادر علوم عربیت سے ایسے ناواقف ہیں کہ حالت رفع اور نصب میں تمیز نہیں رکھتے جیسا کہ عبارت عقیدہ علماء اسلام کو یعنی الْجَنَّةُ وَ النَّارُ مَخْلُوقَتَانِ کو مخلوقتین لکھتے ہیں۔ چنانچہ ص ۲۵ سے منقول ہوا ہے (جوس ۲۱ کے ابتدا پر مجلس منقول ہے۔ ۱۲)۔ پھر دعویٰ یہ ہے کہ علماء اسلام بھول گئے اور ہم نے ر سے مطلب سمجھا۔ نعوذ باللہ من

الحور بعد الکور۔ فی الواقع اگر ان کو علم کامل و نافع نصیب ہوتا تو اس الحاد اور فساد میں نہ پڑتے۔  
تیسرا خام خیال یہ ہے کہ خان صاحب بہادر تفسیر القرآن کے ص ۴۶ میں لکھتے ہیں: **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ** اس آیت سے وہ ذکر شروع ہوا ہے جو آدم کا قصہ کہلاتا ہے۔ تمام مفسرین اس کو ایک واقعی جھگڑایا مباحثہ سمجھتے ہیں جو خدا اور فرشتوں میں ہوا۔ تعالیٰ شانہ عما یقولون۔ تنقیح البیان کے ص ۴۵ میں بھی یہ عبارت منقول ہوئی ہے۔

پھر خان صاحب بہادر ص ۵۲ میں لکھتے ہیں: خدا نے انسانی فطرت کے زبان حال سے آدم و شیطان کے قصہ یا خدا اور شیطان کے مباحثہ کے طور پر اس فطرت کو بیان کیا ہے، چنانچہ یہ عبارت تنقیح البیان کے ص ۴۹ میں بھی منقول ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ آیت: **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ** سے **أُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا** خَلِدُونَ تک دس آیتوں میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے پیدا کرنے اور فرشتوں سے سجدہ کرانے اور شیطان کے روگردان ہونے کا ذکر ہے، جس کو تمام مفسرین اور سب اہل دین قرآن اور حدیث کی رو سے واقعی راست راست قصہ جانتے ہیں، چنانچہ خان صاحب بہادر بھی اس کے مقرر ہیں اور قرآن مجید میں مکرر اس کا ذکر آیا ہے۔ اور احادیث صحاح ستہ وغیرہا سے بھی ثابت ہے جس کے ضمن میں فرشتوں اور ابلیس کے وجود کا ایمان داروں کو یقین آجاتا ہے۔ کمافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

خان صاحب بہادر اس کو معما اور چیستان اور امر موہوم جان کر واقعی جاننے والوں کو گویا بے دین مانتے ہیں کہ ان کے حق میں۔ تعالیٰ شانہ عما یقولون۔ لکھتے ہیں: حق تعالیٰ جب ایک ذکر صاف بیان فرمائے اور رسول کریم ﷺ بھی موافق اس کے بتائیں اور سارے مفسرین مجتہدین و محدثین بھی اس کو ایک سچا قصہ مانیں، نیز جمہور اہل کتاب بھی بموجب حکم توریت و انجیل کے اس واقعہ پر ایمان لائیں اور واقعی جانیں جیسا کہ خود خان صاحب بہادر ص ۵۳ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں: توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں سے کہا کہ ہم آدمی کو اپنی صورت پر بنائیں۔ انتہی۔ تو پھر خان صاحب بہادر اس کو جھگڑایا مباحثہ جان کر اس کے منکر بن جائیں تو اسی کا نام الحاد اور دین حق میں فساد ہے۔ **نَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مِنْ هٰذَا الذَّنْبِ الْجَسِيمِ**۔

تنقیح البیان کے ص ۴۶ میں دبستان المذاہب مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۷۷ء کے ص ۳۲۳ سے ۳۲۶ تک نقل کیا ہے کہ بعض فلاسفہ بے دین نے جو اپنی عقل پر بہت نازاں تھے انہوں نے عقلی دلیلیں پیدا کر کے حضرت آدم کے قصے اور شیطان کے انکار اور جنت اور نار وغیرہا کو وہی باتیں تصور کر کے ان سب چیزوں کی تاویلیں کی ہیں۔ پھر اسی تنقیح البیان میں دبستان المذاہب کے ص ۴۹۹ سے لکھا ہے اور مسلمہ کذاب کی کتاب میں جسے وہ کتاب آسمانی اور وحی کہتا تھا لکھا ہے: یہ جو کہتے ہیں کہ خدا نے ابلیس کو سجدہ آدم کا حکم دیا اور اس نے انکار کیا اور اسی وجہ سے مردود ہوا یہ قول کفر ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کسی غیر کو سجدہ کرنے کا کبھی حکم نہیں دیتا اور اس نے کوئی شیطان جو آدمیوں کو گمراہ کرے پیدا نہیں کیا ہے، کوئی شیطان موجود نہیں دیکھو دبستان المذاہب ص ۴۹۹۔

انہیں باتوں کو خان صاحب بہادر بڑی فضول اور طول بیان کے ساتھ کئی درقوں پر لکھا ہے یہ مضمون تنقیح البیان سے منقول ہوا ہے۔ پس بے شک خان صاحب بہادر قرآن و حدیث اور تورات و انجیل کے بیانوں سے منکر ہو کر بے دین فلاسفہ وغیرہم کے پیرو ہوئے۔ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔

اور یہ جو خان صاحب بہادر تفسیر القرآن کے ص ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ بعض اکابر اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں لکھتا ہوں اور امام محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہی مسلک اختیار کیا ہے الخ۔ چنانچہ یہ عبارت تنقیح البیان کے ص ۴۸ میں بھی منقول ہوئی ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ خان صاحب بہادر کا یہ بہتان عظیم ہے حضرت ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ پر، کیوں کہ قطب صمدانی عارف شعرانی کتاب الیواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں کہ سب اکابر کا عموماً اور حضرت محی الدین ابن عربی کا خصوصاً یہی اعتقاد ہے کہ ملائکہ اور دوزخ اور بہشت وغیرہا سب حق ہیں اور احکام ظاہری شرع کے تمام مسلم اور درست ہیں جیسا کہ اہل سنت کے نزدیک محقق و مقرر ہے اور اس پر بھی اکابر اہل اسلام نے تصریح کی ہے کہ فصوص الحکم وغیرہ میں یہود نے تدلیسات کی ہیں جیسا کہ مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں، نیز رد المحتار میں لکھا ہے۔

اور یہ امر بھی اہل علم پر ظاہر ہے کہ صوفیہ کرام قرآن و حدیث کے ظاہری اور اصلی معنی کو تسلیم کر کے دوسرے معنی بھی بطور اظہار اسرار کے بیان کرتے ہیں اور یہ کشفی باتیں عند الشرع کسی پر حجت نہیں اور نہ تفسیر میں داخل ہیں۔ کما صرح بہ فی الاقان وغیرہ۔ بلکہ صرف بطور عبرت و نصیحت

کے ہوتی ہیں نہ یہ کہ خدا نخواستہ صوفیا کرام خان صاحب بہادر کی طرح ظاہر احکام شرعی سے منکر ہو کر خام خیال کے پیچھے لگ کر ملحدانہ چال چلتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک الغرض سوا آیاتِ تشابہات کے سارا قرآن مجید قصص ہوں یا احکام اپنے ظاہری معانی پر محمول ہیں اور یہ ہی عقیدہ ہے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا۔

اول خان صاحب بہادر کا دعویٰ تھا کہ ہم اہل ظواہر سے ہیں سواب اہل ظواہر کو بھی چھوڑ گئے خان صاحب بہادر کے انتقالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ اور لباس پہننا ہے۔ اب دیکھو کہ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے :

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ وَ  
كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۳/۲۴)

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو پس سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے انکار کیا اور تکبر اور غرور۔

پھر سورۃ اعراف کے دوسرے رکوع میں ہے :

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ لَمَّ یٰكُنْ مِنَ  
السَّٰجِدِيْنَ ۝ (سورۃ اعراف: ۱۱/۷)

پھر ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

پھر سورۃ حجر کے تیسرے رکوع میں ہے :

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِیْسَ ۝ (سورۃ حجر: ۱۵/۳۰)

پس سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

اس کے پیچھے شیطان کو ارشاد ہوا :

وَ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ (سورۃ حجر: ۱۵/۳۵)

اور بے شک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک۔



پھر سورہ بنی اسرائیل کے ساتویں رکوع کے ابتدا میں ہے :  
وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۝ (سورہ اسراء: ۶۱/۷۱)  
یعنی اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرہ پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان  
نے نہ کیا۔

پھر سورہ کہف کے نصف میں ہے :  
وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ  
فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۝ (سورہ کہف: ۵۰/۱۸)  
اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان جو  
جنوں سے تھا پس شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردان ہوا۔  
پھر سورہ ص کے اخیر رکوع میں ہے :

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ۝  
(سورہ ص: ۷۳، ۷۳، ۳۸)

پس سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے تکبر کیا اور کافر ہوا۔  
پھر جب اسے پوچھا گیا کہ تو نے کیوں نہ سجدہ کیا تو اس نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :  
أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ (سورہ ص: ۷۶/۳۸)  
میں آدم سے اچھا ہوں مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔  
تو اسی سے وہ بہشت سے نکالا گیا اور رجم اور لعنتی ہوا قیامت تک۔ پھر اس نے عرض کے  
اے رب مجھے قیامت تک مہلت دے یعنی کہ نہ مروں۔

رب نے فرمایا: بے شک تو مہلت والوں سے ہے قیامت تک۔ شیطان نے کہا پس تیری  
عزت کی سوگند کر کے کہتا ہوں کہ بنی آدم سب کو گم راہ کروں گا مگر انہیں سے جو تیرے خالص بندے  
ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ یہ تیری بات سچ ہے اور میں بھی کہتا ہوں کہ ضرور تجھ سے اور تیرے سب کے  
سب تابع داروں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ یہ ترجمہ ہے آیات سورہ ص کا۔



پس غور کرو کہ جس نے خان صاحب بہادر کی طرح فرشتے اور شیطان اور جن کو موہوم چیزیں خیال کر کے ان کے وجود اور واقعی ہونے اس گفتار اور تکرار سے انکار کیا تو بے شک قرآن مجید کی چھ سات سورتوں کی بہت سی آیتوں سے منکر ہوا۔ نعوذ باللہ الکریم من ہذا الکفر العظیم۔ اور یہ جو اس قصہ کے زبان حال سے وہی بیان ہونے پر تفسیر القرآن کے ص ۵۳ میں زمین اور آسمان اور دوزخ کے بولنے کو (جو قرآن مجید میں مذکور ہے) دلیل گردانا گیا ہے۔

یعنی صاحب تفسیر القرآن کا یہ خیال ہے کہ جس طرح قرآن میں زمین و آسمان اور دوزخ کے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا زبان حال سے مذکور ہے ویسا ہی قصہ آدم و شیطان و ملائکہ کا وہی طور پر زبان حال سے مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب دانشمندیوں کی عقل کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق المخلوق نے ہی انسان کو زبان اور بیان دے کر دوسری ذی روح چیزوں پر ممتاز کیا ہے۔ پس اگر وہی خالق الکل اب چاہے کہ غیر ناطق چیزیں مجھ سے بات چیت کریں تو ہرگز کوئی بھی مانع نہیں کہ حیوانات یا جمادات یا نباتات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے اپنا مخالف ظاہر کریں، اس کی قدرت سب پر عیاں ہے کہ **إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** فرمان ہے۔

پس خان صاحب بہادر جو زمین و آسمان دوزخ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے جواب میں بات چیت کرنے کو زبان حال سے بطور وہی خیال کر رہے ہیں یہ ان کی غلط فہمی اور پناہ بخدا انکار قدرت الہیہ کا ہے۔ پس جس خالق نے انسان کو زبان بخشی اور قوت تکلم عطا فرمائی اگر وہی ذوالجلال و الاکرام دوسری چیزوں کو جو ہماری نظروں میں بے زبان اور غیر حیوان ہیں زبان دے دے اور وہ چیزیں اللہ تعالیٰ سے کلام کریں اور باری تعالیٰ اپنے کلام صداقت نظام میں اس کا بیان فرمائے تو وہ کون مسلمان ہے کہ اس میں شک لائے پھر جن صوفیوں کی باتوں پر اعتبار کر کے خان صاحب بہادر برائے نام ان سے اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں ان میں سے ایک جلیل القدر صوفی کا بیان ہے:

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند      با من و تو مردہ با حق زندہ اند

پیش حق آتش ہمیشہ در قیام      اچھو عاشق روز و شب پہچان مدام

الحق صوفیوں سے اپنا اتفاق ظاہر کرنا خان صاحب بہادر کا عوام اہل اسلام کو دھوکہ دینا ہے کہ ان کے دام میں پھنس جائیں ورنہ کہاں صوفیا کرام کی مقال اور کہاں ان کی بول چال۔ اللہ تعالیٰ

سیدھے راستہ پر لائے اور بیچ و خم سے بچائے۔

چوتھا خام خیال خان صاحب بہادر کا یہ ہے کہ نبیوں کے معجزات کا انکار کرتے ہیں، چنانچہ تفسیر القرآن کے ص ۱۲۸ میں جو تنقیح البیان کے ص ۱۱۷ میں بھی منقول ہے لکھا ہے کہ ہم آیاتِ بینات سے جہاں کہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہیں لیتے جس کو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں گو مفسرین نے اکثر مقامات میں بلکہ قریباً کل مقامات میں ان الفاظ سے معجزات ہی مراد لیے ہیں، مگر یہ غلطی ہے معجزہ پر آیت یا آیات کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزہ امر مطلوب پر یعنی اثباتِ نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ اھ۔

پھر ص ۱۳۵، ۱۳۶ میں ہے: تم کو رسول خدا ﷺ کے حال سے ظاہر ہوگا کہ آں حضرت نے نہ کسی ایک شخص کے اور نہ کسی گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کہا کہ اس کے پہلے اس کے سامنے کوئی خرقِ عادت کی ہو۔ الی قولہ۔ اور اس کا ثبوت خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے جہاں خدا نے آں حضرت سے فرمایا ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا، أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجَّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا، أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَنَا بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا، أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا، وَمَا مَنَعْنَا أَنْ نَرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأُولُونَ .

اور ترجمہ ان آیات کا جو خان صاحب بہادر نے لکھا ہے وہ حاشیہ پر منقول ہوتا ہے۔ (مصنف نے ترجمہ حاشیہ میں نقل کیا تھا ہم اسے سہولت کی خاطر متن میں نقل کر رہے ہیں۔ مرتبین)

کافر کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو زمین پھاڑ کر ہمارے لیے چشمہ نہ نکالے یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ نہ ہو جس کے بیج میں تو بہتی ہوئی نہریں نہ نکالے دور سے بہتی ہوں یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ ڈالے یا خدا اور

فرشتوں کو اپنے ساتھ نہ لائے یا تیرے لیے کوئی مزین گھرنہ ہو یا تو آسمان پر چڑھ نہ جائے اور ہم تو تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب نہ اترے جو ہم پڑھ لیں (اس پر خدا اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ) تو ان سے کہہ دے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں مگر رسول (اور فرمایا کہ) نہیں روکا ہم کو آیات کے پہنچنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا ان کو اگلوں نے تفسیر القرآن ص ۱۳۵، ۱۳۶۔

پھر ص ۱۳۹ میں ہے: ہذہ ناقة اللہ لکم آیۃ کیوں کہ وہ اونٹنی فی نفسہ کوئی معجزہ نہ تھا۔ اور تہذیب الاخلاق میں جمادی الاول تا ماہ رمضان ۱۳۰۹ نبوی مطابق ۱۲۹۶ ہجری، و ۱۸۷۹ء کے صفحہ ۵۰ کی سطر ۲ میں لکھا ہے کہ معجزات حقیقت میں ایک بہان متی کا سا نگ تھا۔ اتھی کذافی تنقیح البیان ص: ۱۳۷۔

فقیر کہتا ہے کہ مطلب خان صاحب بہادر کا معجزات کے انکار سے اور علی ہذا جبریل امین علی نبینا وعلیہ السلام کے وجود اور آنے جانے کے انکار سے اپنی پیغمبری کا بسہولت ثابت کر لینا ہے کہ جیسا اگلے نبیوں سے کوئی معجزہ نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی فرشتہ ان کے پاس وحی لے کر آیا صرف دلی خیالات سے وہ نبی مانے گئے تھے ویسا ہی خان صاحب بہادر بدون کسی معجزہ و نزول وحی کے صرف اپنے مجنونانہ خیالات سے شرع اسلام کو نسخ اور تبدیل کر کے اپنی پیغمبری کا ڈنکہ بجا رہے ہیں مگر حاشا وکلا:

کلاہ خسروی و تاج شاہی ☆ بہر کل کے رسد حاشا وکلا

جب تک علمائے اسلام موجود ہیں ایسے بے صرفہ گو اور علم دین سے عاری کب قرآن کو تبدیل و تحریف معنوی کر سکتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ کمر بستہ ہو کر دندان شکن جواب لکھ دیتا ہے اور عقل و نقل دونوں کی رو سے غلطی ظاہر کر دکھاتا ہے، تاکہ مسلمان بھائی ایسے دین کے بگاڑنے والوں کے پنجہ سے نجات پائیں۔

خان صاحب بہادر جب خود مقرر ہیں کہ مفسرین نے آیات سے معجزات مراد لیے ہیں، مگر یہ ان کی غلطی ہے درحقیقت مفسرین کی غلطی نہیں کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں قرآن و حدیث کے مطابق لکھتے ہیں جیسا کہ منقولات صدر سے دین داروں پر روشن ہو چکا ہے اور یہاں پر بھی خان صاحب کی آیات منقولہ سے جو نفی معجزات سرور کائنات ﷺ پر دلیل لکھے ہیں بخوبی ثابت ہے کہ مراد آیات

سے معجزات ہی ہیں کیا معنی کہ خان صاحب بہادر سے اللہ تعالیٰ نے آیت وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوْلُونَ (اور ہم کو منع نہیں کیا معجزات کے بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا ان معجزوں کو پہلوں نے۔ ۱۲ منہ) کو جو پہلے آیات منقولہ کے ماقبل کی ہے اسے مابعد نقل کرادی تاکہ اظہارِ حق کما ینبغی ہو جائے۔

اس لیے کہ مراد اس آیات کے لفظ ”الآیات“ سے معجزات ہی بن سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی آیات کے نازل کرنے سے کبھی نہیں رکا سارا قرآن تمام وکمال نازل ہو گیا البتہ معجزات کو دیکھ کر جب کفار ایمان نہ لائے اور بے ایمانی و تکذیب پر ہی اصرار کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے معجزات کا ظاہر کرنا جب تک مصلحت دیکھی روک دیا تاکہ دُنوی عذاب میں توقف رہے اور توبہ کا موقع ملا ہے۔ سبحان من سبقت رحمۃ علی غضبہ۔ اور ایسے معجزات مقترحہ کفار کا اظہار کرنا جن کے طلب کرنے میں کافروں کی نیت راستی پر آنے کی نہ ہو بلکہ صرف جھگڑنا اور جھٹلانا ہی منظور ہو کچھ قرین مصلحت نہیں ہے۔ اگر اس قسم کے معجزات کسی خاص وقت میں کسی اگلے نبی یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ظاہر نہ ہوئے تو کچھ قباحت نہیں چہ جائیکہ اس سے نفی معجزات کی پائی جائے جیسا کہ خان صاحب بہادر کا خیال ہے، کیوں کہ پھر دوسرے وقتوں میں بہت سے معجزات جو ان معجزات مقترحات سے بڑھ کر اچنباتھے آپ سے ظاہر ہوئے جس پر قرآن و حدیث ناطق ہے جس کا عنقریب ذکر آتا ہے۔

پس پہلی آیات سے ثابت ہے کہ معجزہ مقترحہ کفار سے انکار تھا اور اخیر کی آیت صریح فرما رہی ہے کہ معجزات ہمیشہ جاری رہے صرف کفار کی شرارت کے سبب کبھی انہیں رکاوٹ ہو گئی۔ اب ان آیات کا (جن کو خان صاحب بہادر پادریوں کی طرح نفی معجزات پر دلیل لائے ہیں باوصف یہ کہ علماء اسلام نے اس کے شافی جواب دیے ہیں چنانچہ فقیر نے بھی نغمہ طنزوری کے رد میں کسی قدر لکھا ہے)۔

مطلب یہ ہوا کہ کفار نے مکابروہ اور بے ادبی کی راہ سے آں حضرت ﷺ کو کہا کہ ہم تیری بات کبھی نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لیے پانی کا چشمہ جاری نہ کرو (یعنی جیسا کہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے کیا تھا یا تمہارے لیے ایک باغ ہو جس میں میوے اور نہریں ہوں یعنی جیسا کہ

ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام پر آتش نمرود باغ ہوئی (یا ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دو) جیسا کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور اونچا کیا گیا تھا) یا تم خدا اور فرشتوں کو اپنے ساتھ لاؤ (یعنی جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام سے خدا کے دیکھنے کو کہا تھا) یا تمہارے لیے سنہری گھر ہو (یعنی بہشت جیسا کہ اور لیس بہشت میں چلے گئے تھے) یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ (یعنی جیسا کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے تھے) اور ہم ہرگز یقین نہیں کریں گے تمہارے چڑھنے کو جب تک کہ اتار لاؤ ہم پر ایک کتاب جو ہم پڑھ لیں) (یعنی جیسا موسیٰ توریت کے الواح لائے تھے خدا نے فرمایا: یا محمد! تو کہہ رب میرا پاک ہے میں اور تو کچھ نہیں مگر ایک آدمی پیغام کے پہنچانے والا ہوں پھر بموجب نقل کرنے خان صاحب بہادر کے ان آیتوں کو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کو ایسے معجزات کے بھیجنے سے اور کوئی رکاوٹ نہیں، مگر یہ کہ پہلے بھی سب لوگوں نے ایسے معجزات دیکھ کر تکذیب ہی کی تھی اور ایمان نہیں لائے تھے یعنی معجزہ تو صرف وسیلہ ایمان دلانے کا ہے نبی کی تصدیق پر کفار کے عاجز کرنے کی راہ سے۔

پھر جب معجزہ سے ایمان کی اُمید نہ ہو کافر عناد و فساد کے رو سے جھگڑا قائم کرنے کو معجزہ طلب کریں تو اس کے دکھلانے سے کیا فائدہ۔ اس لیے معجزات مقترحہ کے دکھلانے کی نبیوں کو کچھ ضرورت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کو متقیوں کی ہدایت منظور ہے۔ ہدی للمتقین قرآن کی صفت ہے اصلی کافروں اور فاسقوں کی ہدایت کے لیے نبی نہیں آئے ان پر صرف الزامِ حجت کرنا ہوتا ہے واللہ لا یهدی القوم الظالمین اور الکافرین اور الفاسقین وارد ہے۔ تفسیر فتح العزیز سورۃ النازعات میں لکھا ہے :

و فرعون را کہ کافر از لی بود غرض الزامِ حجت و تخویف محض بود۔ اتھی

نیز ظہور معجزات کا باذن اللہ ہے۔ انبیاء تابع مرضی الہی کے ہوتے ہیں۔ متصرف حقیقی اور فاعل حقیقی باری تعالیٰ ہی ہے۔ نبی اس کے محکوم و مامور ہیں۔ جب خدا چاہتا ہے ان کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کر دیتا ہے اور جب نہیں چاہتا ہے ظاہر نہیں فرماتا ہے۔ اس کی حکمت وہ خود خوب جانتا ہے۔ چنانچہ یہی الوہیت اور عبودیت کا تقاضا ہے۔

پھر ان آیات سے انکار معجزات نکالنا قرآن پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے۔ الغرض یہ آیتیں مطلقاً معجزہ کی نفی پر ہرگز دلالت نہیں کرتی ہیں بلکہ اگلے نبیوں کے معجزات پر اشارہ کر رہی



ہیں، چنانچہ ان کے ترجمہ میں فقیر نے لکھا ہے پس صرف معجزہ مقترحہ اور کارخانہ خدائی میں شرکت کی نفی پر یہ آیت بینات دال ہیں دیکھو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جن کا وجود مسعود ہی معجزہ تھا اور قرآن مجید میں ان کے بہت سے معجزات کا ذکر ہے وہ بھی معجزہ مقترحہ کے دکھلانے سے انکار کرتے تھے جس سے درجہ عبودیت بھی روشن ہو جاتا تھا جیسا کہ انجیل مرقس کے باب ۸ کی آیت (۱۲،۱۱) سے ظاہر ہے۔

الحاصل خان صاحب بہادر کی غلطی پر اہل علم و عقل کو یقین اگر دل سے مان لینا لازم ہو گیا کہ مفسرین کی غلطی نہیں بلکہ صرف خان صاحب ہی لفظ لفظ میں غلطی کر رہے ہیں۔ دیکھو لِرُقَيْتِكَ مَشْدُو کے معنی منتر کر رہے ہیں جیسا کہ ان کا ترجمہ منقولہ حاشیہ ص ۴۷ بتا رہا ہے جس پر اطفالِ مکتب بھی ریش خند کر رہے ہیں کہ رُقَيْتِكَ مَشْدُو کے معنی چڑھنے کے ہیں جس پر قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیریں اور لغت کی کتابیں شاہد ہیں۔ خدا کرے بے علم اور بے ہدایت کوئی نہ ہو۔

اب مناسب وقت ہے کہ اختصار سے پہلے نبیوں کے معجزاتِ قرآنی ذکر کروں تاکہ دینداروں کو تفسیر القرآن کی واہیات سے کمالِ نفرت حاصل ہو۔ سورۃ الصافات میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ السلام نے جب کافروں کے بت توڑے اور لا جواب کیا تو انہوں نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُيُوتًا فَأَلْفُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۝ (سورۃ صافات: ۹۷/۳۷)

یعنی کافروں نے باہم کہا کہ ابراہیم کے لیے ایک عمارت بناؤ یعنی اس میں بہت آگ جلاؤ پھر اس کو اس آگ میں ڈال دو۔ کذافی فتح الرحمن وغیرہ۔

اور سورۃ انبیاء میں ہے :

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ قُلْنَا يَبْنَؤُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ (سورۃ انبیاء: ۶۸/۲۱)

یعنی کافروں نے آپس میں کہا کہ ابراہیم کو جلاؤ اور اپنے خداؤں کو مدد دوا کر کرنا ہے۔ القصہ آگ میں ڈالا تو خدا نے فرمایا: ہم نے کہا اے آگ سرد اور سلامت ہو ابراہیم پر۔ کذافی فتح الرحمن وغیرہ۔



دیکھو آگ کا گلزار بنا دینا کیسا اپنے دوست کا معجزہ ظاہر کرنا ہے اور سورۃ بنی اسرائیل میں ہے:

وَ اتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۝ (سورۃ اسراء: ۵۹/۱۷)

یعنی اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی تاکہ نشان ہو پس ظلم کیا اس کے ساتھ۔

اور سورۃ اعراف میں ہے :

قَدْ جَاءَ تَكُمْ بَيْنَةَ مِّن رَّبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ ۝ (سورۃ اعراف: ۷۳/۷۷)

یعنی حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا بے شک آئی ہے تمہارے لیے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی ہے خدا کی تمہارے لیے نشانی۔

اور سورۃ الشمس میں ہے :

فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝ (سورۃ شمس: ۱۳/۹۱)

یعنی پس کہا ان کو خدا کے رسول نے جو حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السلام تھے چھوڑ دو خدا کی اونٹنی اور اس کے آنچورہ کو خدا کی اونٹنی۔ اس لیے کہا کہ بلا واسطہ ماں باپ کے بہ حکم خدا پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور دلیل اور نشانی تھی قیامت پر اور مردوں کے زندہ ہونے پر۔ کذافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہما میں لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ جنگ تبوک میں جب ثمود قوم صالح کے مکانوں میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ ان کے کنوں سے پانی نہ پو اور اپنے چو پائیوں کو بھی نہ پلاؤ اور ان کے مکانوں میں نہ جاؤ مگر روتے اور پھر آپ نے سر مبارک پر چادر اوڑھی اور جلد اس وادی سے گزرے۔

پھر تفسیر معالم التنزیل میں اس کے اخیر میں بہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: اما بعد تم اپنے رسول سے معجزے نہ طلب کیا کرو، یہ قوم صالح کی انہوں نے اپنے رسول سے اونٹنی کا سوال کیا تھا اللہ تعالیٰ نے معجزے سے اونٹنی پیدا کی، پس انہوں نے خدا کے حکم سے سرکشی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کیا۔ یہ ترجمہ ہے حدیث بخاری و ترمذی و محی السنہ کا۔

سورۃ اعراف میں ہے :

قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَالْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بِيضَاءٌ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ (سورة اعراف: ۱۰۶/۷)

یعنی فرعون نے کہا: اگر تو یعنی اے موسیٰ لایا ہے کوئی معجزہ پس حاضر کر اگر تو سچا ہے دعویٰ پیغمبری میں پس ڈالا یعنی موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنا عصا پس اچانک وہ عصا ظاہر اُتر دیا ہو گیا اور باہر لایا یعنی موسیٰ اپنا ہاتھ پس اچانک وہ ہاتھ نورانی ہوا دیکھنے والوں کے لیے۔

پھر بعد اس کے آٹھ آیت چھوڑ کر جہاں ذکر ہے کہ جادوگروں نے رسیوں کو سانپ بنا دیا فرمایا :

وَإَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝

(سورة اعراف: ۱۱۷/۷)

یعنی اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف کہ تو ڈال دے اپنا عصا پس اچانک وہ عصا نکل جاتا ہے ان کے جھوٹ ظاہر کرنے کو۔  
پھر دو آیت کے بعد فرمایا :

وَالْقَىٰ السّٰحِرَةَ سٰجِدِيْنَ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوسَىٰ وَهٰرُونَ ۝

(سورة اعراف: ۱۲۰/۷، ۱۲۱)

یعنی اور ڈالے گئے جادوگر سجدہ کرنے والے کہا انہوں نے ہم ایمان لائے پروردگار عالمیان پر جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

سبحان اللہ و بحمدہ! جادوگر کافر بھی نبیوں کے معجزے دیکھ کر ایمان لاتے تھے اور خان صاحب بہادر مسلمانوں سے کہلا کر معجزوں سے منکر ہو کر ان کو سانگ بتاتے ہیں۔ ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔

سورة آل عمران میں ہے :

إِنِّي أَخْلَقُ لَكُمْ مِنَ الطّٰيْرِ كَهَيْئَةِ الطّٰيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَ

أُبْرِيءُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَ أُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ ۝ (سورۃ آل عمران: ۴۹/۳)

یعنی حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے شکل پرندہ کی مانند پس میں پھونکتا ہوں اس میں پس ہو جاتا ہے پنکھی خدا کے حکم سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردہ کو بہ حکم خدا۔

پھر سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ انہیں معجزوں کا حضرت عیسیٰ کو دینا تصدیق فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَ تَبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي ۝

(سورۃ مائدہ: ۱۱۰/۵)

یعنی اور جب تو یعنی اے عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام پیدا کرتا ہے مٹی سے مانند شکل مرغ کی میرے حکم سے پس تو پھونکتا ہے اس میں پس ہو جاتا ہے پنکھی میرے حکم سے اور تو اچھا کر دیتا ہے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکالتا ہے مردوں کو یعنی قبروں سے میرے حکم سے۔ کذابی فتح الرحمن وغیرہ۔

پس ان قرآن کے محکم حکموں کی رو سے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر معجزات سے ان کی تائید کی ہے اور خان صاحب بہادر معجزات سے منکر ہو کر اور ان کو سانگ بتا کر اہل اسلام سے بھانگے جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

اب یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلتہ وسلم اجمعین کے بعض معجزہ قرآنی ذکر کروں تا کہ خان صاحب بہادر کا پورا رد ہو جائے، اور شاید کہ ہادی حقیقی ان کے انکار کو اقرار سے بدل دے۔ سورۃ قمر کی ابتدا ہے :

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انشَقَّ الْقَمَرُ وَ إِن يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَ يَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (سورۃ آل عمران: ۲۱/۵۳)

یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا اور کافر بے دین معجزہ دیکھ کر منہ پھیر لیتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے ہمیشہ کا۔

عیسائی علماء اعتراض کرتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ شق القمر قیامت میں ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ سب کے سب مفسر متفق ہیں اس پر کہ یہ شق القمر بہ اشارہ شہادت خیر البشر ﷺ حسب استدعائے کفار ہے۔ کسی مفسر نے جو یوں لکھا کہ قیامت کو ہوگا تو مطلب اس کا بیان ضعف اس توجیہ کا تھا جیسا کہ ذکر کرنا اس کا لفظ قبیل سے اس پر شاہد ہے کیوں کہ آیت وَاِنْ يَسْرُوا آيَةً اس توجیہ کو باطل کر رہی ہے۔ کیا معنی کہ قیامت کو تو کوئی معجزہ کافروں کو نہیں دکھایا جائے گا جس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ یہ قدیم جادو ہے، تو اب صاف ثابت ہوا کہ شق القمر واقع ہوا جس کو دیکھ کر ابو جہل وغیرہ نے جھٹلایا اور جادو بتایا چنانچہ سب حدیثوں کی کتابوں میں یوں ہی لکھا ہے۔ پس عیسائی علماء بہ سبب اپنی کم علی یا ہٹ دھرمی کے اس کو نہیں مانتے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، کیوں کہ حاسدین کیا کیا نہیں کہتے۔ مسلمانوں کے علماء مفسرین اور محدثین کے سچے بیان کے علاوہ غیر دین والوں نے بھی اس معجزہ کے واقعہ ہونے کو مانا ہے۔

رسالہ حجت احمدی مطبوعہ بنگلور واقعہ ۱۲۹۸ ہجری کے ص ۳۵ میں لکھا ہے اور محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ کے مقالہ یازدہم میں لکھا ہے کہ یہ معجزہ شق القمر کا سامری نام راجہ ملیبار نے جو کرناٹک میں تھا پچشم خود دیکھا اور اپنے دفتر میں لکھوا دیا، اور جب حبیب بن مالک اور مالک بن دینار تاجران عرب سے آئے اور ان سے دریافت کیا اس معجزہ کی تصدیق پا کر ایمان لایا اور دوسری تواریخ سے پایا جاتا ہے کہ راجہ بہوج حاکم دکن نے یہ معجزہ شق القمر اپنی آنکھ سے دیکھا اور اس سے راجہ سراندیپ نے سنا اور پنڈتوں سے دریافت کر کے بعد تصدیق ایمان لایا۔ اتنی، علی ہذا القیاس۔ اور معجزات قرآنی آن حضرت ﷺ کے ایسے ہیں جن کو اہل کتاب بھی تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تنقیح البیان جواب تفسیر القرآن کے ص ۱۲۱ میں لکھا ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے تو بکثرت معجزے دکھائے ہیں جیسا کہ آل عمران رکوع ۲، وانفال رکوع ۵ وغیرہ مقاموں میں مذکور ہے جن کا اقرار علمائے اہل کتاب نے بھی کیا ہے۔ دیکھو فہرست قرآن مرتبہ پادری ویری صاحب مطبوعہ لدیانہ ۱۸۷۶ء کے ص ۳۵ میں۔ اتنی ملخصاً

اور جو معجزے سرور عالم ﷺ کے صحیح حدیثوں میں مروی ہیں ان کا ثبوت بھی قرآن مجید سے

ہو سکتا ہے جیسا کہ رئیس اہل تمیز مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر الفتح العزیز کی پہلی جلد میں بذیل آیت وَ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَ مَا يَكْفُرُ بِهَذَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ کے لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ یہودی لوگ اگرچہ حضرت جبرئیل کی عداوت سے کافر ہوئے، مگر یہ بات قرآن کے انکار کا موجب نہیں ہو سکتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بلا واسطہ جبرئیل کے تم پر یا محمد ﷺ بہت معجزے اتارے ہیں جیسا کہ آپ کے فراق میں ستون کا داویلا کرنا، درختوں نے آپ کا حکم ماننا، اونٹوں اور ہرنوں نے آپ کے پاس شکایات اور عرض حاجات کرنا، پتھروں اور پہاڑوں کا آپ کو سلام کرنا اور آپ کا باوجود اُمی ہونے کے علمائے یہود وغیرہم کو جواب باصواب دینا اور ماسوائے اس کے کئی معجزے کہ سب مل کر تمہاری پیغمبری کے صحیح ہونے پر یقین دلا دیتے ہیں اور ایسے باتر تیب اور دیکھے گئے معجزوں کا انکار نہیں کر سکتا ہے، مگر وہی شخص جو کہ دین اسلام کے دائرے سے بالکل نکل جائے اور کسی دین اور آئین پر ایمان نہ لائے یعنی اگر دوسرے کسی دین کو مانے تو تو اس پیغمبر صاحب دین کے معجزوں کو بھی اسے ماننا پڑھے گا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزے اور ایسا ہی صد ہا دوسرے معجزے جو آں حضرت ﷺ سے ظاہر و مشہر ہوئے ہیں اگر ان کی سندیں صحیح حدیثوں کی رو سے نقل کروں تو ایک دفتر طویل الذیل مرتب ہو جائے اس لیے اتنے ہی ذکر پر کفایت کر کے اس کے نتیجہ پر مطلع کرتا ہوں کہ سب کے نزدیک قرآنی اور متواتر اور مشہور معجزوں کا انکار کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے، اور منجملہ الحاد کے ہے، اس لیے بعضے علما غیر مقلدین نے بھی خان صاحب بہادر کے دجال ہونے کو ثابت کیا ہے۔

تنقیح البیان کے ص ۲۲۲ میں درج ہے کہ کتاب آثار القیامہ مصنفہ مولوی صدیق حسن خان کے ص ۲۳۹ میں منجملہ تیس نذر دجالوں کے جن کی خبر صحیح حدیثوں میں آئی ہے خان صاحب بہادر کو اٹھائیسواں دجال شمار کر کے ان کی صفت یوں لکھی ہے کہ ان دنوں میں بہ عہد برطانیہ ۱۲۷۳ ہجری کے بعد ایک شخص سید احمد خان نامی کاشمیری الاصل دہلوی الوطن جو پہلے صدر امین پھر صدر الصدور تھا اور اب ایس آئی کے خطاب سے مشہور ہے نیچری مذہب کا بانی ہوا ہے فرشتوں اور شیطانوں اور جنوں کے وجود سے منکر ہے اور اسلام میں غلام بنانے سے انکاری ہے اور نصاریٰ کے ذبیحہ کو حلال



جانتا ہے اور نصاری کے شعار اور لباس اور کھانے پینے وغیرہ میں تشابہ اختیار کرنے کو روا مانتا ہے الخ۔ یہ تحریری تنقیح البیان کے ص ۲۲۳ تک ہے۔

اب فقیر کہتا ہے کہ اگرچہ مولوی صدیق حسن بھوپالی نے خان صاحب بہادر کو دجالوں میں شمار کیا ہے مگر خود بدولت بھی بہت سے اصول و فروع میں اہل سنت کے مخالف ہو کر خان صاحب کے موافق ہیں جیسا کہ اجماع امت اور قیاس مجتہدین کو دلیل شرعی نہیں مانتے۔ دیکھو روضہ ندیہ شرح دربیہ کا ص ۱۱، ۲۰۹۔

اور عرف الجادی کا ص ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸۔ اور یہی مطلب تہذیب الاخلاق ۱۲۹۵ ہجری میں درج ہے اور سب اہل سنت و جماعت کے نزدیک اولہ شرعیہ چار ہیں: قرآن و حدیث و اجماع امت و قیاس مجتہد۔ قرآن اصل الاصول ہے اور تینوں پچھلے اس کی شاخیں ہیں۔ کذافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ من التفسیر و شروح الاحادیث و کتب الاصول۔

پھر مولوی صاحب بھوپالی کی اس تحریر میں جو خان صاحب بہادر پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ نصاری کے ذبیحہ کو یعنی جو بسم اللہ سے ذبح کریں حلال جانتے ہیں اور اگر اس سے اہل کتاب کا ذبیحہ تقرب لغیر اللہ یا گردن مروڑی مرغی مراد رکھی ہے جیسا کہ خان صاحب بہادر اس کو بھی حلال جانتے ہیں تو وہ اس سے غیر متبادر ہے، اس پر تصریح واجب ہے اور پھر اسی مسئلہ کے متعلقات میں مولوی صاحب بھوپالی کو خان صاحب بہادر سے اتفاق ہے چنانچہ روضہ ندیہ کے ص ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ مشرکین کے ذبائح کا کھانا روا ہے، اور عرف الجادی کے ص ۱۱ میں ہے کہ سب کفار کے ذبائح کو خواہ بسم اللہ سے ذبح کریں یا بغیر بسم اللہ کے حلال لکھا ہے۔ (۱)

(۱) اور فقیر نے بھی یہ کتاب مطبوعہ بھوپال مقام چکوری ضلع کجرات پنجاب میں دیکھی اس میں جلد ۲۳۹۔ اصل عبارت موجود ہے: دریں زمانہ بہ عہد برطانیہ بعد از ۱۲۷۳ ہجری سید احمد خان نام مردے کشمیری الاصل دہلی الوطن کہ پیشتر صدر اس بعدہ صدر الصدور بود الحال بظاہر ایس آئی شہرت دارد موجود است نیچریہ گردیدہ از وجود ملائکہ و شیاطین و جنات انکار دارد و استتاق را در اسلام منکر است و کلفت ذبائح نصاری اختیار و شعار و شعائر؟؟؟ ایساں؟؟؟ ماکل و مشارب و مطاعم و مناع و جذآں قائل و بحث او دریں ابواب بانعلا اسلام در پیش مولوی بادوا نعلم ذبیحی کللر؟؟؟۔



پھر نہج مقبول کے ص ۷۱، ۷۲ میں بھی اسی بات کو بڑی تاکید سے ثابت کیا ہے چنانچہ فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کی بارہویں توضیح میں ان کی اصل عبارتیں، نیز منشاء غلط مع اس کے اردو جواب کے تحریر کیا ہے۔ من شاء تمام الاطلاع فلینظر ثمہ۔

اور خان صاحب بہادر نے بھی تفسیر القرآن کے ص ۲۰۷ میں کافر غیر کتابی کے ذبیحہ کو موافق بھوپال والوں کی تصریحات کے حلال لکھا ہے یعنی کہ قرآن سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اب بھوپال والوں اور خان صاحب بہادر کا متفقہ مسئلہ برخلاف چاروں مذاہب حنفی مالکی شافعی حنبلی کے ہے کہ یہ سارے اہل ایمان کافر غیر کتابی کے ذبیحہ کو بحکم قرآن و حدیث حرام جانتے ہیں جیسا کہ فقیر نے دلائل اس کی حرمت کے بقدر ضرورت رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں لکھے ہیں پس مولوی صاحب بھوپال خان صاحب بہادر سے کیوں دست بہ گریبان ہوتے ہیں باوجود اتفاق اصول و فروع (۱) کے اگر خوف تطویل کا نہ ہوتا تو بہت سے اصول و فروع میں ان صاحبوں کا اتفاق باہمی اور مخالفت اہل سنت کی بیان کرتا مگر مشتے نمونہ خردوار مثل مشہور ہے، اور باطنی دوستوں سے بہ ظاہر بزبان مخالف ہونا انصاف سے دور ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ غیر مقلدین ہی نیچری ہوئے حامی حقیقی اور ہادی حقیقی کے فضل اور کرم سے مقلدین اہل اسلام ایسے جہلکوں سے محفوظ ہیں۔ فالحمد لله رب العالمین حمدا یوافی کرمہ و یکافی مزید کرمہ رجعنا الی هو المقصود۔

یہاں تک تو خان صاحب بہادر کے اصول عقائد اہل اسلام کے بگاڑنے کا بطور مشت نمونہ خردوار بیان کیا گیا ہے۔ اب آگے ضروریات دین یعنی فرائض و محرمات اسلامیہ کے انکار و تبدیل کا

(۱) انصاف تو یہ ہے کہ مولوی صاحب بھوپالی بھی خان صاحب بہادر سے اتباع ہوا، نفسانی میں کم درجہ کے نہیں ہیں جیسا کہ حرام کو حلال بنا دیتے ہیں ویسا ہی نجس چیزوں کو پاک جانتے ہیں سب حیوانات کے بول و براز اور منی کو پاک جانتے ہیں اور شراب کو بھی پاکیزہ مانتے ہیں جیسا کہ فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین میں ان کی کتابوں کی عبارتوں سے اس مطلب کو ثابت کیا ہے من شاء فلینظر ثمہ۔ ۱۲

الحمد لله حمدا کثیرا کہ ان کی نوابی اور شوکت جس سے حقیقوں کو لعن طعن کر رہے تھے ہمارے سامنے ٹوٹے اور جیسے کے تیسے رہ گئے چنانچہ فقیر نے رسالہ عروۃ المقلدین و رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں جناب باری تعالیٰ سے دعا و التجا کی تھی ویسا ہی ظہور میں آیا۔ فالحمد لله علی ذلک۔ ۱۲ منہ (۱۳۰۳ ہجری)

بھی مختصر ذکر سن لو کہ وہاں بھی خان صاحب بہادر نے کوئی فرق نہیں چھوڑا ہے جیسا کہ تفسیر القرآن کے ص ۱۹۰ میں لکھا ہے: کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہیں ہے۔

پھر ص ۱۹۲ میں ہے: نماز میں سمت قبلہ کوئی اصلی مذہب اسلام کا نہیں ہے۔

پھر ص ۱۰۹ میں ہے: اختیار کرنا سمت قبلہ کا گو وہ کیسی ہی خدا پرستی پر مبنی ہو خوف و اندیشہ سے

خالی نہیں ہوتا

اور ص ۱۷۶ میں لکھا ہے: ہم قدیم سے مومنوں کا اور وحشی سے وحشی لوگوں کا جب حال تحقیق کرتے ہیں تو ان میں بت پرستی کے یعنی ایک شے محسوس کر کے پوجنے کے آثار پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصال حضرت ابراہیم کے زمانہ تک معدوم نہیں ہوا تھا اور اس سبب سے حضرت ابراہیم بھی خدا کی عبادت کے لیے ایک بن گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے تھے اور یہ رسم حضرت موسیٰ کے وقت تک قائم رہی تھی۔ الی قولہ۔ یہ سمجھنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لیے مخصوص ہے محض غلط ہے۔ انتہی۔

پھر ص ۱۷۷ کے اخیر میں حضرت ابراہیم کے بن گھڑے پتھر کی خان صاحب بہادر یہ صفت بیان کرتے ہیں کہ جو اب ہم مسلمانوں میں حجر اسود، یمن الرحمن کے نام سے مشہور ہے۔ پھر تہذیب الاخلاق میں ابتداء جمادی الاول لغایت رمضان ۱۲۹۶ھ میں اس مضمون کی ذیل میں جس کی سرخی یہ ہے کہ مذہب انسان کا امر طبعی ہے لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اگرچہ کھول کھول کر بتا دیا کہ یہ جو کچھ ہے اسی بے نشان کا نشان ہے مگر کوئی خاص سمت اور خاص گھر اس بے نشان کے لیے نہیں ہے، تاہم اس رسم کو موقوف نہیں کیا جس کے سبب سے مسلمانوں میں بیت الحرام قائم ہے۔ الی قولہ۔ اگر زمانہ مہلت دیتا تو شاید یہ بھی نہ رہتا یعنی نہ کالا پتھر نہ سیاہ لباس کا گھر کیوں کہ جو اصول قرار دیے تھے وہ لائقین کی طرف راجع تھے، انتہی بلفظ کذافی تنقیح البیان ص ۱۵۶۔

عبارات منقولہ سے ہر ذی علم پر ظاہر ہے کہ خان صاحب بہادر نے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو بے اصل بلکہ بت پرستی قرار دیا ہے، علاوہ اس کے انبیاء کو بت پرستوں کی وضع خیال کیا ہے، سو یہ ہدایات خان صاحب بہادر کی پد لے درجہ کی دیدہ دہانی اور بے ایمانی کی علامات ہیں۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وَاٰخِرُہٗ وَاٰخِرُہٗ اٰجَمِیْن کو جو حاجی الشُّرک والکفر اور امام الموحدین

ہیں اللہ تعالیٰ نے دوسرے سیپارہ کے پہلے اور دوسرے رکوع میں حسبِ منشا آپ کو تین مرتبہ حکم دیا ہے کہ آپ مع اپنے اتباع کے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرو، چنانچہ ان آیات کو مع ترجمہ عبارت تفسیر فتح العزیز نقل کرتا ہوں :

فَلَنُؤَلِّينَكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۴۴/۲)

یعنی پس البتہ ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں جو بہ چند وجوہ آپ کو پسند ہے۔ چوں کہ وہ وجہیں معقول ہیں لہذا ہم بھی آپ کے پسندیدہ کو پسند فرماتے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ

یعنی پس پھیر اپنے منہ کو کعبہ کی طرف نماز میں۔

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۴۴/۲)

یعنی بطور مسجد الحرام کے کہ اس قبلہ کے دور پر بنائی گئی ہے اور ہر طرف سے اس کے دروازوں کا منہ کعبہ کی طرف واقع ہے برخلاف دوسرے مکانات کے کہ ایک طرف سے محاذی کعبہ کے ہوتے ہیں نہ دوسری طرفوں سے۔

مسجد الحرام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہل کمال کو وہاں پر غیر اللہ کی طرف نظر حرام ہے، اور نیز وہ مسجد ایسی عزت رکھتی ہے کہ کوئی روئے زمین کی مسجد ویسی حرمت نہیں رکھتی ہے اور گو یہ قبلہ آپ کا پسندیدہ ہے اور آپ کے کمال کے مناسب مگر آپ کے تابعوں کو بھی آپ کے طفیل ہم نے اس قبلہ میں شریک کیا اس لیے آپ اور آپ کی امت کو جمع کر کے ہم خطاب فرماتے ہیں :

وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ

یعنی اور جس جگہ کہ تم ہو خواہ مدینہ میں یا کسی دوسرے شہر میں حتیٰ کہ عین بیت المقدس میں :

فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ شَطْرَهُ ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۴۴/۲)

یعنی پس پھیر اپنے منہ کو طرف اس مسجد کے تاکہ اپنے پیغمبر کے طفیل ایک بڑا کمال حاصل کر لو جو اگلے نبیوں کو باوصف کہ وہ تم سے افضل تھے یہ کمال حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔

پھر پانچ آیت کا درمیان میں بیان کر کے لکھتے ہیں: یعنی جس شہر سے آپ سفر کرو پس راستہ میں اس شہر کی سمت قبلہ کا التزام نہ کرو بلکہ نفس قبلہ کو بلا تعین جہت کے ملحوظ رکھو: **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** پس پھیر لے اپنے منہ کو مسجد الحرام کی طرف۔ کہ وہ دوران میں کعبہ کی مانند ہے اور اس مسجد کی طرف منہ کرنا جو کعبہ معظمہ کے استقبال کو جو قبلہ حقیقی ہے مستلزم ہے۔ ہاں اگر کوئی مسجد الحرام کے متصل ہو اور اس کی نظر میں مسجد الحرام کے جوانب کعبہ کے محاذات جو کعبہ کے محاذی ہو ضروری ہے تاکہ قبلہ حقیقی سے منحرف نہ ہو۔ الی قولہ۔ تیرے پروردگار کا حکم یہ ہے کہ کعبہ کی طرف استقبال لازم ہے، خواہ سفر ہو یا حضر۔ یا ایک شہر سے دوسرے شہر کو ہجرت ہو، تب بھی استقبال قبلہ کو ہاتھ سے نہ دو جیسا کہ پیشتر اس سے ہجرت کے وقت کا استقبال قبلہ موقوف ہوا تھا اب ایسا نہ ہو:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

یعنی اور جس جگہ بھی تو نکلے گو مکہ سے پشت بہ کعبہ روانہ ہو:

**فَوَلِّ وَجْهَكَ** یعنی پس پھیر اپنے منہ نماز کے وقت سمت مقصود اپنے کی طرف۔

**شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** یعنی مسجد حرام کی طرف جو کعبہ معظمہ کے دور پر ہے، اور یہ حکم خاص آپ کی ذات سے ہے نہیں بلکہ اور آپ کے امتیوں کے لیے بھی ہے، اور کبھی منسوخ نہ ہوگا:

**وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ** یعنی اور جس جگہ تم سب ہو خواہ پیغمبر، خواہ امت، خواہ حضر میں، خواہ سفر میں، خواہ راہ میں، خواہ صحرا میں یا منزل و سرائے میں، خواہ مسجد، خواہ گھر، خواہ بازار میں:

**فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَةَ** یعنی پس اپنے مونہوں کو پھیرو مسجد الحرام کی طرف اپنے پیغمبر کی متابعت میں اور کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کرنا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت **فتح العزیز** کا۔

پس ان آیتوں میں تامل کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ کعبہ کی سمت خدا جل و علا کی عبادت نماز کے لیے مخصوص ہے، اور کعبہ کو نماز میں قبلہ بنانا شریعت حقہ کا اصلی حکم ہے، اور اس میں کوئی شرک کا خوف نہیں بلکہ عین توحید و اقبال امر ہے۔ فرشتوں نے بہ حکم الہی حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو قبلہ بنایا تھا پھر ویسا ہی نبیوں اور مسلمانوں نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر لیا، جب کہ فرشتوں سے ابلیس جنی نے انکار کیا اور ابدی کافر ہوا ویسا ہی جو کعبہ کے قبلہ ہونے سے منکر ہو وہ بھی شیطان کا سپا

نائب اور حقیقی بھائی ہے۔

اگرچہ ہم مسلمانوں کو صرف اِقتِمالِ امر سے کام ہے تاہم اس تعین قبلہ میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ طرفوں سے منہ پھیر کر ایک ہی طرف فرمودہ خدا کا استقبال کرنا گویا خشوع کا حاصل ہونا ہے جو عبادت کی روح ہے جب تک عابد چپ و راست کی التفات کو ترک کر کے ایک ہی جانب پر متوجہ نہ ہو تب تک جمعیت ظاہری کا حصول محال ہے اور پھر جمعیت ظاہری جمعیت باطنی پر وال ہے اسی وجہ سے قبلہ کا استقبال نماز میں فرض ٹھہرایا گیا ہے کمانی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

اب اس امر کو بے اصل اور مظنہ شرک جاننا گویا کہ سب نبیوں کی شریعت سے منہ پھیر کر صرف اپنی نبوت کا ثابت کرنا ہے۔ کما لا ینحی علی المتفطین۔ اور دراصل یہ دعویٰ مسیلمہ کذاب اور اس کے اتباع کا ہے جیسا کہ دبستان المذاہب کے ص ۲۹۸ سے تنقیح البیان کے ص ۱۷۳ میں لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے پیرو کہتے ہیں کہ مسیلمہ کو حکم ہوا تھا کہ نماز میں محراب کی طرف منہ کرنا اور معین جہت کی جانب متوجہ ہونا کفر ہے اور علامت شک کی۔ جب آدمی اور دوسرے جان و اوروں کو قبلہ بنانا نہ چاہیے تو ایک گھر کو قبلہ بنانا کب روا ہوگا پس نماز کے وقت جس طرف چاہیں منہ کریں اس نیت سے کہ بے جہت کی طرف نماز کرتا ہوں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت دبستان المذاہب کا۔

پس خان صاحب بہادر بے شک شرع اسلام کے برخلاف ملحدانہ دین قائم کرنا چاہتے ہیں مگر در پردہ کیوں کہ ابھی تک مسلمان ہونے کا دعویٰ کیے جاتے ہیں تاکہ جہاں دام سے نہ نکلیں اور آہستہ آہستہ مطلب براری ہو جائے گی۔

اب باقی رہا یہ جو خان صاحب بہادر کا خام خیال ہے کہ اگر زمانہ فرصت دیتا تو شاید حجر اسود اور بیت اللہ نہ رہتا یعنی مسمار ہوتا۔ معاذ اللہ من ذالک۔ بیت اللہ تو بحکم خدا نبیوں کی تعمیر ہے:

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمَاعِيْلُ ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۲۷)

یعنی اور یاد کر جب ابراہیم اپنے ہاتھ سے اس گھر کی دیواریں بلند کرتا تھا اور کسی دوسرے گلکار اور معمار سے نہیں بنواتا تھا تاکہ کوئی غیر اس ثواب میں شریک نہ ہو اور اسماعیل بھی جو بمنزلہ اسی کے تھا اس کام میں شریک تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام راج کا کام کرتے تھے اور اسماعیل مزدور بن کر پتھر اور مٹی دیتے تھے۔



اور اکثر مورخین نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ بنیاد خانہ کعبہ کی ابراہیم سے پہلے موجود تھی اور آپ نے اس بنیاد پر دیواریں بلند کر کے گھر کے طور پر بنایا۔ چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام نے بحکم خداوند کعبہ معظمہ کی بنیاد کی اور اس پر بیت المعمور رکھا گیا اس کے طواف پر حضرت آدم اور ان کی اولاد مامور ہوئی ایام طوفان میں پھر بیت المعمور اٹھایا گیا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کعبہ کی بنیاد پر مامور ہوئے جیسا کہ یہ قصہ موافق حدیثوں کے تفسیر عزیزی میں بہت بسط کے ساتھ منقول ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنَا ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۲۵)

یعنی اور یاد کرو جب ہم نے کعبہ کو واسطے حصول فوائد دین و دنیا کے لوگوں کا مرجع بنایا اور جاے امن۔

پس اللہ تعالیٰ جس گھر کو ہمیشہ کے واسطے خلق اللہ کے بار بار آنے اور دینی دنیاوی فائدے اٹھانے کے لیے بنائے اور اپنے خلیفوں سے اس کی تعمیر کرائے جیسا کہ تفصیل اس اجمال کی تفسیر عزیزی میں موجود ہے پھر وہ کون مسلمان ہے جو یہ بتائے کہ اگر حضرت کو زمانہ فرصت دیتا تو آپ بیت اللہ کو مسما کرتے۔ نعوذ باللہ من ہذا الجحون۔

حضرت علیہ السلام نے تو بیت اللہ اور حجر اسود کے اس قدر فضائل اور مناقب بیان فرمائے جس کے بیان کے لیے دفتر مرتب کرنے پڑتے ہیں پس ایسے بابرکت مکان سے جس کو اللہ تعالیٰ اپنا گھر عزت اور حرمت کی رو سے فرما کر نبیوں سے پاک کرائے، یہ کب متصور ہوتا ہے کہ قطع نظر کسی نبی کے اس کو کوئی عامی مسلمان بھی گرا دے، صرف خان صاحب بہادر کے ہذیانات اور ہفوات کسی نہ کسی تقریب سے سرزد ہو رہے ہیں کہ اہل اسلام کو گمراہ کریں: خوے بدر ابہانہ در کارست

اب غور کرو کہ استقبال قبلہ جو نماز میں فرض ہے جب اس کو خان صاحب بہادر نے اٹھایا بلکہ موجب شرک بتایا تو گویا نماز رکن اسلام کو گرایا۔

اب آگے حال سنو روزہ رمضان کا، خان صاحب بہادر نے تفسیر القرآن کے ص ۲۱۸ سے ص ۲۳۲ تک روزہ کی فرضیت کو باطل کیا ہے اور تمام مفسرین نے جو روزوں کی فرضیت قرآن سے



ثابت کی تو اس کی نسبت ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں: تمام اقوال مفسرین کے ایسے لغو اور بے ہودہ ہیں جیسے کہ ان کی اور باتیں متعلق قصص و حکایات کے لغو اور بے بنیاد ہوتی ہیں جن کی نہ کوئی سند ہوتی ہے اور نہ کوئی ثبوت ہوتا ہے۔

پھر ص ۲۲۲، ۲۲۵ میں ہے: ایک روزہ جو ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو رکھا جاتا تھا اور جو کفارہ کا روزہ کہلاتا تھا بلاشبہ فرض تھا۔ الی قولہ۔ علاوہ اس کے جس قدر روزوں کا بیان ہے وہ سب روزے کیا یہودی مذہب میں اور کیا عیسائی مذہب میں فرض روزے معلوم نہیں ہوتے بلکہ بطور نقل روح کے تزکیہ اور عبادت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے معلوم ہوتے ہیں۔

پھر ص ۲۲۹ میں ہے: بعض ملکوں میں دن کبھی اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ انسان کی طاقت سے روزہ رکھنا خارج ہوتا ہے۔ الی قولہ۔ پس خدا تعالیٰ نے ان تمام حالات کے لحاظ سے جو اس کے علم میں تھے نہایت عمدہ ترتیب سے جو فطرت انسان کے بالکل مطابق ہے یہ حکم دیا کہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ طَعَامِ مَسْكِينٍ۔

پھر ص ۲۳۰ میں روزہ کو بت پرستوں کی ریاضاتِ شاقہ سے میل جول دے کر ص ۲۳۱ میں لکھا ہے: جب انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ دیوتا یا خدا انسان کی جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہے تو اس وقت روزہ نے مذہبی امر ہونے کا درجہ پایا ہوگا۔ الی قولہ۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس خیال کو کہ خدا انسان کی ریاضتِ بدنی یعنی جسم اور روح کو تکلیف میں ڈالنے سے راضی ہوتا ہے متعدد طرح سے باطل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے، اس لیے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ آں حضرت ﷺ نے اس خیال پر رمضان کے روزوں کا حکم دیا۔ الی قولہ۔ عرب کے لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھتے تھے کہ خدا کے خوش کرنے کے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی نظر سے روزہ رکھتے ہیں، آں حضرت ﷺ بھی اس رسم کو جاری رکھنے کی ایک عمدہ اور آسان اور غیر مخالف فطرت انسانی کے طریقہ میں اجازت دی۔ انتہی

اب دیکھو کہ ان بیانات میں سے صاف روزہ رمضان کی فرضیت کو اڑایا بلکہ رہبانیت میں داخل کر کے ریاضاتِ شاقہ نامشروع سے ملایا اور اہل کتاب کی تالیف کے طور پر روزہ کا حکم بنا کر پھر ہر ایک مسکین کے فدیہ دینے پر روزہ کا ادا ہونا باور کر لیا اور معاذ اللہ کس قدر قرآن و صحیح حدیثوں

کا نافرمان بننا ہے۔ دوسرے سیپارہ میں باری تعالیٰ کا صریح حکم ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ، أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ . . . (سورہ بقرہ: ۱۸۳، ۱۸۴)

یعنی اے ایمان والو! فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے تھے تم سے پہلوں پر تا کہ تم متقی بن جاؤ ایک مہینہ کامل۔ یعنی ایام جس پر محدود کا اطلاق صحیح ہے۔

پس تمام مفسرین اس آیت سے ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت کرتے ہیں اور خان صاحب بہادر ان سب کے اقوال کو لغو اور بیہودہ کہہ کر اپنی لغویت بلکہ قطعی فرض کے انکار سے اپنی کفریت متحقق کر رہے ہیں۔ پناہ بخدا۔ اللہ تعالیٰ کسی دشمن سے بھی ایسا نہ کرائے۔ اور ان کو بھی راہ راست پر لائے۔

طاقت والوں کو ابتدا میں فدیہ دینے کا حکم تھا پھر آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے وہ حکم منسوخ ہوا، خان صاحب بہادر اگر ناسخ و منسوخ کا انکار کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ قرآن و حدیث اور سارے اہل اسلام جب ناسخ منسوخ کو ثابت کر رہے ہیں جو کسی ایک خلل انداز کا کیا اعتبار ہے اور صحیح حدیثوں سے جو رمضان کے روزوں کی تاکید اور اجر عظیم اور روزوں کے نہ ادا کرنے میں جو وعید شدید مذکور ہیں اہل علم دین داروں پر سب ظاہر ہے، ضروریات دین کے اثبات کی کیا حاجت ہے، اعلیٰ ادنیٰ مومن اس سے واقف ہیں خان صاحب بہادر جو حدیثوں کو نامعتبر کہہ رہے ہیں تو ان کی دریدہ دہانی اور بے ایمانی کی علامت ہے حدیثوں سے نصف بلکہ کسری زائد احکام دیدیہ کا ثبوت ہے کما نصوا علیہ وهو الظاہر من الشریعۃ۔

اب سنو حال حج کا تفسیر القرآن کے ص ۲۴۹ میں ہے: حضرت ابراہیم نے بغرض آبادی مکہ اور ترقی تجارت یہ بات چاہی کہ لوگوں کے آنے اور زیارت کرنے اور اس مقام پر عبادت معبود کی بجالانے کے لیے ایام خاص مقرر کیے جائیں۔

پھر ص ۲۵۰ میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے بھی اس رسم کو انہیں اغراض کے لیے جاری رکھا کہ حضرت ابراہیم نے مقرر کی تھیں۔ الی قولہ۔ پس یہ سمجھنا کہ بانی اسلام نے کعبہ شریف کو مثل پارسی پتھر کے قرار دیا کہ جس نے اس کو چھوا وہ سونا ہو گیا یہ ایک خیال غلط ہے۔

پھر اسی صفحہ میں ہے کہ موسم حج کا صرف تجارت کی نظر سے مقرر کیا گیا تھا کہ قوم اس سے فائدہ اٹھائے۔ پھر صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ حقیقت حج کی ہماری سمجھ میں یہ ہے کہ جو ہم نے بیان کیا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایک ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے یہ ان کی خام خیالی ہے۔

پھر ص ۲۵۲ میں لکھا ہے: اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے، اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں تو وہ کبھی حاجی نہ ہوئے پھر دو پاؤں کے جانور کو اس کے گرد پھر لینے سے ہم کیوں کر حاجی جانیں، الخ۔

اب دیکھو کہ ان عبارتوں سے حج کی فرضیت سے قطع نظر حج کے موجب ثواب ہونے سے بھی انکار ہے بلکہ اس کو سراسر عیب سمجھا ہے اور اس کے ثواب جاننے والوں کی خطاؤں اور غلطیوں کا اظہار ہے حالاں کہ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ يَكْفُرْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۹۷/۳)

یعنی اور اللہ کے لیے ہے لوگوں پر حج بیت اللہ کا جس کو زاد راہ کی طاقت ہو اور جو ناشکرا ہو پس خدا سب سے بے حاجت ہے۔

معالم التنزیل میں صحیح بخاری اور دوسرے صحاح سے اس آیت کے نیچے لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی پانچ بنیاد ہیں :

۱: توحید و رسالت کی شہادت

۲: اور نماز کا قائم کرنا

۳: اور زکوٰۃ کا دینا

۴: اور حج

۵: اور رمضان کے روزے۔

پھر سعید بن مسیب نے لکھا کہ یہود نے حج مکہ کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر فرمایا۔ پھر حدیث ابی امامہ سے نقل کیا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن کو فقر یا مرض یا سلطان ظالم کی رکاوٹ

نہ ہو اور حج نہ کرے پس وہ مرے خواہ یہودی بن کر یا نصرانی بن کر۔

یہ ترجمہ ہے عبارت معالم التنزیل کا۔ اور یہ حدیث اخیر کی سنن داری سے مشکوٰۃ میں بھی مروی ہے اور یہ بھی سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے :

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۲۵/۲)

یعنی ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل کی طرف ایسی وحی جو تا کید اور مبالغہ میں مشابہ عہد کے ہو اس پر کہ پاک رکھو میرے گھر کو ناپا کیوں سے طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور نمازیوں کے لیے جو رکوع و سجود کرتے ہیں۔  
- کذافی تفسیر فتح العزیز -

اب دیکھو کہ کیسا بہ صراحت قرآن سے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدور والے مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے، منکر اس کا کافر ہے، اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو پھر فرمان دیا ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم و تکریم کرو، پس جس نے اس کو نہ مانا اور حج کو صرف تجارت کے لیے جانا تو بے شک اس نے صریح ضروریات دین اور احکام قرآنی سے انکار کیا۔  
- نعوذ باللہ من ذالک -

پھر جب حق تعالیٰ فرمائے کہ ہم نے بیت اللہ کو ہمیشہ کے واسطے لوگوں کے اجتماع کرنے کی جگہ اور جائے امن بتایا ہے۔ اور پھر صحیحین اور دوسرے صحاح کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے حکم سے ثابت و متحقق ہے کہ با آداب حج کرنے والے کے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور نیز کہ صرف بیت اللہ کی طرف نظر کرنی عبادت ہے تو اب بیت اللہ کے پاس ہونے میں مسلمانوں کو کیا شک ہے، اور بے شک بیت اللہ کی اس قدر تعظیم ہے کہ اکثر حیوانات بھی اس کے ادب اور تعظیم کی نہایت رعایت رکھتے ہیں۔

ازرقی مطلق بن حبیب سے روایت کرتا ہے کہ ہم ایک دن کعبہ معظمہ کے سایہ میں بیٹھے تھے جب آفتاب بہت اونچا ہوا اور سایہ نہ رہا تو مجلس برخواست ہوئی۔ اچانک مسجد الحرام کے ایک دروازہ کی طرف سے ایک سانپ دکھائی دیا سب اس کی طرف دیکھنے لگے وہ سانپ سیدھا خانہ

كعبه كى طرف آىا اور سات مرتبه طواف كر كے مقام ابراھىم كے پىءھے ءا كر نفلىس پڑھنے لكا ءو حضرت ابن عمر رضى اللہ عنہما اور ءوسرے كبرائے مجلس اس كے پاس گئے اور كہا اے عزىز! ءىر طواف ءو هو كىا لىكن اس شہر مىں ناواقف لوگ اور غلام ءءمءكار بهء هىں بهءر هے كه ءو لوگوں كى نظروں سے ءهپ ءائے مباءا كه ءءھے كوئى ءكلىف پہنچائے۔ اس كلام كے سنءے هى اس سانپ نے اپنے سر كو ءوم پر لكا كر آسمان كى طرف اڑا اور نظروں سے غائب هوا۔

ابوالطفىل نے رواىء كى كه ءو ءوان نىكو كار ءن ذى طوى مىں رها كر ءا ءها اور اكثر سانپ كى شكل بن كر كعبه كے طواف كے لىے آءا اور مقام ابراھىم كے پىءھے نماز پڑھءا اس كى ماں اسے منع كرىءى كه مباءا ءءھے آدمى سانپ ءان كر كہىں مار نہ ءىں وه بازنه آءا ءها كه بنو سہم كى اىك ءماعت نے اس كو قءل كىا ءس پر مكه معظمه مىں بڑا طوفان آىا ان بنو سہم كے آدمىوں كو اپنے گھروں مىں مقءول پاياءىا۔ اور بهى ءوارىء مىں اونء طواف كرنے والے كى ءكاىء مشهور هے۔

ءلاصه بىه هے كه ءمءءى ءءانى ۸۱۵ هجرى مىں اىك اونء ءمءال فاروقى كے اونءوں سے اپنے مالك سے بھاگ كر مكه معظمه كى مسجد الحرام مىں ءاغل هوا لوگ هر ءنء ءاھءے ءھے كه اسے پكڑىں وه كسى طرف ءءوءه نہ هوا اور بىء اللہ كے ءرءسات مرتبه طوف بءالاءا۔ ءىن اسبوع ءمام كر كے ءر اسوء كى طرف آىا اور اس كو ءوما پھر مىزاب الرحمءه كے مقابله مىں كھڑا هو كر رونه لكا۔ ءناں ءه اس كى آنكھوں سے آنسو ءارى هوئے اسى ءاوءء مىں ءر پڑا اور ءان آفرىن كو ءان ءے ءى۔ لوگوں نے۔ ءو اس كا ءماشا كر ربه ءھے۔ اس كو اءھاءا اور صفا و مر وه كے ءر مىان ءفءاءا۔ كءانى ءفسىر ءءء العزىز۔

اور بهء سے نہاءىء معءبر ءا ءىوں سے سنا كىا هے كه كبوءر مسجد حرام مىں پنءال نہىں كرىءے، كہى كسى نے وهاں پر پنءال نہىں ءىكھى۔

اب ءور كر وه اىے ءءبرك مكان كى ءس كے ءءب اور ءعظىم مىں ءىواناء ءهى مشءول هىں بے ءءبى كرنے اور اس كے ءءب كرنے والے اىمانءاروں كو ءام ءىال اور ءلظى پر ءانا ءىسا كه ءان صاءب بهاءر كا شىوه هو رها هے سءء بے ءىنى هے۔ فرض ءطعى كا انكار كرنا ءىسا كه اءءاقى كفر هے ءىسا هى حرام ءطعى كا ءلال بنانا بالا ءمءاع كفر هے ءناں ءه سب ءفسىروں اور اءاءىء كى شءروں اور



احادیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے تو اب حرام کے حلال جاننے کا بھی نمونہ دیکھو کہ خان صاحب بہادر تفسیر القرآن کے ص ۳۰۷ میں لکھتے ہیں کہ ذی مقدور لوگوں سے سود لینے کی حرمت کی کوئی وجہ قرآن مجید کی رو سے مجھ کو نہیں معلوم ہوتی، اسی طرح تجارت کے کاروبار اور بنکوں میں جو سود کہ دیا جائے قرآن مجید کی رو سے اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ انتہی

سبحان اللہ و بجمہ! خان صاحب بہادر کو جو مجنونانہ خیال رکھتے اور طحڑانہ چال چلتے ہیں اگر کوئی وجہ معلوم نہ ہو تو کیا اس سے فی الواقع اس کا حرام نہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔ حاشا وکلا یہ صرف خان صاحب بہادر کی ہفتوات اور ہذیانات واسطے ترغیب بیاج خوروں کے اور چندہ کاروپہ جمع کرنے کی غرض سے ہیں کہ سود خواروں وغیرہ حرام کاروں کو نماز روزہ حج سے منحرف کر کے سود کی اجازت دے کر ان سے نذر و نیاز لیں۔ چنانچہ ویسا ہی ہو رہا ہے کہ دنیا دار ناعاقبت اندیش لوگ ان کے دام میں آکر اور ہوا پرستوں کی خوشی منا کر ان کے مدرسۃ العلوم کے لیے جس کی خرابیاں شرعاً اظہر من الشمس ہیں ہزار ہا روپیہ کی مد میں دیتے ہیں اور ان کو پیشواے وقت مانتے ہیں۔ (۱)

ایہا المومنون! دنیا سرائے چند روزہ ہے، عیش جاودانی کی فکر پر ضرور ہے۔ سود وغیرہ کے پیسہ اکٹھے کرنے سے سوائے دو جہاں کے نقصان کے کچھ حاصل نہیں بلکہ سود خوروں کے خاندان غارت ہوتے دیکھنے میں آئے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۷۶/۲)

دولت مندوں سے سود لینا اور تجارت کے کاروبار میں بھی سود لینا دینا بحکم قرآن مجید حرام قطعی ہے :

وَ اَحَلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا ۝ (سورۃ بقرہ: ۲۷۵/۲)

(۱) حاشیہ: اس مدرسہ کے دروازہ پر دو بڑی تصویریں لگی ہیں جنکا بنانا اور دیکھنا اور مکان میں رکھنا بروئے قرآن و حدیث حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اکثر مددہا لیا بن مدرسہ کو سود وغیرہ کے روپے سے ملتی ہے جس سے ان کا گوشت و پوست بڑھتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: کُلْ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالْنَارُ اُولَىٰ بِهِ۔ کذافی المسکلوۃ۔ اور بانی مدرسہ ایسا سخت طمہ ہے جس کو اس کے ہم مشرب بھی دجال جانتے ہیں اور تعلیم یافتہ اطفال اس مدرسہ کے لباس میں عیسائیوں سے پوری مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دل سے مانتے ہیں کہ خان صاحب بہادر قرآن کی غلطیاں نکال رہے ہیں تو پھر اس کے مدرسۃ الجہالات ہونے میں کیا شک ہے من غشی عنہ۔



یعنی اور خدا نے حلال کیا ہے خرید و فروخت کو اور حرام کیا ہے سود کو۔

پس جس کا نام سود ہے وہ حرام لاکلام ہے۔ قرآن اور حدیث پر ایمان لانے والے کا اسی پر یقین ہے، اور اسی کا نام اسلام ہے۔ اور یہ جو خان صاحب بہادر آیت: **وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَوَّمَ الرِّبَا** کے نیچے تفسیر القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہم سے بیان نہیں فرمائی یعنی ہم کو اس بات کے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ آیا جس کو خدا نے حرام فرمایا وہ کیا ہے اور کون سا ربا ہے جو حرام ہے اور جس پر ایسے سخت وعید نازل ہوئی ہیں۔ پس جب کہ اتنے بڑے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کو ربا کی حقیقت پر تشکی نہ تھی تو ضرور تھا کہ صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین اور علمائے امت میں اختلاف رائے ہو اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اس کی نسبت مسائل قرار دے، چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہوتا ہے اور ہوگا اور اس چودھویں صدی میں جس کا یہ دسواں برس ہے میں بعد رائے فہم کے علمائے امت سے اس مسئلہ میں مختلف رائے رکھتا ہوں، الخ۔

جیسا کہ یہ عبارت تنقیح البیان کے ص ۴۲۱ میں بھی درج ہے اس تحریر میں خان صاحب بہادر سخت خیانت اور خلاف امانت کر کے اپنے اصول کو بھی بھول گئے ہیں جس کا اختصار کے طور پر یوں اظہار ہے کہ ابتدائے تفسیر القرآن میں سورہ فاتحہ کے ناموں کے بیان میں خان صاحب بہادر احادیث صحیحین وغیرہا کو غیر ثابت لکھتے ہیں تو اب یہاں حدیث ابن ماجہ دارمی ان کے نزدیک کیوں کر ثابت اور صحیح ٹھہر گئی۔ مسائل شرعیہ کے دلائل میں جب اونچے طبقے کی احادیث صحیح پیش ہوں تو صرف اپنی زبان سے کہہ دینا کہ یہ غیر ثابت ہیں جیسا کہ پادری کہہ دیتے ہیں اور پھر اپنے زعمی مطالب کے اثبات میں نچلے طبقے کی حدیث بیان کر کے خوش ہو بیٹھنا سوا اس کے کہ۔ دیوانہ بکار خود ہوشیار۔ کیا سمجھا جائے باوجود یہ کہ اس حدیث کی روایت میں خیانت بھی کی ہے۔

کیا معنی کہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے ان آخر ما نزلت آیہ الربوا و ان رسول اللہ ﷺ قبض و لم یفسرہا لنا کا ترجمہ کر دیا ہے اور بعد اس کے وہ جملہ جو اس حدیث کا نتیجہ تھا وہ ذکر نہیں کیا یعنی فدعو الربوا و الریبة۔ علمائے حدیث نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ربا کی آیت اخیر اتری ہے اور حضرت ﷺ قبض کیے گئے اور اس کی تفسیر اور بیان نہ فرمائے گئے پس تم ربا کو

چھوڑ دو اور اس چیز کو بھی چھوڑ دو کہ جس میں ربا کا شبہ ہو۔

مقصود اس سے یہ ہے کہ آیت ربا کی محکم اور غیر منسوخ ہے۔ ہر چند حضرت ﷺ نے ربا کی ایسی تفسیر نہیں فرمائی جو سب جزئیات پر شامل ہوتی بلکہ بعض چیزوں کا بیان فرمایا اور بعض چیزوں کو قیاس اور اجتہاد پر چھوڑا۔ تو اب لازم ہے کہ صرف بیان کو بھی چھوڑ دو اور جس چیز میں بیان کا شبہ پڑے اس کو بھی چھوڑ دو احتیاط اور پرہیزگاری کی رو سے۔ ظاہر حدیث سے تو یہی معنی سمجھے جاتے ہیں۔ اور شارح طیبی نے کہا ہے کہ مقصود اس کا یہ ہے کہ ربا کی آیت غیر منسوخ اور غیر مشتبہ ہے، اسی واسطے حضرت ﷺ نے اس کا وافر بیان نہیں فرمایا پس تم اس کو ویسا ہی چھوڑ دو اور بے شک شبہ کو دخل نہ دو اور ربا کی حلت کے لیے حیلے نہ اٹھاؤ جیسا کہ مجمع البحار اور ترجمہ محدث دہلوی وغیرہا میں لکھا ہے۔

اب دیکھو کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ سود سے بہ کلی بچو اور جس چیز میں بیان کا شبہ بھی پڑے تو اس کو چھوڑ دو تو اس اخیر منجریہ حدیث کو خان صاحب بہادر اڑا کر ابتداء حدیث سے برخلاف منشا حدیث کے اپنا زعمی مطلب ثابت کر رہے ہیں کہ بیان کے بارے میں بحکم اس حدیث کے ہر مجتہد کو اختلاف کی گنجائش ہے، اور میں بھی اختلاف رائے رکھتا ہوں۔ مطلب کے برخلاف دلیل بیان کر کے پھر اس میں خیانت ورزی کرنی خان صاحب کی بہادری اور طور ہے۔

چدلا اور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور یہ نہیں جانتے کہ بحکم قرآن دین اسلام کامل ہو چکا ہے کوئی نقصان باقی نہیں رہا کہ جس میں کسی کے دخل دینے کی حاجت ہوتی: **الْيَوْمَ اكْتَمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** وارد ہے۔ **الغرض اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی راہِ راست کی ہدایت فرمائے اور انجانوں کو ان کے پنجہ سے بچائے۔**

فقیر نے ان کی تفسیر القرآن سے چشم خود دیکھ کر یہ عبارتیں نقل کی ہیں اگر کسی کو شک ہو صفحوں کے پتہ سے نقل مطابق اصل سے کر لے۔ پھر ص ۳۰۹ میں جو پرامیسری نوٹوں (Promissory Notes) کا سود لینا جائز لکھا ہے اور وہ جو بادشاہِ دہلی کو نذرانہ دے کر تنخواہ جاری کرانے کا حال لکھا ہے جب تک اس کا ثبوت نہ دیں تب تک اس کے جواب کی حاجت نہیں ہے۔ اب حسب ضرورت بیان ہو چکا کہ خان صاحب بہادر نے بے شک عقائد اصول اہل

اسلام اور ضروریاتِ دین میں سخت فساد اور الحاد کیا، کفر کو اسلام جان لیا اور اسلام کو کفر بنا دیا ہے۔ اس جگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیان کیا جائے کہ اس امر کا قرآن و حدیث کے انکار کا کیا حکم ہے اگرچہ خان صاحب بہادر کے پہلے خام خیال کے رو کے اخیر میں سورہ نساء سے مذکور ہو چکا ہے کہ خدا کے کلام کا انکار صریح کفر اور ظاہر گمراہی ہے، مگر بنا بر مزید تصریح شرح فقہ اکبر سے کسی قدر عبارت عربی کا ترجمہ کیا جاتا ہے وہ ہذا:

خلاصہ میں لکھا ہے کہ کافر ہے جو ساز اور سرتار سے قرآن مجید پڑھے۔ اور ایسا ہی کافر ہے جو کسی کتاب پر آسمانی کتابوں سے ایمان نہ لائے یا کسی جزا و سزا پر جن کا ذکر باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے انکار کرے۔ یا کسی قرآنی جز کو جھٹلائے اور یہ بات۔ یعنی کافر ہونا ایسے شخص کا۔ ظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی مخالف ہے۔ یہ ترجمہ ہے، شرح فقہ اکبر کی اصل عبارت بھی حاشیہ پر مرقوم ہوتی ہے۔ (۱)

اب فقیر رجوع کرتا ہے مضمون حدیث تشبیہ کی طرف جو خان صاحب بہادر کے جواب کی انیسویں غلطی شروع کر کے اس کی دوسری وجہ کے بیان میں تھا سو جاننا چاہیے کہ اس میں خان صاحب بہادر نے کفار کے تہواروں میں خوشی سے شامل ہونے کو جائز کہا ہے، سو یہ بھی ان کی خلل اندازی ہے دین اسلام میں کیوں کہ شریعت میں اس شمول کو اعلان کفر قرار دیا گیا ہے، قرآن سے تو اس کا ثبوت اوپر لکھ چکا ہوں اب اتنا ہی کافی ہے کہ امام مشہور احمد بن حفص ابو حفص کبیر بخاری سے (جو امام محمد بن حسن امام اعظم رضی اللہ عنہم کے شاگرد کے شاگرد ہیں اور مجتہدین مقبولین سے ہیں) مولانا قاری شرح اکبر میں لائے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کسی نے پچاس سال عبادت خدا کی کی پھر پارسیوں کے نوروز میں کسی مشرک کو نوروز کی تعظیم کر کے ہدیہ بھیجا تو بے شک حق تعالیٰ سے کافر و منکر ہوا اور اس کی پچاس سالہ عبادت ضائع ہو گئی۔ اور جو نوروز کے دن کافروں کی عید گاہ پر گیا تو کافر ہوا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے گویا اس نے کافروں کی اعانت کی اور اس قیاس پر اس دن

(۱) حاشیہ: و فی الخلاصۃ من قرء علی ضرب الدف القصیب بکفر و کذا من لم یؤمن کتاب من کتب اللہ او جحد و عدا او رعیدا مما ذکر اللہ تعالیٰ فی القرآن او کذب شیئا منه ای من اخبارہ ہذا ظاہر لا ریبۃ فی امرہ ولا مخالف لحکمہ۔ شرح فقہ اکبر من عن

میں کافروں کی اعانت کرنی نوروز کے کاموں میں یہ بھی موجب کفر کا ہے۔ یہ ترجمہ ہے، عبارت عربی شرح فقہ اکبر کا جو اصلی عبارت (۱) بھی حاشیہ پر مسطور ہوتی ہے۔

اور بحر الرائق کی سند سے فتاویٰ عالم گیر یہ میں بھی یوں ہی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کافر ہوتا ہے مجوس کے نوروز میں جانے والا (۲) اور ان کے نوروز میں موافقت کرنے والا اور اس میں مشرکوں کو ہدیہ دینے والا اگرچہ ایک بیضہ ہی ہو اور نوروز کی تعظیم کے رو سے کچھ خریدنے والا اور اپنے کھانے کے لیے کچھ خریدے تو کفر نہیں ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فتاویٰ عالم گیر یہ کا اور یہی مضمون صد ہادینی کتابوں میں موجود ہے۔

اب خان صاحب بہادر سے التماس ہے کہ قرآن و حدیث و فقہ کے برخلاف نہ جاؤ اور باوجود اعلانیہ ارتکابِ افعالِ کفر کے اپنے آپ کو مسلمان نہ بتاؤ اور لوگوں کو بھی دلیری دے کر راہِ راست سے نہ بھولاؤ، خدا کے لیے اس حالتِ آفتابِ برسرِ بام میں تو کچھ شرماؤ اور دل سے پچھتاؤ کہ یہ تیز لگامی اور متعصبانہ سینہ زوری اچھی نہیں ہے اور یہ خیال جو تم لوگوں کے دل میں جم رہا ہے کہ فقہ کے فتاویٰ کا کچھ اعتبار نہیں یوں ہی کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں بعض روایات کے ضعیف ہونے سے ہر جگہ تو ضعف اور بے اعتباری نہیں آجاتی خصوصاً ایسی روایات جو مطابق قرآن و حدیث کے ہیں اس لیے ان پر علمائے محققین کو اعتبار ہے ان کو بے اعتبار کہہ کہا کر اپنی اور اپنی ذریعات کی خوشی منا کر پیشواے وقت کہلائیے یا ہزار ہا روپے کمائیے، آخر عاقبت کی فکر بھی ضرور ہے، ان چند روزہ ناز و نعیم پر کیا غرور ہے۔

(۱) حکى من ابي حفص الكبير البخارى لو ان رجلا عبد الله حسنين . . ما لم جار يوم النيروز فاهدى الى بعض المشركين يريد تعظيم ذلك اليكوم فقد كفر بالله العظيم و حبط علمه خمسين عاما و من خرج على السدة اى مجتمع اهل الكفر فى يوم النيروز كفر لان فيه اعلان الكفر و كانه اعانهم عليه و على قياس مسئلة السدة اى النيروز السجوسى الموافقة معهم فيما يفعلون فى ذلك اليوم موجب للكفر . ۱۲ شرح فقہ اکبر من عن

(۲) سخت افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو قدیم سے مسلمان چلے آئے اور اب نیچری بن کر ایامِ دسہرہ وغیرہ میں اشتہار چھپوا کر مسلمانوں میں نہایت ترغیب دیتے ہیں میلہ میں شامل کرنے کے لیے اور خدا جل و علا سے نہیں ڈرتے دنیا کے مفاد پر ایمان فروشی کرتے ہیں۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

من آنچه شرطِ بلاغت با تو میگویم برد

تو خواه پند از اں در پذیرد خواه ملال

خان صاحب بہادر آپ کے سامنے فقہ کی کتابیں کس شمار میں ہیں۔ آپ تو آیاتِ قرآنی کو جھٹلا رہے ہو، حدیثوں کو مردود بتا رہے ہو جیسا کہ حدیث من تشبہ کو بلا تاحا شامردود لکھ دیا ہے۔ آپ ذرا کان کھول کر سنیے کہ آپ کا حال کیا ہے۔ مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے جو حدیث کو مردود کہے تو بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہے اور متاخرین کہتے ہیں کہ حدیث متواتر کا رد کفر ہے۔ میں (یعنی مولانا قاری) کہتا ہوں یہی صحیح ہے مگر جب کوئی کسی حدیث احاد کو بھی سبکی اور توہین اور انکار کی رو سے رد کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔

اور فتاویٰ ظہیر یہ میں ہے کہ جس کے پاس یہ حدیث بیان ہوئی کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر یا قبر اور منبر کے درمیان روضہ ہے روضہ بہشت سے۔ تو اس نے کہا منبر اور قبر تو میں دیکھتا ہوں اور تو کچھ نہیں دکھائی دیتا تو کافر ہو جائے گا، کیوں کہ یہ استہزا اور انکار ہے، اور امور غیبیہ پر جو حدیثوں میں آئی ہیں ایمان نہیں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ پر منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ راہِ راست پر لائے اور دین اسلام میں فساد اور الحاد سے بچائے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ خان صاحب بہادر نے یہ بھی ایک ابلہ فریبی کی جو لکھا ہے: اگر در حقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک نہ ایک دن کو اس کو ذبح ہونا ہے۔ انتہی

فقیر کہتا ہے کہ فی نفس الامر اور دراصل دین اسلام بودا نہیں بلکہ بالیقین دینِ قیم، صراطِ مستقیم، عروہِ ذہنی اور جبلِ متین ہے مگر اپنی کمالِ نظافت و لطافت سے خبیث اور کثیف چیزوں سے شمول نہیں رکھتا ہے، کفر کے اقوال اور افعال سے میل ملاپ کا تو کیا ذکر ہے، اس کی شکل دیکھنے سے بیزار ہے۔ جہاں کفر کا نام آیا اسلام کا سلام ہے۔ پس کفر کے آنے سے اسلام کا چلا جانا اس کی بودگی کی علامت نہیں بلکہ اس کی لطافت اور نظافت کی نشانی ہے۔ جیسا کہ زندگی اور موت بینائی اور نابینائی جمع نہیں ہوتیں ویسا ہی کفر اور ایمان نہیں مل بیٹھتے، کیوں کہ ان کے درمیان نسبت تضاد واقع ہے اور



نیز حکمانے لکھا ہے کہ کل انسان یانس الی شکله کما ان کل طیر یطیر مع مثله۔

یعنی کندہم جنس باہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔

اور یہ خیال (کہ ایمان لانے کے بعد کبھی کفر نہیں آتا خواہ آدمی شعار کفر میں ہی گرفتار ہو) تو

قرآن کی رو سے محض باطل ہے پہلے سیپارہ کی آیت مبارک ہے :

وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ وَكَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ

الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۝ (سورۃ بقرہ: ۱۰۹/۲)

یعنی اور جس نے ایمان کو کفر کے ساتھ بدل کیا یعنی ایمان کے بعد کافر ہوا پس بے

شک سیدھے راستہ سے بھولا۔ بہت سے اہل کتاب کا دل چاہتا ہے کہ تم کو تمہارے

ایمان کے بعد کافر کر دیں۔

اور یہ بھی پہلے سیپارہ کی آیت شریف ہے :

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً

یعنی جو کوئی کرے کوئی گناہ خواہ صغیرہ ہی ہو۔

وَ أَخَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ

یعنی اور گھیر لے اس کو وہ گناہ اور احاطہ کی حد یہ ہے کہ اول گناہ کی تاثیر جو ارج عمل سے دل کو

پہنچے اور بہت لذت آئے پھر اس گناہ کی پسندیدگی اور عمدگی دل میں گڑ جائے اور اس کی قباحت کا

انکار دل سے دور ہو جائے پس کفر لازم آیا اس لیے فرمایا :

فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ

یعنی وہ جماعت دوزخ کے ملازم ہیں۔

هُم فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (سورۃ بقرہ: ۸۱/۲)

وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ کذافی تفسیر فتح العزیز وغیرہ۔

پھر دوسرے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کی آیت کریمہ :

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ



فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (سورہ  
بقرہ: ۲۱۷)

یعنی جو کوئی پھرے گا تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا کفر ہی پر تو ایسوں کے  
ضائع ہوئے عمل، دنیا اور آخرت میں اور وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ گناہ کا مباح جاننا کفر ہے اور مباح  
جاننے کے معنی یہ ہیں کہ دل میں اس گناہ کا خوف نہ رہے اور اس کا قبح دل سے دور ہو جائے گویا بان  
سے اس کو حرام اقرار کرے اور دل سے بھی حرام جانے کہ شرع میں اس کو کسی مصلحت کے واسطے  
حرام کیا ہے اور اس پر وعید تخویف کے واسطے آئی ہے، ورنہ فی نفسہ اس فعل میں کوئی وجہ قباحت کی  
نہیں۔۔۔ کذافی تفسیر فتح العزیز فی ذیل آیت ہلی من کسب سیئۃ۔

پس غور کرو کہ جب دل سے گناہ کو مباح جاننے سے کفر عائد ہوتا ہے تو جو شخص خان صاحب کی  
طرح سود کو حلال کہے اور کفر کے شعار اور افعال میں شمول کو مباح جانے اور اس میں شامل ہونے  
کے واسطے مسلمانوں کو جری کرے تو اس کے کافر مابعد ہونے میں کیا شک ہے۔ نعوذ باللہ من  
ذالک۔ اب خان صاحب بہادر کی اس انیسویں غلطی کے تین وجہوں پر شامل ہونے سے اکیس  
غلطیاں ہوئیں۔

بانیسویں غلطی یہ ہے جو لکھتے ہیں: اس حدیث کو جس کو میں آئندہ سے قول کہوں گا کیوں کہ  
میرے نزدیک اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے، کوئی صحیح مورد بجز ایک کے کہ وہ بھی قیاساً قرار نہیں  
پاسکتا ہے۔ اتنی بلفظہ

اوپر اس حدیث: من تشبه بقوم فهو منهم کا روایت حدیث ہونا بہت سی معتبر حدیث کی  
کتابوں کی رو سے ثابت ہو چکا ہے اور روایت بھی اس کا حدیث ہونا مطابق آیات قرآنی اور  
احادیث صحیحہ حبیب رحمانی کے متحقق ہو گیا ہے تو پھر خان صاحب بہادر کے عندیہ کا کیا اعتبار ہے!۔  
وہ تو کئی ضروریات دین سے مثل تعین سمت قبلہ کا نماز میں اور روزہ و حج کی فرضیت کے منکر ہیں اور  
سود لینا و لتمدنوں سے، نیز کاروبار بیوپار میں سود کا لینا دینا جو منجملہ قطعی حراموں کے ہے حلال سمجھتے  
ہیں جیسا کہ اوپر آچکا ہے۔ پس خان صاحب بہادر اور ان کے عندیے تو خارج الحدیث ہیں۔

تیسویں غلطی موتِ اژدہام میں یعنی جس حالت میں موتِ اژدہام واقع ہو اور مختلف قوموں کے مردے گڈڈ ہو جائیں تو حکم من تشبہ بقوم فہو منہم کا جاری ہوگا یعنی لاشوں میں جو لاش جس قوم کے مشابہ ہوگی اسی قوم کی شمار ہوگی اور اس کی تجھیز و تکفین اسی طرح کی جائے گی۔ درمختار میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں پہچاننے کی چار علامتیں ہیں خضاب اور سیاہ لباس اور حلق عانہ اور ختنہ۔ اتنی

اس جگہ خان صاحب بہادر سے دو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں :

اول تو یہ کہ پہلے زور و شور سے کہہ رہے تھے کہ اس حدیث کا کوئی صحیح مورد نہیں ہے، اب موتِ اژدہام میں اس کے حکم کے جاری ہونے پر اپنا اعتماد اور اعتقاد بیان کیا ہے۔ پس سوچو کہ جب بعد الموت تشبہ نے یہ تاثیر کی کہ جس قوم سے کوئی لاش مشابہ ہوئی تو وہ اسی قوم کی متصور ہو کہ بموجب ان کے تجھیز و تکفین اس کی وقوع میں آئی تو پھر زندگی میں اس حدیث نے کیوں نہ تاثیر کی اور کون (سا) لفظ ہے اس حدیث میں جس کی رو سے یہ مورد قرار دیا گیا ہے۔ الغرض خان صاحب بہادر ہوائے نفسانی کے مقلد اور پیرو ہیں، جدمر کھینچتی ہے جاتے ہیں۔

رشتہ درگردش افکنده دوست ☆ می کشد بر جا کہ خاطر خواہ دوست

دوسری یہ کہ درمختار میں خضاب اور سیاہ لباس اور حلق عانہ اور ختنہ کو کہیں بھی لاشوں کو پہچاننے کی علامت ذکر نہیں کیا ہے، صرف خان صاحب بہادر کے خط اور مختل الحواسی پر بنیاد ہے کیوں کہ درمختار کے باب صلوٰۃ الجنائزہ ضمن فروع میں یوں لکھا ہے کہ اگر کسی کی لاش کہیں ملے اور معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی علامت بھی نہ ہو تو پس اگر دارالسلام میں ہے تو غسل دے کر جنازہ پڑھا جائے اور اگر دارالحرب میں ہے تو ایسا نہ کریں۔ اور جب مسلمانوں کی لاشیں کفار سے گڈڈ ہوں اور کوئی علامت شناخت کی نہ ہو تو اکثر کا اعتبار ہوگا، پس اگر برابر ہیں تو غسل دیں اور جنازہ میں اختلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت درمختار کا۔

اور خان صاحب بہادر کی علامتوں کا درمختار میں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ ہاں حاشیہ شامی درمختار میں جس کا نام ردالمحتار ہے اس میں یہ چار علامتیں مذکور ہیں، پس کہاں درمختار اور کہاں ردالمحتار جن میں لفظی معنوی اتحاد نہیں ہے۔

دیکھو خان صاحب بہادر کی نقل ایسی بے اصل ہے اور عقل ایسی تختل ہے کہ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم سے بھی عاری ہیں اور قدم قدم پر لغزش کر رہے ہیں۔ اس ایک حدیث کے جواب کی ایک ورق عبارت میں چوبیس (۲۴) فاحش غلطیاں کی ہیں اور تفسیر القرآن کا حال بھی کسی قدر اوپر عیاں ہو گیا ہے کہ از سر تا پا غلطی پر مدار ہے پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم سب حنفیہ میں علما کی غلطیاں نکالتے ہیں اور غور سے حق معلوم کرتے ہیں۔

افسوس صد افسوس اس خام خیال اور ہزار ہا افسوس ان کی قوم اور ذریعات کے چلن چال پر جو ان کو پیشواے وقت اور سچا رہ نما جانتے ہیں اور ان کے مدرسہ کو مدرسہ العلوم مانتے ہیں، اپنے مال کا اسراف کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو بے دین صاف۔ پس سب اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے بد اعتقادوں کی مجالست اور محبت سے بچیں، ورنہ عذابِ اخروی میں گرفتار ہوں گے کہ حق تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کا حکم محکم یہی ہے جیسا کہ اوپر شرح بیان ہو چکا ہے۔

الغرض بے شک پیشین گوئی رسول اکرم ﷺ کی جو بہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحیحین وغیرہما میں آئی ہے ان کے حق میں سراسر راست آئی ہے یعنی ذات پاک محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آخر زمانہ میں جب عالم نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا کر مسائل پوچھیں گے۔ فَاَفْتُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ پس وہ جاہل بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ فَضَلُّوا وَاَضَلُّوا۔ پس وہ پیشوا خود تو گم راہ تھے، دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔ یہ ترجمہ ہے حدیث صحیح کا۔

پس اس تحریر کے ناظرین باجمکین یقین کریں گے کہ خان صاحب بہادر اور ان کے پیرو کیسے ٹھیک ٹھیک اس کا مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضلال اور اضلال سے بچائے اور راہ راست اہل سنت پر لائے اور فقیر کی اس تحریر کو موجب ہم دردی امت مرحوم بنائے اور اس گنہگار کے لیے سب نجات اخروی فرمائے۔ آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و عترتہ وسلم اجمعین۔

تمت فی قصبة مگھووال من مضافات گجرات یوم السبت

ثالث عشر من رجب المرجب ۱۳۰۰ھ ہجریہ مقدمہ

## تقریباتِ علمائے کبار

إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَأَمَّنَّا بِهِ

فقیر غلام مرتضیٰ ساکن پیر بل غفی عنہ

شیخ احمد دریکانی غفی عنہ

فقیر غلام نبی احمدی غفی عنہ لشدوالہ

الحمد لله الذي هدانا الى الصراط المستقيم و ثبتنا على المنهج القويم و الصلوة على سيدنا محمد حبيب الرحمن الرحيم وعلى آله و اصحابه الذين جعلوا محبتهم فداء لامثال احكام الرؤف الكريم . اما بعد فقد طالعت الرسالة العجيبة التي صنفها الفاضل الالمعي و الكامل الاوزعي في رد شبهات خان صاحب بهادر فوجدتها حقا و شبهات الخان المذكور مردودا باطلا، كيف و هي مخالفته بصريح النصوص و قاطعة لعرق الفصوص الله يقول الحق و هو يهدي السبيل .

كتبه العبد المسكين محمد نور الدين غفی عنہ چكوری و اله -

محمد امين ولد مولانا نور الدين (مرحوم) -

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب و لم يجعل له عوجا و بعد ا فاني قد طالعت مرارا جزالات تهذيب الاخلاق المشتهر في الآفاق المملوءة من الشواذ و النوادر المرسله من سيد احمد خان بهادر هداة الله تعالى فوجدتها قاطعة لاصول الإسلام حديده من قطع الصمصام مبانيها معنونة بالدلائل الاسلامي و معانيها مقرونة الى الملة النصرانية فلا تغتر بفصاحة كلماتها و بلاغة اشاراتها فانها مزبلة مستورة بالخضراء و سوداء محترقة تحت الصفراء و ماكل سوداً تمره و لا كل بيضا شمعة و لله در من قال -

کم حسنت لذة للمرء قاتلة

من حيث لم يدر ان السم في الدسم

و انا العبد المسكين شيخ عبدالله صدر الدين عفى عنه الساكن في قرية  
چک عمر من نواح الکحرات۔

از مفتی صاحب میانی والہ۔

الطافِ دل نواز تو آمد بسوے من

یا کاروانِ مشکِ زراہِ ختنِ رسید

هذا كتاب قد كمل بوروده نشاطی

☆ غلام محی الدین نکساری عفی عنہ، غلام احمد خلف مفتی صاحب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلام دستگیر غوث اعظم بفرمودت تقریر مسلم

بحق گفتن سخن را داد میداد بنامے دین احمد تازہ بنہاد

چہ می گویم ز تحقیق بیانش کتاب عمدہ لاریب ست شانش

منم عالم بریں آوردم ایماں چو ایمانیکہ آوردم بقرآن

الہی بر مصنف رحمت باد تبسم آنکہ النون ست والصاد

محمد عالم بن محمد کوھر ساکن کھوری غفر لہما، غلام جیلانی بن

محمد عالم، غلام غوث بن محمد عالم، عبدالملک بن محمد عالم، از

علماء بہرہ وغیرہ ضلع شاہ پور

سبحان من تنزه عن التشبيه و الصلوة علی من لیس له شبیه و آلہ

وصحبہ الذین کلہم فقیہ و نبیہ و بعد فقد طالعت هذه العجالة الرائعة

التي حجمها قليل و فحواها كثير جليل فوجدتها تشفى العليل و تروى

الغليل مدار الاسلام علی التشبه بالمسلمين و التبرئ عن المشركين

و صاحب الرسالة اتى بلب تقارير فحول العلماء الراسخين و امتاصل

اصول الملحدين و الدهرين و السلام على من اتبع الهدى .

حرره الفقير عبدالقادر البهيروى عفى عنه، المسكين عبدالعزيز بگے والہ  
عفى عنه، غلام رسول چاوى والہ عفى عنه، محمد عبدالكريم قاصى شاه  
پور، فقير قل احمد ساكن چك رامداس، فقير عبدالحق عفى عنه، فقير علا  
الدين ساكن بهابره،

### از علمائے ڈیرہ اسماعیل خان۔

نعم الكتاب، الناطق بالحق والصواب وحبذا لمولف الملهم من الله  
الوهاب .

عبدالقادر بن الشيخ الامام قادر بخش الديروى، عبدالغفار عفى عنه.  
محمد مسكين عفى عنه، ولى محمد جانشين حضرت مرالى والہ، خادم  
العلما غلام محمد، شير محمد خلف مولوى غلام محمد ساكن ليه علاقہ  
ڈیرہ،

### از علمای ریاست اسلامیہ بہاول پور

حدیث تشہ مقبول ہے اور تردید مردود۔ یضل اللہ من یشاء ویهدى من یشاء .  
خليل احمد مدرس اول مدرسہ بہاولپور، نذیر احمد مدرس دوم، رشید  
احمد عفى عنه، محمد غوث بہاول پوری، فقیر احمد بخش عفى عنه،  
مشتاق احمد قادر بخش، فقیر فتح محمد شاہ

### از علمائے لاہور

رأيت هذه الرسالة من اولها الى آخرها فهذا هو الرشدا لا اكره فى  
الدين قد تبين الرشدا .

فقير غلام محمد بگے والا امام مسجد شاہی لاہور، فقیر نور احمد امام  
مسجد انار کلی، محمد یار نائب امام مسجد شاہی لاہور، فقیر احمد



دین جانشین درس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ الذي اعز العلماء المقصمين  
 بالكتاب و السنة في كل زمان، و اقل الجهلاء المبتدعين في الملة و  
 المذهب في كل مكان، اضاء انوار الملة بالعلماء الراسخين و اطفاء  
 اشرار الیدعة الرذلة بالفضلاء المتقنين، و الصلوة و السلام على من  
 هو ذروة سنام المجد و العلی و الذی هو فص ختام العلم و الهدی و  
 علی آله و اصحابه ائمة الوری و تابعهم و تبعهم شمس الدجی و بعد  
 فهذه رسالة ألفها العالم الخبير والليبيب الكبير محبنا و مولانا  
 المولوی غلام دستگیر سلمه اللہ القدير عن سوء كل شرير فانعم  
 تأليفها و أحسن ترصيفها و قد رأيت اكثر مواضعها و بقي ايضا أوفر  
 مواقعها لقلة الامهال و كثرة الاشتغال و بالجملة فالحديث المذكور  
 اعنى من تشبه بقوم فهو منهم أحسن رواية و أصح دراية و حاصله أن  
 من انتهى المشابهة بقوم فهو منهم كما تدل عليه صيغة التفعّل و هذا  
 المعنى لا شك في استقامة أو اشتهاء المشابهة بقوم لا ينشأ إلا عن  
 حب صادق و المرء مع أحب كما ثبت في الصحيح و دوام الموافقة  
 مع الكفار في الاوضاع المختصة من غير ضرورة صحيحة كما هو  
 داب أهل الزمان شاهد صدق على اشتهاء المشابهة و قصدها قال  
 سيدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنه لا يشبه الزی في الزی حتى  
 يشبه القلوب بالقلوب و ما ثبت من لبسه عليه السلام بعض البسة  
 الكفار في بعض الاحيان فمحمول على ما اذا لم يقصد التشبه،  
 و التشابه لا يستلزم التشبه، فان الثاني بالقصد دون الاول على أن  
 القول راجح على الفعل و المحرم قاض على المبيح كما ثبت في  
 الاصول و قد ثبت نهيہ عليه السلام عن التشبه بالكفار مرة بعد  
 الاخری و كره غيب الاولی هذا و اللہ اعلم بالصواب .

نمقہ العبد المذنب الاواه المفتی محمد عبد اللہ الثونکی مدرس اوسط

یونی ورسٹی عفی اللہ عنه ما جناہ۔

## از علمائے قصور

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ۵

سید غلام حسین قصوری عفی عنہ، فقیر حافظ سید محمد قصوری،  
حافظ غلام مصطفیٰ قصوری، فقیر عبد الملک واعظ قصور، فقیر محمد  
فضل حق امام مسجد کلاں قصور، سید محمد عبدالحق قصوری کوٹ  
مراد خان، سید محمد زمان شاہ ساکن ایضاً۔

## تمت بالخیر و الظفر

## ضمیمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُمْ وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُمْ وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُمْ

بعد مرتب ہونے رسالہ جواہرِ مضیہ کے خان صاحب بہادر کی تفسیر القرآن کی دوسری جلد  
دیکھنے میں آئی جس میں حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے سے، نیز ان کے  
معجزات سے انکار ہے تو بہ نظر ابتغاء لمرضات اللہ اس کا قول نقل کر کے اور اس کی  
تردید واقعی کر کے رسالہ موصوفہ کے اخیر ملحق کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

قولہ: عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے حکم سے عام  
انسانی پیدائش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ (ص ۲۲)

اقول: عیسائی بحکم انجیل اور مسلمان بفرمان قرآن سچا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صرف  
خدا جل و علا کے حکم سے بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ متی کی انجیل کے پہلے باب کے  
ورس ۱۸ سے ۲۱ تک لکھا ہے :

۱۸: اب یسوع کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی معنی یوسف کے ساتھ  
ہوئی تو ان کے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔

۱۹: تب اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور نہ چاہا کہ اسے تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اسے چپکے ہی چھوڑ دے۔

۲۰: وہ ان باتوں کی سوچ میں تھا کہ دیکھو خداوند کے ایک فرشتے نے اس پر خواب میں ظاہر کیا اے یوسف ابن داود! اپنی جو و مریم کو اپنے یہاں لے آنے سے مت ڈر کیوں کہ جو اس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہے۔

۲۱: اور وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھے گا۔ انتہی

اور لوقا کی انجیل کے پہلے باب کے ورس ۲۶ سے ۳۵ تک کا خلاصہ عبارت یہ ہے :

۲۶: جبرئیل فرشتہ نے خدا کی طرف سے۔ ۲۷: ایک کنواری کے پاس جس کے یوسف نامی

ایک مرد سے منگنی ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا اندر آ کر کہا کہ اے پسندیدہ سلام خداوند

تیرے ساتھ تو عورتوں میں مبارک ہے۔ ۲۹: پر وہ اسے دیکھ کر گھبرائی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام

ہے۔ ۳۰: تب فرشتے نے کہا: اے مریم! مت ڈر کہ تو نے خدا کے حضور فضل پایا۔ ۳۱: اور دیکھ تو

حاملہ ہوگئی اور بیٹا جنے گی اس کا نام یسوع رکھے گی۔ ۳۲: تب مریم نے فرشتے سے کہا: یہ کیوں کر

ہوگا جس حال میں میں مرد کو نہیں جانتی۔ ۳۵: فرشتے نے جواب میں اسے کہا کہ روح قدس تجھ پر

اُترے گی اور خداے تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا۔ انتہی بقدر الحاجت۔

اور قرآن میں کئی جگہ ایسا ہی مذکور ہے صرف انجیل میں یوسف سے منگنی کا ذکر زائد ہے باقی

قصہ پیدائش حضرت مسیح بن باپ بحکم حق سبحانہ و تعالیٰ پیدا ہوئے تھے، مگر خان صاحب بہادر کا

قرآن و انجیل پر ایمان نہیں ہے، یہود مردود کی طرح حضرت مسیح کی شان والا کو بیٹہ لگاتے ہیں جس کا

مفصل ذکر آگے آتا ہے۔

قولہ: بہ طریق اعجاز عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا۔ معجزہ بہ

مقابلہ منکرانِ نبوت صادر ہوتا ہے قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ قبل ادعاے نبوت یا الوہیت کوئی شخص

منکر نہیں ہو سکتا تھا پھر معجزہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے۔ مع ہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا

نہ حضرت مسیح کا، علاوہ اس کے جب کہ ان کی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی تھی جس طرح کہ

عموماً بچوں کی ہوتی کہ نو مہینے تک حمل میں رہے اور وقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات

طاری ہوئے جو عموماً عورتوں پر بچوں کی پیدائش میں طاری ہوتے ہیں تو کسی طرح اعجاز ان کے پیدا ہونے کا احتمال بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔ (ص: ۲۳، ۲۴)

اقول: خان صاحب بہادر نے تفسیر القرآن کی پہلی جلد کے ص ۱۲۸ میں لکھا تھا کہ معجزہ امرِ مطلوب پر یعنی اثباتِ نبوت یا خدا کی طرف ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ انتہی جیسا کہ ہم بحثِ انکارِ معجزات کے رد میں یہ قول نقل کر چکے ہیں اور اب خان صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ معجزہ بمقابلہ منکرانِ نبوت صادر ہوتا ہے۔ انتہی

خیر ہم ایسے تناقضات سے درگزر کر کے لکھتے ہیں کہ معجزہ میں یہ کوئی ضرورت نہیں ہے کہ بمقابلہ منکرانِ نبوت ہی صادر ہو بلکہ بہت سے معجزات صرف مسلمانوں میں ہی ظاہر ہوئے ہیں کسی کافر نے کوئی درخواست نہیں کی تھی چنانچہ سفروں میں پانی اور طعام کا زیادہ ہونا اور دعوت کے موقع پر ہی ایسا وقوع میں آتا جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ معجزہ وسیلہ ہے ایمان دلانے یا یقین بڑھانے کا اس نبی کے حق میں جس سے صادر ہوتا ہے، سو حضرت مسیح نے جب کہ اپنے تولد کے بعد عنقریب ہی نبوت کا دعویٰ ظاہر کیا کہ جس کو حق تعالیٰ نے ان سے حکایت فرمایا ہے کہ اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ اَتَانِی الْکِتٰبُ وَ جَعَلَنِی نَبِیًّا الْاٰیۃ تو اس دعویٰ نبوت پر تصدیق دلانے کے لیے ان کا بن باپ کے پیدا ہونا من جانب اللہ تعالیٰ از قسم اربا ص جو قبل النبوة خارق العادة کا نام ہے قرار دیا گیا اور تکلم فی المہد معجزہ بعد النبوة واقع ہوا جس کی تفصیل اپنے موقع پر ہوگی۔

اور یہی تولد بلا والد حضرت مریم کی بھی کرامت ہے جو ان کی صداقت اور عفت اور قبولیت کا ثمرہ ہے پھر مدتِ حمل کی جو نو مہینے لکھی ہے تو یہ روایت قوی اور معتبر نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو اعلم الصحابہ بہ تفسیر القرآن ہیں روایت ہے کہ ایک ہی ساعت حضرت مسیح کی حمل اور ولادت کی مدت تھی جیسا کہ سب سے پہلے بھی روایت تفسیروں میں درج ہے اور بطریق تسلیم اگر نو مہینے ہی مدتِ حمل کی تھی اور حضرت مریم کو دروزہ وغیرہ عوارض لاحق بھی ہوئے تو کیا اس سے بن باپ پیدا ہونے کے معجزہ میں کوئی خلل واقع ہو گیا۔ نہیں ہرگز نہیں، بن باپ پیدا ہونے کی نفسہ بڑا بھاری نشان ہے جس میں بہ سبب نو مہینے مدتِ حمل کے اور بہ وقت ولادت لحوق عوارض سے کسی

ایمان دار کو مجالِ انکار نہیں ہے اور بے ایمان جو چاہے سو کہے۔ واللہ ہوا بہادی۔

قولہ: مسلمان بھی قرآن کی رو سے جیسے کہ سورۃ انعام میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنی اولاد میں سمجھتے ہیں پس اگر حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے ہوں تو وہ نسل اور اولادِ ابراہیم سے کیوں کر قرار پاسکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ماں کے سبب سے ان کو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہ بات دو وجہ سے غلط ہے: اول اس لیے کہ یہودی شریعت میں عورت کی طرف سے نسب قائم نہیں ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ حضرت مریم کا نسل داؤد سے ہونا ثابت نہیں۔ (ص: ۲۵)

اقول: خان صاحب بہادر نے اپنا نرالہ دین نکالا ہے جس بات کو علمائے اسلام حقد میں و متاخرین سب کے سب اور ایسا ہی عیسائی قرآن اور انجیل سے نہایت متانت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، یہ نئے مفسر اپنی زبان سے اس کا انکار کر کے اس کے برخلاف قائل ہو جاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ساری کارروائی بلا حجت و دلیل ہوتی ہے اور ممکن بھی نہیں کہ جو اہل قرآن و انجیل کے برخلاف ہو اس کے پاس کوئی دلیل بھی ہو، مگر تعجب ہے ان سے جو ایسے متکبر خود بینی میں گرفتار کا اعتبار کر کے اس کے پیروکار بنتے جاتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف کی سورۃ انعام کے نویں رکوع میں حضرت خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ  
دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ كَذَلِكَ نَجْزِي  
الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ وَ  
إِسْمَاعِيلَ وَيُونُسَ وَلُوطًا كُلًّا فَضَلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ (سورۃ انعام: ۸۶-۸۷)

ان آیتوں میں جو حضرت عیسیٰ کو ذریتِ ابراہیم میں داخل کیا ہے حالاں کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے تو اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ سب اس کے کہ حضرت مریم اولادِ ابراہیم میں سے ہیں تو حضرت عیسیٰ بھی اولادِ ابراہیم سے شمار کیے گئے کہ نواسہ بھی ناک و والوں کی ذریت میں سے ہوتا ہے تو اس توجیہ سے خان صاحب بہادر منکر ہو کر یہودی شریعت کے پیرو بن گئے اور یہ نہیں جانتے کہ یہود مردود تو۔ معاذ اللہ۔ حضرت مریم کو عقیقہ اور حضرت مسیح کو ولدِ حلال



نہیں جانتے ہیں۔ لعنہم اللہ لعنا کبیرا۔ ہاں خان صاحب بہادر بھی حضرت مسیح کو مسیح موعود نہیں مانتے بلکہ یوسف نجار کا بیٹا جانتے ہیں۔ اِنَا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پھر یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں۔ اتنی، جھوٹ اور بالکل دروغ بے فروغ ہے، کیوں کہ آلِ عمران کی تفسیر میں مفسرین تصریح کر رہے ہیں کہ حضرت مریم بنتِ عمران کا نسب حضرت داؤد سے ملتا ہے۔ چنانچہ بیضاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بیسویں پشت حضرت مریم کی حضرت داؤد سے ملتی ہے۔ پس بایں ہمہ حضرت مریم کے نسل داؤد سے ہونے کا انکار کرنا یہودِ مردود میں شامل ہونا ہے۔

قولہ: قرآن مجید نے اس بات میں کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے تھے کچھ بحث نہیں کی، یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے تھے، جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰ کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ ہے۔ (ص: ۳۱)

اقول: قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کے باپ کی نسبت کچھ بھی بحث نہیں ہے یہ کہیں بھی بیان نہیں ہوا کہ حضرت عیسیٰ فلانے باپ کے بیٹے ہیں اس امر پر اشارہ تک قرآن مجید میں نہیں حالانکہ جن کے باپ ہیں ان کی تصریح قرآن مجید میں موجود ہے کہیں یسعی اسرائیل فرمایا، کہیں یابینی ادم سنایا اور مریم بنتِ عمران بھی وہاں ہے۔

پس حضرت مسیح کے باپ کا ذکر نہ کرنا اور کئی جگہ ابن مریم ہی تعبیر کرنا اور بن باپ کے ہونے مگر اَنَّمَا مَثَلُ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَاَکُوْنُ فرمانا دلیل تام ہے اس پر کہ حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا عمدہ طور سے قرآن میں مذکور ہے، اور جو اس سے منکر ہے وہ اپنی جہالت میں معذور ہے۔

پھر حضرت مسیح کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ قرآن میں بیان کرنا سخت نادانی ہے، بندۂ خدا جن کے بارے میں ارشاد ہو و کَلِمَتُہٗ الْقَاہَا الٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہٗ اَوْرَجِسْ کَہٗ حَقِّ مِّنْہٗ وَالتِّی اِحْصٰنَتْ لِرُجْہَا کَہٗی مَرْتَبَہٗ وَاورد ہو ایسے منصوصات قرآنیہ کو اشارہ سے تعبیر کرنا صریح غفلت یا جہالت ہے قواعد اصول سے۔ الحق اگر خان صاحب بہادر ایسی جہالت اور بطالت میں گرفتار نہ ہوتے تو ضرور یا تو دین متین سے انکار نہ



کرتے۔ اللہ تعالیٰ راہ ہدایت دکھائے اور ضلالت و غواہت سے بچائے۔

قولہ: سب سے زیادہ غور کے لائق لفظ لَمْ يَمَسَّنِي بَشَرًا وَ لَمْ أَكُ بَغِيًّا ہے بلاشبہ یہ دو کلمے تو نہایت صحیح ہیں اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا بلکہ غالباً ان کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا۔ اور کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور ان کے مرہبوں کو حضرت مریم کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا جو آخر کار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا۔ اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا: كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ . اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا: كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ . حضرت مریم سے کہا: قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلِيُّ هَيْنَ . اسی طرح حضرت زکریا سے کہا: قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلِيُّ هَيْنَ۔ (ص: ۳۳)

اقول: خان صاحب بہادر نے اندھیری رات میں بیٹھ کر علم پڑھا تھا جس سے تاریکی آپ کے ظاہر باطن پر چھا گئی یہاں تک کہ اپنے وہم اور خیال سے قرآن میں تاویلات باطلہ کو دخل دے رہے ہیں اور اپنی رائے نفسانی کی طرف کلام پاک کو کھینچ رہے ہیں، اس مایہ علمی پر کہ لفظوں کی بول چال سے بھی ناواقف ہیں بلکہ مفرد و تشبیہ میں امتیاز نہیں دیکھو و لَمْ يَمَسَّنِي بَشَرًا وَ لَمْ أَكُ بَغِيًّا جو ایک آیت کے دو فقرے نو لفظوں سے مرکب ہیں جس کو خان صاحب بہادر نے اول لفظ اور اخیر میں دو کلمے لکھا ہے۔ پس نو کلموں کے دو فقروں کو لفظ پھر دو کلمے کہنا کس قدر ناواقفیت تعبیرات محاورات سے ہے، اور ابتدا سے آیت کے آخری حرف واؤ (۱) کو ذور کر کے قرآن میں نقصان کر دیا ہے جو ان کی سمجھ کا نقصان ہے، اور اس تمیز پر نازاں ہو کر علمائے اولین و آخرین اہل اسلام و نصاریٰ کے مقابلہ کا بیڑہ اٹھا لیا ہے ع: برائیں عقل و ہمت بباہر گریست

پھر خطاب و جواب حضرت جبریل و مریم کو جو بیداری میں رو برو ہوا تھا جیسا کہ سب تفسیروں میں درج ہے اور سیاق قرآن بھی اسی پر وال ہے واقعہ خواب بیان کرنا خان صاحب بہادر کی خواب خرگوش ہے کہ سوتے پڑے باتیں کر رہے ہیں کہ اس مکالمہ کو خواب سے تعبیر کرنے کا ذکر چھوڑ کر

(۱) دیکھو پہلی سطر اس صفحہ کے ابتداء میں کہ آیت کو نقل کرنے میں حرف واؤ کو ساقط کر دیا ہے۔ ۱۲

قرآن میں اس کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے، مگر خان صاحب بہادر نے اپنی بہادری سے باز نہیں آنا اور قرآن مجید محفوظ کو تحریف کیے جانا ہے، خواہ دانش مند اور دین داروں کے ریش خند ہی بن جائیں۔

پھر یہ توجیہ وجیہ بیان کرنی کہ کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم اور ان کے مریبوں کو شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو الخ۔ محض ہٹ دھرمی ہے، قرآن اور انجیل دونوں اس کی تکذیب کر رہی ہیں۔ چنانچہ انجیل سے اوپر صاف صاف منقول ہو چکا ہے کہ مریم مرد سے جمع ہونے سے پہلے روح القدس سے حاملہ ہو گئی اور فرشتہ نے کہا: دیکھ تو حاملہ ہو گئی اور بیٹا جنے گی اور قرآن مجید کے طرزِ کلام اور مقتضائے مرام سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے کی بات چیت کرتے ہی بلا توقف و مہلت حضرت مریم حاملہ ہو گئیں تھیں جیسا کہ سورہ مریم کی آیات کو لکھ کر ترجمہ سناتا ہوں:

وَ اذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ .

اور یاد کر قرآن میں مریم کا قصہ۔

اِذْ اَنْبَدَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَکَانًا شَرْقِیًّا .

جب گوشہ پکڑا اس نے اپنی قوم سے گھر کے شرقی مکان میں۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا .

پس پکڑا اس نے ورے ان کے اوپر پردہ۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا .

پس بھیجا ہم نے اس کی طرف اپنی روح یعنی جبریل کو۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا .

پس صورت پکڑی یعنی جبریل نے اس کے لیے آدمی تندرست کی۔

قَالَ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ کُنْتَ نَقِیًّا .

کہنے لگی یعنی مریم میں پناہ پکڑتی ہوں خدا کے ساتھ تجھ سے رچہ ہے تو پرہیزگار۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا .

کہنے لگا یعنی فرشتہ مریم کو اور کچھ نہیں میں تو تیرے رب کا رسول ہوں کہ بخشوں تجھے پاکیزہ لڑکا۔

قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا .

کہا یعنی مریم نے کیوں کر ہوگا میرے لیے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی مرد نے یعنی نکاح سے اور نہیں میں بدکار۔

قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّئٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا .

بولا یعنی فرشتہ یوں ہی فرمایا ہے تیرے رب نے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو یعنی لڑکے کو ہم کیا چاہیں لوگوں کے لیے نشانی اور مہربانی ہماری طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَدَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا .

پس حاملہ ہو گئی یعنی مریم ساتھ اس کے یعنی لڑکے کے پس کنارے ہوئی اس کو لے کر ایک پڑے مکان میں۔

فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ .

پس لے آیا اس کو دردِ وزہ ایک کھجور کی جڑ میں۔

قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِثُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَنْسِيًّا ۝ (سورہ مریم: ۱۹/۲۳۴)

کہا: اے کاش! میں مر گئی ہوتی پہلے اس سے اور ہوتی بھولی بھلائی۔

۔ کذافی فتح الرحمن وغیرہ۔

اب ہم خان صاحب بہادر کی پاس خاطر اگر تفسیروں کے بیان کا لحاظ نہ کریں تاہم عربی کلام کے مذاق دان یقین کرتے ہیں کہ جب حضرت مریم نے فرشتے کی بشارت دینے کے بعد کہا کہ مجھے لڑکا کیوں کر ہوگا حالاں کہ اب تک نہ میرا نکاح ہوا اور نہ میں بدکار ہوں یعنی ان دونوں وجہوں سے

لڑکا ہوتا ہے اور مجھ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ تو فرشتے نے جواب میں کہا کہ تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ کام یعنی سوائے ہم بستری مرد کے لڑکا دینا مجھ پر آسان ہے یعنی خدا قادر ہے کہ بن باپ لڑکا پیدا کر دے اور یہ خدا کی قدرت کی نشانی ہے اور رحمت ہے اور یہ کام یعنی بن باپ لڑکا دینا خدا کے حکم میں آچکا ہے تو اس گفتگو کے بعد ہی خبر دی فحمتہ یعنی مریم اس لڑکے سے حاملہ ہو گئی بغیر مہلت اور فرصت کے، کیوں کہ حرف فاجو حرف عطفہ سے ہے اس میں ترتیب ہوتی ہے بلا مہلت کے۔

اگر خان صاحب بہادر کو مطول، مختصر معانی، شرح ملا جامی وغیرہا پر دیکھنے کی دست رس نہیں تو شرح مائتہ عوامل میں ہے دیکھ لیں کہ فامیں مہلت نہیں ہوتی، ترتیب بلا مہلت پر دلالت کرتی ہے۔ پس فرشتہ کی گفتگو اور حضرت مریم کے حاملہ ہونے میں اتنی مہلت ثابت کرنی کی شاید یوسف سے نکاح ہوا ہوگا اور اس کے نطفہ سے حمل ٹھہرا ہوگا قرآن کے فرمان کے برخلاف ہے اور تحریف فرقان اسی کا نام ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

پھر سوچو کہ عورت جب مرد سے ہم بستر ہو جائے تو اس وقت لڑکا پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں کہ جس کی نسبت کہا جائے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے بلکہ محاورہ دان بخوبی سمجھتے ہیں کہ جو کام سب کی نظروں میں مشکل ہو تو اسی کو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے ہمیشہ کی ہونہار بات کو حق تعالیٰ کیوں کر فرمائے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔

پھر خان صاحب بہادر کا یہ مقولہ کہ فرشتے نے مریم سے کہا: كَذَلِكَ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ۔ اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا کہ كَذَلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ۔ حضرت مریم سے کہا: قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلِيٌّ هِينٌ۔ اسی طرح حضرت زکریا سے کہا کہ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلِيٌّ هِينٌ۔ اتنی۔

خان صاحب بہادر کی ساری کارروائی کو باطل کر رہا ہے یعنی بحکم قرآن و انجیل ثابت ہے کہ حضرت زکریا نے لڑکے کے واسطے دعا کی تو حق تعالیٰ نے قبول فرمائی، تب حضرت زکریا نے عرض کی: خداوند! میرا لڑکا کیوں کر ہوگا حالاں کہ میری عورت بانجھ اور اٹھانوے برس کی عمر میں ہے اور میں بھی نہایت درجہ بڑھاپے کو پہنچا ہوں یعنی ایک سو بیس برس کا ہوں۔ تو اس استبعاد کے ذور کرنے کو فرشتے نے کہا: تیرا رب فرماتا ہے: هُوَ عَلِيٌّ هِينٌ یہ کام یعنی پیر زال بانجھ اور بڑے بوڑھے م...

کے گھر میں لڑکا دینا مجھ پر آسان ہے، ایسا ہی خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یعنی گو وہ لوگوں کی نظروں میں محال اور مشکل ہو۔ علی ہذا القیاس حضرت مریم کے استبعاد کے دور کرنے کو بھی اشارہ ہوا کہ یہ کام یعنی بدون چھوٹے مرد کے لڑکا دینا مجھ پر آسان ہے اور خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو یہ دونوں امر یعنی حضرت زکریا اور مریم کو لڑکا دینا معجزے کے رو سے ہوئے۔ حسب فطرت انسانی محال اور مشکل تھے تو اس باہم تناسب ہونے سے بہ اقبال خان صاحب بہادر واقعی بات ثابت ہو گئی یہ بھی ایک معجزہ ہے نبیوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاس خاطر ایک منکر شدید کی زبان و قلم سے کلمہ حق نکلا دیا۔ فللہ الحمد۔

اور قال ربك اور هو علی کے درمیان حرف واو کا لکھنا یعنی قرآن میں زیادتی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ سابق میں و لم یمسسنی سے حرف واو کو کم کر دیا تھا، یہاں پر حرف واو بڑھا دیا ہے۔ یہ ان کا مایہ علمی ہے۔

قولہ: كُنْ فَيَكُونُ سورہ آل عمران میں سے وہ کسی کے امر ہونے پر بلا اسباب قدرتی و فطرتی کے دلالت نہیں کرتا کیوں کہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح فرماتا ہے :

اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اِنَّمَا يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

پس ہر شے کن کے حکم سے ہمیشہ قانونِ قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور خلاف قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی تھی دلالت نہیں کرتی۔ (ص: ۳۳)

اقول: خدا کرے بے علم کوئی نہ ہو۔ اور باوصف بے علمی کے علمی باتوں میں دخل دینا اپنا جہل مرکب ظاہر کرنا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ معجزہ کی رو سے جو شے پیدا ہوتی ہے اس کو کوئی بھی اہل علم سے بلا اسباب قدرتی و فطرتی نہیں کہہ سکتا، کیوں کہ وہاں پر بھی کوئی نہ کوئی سبب اسباب قدرتی و فطرتی سے ہوتا ہی ہے بلکہ خود قدرتِ الہیہ کو بھی سبب کہہ سکتے ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کو پیدا کرتا ہے بلا سبب کچھ نہیں پیدا ہوتا دیکھا ہے، سو یہ دعویٰ بھی باطل ہے، کیوں کہ اولیٰ جب عدم محض سے قادرِ مطلق نے حیوانات از قسم مادہ و نر یعنی آدمی، گائے، بکری، بھینس، مکھی، چیونٹی، سانپ وغیرہ مخلوقات علوی و سفلی جو اول ہی پیدا کیے تھے تو کون ان کا سبب اور ماں باپ تھا جس سے وہ پیدا



کیے گئے تھے اس وقت تو سوائے ذات خالق البریات کے کچھ بھی نہیں تھا۔ پس جس نے پہلے پہل بلا توسط اسباب سب کچھ بنا دیا تو اب جب دنیا عالم اسباب موجود ہو گئے اور اسباب مہیا ہو گئے پھر بھی وہی خالق الکل اپنی قدرتِ کاملہ دکھلانے یا کسی کو آیۃ للناس بنانے کے واسطے احیانا بلا سبب ظاہری پیدا کر دے تو کسی اہل عقل کے نزدیک مستبعد یا غیر ممکن نہیں ہوگا بلکہ سب دین دار ذی شعور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو خالق اسباب ہے اور اسباب سے پیدا کرتا ہے وہ بلا سبب بھی پیدا کرنے پر طاقت رکھتا ہے: **يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ .**

ولنعم ما قیل :

از سبب سازیش سوسطایم در سبب سوزنش من سودائیم

ہر چند کوئی دلیل نقلی اس پر قائم نہ ہوئی تاہم عقلاً اس پر یقین آسکتا تھا اور جب نقلی دلائل بخوبی موجود ہوں تو انکار کرنا ذوی العقول سے خلاف ہے۔ دوسرا شخص جو چاہے سو کہے۔ اور فقرہ کن فیکون جو قرآن کی کئی آیاتِ بینات میں آیا ہے تو اس کا مطلب اہل علم پر روشن ہے کہ وہ تمثیل ہے جلد اور بلا مہلت حاصل ہونے اس چیز سے کہ جس سے ارادہ الہی نے تعلق پکڑا ہے ساتھ بلا توقف حکم مان لینے مامور مطیع کے پس اس سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ تکوین الہی اس بات پر ہی موقوف نہیں بلکہ بلا سبب ظاہری بھی سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے، کیوں کہ اگر اسباب کی حاجت ہو تو صمدیت کے مخالف ہے اور حاصل ہونانی الفور ما يتعلق بہ الإرادة الالهية کا بھی بلا مہلت تصور نہ ہو اور منافی ہوا کن فیکون کے پس یہ الفاظ ناطق ہیں اس پر کہ حضرت مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے فی الفور ہو گئی تھی جیسا کہ ایمان داروں کا اعتقاد ہے اور یہ مقولہ خان صاحب بہادر کا کہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح فرماتا ہے:

اذا اراد شینا انما یقول له کن فیکون .

پس ہر شے کن کے حکم سے ہمیشہ قانونِ قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ اتنی سراسر غلط ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کن کے لفظ کے حکم سے کسی شے کو پیدا نہیں کرتا ہے، اس لیے کہ شے سے مراد یا موجود یا معدوم پس موجود کو کن کا حکم کرنا تحصیل حاصل عبث ہے اور معدوم قابل خطاب نہیں ہوتا تو مراد کن فیکون سے وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں یعنی بلا مہلت حاصل ہونا ما



یتعلق به ارادة الله سبحانه كاشل بلا توقف اطاعت کرنے مامور مطیع کے۔

اور یہ آیت اذا اراد شيئا انما يقول له كن فيكون جو خان صاحب بہادر نے لکھا ہے سارے قرآن میں الحمد سے والناس تک نہیں ہے، ہاں سورہ طہ میں کے اخیر اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون ہے جس کو خان صاحب بہادر نے تحریف کر کے انما يقول له خانه ساز آیت بنا دی ہے۔

نیز جب انما جزائے شرط واقع ہوا ہے تو قرآن میں اس پر کلمہ فا آیا ہے جیسا کہ پہلے سپارہ کے چودھویں رکوع اور تیسرے سپارہ کے تیرھویں رکوع اور سوٹھویں سپارہ کے چوتھے رکوع اور چوبیسویں سپارہ کے گیارھویں رکوع؛ ان چاروں موقعوں میں فانما يقول له كن فيكون ہے اور بہ اعتبار قاعدہ نحو کے بھی جو نحوی انما کے مدخول کو جملہ اسمیہ جانتے ہیں ان کے نزدیک اس فا کا آنا واجب اور لازم ہے۔ اور مضارع مثبت پر ہی فا کا آنا مستحسن ہے۔ پس ایسے کلام مخالف مقتضائے مقام کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت جہالت ہے اور قائل کی بے علمی پر تمام تر دلالت ہے۔

قولہ: آية للناس کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بہ طور ایک نشانی معجزہ پیدا کیا تھا محض بے جا ہے۔ اس لیے کہ بے باپ کے پیدا ہونا (اگر بالفرض ہوا بھی ہو) ایسا امر مخفی ہے جو کسی طرح (آیہ للناس) نہیں ہو سکتا۔ (ص: ۳۳)

اقول: آیت کے معنی لغت کی رو سے علامت کے ہیں پس ولنجعله آية للناس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بن باپ کے پیدا کر کے لوگوں کے لیے اپنی کمال قدرت پر علامت اور نشان بنایا ہے اور اس آیہ للناس کو مخفی امر بتانا مشہورات اور متواترات سے انکار کرنا ہے۔ ساری عوام اور علما کی زبانوں پر مذکور اور کتابوں میں مسطور ہے کہ حضرت مریم کو بدون شوہر کے لڑکا ہوا۔

گر نہ بیند روز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے قرآن مجید میں یہ حکایت فرمائی ہے :

اِنِّى قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ اِنِّى اَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ اِلی۔ اِنِّى فِی

ذٰلِكَ لَايَةٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۴۷۳)

یعنی حضرت مسیح نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے اپنی راسخی پر علامت لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مٹی سے چٹکھی کی صورت بنا کر اس میں پھونکتا ہوں وہ اڑ جاتا ہے خدا کے حکم سے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں خدا کے حکم سے اور تم کو بتا دیتا ہوں جو کھا کر آئے ہو اور جو گھر میں ذخیرہ گھر میں رکھتے ہو بے شک تمہارے لیے علامت ہے یعنی میری راسخی پر اگر تم ایمان دار ہو۔

یہ ترجمہ ہے آیاتِ قرآنی کا سورۃ آل عمران سے جہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا ذکر خیر ہے۔ بس اب قرآن سے ثابت ہوا کہ آیت کے معنی معجزہ کے ہیں جو علامت صدق اس نبی کا ہوتا ہے جس سے بحکم خدا ظاہر ہو۔ بس حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا بھی ان کا معجزہ ٹھہرا ایمان داروں کے واسطے اور بے ایمان خواہ انکاری ہے پڑے کریں۔

قولہ: بکلمۃ منہ کے الفاظ یا کلمتہ القاہا الی مریم کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ (ص: ۳۳)

اقول: بکلمۃ منہ کو الفاظ کہنا اور لم یمصنی بشر و لم اک بغیا کو لفظ بولنا خان صاحب بہادر کی دانش مندی کی دلیل ہے۔ اب جن الفاظ قرآن کو وہ کہتے ہیں کہ یہ بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے، فقیر انہیں سے ثابت کر دکھاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ پہلے الفاظ بکلمۃ منہ کے واقع میں اس آیت کریمہ میں کہ

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰ مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يَبۡشُرُكَ بِكَلِمَةٍ مِّنۡهُ اَسْمٰءُ الْمَسۡبُوۡحِ  
عِيسٰى بِنۡ مَّرۡيَمَ وَ جِيۡتَہَا فِی النَّبَاِ وَالْاٰخِرَةِ وَ مِمَّنۡ الْمُقَرَّبٰٓیۡنَ ۝

یعنی جب کہا جبریل نے: اے مریم! بے شک اللہ تجھے مژدہ دیتا ہے ساتھ کلمہ کے اپنی طرف سے یعنی فرزند کے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں صاحب جاہ اور مقربین درگاہ سے ہے۔

پھر اس آیت کے بعد حضرت مریم کے استبعاد کا ذکر ہے کہ

قَالَتْ رَبِّ اَنْتَ اَنْتَ يَكُوْنُ وَاَلَدٌ وَاَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرًا .

پھر اس کے جواب میں فرمایا :

كَذَلِكَ

یعنی مثل اس فرزند کے جو تجھے بن باپ پیدا ہوگا۔

اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

خدا پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اِذَا قَضَىٰ اَمْرًا .

جب ارادہ کرتا ہے کسی کی پیدائش کا۔

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (سورۃ آل عمران: ۴۷/۳)

یعنی بے شک اس کے ارادہ پر وہ شے جلد پیدا ہو جاتی ہے۔

پس اب عاقل دین دار پر بخوبی روشن ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے بکلمۃ منہ کی تفسیر اسمہ

المسیح عیسیٰ بن مریم فرمائی اور عیسیٰ کو ماں کی طرف منسوب کیا، حالاں کہ عرب کے محاورہ

میں ہمیشہ بیٹے کو باپ کی طرف نسبت کرتے ہیں تو کلمۃ یعنی فرزند کو اول خدا کی طرف سے کہنا پھر

ابن مریم بتانا پھر حضرت مریم کے بن باپ فرزند ہونے کی استبعاد کو دور کرنا اور اپنی کمال قدرت کا

اظہار فرمانا پوری پوری دلالت کر رہا ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے، خواہ خان صاحب بہادر

اپنی زبان سے انکار ہی کرتے جائیں۔

اب فقرہ کلمۃ القاها الی مریم کا حال سنو کہ وہ اس آیت اخیر سورۃ نسا میں واقع ہے کہ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَاَلَّا تَقُوْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ

عِیْسٰی بِنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقٰہَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۝

(سورۃ نساء: ۱۷۱/۳)

یعنی اے اہل کتاب! حد سے نہ بڑھو اپنے دین کی بات میں اور نہ بولو اللہ پر مگر سچی

بات۔ مسیح تو عیسیٰ بن مریم ہی ہے، خدا کا رسول اور اس کا حکم جو ڈالا طرف مریم کی اور

روح ہے اس سے یعنی خدا کی طرف سے۔

جب نصاریٰ نے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کے سبب خدا کا بیٹا کہہ دیا تو حق تعالیٰ نے اس آیت میں ان کو فرمایا کہ مسیح کی تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو اور خدا کی شان کو بیٹہ نہ لگاؤ، عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں ہے مریم کا بیٹا ہے، خدا کا رسول ہے، خدا کا حکم ہے، مریم کی طرف ڈالا جس سے عیسیٰ پیدا ہوا یعنی بن باپ خدا کے حکم سے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ بہت سے نبیوں کے ذکر قرآن مجید میں ہیں کسی کے بارے میں حق تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ و کلمتہ القاہا الی ام موسیٰ او الی ام مریم مثلاً پس حضرت مریم کا و کلمتہ القاہا سے منسوب فرمانا دلالت کرتا ہے اس پر کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور کسی کا انکار کسی شمار میں نہیں ہے۔

قولہ: سورہ مریم میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ان سے بن باپ کے پیدا ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کے رویا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے انسان کی صورت دیکھی جس نے کہا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو بیٹا دوں اس کے بعد جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر فسی تعقیب کی آئی ہے جیسے کہ فحملتہ، فاجاءھا المخاص مگر اس فی سے اتصال زمانی مستبط نہیں ہو سکتا جیسے کہ مثال مذکور بالا سے ظاہر ہے، کیوں کہ ان کے حاملہ ہونے اور روزہ پیدا ہونے میں اتصال زمانی نہ تھا۔ (ص: ۳۵)

اقول: قصہ حضرت مریم واقعہ سورہ مریم کو رویا یعنی خواب کا واقعہ بیان کرنا قرآن سے منکروں کا کام ہے۔ دیکھو سورہ مریم میں ابتداءے قصہ حضرت مریم کے:

وَ اذْکُرْ لِّی الْکِتَابِ مَرْیَمَ ۔

یعنی یاد کرو قرآن میں قصہ مریم کا۔

اور اس سے پہلے ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ عَبْدَهُ زَکْرًا آیا ہے۔

پھر اسی سورہ میں ہے:

وَ اذْکُرْ لِّی الْکِتَابِ اِبرٰہِیْمَ اور وَ اذْکُرْ لِّی الْکِتَابِ مُوسٰی اور وَ اذْکُرْ لِّی

الْکِتَابِ اسمٰعیلَ اور وَ اذْکُرْ لِّی الْکِتَابِ اِذْرِیْسَ ۔

اور علی ہذا القیاس دوسری جگہ بھی قرآن شریف میں جو نبیوں کے قصے مذکور ہوئے ہیں تو ایسا ہی فرمایا ہے جیسا کہ سورہ ص میں آیا ہے :

وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اٰیُوْبَ اور وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ وَ اسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اور  
وَ اذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْکِفْلِ .

تو ان سب بزرگ وار کے حالات واقعی و واقعات نفس الامری و بیداری کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے جیسا کہ سب اہل اسلام سے بڑھ کر سارے اہل کتاب کا اسی پر اتفاق ہے مگر خان صاحب بہادر جو قصہ واقعی بیداری حضرت مریم کو خواب سے تعبیر کرتے ہیں تو انہوں نے تمام قصص قرآنی کو خواب اور خیال ہی مقرر کر چھوڑا ہے۔ اعوذ باللہ من الحور بعد الکور .

راہِ حق تو یہ ہے کہ خواب کی تعبیر بھی بحکم قرآن راست ہوتی ہے وقوع میں آجاتی ہے اور ان خان صاحب بہادر نے تو قرآن مجید کو معاذ اللہ محض مجاز اور لغز چیتان مقرر کر چھوڑا ہے جیسا کہ اس رسالہ کے ناظرین کو اس پر یقین حاصل ہو سکتا ہے، لیجیے دُور نہ جائیے اس نئے مفسر نے آیت فتمثل لہا بشرا سويا سے عالم مثال نکال کر خواب کی بات قرار دے دی ہے جس پر اطفال صرف خواں بھی دل کھول کر ہنسیں گے کہ کہاں لفظ مثال جس سے عالم مثال یعنی خواب مراد رکھا ہے اور کہاں باب تفعّل مجرد کے معنی مرادی لے کر مزید فیہ میں بھی وہی معنی مستعمل کرنے سخت بے علمی ہے اور بعینہ یہ واقعہ ویسا ہے جیسا کہ لنگوٹی پوش داڑھی مونچھ منڈانے کی دلیل کلاسوف عملوں بیان کیا کرتے ہیں۔ غور کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا .

اور بعد اس کے کلمہ حصر سے آتا ہے :

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ لِاَهْبَ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ (سورہ مریم: ۱۹/۱۹)

اور خان صاحب بہادر اس کو خواب اور خیال میں منحصر کر رہے ہیں، قرآن شریف کو چیتان بنانا نہیں تو اور کیا ہے۔ و کفی باللہ العزیز منتقما .

اور خدا شاہد ہے۔ و کفی باللہ شہیدا۔ کہ فقیر نے جو کچھ لکھا ہے اور لکھ رہا ہے قرآن محفوظ کی حمایت اور دین متین اور انبیاء مرسلین کی نصرت کی رو سے ہے ابتغاء لمرضات اللہ

فی الدارین و طلبا لشفاعۃ سید المرسلین فی الملونین صلوة اللہ و سلامہ علیہ  
وإخوانہ و عترتہ أجمعین .

باقی رہا یہ دعویٰ کہ فحملتہ، فاجاء ہا المخاض پر فی تعقیب کی آئی ہے اور اس فی سے  
اتصال زمانی کا مستبط نہیں ہو سکتا۔ انتہی۔

سو یہ بھی محض باطل اور بلا دلیل ہے۔ طالب علم شرح مائتہ عوامل اور ہدایۃ النخو خان بھی جانتے  
ہیں کہ فاعاطفہ ترتیب بلا مہلت کے واسطے ہوتی ہے۔ کافیہ کی شرح میں عارف جامی لکھتے ہیں :

و الفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بغير مهلة . انتہی .

مختصر معانی میں ہے :

فالثلث تشترك فی تفصیل المسند إلا ان الفاء تدل علی التعقیب من

غير تراخ و ثم علی التراخی وحتى مثل ثم الخ . انتہی .

اور ایسا ہی مطول میں لکھا ہے۔

اور اتقان فی علوم القرآن میں فا کی تین قسم ترتیبیہ، تعقیبیہ، مسببہ لکھ کر تصریح کی ہے کہ فا  
تعقیبیہ میں تراخی نہیں ہوتی ہے۔

پس خان صاحب بہادر کا فا تعقیبیہ میں اتصال زمانی کا انکار کرنا نہایت بے علمی کی دلیل ہے  
جس کو فا اور فی کے لکھنے میں تمیز نہ ہو بعینہ فاعاطفہ کو بہ صورت فی جا رہیہ تحریر کرے تو اس کو ان حروف  
کے معانی پہچاننے کی کب استعداد ہوگی!۔

حکایت کرتے ہیں کہ ابی علی فارسی ایک شخص کا شہرہ علم سن کر اس کی ملاقات کو آئے، اس کے  
پاس ایک ورق لکھا پڑا تھا، ابی علی نے اس کی چند سطریں پڑھ کر پوچھا کہ یہ کس کا لکھا ہوا ہے؟ اس  
نے کہا: میرا لکھا ہوا ہے۔ تو ابی علی بولے: الف کو آپ نے بہ صورت یا لکھا ہے، میں تو تمہارے فضل  
و کمال کو سن کر آیا تھا فسوس میرا وقت ضائع ہوا کہ ایسے بے تمیز کے پاس آیا فوراً اپنے مکان کو واپس  
آئے۔

فقیر کہتا ہے کہ اگلے وقتوں میں ایسے شناس تھے اب ایسے لوگ جو الف اور یا میں تمیز نہیں  
کرتے وہ مہدی ثانی بن کر قرآن مجید کی تفسیریں لکھ کر پہلے سب مفسرین کی غلطیاں نکالتے ہیں اور



خود حرفوں کے نام لکھنے اور معنی بیان کرنے میں پامالی اطفال ہو رہے ہیں۔

پھر عجب تر یہ ہے کہ اس زمانے کے اُردو خوان جو تقییداتِ شرعیہ کو ناپسند کر کے ملحدانہ چال مرغوب جانتے ہیں اور ایسا ہی بعض نام کے مولوی دنیاوی لالچ میں مبتلا ہو کر اس کی تفسیر کو نہایت دل پذیر اور ناسخ تفاسیر جان کر اس کے پڑھنے پڑھانے چھپوانے میں کوشش کر رہے ہیں۔ و  
سِیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اِیَّیْ مَنْ قَلْبٍ یَنْقَلِبُوْنَ .<sup>۱</sup>

اور یہ دعویٰ کہ ان کے یعنی حضرت مریم کے حاملہ ہونے اور درِ روزہ شروع ہونے میں اتصالِ زمانی نہ تھا، انتہی، باطل ہے اور اس سے زیادہ ہم اس کے باطل ہونے کی وجہ کیا لکھیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے کلمہ فا جو تعقیب بلا مہلت کے واسطے موضوع ہے اس پر داخل فرمایا ہے۔ جس سے اہل ایمان کو ایقان ہے کہ ان کے حاملہ ہونے اور درِ روزہ شروع ہونے میں بلاشبہ اتصالِ زمانی تھا۔

لوقا کی انجیل سے جو خان صاحب بہادر نے جننے کے دن سے پورے ہونے کے فقرہ سے مدتِ حمل نو مہینے نکالی ہے غلط ہے، کیوں کہ اس کے آگے لکھا ہے کہ فرشتے نے اسی روز بشارت دی اور اسی روز لڑکا پیدا ہو۔ اور تفسیر کبیر وغیرہ کی روایات کا حال ہم لکھیں گے کہ خود صاحب تفسیر کبیر نے ان کو مخالف الفاظ قرآن بیان کیا ہے۔

قولہ: اس بات کے سمجھنے کے بعد آیات سورہ مریم پر غور کرنا چاہیے کہ جب حضرت مریم نے اپنی روایا میں انسان کو دیکھا تو انہوں نے کہا :  
اِنِّیْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ اِنْ كُنْتُ تَقِیًّا  
اس نے کہا :

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَبِّكَ لِاَهَبَ لَكَ غُلَامًا زَكِیًّا .

حضرت مریم نے کہا :

اِنِّیْ یَكُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَّلَمْ یَمَسِّنِیْ بَشْرًا وَّلَمْ اَلْکُ بِغِیًّا .

اس نے کہا :

كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰی هٰٓئِیْنٍ وَّلِنَجْعَلُهٗ اٰیةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا .

اس کے بعد ہے :

فَحَمَلَتْهُ بِنِ اس حرف فی سے جو حملتہ پر ہے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بہ مجرد اس گفتار کے حضرت مریم حاملہ ہو گئی تھیں بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے بعد کسی زمانہ مابعد میں وہ حاملہ ہوئیں جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلاشبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا لیکن اس کے بعد ان کا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں۔ (ص: ۳۵، ۳۶)

اقول: ان آیات سے ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور رویا کا جواب بھی اوپر لکھا گیا ہے اور قاعے فحملتہ اور فاجاءها المنخاض سے حسب موضوع لہ اس کے متحقق ہو چکا ہے کہ بہ مجرد اس گفتگو کے حمل اور روزہ ہونے لگ گیا تھا۔

اور اس امر کا قائل ہونا کہ حضرت مریم کا بعد اس گفتگو کے یوسف سے خطبہ ہوا اور وہ اپنے خاوند سے حاملہ ہوئیں۔ اٹھی۔ قرآن کے فرمان سے انکار کرنا اور نبی برحق کی شان والا کا انتقاص کرنا اور حضرت مریم کی عفتِ کلیہ میں خلل ڈالنا ہے جس کی نسبت خداے عظیم کے روبرو حساب دینا اور عذاب الیم میں گرفتار ہونا پڑے گا :

من آنچه شرط بلاغ ست با تو میگویم تو خواہ پند از ان در پذیر خواہ ملال

و الله هو الهادي إلى الصراط المستقيم .

رہا یہ کہ خان صاحب بہادر نے جو انسی اعوذ بالرحمن کی جگہ اعوذ باللہ لکھا ہے تو یہ تحریف قرآنی ہے۔ ہمیشہ تحریف معنوی کرتے کرتے اس جگہ تحریف لفظی بھی کر دی ہے۔

قولہ: اسی طرح فانت بہ قومہا تحملہ کی 'فی' کا حال ہے کہ وہ ولادت کے زمانہ سے متصل نہیں ہے بلکہ امر ولادت کے بعد کسی زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہ واقع ہوا۔ اور ابوالقاسم ملکی کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ جو ان کے ہونے کے قریب تھے جب یہ واقعہ ہوا تھا، چنانچہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے الی قولہ غرضے کہ علمائے مفسرین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم حضرت عیسیٰ ولادت کے متصل نہ تھا۔ (ص: ۳۶)

اقول: جیسا کہ حال قاعے فحملتہ اور فاجاءها المنخاض کا ہے کہ اس میں ترتیب اور تعہیب بلا مہلت ہوتی ہے ویسے ہی حال ہے قاعے فانت بہ قومہا تحملہ کا ہے۔ اگر پہلی اسناد

سے بہ سبب کسی قدر دُور ہونے کے غفلت ہو گئی ہو تو اور بھی سن لیجئے۔

کافیہ کی شرح غایۃ التحقیق میں لکھا ہے :

و الفاء للترتیب مع الوصل و ثم مثلها ای مثل الفاء فی الترتیب لکن بمهلة . انتھی .

مطول میں بعد ذکر و اؤ و فا و ثم لکھتے ہیں :

فهذه الثلاثة مشترك في تفصيل المسند و تختلف من جهة ان الفاء يدل على ان ملابسة الفعل للتابع بعد ملابسته للمتبوع بلا مهلة و ثم كذلك مع مهلة و حتى مثل ثم إلا أن فيه الخ . انتھی .

غور کرو کہ تمام علمائے نحو و معانی و اصول متفق ہیں اس پر کہ فا کے تابع اور متبوع میں اتصال ہوتا ہے اور خان صاحب بہادر اس اتصال کے منکر ہیں، مگر بے شک قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب حضرت مریم کو دروزہ لگی تو انہوں نے اس فکر سے کہ بن شوہر جو بچہ پیدا ہوا تو لوگوں میں سخت رسوائی ہوگی کہا: کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور نسیا منسیا ہوتی جیسا کہ اس قدر لکھا گیا ہے تو اس حالت میں ان کے نیچے سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے یہ قول اقرب الی الصواب یا جبرئیل امین نے آواز دیا کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ پیدا کیا ہے اور ہلا اپنی طرف سے کھجور کی جڑ کو اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں پس کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ سو جب تو دیکھے کسی آدمی کو تو کہہ: میں نے نذر مانی ہے خدا کے واسطے روزہ پس آج کے دن ہرگز کسی سے کلام نہ کروں گی۔ کذانی موضح القرآن۔ یہ ترجمہ ہے آیات قرآن کا جن میں حضرت عیسیٰ کے پیدا ہوتے ہی بات چیت کرنے کا اور چشمہ نکلوا دینے اور تنہ کھجور سے پکی کھجوریں اتروادینے کا بہ شہادت قرآن مجید معجزہ ظاہر ہے۔

پھر بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَاتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِيلُهُ

یعنی پس لائی اس کو اپنی قوم کے پاس گود میں لے کر

قَالُوا يَمْرَيْمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا

لوگوں نے کہا: اے مریم! تو بری چیز لائی یعنی بن شوہر بچا جن لائی۔  
 يٰاَحْتِ هٰرُونَ مَا كَانَ اَبُوكَ اَمْرًا سَوِيًّا وَ مَا كَانَتْ اُمَّكَ بَغِيًّا .  
 اے ہارون کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تھی تیری ماں زانیہ یعنی تو اچھے  
 خاندان کی لڑکی تھی یہ اچھا بن باپ لڑکا کہاں سے لے آئی۔  
 فَاشَارَتْ اِلَيْهِ .

پس مریم نے اشارہ کیا طرف اس کے یعنی حضرت عیسیٰ کے  
 قَالُوْا كَيْفَ نُنْكَلِمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا .  
 بولے: کیوں کر بات کریں ہم اس سے جو گود میں ہے لڑکا۔

تب حضرت عیسیٰ نے ان کو یہ جواب دیا جو باری تعالیٰ نے ان سے حکایت فرمائی ہے :  
 قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِي الْكِتٰبُ وَ جَعَلَنِي نَبِيًّا وَ جَعَلَنِي مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ وَ  
 اَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَ بَرًّا بِوَالِدَتِي وَ لَمْ يَجْعَلْنِي  
 جَبْرًا اَشَقِيًّا وَ السَّلَامُ عَلٰى يَوْمٍ وُلِدْتُ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝  
 (سورہ مریم: ۱۹/۲۸-۳۳)

اب اس قصہ میں غور کرنے سے بحکم الفاظ قرآن مجید یہ معجزہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت  
 عیسیٰ نے اپنی والدہ کی گود میں کلام فرما کر اپنے تئیں خدا کا بندہ بہت نیکوں کا بلکہ نیکو کار سردار بنا کر  
 اپنی والدہ شریفہ سے لوگوں کا طعنہ دُور کیا کیا معنی کہ نطفہ حرام سخت بدکار ہوا کرتا ہے۔

خان صاحب بہادر ان تمام آیات کو درمیان سے اڑا کر صرف فاتت بہ قومہا تحملہ کا  
 ایک فقرہ آیت لکھ کر پھر اس کے بعد میں کئی آیتوں کو حذف کر کے حضرت عیسیٰ کے کلام کرنے سے  
 باب میں تفسیر ابن عباس اور تفسیر کبیر سے نقلیں لکھنے لگے اور اخیر میں اس کا نتیجہ نکالا کہ عاصم بن  
 بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم حضرت عیسیٰ ولادت کے متصل نہ تھا۔ سو فقیر کہتا ہے کہ اس میں خان  
 صاحب بہادر نے بہت سی غلطیاں کی ہیں :

پہلی غلطی یہ ہے کہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کوئی بھی تفسیر نہیں ہے اور یہ تو مشہور ات  
 مقررات سے ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ سعادت نشان میں کوئی تصنیف نہیں ہوئی۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ خان صاحب بہادر اپنے آپ کو مجتہد جانتے اور مفسرین محدثین وغیرہم سب کی غلطیاں نکالتے ہیں۔ اب اس جگہ تفسیروں کی طرف کیوں رجوع لائے، اپنی ہوا کے حکم سے کیوں نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ نے تکلم فی المہد جیسا کہ منصوص قرآنی ہے ہرگز نہیں کیا جس طرح اپنے خیالاتِ نفسانی سے حضرت عیسیٰ کو خلاف حکم قرآن کا یوسف کا بیٹا بنا رہے ہیں۔ واللہ عزیز ذوا انتقام۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ تفسیر کبیر سے اول نقل کیا کہ یہ کلام کرنا حضرت مسیح کا نزدیک جمہور کے صغریٰ میں یعنی والدہ کی گود میں واقعہ ہوا پھر ابو القاسم بلخی کے قول کو کہ یہ کلام کرنا قرب بلوغ کے تھا نقل کر کے بعد اس کے جو صاحب تفسیر کبیر نے اس قول کو بدیں عبارت رد کیا ہے :

اما قول ابی القاسم البلخی فبعید و ذالک لان الحاجة الی کلام عیسی عند وقوع التهمة علی مریم علیہما السلام .

ہضم کر گئے اب سخت پاسداری سخن کی خان صاحب بہادر کی عادت ہونے کا کمال یقین ہوا کہ ایک تفسیر کی سند سے اسی تفسیر کے مردود قول کو اپنی دلیل بنا لیا اور اس میں سرقہ کیا۔ چوتھی غلطی یہ ہے کہ صاحب تفسیر کبیر نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو کہ مدت حمل کی ایک ساعت تھی دو وجہ سے بحکم قرآن مستند کیا ہے: اول یہ ہے کہ قالے فحملت فانتبذت به، فاجاءها المخاض، فناذاها من تحتها سے جو تعقیب بلا فصل کے واسطے سے ثابت ہے کہ مدت حمل کی ایک ساعت ہی تھی۔

دوم یہ کہ آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کن فیکون سے ہوئی ہے جس میں مدت حمل معتاد کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ وہ مدت اس حمل میں متصور ہے جو نطفہ سے ہی ہو۔

چنانچہ یہ مضمون تفسیر کبیر کی پانچویں جلد کے ص ۷۸۲ میں موجود ہے۔ تو اس قول کو جو قرآن سے مستند ہے خان صاحب بہادر اپنی زبان سے جھوٹ اور خلاف کہتے جاتے ہیں اور جھوٹی اور مخالف قرآن کی باتوں کو سچ سچ بناتے آتے ہیں۔ واللہ یحق الحق وهو خیر الفاصلین۔ اب اس روایت تفسیر کبیر سے وہ روایت کہ مدت حمل کی نو مہینے تھی جس کو خان صاحب نے



انجیل لوک کی روایت کے بعد نقل کیا تھا اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ حال اس کا آگے لکھیں گے باطل ہو گئی، کیوں کہ وہ قرآن کے برخلاف ہے جب خان صاحب بہادر نے ایک دو تفسیروں کی سند سے اپنے خیال سے اپنا مطلب ثابت کرنا چاہا حالانکہ کچھ بھی ثابت نہ ہوا، تو اب ہم بھی ایک دو تفسیروں سے قولِ حق کی تائید کریں تو کچھ مضائقہ ہوگا۔ اتقان فی علوم القرآن میں لکھا ہے :

عیسیٰ بن مریم بنت عمران خلقه الله تعالى بلا اب . انتھی .

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کو بن باپ پیدا کیا۔

علامہ محمد طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں نووی شرح صحیح مسلم اور طیبی شرح مصابیح سے لکھتے ہیں کہ

حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ کے نام سے موسوم ہوئے، اس لیے کہ کلمہ کن سے بن باپ پیدا کیے گئے یا اس لیے کہ انھوں نے لڑکپن یعنی والدہ کی گود میں کلام کی۔ ص ۲۲۷ مطبوعہ نول کشوری۔

اور تفسیر معالم التنزیل وکبیر وغیرہما میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی والدہ کی گود میں دودھ پی

رہے تھے جب یہود کی بات سنی کہ ان کی والدہ پر تہمت لگاتے ہیں تو آپ نے دودھ کا پینا چھوڑ دیا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر دائیں ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا :

انی عبد اللہ - ۳ - و یوم ابعث حیا .

اب ثابت ہوا کہ علمائے مفسرین بہ دلالت قرآن مبین تسلیم کر رہے ہیں کہ تکلم حضرت عیسیٰ

ولادت کے متصل تھا۔ فللہ الحمد۔

خان صاحب بہادر کا یہ خام خیال کہ پہلے عقائد فی زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کو موثر نہیں، اب

نیا علم کلام چاہیے جو ہم نے لکھا ہے۔ اھ۔ (جیسا کہ خان صاحب بہادر نے اس مضمون کا ایک لیکچر

مشتہر کیا ہے۔) تحریف بلکہ نسخ شرع شریف ہے جب اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم

الایۃ۔ فرمادے تو اس دین متین میں تبدیل کرنے والا کب مسلمان کہائے!۔ ہادی حقیقی ان کو اور

ان کے پیرووں کو راہِ راست پر لائے۔

قولہ: قرآن مجید میں صاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ایسے وقت میں ہوا تھا جب حضرت عیسیٰ نبی

ہو چکے تھے کیوں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ انی عبد اللہ اتنی کتاب وجعلنی نبیاً تاریخ پر

اور انجیلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بارہ کی عمر تھی۔ دیکھو انجیل لوقا باب



۲ جب انہوں نے بیت المقدس میں یہودی عالموں سے گفتگو کی۔ الخ۔

اقول: حضرت مسیح ماں کے پیٹ سے نکلتے نبی تھے اور یقیناً یہ گفتگو اسی وقت کی ہے جس پر قرآن مجید صاف صاف شہادت دے رہا ہے اور تفسیروں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے جس میں جی چاہے دیکھ لو خصوصاً تفسیر کبیر جس سے خان صاحب بہادر بھی سند لاتے ہیں اس کی پانچویں جلد کے ص ۷۹۲ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ لڑکپن میں نبی تھے۔ (ص ۲)

پس ثابت ہوا کہ لڑکپن میں نبی ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور آیت اتنیسی الکتاب و جعلنی نبیا صاف دلالت کر رہی ہے اس پر کہ حضرت عیسیٰ لڑکپن میں ہی نبی تھے۔ پس واجب ہے کہ ہم اس کو اپنے ظاہر پر جاری رکھیں۔ (ص ۱۸، ۱۹)

اور یہ جو انجیل لوقا سے خان صاحب بہادر نے لکھا ہے کہ یہودی عالموں نے حضرت مریم سے کہا کہ تیرے ماں باپ تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب یعنی بد مذہب لڑکا جنا ہے تب حضرت مسیح کو والدہ اٹھالائیں تو اس وقت بارہ برس کی عمر میں آپ نے کہا: انی عبد اللہ اتانی الکتاب۔ انتھی۔ محض جھوٹ ہے۔ اس انجیل کے دوسرے باب میں یہودی عالموں سے بارہ برس کی عمر میں ایسی گفتگو کرنے کا ذکر کوئی نہیں ہے، جس کا جی چاہے انجیل لوقا باب ۲ مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۵ء میں دیکھ لے۔ اور ظاہر کہ خان صاحب بہادر کا انجیل کو اپنی خیالی ممکنات سے رد کر دیا ہے تو اس کی بات کے مردود ہونے میں کیا شک ہے غرض کہ علمائے مفسرین کی تسلیم وغیرہ جو کچھ لکھا ہے سب غلط ہے کسی عبارت اور مضمون میں خان صاحب بہادر سرقہ کر دیتے ہیں کسی کتاب کی طرف جھوٹا حوالہ لکھ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم نصیب کرے۔

قولہ: قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا کلام کیا تھا۔ قرآن مجید کے یہ لفظ ہیں: كَيْفَ نُنَكِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اس میں لفظ 'كان' کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیوں کر کلام کریں جو مہد میں تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لائق نہیں الخ۔ (ص ۳۷)

اقول: خان صاحب بہادر جیسے خود پسند کم علموں کو خوب خوش کر سکتے ہیں اور اہل منصف مزاجوں کے نزدیک ان کی بات سراسر واہیات اور دھوکہ دہی ثابت ہو رہی ہے۔ دیکھو لفظ کان

کے قرآن مجید میں آٹھ معنی ہیں: ماضی منقطع، حال، استقبال، دوام استمرار بمعنی صار، بمعنی یبغی، بمعنی حدث وجد، تاکید کے واسطے جس کو زائد بھی کہتے ہیں جیسا کہ اتقان فی علوم القرآن میں یہ اقسام مع ان کی مثالوں کے مذکور ہیں۔ اور خاص یہ کان جو کیف نکلّم من کان فی المهد صبیّا میں واقع ہے اس کی نسبت سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ماضی منقطع کے معنی میں مستعمل نہیں جو معنی خان صاحب بہادر کر رہے ہیں بلکہ تفسیر کبیر اور نیشاپوری اور مدارک اور بیضاوی اور ابوالسعود وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ کان تامہ ہے بہ معنی وجد و حدث کے۔

پس آیت کے معنی یوں ہوئے ہم کیوں کر کلام کریں اس سے جو ماں کی گود میں لڑکا شیر خوار پایا گیا ہے۔ اور صاحب تفسیر کبیر و نیشاپوری نے اسی معنی کو پسند کیا ہے اور محی السنہ قاضی بیضاوی اور مفتی الثقلین ابوالسعود نے اس کان کو واسطے تاکید کے یعنی زائدہ بھی لکھا ہے جس کی رو سے معنی یوں ہوئے: ہم کیوں کر کلام کریں اس سے جو ماں کی گود میں لڑکا ہے شیر خوار۔ اور مفسرین نے جو یہ معنی کیے ہیں تو اس آیت کو دوسری دو آیتوں سے تطبیق دینے کے لیے جو سورہ آل عمران اور سورہ مائدہ میں ہیں جن میں نکلّم فی المهد منصوص ہے، اور کان کا لفظ مذکور نہیں اور نہ وہاں گنجائش ہے جیسا کہ اپنے موقع پر ہم آئندہ ان کو لکھیں گے اور خان صاحب بہادر کی ہٹ دھرمی اور ناحق پرستی ظاہر کریں گے۔

قولہ: اور بالفرض حضرت عیسیٰ نے اگر مہد میں کلام بھی کیا ہو تو اس سے ان کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کیوں کر استدلال ہو سکتا ہے۔

قولہ: اگر اس وقت یہودیوں کی مراد اس سے تہمت بد نسبت حضرت مریم کے اور ناجائز مولود ہونے کے نسبت حضرت عیسیٰ کے ہوتی تو ضرور حضرت عیسیٰ اپنے جواب میں اپنی اور اپنی ماں کی بریت اس تہمت سے ظاہر کرتے۔ (ص ۳۷، ۳۸)

اقول: بالفرض کیا فی الحقیقت اور فی نفس الامر بہ حکم نافذ قرآن حضرت مسیح نے ماں کی گود میں وہ کلام معجز نظام ہدایت فرجام فرمائی جیسا کہ مذکورات ماسبق سے ناظرین باطمینان کو یقین آپکارتے اور صرف اس تکلم فی المہد سے کسی نے بھی اہل علم میں سے ان کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال نہیں کیا ہے بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے ثابت ہوا ہے کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے جیسا کہ کچھ ان میں سے اوپر مذکور ہوئی ہیں اور کچھ آئندہ مسطور ہوں گی اور اس وجہ سے کہ یہود مراد نے حضرت

مریم سے جب یہ طعنہ کیا کہ تمہارے والدین تو بدکار نہ تھے تم یہ بری چیز یعنی بن باپ لڑکا کہاں سے لے آئی تو آپ نے جو یہ جواب دیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں یعنی وہ خدا جو صاحب کن فیکون کا ہے اور اس پر لڑکا بن باپ پیدا کرنا آسان ہے۔ تو اس سے بھی پایا گیا کہ آپ ضرور بن باپ ہیں۔

نیز یہ تکلم فی المہد جو خرقِ عادت ہے اس نے دلالت کی بن باپ پیدا ہونے پر اس وجہ سے بھی کہ جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اس کا تکلم فی المہد خلافِ عادت ہے اور جو بدونِ نطفہ کے صرف خدا کے حکم سے پیدا ہوا اس لیے اس پر تکلم فی المہد بھی آسان ہے چنداں مستبعد نہیں ہے۔ اور سارے اہل علم متفق ہیں اس پر کہ یہود مردود نے حضرت مریم پر تہمت لگائی جو قرآن کے طرزِ بیان سے صاف عیاں ہے جس کی بریت کے واسطے حضرت مسیح نے اپنی بخوبی تعریف فرمائی اور ثابت کیا کہ میں جو نبی صاحب کتاب نیک اعمال پسندیدہ چلن چال اپنی والدہ کا فرمان بردار اسے نیکو کار ہوں یعنی وہ والدہ جس نے حق تعالیٰ کی نذر میں مقبول ہو کر پشتوں کے کھانے کھا کر عبادت الہی میں نشوونما پایا ہے تو ایسے ولد اور والدہ پر تہمت لگانا نرا جاہلوں کا کام ہے جس کو بتصریح جواب دینا اور محلِ خطاب سمجھنا امر نافر جام ہے کہ جوابِ جاہلاں خاموشی باشد۔ خموشی مع ہذا کنایۃ جوابِ شافی بھی دیا گیا کہ ایسی ماں بیٹا ظاہر اور باطن کے پاک ممکن ہی نہیں کہ بدکار اور مولود ناجائز ہوں اور اہل علم پر بخوبی روشن ہے کہ: الکنایۃ ابلغ من التصریح والتلویح اشد من التوضیح۔

قولہ: نفخ روح حضرت عیسیٰ میں کچھ دلیل ان کے بن باپ ہونے کی نہیں ہو سکتی تمام انسانوں کی نسبت خدا تعالیٰ نے نفخ روح کیا ہے جیسے سورہٴ تنزیل میں فرمایا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ثُمَّ سَوَّاهُ وَ  
نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ .

پس جس طرح کہ اور تمام انسانوں میں اپنی روح نفخ کرتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ میں بھی

کی تھی۔ (ص: ۳۹)

اقول: خان صاحب بہادر قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی کرتے کرتے اب حد سے بڑھ گئے خوفِ خدا اور حیا کے دشمن ہو گئے۔ دیکھو اس قول میں ایک محض جھوٹے دعویٰ پر قرآن مجید میں تحریف کر کے سند قائم کر دی ہے، کیا معنی کہ چھٹی آیت سورہٴ سجدہ کی ابتدا سے الذی احسن کل

شی خلقه و بدا کو حذف کر کے خلق الانسان من طین مصدر مفعول کو فعل ماضی بنا کر اس سے کلام شروع کر دی ہے، پھر ساتویں آیت جس میں نسل آدم کے منی سے پیدا کرنے کا ذکر ہے لکھ کر آٹھویں آیت جس میں خاص حضرت آدم میں نفخ روح اللہ کا بیان ہے، اس کو تمام انسانوں میں نفخ روح اللہ کی دلیل بنا دیا ہے، اس غرض سے کہ جیسے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ میں اپنی روح نفخ کی ہے اسی طرح تمام انسانوں میں خدا تعالیٰ نے اپنی روح نفخ کی ہے تاکہ حضرت مسیح کا کسی طرح سے امتیاز نہ رہے سب آدمیوں سے برابر ہو جائیں، سو یہ بات محض غلط اور بالکل جھوٹ ہے، کہیں بھی اس امر کا ذکر قرآن میں نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم میں جو پہلے انسان وہی ہیں اپنی روح کے نفخ کرنے کا اسی آیت میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اور جگہ بھی حضرت آدم کی پیدائش کے قصہ میں آیا ہے :

فاذا سویته و نفخت فیہ من روحي . الاية . (سورة حجر رکوع ۳)

پھر یہ آیت رکوع اخیر سورہ ص میں بھی موجود ہے جن سے ثابت ہے کہ حضرت ابوالبشر آدم صلی اللہ علیہ نبینا وعلیہ وسلم میں حق تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم میں بھی اپنی روح نفخ کر کے حضرت مسیح کو پیدا کیا جیسا کہ سورہ انبیاء میں فرمایا ہے :

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً  
لِّلْعَالَمِينَ ۝ (سورة انبیاء: ۹۱/۹۲)

پھر سورہ تحریم کے اخیر میں آیا ہے :

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا ۝ (سورة  
انبیاء: ۶۶/۶۷)

پس اب اہل علم دین داروں پر روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے کہ حضرت آدم میں اپنی روح نفخ کر کے بن باپ پیدا کر دیا ویسا ہی حضرت مریم میں اپنی روح نفخ کر کے حضرت مسیح کو بن باپ پیدا فرما دیا۔ فلیتک اللہم یہ تیرا کس قدر اس فقیر پر عظیم احسان اور عمیم امتنان ہے کہ تیرے مقبولوں کے دشمن جن دلیلوں سے ان کے استخفاف ظاہر کرتے ہیں یہ تیرا نہایت عاجز بندہ انہیں اولہ سے خاک بدہان اعدا کر کے ان کی عزت و توقیر کثیر روشن کر دکھایا ہے۔ سچ ہے کہ اس سچے دین

کا خدا خود حافظ و کافی بہ حفیظا ۔

قولہ: سورہ آل عمران میں ہے: ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون ۔ اس آیت سے بھی حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا مفسرین نے لکھا ہے کہ وفدِ نجران جب آں حضرت ﷺ کے پاس آیا اور جو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر دلیل لاتے تھے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے خدا کے بیٹے ہیں اس دلیل کے رد کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر یہ روایت صحیح مانی جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو، کیوں کہ یہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے، دلیل الزامی میں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ الخ (ص: ۳۹)

اقول: چوں کہ ہم بہت سے ادلہ قطعہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور اور پیشک حضرت مسیح کو بن باپ پیدا کیا، قرآن مجید اور انجیل میں اس کی خبریں دی ہیں جن سے ایک یہ آیت بھی دلیل ہے کہ اس میں ایک اچنبھاباات یعنی حضرت عیسیٰ جو بن باپ کے پیدا ہوئے تھے ان کی تشبیہ دی گئی ہے ساتھ بہت سی اچنبھاباات کے جو حضرت آدم ہیں بن ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے اور یہ دلیل الزامی نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار خبر دی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے پھر یہ ممکن ہے کہ مہبط وحی اور منزل علیہ قرآن مجید کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کو تسلیم نہ فرمائیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ آپ نے خود اپنے تسلیم فرمانے سے بڑھ کر سب اہل اسلام سے تسلیم کرایا ہے، اور اس تسلیم کو نجاتِ عقبی کے اسباب میں سے ایک سبب مقرر فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی حدیث میں آیا ہے :

قال: من شهد ان لا اله الا الله وحده و اشهد ان محمدا عبده و رسوله و ان عیسیٰ عبد الله و رسوله و ابن امته و کلمته القا الی مریم و روح منه و ان الجنة حق و النار حق ادخله الله من ای ابواب الجنة الثمانية شاء ۔

صاحبِ حصنِ حصین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی اور محی السنہ فی تفسیر معالم التنزیل میں بھی اس کو اخراج کیا ہے، اور مشارق الانوار میں بھی لائے ہیں اور اس کے اخیر یوں ہے کہ اس عقیدہ والا بہشتوں میں داخل ہوگا، خواہ عمل اس کا کیسا ہی ہو۔



اب غور کرو کہ آل حضرت ﷺ نے حضرت مسیح کے ابن مریم اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ یعنی بن باپ کے پیدا ہونے کے یقین پر دخول بہشت موقوف کیا ہے، اور علیٰ ہذا القیاس تکلم فی المہد بھی حضرت مسیح کا مان لیا ہے جیسا کہ صاحب مجمع بحار الانوار نے صحیحین وغیرہما سے حدیث صحیح نقل کی ہے کہ

لم يتكلم في المهد الا ثلثة عیسی و صاحب جریح و غلام كان یرضع فی حجر امه و مر راكب الخ .

پھر بعد اس کے لکھا ہے کہ حدیث سے ساحر اور راہب کے دونوں شیر خوار لڑکوں کا بھی بولنا ثابت ہے پھر لکھا ہے :

و كذا قالوا انه تكلم ابراهيم الخلیل و ابنته ماشطة و شاهد يوسف و یحیی و مریم علی نبینا و علیہم السلام مبارك الیمامة حین كلمه النبی ﷺ .

صاحب مجمع البحار نے یہ سارا مذکور زبدہ شرح شفا سے نقل کر کے پھر کرمانی شرح صحیح بخاری سے لکھا ہے کہ جس وقت آل حضرت ﷺ نے حدیث لم يتكلم فی المهد کی فرمائی تھی اس وقت تک دوسرے مہد میں بولنے والوں کا آپ کو علم نہ تھا یعنی بعد اس کے دوسروں کا تکلم فی المہد بھی معلوم ہوا۔

فقیر کہتا ہے کہ تفسیر فتح العزیز میں حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کا تنور آگ میں اپنی مادہ شریفہ سے کلام کرنا بھی لکھا ہے۔ چالیس دن کی عمر میں خان صاحب بہادر صرف حضرت عیسیٰ کے تکلم فی المہد سے منکر تھے اور شرع سے بارہ شخصوں کا تکلم فی المہد ثابت ہو رہا ہے، کتابوں میں مسطور ہے، علمائے کبار کی زبان پر مذکور ہے۔ واللہ ہوا بہادی۔

قولہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت عیسیٰ کو ابن مریم کہا گیا اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو ان کی ابیت باپ کی طرف منسوب کی جاتی نہ ماں کی طرف، مگر یہ دلیل نہایت بودی ہے کیوں کہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسیٰ یہود اور نصاریٰ دونوں میں ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے، وہی لقب مشہور ان کا قرآن میں بھی بیان کیا گیا، اس سے ان کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ (ص: ۴۰)



اقول: خان صاحب بہادر جیسا بہادر آدمی کوئی کم ہوگا کہ جو داعیِ جاہلی باتوں میں آتی ہے زبان سے ہانک دیتے ہیں اور بلا دلیل جھوٹے دعوے ثابت کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح کے ابنِ مریم بولے جانے سے بنِ باپ کے پیدا ہونے کو بودی دلیل کہتا اور بنِ من بیت الحکبوت ہے، جب کہ سارے عرب کا یہی رواج تھا کہ ہر کسی کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے، کوئی بھی آدم سے ماں کی طرف منسوب نہیں ہوا، مرد تو مرد تھے عورتوں میں بھی یہی دستور تھا، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا . الْآيَةَ .

پس برخلاف ساری خدائی کے استعمال اور محاورہ کے حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کیوں مشہور ہوئے، ہر عاقل دیندار بھی جواب دے گا کہ ان کا باپ کوئی نہیں تھا جیسا کہ قرآن و انجیل سے ثابت ہے، اس لیے ماں کی طرف منسوب ہوئے۔ غور کرو کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کا نام نامی اکتیس (۳۱) مرتبہ آیا ہے چودہ (۱۴) جگہ عیسیٰ ابنِ مریم اور چھ (۶) جگہ مسیح ابنِ مریم اور دو (۲) جگہ ابنِ مریم اور ایک (۱) جگہ وابنہا یعنی ابنِ مریم اور آٹھ (۸) جگہ صرف عیسیٰ فرمایا ہے، اب ہر دانش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح کے باپ نے کیا گناہِ عظیم کیا تھا جس کے نام لینے سے اور حضرت مسیح کو اس کی طرف منسوب کرنے سے حق تعالیٰ بیزار ہے، اور ساری خدائی کے برخلاف ان کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا۔

پس جب یہ بات (۱) تو کوئی بھی نہیں ہے اور قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح بنِ باپ کے پیدا ہوئے تو اس پر یہ بھی دلیل قائم ہو گئی کہ آپ ماں کی طرف ہی منسوب ہوئے ہیں، کہیں بھی باپ کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر باپ آپ کا کوئی ہوتا تو کہیں نہ کہیں اس کا ذکر آ جاتا، موجودہ شے کا ذکر ہوا ہی کرتا ہے، معدوم محض کا ذکر کیوں کر ہو اور خان صاحب بہادر کا یہ مقولہ کہ بروقت نزول قرآن کے یہود و نصاریٰ میں آپ ابنِ مریم کے لقب سے مشہور تھے۔ اچھی

نہایت ہی دینی مسائل سے ناواقف ہے، کیوں کہ قرآن شریف وقت نزول سے پہلے بلکہ زمین آسمان ارواح سارے جہاں کے پیدا ہونے سے بھی اول لوح محفوظ میں لکھوایا گیا تھا جیسا کہ سورہ بروج کے اخیر میں ارشاد ہے :

(۱) یعنی کہ حضرت مسیح کے باپ نے کوئی گناہِ عظیم نہیں کیا جس سے نام ان کا نہ لیا جائے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ (سورۃ بروج: ۲۱/۸۵)

اور احادیث شریفہ اور اجماع امت اور معتقدات اہل سنت سے بھی یہ امر ثابت ہے، چنانچہ تحقیق اس کی فقیر نے رسالہ رجم الشیاطین بردہ نفوات البراہین (۱) میں کی ہے، علاوہ ابن مریم جو کتبت ہے اس کو لقب کہنا نہایت کم علمی کی دلیل ہے۔

یہاں پر دو ایک اور بھی دلیل قوی قرآنی حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی لکھی جاتی ہیں پہلے یہ کہ جب آپ نے یہود کے جواب میں اپنی والدہ کی گود میں اپنا نبی اور مبارک اور نماز پوش وغیرہ ہونا بیان کیا جیسا کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اس سے حکایت فرمایا ہے تو اس کے بعد یہ بھی آیا ہے :

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ .

یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے۔

پس اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کا والد کوئی بھی نہ تھا، ورنہ خدا نخواستہ آپ والد کے عاق تھے کہ والدہ کے ساتھ نیکی کا ذکر کیا اور والد کو بھول گئے حالاں کہ اس سے اوپر کے رکوع ابتداء سورۃ مریم میں حضرت یحییٰ کا حال حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وبرا بوالدیہ یعنی اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکو کار تھا۔ پس حضرت عیسیٰ کے باپ کا ذکر نہ آنا اور والدہ کے ساتھ ہی نیکو کار فرمانا صریح تردلیل ہے اس پر کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے۔ واللہ ہوا الہادی الی سبیل الرشاد۔

دوم یہ کہ سورہ مائدہ میں چھٹے سیپارہ کے اخیر میں ہے :

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ  
كَانَا بِنَاكُلَانَ الطَّعَامِ ۝ (سورہ مائدہ: ۷۵/۵)

نہیں مسیح بیٹا مریم کا مگر پیغمبر گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے۔ دیکھو اس جگہ حضرت مسیح کی والدہ کو "صدیقہ" فرمایا ہے اور والد کا ذکر نہیں آیا ہے، اگر وہ صدیق نہ تھا تو جیسا تھا ویسا ہی ذکر کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ سورہ کہف میں ہے :

(۱) یہ رسالہ رد ہے براہین احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف شرع الہامات کا اور نیز رسالہ اشاعت النہ کا جس میں ان الہامات کی ناحق تائید کی ہے۔

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنِينَ ۝ (سورہ کہف: ۸۰/۱۸)

یعنی لڑکا پس تھے اس کے والدین ایمان دار۔

یعنی جس کے ماں باپ ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر دونوں کا ذکر ہوتا ہے، پس مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کی صرف ماں کا ذکر فرمانا صحیح تر دلیل ہے اس پر کہ ان کا باپ کوئی نہیں تھا۔ کما ہوتا بت من القرآن والانبیاء۔

سوم یہ کہ اسی سورہ مائدہ میں :

قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَ

مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۝ (سورہ مائدہ: ۱۷/۵)

اب اس موقع پر بھی حضرت مسیح اور ان کی والدہ شریفہ کا ہی ذکر ہے، جمال اور جلال دونوں موقعوں پر والد کا مذکور نہیں ہے بلکہ سارے حالات ولادت حیات ممات وغیر ذالک کسی میں بھی والد کا ذکر کا اشارہ تک بھی مذکور نہیں ہے، تو ثابت ہوا کہ آپ کا والد کوئی نہیں تھا اگر ہوتا تو کہیں نہ کہیں مذکور ضرور ہوتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ ایسے رشید سعید فرزند کا باپ اور ایسی عقیقہ صدیقہ کا شوہر مبارک کہیں صراحتاً اشارہ مذکور نہ ہو۔

قولہ اول تکلم فی المہد اس امر کی نسبت سورہ آل عمران میں ہے :

وَيَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهَلًا .

اور سورہ مائدہ میں ہے :

تَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهَلًا .

اور سورہ مریم میں ہے :

قَالُوا كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًا .

ان آیتوں میں صرف لفظ مہد کا ہے جس پر بحث ہو سکتی ہے مگر مہد سے صرف صغریٰ کا زمانہ مراد ہے نہ وہ زمانہ جس میں کوئی بچہ مقتضائے قانون قدرت کلام نہیں کر سکتا۔ (ص: ۲۳۴)

اقول: ہر دانش مند کو یقین ہے کہ مہد تب تک لڑکے شیر خوار کے لیے ہوتا ہے جب تک وہ اپنے پاؤں سے یا گھٹنوں کے بل نہ چل سکے پھر جب اس کو طاقت چلنے کی خواہ کسی طرح کی ہو

حاصل ہوتی ہے تو مہد میں نہیں ٹھہرتا، پس اظہر ہے کہ ایسی حالت میں کوئی لڑکا عادی بول نہیں سکتا اور جب زمانہ کلام کرنے کا آجائے تو اس وقت کا بولنا کچھ بھی اچنبھا نہیں ہے جس کی بابت حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریم کو بشارت ہو جیسا کہ آل عمران میں ہے: یا اللہ تعالیٰ اس بولنے کو اپنی عظمیٰ نعمتوں میں شمار کر کے حضرت مسیح پر احسان جتاتے و چناں چہ سورہ مائدہ میں ہے: تو بالضرور یہ بولنا مہد کا شیر خوارگی کے بھی ابتدا کا مراد ہے جب تک لڑکا اپنے ہاتھ پاؤں سے چل پھر نہیں سکتا اور ماں اس کو اپنی گود سے نہیں اتارتی ہے، اس لیے ان دونوں جگہوں میں موضح القرآن میں مہد کے معنی گود کے کیے ہیں اور تیسری جگہ سورہ مریم میں تو مہد کے ساتھ صبا کا لفظ جو شیر خوارگی کے معنی پر نص ہے موجود ہے تو اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ اس مہد سے مراد وہی زمانہ ہے جس میں اور بچے کلام نہیں کر سکتے ہیں۔

الحاصل قرآن مجید کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ حضرت مسیح نے پیدا ہونے کے بعد متصل ہی اول اپنی والدہ ماجدہ کی تسلی کے لیے کلام فرمایا اور پھر جب یہود مردود نے ان پر طعنہ کیا تو ان کو آپ نے جواب دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قال انی عبد اللہ اتنی الکتب و جعلنی نبیا - تا - حیا .

پھر کسی تفسیر میں اگر کوئی روایت مخالف الفاظ قرآن کے پائی جائے تو ہم اس کا بھی ساقط الاعتبار ہونا یقین کرتے ہیں اور خان صاحب بہادر کی جو سراسر قرآن و حدیث اور اجماع کے برخلاف ہیں وہ تو ہرگز ہرگز قابل پذیرائی کسی دین دار مسلمان کے نہیں ہیں۔

قولہ: دوم خلق طیر یہ اس حالت کا ذکر ہے جب کہ حضرت عیسیٰ بچے تھے اور بچپن کے زمانہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اس کی نسبت خدا نے سورہ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی زبان سے یوں فرمایا ہے کہ

انی اخلق لکم من الطین کھینۃ الطیر فانفخ فیہ لیکون طیرا یاذن اللہ

اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے:

واذ تخلق من الطین کھینۃ الطیر یاذنی لتنفخ فیہا فتکون طیرا یاذنی

الی قولہ .

اب اس پر بحث یہ ہے کہ کیا درحقیقت یہ کوئی معجزہ تھا اور کیا درحقیقت قرآن مجید سے ان مٹی کے جانوروں کا جاندار ہو جانا اور اڑنے لگنا ثابت ہوتا ہے۔ تمام مفسرین اور علمائے اسلام کا جواب یہ ہے کہ ہاں، مگر ہمارا جواب ہے کہ نہیں بشرطیکہ دل و دماغ کو ان خیالات سے جو قرآن مجید پر غور کرنے اور قرآن مجید کا مطلب سمجھنے سے پہلے عیسائیوں کی صحیح و غلط روایات کی تقلید سے بیٹھالیے ہیں خالی کر کے نفس قرآن مجید پر بنظر تحقیق غور کیا جائے۔ (ص: ۲۳۵)

اقول: مخفی نہ رہے کہ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی بشارت اور حضرت مریم کے استبعاد کے بعد جب فرمایا کہ خدا جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بلا تامل موجود ہو جاتی ہے۔ پھر بعد اس کے حضرت مسیح کی تعریف یوں کی :

و یعلّمہ الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل و رسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بآیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھینة الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ و ابرئ الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن اللہ و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لآیة لکم ان کنتم مومنین ۝

چنانچہ ترجمہ اس کا ہم اوپر آئیہ للعالمین کے ذیل میں لکھ چکے ہیں۔

یعنی اور خدا تعالیم کرے گا اس یعنی عیسیٰ کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور کرے گا اس کو رسول بنی اسرائیل کی طرف یعنی وہ کہے گا: تحقیق میں لایا ہوں تمہاری طرف معجزہ اپنے رب سے کہ میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لیے پنکھی کی شکل پر مٹی سے اور پھونکتا ہوں اس میں اور وہ خدا کے حکم سے اڑتا ہے اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو خدا کے حکم سے اور بتاتا ہوں تمہیں جو چیز تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ گھر میں ذخیرہ کرتے ہو۔ بے شک اس میں علامات ہیں یعنی میری راستی پر تمہارے لیے اگر تم مومن ہو۔

پھر سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح اور مریم دونوں پر اپنی نعمتوں کے یاد دلانے کے

لیے فرمایا ہے :



اذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدتک اذا ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد و کھلا و اذ علمتک الکتب و التوراة و الانجیل و اذ تخلق من الطین کھینة الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمه و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی

اب الفاظِ قرآن مجید صریح فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مٹی سے جانور کی شکل بنا کر پھونک مارتے تو وہ اڑنے لگ جاتا تھا خدا کے حکم سے اور ایسا ہی خدا کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے اور مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور غیب کی خبریں دیتے تھے۔

اور تفاسیر وغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ بارہا ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار اندھے اور کوڑھی آپ سے اچھے ہوتے تھے اور آپ ان سے شرط کر لیتے کہ تم نے ایمان لانا ہے تو بعد صحت وہ مسلمان ہوتے تھے اور آپ خفاش کی شکل مٹی سے بنا کر پھونک مارتے تو وہ لوگوں کے سامنے اڑنے لگ جاتی اور چار شخص ایک غار پر اپنے دوست کو تین روز اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا جو مدت تک جیتا رہا اور اس کے اولاد ہوئی۔ دوسرا ایک بڑھیا کے فرزند کی لاش چار پائی پر لیے جاتے تھے آپ نے اس کے لیے خدا سے دعا مانگی وہ زندہ ہو کر چار پائی پر بیٹھ گیا اور لوگوں کے کندھے سے اتر کر کپڑے پھینک کر چار پائی سر پر اٹھا کر گھر کو چلا گیا اور مدت تک زندہ رہا جس کے اولاد ہوئی۔ تیسرے ایک محصور لیے کی لڑکی کو ایک دن بعد مرنے کے زندہ کیا جو باقی رہی اور اس کی اولاد ہوئی۔ چوتھا سام بن نوح کو آپ نے زندہ کیا جس کا آدھا سر قیامت کے خوف سے سفید ہو گیا تھا حالاں کہ ان کے وقت میں کسی کا سر سفید نہیں ہوتا تھا اور اس نے زندہ ہو کر کہا: کیا قیامت آگئی؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں نے اسمِ اعظم کے ساتھ دعا کر کے تجھے زندہ کیا ہے خدا کے حکم سے۔ پھر آپ نے فرمایا: تو فوت ہونا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: اس شرط سے کہ مجھے نزع کی تکلیف نہ ہو آپ نے دعا کی کہ وہ بلا عذاب نزع فوت ہو گیا۔ ذکرہ فی السنۃ وغیرہ۔

اب ایسے قرآنی معجزات باہرہ اور روایاتِ بیانات کو خان صاحب بہادر بچوں کے کھیل پر حمل کر کے کہتے ہیں کہ تمام مفسر اور علمائے اسلام اس خلقِ طیور کو معجزہ کہتے ہیں اور میں انکار کرتا ہوں۔ سو فقیر کہتا ہے کہ اگر بہ پاس خاطر خان صاحب بہادر کے ہم سب روایات سے اپنے دل اور



دماغ کو خالی کر کے نفس قرآن مجید پر بنظر تحقیق غور کرتے ہیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلق طیور وغیرہ سب کے سب بے شک معجزے تھے۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جو ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی صاحب کتاب تھے اور خدا کا حکم اور روح القدس تھا، لڑکوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا اور مٹی کی مورتیں بناتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ کھیل تھے اور پھر حق تعالیٰ اس کھیل اور مورتیں بنانے کو حضرت عیسیٰ پر اپنی عظمیٰ نعمتوں کے شمار میں ذکر فرماتے ہیں کہ تو میرے اذن سے جانور پیدا کرتا اور اڑاتا ہے۔ حاشا وکلا کھیل، کو د جو سب دینوں میں معیوب ہے اس کو خدا کے حکم سے کہنا اور خدا نے اس کو اپنی عظمیٰ نعمتوں سے شمار فرمانا۔ بل هذا بہتان عظیم ولا یسلمہ ذو عقل سلیم۔

پھر اس قول کے آخر میں خان صاحب بہادر نے روایات کی تقلید کو سخت برا جان کر اس سے دل و دماغ کو خالی کرنا شرط صحیح سمجھنے قرآن کی لکھی ہے، سو ہم بھی مانتے ہیں کہ غلط روایات کی تقلید کرنی جیسا کہ خان صاحب بہادر نو مہینے مدت حمل حضرت مریم کی اور بارہ برس کی عمر میں بلکہ بعد ازاں حضرت عیسیٰ کا بولنا یقین کرتے ہیں سو اس قسم کی روایات جو قرآن مجید کے الفاظ کے برخلاف ہیں ان پر یقین کرنا اور ان کی تقلید کرنی بری ہے اور ائمہ مجتہدین کی تقلید جو بحکم قرآن و حدیث و اجماع ضروریات سے ہے اس کا برا جاننا بالکل مخالف شرع ہے جس غیر مقلد بننے سے ساری قباحتیں نکلیں اور یہاں تک خرابیاں پیدا ہوں کہ خان صاحب بہادر ضروریات دین کے منکر ہو گئے اور محرماتِ قطعہ کو حلال بنانے لگ گئے اور قرآن و حدیث سے صریح انکار کرنے لگ گئے۔

اور دوسرے غیر مقلد کسی نے دعویٰ (۱) کر دیا کہ وحی رسالت اور الہام اولیا ایک ہی چیز ہے اور اپنے آپ کو مورد وحی الہی قرار دے کر قرآن میں تحریف لفظی و معنوی کرنے لگ گئے، اور بعض اس کی تائید میں آیات قرآن کو کلام شیطانی و فرعون بنانے لگ گئے۔ اعاذنا اللہ سبحانہ و جمیع المسلمین عن ذلك و وقانا عما هنالك و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی حبیبہ و خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و ازواجہ امہات المؤمنین اللہم ارحمنا معهم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ تمت۔ ۴۔ ذی القعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵

(۱) مراد اس سے مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی محمد حسین بنالوی ثم لاہوری ہیں جنہوں نے دین متین میں سخت خلل اندازی کی ہے جس کا مفصل رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب چھپ جائے گا۔ - غنی عنہ۔



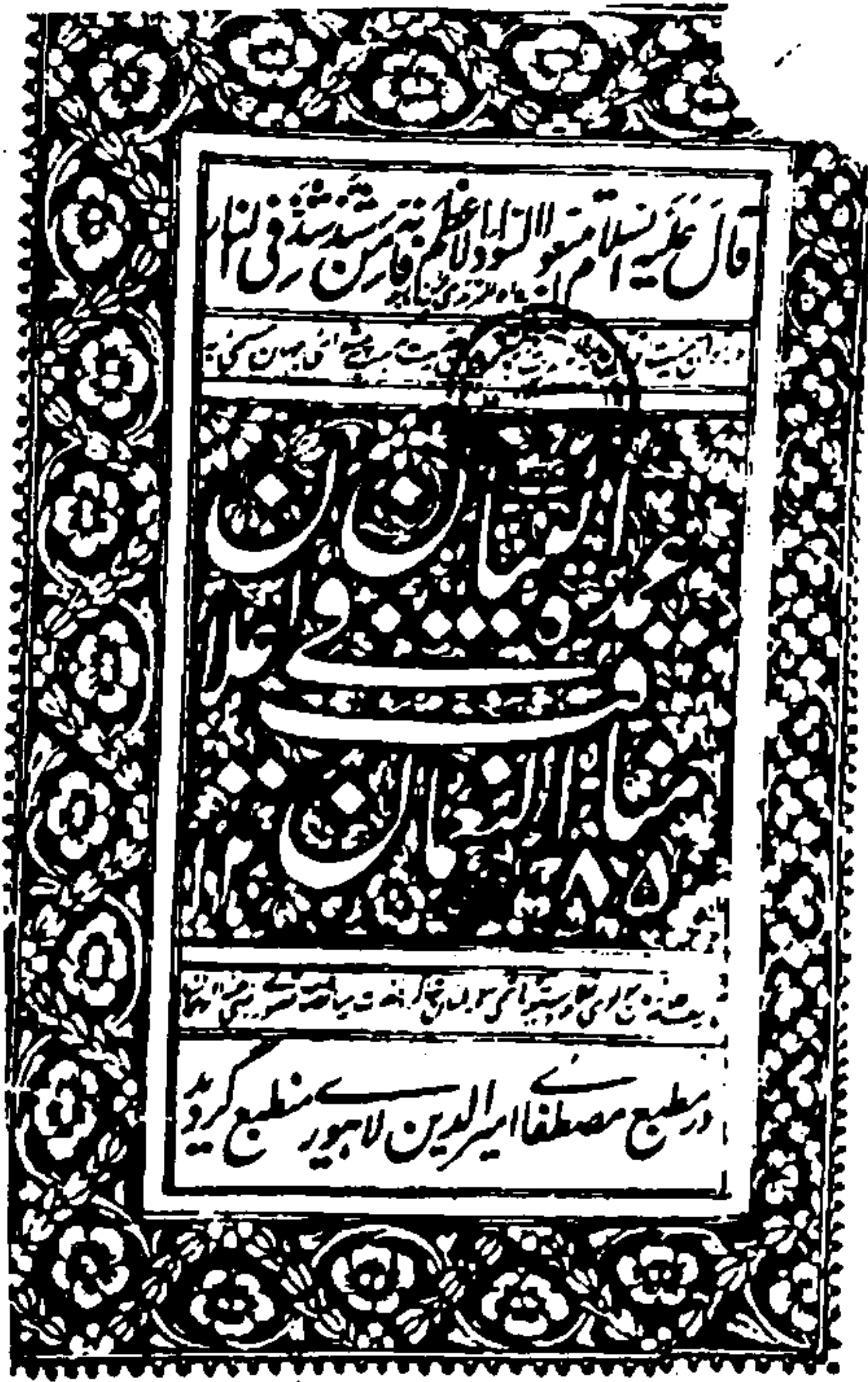
قال عليه السلام : اتبعوا السوادَ الأعظمَ فإنه من شدَّ شدَّ في النارِ .  
- رواه الترمذي وابن ماجه -

در آوان میمنت اقتران رساله ہدایت ترجمان و بیان حقیقت مذہب پیشواے جہان مسمی بہ

# عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان { ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء }

تالیف: علامہ زمان مولوی غلام دستگیر ہاشمی قصوری سلمہ المنان  
شاگرد حضرت میاں صاحب قصوری رضی عنہ الرحمان  
ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

[ در مطبع مصطفائی امیرالدین لاہوری منطبع کردید ]



[باہتمام امیر الدین لاہوری مطبع مصطفائی سے شائع شدہ نسخے کا سرورق]



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعْتَرْتَهُ بَعْدَ كُلِّ مَعْلُوْمٍ  
لَكَ .

رَبَّنَا اَتْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .  
الْحَمْدُ لِمُسْتَأْهَلِهِ وَحَدِهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَ  
عَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ رَاعَوْا عَهْدَهُ .

اے اللہ عزوجل! اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی عترت پر اپنے علم  
ازلی کے مطابق درود و سلام بھیج۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب دوزخ سے  
محفوظ رکھ۔ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ وحدہ ہے اور سلام ہو ان پر جن کے بعد کوئی نبی  
نہیں ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر سلام ہو اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کیے ہوئے  
عہد و پیمان کو ملحوظ خاطر رکھا۔

(۱) یہ بات پیش نظر رہے کہ اس کتاب میں عربی عبارات کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے اور اکثر عبارات کا خلاصہ پیش  
کیا گیا ہے تاکہ طول نہ ہو اور بعض کتب کی متفرق عبارات کو یک جا کر کے لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین کو تشویش لاحق  
نہ ہو اور جملہ منقول منہا (کتب) موجود ہیں جس کسی کو شک ہو وہ ان میں اور میری کتاب کے اختتام پر کیجیے  
لے۔ ۱۲ منہ (مولانا قصوری نے یہ رسالہ فارسی میں لکھا تھا اور ہم اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں، اصل فارسی  
متن اہل سنت کی معروف ویب سائٹ نفس اسلام ڈاٹ کام (www.Nafseislam.com) پر موجود  
ہے وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مرتبین)

☆ عبارات اختصار کے ساتھ جامع لکھی گئی ہیں یعنی اس کتاب کی عبارت تمام ہو گئی ہے اور ردالمحتار کی عبارت میں  
یہ لفظ کتب منقولہ کی عبارات کے اختتام میں بکثرت آتا ہے جیسا کہ اس سالہ میں بھی آئے گا۔ منہ کان اللہ

حمد و ثنا کے بعد اس زمانہ میں بے وقوف احمق عوام اور نیم ملایان جن کے آباؤ اجداد حنفی المذہب تھے اپنی نمازوں میں انتقالات کے وقت رفع یدین اور اونچی آواز میں بسم اللہ اور آمین اور دیگر حالات کے تحت جو اعمال کرتے ہیں ان کو حدیث کے مطابق خیال کرتے ہیں اور حضرت سراج اللامۃ رضی اللہ عنہ کے مذہب کو جن پر جمہور اور سواد اعظم اس کے تابع ہیں ان کو خلاف حدیث اور مطابق رائے سمجھتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود ہوائے نفس کو معبود بنائے بیٹھے ہیں اور محرّمات فاحشہ جیسے حسد، غیبت، کبر، ظلم اور خیانت میں منہمک ہیں اور حرام خوری تباہ کاری کے دل دادہ ہونے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، بخل و حرص تو ان کی معمولی عادت ہے۔

ان امور کو مذموم و قبیح کہنا حالانکہ یہ قرآن و حدیث میں مذکور علما کی زبان پر مشہور اور کتب دینیہ میں مسطور ہیں۔ معاذ اللہ۔ اس جگہ حدیث پر عمل کرنے کو چھوڑ بیٹھے ہیں، خود پسندی و خواہش نفس کو مد نظر رکھے ہوئے ہیں، ارکان دین اور مقتدایان مسلمین کو اپنی مثل شمار کرتے ہیں اور اہل سنت کے اجماع شدہ مسائل پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں یہ واجب ہو گیا ہے کہ امام ائمہ کمال کے فضائل و مناقب، احوال کرامت اور آپ کے بعض مقلدین جو لوگوں کے لیے مقتدا و سند ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے مذہب حقہ کے بعض مسائل کو اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کروں، اگر توفیق ہادی عزوجل رفیق ہوئی تو انکار اقرار میں بدل جائے گا اگرچہ اس معنی میں علمائے سلف و خلف کی مساعی مشکورہ کے دفاتر منصفہ شہود پر آئے ہیں چونکہ ہمارا انباء جنس قصور میں ہے اور کتب قدیم کے مطالعہ سے خالص اللہ عزوجل اور اس کی رضا کے لیے چند سطریں منقولات صحیحہ سے نقل کرتا ہوں اور علما کی نظر میں یہ اوراق پسندیدہ، برادران دین اور ارباب یقین کے لیے بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں اور اللہ بہترین کارساز ہے اور اس رسالہ کا تاریخی نام 'عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان' [۱۲۸۵ھ] ہے۔

یہ رسالہ مقدمہ، تین باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

## مقدمہ

### علمائے ربانیین کی علامات کے بیان میں

یہ بات پیش نظر رہے کہ علمائے ربانیین جو علمائے آخرت سے موسوم ہیں اور حق عزوجل نے ان کی شان میں فرمایا ہے :

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۝ (سورۃ فاطر: ۳۵/۲۸)

بے شک اللہ عزوجل سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔

اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا :

ان العلماء ورثة الانبياء . (۱)

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم . (۲)

اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر ہے۔

ان دونوں احادیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

(علمائے ربانیین یا علمائے آخرت) بارہ (۱۲) علامات رکھتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی

نے احیاء العلوم میں علمائے دنیا خبیث کی مذمت میں بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد علمائے

آخرت کی علامات بیان کی، ان دلائل آیات و احادیث کا حاصل کلام یہ ہے :

چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق بلند مراتب پر فائز اور بارگاہ الہی کے مقررین کو علمائے آخرت کہتے

ہیں اور ان کی خاص علامات یہ ہیں :

(۱) صحیح بخاری: ۲۴/۱: حدیث: ۶۷..... سنن ترمذی: ۴۸/۵: حدیث: ۲۶۸۲..... سنن ابوداؤد: ۳۵۴/۳: حدیث:

۳۶۴۳..... سنن ابن ماجہ: ۸۱/۱: حدیث: ۲۲۳..... صحیح ابن حبان: ۲۸۹/۱: حدیث: ۸۸۔

(۲) سنن ترمذی: ۵۰/۵: حدیث: ۲۶۸۵..... معجم کبیر طبرانی: ۲۳۳/۸: حدیث: ۷۹۲۷..... جامع الاحادیث سیوطی:

۴۴۲/۱۳: حدیث: ۱۳۶۸۷..... جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۲۲۷/۹: حدیث: ۶۸۱۸۔



پہلی علامت: اپنے علم کے عوض دنیا کو طلب نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ عالم کے درجات سے کم تر ہے کہ وہ اس دنیا کی کمینگی کو پائے۔ اور اس دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھنا آخرت میں اس کی بزرگی و جلالت کا سبب ہے۔

دوسری علامت: اس کا کردار اس کی گفتار کا مخالف نہ ہوگا اور کسی چیز کو اس وقت تک کرنے کا حکم نہیں دیتا جب تک خود اس پر عمل پیرا نہ ہو جائے تاکہ حق تعالیٰ کے اس فرمان کی وعید میں داخل نہ ہو:

أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (سورہ صف: ۳۶۱)

تم وہ بات کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے ہو!

تیسری علامت: تحصیل علم سے اس کی مراد نفع اُخروی ہوتا ہے اور کم نفع والے اور زیادہ نقصان والے علم سے پرہیز کرتے ہیں۔

چوتھی علامت: خوراک و پوشاک کی عمدگی میں مصروف نہیں ہوتے ہیں اور محل و مکان کی زینت سے پرہیز کرتے ہیں۔

پانچویں علامت: سلاطین کی مصاحبت سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور حتی الوسع ان کی مجالس سے گریز کرتے ہیں۔

چھٹی علامت: فتویٰ دینے میں جلد بازی و شتابی نہیں کرتے ہیں بلکہ توقف کرتے ہیں پس اگر جواب آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاس جلی سے مل جائے تو دے دیتے ہیں ورنہ لا ادری (میں نہیں جانتا) کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ بھی نصف علم ہے۔ (۱)

ساتویں علامت: ان کی زیادہ جدوجہد علم باطن کی تحصیل، مراقبہ اور آخرت کی معرفت

(۱) یعنی کہ مسئلہ میں لا ادری (یعنی میں نہیں جانتا ہوں) کہتا ہے تو اس میں کوئی عار نہیں ہے کیونکہ لا ادری نصف علم ہے اور اس کی توجیہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔

کے طریق پر ہوتی ہے اور تنہائی میں حضور دل کے ساتھ حق تعالیٰ کے ذکر سے بیٹھتے ہیں (یعنی اللہ عزوجل کا خوف دل میں موجزن رکھتے ہیں) صفائے فکر اور انقطاع ماسوا اللہ کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ الہام کی چابی اور مقاصد کو کھولنے کا منبع ہے۔

آٹھویں علامت: وہ تقویت دین کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں پس تحقیق یقین دین کا راس المال ہے یعنی شک کا نہ ہونا اور یقین کا نفس پر غالب ہونا حتیٰ کہ وہ اس پر حاکم و متصرف ہو۔

نویں علامت: وہ غم ناک، بے باک، دل شکستہ، سرفروش، خاموش اور مدہوش ہوتے ہیں چنانچہ خوف کا اثر ان کی صورت و سیرت اور حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتا ہے۔

دسویں علامت: وہ علم، اعمال اور ان کے مفسدات کے بارے بہت زیادہ بحث کرتے ہیں اور اس سے ان کے دل میں تشویش ظاہر ہوتی ہے اور وساوس بڑھتے ہیں تو ان سے اجتناب کمدتے ہیں کیونکہ اصل دین شر سے پرہیز کرنا ہے۔

گیارہویں علامت: اپنے قلب کی بصیرت و صفا سے علوم میں اعتماد ظاہر کرتے ہیں اور نور نبوت سے دل کو منور فرماتے ہیں۔

بارہویں علامت: محدثات امور، بدعات اور فتور سے گریز کرتے ہیں بلکہ صحابہ کی سیرت و صورت کی اقتدا کرتے ہیں۔ (۱)

یہ تمام علامات علمائے آخرت کی ہیں پس ان صفات سے متصف ہو یا اپنی تقصیر کے معترف ہو جاؤ اور اس پر انکار نہ کرنا کہ ہلاک ہونے والوں کے زمرہ میں شامل نہ ہو۔ نعوذ باللہ من ذلک (اللہ عزوجل ہمیں اس سے پناہ دے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم باطن علمائے آخرت کی علامات سے ہے۔ اس کے منکر کو حق تعالیٰ نے هالک (ہلاک کرنے والا) قرار دیا ہے کیونکہ اس علم کے سوا جو کہ تصوف سے عبارت ہے جمیع علوم

(۱) یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کے تابع ہیں پس ان کی متابعت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عین اتباع ہے۔

کے تعلیم میں فائدہ مند نہیں ہے۔ یہ معنی احیاء العلوم میں جا بجا واضح ہیں جیسا کہ اسی میں ہے کہ علم باطن علوم کا مقصود ہے بعض عارفین کا فرمان ہے :

جس کسی کو اس علم کا حصہ نصیب نہ ہو اس کا خاتمہ کے وقت ایمان سلب ہونے کا خوف ہے اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کے اہل کو تسلیم کرے یعنی انکار نہ کرے اور یہ علم صدیقین اور مقررین کا ہے۔ الخ

اور اسی احیاء العلوم میں ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے جو علم ظاہر کے امام ہیں منقول ہے :

علم ظاہر کی طلب زادِ آخرت میں سے نہیں ہے کیونکہ شرفِ علم تو عمل کی وجہ سے ہے پس کس طرح سے گمان کیا جائے کہ ظہار، لعان، سلم، اجارہ وغیرہ کا علم بارگاہِ الہی کا مقرب ہوگا بلکہ یہ دیوانگی اور جنون کا گمان ہے۔

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں حدیث جبریل کے تحت جو کہ صحیحین میں مروی ہے لکھا ہے :

واحسان اشارہ باصل تصوف کہ عبارت از صدق توجہ الی اللہ است و جمیع معانی تصوف کہ مشائخ طریقت بآن اشارہ کردہ اندر اجماع بہمین معنی است و فقہ و تصوف....  
احسان، اصل تصوف کی طرف اشارہ ہے جو کہ صدق کے ساتھ توجہ الی اللہ سے عبارت ہے اور تصوف کے تمام معانی جن کی طرف مشائخ طریقت اشارہ کرتے ہیں ان تمام کا راجع یہی معنی ہے....

اور فقہ، تصوف اور کلام ایک دوسرے کو لازم ہیں کیونکہ کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے ان کی صورت بھی نہیں بنتی ہے۔ تصوف فقہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ احکامِ الہی کو بغیر فقہ کے پہچانا نہیں جاسکتا اور فقہ تصوف کے بغیر نامکمل ہے کیونکہ صدق کے بنا عمل تمامی توجہ حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

اس جگہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن تفقہ ولم یتصوف فقد تعسف

و من جمع بینہما فقد تحقق . (۱)

جس نے تصوف کو اختیار کیا اور فقہ کو نہ پڑھا پس وہ زندیق ہے اور جو فقہ کو پڑھتا ہے اور تصوف کو چھوڑ دیتا ہے پس وہ سینہ زور ہے اور جس نے فقہ و تصوف کو جمع کیا پس وہ حقیقت تک پہنچ گیا۔

یہی کمال جامعیت ہے باقی تمام زلیغ و ضلال ہے اور تمام توفیق اللہ رحیم و کریم کے فضل سے ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ 'مالا بدمنہ' کے آخر میں لکھتے ہیں :

جان لے کہ اللہ عزوجل تجھ کو سعادت عطا فرمائے کہ یہ تمام مسائل فقہیہ جو بیان کیے ہیں صورت ایمان، اسلام اور شریعت ہیں۔ اور ان (ایمان، اسلام، شریعت) کا مغز و حقیقت درویشوں کی خدمت کرنا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ حقیقت خلاف شریعت ہے کیونکہ یہ جہال کا قول ہے اور کفر ہے بلکہ یہ تمام شریعت ہے کیونکہ درویشوں کی خدمت ایک دوسرا رنگ پیدا کرتی ہے۔ جب قلب تعلق جسمی سے اور تعلق علمی سے جو (حق تعالیٰ کے) ماسوا سے رکھتا ہے پاک ہو جاتا ہے اور رذائل نفس کو ترک کر دیتا ہے تو نفس مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے اور اخلاص اس کو منزل تک پہنچاتا ہے شریعت اس کے لیے مغز ثابت ہوتی ہے۔ اس کی نماز اللہ کے ساتھ ایک اور تعلق پیدا کرتی ہے۔ اس کی دو رکعت نماز دوسروں کی ایک لاکھ رکعات سے بہتر ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کا صوم و صدقہ بھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم کو وہ احد کے برابر اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ صحابہ کرام کے اللہ عزوجل کی راہ میں ایک سیر یا آدھا سیر جو خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نور باطن سے ان درویشوں کے سینے منور ہیں اور ان کے نور سے اپنے سینہ کو منور کرنا چاہیے تاکہ فراست صحیحہ کے ذریعے ہر قسم کا خیر و شر در یافت ہو جائے۔ ولی کو قرآن میں متقی فرمایا ہے۔

(۱) ایضاً لہم شرح متن الحکم، مقدمۃ الكتاب: ۲۱۔

## باب اول

### فضائل صحیحہ امام ہمام رضی اللہ عنہ

مخفی نہ رہے کہ علمائے ربانی جو کہ اولیائے حقانی ہیں ان کی بارہ علامات اتمام و اکمال کے ساتھ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وجود شریف میں موجود تھیں۔ امام حجۃ الاسلام (غزالی) رضی اللہ عنہ جو کہ شافعی المذہب ہیں، احیاء العلوم میں بارہ صفات کا خلاصہ پانچ صفات کو قرار دیتے ہیں، ہر چہار صفات کو امام مجتہد میں ثابت کی ہیں چنانچہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر میں تحریر ہے :

اور بہر حال امام اعظم رضی اللہ عنہ عابد و زاہد، عارف بخدا، حق تعالیٰ سے خائف اور اپنے علم سے رضاے مولیٰ کے طالب تھے پس آپ کی عبادت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے تحقیقا مروی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ صاحب مروّت اور کثیر العبادت تھے۔

حماد بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ شب زندہ دار تھے۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے آدھی رات تک شب بیداری کرتے تھے۔ ایک دن راستے میں کسی نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو تمام رات بیدار رہتا ہے تو اس کے بعد تمام رات شب بیداری کرنے لگے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس عبادت میں میری تعریف کی جائے جس کا میں حامل نہیں ہوں۔ (یعنی جو مجھ میں نہیں پائی جاتی) (۱)

(۱) نذیر حسین نے معیار الحق میں خاص ہماری کثرت عبادت اور شب بیداری کو بدعت میں داخل کیا اور مناقص میں شمار کیا ہے گویا یہ سارا معاملہ تو یوں ہے جیسے گل است سعدی در چشم دشمنان خار است سعدی تو پھول ہے مگر دشمنوں کی آنکھوں میں کاٹنا ہے۔

علمائے سلف و خلف نے فضائل امام ہمام رضی اللہ عنہ میں کثرت عبادت و شب بیداری وغیرہ کو ذکر کیا ہے۔ عیار صاحب معیار نے ان کو ہلاکت و تباہی سمجھا اور بدعات میں داخل کر دیا ہے۔

ایک زاہد ربیع بن عاصم نے کہا کہ مجھے یزید بن عمر نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ بیت المال کے حاکم بن جائیں پس آپ نے عہدہ کو پسند نہ کیا اور اس شخص نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو (۱۰۰) کوڑے لگوائے پس دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے دنیا کی حکومت کو ٹھکرایا اور عذاب کو برداشت کیا۔

حاکم بن ہشام ثقفی نے کہا کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ امانت دار تھے، اسی لیے سلطان وقت نے کہا کہ خزانوں کی چابیوں کے مالک وہ بن جائیں ورنہ ان کو سزا دی جائے گی پس امام نے مخلوق کے عذاب کو اختیار کیا اور عذاب خالق کو برداشت نہ کیا۔

بقیہ.... فتح البودود حاشیہ ابوداؤد میں موجود ہے: و قیل النبی انما علو اذا صام ایام الکراہیة و لا نبی بدون ذلك. اور کہا گیا ہے کہ نبی اس وقت ہے جب ایام مکروہ میں روزہ رکھے اور اس کے علاوہ منع نہیں کیا گیا ہے۔ احادیث صحیحہ کے مطلب میں جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وجود کی بشارت میں ثابت شدہ ہیں یہ بات پیش نظر رہے کہ اس رسالہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل مذکور ہیں بطور نمونہ چند کا انتخاب کیا گیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب صحیحہ اور فضائل تو یہ بکثرت ہیں جن کو اس مقام پر اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا ہے اور یہی مختار ہے۔

مرقات میں شب بیداری اور سارا دن روزہ رکھنے (قائم اللیل و صائم الدھر) سے منع اس لیے کیا گیا ہے کہ کہیں تم سے اس محنت شاقہ کے عوض ضعف کی وجہ سے بعض واجبات فوت نہ ہو جائیں اور اس باب میں لذتیں بہت ہیں مگر میانہ روی کو اختیار کرنا چاہیے۔ رسالہ مرج البحرین رافع نزاع و انفار کے کتب دیدیہ کے مطالعہ کی توفیق اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا ہو۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اپنی رائے اور مرضی سے احادیث سے مفاہیم کو اخذ نہ کیا جائے کیونکہ علمائے دین نے احادیث کے درس و تدریس کو اجازت مرحمت فرمانے کے وقت شروح اور حواشی معتبرہ سے مراجعت درج فرمائی ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اجازت نامہ، دستخط اور مہر میرے (مصنف) پاس موجود ہے جو کہ شاہ عدل اور معمول اہل سنت میں مقصود بے بدل کے طور پر شامل ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں حدیث موجود ہے:

من فارق الجماعة بشرا فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه

جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہو تو اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے اتار دیا۔

اور ان کے معیار کو میں نے مژدہ پہنچا دیا ہے کہ ان کے معیار مولفہ فاضل جلیل رام پوری کا ردِ بلیغ چند دن میں چھپ جائے گا پھر پھول (خوشیوں کے) کھلیں گے اور باطل عدم میں چھپ جائے گا۔



ابن مبارک ایک قوم کے پاس امام رضی اللہ عنہ کا ذکر فرما رہے تھے، فرمایا: تمہارے سامنے ایسے شخص کا ذکر کرتا ہوں جس کو ساری دنیا پیش کی گئی پس وہ اس سے بھاگا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

پس ان کا علم بطریق آخرت اور دین اور ان کی معرفت الہیہ اس پر دلیل ہیں کہ ان پر شدتِ خوف اور زہد کا کامل غلبہ تھا۔

ابن جریج نے یہ تحقیق کہا کہ ابوحنیفہ حق تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔

شریک نخعی نے کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیادہ خاموش رہنے والے، متفکر دائم اور لوگوں سے کم گفتگو کرنے والے تھے۔ پس یہ ان کے علم باطن اور معظمت امور دین میں مشغول ہونے پر روشن نشان ہے پس جو کوئی سکوت و زہد کو اختیار کرتا ہے تو تحقیق اس کو علم تمام و کمال عطا کیا گیا ہوتا ہے۔

## احادیث صحیحہ در بشارت وجود امام اعظم

(مصنف فرماتے ہیں) بقدر ضروری مذکور ہو چکا ہے مگر زیادہ وضاحت و تفصیل کے لیے دیگر معتبرات میں جو مسطور ہے اس کا رخ کرنا چاہیے اور اس سے بڑھ کر اور کیا منقبت ہوگی کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احادیث صحیحہ میں امام ہمام رضی اللہ عنہ کے وجود کی بشارت دی ہے چنانچہ ردالمحتار میں لکھا ہے اور امام ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں جو کہ امام نعمان کی شان پر عظیم دلیل ہے، فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زینت دنیا ایک سو پچاس سال میں اٹھالی جائے گی۔

شمس الائمہ کردی نے کہا کہ تحقیق یہ حدیث ابوحنیفہ کی شان میں وارد ہوئی ہے، کیونکہ ان کی وفات اسی سال میں واقع ہوئی تھی۔

ابن حجر نے کہا کہ تحقیق ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر ایمان ثریا میں بھی ہوتا تو فارس سے ایک نوجوان اس کو وہاں سے بھی پالیتا۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :  
مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا میں  
لٹکا ہوتا تو فارس سے ایک شخص اس کو پکڑ لیتا۔

تحقیق سے ثابت ہے کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جدا مجد فارس سے تعلق رکھتے تھے اور جمہور  
نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔

حافظ الحافظ سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں صحیح و متفق علیہ ہے  
اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہی اصل معتبر ہے۔

حاشیہ شیرا ملسی میں لکھا ہے کہ علامہ شامی شاگرد امام سیوطی نے کہا کہ جس نے یقین کیا  
کہ بخاری و مسلم کی حدیث سے مراد ہمارے استاد امام اعظم ہیں بے شک یہ مراد  
درست ہے اور ظاہر بھی ہے کیونکہ ابنائے فارس میں سے کوئی بھی امام کے مرتبہ علم تک  
نہیں پہنچ سکا ہے اور تحقیق امام ابو حنیفہ کے سوا ان احادیث کا کوئی بھی مستعمل نہیں ہے اور  
ان کے اصحاب۔ چنانچہ طحاوی نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اگرچہ امام رحمۃ  
اللہ علیہ سے باعتبار صحابیت افضل ہیں مگر علم و اجتهاد، رواج دین اور تدوین احکام میں  
ابو حنیفہ کی مثل نہیں ہیں۔ مفضول میں حاصل شدہ چیز فاضل میں محروم شدہ چیز کی طرح  
کیسے ہو سکتی ہے؟ (ترجمہ رد المحتار ملخصاً)

اور آپ اپنی جلالت اور عظمت کی بدولت امام جہان ہیں کیونکہ آپ نے بہت سے صحابہ  
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کی ہے بلکہ ان میں سے بعض سے احادیث بھی  
روایت کی ہیں پس آپ خیر القرون میں داخل ہیں (کیونکہ تابعی ہیں) (۱)۔

(۱) صاحب معیار نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تابعیت کے عدم ثبوت کے لیے کمال درجہ کی عیاری دکھائی اور کذب  
بیانی کی اور اس کا خفا غیظ و حسد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ صاحب معیار نے جابجا مولانا قاری (ملا علی  
قاری) اور ابن عابدین مولف رد المحتار کو بطور سند نقل کیا ہے تو اس معاملہ میں کج فہمی اور تغلیط عوامی کیوں ہے؟  
حالاں کہ ان دونوں بزرگوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تابعیت کو ثابت فرمایا ہے ان سے اغماض ظاہر ہو۔  
جاننا چاہیے کہ صاحب رد المحتار علی الدر المختار میں لکھا ہے: و علی کل لہو من التابعین و ممن جزم  
بذلك الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما۔

اور اس پر وہ تمام تابعین میں سے ہیں اور اسی پر حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی نے اور ان کے ماسوا نے یقین کیا ہے۔

اور شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ صحابہ کے بعد تابعین افضل امت ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ۔  
بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے ملا ہوا ہے۔

## صحابہ کرام سے امام اعظم کی روایات

پس ہمارا عقیدہ ہے کہ تحقیق امام اعظم علام دین میں ائمہ مجتہدین سے افضل اور فقہا سے اکمل ہیں پس ان سے امام مالک رضی اللہ عنہ تبع تابعین سے ہیں۔ اور رد المحتار میں لکھا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت انس جلیل القدر صحابی کی زیارت کی ہے اور دیگر صحابہ کرام کی بھی۔ پس یہ صحیح ہے اس میں شک نہیں ہے اور بعض فضلاء کہتے ہیں کہ علامہ طاش کبریٰ سے بہت سی صحیح روایات آئی ہیں جس میں امام اعظم کا سماع انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے (۱)

بقیہ... اس سے ثابت ہوا کہ امام ہمام کی تابعیت پر یقین کرنے والے بہت زیادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ صاحب معیار (مولوی سید نذیر حسین دہلوی، جس کے رد میں مولانا قسوری نے یہ کتاب لکھی) کے نزدیک امام ذہبی اور امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما دین دار ہیں۔

ملا علی قاری نے اپنے رسالہ جواب قتال میں لکھا ہے کہ

فانہ بین الائمة المجتہدین مختص بكونہ من التابعین دون غیرہ باتفاقہ العلماء  
المعتبرین ۔

پس آپ رضی اللہ عنہ ائمہ مجتہدین کے نزدیک مختص ہیں کہ آپ تابعین میں سے پس علماء معتبرین کا اس پر اتفاق ہے۔ یہ بات پایہ تحقیق تک پہنچی ہوئی ہے کہ امام کی تابعیت کا منکر غیر معتبر ہے پس عدم اعتبار کی معتبر و موافق تحریر ہم نے پیش کر دی ہے کیونکہ مولانا قاری آپ کے نزدیک معتبر ہیں اور ہمارا مطلب تو کرسی پر بیٹھنا ہے (یعنی مسئلہ کو بطریق حق حل کرنا ہے) اگرچہ اس باب میں اسناد بکثرت ہیں مگر بطور گواہی و ثبوت کے لیے اختصار کیا ہے کیونکہ مد نظر بھی اختصار ہی ہے۔

(۱) صاحب معیار نے کہا ہے کہ امام صاحب کی روایت صحابہ کرام سے نقل صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب رد المحتار علی الدر المختار جن کی معیار (یعنی معیار الحق) میں بے شمار اسناد ہیں وہ لکھتے ہیں جیسا کہ متن میں مذکور ہوا ہے کہ بعض فضلاء نام دار سے منقول ہے کہ علامہ طاش کبریٰ نے منقول صحیح سے امام ہمام کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت کیا ہے اب تو اس کے بعد مرض حسد شقایب نہیں ہو سکتا۔ الا ماشاء اللہ

اور مثبت کونفی پر تقدیم حاصل ہے (یعنی مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے) علامہ ابن حجر نے کہا کہ امام عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہائش پذیر صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے، حدیث متواتر ہے :

من بنی للہ مسجدا و لو کمفحص قطاۃ بنی اللہ له بیتا فی الجنة . (۱)  
جس نے اللہ عزوجل کے لیے مسجد بنائی گرچہ (کبوتر کے گھونسلابرابر) اللہ عزوجل اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو روایت کیا اور وائلہ بن اسقع سے بھی دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

لا تظهر الشماتۃ لأخیک فی عافیہ اللہ ویتلیک . (۲)

ترمذی نے اس کو روایت کیا اور حسن کہا ہے اور یہ دو بہت سے صحابہ کرام سے منقول ہیں اور محدثین نے ان کو صحیح کہا ہے اور ابن حجر ہیتمی نے کہا کہ امام اعظم نے دیگر چار صحابہ کرام حضرت ہبل بن سعد، سائب بن یزید، عبداللہ بن بسر اور محمود بن ربیع رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہیں۔

بقیہ... معیار میں ردالمحتار کی اس روایت کو غیر معتبر کہنے والے یہ لوگ کتنے غیر منصف اور محض ہیں کہ اگر ایک بزرگ پر اعتبار ہے تو ان سے بکثرت روایات کریں گے اور اگر اپنے انہی مستند بزرگ کا کوئی قول ان کی اپنی ترجیحات اور مدعیات کے خلاف پالیں تو اس راوی اور اس کی مرویات کو غیر معتبر کہتے ہیں اور اس کی توہین و تحقیر کرتے ہیں چنانچہ اسی طائفہ کا ایک شخص راقم کے روبرو قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کو معترض کہتا تھا۔ نعوذ باللہ صاحب ردالمحتار نے اس جگہ لکھا ہے کہ والمثبت مقدم علی النافی (مثبت کونفی پر سبقت حاصل ہے) یہ قاعدہ اصول ہے یعنی شے کا اثبات علم سے ہوتا ہے اور اس کی نفی لاعلمی سے پس عالم کا قول غیر عالم کے قول پر مقدم ہے۔ اور اسی طرح مذکور ہے کہ مدعی لاچوتسلی نشود کوسروخشت (مدعی کو جب تسلی نہ ہو تو پھر اس کے سر پر اینٹ مار دو) اور منکر کے جملہ اعتراضات کے ہمارے جواب صواب ردالمحتار میں موجود ہیں مگر حسد و عجب کا علاج مفقود ہے تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ خود نذیر حسین صاحب معیار نے اپنی معیار میں محدثین کے فضائل میں بعض اقوال کو شامل کیا ہے اور اس جگہ پر سند صحیح سلسلہ وار کو بیان نہیں کیا شاید لگتا ہے اس جگہ سند صحیح کے مطالبہ کو پس پشت ڈال دیا ہے اگرچہ ہمارا تو فضائل مجتہدین پر اعتقاد ہے پس فواصل محدثین میں بھی ان کا ذکر رفیع راخ ہے اور یہ چند کلمات تعصب منکر کے اعلام کے لیے مرقوم ہوئے ہیں۔

(۱) صحیح ابن حبان: ۴۹۰/۴ حدیث: ۱۶۱۰..... جامع الاحادیث سیوطی: ۱۲۷/۲۰ حدیث: ۲۱۶۸۶۔

(۲) سنن ترمذی: ۶۶۲/۳ حدیث: ۲۵۰۶..... معجم اوسط طبرانی: ۱۱۰/۳ حدیث: ۳۷۳۹۔ ترجمہ: اپنے بھائی کی

مصیبت دیکھ کر خوشی نہ مناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے تو پھٹکارا مل جائے اور تم گرفتار بلا ہو جاؤ۔

امام رضی اللہ عنہ نے چار ہزار تابعین اساتذہ سے حدیث پڑھی اور ان کو حفاظ المحدثین کے طبقات میں ذکر کیا ہے اور امام رضی اللہ عنہ سے لوگوں میں کثرتِ احادیث کے عدم ظہور کی وجہ یہ ہے کہ آپ روایت حدیث سے زیادہ اہم اور اعلیٰ کام مثل استنباط مسائل دینیہ اور تدوین احکام یقینیہ میں مشغول تھے جس طرح ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مسلمانوں کی مصالحت میں مشغول تھے جس کی وجہ سے ان سے دیگر صحابہ کرام کی طرح روایت حدیث ظاہر نہ ہوئی۔

ابن عبد البر محدث بابی نے ذم میں تفسیق و تدبیر کے بغیر بہت سی احادیث روایت کی ہیں اور خطیب، اسرائیل بن یونس سے روایت کرتا ہے کہتے ہیں کہ نعمان ندب مرد ہیں حافظ احادیث ہیں اور حدیث میں تفسیق کے لحاظ سے اجل عالم ہیں۔

اور حسن بن صالح نے کہا کہ ابو حنیفہ بہت زیادہ پرہیزگار، حرام سے خائف رہنے والے اور مشتبہات کو ترک کرنے والے ہیں میں نے ان سے بڑا فقیہ اور اپنے نفس کا نگہبان نہیں دیکھا۔

ابن حجر نے کہا کہ حرمہ نے روایت کی کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

لوگ طالب فقہ ہونے میں ابو حنیفہ کی اولاد ہیں۔

اور ربیع نے امام شافعی سے روایت کیا کہ جو کوئی ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتب کا مطالعہ نہیں کرتا ہے عالم بقر اور فقیہ نہیں بن سکتا ہے اور بہ تحقیق نقل کرتے ہیں کہ علمائین مجتہدین کی ثنا اور ادب کرتے ہیں ان میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا خاص ادب امام شافعی کرتے ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ تو کمالِ ادب کرتے ہیں فرماتے ہیں :

ہم ابو حنیفہ کی زیارت قبر سے تبرک تلاش کرتے ہیں اور جب مجھے کوئی خاص حاجت پیش آتی ہے تو میں ابو حنیفہ کی قبر کے پاس رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت پڑھتا ہوں تو میری حاجت برآتی ہے۔

حاشیہ منہاج میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس فجر کی نماز ادا کی اور قنوت ترک کر دی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے قنوت کیوں ترک کر دی؟ فرمایا: اس امام کے ادب کی وجہ سے۔ اور بعض نے کہا کہ جہر یہ بسم اللہ بھی نہیں پڑھی۔



امام رضی اللہ عنہ نہایت متقی اور انصاف پسند ہیں۔ امام شعرانی نے میزان میں ابو جعفر کی شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی، عابد اور صاحب عزت بزرگ تھے اور دین میں زیادہ احتیاط فرماتے تھے اور شریعت میں اپنے قول کو شامل کرنے سے دُور تر رہتے تھے چنانچہ ہر مسئلہ میں اپنے تمام اصحاب کو جمع فرماتے جب ان تمام کا اس پر اتفاق ہو جاتا تو پھر امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے فرماتے کہ اس مسئلہ کو فلاں باب میں لکھ دو۔ اور طحاوی سے مسند خوارزمی میں نقل ہے کہ امام کے ساتھ ایک ہزار بزرگ و مہتر (فاضل) اور درجہ اجتہاد پر فائز شاگرد ہوتے تھے۔ جب کوئی واقعہ درپیش آتا تو آپ ان سے مشورہ اور مناظرہ کرتے ان سے گفت و شنید ایک ماہ یا اس سے بھی زائد عرصہ تک چلتی۔ جب کسی ایک قول پر متفق ہو جاتے تو ابو یوسف اس کو لکھ لیتے تھے اور اصول کو بھی ان سے باہمی مشورہ کر کے ثابت کرتے تاکہ دیگر مجتہدین کی طرح امام ابو حنیفہ نے تنہا مسائل وضع کیے ہیں۔ (رد المحتار)

فتویٰ میں اس قدر اجتہاد، تقویٰ اور احتیاط فرمانے کے باوجود بعض مسائل میں توقف اور ”لا ادری“ فرماتے جیسا کہ کتب فقہ میں مبین ہے۔

اور امام المسلمین رضی اللہ عنہ علم باطن میں کامل اور مکمل تھے کہ جس کی انتہا نہیں ہے چنانچہ رد المحتار میں ہے کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میدان طریقت اور حقیقت کے شہ سوار تھے، کیونکہ علم حقیقت کی بنا علم و عمل اور تصفیہ نفس پر ہے اور تحقیق علمائے سلف نے امام کو ان صفات سے یاد کیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جو خود صاحب مذہب ہیں فرماتے ہیں :

ابو حنیفہ علم، ورع، زہد اور اختیار آخرت کے اس مرتبہ کو پہنچے ہوئے ہیں جہاں کسی کی فہم نہیں پہنچ سکتی ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابو حنیفہ کے سوا کسی اور کی متابعت مناسب نہیں ہے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ امام، متقی، تقی، پرہیزگار عالم، دین دار فقیہ ہیں کہ آپ کا علم بصر و فہم کو کشادہ کرتا ہے اور یہ کمال آپ کے سوا کسی اور میں نہیں ہے۔

اسی طرح کی بہت سی باتیں ابن حجر نے کبار علمائے کرام سے نقل کی ہیں۔ امام عبداللہ تستری جو کہ امام معقول ہیں اور روز الست کے سوال جواب کی یادداشت ان سے منقول ہے فرماتے ہیں :



اگر امت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی شخص ہوتا تو وہ ہرگز یہود و نصاریٰ نہ رہتے یعنی اپنے دین قوی سے منہ نہ پھیرتے۔ (ردالمحتار)

مسند خوارزمی میں علمائے کبار کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بقدر کفایت معاش رزق حلال سے کماتے تھے اور جو چیز اپنے لیے اور اپنے عیال کے لیے خریدتے وہی فقر و مشائخ کے لیے بھی خریدتے تھے اور بادشاہوں کا انعام اور انبیا کے ہدایہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ اور احیاء العلوم میں اس سے زیادہ لکھا ہوا ہے۔

امام المؤمنین کا یقین اس غایت درجہ کا تھا، فرماتے کہ میرا ایمان جبرائیل علیہ السلام کے ایمان کی طرح ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر وغیرہ میں ہے۔

اعرف عرفائے کبار شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں امام ابوحنیفہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

آپ شرع و ملت کے چراغ، دین و دولت کی شمع، نعمان حقائق، جواہر معانی و دقائق کے غماز، عالم، عارف، صوفی، امام جہاں ابوحنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں تمام رطب اللسان ہیں اور تمام ملت میں مقبول ہیں۔

آپ کی ریاضت و مجاہدہ و تلاوت و مشاہدہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اصول طریقت، فروع شریعت میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اور نظر ناقد رکھتے تھے فراست و سیادت میں یگانہ تھے۔ مروت و فتویٰ میں بے نظیر تھے۔ کریم زماں، جواد جہاں، افضل عہد روادار علم و وقت تھے۔ قبلہ حقیقی کی طرف توجہ رکھنے والے اور دروازہ مخلوق سے منہ پھیرنے والے سخت گرمی، جاڑے میں صوف پہننے والے، مقروض کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنے سے گریز کرتے!۔ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

کل قرض جو منفعة فهو ربوا۔ (۱)

ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے وہ سود ہے۔

فرمایا: اگر میں نفع حاصل کروں تو یہ ربوا یعنی سود ہوگا۔

شیخ علی بن عثمان معروف داتا گنج بخش علی جویری قدس سرہ فرماتے ہیں :

(۱) بغیۃ الحارث عن زوائد مسند الحارث: ۱/۵۰۰ حدیث: ۴۳۷..... معرفۃ السنن والآثار: ۸/۱۷۳۸ حدیث: ۱۱۵۱۷۔

میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے دروازے پر ایک بوڑھے کو پوری شفقت سے اٹھایا میری طرف نظر کرم فرمائی اور میں آپ علیہ السلام کے قدموں میں گر پڑا اور میں نے بوسہ دیا اور مجھے تعجب تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے!۔ پیغمبر علیہ السلام نے بحکم معجزہ ارشاد فرمایا: (یعنی میرے احوال باطن کو دریافت کر لیا) یہ تمہارے زمانے کے امام ابوحنیفہ ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟۔ فرمایا: ابوحنیفہ کے علم میں۔

اور کشف المحجوب میں اسی طرح مروی ہے۔

ردالمحتار اور اس کے علاوہ کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ کے والد ثابت اور ان کی ذریت کے حق میں دعائے برکت فرمائی اور امام کے پوتے نے کہا کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ حق سبحانہ عزوجل نے شیر خدا کی دعا کو ہمارے حق میں قبول فرمایا ہے۔ (ف) درمختار وغیرہ میں ہے کہ امام ہمام کو سو بار خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت ہوئی ہے اور عذاب سے نجات پانے والی دعا لکھی۔ (۱)

نیز امام نے پچپن (۵۵) حج کیے اور آخری حج میں بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو رکعت میں قرآن شریف ختم کر دیا، سلام کے بعد گریہ و مناجات کی کہ الہی اس بندہ ضعیف نے تیرا حق عبادت ادا نہیں کیا تو ہاتھ نے بیت اللہ سے آواز دی کہ

(۱) سید احمد طحاوی اور سید ابن عابدین شامی نے درمختار کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے امام ہمام کو فرمایا کہ جو شخص صبح و شام اس دعا کو پڑھے گا میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا، دعا یہ ہے :

سبحان الابدی الابد ، سبحان الواحد الاحد ، سبحان الفرد الصمد ، سبحان رافع السماء بغير عمد ، سبحان من بسط الارض علی ماء جمہد ، سبحان من خلق الخلق فاحصاهم عدد ، سبحان من قسم الرزق ولم ينس احد ، سبحان الذي لم يتخذ صاحبة ولا ولد ، سبحان الذي لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا احد . (رد المحتار شامی: ۱۲۵/۱)

(ف) حضرت مشکل کشا نے خاندان امام نعمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے کت فرمائی۔

اے ابوحنیفہ! تو نے ہماری نیک خدمت کی، تحقیق ہم نے تجھ کو تیرے تابعین و مقلدین کو روزِ قیامت بخش دیا۔

اور ردالمختار میں کہا ہے کہ بخشش صرف تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ جو کوئی امام کی مثل خدمت و معرفت تمام بجالائے اور اوامر و نواہی میں مجتہد فیہ جیسا عمل کرے گا بخشا جائے گا۔  
امام کی ولادت ۸۰ ہجری میں اور وفات ۱۵۰ ہجری میں ہوئی۔ پس یہ بات متحقق ہوگئی کہ امام ہمام کا تابع صراط مستقیم کا سالک ہے اور آپ کا منکر ہالک ہے۔ اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

## باب دوم

### امام اعظم کے بارہ تابعی اولیا کے احوال

جاننا چاہیے کہ امام اعظم کے مذہب کی حقیقت کے بے شمار دلائل ہیں ان میں سے مختصر یہ ہے کہ ہزار ہا اولیاء حقانی اور علمائے ربانی جو صفاتِ فاصلہ اور نعوتِ کاملہ سے متصف اور علمائے آخرت کی علامات کے حامل ہیں انہوں نے امام اعظم کے موسوم مذہب کو پسند کیا اور اس کو اختیار کیا اور آپ کی متابعت کو خوش دلی سے اپنایا۔ ان تمام کا ذکر دفاتر میں سما نہیں سکتا بلکہ میزانِ ادراک میں بھی ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا مگر بطورِ نمونہ انبار میں سے ایک دانہ اور ہزار میں سے ایک کے لحاظ سے امام اختیار رضی اللہ عنہ کے صرف بارہ بزرگواروں۔ کہ جو آپ کے شاگرد و پیروکار ہیں۔ کے مختصر ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

درخانہ اگر کس است

احرفیش بس است

گھر میں اگر کوئی مرد ہو تو اس کے لیے ایک حرف ہی کافی ہے۔ ان ائمہ کرام کے

اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) :

- ۱- خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ
- ۲- سلطان ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ
- ۳- شیخ العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
- ۴- شیخ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
- ۵- شیخ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ
- ۶- شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
- ۷- شیخ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

(۱) بعض لوگ غنیۃ الطالبین کی صورت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت امام اعظم اور آپ کے تابعین پر طعن کرتے ہیں غنیۃ میں امام اعظم اور آپ کے تابعین کو فرقہ مرجیہ جو کہ اہل سنت سے خارج ہے اس میں شامل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ

خوے بدر ابہانہ در کار راست  
بدفطرت کو بس بہانہ چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ غنیۃ میں فرقہ مرجیہ کا زعم اس طرح لکھا ہوا ہے: 'فرقہ مرجیہ کا زعم یہ ہے کہ جو کوئی بھی کلمہ طیبہ کا قائل ہو اور جملہ گناہوں کا حامل ہو اور ہر قسم کی شہوات کا رسیا ہو پھر بھی وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا یعنی اس کو اپنے گناہوں کی سزا نہیں ملے گی۔ اس جگہ امام اعظم رضی اللہ عنہ خود لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ مومن کو اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے کہ گناہ گار مومن ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا جیسا کہ مرجیہ کا عقیدہ ہے۔ اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ بالتحقیق ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ مغفور ہیں جیسا کہ مرجیہ اس کے قائل ہیں پس واضح ہو کہ مرجیہ اور حنفیہ کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے مگر وہم کے تابع ہو کر یقین کے ساتھ طعن کرنا عبث و حیران کن ہے۔ لہذا مولانا عبدالکلیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ شریفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ شاید بعض مبتدعین نے بغض کی وجہ سے اس فرقہ کو کلام شیخ قدس سرہ میں شامل کر دیا ہے۔

مولانا قاری شرح مسند امام میں اس طرح سے فرماتے ہیں کہ کلام اگرچہ اس زعم کج کے رد کے لیے ہے مگر اس میں بہت فہم و فراست کی ضرورت ہے۔

ہمارا مقصود اختصار کے ساتھ کلام کرنا ہے لہذا اس قدر قلیل اقتصار ہی کافی ہے۔ منصف کے لیے اس قدر ہی کافی ہے۔ واللہ صوالحادی کان اللہ تعالیٰ لہ۔ ۱۲

- ۸- شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
- ۹- شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰- شیخ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۱- شیخ خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۲- شیخ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

## ۱- خواجہ فضیل بن عیاض حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ مقدم تائبان، معظم تائبان، آفتاب کرم، سراپا احسان، مانند دریا ورع، اور آپ کا عرفان کون و مکاں سے اعراض کرنے والا ہے۔ خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کبار مشائخ سے تھے۔ آپ عیار طریقت، ستودہ اقران اور مرجع قدم تھے اور ریاضت و کرامات میں شان رفیع رکھتے تھے۔ ورع و معرفت میں پیہم تھے۔ ابتدا میں راہ زن یعنی ڈاکو تھے مگر جس قافلہ میں کوئی حافظ قرآن ہوتا اس کو کچھ نہ کہتے ایک رات ایک قافلہ گزرا اس میں ایک شخص نے یہ آیت پڑھی :

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ ۝ (سورۃ حدید: ۱۶/۵۷)

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تمہارے دل اللہ کے خوف سے بیدار ہو جائیں۔

یہ آیت تاثیر کا تیر بن کر فضیل کے دل میں لگی۔ آپ نے کہا: آیا آیا، پس توبہ کی اور گریہ و زاری کرتے تھے اور اپنے دشمنوں کو خوش کرتے تھے۔ ایک یہودی منکر تھا جو کسی طرح بھی خوش نہیں ہو رہا تھا اس منکر نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اپنا حق بخش دوں تو تم اس ریت کی پہاڑی کو ہٹاؤ اور اسے صاف کرو اور وہ بہت بڑی پہاڑی تھی اور اس کو اٹھانا مکان بشر سے بہت بعید و دشوار تھا مگر فضیل نے پہاڑی کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔

منکر (یہودی) حیران رہ گیا اور فضیل سے کہا کہ میرے تکیہ کے نیچے ایک چیز کو اٹھا لاؤ تاکہ میں تم کو معاف کر دوں۔ فضیل نے اس کے تکیہ کے نیچے سے تھیلی اٹھائی اور اس کو دے دی جو کہ سونا

بن چکی تھی۔ یہودی نے کہا کہ پہلے آپ مجھ پر اسلام پیش کریں فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمہاری یہ حالت کیا ہے؟۔ اس نے کہا کہ توریت میں ہے کہ صدق دل سے تائب ہونے والا اگر خاک کو ہاتھ لگا دے تو سونا بن جاتی ہے۔

میں نے امتحان لیا کہ تمہارا ہاتھ خاک کو سونا بناتا ہے تو تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے اور تیرا دین حق ہے، پس منکر یہودی ایمان لے آیا۔ اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ مکہ گئے اور بعض اولیاء کرام کو پایا اور مدتوں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تشنگی علم کو بجھایا۔ لوگ آپ کا وعظ جوق در جوق سنتے۔ ایک رات فضل برکی ہارون رشید کو فضیل علیہ الرحمہ کے گھر لے گیا۔ انہوں نے آپ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ . . . ۵ (سورۃ حدید: ۱۶/۵۷)

کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جنہوں نے بُرے کام کیے ہم ان کو نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے!۔

ہارون نے کہا: اگر ہم نے نصیحت طلب کی تو یہ ہی کافی ہے پھر دروازے پر دستک دینے پر فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کون ہے؟۔  
فضل نے کہا: ہارون رشید۔

آپ نے اندر سے کہا کہ ان کو مجھ سے کیا کام اور مجھے ان سے کیا سروکار۔ آپ میری مشغولیت میں عمل دخل نہ کریں اور چلے جائیں۔  
فضل نے کہا: اولی الامر کی اطاعت واجب ہے۔ آپ ہمیں اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم از خود آ جائیں گے۔

آپ نے کہا: تم کو اختیار ہے۔

ہارون اندر آ گیا تو فضیل نے چراغ کو بجھا دیا تاکہ ان کا چہرہ نہ دیکھیں۔ ہارون نے مصافحہ کیا۔ فضیل نے کہا کہ یہ کس قدر نرم ہاتھ ہیں، اگر آتش دوزخ سے بچ جائیں!۔

فضیل نماز میں مشغول ہو گئے، فراغت نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ خدا کے لیے



ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے کسی قوم پر امیر مقرر فرمادیں، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے چچا! میں نے تجھ کو تمہارے نفس کا حکمران بنا دیا کیونکہ تیرے نفس کا حق تعالیٰ کی اطاعت کرنا مخلوق کا تیری ہزار سال اطاعت کرنے سے بہتر ہے۔

ہارون رو پڑا اور عرض کی کہ اور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرا خوب صورت چہرہ آتش دوزخ میں مبتلا کر دیا جائے اور اس کا حلیہ ہی بگڑ جائے۔

امیر نے عرض کی اور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: حق تعالیٰ کے سامنے بروز قیامت جواب دہی کے لیے ہمیشہ ڈرتے رہو، کیونکہ وہاں ایک ایک مسلمان کی تم سے باز پرس ہوگی اور تمہاری ریاست میں ایک غریب عورت بھی بھوکے سو گئی تو محشر میں تیرا گریبان پکڑے گی۔

ہارون گریہ و زاری کرتے ہوئے بے ہوش ہو گیا۔ فضل نے کہا: اے فضیل! بس کر دیں آپ نے تو امیر کو جاں بلب کر دیا ہے۔

فرمایا: خاموش اے ہامان! بلکہ تو نے اور تمہاری قوم نے ان کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہارون اور زیادہ رونے لگا اور فضل کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھ کو ہامان اس لیے کہا ہے کہ تو مجھے فرعون سمجھتا ہے۔ پھر ہارون نے ہزار دینار پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مال حلال ہے جو مجھے والدہ کی میراث سے ملا تھا۔

فضیل نے کہا میری نصیحت نے تجھ پر کچھ اثر نہیں کیا کیونکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو حق دار ہیں تو ان کا حق دے اور تو مجھے پیش کر کے مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔ ہارون اٹھا اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے لیے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: تابع ہو جا اور متبوع نہ ہو۔

میں نے کہا کہ اس قدر سند کے لیے کافی ہے۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں کہ اب میں اپنے رب کے ساتھ خلوت کروں گا اور جب صبح ہوتی ہے تو میں مخلوق کے دیدار کی کراہت سے مغموم ہو جاتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میں بیمار ہو جاؤں اور نماز باجماعت نہ پڑھوں تاکہ میں

خلق کونہ دیکھوں۔

آپ فرماتے تھے جو کوئی چوپاؤں پر لعنت کرتا ہے تو وہ چوپائے کہتے ہیں: آمین ہم میں اور تجھ میں سے زیادہ جو حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس پر لعنت ہو۔

آپ نے فرمایا کہ دو خصلتیں دل کو فاسد کرتی ہیں :

۱۔ بہت زیادہ سونا۔ ۲۔ بہت زیادہ کھانا۔

ایک مرتبہ ایک بچے کا پیشاب بند ہو گیا دعا کی تو شفا یاب ہو گیا تو ۳۰ سال تک کسی نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا مگر جس دن آپ کے بیٹے نے وصال فرمایا تو آپ متبسم ہوئے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یہ کون سا موقع ہے تو فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کے وصال سے خوش ہوا تو میں نے راضی برضاے الہی ہوتے ہوئے تبسم کیا۔

ردالمحتار میں منقول ہے کہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ امام شافعی، امام بخاری و امام مسلم علیہم الرحمہ کے استاد تھے بلکہ یہ حضرات آپ سے روایت کرتے تھے اور تمیمی وغیرہ آپ کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کرتے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ مجاور مکہ تھے اور ۱۸۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

## ۲۔ سلطان ابراہیم بن ادہم حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان دین و دنیا، امیر شرع و دین، سمرغ قافیقین، کنج عالم عزلت، گنجینہ سرائے دولت، پروردہ لطف و کرم، شاہ اقلیم اعظم، شیخ وقت ابراہیم ادہم قدس سرہ متقی تھے۔ آپ صدیق دولت، محبت المل روزگار، انواع معاملات و اصناف حقائق سے واقف، جملہ خلائق میں مقبول، بکثرت مشائخ کی زیارت کی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس علمی سے محبت یافتہ تھے۔ جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ابراہیم ادہم اس طائفہ کے درمیان علوم کی چابی ہے یعنی علم طریقت کی چابی ہیں۔

ابتدا میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے اور ایک عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک رات اپنے تخت پر آرام فرماتے چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی پوچھا کون ہے؟

اس نے کہا کہ اونٹ گم ہو گئے ہیں۔ میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔

آپ نے کہا: اے بے وقوف! اونٹ چھت پر کس طرح آسکتا ہے؟

اس نے کہا اے غافل! تو رضائے خدا کو ہیرے جواہرات سے مرصع زریں تخت پر کیسے حاصل کر سکتا ہے؟۔ اس سے سلطان کے دل میں ہیبت طاری ہو گئی اور اگلے دن اس کے دربار عام میں ایک شخص ذی حشم آیا، بادشاہ کے پاس گیا۔

بادشاہ نے کہا: اے شخص! تو کیا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: میں اس سرائے میں آیا ہوں۔

بادشاہ نے کہا: یہ میرا گھر ہے سرائے نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ تجھ سے پہلے یہاں کون آباد تھا؟

کہا: میرا باپ۔

اس نے کہا: ان سے قبل؟

کہا: میرا دادا۔

کہا: اب یہ لوگ کہاں ہیں؟

عرض کی: فوت ہو گئے ہیں

تو اس نے کہا: یہ سرائے ہی تو ہے کہ ایک آتا ہے اور ایک چلا جاتا ہے۔

یہ فرما کر صحرا کی طرف چل دیے۔ ابراہیم اس کے پیچھے دوڑے حتیٰ کہ ان کو پالیا اور ان کو قسم دے کر پوچھا کہ ٹھہر جائیے، آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ کیونکہ آپ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی ہے۔

اس نے کہا: میں خضر ہوں، فوت ہونے سے پہلے توبہ کر لے کہ تیرے لیے جلدی تاب ہونے کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا: وقت بیداری کا ہے پس توبہ کی ملک کو خیر باد کہا اس دل بے قرار کے ساتھ بیابان کا گشت شروع کر دیا اور گریہ وزاری کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کا گذر ایک پل پر سے ہوا جہاں

پر آپ نے ایک نابینا کو گرتے ہوئے دیکھا اگر وہ گر جاتا تو ہلاک ہو جاتا۔ آپ نے کہا: اے اللہ! اس کی حفاظت فرما تب ساتھ ہی وہ ہوا میں معلق کھڑا ہو گیا پھر لوگوں نے اس کو پکڑا اور اسے باہر نکالا لوگ اس کی کرامت سے حیران ہو گئے۔ (۱)

نیشاپور کے اس غار میں آپ نے نو سال تک عبادت کی جب لوگ آپ کے حال سے باخبر ہو گئے تو آپ اس غار سے کوچ کر گئے اور مکہ مکرمہ چلے گئے۔

حضرت ابراہیم ادھم کی اپنے اہل و عیال سے ملاقات :

ایک دن اکابر میں سے کسی ایک نے راستے میں آپ کو اسم اعظم سکھا دیا تا کہ خدا عزوجل کو اس کے ساتھ پکاریں، خضر علیہ السلام نے آپ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا: اے ابراہیم! وہ میرے بھائی الیاس علیہ السلام تھے جنہوں نے آپ کو اسم اعظم سکھایا۔

پھر آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو پیران حرم نے آپ کا شان دار استقبال کیا اور تعظیم بجالائے پھر آپ نے مکہ میں رہائش اختیار کی اور لکڑیاں کاٹ کر کسب معاش کرتے تھے۔ آپ کی زوجہ اور بیٹا آپ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ میں آئے۔ ایک دن آپ نے دریا کے کنارے بیٹے سے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟ اس نے کہا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔

آپ نے کہا: الحمد للہ۔

آپ نے پوچھا: کیا تو نے قرآن سیکھا؟

لڑکے نے کہا: کیوں نہیں۔

آپ نے کہا: الحمد للہ۔

پھر پوچھا: علم سیکھا؟

تو لڑکے نے جواب دیا: جی ہاں۔

(۱) رد المحتار میں رسالہ قشیریہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ ایک دن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شکار پر گئے تھے ہاتھ نے آواز دی کہ کیا تم کو صرف سیر اور شکار کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ پس ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کو ترک کر دیا اور جب شبانی پہن لیا اور مکہ میں داخل ہو گئے، ۷۰ سال میں شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ تذکرۃ الاولیاء میں یہ روایت بھی ہے۔ منہ کان اللہ

آپ نے کہا: الحمد للہ۔

پھر ابراہیم نے چاہا کہ چلے جائیں تو آپ کی بیوی اور بچے نے اصرار کرتے ہوئے آپ کو روک لیا تب ابراہیم نے اپنے چہرے کو آسمان کی طرف کیا اور کہا: الہی اغثنی (اے اللہ! میری مدد فرما)۔

اسی وقت آپ کا بیٹا فوت ہو گیا۔ عقیدت مندوں نے اس واقعہ کے بارے دریافت کیا تو فرمایا کہ بچے کی محبت کے جذبات دل میں امنڈ آئے تھے تو ندا آئی :

اے ابراہیم! تم نے مجھ سے دوستی کا دعویٰ کیا اور تو دوسروں کو بھی دوست رکھتا ہے۔

پس میں نے دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما۔ اگر بیٹے کی محبت مجھے تیری محبت سے باز رکھتی ہے تو تو یا اس کی جان لے لے یا مجھے موت عطا فرما دے۔

حضرت ابراہیم ادھم کے بعض مقولات: ایک دفعہ حضرت ابراہیم کے پاس دس ہزار دینار پیش کیے گئے، آپ نے ان کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جس کو تین مقامات پر حضوری نصیب نہیں ہوتی تو یہ اس کے لیے محرومی کا نشان ہے :

۱۔ قرآن پڑھتے ہوئے ۲۔ نماز ۳۔ ذکر

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے فرمایا: تجھے تھوڑے یقین کی محتاجی ہونی چاہیے اگرچہ تیرے پاس بہت زیادہ علم ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں حضرت ابراہیم کے ساتھ سفر میں تھا آپ کے پاس زادِ راہ نہ تھا چالیس دن تک آپ نے صبر کیا۔

چند حج آپ نے پیدل کیے روزانہ زم زم کے چشمہ سے آپ پانی نہ نوش کرتے تھے کیونکہ اس کا ڈول شاہی کنویں کا تھا۔

جو بھی آپ کی صحبت میں رہنے کا خواست گار ہوتا تو آپ اس کے سامنے تین شرائط رکھتے :

۱۔ خدمت میں کروں گا ۲۔ نماز کے لیے اذان میں خود دوں گا ۳۔ فتوح (نذرانے) میں جو چیز بھی آئے گی میں تجھ کو دوں گا۔

کرامات ابراہیم بن ادہم : آپ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ان کے دست مبارک میں ایک پرچہ تھا جس میں حق تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نام درج تھے۔ میں نے کہا کہ میرا نام بھی لکھا ہوا ہے؟۔  
فرمایا کہ تم ان میں نہیں ہو۔

میں نے کہا کہ میں ان کو دوست رکھنے والوں میں سے ہوں۔ فرمان صادر ہوا کہ میں نے تیرا نام سب سے پہلے لکھ رکھا ہے کیونکہ اس راہ میں ناامیدی کے بعد ہی امید پیدا ہوتی ہے۔  
ایک دن آپ دجلہ کے کنارے پر خرقہ کوسی رہے تھے کہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے ایک بخارا کو چھوڑ کر کیا پایا؟۔

آپ کی سوئی دریا میں گر گئی تو آپ نے دریا کو اشارہ کیا تو ایک ہزار مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی سونیاں لے کر سطح آب پر آگئیں۔

فرمایا: میں اپنی سوئی چاہتا ہوں، ایک کمزوری مچھلی نے آپ کی سوئی لا کر دی۔

ابراہیم نے فرمایا: کمترین چیز جس کو میں نے سلطنت بخارا کے عوض پایا وہ یہ تھی۔

دعا کی عدم قبولیت کے موجبات : لوگوں نے آپ سے دعا کی عدم

قبولیت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت، مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی فرماں برداری، قرآن پر علم اور رحمن کا شکر ادا نہیں کرتے ہو، اور نہ تم بہشت کو طلب کرتے ہو اور نہ ہی دوزخ سے بھاگتے ہو، اور تم شیطان کے پیروکار ہو، نہ ہی تم مردوں سے عبرت حاصل کرتے ہو تم کو اپنے عیب نظر نہیں آتے اور دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول ہوتے ہو، پھر کس طرح دعا قبول ہوگی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن ہاتھ نے آواز دی :

آگاہ ہو جاؤ تحقیق اللہ کی امان فوت ہو گئی ہے۔



### ۳۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے: آپ سلطان العارفين، برہان المحققين، خلیفۃ الہی، دعا نامہ نامتناہی، پختہ جہان ناکامی، شیخ وقت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اکبر مشائخ، اعظم اولیاء، حجت خدا، قطب عالم اور مرجع اوتاد تھے۔ آپ کی ریاضات و کرامات بہت زیادہ ہیں۔ اسرار و حقائق میں گہری نظر رکھنے والے، وجد بلوغ کے ناقد، مقام قرب میں دائم اور صاحب ہیبت تھے۔ آتش حجت میں غرق، دائمی طور پر اپنے بدن کو مجاہدہ کی بھٹی میں جلانے والے اور دل کو مشاہدہ میں رکھنے والے تھے۔ آپ کی روایات (ملفوظات) اعلیٰ احادیث کی آئینہ دار ہیں۔

آپ کے پیش نظر جو طریقت کے اسرار و معانی تھے وہ کسی سے مستبط نہ تھے اور ہو بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ یہ تمام تو آپ کا ہی خاصہ ہے۔ ان کا علم صحرا زدہ ہے اور ان کا کمال و مرتبہ پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

بایزید در میان ماچوں جبرئیل است در ملائکہ۔

بایزید ہم میں ایسے ہیں جس طرح ملائکہ میں جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے دادا آتش پرست تھے اور آپ کے والد گرامی بسطام کے جلیل القدر بزرگوار میں شمار ہوتے تھے اور آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے شکم میں تھے تو میں اگر کوئی شبہ والی شے منہ میں رکھتی تو آپ شکم میں اس قدر بے چین ہو جاتے کہ میں اس لقمہ کو اگل دیتی اور آپ اس کے مصداق ہیں جب لوگوں نے پوچھا کہ مرد کو اس راہ طریقت میں کیا بہتر ہے؟ تو فرمایا: اگر وہ بزرگ طریقت کو جانتا ہوتا تو خلاف شریعت کوئی قدم نہ اٹھاتا۔

زیارت کعبہ میں ہر قدم پر دو رکعت نفل نماز ادا کرتے اور بارہ سال کے بعد کعبہ شریف پہنچے اور اس سال آپ مدینہ طیبہ حاضری کے لیے نہ گئے اور فرمایا کہ بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کو اس زیارت کے تابع کرنا سوائے ادب ہے، اس کے لیے میں الگ سے احرام باندھ کر

آؤں گا اور دوسرے سال آپ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ (۱)

شیخ احمد خضرویہ اپنے ایک ہزار مریدین کے ساتھ ہوا میں اڑتے اور پانی پر چلتے تھے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: اے احمد! کب تک اسی طرح چلتے رہو گے؟ عرض کی کہ پانی ایک جگہ ٹھہرا رہے تو متغیر بد بودار ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: تو پھر تم دریا کیوں نہیں بن جاتے تاکہ تم متغیر نہ ہو۔

پھر بایزید رضی اللہ عنہ نے کلام فرمایا تو احمد خضرویہ نے سہات بار عرض کی کہ کلام آسان اور سادہ فرمائیں پھر انہوں نے بایزید رضی اللہ عنہ کے کلام کو سمجھا۔ احمد خضرویہ نے کہا کہ میں نے آپ کے دروازے پر شیطان کو پھانسی پر لٹکے ہوئے دیکھا ہے۔

فرمایا: اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ بسطام میں نہیں آؤں گا، آج اس نے کسی کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس کو سزا کے طور پر لٹکا دیا ہے۔

عہد بایزید میں ایک آتش پرست کو لوگوں نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ اگر مسلمانی یہ ہے جو بایزید کرتے ہیں تو اس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اور اگر مسلمانی یہ ہے جو تم کرتے ہو تو مجھے اس سے شرم آتی ہے۔

احمد خضرویہ نے کہا کہ خواب میں حق تعالیٰ نے مجھے فرمایا: تمام لوگ مجھ سے کرامات کے طلب گار ہیں اور بایزید مجھ سے مجھ ہی کو طلب کرتا ہے۔

**ملفوظات بایزید:** ایک مرید نے شیخ سے وصیت طلب کی تو فرمایا:

(۱) سبحان اللہ و بحمدہ خدا تعالیٰ عزوجل کے دوستوں اور تابعین رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ التحیۃ و الثناء کا معاملہ اس طرح ہوتا ہے کہ قبر مطہر کا اس قدر احترام فرماتے تھے۔ رضوان اللہ علیہم و اولئنا من ہرکاتہم

اللہ کی ان پر رحمت و خوش لودی ہو اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں بھی فیض یاب فرمائے اور دشمنان خدا تعالیٰ کا عتاب اس غایت درجہ کا ہے کہ زیارت (قبر) کو ممنوع اور غیر مشروع کہتے ہیں۔

اللہم اهدنا و ایاہم الی الصراط المستقیم .

اے اللہ عزوجل! ہمیں اور انہیں سیدھے راستے پر چلا۔ ۱۲ منہ کان اللہ

۱۔ جب تو کسی بُرے اخلاق والے کی صحبت میں ہو تو اس کو اپنی نیک خصلت کی طرف لے آ۔  
۲۔ اور جب کوئی تجھ کو انعام دے تو پہلے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر اور پھر اس شخص کا جس نے تجھ کو نوازا ہے۔

۳۔ جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو بلند آواز سے فریاد کر کہ تو اس پر صبر نہیں کر سکتا ہے اور اس مصیبت کو دفع کرنے کی جرأت و ہمت نہیں رکھتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ درجہ کمال کیا چیز ہے؟ فرمایا: اپنے عیب پر نگاہ رکھنا۔

لوگوں نے پوچھا: راہِ حق کیا ہے؟ فرمایا: تو راستے سے اٹھ جا حتیٰ کہ تو واصلِ حق ہو جائے۔

ارادت مندوں نے عرض کی: مردوں کے کیا کام ہیں؟

فرمایا: خود کو (خواہشات) دل کے تابع نہ کرنا۔

ردالمحتار میں ہے کہ بایزید شیخ المشائخ اور راسخ قدم والے تھے۔ آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ تھا

اور آپ کے دادا مجوسی تھے، پس ایمان لائے اور ۲۶۱ھ میں جنت کی طرف رخت سفر باندھا۔

## ۴۔ ذکر خواجہ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ زین زماں، رکن اماں، امام شریعت و طریقت، ذوالجہادین حقیقت، امیر اقلیم و پلارک خواجہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کو شہنشاہِ علما کہا جاتا ہے۔ آپ علم و شجاعت میں بے مثل و بے نظیر اور اصحاب طریقت کے محتشم افراد میں سے تھے اور فنون میں علم احوالی کو پسندیدہ جانتے تھے اور آپ بزرگ مشائخ کی صحبت میں رہے اور وہ تمام مقبولانِ بارگاہِ الہی تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں اور آپ کی کرامات مذکور ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک کی قبول عبادت کا بیان: جس دن آپ

تشریف لائے تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تعال یا رجل المشرق۔

اے مردِ مشرق تشریف لائے۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے کہا :

والمغرب و ما بینہما .

بلکہ مغرب اور ان دونوں کے درمیان جو ہے۔

کسی نے فضیل بن عیاض کو کسی شخص کی یوں تعریف کرتے نہیں دیکھا ہے جس طرح وہ آپ کی تعریف کرتے تھے۔ اور عبادت میں آپ درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ ایک دن آپ کی والدہ نے آپ کو باغ میں آرام کرتے دیکھا کہ پھول کی شاخ آپ کے چہرے سے کھیاں اڑا رہی ہے۔

آپ نے مرو سے بغداد پھر مکہ کا سفر باندھا، یہاں سے مستفید ہو کر پھر مرو واپس تشریف لے گئے۔ اہل مرو نے آپ کی بہت قدر و منزلت کی۔ اس جگہ آپ نے درس و تدریس کی مجالس کا آغاز کیا۔ اہل مرو و حصوں میں منقسم تھے: ایک تابع فقہ اور دوسرا تابع حدیث تھا۔ پس عبداللہ بن مبارک نے ان دونوں کو جمع کر دیا تو وہ آپ کو ”رضی الفریقین“ کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ کسی سخاوت کا بیان : پھر آپ حجاز چلے گئے۔ ایک سال حج کرتے اور ایک سال جہاد کرتے، پھر ایک سال تجارت کرتے اور نفع کو ضرورت مندوں میں خرچ کر دیتے اور درویشوں کو کھجور دیتے اور خود گٹھلیاں شمار کرتے۔ جو کوئی زیادہ کھجوریں کھاتا تو آپ ہر گٹھلی کے بدلہ میں ایک درہم دیتے اور فرماتے: اے فردیہ تمہارے دانت ہیں۔

تقویٰ و ورع : آپ کا تقویٰ بھی بے حد تھا۔ ایک دن آپ گھر میں (نفل) نماز میں مشغول تھے، آپ کا بہت قیمتی گھوڑا ایک کھیت میں چلا گیا، آپ نے اس کو وہیں چھوڑ دیا کیونکہ اس نے بادشاہ کی کھیتی سے کھایا تھا اور پیدل ہی چل پڑے۔

کرامات و ملفوظات : ایک دن ایک نابینا نے آپ سے عرض کی کہ آپ دعا کریں میری بینائی لوٹ آئے آپ نے دعا کی تو وہ نابینا اسی وقت بینا ہو گیا۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کون سی خصلت نفع بخش ہے؟۔

فرمایا: عقل وافر، ورنہ حسن ادب اور اگر یہ نہ ہو تو پھر شفیق بھائی سے مشاورت، اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر خاموشی اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر اچانک موت ہی بہتر ہے۔

فرمایا: جو ادب میں سستی کرتا ہے اس سے سنت میں غلغل ظاہر ہوتا ہے اور سنت میں سستی، فرض

میں خلل انداز ہوتی ہے اور فرائض میں سستی معرفت سے محرومی کا سبب ہے اور معرفت سے محروم کو تو جانتا ہے کہ وہ کیا ہوتا ہے!۔

آپ نے فرمایا: اگر میں غیبت کروں تو پھر میں اپنے والدین کی غیبت کرنا پسند کروں گا کیونکہ ان کا حق زیادہ ہے بہت دوسروں کے۔ (کیونکہ غیبت سے انسان کی نیکیاں دوسروں کے گناہوں کو زائل کرتی اور ان کی نیکیاں بڑھادیتی ہیں)

ایک شخص آپ کے پاؤں میں گر کر گریہ زاری کرنے لگا۔ فرمایا: کیا ہوا؟  
اس نے کہا: میں نے زنا کیا ہے۔

فرمایا: مجھے ڈر لگ گیا کہ کہیں تو نے غیبت نہ کی ہو!۔

وصال کے روز آپ نے اپنا تمام مال درویشوں میں تقسیم کر دیا اور وقت وصال اپنی آنکھوں کو بند کر دیا اور مسکرائے اور فرمایا:

لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمِلُونَ ۝

اس کی مثل عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں لوگوں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

فرمایا: رحمت کا معاملہ۔

پھر پوچھا: عبد اللہ کیسے ہیں؟

فرمایا: وہ دن میں دو بار حضرت کی کچھری میں جاتے ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک خادمِ امام اعظم ومخدومِ ائمہ:

آپ زاہد، فقیہ و محدث تھے۔ فقہ، ادب، نحو، لغت، فصاحت، ورع اور کثرت سے عبادت کرنے والے، صاحب تصانیف امام تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبد اللہ اس امت کے ارکان میں سے ایک ہیں۔

امام احمد کے استاد اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ نے امام صاحب

کی بہت زیادہ تعریف فرمائی کیونکہ دوسرے ائمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔  
۱۸۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔

## ۵۔ ذکر خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ متوکل ابرار، متصرف اسرار، رکن محترم، کلمہ محتشم، دلاور طریق، شیخ ابوعلی شفیق رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے یگانہ تھے۔ شیخ وقت، توکل، زہد، عبادت میں راسخ قدم رکھتے تھے اور مختلف انواع کے علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے اور علم میں حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد تھے۔ طریقت میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔

بعض کلمات معرفت سمات شفیق :

آپ فرماتے تھے کہ راہ خدا چار

چیزوں میں ہے :

۱۔ روزی میں امن یعنی حلال رزق۔ ۲۔ عمل میں اخلاص۔

۳۔ شیطان کے ساتھ دشمنی۔ ۴۔ سفر آخرت کے لیے توشہ جمع کرنا اور غذا کو ترک کر دینا۔

کعبۃ المکرمہ کے راستے بغداد شریف پہنچے، ہارون نے آپ سے نصیحت طلب کی تو ارشاد

فرمایا :

اے ہارون! توجہ کر کہ تو حق تعالیٰ کی جانب سے صدیق (رضی اللہ عنہ) کے منصب پر فائز ہو،

لہذا وہ تم سے صدق چاہتا ہے اور تم فاروق (رضی اللہ عنہ) کی جگہ پر فائز ہو وہ تجھ سے حق و باطل میں

فرق چاہتا ہے اور تم ذوالنورین (جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کے نائب ہو وہ تم سے شرم و حیا چاہتا

ہے اور تم مرتضیٰ (جناب علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے خلیفہ ہو سو وہ تم سے علم و عدل چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا: تین چیزیں فقرا کے لیے سچی ہیں :

۱۔ فراغتِ دل ۲۔ حساب کا جلد ہونا ۳۔ راحتِ نفس

اور تین چیزیں مالداروں کے لیے لازم ہیں :



۱۔ جسمانی رنج و غم ۲۔ شغلِ دل ۳۔ حساب کی سختی

فرمایا: میں نے سات سو علما سے پانچ چیزوں کے بارے سوال کیا تو سب نے ایک ہی جواب

دیا:

۱۔ میں نے پوچھا دانش ور کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جو دنیا کو دوست نہ رکھے۔

۲۔ میں نے پوچھا: مال دار کون ہے؟ انہوں نے کہا: جو تقسیمِ خدا پر راضی ہوتا ہے۔

۳۔ میں نے پوچھا عقل مند مردانا کون ہے؟ انہوں نے کہا: جو فریبِ دنیا میں مبتلا نہ ہو یعنی

دنیا اس کو دھوکہ نہ دے سکے۔

۴۔ میں نے پوچھا: درویش کون ہے؟ انہوں نے کہا: جس کے دل میں حب اور طلب کی

زیادتی نہ ہو۔

۵۔ بخیل کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا جو مالِ خدا کا حق، خدا سے پھیر کر رکھے۔ (رد المحتار)

حضرت شفیق بلخی بن ابراہیم مشہور و معروف زاہد عابد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں حاضر ہوتے اور کتاب الصلوٰۃ ان سے پڑھی اس کو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے مقدمہ میں نقل کیا۔

آپ ۱۹۴ھ میں شہید ہوئے۔

## ۶۔ ذکر حضرت خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ شمعِ علم و دانش، چراغِ آفرینش، عاملِ طریقت، عالم

حقیقت، مردِ خدائی خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اس طائفہ کے اکابر میں ہیں، قدم کے سردار ہیں

اور تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ کو بے شک کمال حاصل تھا۔ تمام علوم پر دسترس حاصل کی، خاص طور

پر فقہ میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا اور ۲۰ سال تک امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شاگردی کا شرف

حاصل کیا۔ حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ابراہیم بن ادہم علیہما الرحمۃ کی زیارت کی۔ آپ

حضرت حبیبِ راعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرِ طریقت تھے۔

اوائلِ عمری سے ہی آپ پر خوفِ خدا غالب رہا اور مخلوق سے روابط پیدا کرنے اور اختلاط

عوام سے بچتے تھے اور آپ کا دل دنیا سے بیزار تھا۔ آپ نے ۲۰ دینار میراث پائی اور ان کو ۲۰ سال تک استعمال میں لاتے رہے اور فرمایا کہ میں نے اس کو اس لیے اپنے پاس رکھا ہے کہ یہ میری فراغت کا سبب ہے اور روٹی کو پانی میں بھگو کر کھاتے تھے، اس وجہ سے کہ لقمہ کھانے میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے اتنے وقت میں میں پچاس آیات کریمہ قرآن پاک کی تلاوت کر لیتا ہوں تو پھر اپنا وقت کھانے میں کیوں برباد کروں۔

پانی کا گڑھا دھوپ میں پڑا تھا۔ کسی نے کہا کہ آپ اس کو چھاؤں میں کیوں نہیں رکھ لیتے فرمایا: میں نے اس کو جس جگہ رکھا تھا وہاں پر پہلے سایہ تھا اب مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اپنے نفس کو نعمت سے آراستہ کروں۔

آپ کے پاس بہت بڑی سرائے تھی اور اس میں گھر بہت تھے جب ایک حصہ گھر کا گر گیا اور ویران ہو گیا تو آپ دوسرے حصہ میں چلے گئے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس کو تعمیر کیوں نہیں کر لیتے۔ فرمایا میں نے حق تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ دنیا کو آباد نہ کروں گا۔

ایک چاندنی رات میں آپ چھت پر چڑھ کر غور و فکر میں مشغول ہو گئے اور گریہ زاری شروع کر دی جس کے سبب بے خود ہو کر ہمسایہ کی چھت پر گر پڑے۔

جب نماز کے لیے جاتے تو اشک بار ہو جاتے اور فرماتے کہ مُردے ہمارے منتظر ہیں اور نماز کے بعد دوڑ پڑتے اور خانہ نشین ہو جاتے اور آپ مخلوق سے ملاقات کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ ایک دن ایک بھوکے کوروٹی کا ٹکڑا دیا تا کہ وہ کھالے، اس رات آپ نے اپنے آپ سے ہم نشینی کی اور آپ کے وجود میں معروف کرنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔

ابو ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: دنیا میں روزہ دار رہتا کہ آخرت کو عید بنا سکوا اور لوگوں سے گریز کرو۔

آپ نے فرمایا: ایک دن میں آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوا تھا، آواز آئی کہ غلام بادشاہ کے سامنے اس طرح بیٹھتا ہے۔ میں نے توبہ کی اور ٹانگوں کو سمیٹ کر صحیح طریقے سے بیٹھ گیا۔

حضرت معروف کرنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی ذرہ برابر بھی وقعت نہیں ہے۔

ہارون رشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کی خواہش کی اور آپ کی جانب چل پڑے مگر آپ نے قبول نہ کیا، آخر والدہ کی سفارش پر حاضر ہوئے اور ہارون رشید کو وعظ کیا، ہارون بہت زیادہ گریہ زاری کرنے لگا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو کچھ مال و زر آپ کی بارگاہ میں پیش کیا اور عرض کی یہ مال حلال ہے اس کو قبول فرمائیے۔

آپ نے فرمایا کہ اس کو اٹھا لیجیے، مجھے قرض کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے میراث میں پائے جانے والے گھر کو فروخت کیا ہے اور میرا خرچ اسی سے چل رہا ہے اور میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ جب میرا نفقہ ختم ہو جائے تو میری جان قبض فرمالینا۔ چنانچہ جب نفقہ ختم ہو گیا تو اسی رات آپ نے وفات پائی، آسمان سے ندا آئی :

داؤد حق کے پاس پہنچ گیا اور حق اس سے راضی ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلیمان الکوئی عالم عابد امام اعظم کے اصحاب میں سے تھے۔ محارب بن ابن دثار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر داؤد امام ماضیہ (یعنی پرانی امتوں) میں ہوتے تو بے شک حق تعالیٰ آپ کا قصہ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا۔

ابو نعیم نے کہا کہ داؤد طائی نے ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

## ۷۔ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ زاہد زمانہ، عابد یگانہ، معرض دنیا، مقبل عقبی، عامل کرم، حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بزرگان مشائخ میں سے تھے اور خراسان میں تشریف لائے۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے نیز حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بھی مستفیض ہوتے تھے۔ زہد و عبادت، ورع و ادب، صدق و احتیاط میں بے بدل و بے نظیر تھے۔ بلوغت کے بعد آپ مراقبہ و محاسبہ کی حالت میں رہتے اور صدق و اخلاص کے علاوہ ایک قدم بھی نہ اٹھاتے تھے، اسی لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

صدیق زماننا حاتم الأصم .

ہمارے زمانے کے صدیق حاتم اصم ہیں۔

آپ نفس کو ذلیل کرنے والے، نفس کے دقیق مکرو فریب کو پکڑنے والے، محاسبہ کرنے میں نہایت سخت تھے، رعوناتِ نفس کی معرفت میں آپ کے نہایت عجیب کلمات ہیں اور آپ کی تصانیف معتبر ہیں۔ ان کے نکات اور ان کی حکمت بھری باتوں کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں :

سخا و کرم خوب ہے اور غذا بکفار بھی خوب ہے (یعنی ناشکری کے ساتھ کھانا) مگر خوفِ خدا تعالیٰ اور مخلوق سے نا اُمیدی خوب تر ہے اور فرمایا :

جامل عابد چکی کے گدھے کی طرح ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ روزی تلاش کرتے ہیں؟

فرمایا: جی ہاں

آپ نے پوچھا: قبل از وقت یا بعد از ازاں۔

امام حنبل اس مسئلہ میں بے بس و عاجز ہو کر خاموش ہو گئے۔

حضرت حاتم نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ میں تم کو کتنا خرچ دوں؟

زوجہ نے کہا کہ جتنی آپ میری عمر چاہتے ہیں اتنا دے دیں۔

فرمایا: یہ میرے دست (قدرت) میں نہیں ہے۔

تو آپ کی زوجہ نے کہا: مجھے آپ کے ہاتھ سے روزی نہیں چاہیے۔

پس آپ جہاد کے لیے چل پڑے، لوگوں نے آپ کی زوجہ سے پوچھا کہ حاتم نے آپ کو کس

قدر روزی دی، انہوں نے کہا کہ حاتم روزی کھانے والا ہے اور روزی دینے والا یہاں موجود ہے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اس دور کے زاہدوں اور عالموں کا شکر امر اولوک سے بڑھ کر ہے۔

آپ نے فرمایا :

جلد بازی شیطان کا کام ہے مگر پانچ چیزوں میں جلدی کرنی جائز ہے۔

۱۔ مہمان کو کھانا کھلانے میں

- ۲۔ مردوں کی تجہیز و تکفین میں
- ۳۔ بالغ بیٹی کا نکاح کرنے میں
- ۴۔ خواہشات کو ترک کرنے میں
- ۵۔ گناہوں سے توبہ کرنے میں

احیاء العلوم میں ہے کہ حاتم کو ان کے استاد شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم میرے ساتھ کتنے سال سے ہو؟

عرض کی: تیس سال سے

انہوں نے پوچھا: پھر تم نے کس قدر علم حاصل کیا؟  
عرض کی: آٹھ مسئلے یاد کیے ہیں۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اتنی مدت میں صرف آٹھ مسائل پڑھے ہیں۔

عرض کی: میرے استاد میں ان کے سوا کیا پڑھوں میں جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔  
پوچھا: وہ مسائل کیا ہیں؟

عرض کی: ۱۔ میں نے دیکھا کہ میرا کوئی دوست کسی خاص چیز کو دوست رکھتا ہے وہ چیز زندگی بھر اس کے پاس رہتی ہے وہ قبر میں اس کے ساتھ نہیں جاتی، پس میں نے نیکی کو دوست بنا لیا ہے کہ وہ میرے ساتھ قبر میں جائے گی۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے بہت اچھی بات کی، دوسری بات بتاؤ  
تو آپ نے یہ آیت پڑھی

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَيَنَّ الْجَنَّةَ هِيَ  
الْمَأْوَىٰ ۝ (سورۃ نازعات: ۷۹-۸۰-۸۱)

اور جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور خواہش نفس سے بچتا رہا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

اور کہا میں نے ہوائے نفس کو رد کر دیا ہے اور میں نے مضبوطی کے ساتھ حق تعالیٰ کی اطاعت کو اپنالیا۔

۳۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قیمتی اشیاء کو جمع کرتے ہیں پس میں نے اس آیت میں غور و فکر کیا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۝ (سورہ نحل: ۹۶/۱۶)

جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو تمہارے رب کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

۴۔ میں نے دیکھا کہ لوگ رجوع مال اور حسب و نسب کی بزرگی پر باہم فخر کرتے ہیں اور یہ تمام لاشی (کوئی شے نہیں) ہے اور میں نے اس آیت کو سمجھا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۝ (سورہ حجرات: ۱۳/۴۹)

بے شک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا متقی ہے۔

پس میں نے تقویٰ اختیار کیا تا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک میں زیادہ عزت والا ہو جاؤں۔

۵۔ میں نے دیکھا کہ حسد کے سبب لوگ ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے ہیں اور جھگڑا کرتے ہیں پس میں نے اس آیت کو پڑھا:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ ۝ (سورہ زخرف: ۳۲/۴۳)

ہم نے ان کا رزق ان میں تقسیم کر دیا ہے۔

پس میں مخلوق سے حسد نہیں کرتا۔

۶۔ میں نے دیکھا کہ لوگ باہم لڑائی جھگڑا، قتل و غارت گری کرتے ہیں تو میں نے اس آیت کو پڑھا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۝ (سورہ فاطر: ۶/۳۵)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن جانو۔

پس میں نے شیطان کو دشمن بنا لیا اور میں دوسروں سے باز آ گیا۔



۷۔ میں نے دیکھا کہ لوگ حرام کی طلب میں خود کو زسوا کرتے ہیں پس میں نے اس آیت کو

پڑھا:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۝ (سورۃ ہود: ۶/۱۱)

اور زمین میں کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

پس میں مخلوق کے حقوق کی بجا آوری میں مشغول ہو گیا۔

۸۔ میں نے دیکھا کہ لوگ جاگیر یا تجارت یا صنعت یا صحت پر اعتماد کرتے ہیں پس میں نے

اس آیت کو دیکھا :

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۝ (سورۃ طلاق: ۳/۶۵)

اور جس نے اللہ عزوجل پر اعتماد کیا تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

تو میں نے اللہ عزوجل پر اعتماد کر لیا اور وہ مجھے کافی ہے۔

پھر حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کو حق تعالیٰ نے اچھی توفیق عطا فرمائی، تحقیق یہ

مسائل تورات، انجیل، زبور اور قرآن کے جملہ علوم کا خلاصہ ہیں جو کوئی ان پر عمل کرتا ہے تو تحقیق

اس نے چاروں آسمانی کتب پر عمل کر لیا۔

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ حاتم اصم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں۔

امام احمد نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں سے کس طرح خلاصی پائی جاسکتی ہے؟

فرمایا: تین چیزوں سے:

۱۔ ان کو عطا کرو مگر ان سے تقاضا نہ کرو۔

۲۔ ان کے حقوق ادا کرو مگر ان سے کچھ طلب نہ کرو۔

۳۔ ان کے مکروہات کو تحمل مزاجی سے برداشت کرو تا کہ تجھے کوئی رنج نہ پہنچے۔

امام احمد نے کہا کہ یہ خصلتیں تو بہت شدید اور محال ہیں اور قادر ذوالجلال کی توفیق سے ہی

ممکن ہیں۔

## ۸- حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ ہمد نسیم، محرم حریم اجلال، مقتداے صدر طریقت، رہنماے راہ حقیقت، عارف اسرار، شیخ قطب وقت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ مقدم طریقت و شریعت اور مہبان وقت کے سردار ہیں، عارفان عہد کے خلاصہ ہیں بلکہ عارف اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ ”معروف“ نہ ہو جائے۔

آپ کی کرامت و ریاضت بہت زیادہ ہیں، فتویٰ و تقویٰ میں دلیل تھے۔ بہت زیادہ لطف و قرب رکھنے والے تھے اور مقام انس و شوق میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ آپ کے والدین عیسائی تھے ایک عیسائی معلم کے پاس آپ کو بھیجا، استاد نے کہا کہ خدا تین ہیں آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ ایک ہے۔ استاد نے آپ کو خوب زد و کوب کیا پس آپ بھاگ گئے اور امام علی بن موسیٰ رضا سلام اللہ علیہ و علیٰ ابائہ الکرام کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گئے۔ چند دن کے بعد آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی، باپ نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے کہا آپ کا بیٹا معروف ہوں۔

باپ نے کہا کس دین پر؟

کہا: دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں پس آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے پھر آپ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکثرت ریاضت و عبادت کی چنانچہ صدق و صفا میں آپ مشاڑا لیا ہو گئے۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

نہ پنی کہ در کرخ تربت بسی است  
بجز گور معروف معروف نیست

ملفوظات معروف کرخی: آپ نے فرمایا کہ اولیا کی علامت تین چیزیں ہیں:

۱- خدا تعالیٰ سے اندیشہ

۲- خدا تعالیٰ کے ساتھ اقرار

۳۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت

آپ فرماتے ہیں :

بے عمل کا بہشت کی طلب کرنا گناہ ہے بغیر اتباع سنت کے شفاعت کا منتظر ہونا غرور اور خیال تباہ ہے اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کے باوجود امیدِ رحمت رکھنا حماقت و بے وقوفی ہے۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا: تصوف کیا ہے؟ فرمایا :

۱۔ حقائق کو پکڑنا

۲۔ دقائق کو بیان کرنا

۳۔ خلائق سے ناامیدی رکھنا

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شہر کے کوتوال تھے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ معروف ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک کتے کو کھلاتے ہیں انہوں نے کہا کہ اے معروف! تجھے شرم آنی چاہیے کہ کتے کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو۔ آپ نے فرمایا میں تو اس سے شرم کرتا ہوں جو مجھے روزی عطا فرماتا ہے پھر یکا یک ایک پرندہ اپنے پیر کے ساتھ سر اور آنکھوں کو ڈھانپتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ عزوجل سے شرم کرتا ہے تمام مخلوق اس سے شرم کرتی ہے۔

معروف مرغ را از ہوا بخواند

مرغ بردست او بنشست

آپ کی وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: جو عشاق کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے، مجھے بخش دیا گیا۔

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا: مجھے بخش دیا گیا ہے۔

در مختار میں ہے کہ معروف کرخی بن فیروز رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کبار اور مستجاب الدعوات میں

سے تھے۔ لوگ آپ کی قبر مبارک کے نزدیک نماز استسقاء ادا کرتے ہیں اور بارش طلب کرتے ہیں اور آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد گرامی ہیں۔  
۲۰۰ ہجری میں وفات پائی۔

## ۹۔ حضرت شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ جواں مرد راہ، پاک باز بارگاہ، متصرف طریقت، متوکل حقیقت، صاحب فتوت، سلطان المشائخ، قطب جہاں حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے معتبر مشائخ میں سے ہیں۔ آپ طریقت، فتوت اور ولایت کے کاملین اور جملہ طریقت کے مقبولین میں سے ہیں۔ آپ ریاضت میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے ملفوظات عالیہ بہت ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں اور آپ صاحب تصانیف ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہزار مرید ایسے تھے جو تمام کے تمام پانی پر چلتے اور ہوا میں اڑتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ پھر آپ نے ابو تراب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور ابو حفص کی آپ نے زیارت کی تھی۔  
حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

میں نے احمد خضرویہ سے بڑھ کر کسی کو بلند ہمت اور صادق احوال نہیں دیکھا ہے۔

حضرت احمد خضرویہ کے ساتھ مکر نفس : احمد فرماتے ہیں

کہ ایک بار لوگ جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو میرے نفس نے مجھے جہاد کے لیے برا بیچتے کیا اور فضائل جہاد کی احادیث مجھ پر پڑھیں کہ میں جہاد پر جاؤں۔ مجھے نفس کی یہ بات بہت عجیب لگی کہ مجھے عبادت کی ترغیب دلاتا ہے اور فضائل جہاد کی احادیث سناتا ہے۔

میں نے کہا کہ مثل سابق کی طرح نفس یہ چاہتا ہے کہ حالت سفر میں روزہ رکھنے کی مشقت سے نجات مل جائے گی اور نماز تہجد کو برخاست کر دیا جائے گا اور لوگوں سے ربط پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو رو رکھتا ہوں آخر کار میں نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ زاری کی تضرع کیا کہ مولاے کریم مجھے فریب نفس سے آگاہ فرما، تب نفس سے جواب ملا کہ تُو مجھ

پر ہر روز (عبادت کی) سختیاں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی خبر تک نہیں ہے جہاد میں تو شہید ہو جائے گا اور مجھے نجات مل جائے گی اور مخلوق میں تمہاری شہادت کے چرچے بلند ہو جائیں گے۔

میں نے کہا اللہ کی پناہ کہ زندگی میں نفاق اور موت کے بعد بھی نفاق، شہادت کی بدولت مخلوق میں نام داری ہو بس ان میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں۔

ملفوظات احمد خضرویہ: آپ نے فرمایا کہ جو درویشوں کی خدمت کرتا ہے وہ ان تین چیزوں کو مکرم گردانتا ہے۔

۱- تواضع ۲- حسن ادب ۳- سخاوت۔

آپ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جائے تو وہ صبر کا ملازم ہو جائے (اپنے اوپر صبر کو لازم کر لے) کیونکہ

انَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (سورہ بقرہ: ۲۳۹)

بے شک اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب آپ کا وقت وصال قریب آیا اس وقت آپ سات سو دینار کے مقروض تھے اور یہ تمام دینار آپ نے مسافروں اور مساکین پر خرچ کیے تھے، قرض خواہ آپ کے دروازہ پر آگئے، حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حالت نزاع میں مناجات کی کہ یا الہی! میری جان قرض خواہوں کے پاس گروی ہے، کسی کو بھیج وہ ان کا قرض ادا کرے۔ آپ اس مناجات میں مصروف تھے کہ یکا یک دروازے سے کسی نے آواز دی کہ شیخ کے قرض خواہان باہر آ جائیں وہ باہر گئے اور اپنے تمام قرض وصول کر لیے پس اسی وقت شیخ کی روح حق تعالیٰ کے جوار رحمت میں جا ملی۔

ردالمحتار و رسالہ قشیریہ میں نقل ہے کہ احمد خضرویہ ابی حامد لفاف خراسان کے کبار مشائخ میں سے تھے اور ۲۴۰ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

## ۱۰- شیخ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ خزانہ علم و حکمت، یگانہ حلم و عصمت، شرف عباد، کنف زہاد، مجرد آفاق شیخ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ اکابر زہاد سے تھے۔ آپ پرہیزگاری و تقویٰ میں تمام اور

تجربہ و تفرید میں کمال تام رکھتے تھے۔ معاملہ ادب میں بے نظیر و بے مثل تھے اور حضرت احمد خسرویہ کے یارانِ طریقت سے تھے۔ آپ کا بلخ سے تعلق تھا اور وہیں قیام پذیر تھے۔ آپ نے ادب و ریاضت میں کافی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

ملفوظات ابوبکر وراق : آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے تین گروہ ہیں :

۱۔ امراء

۲۔ علماء

۳۔ فقراء

جب امر اتباہ ہو جاتے ہیں تو معاش تباہ ہو جاتا ہے۔ جب علما تباہ ہوتے ہیں تو دین کی رونق اٹھالی جاتی ہے اور جب فقرا تباہ ہو جاتے ہیں تو جہان سے برکت و صفا ختم ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ بندے سے آٹھ چیزیں چاہتا ہے :

۱۔ تعظیم فرمانِ حق

۲۔ مخلوق پر شفقت

۳۔ توحیدِ حق کا اقرار

۴۔ مخلوق کے ساتھ نرمی

۵۔ خدائے منان کی اطاعت

۶۔ مؤمنین سے دوستی

۷۔ حکمِ خدا پر صبر

۸۔ اور مخلوق کے ساتھ حلم و بردباری

آپ نے فرمایا: زہد تین حروف پر مشتمل ہے:

۱۔ ترکِ زینت

۲۔ ترکِ ہوا (یعنی خواہشِ نفس)

۳۔ ترکِ دنیا



ردالمحتار میں طبقات تمیمی کے تحت بیان ہے کہ ابوالفرح محمد بن اسحاق نے ابوبکر و زاق رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اصحاب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم میں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کیا ہے اور کہا کہ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک شرح مختصر طحاوی ہے۔

## ۱۱۔ حضرت خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ امام خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن حسن شیبانی اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما کے اصحاب میں سے ہیں اور قاضی الشرق والغرب امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مدت دراز تک رہے۔ اور ان سے عرفان طریقت حاصل کرنے میں معاصرین سے سبقت لے گئے تھے آپ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے حق تعالیٰ عالم الغیب سے علم غیوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام علیہم الرضوان تک پہنچا اور ان سے تابعین تک اور ان سے امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اجمعین تک پہنچا پس جس نے چاہا خوش ہوا اور جس نے چاہا ناخوش ہوا۔

حضرت خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ بہت سے مسائل میں خاص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں مسجد کو صدقہ کرنے پر (یعنی صدقہ دینے پر) گواہی قبول نہیں کروں گا۔

امام احمد و یحییٰ کا خلف سے روایت کرنا : روایت ہے اسد بن عمر سے وہ اسرائیل سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد و یحییٰ حضرت خلف بن ایوب سے روایت کرتے تھے۔ آپ نے ۲۰۵ھ یا ۲۱۵ھ یا ۲۲۵ھ میں وفات پائی جیسا کہ طبقات میں مذکور ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خلف مسلح ہو کر کفار کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہوئے اور اس کے بعد ابو حامد لقاف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اب نوبت تم تک پہنچی ہے کہ اسلحہ بھی باندھ لیا ہے مگر ضعف ریاضت اور زہد کی وجہ سے سواری نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ ہم چربی (گوشت) اسی دن کے لیے کھاتے تھے تم بھی کھاؤ تاکہ دشمن خدا کے ساتھ لڑنے میں کام آئے۔

مختصر میں اسی طرح نقل ہے۔

حاکم بلخ نے متعدد بار خلف کی زیارت کی خواہش کی اور خلف رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔

امیر داؤد آپ کی حالت مرض میں عیادت کو حاضر ہوئے اور خلف ان سے ہم کلام نہ ہوئے اور نہ ہی ان کی طرف اپنا رخ کیا۔ داؤد نا اُمید ہو گیا اور چہرے کو آسمان کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ یا الہی! خلف میری طرف رخ نہ کر کے تیرا تقرب پارہا ہے اور میں ان کے رخ کی زیارت کر کے تیرا تقرب چاہتا ہوں پس اے غفار! مجھے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔

جب امیر فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ عزوجل نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو کہا حق تعالیٰ نے مجھے اس دعا کے سبب بخش دیا جو میں نے خلف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کی تھی۔ زہد الروضہ میں اسی طرح منقول ہے۔

## ۱۲۔ حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

رد المحتار میں لکھا ہے کہ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ ابن علیح کوفی، زاہد، عابد، صوفی، شیخ الاسلام اور ائمہ اعلام ہیں۔ یحییٰ بن ائیم کہتے ہیں کہ وکیع ہر دن روزہ رکھتے اور ہر رات کو قرآن پاک ختم کرتے تھے۔

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع سے بڑھ کر کسی کو فاضل نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا عبد اللہ بن مبارک کو بھی نہیں؟ فرمایا کہ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی فضیلت ہے، مگر میں نے وکیع سے فاضل تر کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ ہمیشہ قبلہ رو بیٹھا کرتے اور روزہ میں متابعت رکھتے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام اعظم سے آپ نے بہت زیادہ علم حاصل کیا تھا اور آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے استاد ہیں۔

۱۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت الفردوس کو رحلت فرمائی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع بن جراح کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جیسا کہ مرآة الجنان میں منقول ہے۔

(مولانا قصىرى فرماتے ہیں) اے عزیز! یہ تمام استقامت و کرامت کے احوال بعض امام المسلمین تابعین کے ہیں پس غور و فکر کرو اور انصاف کرو کہ اگر یہ اولیاء کا ملین اور عرفاء علمائے ربانیین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پیشوائی کے لیے لائق تر اور فائق تر نہ جانتے تو آپ کا مذہب ہرگز پسند نہ فرماتے اور اس کی کمال متابعت میں اپنے کندھوں کو نہ تھکاتے۔ پس خدا تعالیٰ کے ان دوستوں کی متابعت ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک اقتدا ہے۔

## باب سوم

### فقہ حنفی کے بعض مسائل کی سند میں

اولاً یہ جاننا چاہیے کہ احادیث صحیحہ صحیحین (بخاری و مسلم) بلکہ صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں کیونکہ یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بہت سی صحاح کو صحیحین میں نقل نہیں کیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور صحیح بخاری میں اسقاط مکررات کے بعد احادیث مرفوع کی تعداد ۲۶۲۳ دو ہزار چھ سو تیس ہیں۔ امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک نامی کتاب تصنیف فرمائی جس میں ان احادیث کو مجتمع کیا جنہیں شیخین (امام بخاری و امام مسلم) نے چھوڑ دیا تھا اور امام ابن خزیمہ جن کو امام الائمہ کہتے ہیں انہوں نے حدیث میں کتاب تصنیف فرمائی جس کو صحیح ابن خزیمہ کہتے ہیں۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ جو ثقہ، فاضل قیام اور ممدوح محدثین ہیں حدیث میں کتاب تصنیف فرمائی جس کو نیز منشی ابن جارود کی تصنیف شدہ ہیں کہ تمام ان کو صحیح کہتے ہیں اور غیر صحاح ستہ ہیں مگر بعض ان احادیث کے ساتھ تکلم کرتے ہیں اور یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ صحاح ستہ کی وجہ تسمیہ بطریق تغلیب ہے جیسا کہ اقسام احادیث مثل صحاح، حسان اور ضعاف تمام ان میں

موجود ہیں۔ (۱)

الکل المذکور من اصول الحدیث عن ترجمة الشيخ .  
اصول حدیث میں تمام مذکور ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ترجمہ کے تحت۔  
(شیخ صاحب نے مشکوٰۃ المصابیح پر مقدمہ تحریر فرمایا جس میں علم حدیث پر سیر حاصل بحث  
فرمائی ہے۔)

جب آپ نے اس تمہید کو ذہن نشین کر لیا ہے تو پھر اس بات کو بھی سنتے جائیں کہ صحاح ستہ کی  
تصنیف خیریتِ اقرانِ امام نعمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات کے بعد وقوع پذیر ہوئی ہے کیونکہ  
بخاری وغیرہ آپ رضی اللہ عنہ کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ امام ہمام رضی اللہ عنہ نے مسائل فقہیہ کے  
لیے جن احادیث سے تمسک کیا وہ تمام صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اگر بعض محدثین حنفیت کے ساتھ  
تعصب کی بنا پر بعض احادیث کے ماخذ پر امام صاحب رضی اللہ عنہ پر کلام کرتے ہیں تو یہ بُری بات  
نہیں ہے کیونکہ اگر ان کے رواۃ مجروح تھے تو امام ہمام رضی اللہ عنہ کے رواۃ سالم ہیں پس اس میں  
کوئی خطرہ نہیں ہے اور مجتہد کی اپنی روایت سند کا مقام رکھتی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔  
امام ربانی قدس سرہ الحقانی مکتوبات جلد ثانی میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم کو فی رضی اللہ عنہ  
نے ورع، تقویٰ اور متابعت سنت کی دولت کی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں اتنا درجہ علیا پایا ہے کہ  
دوسرے اس کی فہم میں عاجز و بے بس ہیں اور آپ کے مجتہدات کو دقت معانی کی وجہ سے قرآن و  
سنت کے مخالف گردانتے ہیں وہ آپ کو اصحابِ رائے میں شمار کرتے ہیں۔

(۱) شرح نخبة الفکر اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ احادیث صحیحہ پر عمل کرنا واجب ہے خواہ  
وہ احادیث صحیحین میں ہوں یا اس کے ماسوا کتب احادیث میں ہوں صحیحین میں مذکور احادیث فی انفسہ صحیح ہیں۔  
مولوی عبدعلی صاحب فتہی الکلام میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو بکر زکریا تقریب میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحہ جو  
العمل نہیں ہے چہ جائے کہ وہ واجب العمل ہو اور اس مسئلہ کے مفصل دلائل ان کی شروحات مثل تہذیب وغیرہ  
میں پائے جاتے ہیں بلکہ لخص کلام قدوة الحمد ثین والفقہاء والکتھابین کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ سے اس  
پہنچا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ بخاری و مسلم کی ہر روایت واجب القبول ہو کیونکہ جرح و تعدیل میں بعض روایات  
میں اختلاف ہے ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روایت مجروح ہو اور شیخین کے نزدیک موثق ہو  
اور اسی طرح انہوں نے کسی چیز کو مطلقاً موضوع یا ضعیف کیا ہو مگر ہمارے دیک وہ ضعیف یا موضوع نہ ہو۔

کل ذالک لعدم الوصول الی حقيقة علمه و درایتہ و عدم الاطلاع علی فهمہ و فراستہ .

یعنی یہ زعم امام کے علم کی حقیقت کو دریافت نہ کرنے، آپ کی فہم سے ناواقفیت اور فراست صحیحہ کی عدم دستیابی کے سبب پیدا ہوا ہے۔

مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی فقاہت سے اکتساب فیض کیا تو فرمایا :

الفقهاء کلہم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ .

تمام فقہان فقہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔

ناقدین نے کچھ احادیث یاد کی ہوتی ہیں اور احکام شرعیہ کو ان میں ہی منحصر کیے ہوتے ہیں اور اپنے حاشیہ خیال میں جو حدیث نہ ہو اس کی نفی کرتے ہیں۔

ہر آں کر میکہ در سنگ نہانست ☆ زمین و آسماں اوہانست

ہر وہ کیڑا جو پتھر کے نیچے ہے اس کے لیے زمین و آسمان سب وہی ہے۔

محدث دہلوی رحمہ القوی شرح سفر میں لکھتے ہیں کہ بعض اذہان میں یہ بات اس طرح آتی ہے کہ مذہب حنفیہ رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے اور مخالف حدیث ہے، یہ بات محض غلط اور صریح جہالت ہے۔ اس ورطہ کا سبب وقوع یہ ہے کہ بعض شافعی محدثین نے اپنی کتب میں جیسے مصابیح اور مشکوٰۃ اور اس کی مثل میں اپنے مذہب کے لیے بہت تتبع اور تفحص کے بعد دلائل کو جمع کیا ہے اور احادیث میں مذہب حنفی پر طعن و جرح میں پڑ گئے اور یہ تعصب بلا مقصد نہیں تھا کتب حنفیہ پر نظر دوڑائیں جو کہ دیار عرب میں مشہور و معروف ہیں ان کو سیکھنا چاہیے تاکہ حقیقت حال منکشف ہو جائے۔

اور مواہب الرحمن اسی مذہب کی ایک کتاب ہے اس کے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے آیات و احادیث صحیحہ کو لانے کا التزام کیا ہے اور جن احادیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال فرمایا ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے تمسک و استدلال نہیں فرمایا ہے اور لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان کا مذہب حدیث کے مخالف ہے حالانکہ درحقیقت اس مقام پر دیگر احادیث ہیں جو ان سے صحیح تر اور قوی تر ہیں ان سے تمسک و استدلال کیا گیا ہے۔

مذہب حنفی جامع منقول و معقول ہے۔ بعض حضرات شوائع کو آپ سے حد درجہ کا حسد ہے اور



در حقیقت بات یہ ہے کہ ہر کہ فاضل تر محسود تر (جو فاضل ترین ہوتا ہے اس سے حسد بھی بدترین ہوتا ہے) شافعیوں کا یہی حال ہے جبکہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیں تو وہ آپ کی کیسی مدح و ثنا کر رہے ہیں، فرماتے ہیں :

الناس کلہم عیال علی فقہ ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ .

تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں۔

اور ان علاقوں میں معتبر مشہور کتب جیسے فتح القدر، مرقاة و لمعات یہ دونوں مشکوٰۃ کی شرح ہیں اور کبیری وغیرہ میں احادیث صحیحہ مستند فقہ حنفیہ کی موجود ہیں۔ چنانچہ فقہ کے چار مسائل جن میں لوگ بے راہ ہو گئے ہیں سند صحیح کے ساتھ ان کا مختصر اذکر کیا جائے گا، مٹھی بھر چند کو بطور نمونہ پیش کرتا ہوں باقی مسائل کو اسی پر قیاس کر لیں۔

## تحقیق مسئلہ رفع یدین نزد رکوع و قومہ

پہلا مسئلہ رفع یدین کا ہے۔ صحیح حدیث میں تکبیر تحریمہ، رکوع اور قومہ کے وقت رفع یدین کرنا

وارد ہے۔ (۱)

(۱) رسالہ دراسات اللیب میں عدم رفع الیدین کی بعض احادیث کو ابن عربی کے کشف کی بنا پر ضعیف اور بعض کو موضوع کہا گیا ہے۔ سبحان اللہ و بجمہ و ہابیوں کا باہمی معاملہ بھی نہایت مختلف ہے کیونکہ دریائے ستیج کے نواح اور ملک سوتر نواح کے اقامت پذیر وہابیوں نے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر پر فتاواجات تحریر کیے ہیں اور آپ کی تکفیر کے اثبات کے لیے کلکتہ سے رسالہ جات آتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ

اور صاحب دراسات نے پاس خاطر کے لیے حسرت موصوف کے احقاق کشف کے لیے علماء و اولیاء سے مستند احادیث ہیں ان کو ضعیف و موضوع کہتے ہیں

گہی افراط کہتہ و تفریط کردند

میاں نیک و بد تخلیط کردند

کہیں افراط و تفریط کرتے ہیں نیک و بد کے درمیان تخلیط کرتے ہیں۔

چونکہ دراسات میں اہل سنت کی مقررات کو پس پشت ڈال دیا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بغیر عصمت ثابت نہیں ہوتی ہے اور فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بعض احادیث جو کہ معتبرات میں مذکور ہیں ان کو موضوع کہا ہے اور مذاہب ائمہ اربعہ کے مجتہدات پر تشنیع بلوغ کے ساتھ لب کشائی کی ہے۔ سوال اعظم اور جمہور کا



امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رکوع اور قومہ میں رفع یدین کرنے کو مستحب گردانتے ہیں جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔ جبکہ امام ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی حدیث صحیح میں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھوں؟

پس آپ نے نماز ادا کی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کیا اور نہ ہی اس کو دوبارہ ادا کیا (رفع یدین کو)۔

پس ان دونوں احادیث میں تعارض پیدا ہو گیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تمسک و استدلال کیا اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رفع یدین کے باب میں مناظرہ کرتے ہوئے فرمایا :

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے راوی حدیث رفع کے راویوں سے زیادہ فقیہ و دانا ہیں پس حدیث مسعود کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ آپ حدیج و اسلام اور شراعیع کے عالم ہیں اور رسول اکرم

بقیہ... تقابل و خلاف کیا ہے اس صورت میں اگر کوئی مستندات حنفیہ کو حقیر شے کہے اور حق کو باطل میں چھپا دے تو یہ کتنی تعجب انگیز بات ہے۔ واللہ یحق الحق و لو کرہ المبطلون (اور اللہ حق کو غالب کرتا ہے اگرچہ باطل پرستوں کو برا لگے) اور حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض کشفیات کے احوال کو مکتوبات مجددیہ میں تلاش کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح کے معاملات میں اولیاء و عرفاء کاملین و اکمل کو تصرف حاصل ہے تاکہ دین احمدی کے حضرت مجدد پر یہ توفیقات کشفی، تحقیقات الہامی، مفردات علمی و عملی مکشف ہوں اور مکمل تسلی ہو جائے۔ فقیر راقم نے لاہور میں خلیفہ حمید الدین صاحب سے مولفہ دراسات کے احوال پوچھے انہوں نے فرمایا کہ مولوی غلام علی قصوری سے جو کہ اس فرقہ کے علماء ہیں ممتاز ہیں اور تقوی سے سرفراز ہیں ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ دراسات کیسی کتاب ہے انہوں نے کہا کہ یہ کتاب سراسر خراب ہے میں نے تو صرف از روئے مسئلہ حدیث پر عمل پیرو ہونے کے لیے طباعت کی اجازت دی تھی مگر بعد میں جب میں اس کے مضامین سے مطلع ہوا تو میں نے اپنے رفقاء کو آگاہ کر دیا کہ یہ کتاب خراب ہے اور اس سے مطلع ہوا اور اس پر عمل فقط ناصواب ہے پھر خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی ہے کہ مولوی موصوف اس کتاب کی تعریف کرتے ہیں مگر یار اعتبار نہیں آتا ہے کہ مولوی صاحب اس قدر دوغلی اور دوڑنی پالیسی کے حامل ہیں۔ لیکن لاہور کے نو مسلمین میں اس کا بہت شور و غوغا ہے اور وہ اس کو آسمان سے نازل شدہ وحی کی مانند مانتے ہیں بلکہ بعض نوزائیدہ طابع و ناشرین نے اس کے مطالعہ کے بعد کتب فقہ کی اشاعت سے استغفار کر لیا ہے اور غالب ہے کہ چند دن کے بعد اس کتاب سے بھی ان کا استغفار ظاہر ہو جائے گا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ کا مشاہدہ کرنے میں آپ زیادہ فہیم ودانا ہیں اور سفر و حضر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، لہذا آپ کی حدیث تمہاری نسبت زیادہ مختار و راجح ہے۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ رفع یدین کی جنس سے چند افعال و اقوال ابتداءے نماز میں مباح تھے اس کے بعد وہ منسوخ ہو گئے چنانچہ سلف و خلف کے بے شمار علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حدیث رفع یدین منسوخ ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک تھا پھر آپ نے اس کو ترک فرمادیا۔

امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز ادا کی تو آپ نے رفع یدین نہ کیا سوائے تکبیر تحریمہ کے۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا میں نماز پڑھی تو یہ تینوں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ فرماتے تھے۔

طحاوی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ فرماتے تھے اور اس کا اعادہ نہ فرماتے تھے۔

پس فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خلفائے راشدین وغیرہم کے معمولات کا پیوست کیا ہوا ثبوت رفع یدین کی منسوخیت پر قوی دلیل ہے۔

یہ تمام مقولات مرقاۃ، فتح القدر، کبیری اور صحاح ستہ مطبوعہ حواشی میں متفرق طور پر موجود

ہیں۔

مرقاۃ میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ رکوع اور قومہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ حدیث صحیح کے ساتھ مستند ہے جس کو صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مالی أراکم رافعی أیدیکم کانہا أذناہ خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ . (۱)

یعنی کیا معاملہ ہے کہ میں تم کو اپنے ہاتھ اس طرح رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے چالاک گھوڑوں کی ڈ میں ہوں تم نماز میں سکون سے کھڑے ہوا کرو۔ (یعنی اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا کرو۔)

مسند خوارزمی وغیرہ میں اسی طرح منقول ہے کہ اگر تو یہ کہے کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنے سے منع فرمایا ہے پس اس حدیث کو بھی اس پر حمل کرنا چاہیے۔

میں (مولانا قصوری) کہتا ہوں کہ ان دو احادیث میں لفظ رافعی ایدیکم (تم اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہو) نہیں فرمایا ہے بلکہ

یشیرون بأیدیکم و تورؤن بأیدیکم . (۲)

تم اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہو اور تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو۔

فرمایا ہے پس یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ہاتھ اٹھانا اور چیز ہے اور ہاتھ سے اشارہ کرنا

ور ہے۔

اور پہلی حدیث میں ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے :

اسکنوا فی الصلوۃ .

تم نماز میں سکون سے رہو۔

(۱) صحیح مسلم: ۳۲۲/۱ حدیث: ۴۲۹..... سنن ابوداؤد: ۳۸۲/۱ حدیث: ۱۰۰۴..... نسائی: ۴/۳ حدیث: ۱۱۸۴۔

(۲) صحیح مسلم: ۳۲۲/۱ حدیث: ۴۳۱..... نسائی: ۶/۳ حدیث: ۱۳۲۶۔

موجود ہے اور دونوں حدیثوں میں اشارہ سے منع کیا گیا ہے، یہ لفظ مفقود ہے کیونکہ سلام کرنے سے خروج تام ہو جاتا ہے اور رفع یدین کرنے سے منع کرنا نماز میں ہے پس امر واحد پر حمل کرنا جائز نہیں ہے، لہذا داناتی سے کام لو اور انصاف کرو، حق کی اتباع کرو اور افسوس نہ کرو۔  
 تتمہ: رد المحتار میں ہے کہ انتقالات کے دوران (رکوع و قومہ میں) رفع یدین کرنا ہمارے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے تحت جو امام ہمام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

## مسئلہ دوم: جہر بسملہ کے بیان میں

امام شافعی رضی اللہ عنہ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کا کہتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ پست آواز سے بسم اللہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

امام ہمام رضی اللہ عنہ نے حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے جو کہ صحاح ستہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز پڑھی پس وہ الحمد للہ رب العالمین سے ابتدا فرماتے تھے یعنی وہ بسم اللہ (جہر یعنی بلند آواز سے) نہیں پڑھتے تھے۔

اور صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہا میں اس کی تصریح ہے کہ آں سرور مختار و صحابہ کبار بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

اور صحیح بخاری کے مطبوعہ میں حاشیہ لکھا ہے کہ صاحب یعنی شارح صحیح بخاری سے منقول ہے کہ جملہ احادیث جہر ضعیف ہیں اور صحاح و مسانید مشہور میں مروی نہیں ہیں۔

اور اسی طرح ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور کبیری میں اس کی مثل لکھا ہوا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ دارقطنی نے جہر بسملہ میں ایک تصنیف فرمائی تھی مالکیہ نے ان سے قسم دے کر پوچھا کہ جہر بسملہ صحیح حدیث میں آئی ہے تو آپ نے کہا: نہیں۔

اور اسی طرح مسند خوارزمی میں مذکور ہے۔

محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ تحقیق سے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ وہ بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے اگرچہ نماز جہری ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ ابن ہمام نے بعض حفاظ الحدیث سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے صریحاً جہر بسم اللہ ثابت نہیں ہے مگر یہ کہ ان کی اسناد میں قبح ہے۔

اور مسانید اربعہ مشہورہ کے ارباب میں سے کسی نے بھی اس طرح کی کوئی حدیث کا اخراج نہیں کیا حالانکہ یہ کتب ضعیف احادیث پر بھی مشتمل ہیں۔

اور اسی طرح صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم سے لا تعداد بے حساب ائمہ کرام جہر بسم اللہ روایت نہیں کرتے تھے۔ اور اگر کبھی کسی نے کوئی روایت کی بھی تو وہ بھی صرف برائے تعلم تھا یا کمال قرب کی وجہ سے جو انہوں نے ان کے بعض مقتدیوں سے سنا تھا۔

اور ترمذی نے دو باب باندھے ہیں: ایک بڑے جہر تسمیہ کے لیے اور دوسرا ترک جہر تسمیہ کے لیے اور ترک جہر تسمیہ کی احادیث کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ اسی جانب اکثر اہل علم صحابہ کرام جیسے ابوبکر، عمر، عثمان و علی وغیرہم اور تابعین اور ان کے مابعد بھی اسی جانب راجح ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور اس مقام پر شرح میں زیادہ کلام کر دیا ہے چنانچہ ظاہر ہو گیا کہ مذہب امام اعظم ہی اصح اور راجح ہے۔

## مسئلہ سوم: قراءت خلف الامام

حدیث صحیح میں آیا ہے: لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الكتاب۔ (۱)

یعنی جس نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے ہر حال میں فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور وہ اس

(۱) صحیح بخاری: ۱۵۲/۱ حدیث: ۷۵۷..... صحیح مسلم: ۲۹۵/۱ حدیث: ۳۹۳۔

کو فرض کہتے ہیں۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے: (۱)

فَأَقْرَأْ وَآمَّا تَيْسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۝ (سورۃ مزمل: ۲۰/۷۳)

قرآن میں جو تم کو آسان ہے اس کی تلاوت کرو۔

نیز حدیث صحیح میں ہے جو کہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو تین بار نماز کا اعادہ کروایا پھر اس کو تعلیم دینے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا:

اذا قمت انی الصلوة فکبر ثم اقراء بما تيسر معك من القرآن - (۲)

جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر تم کو قرآن سے باسانی جو میسر ہو اس کی تلاوت کرو۔

پس آیت اور حدیث سے مطلق قرآن کی قراءت فرض ہوئی اور حدیث فاتحہ اس کے واجب ہونے پر محمول ہے کیونکہ کمال نماز فاتحہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اور حدیث صحیح میں فاتحہ کے بغیر پڑھی ہوئی نماز کو خداج (نا تمام) فرمایا گیا ہے نہ اس کے بطلان پر امر ظاہر فرمایا جیسا کہ الفتح وغیرہ اور صحاح کے حواشی میں ہے۔

شاہ عبدالغنی صاحب حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں کہ قراءت خلف الامام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجتہاد سے متعلق تھی جب آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں معلوم ہوتا منع فرمادیتے تھے۔

موطا امام مالک، ترمذی اور امام احمد وغیرہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت پر کہتے ہیں کہ جو بغیر فاتحہ کے نماز ادا کرے اور کچھ نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو یعنی امام کی اقتدا میں بغیر فاتحہ پڑھے تو نماز درست ہوتی ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح اور حسن کہا ہے۔

(۱) امام بیہقی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہما سے اخراج کیا ہے، فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اجماع کیا ہے کہ یہ روایت قرات نماز میں سے ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لغات شرح مشکوٰۃ اور امام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ سے ایسا ہی کہا ہے۔

(۲) صحیح بخاری: ۱۵۲/۱ حدیث: ۷۵۷..... صحیح مسلم: ۲۹۵/۱ حدیث: ۳۹۳۔



محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے :

من كان له إمام فقراء إمام قراء له . (۱)

جس کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

اور یہ حدیث صحیح ہے بخاری و مسلم کے علاوہ تمام نے اس کو نقل کیا ہے اور ہدایہ میں ہے :

و عليه إجماع الصحابة .

اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

اور بخاری شریف مطبوعہ کے حاشیہ پر فتح القدر کے حوالہ سے نقل ہے کہ یہ حدیث موطا امام مالک میں بھی موجود ہے اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

کبیری میں موطا امام محمد کے حوالہ سے ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قراءت نہیں کرتے تھے پس امام کی اقتدا میں جہری و سہری میں قراءت نہ کرے۔

نتیجہ : درمختار میں ہے کہ قراءت خلف الامام مکروہ تحریمی ہے اور درالبحار میں مبسوط سے خواہر زادہ میں آیا ہے کہ قراءت خلف الامام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہو جاتا ہے اور یہ چند اصحاب سے مروی ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ قراءت خلف الامام سے نماز کے فاسد ہونے پر چند اصحاب سے مروی ہیں اور خزانہ میں کافی سے منقول ہے کہ مقتدی کو قراءت سے منع کرنے والی مرویات اسی (۸۰) ہیں جن میں کبار صحابہ ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور عبداللہ ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ محدثین نے جملہ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی بھی شمار کیے ہوئے ہیں اور اسی طرح نہایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے : اور امام محمد نے آثار میں کہا ہے کہ اجماع صحابہ کرام سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ قراءت خلف الامام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (۲)

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱/۲۷۷ حدیث: ۸۵۰..... سنن دارقطنی: ۱/۳۲۳ حدیث: ۱۔

(۲) عمدة المفسرین زبدۃ المتکلمین امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں امام کی عقل کامل اور علم شامل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مدینہ میں سے ایک جماعت امام ہمام کے پاس قراءت خلف الامام کے بارے میں مناظرہ کی غرض سے آئی اور تشنیع کا آغاز کر دیا۔ امام ہمام نے فرمایا کہ ایک شخص کا جماعت کے ساتھ مناظرہ ممکن نہیں ہے

## مسئلہ چہارم: آمین بالجہر

ایک حدیث جس کو ترمذی نے 'حسن' کہا ہے۔ وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے اپنی آواز کو کھینچ کر لمبا کرتے۔  
امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آمین کو پست کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

یعنی شرح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مذہب حنفیہ کے متمسک کرنے میں ایک حدیث ہے جس کو امام احمد، ابوداؤد طیالسی اور ابویعلیٰ موصلی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی مسانید میں اور طبرانی نے معجم میں دارقطنی نے سنن میں حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "ولا الضالین" پڑھتے تھے تو آمین آہستہ کہتے تھے۔

حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کے نزدیک صحیح ہے مگر انہوں نے اس کو نقل نہیں کیا۔ نیز حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے وہ حنفیہ کے لیے مستند ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بلند آواز سے آمین نہ کہتے تھے۔

ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہیے:

۱۔ تعوذ ۲۔ تسمیہ ۳۔ آمین ۴۔ ثنا (سجا تک اللهم)

بقیہ... تم خود اپنے میں سے کسی زیادہ ذہین فہیم کا چناؤ کر لو پس انہوں نے اپنے میں سے ایک علم شخص کا انتخاب کیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ تم میں سب سے زیادہ دانا ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ مناظرہ گویا کہ تمہارے ساتھ مناظرہ کرتا ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا الزام تمہارا الزام ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے مناظرہ میں اس کی دلیل کارڈ کر دیا تو وہ تمہاری دلیل کارڈ ہوگا انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا الزام حجت تمہارا کس طرح ہوگا انہوں نے کہا کیونکہ یہ ہمارا امام ہے اس کا قول ہمارا ہی قول ہے پس امام صاحب نے کہا کہ اسی طرح جب ہم نماز میں کسی کو اپنا امام بناتے ہیں تو اس کی قراءت ہماری قراءت ہے پس تمام طزم ہوئے اور امام صاحب کی حقانیت ان پر روشن و پختہ ہوگئی کیونکہ حدیث صحیح سے یہی اشارہ ہے کہ من له امام فقرأ الامام قراءۃ له جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ سبحان اللہ و بجمہ مذہب حنفی جامع منقول و معقول ہے۔

نیز حنفیہ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہ ہے کہ اس کو آہستہ آواز میں پڑھا جائے اللہ عزوجل کے اس قول کے مطابق :

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۝ (سورۃ اعراف: ۵۵/۵۶)

تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ آواز سے پکارو۔  
حاشیہ صحیح بخاری مطبوعہ میں امام عینی کے کلام کا یہ خلاصہ ہے۔

مرقاۃ اور کبیری وغیرہما میں لکھا ہے کہ جب سر و جہروالی حدیث میں تعارض واقع ہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اخفا کا ہے تو ہم اسی کو چنیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخفا معلوم ہے۔ اور قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے :

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۝

تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ آواز سے پکارو۔

اور آمین دعا ہے اور تعارض کے وقت ہم اخفا کو آیت اور قیاس کے سبب ترجیح دیں گے۔

اور مرقاۃ میں ہے کہ آمین کا قرآن میں سے نہ ہونے پر اتفاق ہے تو پھر اس کو قرآن کی مثل بلند آواز سے بھی نہ پڑھا جائے جیسا کہ قرآن میں لکھا ہوا نہیں ہے لہذا تعوذ پر اتفاق ہے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے۔

ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہیے :

۱- تعوذ ۲- تسمیہ ۳- آمین ۴- ثنا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل روایت ہے اور اسی طرح فقہ کی معتبرات میں منقول ہے۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات اور ترجمہ مشکوٰۃ میں ابن ہمام رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جہر اور سماع آمین معتبر نہیں ہے۔

اسی طرح ردالمحتار میں ہے یعنی آمین کو بلند کہنا مروّج و معمول نہیں تھا بلکہ کبھی کبھی تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سے ہے کہ آپ کبھی کبھی سرّی نماز میں آیت قرآنیہ کو بلند تلاوت فرماتے تھے جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں

میں فاتحہ اور سورہ پڑھتے تو ہم کبھی کبھی کوئی آیت سن لیتے تھے۔

بلکہ نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی صحاح میں ایک باب اس سلسلہ میں منعقد کیا ہے اور اس کا نام

یہ ہے :

باب الجهر بالآیة أحيانا في صلوة الظهر والعصر .

صحیح ترمذی مطبوعہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بلند آواز سے آمین برائے تعلیم تھا۔

ابوداؤد مطبوعہ کے حاشیہ میں موجود ہے کہ لمعات میں جمع الجوامع السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے

سے تحریر ہے کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما جہر نہیں کرتے تھے نہ آمین پر نہ بسملہ پر اور نہ ہی تعویذ پر۔

خاتمہ

## تقلید اور حدیث کے ظاہر پر عمل کا بیان

اشباب و نظائر جو اصول فقہ کی معتبر کتب میں سے ایک ہے اس میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کو نقل کیا ہے کہ چار مذاہب کے سوا کسی کی تقلید نہ کرنے پر اجماع ہے (۱) کیونکہ مذاہب ائمہ اربعہ مضبوط، مشہور اور منتشر ہیں اور ایسا بہت سی کتب میں لکھا ہوا ہے۔

(۱) صاحب معیار نے معتبر کتب فقہ کے اس اجماع کو نقل کرنے کے سبب میں بہت زیادہ ترمیم کی ہے اور اعتراض کیا ہے کہ اس اجماع سے نہ مرکب ہو سکتا ہے اور نہ ہی بسیط۔ زہے عیاری معیاری کہ امام فخر الدین رازی، امام ابن الہمام، ابن نجیم اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم کی معیار میں بہت زیادہ ستائش ہے اور اس مسئلہ میں ان کی بے علمی و کج فہمی کو سامنے لاتے ہو اسی کو اتباع ہوا کہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ ان روایات سے مراد اجماع بسیط ہے کیونکہ مجتہدین فی المسائل جن کو طہہ سوم میں شمار کرتے ہیں انہوں نے اجماع کیا ہے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی پر عمل کرنا باطل ہے اور وہ جو قاضی صاحب اور امام رازی کے کلام میں اجماع مرکب وارد ہوا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اختلاف کیا ہے۔ اس مسئلہ میں چند وجوہ جو مستفاد ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی پر عمل کرنا باطل ہے۔

شرح سفر میں ان چہار ائمہ دین اور مقتدایان ملت رضی اللہ عنہم اجمعین کو صراطِ مستقیم لکھا ہے کیونکہ ان نفوسِ قدسیہ نے احادیث، اقوال صحابہ و سلف کے ضبط و ربط اور ان میں تطبیق و توفیق کو واضح کیا ہے تفسیر و تاویل اور ناسخ و منسوخ کے درمیان غایتِ درجہ کی جدوجہد اور محنت کی ہے اور اس باب میں کتاب و سنت کی روشنی میں استنباطِ احکام واضح ہیں غیر مجتہد کو ان کے سوا کوئی چارہ اور سبیل نہیں ہے مشائخِ طریقت اور ان کے بزرگ بھی انہیں مذاہب کے پیروکار ہیں مگر جو پایۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے جو ان کے موافق یا مخالف ہوتا ہے اور اسی (شرح سفر) میں ہے کہ بالجملہ مذہبِ حق و طریقِ وصول بمنزل مقصود اور خانہ دین میں داخل ہونے کے لیے یہی چار دروازے ہیں اور ہماری سابقہ منقولات میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے اور آپ کی راہ میں مجسمۂ ادب بنے کھڑے ہیں بلکہ معبر (جیسا کہ خیرات حسان وغیرہ) میں ہے کہ ائمہ اہل بیت اطہار سلام اللہ علیہم و علیٰ اباہم نے ہمارے امام رضی اللہ عنہ کے مذہب کو اختیار و پسند فرمایا ہے اور تعریف و توصیف کے ساتھ دعائے خیر فرمائی ہے۔ (یعنی ائمہ اہل بیت نے امام کے اجتہاد کو پسند فرمایا اور دعا و ثنا فرمائی)

یہ بات بھی ثابت ہے کہ مذہبِ حنفی منقول و معقول کے موافق ہے اور بے شمار علماء و اولیاء نے اس مذہب کو اختیار فرمایا اور اس کی متابعت میں ہمہ تن مشغول ہیں پس اس مذہب کا تہذیب (یعنی مذہب اختیار کرنا) عین اتباع کتاب و سنت ہے۔

## ظاہر حدیث پر عمل کرنا

بہر حال حدیث پر عمل کرنا تو رد المحتار جو کہ مقبول عرب و عجم ہے اس کی کتاب الصوم میں لکھا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تتبع احادیث و اخبار، ناسخ و منسوخ کے درمیان فرق کرنا، راویوں کے احوال کو یاد رکھنا، تحقیق و تاویل، احادیث کے درمیان تطبیق و توفیق کرنا اور اس سے متعلقہ دیگر احکام میں غور و خوض کرنا مجتہدین کا ہی خاصہ ہے۔ نیز بہت سی ایسی صورتیں ہیں جس میں ظاہر حدیث پر عمل پیدا ہونا ائمہ اربعہ کے نزدیک عبادت کو باطل کر



دیتا ہے جیسا کہ کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا اور بعض سر کا مسح کر کے نماز ادا کرنا یا ایسا پانی جو وہ درودہ (دس ہاتھ) سے کم ہو اس میں نجاست گری ہوئی ہو اور اس سے وضو کرنا اور سر کے بعض حصہ کا مسح کرنا اور ذکر کو ہاتھ سے چھونا اور نماز ادا کرنا اور وہ درودہ سے کم پانی میں نجاست گری ہو اور اس سے وضو کرنا اور نماز میں فاتحہ نہ پڑھنا پس ان تمام صورتوں میں تلفیق (۱) پیدا ہو جائے گی اور ائمہ اربعہ کے نزدیک نماز جائز نہ ہوگی حالانکہ احادیث پر عمل ہوا ہے جس کو مجتہدین نے قبول کیا ہے۔ اور اسی طرح صد ہا صورتیں ہیں کہ حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے سے عبادت باطل ہو جاتی ہے۔ (۲) پس بہت تعجب خیز بات ہے کہ لوگ عربی علوم سے ناواقف ہیں حالانکہ قرآن و حدیث کی فہم کا ناطہ ان سے جڑا ہوا ہے اور بعض نیم مٹلا پھر کسی طرح ظاہر حدیث پر عمل کرنے اور ترک تقلید کا دم مارتے ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ استاذ کل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جن کی قرآن و حدیث پر استعداد و وسعت علمی ہے کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہے تمام عمر امام ہمام کی تقلید میں گزار دی اور کبھی بھی نماز میں رفع یدین نہ کیا اور بسم اللہ کو بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے بلکہ ابھی بھی اس معنی پر معتبر لوگوں کی گواہی موجود ہے بلکہ تفسیر عزیز جلد اول میں مجتہدین کی اطاعت کو فرض کہا ہے اور ایسا نہیں کہا جائے گا کہ عامہ مومنین کی اطاعت کو خاص مجتہدین نے فرض لکھا ہے پس علماء اس سے خارج ہیں جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ عوام مجتہدین کے مقابل واقع ہوئی ہے پس مجتہدین کے سوا تمام عوام مقلدین ہیں چنانچہ رد المحتار میں ہے:

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ بخارا کے سوالات کے جوابات ارشاد فرماتے ہوئے تلفیق کو ناجائز اور باطل لکھا ہے اور عام کتب معتبرہ میں فقہ بین ہے کہ ان الحکم الملقق باطل بالاجماع (بے شک ملحق کا حکم اجماعاً باطل ہے) یعنی تلفیق کا حکم کیا گیا ہے تمام مذاہب کے نزدیک باتفاق باطل ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے تلفیق لازم آتی ہے اور وہ باطل ہے)

(۲) حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ کہ محدثین کی تقلید جو کہ اکثر مقلدین مجتہدین کی شان ہے وہ تقلید کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید جو کہ محدثین کے پیشوایان ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من سوء الفہم و ہدانا و ایاہم الی صراط المستقیم۔ (اللہ عزوجل ہمیں صیح سوچ سے بچائے اور ہمیں اور ان کو سیدھے راستے پر چلائے۔) ۱۲ منہ کان اللہ (مذہب کے خلاف صحیح حدیث پر عمل کرنا اس مسئلہ کی تحقیق تحفہ دیکھیں یہ میں کر دی ہے اور اس جگہ نہیں کی ہے۔ واللہ هو البہادی)



ان المقلد يشمل العامی و من له كامل فی العلم والفہم  
مقلد ہونا عوام کو شامل ہے اور جس کو علم و فہم میں تامل ہو۔

نیز عالم ربانی قیوم زمانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الحقانی جو کہ اس دیار ہند میں مایہ افتخار ہیں،  
مریدین اور مستفیدین کے لیے آپ کی پند و سندزبدۃ الابرار ہیں اور عرب و عجم میں ان کا ذکر خیر  
مشہور اور زبان عالم پر مذکور ہے۔ نیز محدث و محقق عالم و عارف برحق محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جن کا  
پورا ہندوستان علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں مرہون منت ہے اس زمانہ کا ہر چھوٹا بڑا آپ کے خرمن  
فیض نشاں کا خوشہ چین ہے۔

پس یہ دونوں بزرگ حنفی المذہب تھے اور اپنی تصانیف میں جا بجا حقیقت احناف کے لیے لب  
کشائی کرتے ہیں تابع حق کے لیے اس قدر کافی و ودانی ہے اور بے یقین پیرو شکر کے لیے وحی  
آسمانی بھی غیر شافی ہے۔

اور بعض متعصبین امام المومنین رضی عنہ رب العالمین کی شان میں طعن و توہین کرتے ہیں،  
علمائے ربانیین نے کتب دین میں ان کے شافی جوابات دیے ہیں اور شکوک و شبہات کی بیخ کنی کی  
ہے جیسا کہ اس کی خوشبودار لہجہ اور مسند خوارزمی وغیرہما میں مسطور ہے اور یہ بات یقینی طور پر تسلیم  
شدہ ہے کہ طاعنان امام نعمان رضی عنہ رب الرحمن حسد و حقد (کینہ) میں مبتلا تھے بلکہ ان میں بعض تو  
کبھی امام زمان رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں بحث کرتے ہیں اور کبھی کسی وقت وہ پیشوائے  
جہاں رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی تحقیر کرنے میں مصروف ہوتے ہیں جبکہ تعارض کلام تو ساقط کا  
موجب ہے اور قاعدہ کلیہ ہے:

فاضل تر محسود تر

فاضل ترین شخص کے حسد کرنے والے بھی بکثرت ہوتے ہیں۔

اور سنت مستمرہ ہے کہ لوگوں کی زبانیں مقبولان حق میں بے صرفہ (ناجائز) جاری ہوتی ہیں۔  
ردالہجاء میں لکھا ہے کہ جب امام ہمام رضی اللہ عنہ کے فضائل مشہور ہوئے تو حاسدین کی  
زبان درازی کی عادت قدیمہ بھی شروع ہوگی اور آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور عقیدہ پر جس سے  
آپ مبرا ہیں، طعن درازی شروع ہوگی اور طاعنین بڑ کی ہرزہ سرائی سے یہ مراد تھی۔

یرید الجاهلون لیطفؤہ

و یابی اللہ الا ان یتمہ

جاہل یہ چاہتے ہیں کہ چراغِ خدا کو گل کر دیں اور اللہ تو اس کو روشن کرنا چاہتا ہے۔ (۱)  
چنانچہ حاسدین امام مالک، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم پر بھی طعن کرتے ہیں بلکہ بعض  
(رافضی) ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتے ہیں (۲) بلکہ بعض تو جمیع  
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

و من ذا الذی یبخو من الناس سالما

و للناس قال بالظنون و قیل

(۱) یہ شعر بھی اسی مفہوم پر مشتمل ہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے (مترجم)

(۲) میں نے لاہور میں سنا ہے کہ نو مسلمین اکابر علماء حنفیہ مثل امام ابن الہمام اور شیخ عبدالحق جو کہ امت محمدیہ علی

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے پیشوا ہیں ناشائستہ زبان استعمال کی بلکہ نوبت تو دشنام طرازی تک پہنچ چکی ہے۔ نعوذ

باللہ۔ میں (مولانا غلام دیکھیر قصوری) نے کہا کہ جب یہ فرقہ امام ابوحنیفہ سے رہائی نہیں پاسکا تو پھر علماء و عرفاء

حنفیہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے حسد کی وجہ سے ان کو مطعون کیا اور وہ جند اللہ کے زمرے میں شامل ہوئے۔

ایک شخص نے میرے استاد عالم عارف مقبول عمدہ علماء فحول جناب میاں صاحب مولانا حافظ عبدالرسول سلمہ اللہ

تعالیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کی کہ حضرت آپ کے گرد و پیش وہابیوں کی بکثرت شکایات آرہی ہیں، آپ

نے فرمایا: الحمد للہ اس جماعت (یعنی اہل سنت) میں اہل اللہ داخل ہیں کیونکہ یہ مطعون لوگ اولیاء معظم ہیں اگر

ہم کو اس لڑی میں پرو ہیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔

لاہور کے نو مسلمین سے تو بہت تعجب ہے کہ اسلام میں داخل ہو کر پھر سوادِ عظیم اور جماعت میں شامل ہونے سے

کیوں روکتے ہیں۔

نعوذ باللہ من الشذوذ عن جماعة الابرار فانہ من شذوذ فی النار . واللہ هو الہادی ۱۲

منہ کان اللہ لہ

ہم نیک لوگوں کی جماعت سے الگ ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ جو اس سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہو

سب سے الگ جہنم میں گرا۔ ۱۲ منہ کان اللہ

اور کون ہے جو لوگوں کی زبانوں سے بیچ سکے اور لوگوں کی گفتگو تو ان کے گمان کے تابع ہوتی ہے۔

مکتوبات مجددیہ میں جو کچھ امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھا گیا ہے وہ سب حق پر مبنی ہے:

قاصرے گر کندایں طائفہ راطعن قصور

حاش لئذ کہ برارم بزبان ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند

رو بہ از حیلہ چساں بکسلد ایں سلسلہ را

یعنی آپ (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) بلا تکلف و تعسف کے فرماتے ہیں کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت ایک عظیم دریا کے رنگ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور تمام مذاہب مختلف رنگوں کی لکیروں اور محانوں میں (چھوٹے چھوٹے) نظر آتے ہیں اور یہ بات بھی ملاحظہ ہو کہ اہل اسلام کا سواد اعظم بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ہیں اور یہ مذہب اصول و فروع میں اپنے تابعین کی کثرت کی وجہ سے ممتاز ہے اور استنباط (مسائل) میں اس کا طریق الگ ہے اور یہ معنی مبنی بر حقیقت ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ تقلید میں بہت سی مرسل احادیث کو احادیث مسند کے رنگ میں متابعت کے شایان شان سمجھتے ہیں اور اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی طرح قول صحابی کو بھی شرف صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔

نیز مکتوبات شریف میں ہے کہ خاص کردین میں الہام کمالات حقیہ کا مظہر ہے جیسا کہ اجتہاد مظہر احکام ہے الہام مظہر دقائق و اسرار ہے جس سے اکثر لوگوں کی فہم و کوتاہ ہے۔

پس میری بات پختہ اور مقرر ہو گئی کہ سواد اعظم میں دخول کے لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں شامل ہونا ضروری ہے، اس سے خروج اور اس کا انکار بہت بڑے نقصان کا موجب

ہے۔ (۱)

ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے :

يد الله على الجماعة اتبعوا السواد الأعظم فانه من شذ في النار. (۲)  
شیخ نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا :

یعنی اللہ کا ہاتھ اور احسان الہی جماعت پر ہے اور یہ حق تعالیٰ کی اہل حق کی نصرت و حفاظت کے لیے کنایہ ہے اور خاص اس کی توفیق کے ساتھ ہی احکام کا استنباط اور دریافت حق پر اطلاع ملتی ہے۔

واتبعوا السواد الأعظم .

اور تم سواد اعظم کی پیروی کرو۔

یعنی اکثر اور جمہور خاص کرتے ہو اور متفرق ہو جاتے ہو اور زائل ہونے لگتے ہو تو حق تعالیٰ اس کی حفاظت اور عصمت کے لیے عذاب کو بھیجتا ہے اور ان کے احوال کو فاسد کر دیتا ہے۔

فانه من شذ في النار .

(۱) رد المحتار میں لکھا ہے کہ سلف میں بعض کا بعض کے ساتھ تکلم پیدا ہوا جیسا کہ صحابہ گرام میں واقع ہوا ہے کیونکہ یہ تمام مجتہدین تھے پس وہ اپنے مخالف کا انکار کرتے تھے خصوصاً جب وہ دوسروں کی خطا پر مطلع ہوتے ہیں مگر ان کا مقصد محض نصرت دین ہوتا تھا اور ہمارے زمانہ کے علماء کا بھی عجب حال ہے یہ کھانے پینے لباس، نکاح اور بکثرت عبادات میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امام اعظم کی برکت سے محروم رہنا ہی کافی ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو ان سے پناہ عطا فرمائے، ہمیشہ ہمیں مجتہدین اور جمیع صالحین کی محبت میں قائم رکھے اور قیامت کے دن ہمیں ان کے جہنم کے زمرہ میں شامل فرما۔ آمین بجاء النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم اور ہادی حقیقی کے نو مسلمین کو ہدایت فرما اور وہ انکار و استہزاء سے باز آجائیں اور اہل اللہ کی برکت سے محروم نہ رہیں اور انہوں نے انصاف نہیں کیا کہ جن کے آباؤ اجداد خادم شرع، واقف اسرار دین اور دریائے اصول و فرع کہیں ان کا تکبر و غرور حضوری سے موجب بعد ہے۔ منہ عنہ

(۲) مستدرک حاکم: ۱۱۶/۱ حدیث: ۳۹۶۔ جامع الاحادیث سیوطی: ۴۳/۱۔

پس تحقیق جو شخص جماعت سے تنہا ہو جاتا ہے اور سوادِ اعظم سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

اسی طرح مرقاۃ میں ہے کہ جماعت سے مراد فرقہ ناجی ہے وہ اہل علم و فقہ ہیں جو رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار پر لوگوں کو مجتمع کرتے ہیں۔

تغیر و قطمیر (چونچ مارنا اور کھجور اور گٹھلی کے درمیان جھلی) میں اور اپنی جانب سے کوئی تحریف و تغیر نہیں کرتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے۔

الحمد للہ یہ رسالہ پانچ (۵)، چار (۴) اور گیارہ (۱۱) کی نسبت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے امید رکھتا ہوں کہ میرے لیے اسی مناسبت اور علمائے کرام کی برکت کے طفیل آخرت میں حق تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں خود قبولیت کی خلعت پہنائے اور امت حبیب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فلاح و کامرانی کے اس کو ہر خاص و عام کے لیے باعث نفع بنائے۔

اللَّهُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاخْتِمِ لَنَا بِالْغَيْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ أُمُورِنَا بِالْخَيْرِ .

اے اللہ! ہمارے لیے بھلائی کو کھول دے اور ہمارا خاتمہ خیر پر فرما اور ہمارے کاموں کا انجام خیر فرما۔

## مناجات

الہی ایں مستغرق در مناہی

یگانہ در روسیای

از زاد تہی دست

واز توشہ باد در مشت

مگر دوستی دوستان ترا حز جاں دارد

و حب مجبان ترا عین ایمان انگارد

عجب نیست کہ معاملہ المرء مع من احب فرمائی

وایں واجب العقوبت را مغفرت نمائی

اللہی یہ بندہ گناہوں میں مستغرق ہے، کثرت گناہ کے سبب رو سیاہی میں یگانہ ہے زاد راہ سے تہی دست ہوں اور ہتھیلی میں توشہ بھی نہیں ہے مگر تیرے دوستوں کے ساتھ دوستی کو بہت عزیز رکھتا ہوں اور تیرے محبوبوں کے ساتھ محبت کو عین ایماں سمجھتا ہوں، یہ عجب نہیں ہے کہ تو میرے ساتھ ایسا معاملہ فرمائے کہ آدمی نے جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ ہوگا اور تو اس یقینی سزا کے حق دار کی مغفرت فرما۔

یا اللہی تو نے اپنے مقرب بندوں کے ساتھ اصحاب کہف کے کتے کی دوستی کو بیان کیا ہے کہ ان کا کتا غار کے منہ پر کہنیوں کو پھیلانے بیٹھا ہے اور یہ بے چارہ ناکارہ تیرے دوستوں کے کوچہ کے کتوں کی خاک کے برابر بھی (خود کو) نہیں سمجھتا اور تیری رحمت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ تو میری خاک کو اڑادے، مجھ میں فرق پیدا نہ فرما اور تو مجھے اسی حالت میں زندہ رکھ اور موت دے اور پھر مجھے (بزم محشر میں) اٹھا۔

الہی کمال نیست کہ افتخار آید و جمال نیست کہ بپار آید و اعمال نیست کہ مدد فرماید و مال نیست کہ بکار آید

یا اللہی میرے پاس کوئی کمال نہیں ہے کہ اس پر فخر کروں اور نہ ہی جمال ہے کہ تیری بارگاہ میں پیش کر سکوں اور نہ ہی اعمال اس قدر ہیں کہ تو مدد فرمائے اور نہ ہی مال ہے کہ کام آئے۔

ہمارے اوپر رحم فرمائے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!

ہم پر کرم فرمائے ہمارے کریم جل جلالہ و علم نوالہ!

نا امید کو ہدایت امید فرمادے اور اپنے مقبولین کی شفاعت سے دو جہاں میں شمر آؤ فرما۔

آنانکہ خاک را بنظر کیما کنند

آیا بود کہ گوشہ چشم بما کنند

در دم نہفتہ بہ ز طہیباں مدعی

باشد کہ از خزانہ نعیم دوا کنند

و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر

خلقه محمد و عترتہ اجمعین .



## تقریظ

حضرت عمدۃ الاولیاء والعلماء مرشد ہر ذکی و غمی مولانا الحافظ

غلام نبی اللہ والے خلیفہ حضرت میاں صاحب قصوری

قد طالعتهما من اولها الى آخرها فوجدتها صحيحة مطابقة  
للمعتبرات وهذا القدر كاف للمنصف العقيل ولا جدوى  
للمتعسف المتعصب ولو تليت عليه التورة والانجيل . (۱)  
العبد فقير غلام نبی احمدی عفی عنہ

## تقریظ

حضرت زبدہ علماء گامین مولانا الحافظ خلیفہ حمید الدین

خلف الصدق حضرت استاذ الکل خلیفہ صاحب لاہوری

طالعت هذه الرسالة فوجدتها عجالة نافعة مشتملة على ذكر  
الصالحين مع بعض مسائل الدين مترجمة عن عبارات المعتبرين  
كافية للمنصفين لا للمتعصبين . (۲)

واما العبد الراجی رحمة رب العالمين الخلیفہ حمید الدین عفی  
عنہ .

(۱) میں نے از اول تا آخر اس کا مطالعہ کیا تو اسے معتبرات کے مطابق بالکل درست پایا۔ ایک منصف مزاج کے لیے اتنا بہت ہے، اور متعصب و جاہل کی تسکین ممکن نہیں، حتیٰ کہ توریت و انجیل کی تلاوت سے بھی اسے تسلی و تشفی نہیں ہو سکتی۔

(۲) مجھے اس رسالے کو پڑھنے کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے اسے صالحین کے ذکر پر مشتمل بہت ہی نفع بخش پایا۔ نیز اس میں معتبرات سے بہت سے دینی مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں جو متعصبین کو چھوڑ کر اہل انصاف کے لیے یقیناً مفید و نافع ہوں گے۔

## تقریظ

حضرت حضرت واعظ لوجه اللہ مولوی حافظ ولی اللہ لاہوری

قد سمعت هذه الرسالة فوجدتها موافقا لعقائد الاسلام الحق ما قال السيد الطحطاوى فى حاشية الدر المختار قال بعض المفسرين و هذه الطائفة المسماة باهل السنة والجماعة قد اجتمعت اليوم فى المذاهب الاربعة و من كان خارجا من هذه المذاهب فهو من اهل البدعة والنار . كان عز الدين اذا افتى عاميا بحكم امامه يامر به بجميع شروطه و يقول له ان تركت شرطا لم تصح عبادتك . فكل من خطا مجتهدا بعينه فكانه خطا الشارع . و ليس فى قوة احد بعد الاربعة ان يتكبر الاحكام و يستخرجها من الكتاب والسنة . الكل من ميزان الشعرانى . (۱)

حافظ ولی اللہ حنفی لاہوری

تاریخ تالیف و طبع لفظ ”غفرہ“ آمدہ

یعنی حق تعالیٰ اس رسالہ کے مولف و عامل کو بخشے۔

(۱) میں نے اس رسالے کی سماعت کی تو اسے بالکل عقائد اسلام کے مطابق پایا۔ سید طحطاوی نے درمختار کے حاشیے پر بڑی اچھی بات فرمائی ہے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اہل سنت و جماعت نامی یہ گروہ اس وقت مذاہب اربعہ میں منحصر ہے۔ لہذا جو شخص ان چاروں مذاہب میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتا تو وہ بدعتی اور ناری ہے۔ شیخ عز الدین جب کسی شخص کو فتویٰ دیتے تو اس کے امام کی جمیع شرطوں کے عین مطابق دیتے اور فرماتے کہ اگر تم نے ان میں سے کسی ایک شرط کو بھی ترک کیا تو تیری عبادت ناقص تصور کی جائے گی۔ جس نے کسی مجتہد کو خاطمی جانا اس نے گویا شارع پر انگشت نمائی کی۔ ائمہ اربعہ کے بعد اب یہ کسی کے امکان میں نہیں کہ احکام کو نکالے اور کتاب و سنت سے ان کی تخریج کرے۔ ہم نے یہ ساری باتیں امام شعرانی کی کتاب ’میزان الشریعہ الکبریٰ‘ کی روشنی میں پیش کی ہیں۔

## منقبت

امام اہل سنت حامی سنت ماحی بدعت عالم شریعت پیر طریقت  
جامع المعقول والمنقول حاوی علی الفروع والاصول القاری المفتی المحدث

غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی قادری قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان

مچھرنگر: ڈاکٹر محمد حسین شاہد رضوی

کس طرح ہو اُن کے علم و فضل کا رتبہ بیاں  
ایک اک تصنیف سے ظاہر ہے اُن کا عز و شان

اُن کی عظمت، اُن کی رفعت ہے مسلم بے گماں  
زہد و تقویٰ، استقامت کے تھے وہ روشن نشان

حق کی خاطر ہر نفس جاری رہا اُن کا جہاد  
حلقہ باطل کی خاطر تھا قلم اُن کا شان

رض ہو تفصیل یا فتنہ عدم تقلید کا  
برملا تردید کی اور کر دیا حق کو عیاں

تھے وہ صدیقی گھرانے کا حسین اک امتیاز  
بالیقیں تھے سنیوں کے آپ میر کارواں

اولیں تصنیف رو قادیانی میں لکھی  
آپ نے اونچا رکھا ختم نبوت کا نشان

آپ سے گستاخ اٹیٹھی نے پائی یوں شکست  
ہو گئی رو پل میں اُس کی ساری کی ساری بُرہاں

آپ سے تقریظ لکھوا کر بتایا مرتبہ  
اعلیٰ حضرت بھی تھے بے شک آپ کے اک قدرواں

پیش خدمت ہیں رسائل آپ کے صد جہدا!  
خوب پائیں گے جزا افروز اور ثاقب میاں

جملہ احباب اور ہمارے حضرت مفتی سعید  
ہے مشاہد کی دعا کہ سب رہیں با صد اماں

☆☆☆☆☆

## منجھ پر فکر

”غبارِ راہِ طیبہ“ محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری (حسن ابدال-پاکستان)

۱۳۳۵

جو نقشِ عظمت اربابِ حق ہے  
 نہ ہو گا وقت کی گردش سے زائل  
 کسی طوفانِ تند و تیز سے بھی  
 نہ گل ہو گا چراغِ مردِ کامل



قطعہ تاریخ طباعت رسائل محدثِ قصوری (جلد اول)

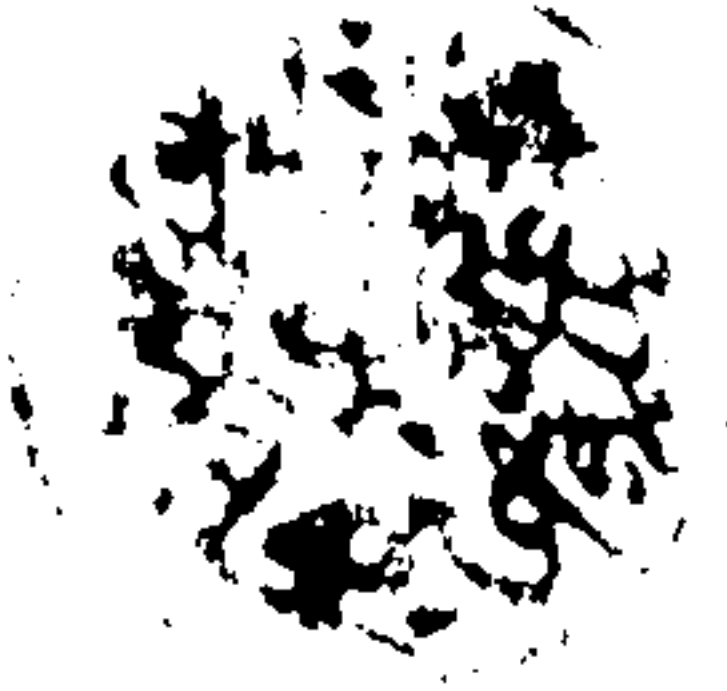
محقق اور عالم اور فاضل	وہ تصویر کمالات و فضائل
قصوری نے لکھے عمدہ رسائل	برائے عظمت دین محمد
میسر تھے نہ جب اتنے وسائل	کیا اسلام کا اس نے بڑا کام
قصوری کی ہیں اس نیت کے قائل	جو عالی مرتبہ اہل نظر ہیں
قصوری کے اہم تر دس رسائل	اکٹھے کر دیے ثاقبِ رضانی
وہ اب ان کی اشاعت پر ہے مائل	علو عزم اور بااخلاق ثاقب
قبول عام ہو گا اس کو حاصل	یہ اس کی قابلِ تحسین کاوش

کہی طارق نے تاریخ اشاعت  
 ”صحیفہ“ کہہ کے ”فیضانِ رسائل“

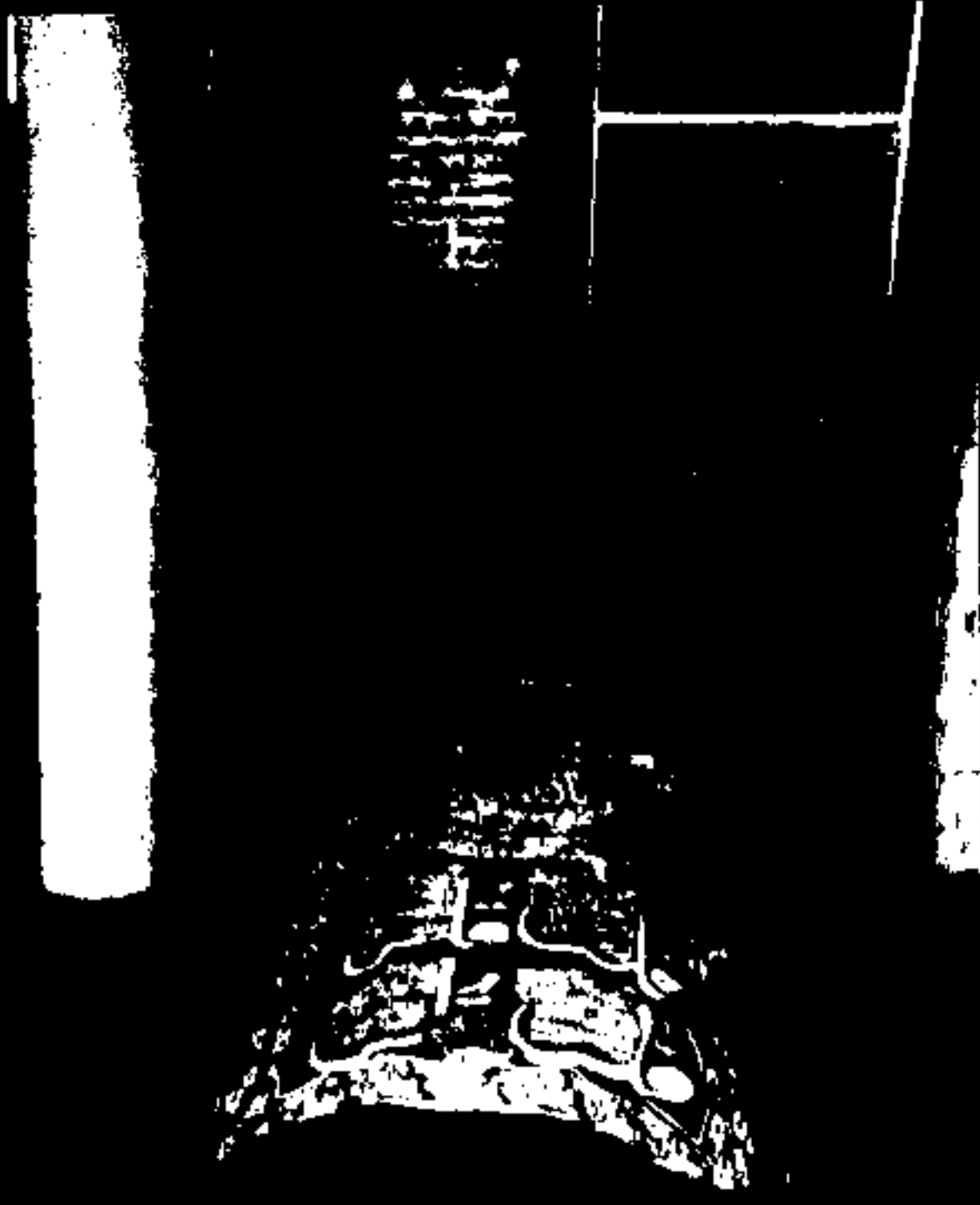
۱۹۳ + ۱۳۳۲ = ۱۳۳۵ ہجری

مادہ تاریخ سن عیسوی: ”چراغِ خیر“ 2014 عیسوی

☆☆☆☆☆







یہ جلد تیسری مرتبہ تیسری بار ششماہی کے ان دس رسائل کا احاطہ کرتی ہے:

تلا: تحقیق تقدیس الوکیل      تلا: مخزن عقائد فوری

تلا: تحریف القرآن کا جواب      تلا: جواب اشتہار کفریت درود

تلا: عروۃ المقلدین      تلا: کشف الستور عن طواف القبور

تلا: نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار      تلا: تحقیق مسلوٰۃ ابو محمد

تلا: جواب مضمیہ رد پنچریہ      تلا: عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان

ان رسائل میں حضرت مولانا نے علم و حکمت کے جو موتی بکھیرے اور تحقیق و تدقیق کے جو

آفتاب و ماہتاب اجالے ہیں، یہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کو نور ہدایت کی منسب بوط کڑی سے جوڑے رکھنے میں بہت معاون و مفید ہوں گے۔

رسائل قصوری کی مزید جلدیں ان شاء اللہ مناسبت وقت پر طبع ہوں گی۔ حضرت مولانا کے

کچھ رسائل ہنوز ہماری دسترس سے باہر ہیں، اس سلسلے میں کسی بھی طرح کی علمی معاونت ہمارے

لیئے گراں مایہ عطیہ ثابت ہوگی۔ امید ہے آپ دست تعاون دراز فرمائیں گے۔ مرتبین

اکبر علی صاحب

فون: 042 - 37352022      آؤر      فون: 042 - 37352022